تذکرۂ کاملان پٹنہ

یادگار روزگار

سیّد بدر الحسن

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری۔ پٹنہ

[illegible]

یادگارِ روزگار

تذکرۂ کاملانِ پٹنہ

سیّد بدرالحسن

(م ۱۹۳۴ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

حرفے چند

سید بدر الحسن، اس کتاب کے مصنف مولوی ظہور الحسن صاحب کے صاحبزادے اور شاہ امیر الحق عمادی (سجادہ نشین، منگل تالاب، پٹنہ سٹی) کے نواسے تھے۔ تعلیم اپنے نانا شاہ امیر الحق صاحب اور پھر اپنے ماموں شاہ رشید الحق صاحب سے حاصل کی۔ بعد میں انگریزی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوئے اور آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔

آپ کی شادی سید آباد پرسائیں میں میر تفضل حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے ہوئے۔ نجم الحسن اور نذر الحسن۔ نجم الحسن کے تین صاحبزادے (۱) سراج الحسن۔ کراچی کے کسی بینک میں ملازم ہیں (۲) انوار الحسن۔ کراچی میں وکالت کر رہے ہیں (۳) فخر الحسن۔ لیاقت کالج، کراچی کے پرنسپل ہیں۔ نذر الحسن کے دو بیٹے۔ (۱) شمر الحسن شعبہ کسٹم، کراچی میں ملازم ہیں (۲) جمال الحسن۔ سعودی عرب میں ملازم ہیں۔

مولوی بدر الحسن صاحب کی تمام اولاد پاکستان منتقل ہو چکی ہیں ان کی صرف ایک پوتی جمال آرا (بنت نذر الحسن) زوجہ دل احمد عرف چنٹر بابو پٹنہ میں موجود ہیں۔

مولوی بدر الحسن صاحب کے والد مولوی ظہور الحسن صاحب نے پٹنہ جنکشن پر مسلمانوں کے لیے مسجد بنوائی اور مولوی بدر الحسن صاحب نے ہندوؤں کے لیے محلہ خواجہ پورہ میں بدری ناتھ کا مندر تعمیر کرایا اور اس میں زمینیں بھی وقف کیں جسکی متولی آج بھی ان کی پوتی جمال آرا ہیں۔

مولوی بدر الحسن صاحب کا انتقال ۱۹۳۴ء میں پٹنہ ہی میں ہوا۔

پٹنہ کے مشاہیر کا یہ تذکرہ جو ستمبر ۱۹۲۱ء تک لکھا جاتا رہا، کچھ چھپا کچھ بغیر چھپے رہ گیا۔ مگر جو کچھ ہم تک پہنچا آج اس کی دستاویزی حیثیت ہے۔ پچھلے پانچ سات سال میں بدر الدین احمد صاحب مرحوم (م ۱۹۸۳ء) اور اقبال حسین صاحب مرحوم (م ۱۹۹۱ء) نے اپنے اپنے طور سے پٹنہ کی کہانی پیش کرنے کی کوشش کی۔ بڑی کارآمد ہیں ان کی آپ بیتیاں۔ خود بدر الحسن صاحب کے عہد میں ان کے سینئر شاد عظیم آبادی (م ۱۹۲۷ء) بھی اس طرح کبھی اس سے ادھر ادھر سے یہ کہانی سناتے رہے۔ لیکن یادگار روزگار کی شکل میں بہت بڑا حصہ سمٹ کے آجاتا ہے۔ بدر الحسن

صاحب کا اپنا اندازِ فکر، اپنا طریق انتخاب تھا۔ کیا لیں کیا چھوڑیں ـــــــ اس لیے بہت کچھ جو آنا چاہیے تھا رہ گیا۔ بہت کچھ جو نہ آنا چاہیے تھا آگیا۔ لیکن اہمیت اس کی یہ ہے کہ جو کچھ اس دستاویز میں محفوظ ہو گیا ہے وہ کسی دوسری جگہ نہیں ملے گا۔ اس لیے اپنی ساری کمیوں یا زیادتی کے باوجود یہ اپنے موضوع پر آخری کتاب ہے! اور کمی زیادتی کہاں نہیں ہوتی!

یہ ۱۹۲۱ء تک لکھی جاتی رہی اور پورے ساٹھ برس بعد ـــــــــــــــــــــــ یہ پھر اس مبارک موقع سے منظرِ عام پر آرہی ہے جب خدا بخش لائبریری اپنی صدی منا رہی ہے۔ بڑے کاموں میں کتنی صلاحیت کتنی جانیں ہوتی ہے کہ زمانہ کی کتنی ہی مار پڑے وہ ایسے میں سینہ تان کے، سر اٹھا کے پورے اعتماد کے ساتھ یکایک آپ کے سامنے اکھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ہم ہیں، ہمیں پہچانو!

یادگارِ روزگار آپ کے سامنے ہے۔ اس کا دوسرا حصہ جو ۱۹۲۱ء سے ۱۹۹۱ء تک کے مشاہیر پر مشتمل ہے، خدا بخش اشاعتی منصوبوں میں یہ زیرِ ترتیب ہے

ـــــــــ ● ع۔ا۔ا

یادگارِ روزگار

تذکرۂ عاملانِ پٹنہ

فہرست

تمہید

راقم اوراق نے انگریزی عربی اردو ناہی کی بہتری سوانح عمریاں
پڑھیں مگر ہر میں واقعات صحیحہ کا پہلو دبتا ہوا ملا اور افراط و تفریط سے
خالی نہیں پایا کہیں تو ایسی خلاف عقل و قیاس باتیں ہیں جو مذہب پر دھبہ
لگاتی ہیں کہیں نبوت سے مقابلہ ہو جاتا ہے کہیں خدائیت ہی غائب ہو جاتی
بہترین اور شبہہ سے پاک اور قابل وثوق اور اعتبار وہی سوانح ہوا
کرتی ہے جسے کوئی لکھنے والا واقعات صحیحہ کے مطابق خود لکھ جائے
اسی عقیدے کے موافق راقم اپنی بیتی خود لکھ رہا ہے
تاکہ قارئین کو میری پراگندہ زندگی کا اندازہ ملے اور
اس منتشر زندگی سے جو فائدہ پہونچ سکتا ہو وہ پہونچا
سکوں راقم بے ضرورت اور غیر مفید چیز لکھنے کو
گناہ جانتا ہے بغور پڑھنے سے پورا نتیجہ خیز تجربہ حاصل
ہو سکتا ہے راقم کی سوانح لکھنے والا راقم کے خاندان
میں کوئی نہیں ہے اور پبلک دھوکے میں رہے گی اگر کسی
نے میرے بعد کسی مصلحت سے لکھا بھی تو صحیح واقعات
پر پردہ ڈالا جائے گا اور پبلک دھوکے میں رہے گی

حلفی بیان

راقم ایک مسلمان کے حیثیت سے خدا اور رسول اور قرآن پاک کے اور دین و ایمان اور ہر قسم کی مذہبی قسم کے ساتھ اپنا صحیح واقعہ قارئین کے سامنے پیش کر دیتا ہے اس اظہار حلفی کے مقابلے میں ہر ایک مخالف بیان غلط اور افترا ہوگا ان بیانوں کی تصدیق میرے ہمنشیں ملازمین قریب تر اہل قرابت میری بی بی اور علی الخصوص جناب شاہ حبیب الحق صاحب اور کاغذات و وثائق مولوی سید ظہور الحسن پدر راقم و نوشتہ مادر راقم و اولادان راقم و نوشتہ خود راقم سے واضح طور پہ ہو سکتی ہے جس سے کسی کو انکار غیر ممکن ہے اور رجسٹری آفس میں سب کا وجود موجود ہے سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۳۱ء تک کا انڈکس نکالنے سے کل کاغذات مل سکتے ہیں۔

خاندانی تعلقات

راقم ایک متمول خاندان میں پیدا ہوا مولوی سید ظہیر علی سررشتہ دار افیون ساکن فریدپور پرگنہ اکل ضلع گیا علاقہ جہان آباد کا پوتا اور مولوی سید ظہور الحسن کا بیٹا اور مولانا امیر الحق سجادہ نشین خنگل نالاب کا نانی اور

شاہ حبیب الحق صاحب کے حقیقی پھوپھو کا لڑکا ہے دادہال نانہال دونوں خاندان شہر میں ممتاز معزز و مشہور ہے کون ہے جو واقف نہیں مگر ہڈی فروشی میرا شیوہ نہیں نہ اس کا فخر کیا آدمی وہ جو خود اپنے میں جوہر ذاتی پیدا کرے اور آبا و اجداد کے نام کو روشن کرے بلکہ آبا و اجداد کے غلط کاریوں کا میلاپن چھوڑا ہے جب جا کر اولاد صالح کہلائے اگر ہڈیاں بیچیں اور پرانے جایدادیں برباد کیں تو وہ کپوت اولاد کہلائیں گے راقم دادا کے برابر متول تو نہوا مگر والد ماجد سے ہر امر میں زیادہ کر کے دیکھلایا والد ماجد نے پرانے خیال کے موافق اپنی زندگی گذران کر لیا اور بہترین کام اون کا بانکی پور اسٹیشن کی مسجد ہے جو اون کی یادگار ہے راقم اوس کا متولی تو ضرور ہے مگر مسلمانوں کے بے جا الزام دہی کی وجہ کر راقم نے عام مسلمانوں کے سوائے انتظام کر دیا جو بفضلہ خوب آباد ہے بنانے کے وقت کے وقتوں میں کوئی مسلمان شریک نہ تھا جب وجود ایک شئے کا ہو گیا تو بانی اور اوس کے ورثا کو مورد الزام قرار دینا آغاز کیا راقم کا مزاج فطرتاً جنگ جو نہیں تھا خود جدا ہو گیا اور مذہبی زندگی سے بظاہر جدا رہا گیا مگر عقیدتاً پکا مسلمان رہا جھگڑوں سے بہت دور بھاگتا رہا

مسجدوں اور پبلک مذہبی موقعوں سے اپنے کو دور رکھا
نمائشی مسلمان نمائشی لوگوں سے پناہ مانگتا رہا۔

تعلیمی حالت

سات آٹھ برس کے سن تک تو بے شوری کی زندگی
گذری نہ تو دنیا کی لذت کا نہ ہم دخیال نہ جال فریب
کا جنجال حلال و حرام کی بھی تمیز نہ دارد ہر ہر بات سے
بے خوف کھانا اور کھیلنا اور دوسروں کی حفاظت اور
نگرانی میں خوش اور بے فکر معصومیت کی زندگی گذارا
کیا خود آرام کیا والدین کو تکلیف دیتا رہا جن جن لفظوں
کو اور حرکتوں کو سیکھایا گیا بن سمجھے بولے اور تقلید کرتے
رہے بولنے لگے تو گڑ کی تقسیم پر خانقاہ منگل تا اب کے
خلوت میں بسم اللہ خوانی کرائی گئی دو چار سیر گڑ تقسیم
کیا گیا شاید یہ آبائی رسم تھا باوجود دولت مٹی کی تشتری بھی
پھیلی نہ کوئی مٹھائی اب میرے درا و لاد تک کے بسم اللہ خوانی
میں شیشے کی تشتری اور طوالت لازمی ہے اس حوصلے
بازی میں دولت کی ترقی کہاں سے ممکن ہے بات پیچھے
حوصلہ اور رسم پرستی جو دنیا میں جاری ہے لیاقت اور
سمائی ہو یا حوصلہ پورا کرنا مذہبی فرائض سے زیادہ ہے

پھر مسلمان غریب نہ ہوں گے تو کون ہوگا ایک کی کمائی پر
سارا خاندان فرسٹ کلاس لائف گذارنا چاہتا ہے اسلئے
ان سے بدتر زندگی کون بسر کر سکتا ہے۔ الغرض میاں
جی کے سپرد کئے گئے مولوی ریاض الدین صاحب ساکن
اگاوان نوکر رہے کچھ شدبد ہوا تو مولانا امیر الحق قدس سرہٗ
نے خود خلوت میں پڑھانا آغاز کیا گویا علم گھول گھول کر
پلانا آغاز کیا اردو فارسی عربی جو کچھ پڑھا ان کا صدقہ
تھا۔ درسیات پوری ختم کیا۔ مولانا کی روشنی جاتی رہی
تو مولانا رشید الحق قدس سرہٗ ماموں سے اپنے تفسیرات
پڑھا اور حدیث کی کتابیں پڑھیں معقولات، منقولات،
منطق، وصول فقہ، اسماء الرجال، فرائض فلسفہ اور
دیگر علوم ضروریہ پڑھا۔ پھر مولوی امیر علی ہڈ مولوی نارمل
اسکول سے علم حساب و مساحت و سائنس و علم مناسخہ
وغیرہ پڑھا پھر ڈاکٹر صفدر حسین سے ہومیو پیتھک حاصل
کیا پھر متفرق لوگوں سے اندرجال کا تماشا سیکھا مولوی
احسن بلگرامی سے اتمام فارسی کیا پھر قاضی رضا حسین
خان بہادر سے علم رمل سیکھا پھر مولوی وحید روحانی
سے علم جفر سیکھا پھر بعض پنڈتوں سے علم سمندری سیکھا
پھر مولوی نسیم الدین ساکن کاکو سے انگریزی آغاز کیا

رام لعل ماسٹر ساکن نودی کٹرہ سے مائنر تک لوئیڈ
اسکول میں مائینر پاس کیا پھر سٹی اسکول میں جو گلزار باغ
میں تھا فرسٹ کلاس میں انگریزی پڑھتا رہا وہاں مولوی
کاظم حسین ادیب سے پوری الف لیلیٰ عربی میں پڑھا اب
میں علیگڈہ کی ہوا کھانے گیا اوس وقت حافظ خلیل حق
شمس العلماء ، ور فضل الحق آزاد اور پٹنہ کے بہتیرے لڑکے
وہاں تھے مگر آب و ہوا نے مخالفت کی میں واپس آیا
سر علی امام مسٹر سلیمان اور میں ولایت بیک روز چلا مگر تقدیر
نے جواب دیا اب میرا پڑھنا چھوٹ گیا۔ میں آٹھ بھائی بہن میں
اکیلا زندہ رہ گیا تھا والدین کی محبت نے میرے فراق کو
گوارا نہ کیا اور بمبئی سے واپس لایا گیا میر حبیب الدین سید محمد
کے والد شہاب کے دادا میر رفیع الدین خواجہ پورہ والی پھوپھی
لاولد کے مختار عام تھے اون سے راقم کی پھوپھی سے کچھ رنجش پیدا
ہوئی اونہوں نے کل جائداد اون کی نام راقم مقرری
دوامی کردیا امداد حسین مختار ساکن براو ان نے جو اونکے
ڈیوڑھی پہ ملازم تھے راقم کے خلاف بامداد خاندان
شیخ خیر علی مرحوم یعنی شیخ صاحبان ساکنان خواجہ پورہ نے
ایک مقدمہ جال کا بنام راقم چلوا دیا اس خاندان کو
والد مرحوم سے سخت عداوت تھی یہ لوگ شیخ تفضل حسین

راقم کے پھوپھا لاولد کے عصبہ تھے اور والد کو پھوپھو مذکورہ کا
وارث شرعی جان کر ان کی مخالفت پر برابر طیار رہے الغرض
برادرم حامد رسول اور ان کے بھائی قاضی لطف مرحوم اور تمام
خواجہ پورہ راقم کا دشمن جانی ہو گیا کیا کیا مصیبتیں اور ذلتیں
اور دقتیں پیش آئیں وہ بیان سے باہر ہے مقدمہ لڑنے والے
اس دقت کو سمجھ سکتے ہیں تقریباً ۱۶ ہزار روپیہ خرچ ہوا پھر بھی
آبرو بچاؤ دشوار ہو اکرنا دانس بوس صدر اعلیٰ سے
اجلاس سے جن کے ایک بھائی میرے مخالف وکیل تھے مقدمہ
راقم کے خلاف ہوا اور فیصلے میں فوجداری چلانے کا حکم
صادر ہو گیا جس میں راقم ۱۴ برس کے لئے جیل میں ہوتا مقدمہ
مذکور میں کس کس کی کیا کیا خوشامد کرنی پڑی جو برداشت
سے باہر تھی یہ پہلی بھاری ٹھوکر زمانے نے دیا جس کا وہم
بھی دماغ میں نہ تھا حالانکہ راقم عند اللہ بالکل بے قصور تھا
صرف خاندان شیو نرائن مہتولی نے اوس بے بسی کے وقت
میں پورا ساتھ دیا اور آج تک میری جانی مالی آبرو کی
حفاظت کیا۔ اوس کا صلا ہے کہ شیو نرائن کے خاندان کا
احسان مانتا ہوں اگر شرافت ہے تو ماننا اپنی جگہ پر ٹھیک
ہے اس مقدمہ کے چلنے تک میں کچہری میں جانا ذلت جانتا تھا
اور نوجوانوں کے طرح غرور اور اینٹھ میں رہتا تھا نہ لائے

ایسی گہری چپت لگائی کہ جن جن باتوں کا غرور تھا سب
ایک ایک کرکے بجے طور پر ٹوٹا پھر تو زندگی کا خاکہ
بدلا دنیادار ہو گیا ہائی کورٹ میں مقدمہ اپیل ہبا ہے گیا
خاص دوران مقدمہ شاہ حبیب صاحب کی شادی اوّل
میں پھوپھو مذکور تشریف لائیں اور میاں سرطان کا عارضہ
ہوا واپسی بارات کے دن اون کا حال خراب ہوا اونکو
اوگ پالکی پر خواجہ پورہ لے گئے راہ میں بلقی میاں کے
ڈیرہ پر بانکی پور دریاپور میں انتقال ہو گیا اب چلتی
دوران اپیل جسٹس امیر علی اور جسٹس شرفیلڈ ملین نے
فیصلہ تحت کا توڑ دیا اور دو ثلث ایک ثلث پر جائداد
کو شرعی حقوق کے مطابق تقسیم کر دیا اور جو ریمارک
راقم کے مخالفت میں تھا اوس کو کالعدم کرکے فیصلے میں
تعریف لکھدیا ہے فیصلہ شریف کے ساتھ ہر فریق کے پاس
موجود ہے مگر مخالفین اب تک بلا تحقیق راقم کو برا کہتے
ہیں چونکہ آپس ہی کے لوگ غلط بیانی سے راقم کو بدنام
کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں بلاجرم ہوں اور لوگ بے وجہ
مسلمان کا خون چاٹتے ہیں اور غیبت میں مبتلا ہیں بے
تحقیق کے کسی پر بہتان باندھنا شعار اسلام کے خلاف ہے
الغرض اب راقم کی زندگی دنیاداری میں بسر ہونے لگی

اور تمام دوست و دشمن سے ملنا جلنا رہا آمد و رفت رہی مگر جو واقعات گذرے ہیں وہ کیونکر بھول سکتا ہوں بس دنیا چلی چلائی گئی مو اقعات بدلتے گئے بھائی محمد حسین اور بھائی نعمت کے خاندان سے امد شد رہی میل جول رہا کہ نا بینا رہا شادی بیاہ کی نوبت آئی شیخ صاحبان کو اقبال ہوا اب راقم کو خود ان لوگوں سے ملنا پڑتا ہے راقم بھی دنیا میں پولیٹکس میں اور احکام رسی میں پڑا کچھ نامور ہو گیا پبلک میں ممدوح زندگی بسر کرنے لگا۔ گھوسی برادر کے تاریخ اور وار کی تاریخ میں کچھ لائف چھپ گئی تصویر بھی چھپ گئی یادگار کے لیے کافی ہے کچھ کتابیں بھی لکھا۔ مگر میری تعلیمی حالت سے پبلک کو واقفیت کم رہی بلکہ بعض مورخین نے اپنے کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ میں مولانا امیر الحق کا شاگرد ہوں اس فخر سے بھی محروم کیا گیا۔ یہ تعصب ہے حالانکہ ہنوز مولوی لیاقت حسین حیدر آبادی اور منشی لطیف صیفی پوری دارلفنا توشہ خانہ بن صاحب چشم دید گواہ زندہ ہیں مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ واقعہ اصلی پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے چنانچہ منشی محمد اعظم مرحوم جو ایلنج کے موجد تھے اور شادخاں بہادر کے ہم عصر تھے اون کا تذکرہ

نقش پائدار میں نہیں ہے اور بہتر ہے صاحب کمال کا نام اس میں بوجہ اختصار غالبًا نہیں لکھا گیا ہے یہ کوئی شکایت کی بات نہیں ہے لکھنے والے کو طول اور اختصار کا پورہ حق ہے۔

شادی اور اہل و عیال

راقم کی شادی مولوی شیرعلی مرحوم مذکور کے حقیقی بہن کے پوتی سے موضع سید آباد پرسائن میں ہوئی میرے خسر کا نام میر تفضل حسین تھا یہ لوگ بڑے ذات والے کہلاتے ہیں دیہاتی لوگ سوکھی ہڈی پر جان دیتے ہیں جہاں گوشت و چمڑہ بھی نہیں رہتا اور ہڈیوں میں کسی قسم کا رس بھی نہیں رہتا غربت کے ساتھ باتیں اور لا بنی چوڑی رہتی ہیں جو انسان کے برداشت سے باہر ہو علم دینی اور دنیاوی سے اکثر خاندان خالی رہتا ہے علم کی روشنی نہیں رہتی اسلئے جاہلانہ وحشیانہ زندگی گذرتی ہے وہ لوگ غربت کے حالت میں تھے اور چالیس ہزار دین مہر پر زبردستی راقم کی شادی کرائی گئی راقم کی حیثیت ادا کرنے کی نہ تھی نہ اسوقت تک کوئی ایسی امید تھی کہ دین مذکور

ادا کرنے کی صلاحیت ہوگی راقم شادی کرنے سے برابر انکار کرتا رہا اور یہ چاہتا تھا کہ جو شخص سلف سپورٹ نہیں ہوتا اسکو شادی کے بعد کیا کیا مصیبت جھیلنی پڑتی ہے راقم نے بہت سے احباب کو روتے دیکھا بعض کو ترک وطن کرتے دیکھا مگر والدین کی اطاعت اور اول سے بچا و صلح نے مذہبی طور پر دباؤ ڈالا اور یہ دینی ایجاب کرایا گیا حالانکہ قانوناً ایسے معاہدہ کا راقم پابند نہیں تھا جو میرے دل سے نہ ہو اور آزادی کے ساتھ ایجاب نکیا گیا ہو اور کس مدشرعی تک ایسا ایجاب صورت جواز رکھسکتا ہے مگر خوف زوال مال و ناداری والدین کا حکم بجالانا پڑا تھر ڈ ریلیشن بجائے در ویش پھر بعد شادی کے جو جو روحی تکلیف بوجہ ناداری اپنے اوٹھانا پڑا اُس کا موازنہ وہی کرے گا جو بلا سلف سپورٹ کے کسی کی ماتحتی کے وقت میں شادی کر لیتا ہے ۲۵ برس کی عمر تک دس روپے تنخواہ پاتا رہا اسی میں اسی کے اندر جوانی کے سارے حوصلے پورا کرتا رہا اور کھانا کپڑہ بذمہ والدین رہا بی بی بچوں پر کوئی اختیار نہ چلا اور آزادی سے بی بی بچوں سے نہ ملا آزادی کے ساتھ حکومت حاصل نہ کرسکا اور میری ہی در اولاد اور اولاد سے کہ میں مورث

اعلیٰ موجود ہوں اور ہر ایک چھوکرہ اپنے بی بی اور
بچوں پر پورا قابو اور اختیار رکھتا ہوا جو چاہتا ہے
کرتا ہے اور میں ایک کندہ ناتراش کی طرح کنارے
ناپرسانی کی حالت میں پڑا ہوں اپنا وقت یاد کرتا
ہوں اور موجودہ فضا دیکھتا ہوں خدائی یاد آتی
ہے نتیجہ یہ نکلا کہ تمام اہل خاندان میں لفافہ رہ گیا
مضمون سب سادہ ہے اور میں درستگی خاندان نہ
کرسکا یہ فقط ناداری کے ساتھ کی شادی کا نتیجہ ملا
اولاد جوان ہوئی اور خلاف مرضی ہمارے شادیاں
انجام دی گئی جسمیں میری شرکت نہیں ہوسکی وہ والدین
جن کا اکیلا لڑکا راقم پس ماندہ تھا وہ بدترین مخالف
بنا دئے گئے اور جسقدر ذلت رسانی امکان میں تھی
اولاد کے ہاتھ سے پہونچائی گئی اور جو کچھ اسباب
آسائش مہیا کیا گیا تھا امام حسین کے خیمے کی طرح لوٹا گیا
جو کچھ تکلیف امکان میں تھی پہونچائی گئی مگر راقم نے اف
نہ کیا اور صبر و استقلال کے ساتھ پوزیشن سنبھالتا ہوا
بلا افشائے راز زندگی گذارتا گیا اجمیر میں مدتوں رہنا
پڑا جو جو مصیبت ہوئی اوس سے فدوی شاہ محسن پوری
واقف ہیں یا پیار محمد صاحب خادم اجمیر واقف ہیں

۱۴

میں اپنے مصیبت میں! اور میرے والد پر یہ فقرہ کسا گیا کہ میں اونکی موت کے لئے چلہ کش ہوں یہ کوئی غیر نہ تھا بلکہ میری بعض اولاد تھی جس نے بغرض نفع ذاتی عمر بھر ایذا رسانی پر کمر بستہ رہکر نفع اوٹھایا۔

مظالم

میری بعض اولاد جس کا نام لکھنا ہم مناسب نہیں جانتے یہ ادیمن سکرٹ ہے جس کا دانہ ہو گا خوخبن لے گا جسکی حرکت ہوگی وہ خود بھگتے گا میرا فیصلہ منتقم حقیقی کے ہاتھ میں ہوگا میں چند روزہ بدلے کو بدلا مناسب نہیں جانتا بلکہ ابدی فیصلہ بہترین فیصلہ ہے جو حاکم حقیقی کے ہاتھ ہو وہ نیت کے عمل کے مطابق ہوگا ہر ایک کے دل پر نظر ڈالتا ہے جو صحیح مجرم ہوگا اوسی کا انصاف کریگا کاش میرا بھی قصور ہو تو میں خود واجب السزا ہونگا میرے معاملات کا انصاف اوسی کے ہاتھ بہتر ہے اور اوسی کے حوالے کرتا ہوں مظالم کی فہرست لکھنا دشوار ہے۔ چند یا تمہ مشتے نمونہ از خروارہ لکھتا ہوں۔

۱ اولاد کی شادی ہو دنیا بھر شریک ہو اور ایک ہی گھر میں رہکر باپ پر کھانا پانی حرام ہو اور کوئی خبر از نہ ہو بہ خدا صاحب اولاد اس نکتہ کو غور کریں

اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھکر انصاف کریں گواہ سارا شہر
جسٹس شرف الدین اور سرفراز حسین خانصاحب
اور شرکائے شادی ہیں نتیجہ جو ہوا وہ علیحدگی ہے
اسے خدائی انصاف کہتے ہیں۔

۲ بیس برس کا ہو گیا آج تک بہو پردے میں ہے بدکاروں
سے آمد و رفت محرم سے پردہ یہ قدرت کا کھیل ہے
محرم نامحرم قرار دیا جاتا ہے۔

۳ کونسا ثقیل لفظ ہے جو راقم پر چسپاں
کیا گیا کونسا الزام نامناسب و نامعقول ہے جو
مجھ پر [illegible] نہ گیا میں اور میری بی بی پر ہر بُری باتوں
کا دھبہ لگایا [illegible] نشانہ ملامت بنایا گیا روز
مرہ غذا کے بعد سے [illegible] بازیاں ہوا کیں اور
برداشت کرنا پڑا نشست بدنا پڑی اسکی تصدیق
ان ہی لوگوں کے ہمنشیں ہم نوالہ ہم پیالہ خوب کر سکتے
ہیں جو روزمرہ کے [illegible] میں داخل ہے اور
جب دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے تو پھر مقطوع نسبت
نشانہ ملامت کے لئے مخصوص رہتا ہے۔

۴ خاندان بھر کے مرد اور زندہ بزرگوں
کے اروان پر عورتوں سے گالیاں بخشوائی گئیں

اور راقم کو برداشت کرنا پڑا گالیاں اور سخت
کلامی کے لئے شوہری کنبہ مخصوص رہا۔
سنہ کوئی تدبیر خفیہ بنا دینے کی اوٹھا نہ رکھی گئی
والدہ کے نام کی کل جائداد منتقل کرائی گئی دین مہر
کی معافی کا وثیقہ لکھایا گیا ما بقیہ جائداد کا وثیقہ بھی
طیار تھا مگر تقدیر پر کسی کا قبضہ نہ ہو سکا۔ آٹھ بھائی
بہنوں میں سے اکیلا رہ گیا تھا میری بعض اولادیں
جنکو جایداد لکھی گئی تھی اون کا انتقال ہوا ترکہ راقم
کو پہونچ گیا اون غریب نوجوانوں کی جان مفت گئی
دو جوان لڑکیاں مریں اون کا ترکہ ششم راقم کو
پہونچ گیا والد ماجد کو یکم شوال سنہ ۱۹۰۶ء میں فالج
آیا اور ۳ کو انتقال ہو گیا لوگوں کا ارادہ پورا نہوسکا
والدہ ماجدہ سے مقدمہ لڑانے کی کوشش کی گئی
مگر بدہ میاں گی مولانا ربید الحق ماموں کا غذات
دیکھائے گئے والدہ کی حقیت زایل شدہ تھی معذور
ہوکر راقم کے ساتھ رہیں سب اولادنے راقم کے
ماتحتی میں رہنا پسند نہ کیا مع اناث البیت جدا ہوگئے
راقم ماں کے ساتھ رہنے لگا اون کے مرنے پر بھی جو
کچھ چوریاں ممکن تھیں کی گئی سنہ ۱۹۱۰ء میں اونکا انتقال

ہو گیا پھر بھی راقم کی جان نہ بچ سکی آجتک ایذا رسی اور ذلت دہی سے کوئی باز نہیں آتا۔ بجز صبر و شکر چارہ کیا ہی۔ استقلال کے ساتھ صبر و تحمل سے زندگی بسر کیا یہ وہ تخم عداوت بویا ہوا تھا جو خشک نہ ہو سکا۔ راقم نے کوئی دقیقہ اصلاح کا اُٹھا نہ رکھا مگر مشیت سے چارہ نہیں تھا۔ والدہ سے تصفیہ کر اسکے عوض میں فقیر اوالی زمین ماموں کو نذر دینی پڑی۔

راقم کا سلوک

لڑکیاں مریں ترکہ ششم ملا۔ راقم نے اون بوئیوں کی اولاد کو بذریعہ وثیقہ مصدقہ رجسٹری لکھ دیا جو اون لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ لڑکوں نے اپنے باپوں پر نالش دین مہر مادری وغیرہ جاںداد کیا۔ راقم کے اظہار کی نوبت آئی اور بر سر اجلاس اون لوگوں کے باپوں نے گالیاں دیں جسکو برداشت کیا۔ لڑکے سب آج تک میرے مکان میں آرام اوٹھاتے ہیں اور ہم سے پائی کاٹا ہے اور میری اولاد کے قبضہ میں ہیں اور ہم سے عداوت بڑھا۔ ہمیں ذلت دینے میں باز نہیں آتے ہم سے بالکل بے سروکار ہیں۔ سیع النسا ایک نانی میری کوٹھی میں بیمار آکر مرے نسی بی بی کے ہاتھ کا کرہ علاج میں یک گیا تجہیز و تکفین سب میری بی بی کے ذمہ رہی۔

نورالله کی نسبت راقم نے شاہد میاں کی لڑکی سے کیا۔ شادی
میں سینکڑوں روپیہ صرف کیا اور راقم بجز بائی کاٹ ہے
نورالله کے طحال کی بیماری میں پانچ سو روپیہ سے زیادہ کا
چٹھہ نجم الحسن کے ہاتھ کا موجود ہے ان سلوکوں پر نورالله کے
برتاؤ سے خاندان بھر واقف ہے۔ نصرالله کی دو نسبتیں کیں دونوں
شادیوں میں سینکڑوں روپیہ صرف کیا۔ پہلی بی بی مری علاج کیا
تجہیز و تکفین کیا۔ بیس روپیہ ماہوار خرچ کر کے بچہ پالا وہ بھی مر گیا
پھر دوسری شادی نگر نہسہ میں لگایا صرف کیا حیدرآباد سے خرچہ
دیکر لایا خواجہ پورہ میں رکھا اور پرورش کیا اور ہم ہی سے
بائی کاٹ ہے اپنے ماموں کے پارٹی کے ممبر ہیں نفع ہم ہی سے پہونچا
اور ضرر ہم ہی اوٹھائیں۔ پڑھنے والے غور فرمائیں۔ تصدیق
اونہیں لوگوں کا ایمان کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرآن کی
درمیان گی سے میرا جرم بتا جائے تو الله سے توبہ کروں۔ بجز
بھلائی کے جرم کے دوسرا کوئی جرم میرے ذہن میں نہیں آتا حالانکہ
یہ لوگ محجوب ہیں

نذرون سلمہ کی شادی جس حوصلے اور خرچ سے کیا اوس کی
تصدیق اہل قرابت اور خود اون کا ایمان اور اون کے خسر شاہ
عیدن صاحب کر سکتے ہیں۔

ماں کے مرنیکے بعد کوئی چیز راقم نے نہیں دیکھا اون کی بی بی کو

لاکر سارا گھر سپرد کر دیا اسکی تصدیق خود اون کا ایمان اور نذرن سلمہ
کا ایمان اور قرابت کی عورتیں کر سکتی ہیں۔ اب ہم اسی بہو کے
ہاتھوں ذلیل کئے جاتے ہیں۔ اور میری بی بی اور ہم پائی کاٹ ہیں
اور ہر ہر جگہ ہمیں نیچا دیکھنا پڑا وہ مورث ہیں اور ہم لاوارث
ہیں۔ ساس کو نے اور بہو چھوترے جو مثل تھی وہ در پیش ہے۔
نذرن سلمہ کی دختر اول کو میری بی بی مذکور نے کس محبت سے پرورش
کیا۔ وہ کس طرح ہم لوگوں سے جدا کی گئی۔ پھر بھی نسبت کیا عقد میں
خرچ کیا شادی میں بھی جو ہو سکا صرف کیا پھر بھی ہم لوگ بائی کاٹ
ہیں بتصدیق جناب شاہ حبیب الحق صاحب کر سکتے ہیں اور شرکاء ان
شادی کر سکتے ہیں اور خود نذرن سلمہ کا ایمان۔

مولوی نجم الحسن سلمہ کی نسبت کیا خرچ کیا لاولدی سے
بچایا۔ خدا نے صاحب اولاد کیا مدرسہ سے بلا کر گھر میں جگہ دیا۔ لڑکوں
کی تقریب میں صرف کیا حسب موقع آیا سلوک کرتا آیا ایک
باپ کو جو کرنا تھا وہ برابر کرتا آیا۔ اون کی قدرت جو تیاتی ہے
وہ کبھی کرتے آتے ہیں۔ جو واقعات مجھ پر گذرے ہیں دوسرا باپ
شائد ایسی اولاد کو عاق کر دیتا اور جائداد کو بالائے طاق۔ مگر
راقم نے ہر بات کو صبر و تحمل سے برداشت کیا اور استقلال سے زندگی
گذارا گو روحی تکلیف بیحد پہونچی مگر وہ راقم کے نفس کشی کے لئے بڑا
سہارا رہا اور کبھی خوش زندگی بسر نہیں کر سکا۔ ازیں سوراندہ

وا زاں سو درماندہ - دو چکیوں میں پستا رہا اودہر بی بی کی نیچر
پرستی ادھر ان لوگوں کی زبردستی۔ بے مرے زندگی وبال میں
ڈالدیا۔ اسپر بھی تھوڑی آمدنی میں کیا کچھ نہ کیا والد کے وقت سے
ہربات میں ترقی نمایاں کرکے دیکھایا مگر اکیلا میں بنانے والا اور
گھر بھر بگاڑنے پر موجود جی چھوٹ گیا۔ تکلیف اوٹھانے لگا۔ میاں
اس پار اور بی بی اوس پار کھانے کھانے کو ترس گیا۔ ہوٹلوں
میں کھانا پڑا۔ گرہستی لگائی اور سٹی بیل کا مارا ببول اور ببول کا مارا
بیل تلے رہنا پڑا۔ کبھی بڑی بہو کے یہاں پکوایا کھایا کبھی چھوٹی
کے یہاں جہاں دیا وہاں کھایا کبھی بی بی آئیں تو بانکی پور رہا غرض
جان مصیبت میں رہی کبھی لودیکٹرہ کبھی بانکی پور کبھی خواجہ پورہ
مارا پھرا کبھی باورچی کی خوشامد کبھی ملازموں کی دل جوئی
ایک ایک کا چار چار خرچ ہر طرح پر مالی خرابی اور روحی صدمات
اوٹھاتے اوٹھاتے قوت برداشت نہ رہی کبھی شیو نرائن کے گھر
سے کھانا آیا کبھی گوپال کی جورو نے پکایا جہاں خرچہ دیا پکوایا اور
کھایا۔ دو چار مہینہ کی بیاہی چھوکریاں گرہستی کی زندگی گذارنے
لگیں اور تیس برس سے راقم کی زندگی ڈاماڈول ہوگئی۔ راقم کی
بی بی لاولد تھیں اونہوں نے بہت قصد کیا کہ میری اولاد میں سے
کوئی اون کا ہوکر رہے مگر تقدیری بات تھی دونوں جوان لڑکے
جو راقم کے ہمدرد تھے اور اس ماں کو بہت مانتے تھے دونوں مر گئے

تب نظرن سلمہ کی پرورش جو بہت کم سن تھے اونہوں نے مثل
اولاد کے کیا جب نظرن سلمہ کو شعور آیا یہ بھی اوسی تختہ ماٹ میں
جا ڈدیے جہاں تیل کا ماٹ تھا اور اوسی ڈھرے پر چلے جو اس
گھر کی چرتی چاں تھی آخرکار بڑے حوصلے کی شادی کی گئی اب
وہ رنگ چوکھا ہوگیا پھر نظرن کے ایک اولاد ہوئی کے ساتھ
توجہ کی گئی وہ بھی چھین لی گئی - اب اس عورت کی بھی آنکھ کھلی
نیہر سیتی تو ابتدا سے تھی اونہوں نے ایکدم اپنے گھر کی طرف توجہ
کر لیا اور یہاں سے بے تعلق ہوئیں آخرکار ایک خوندہ شخص سے ان کے
بھائی کی لڑکی کی شادی کردی جسے نواں برس ہے ان لوگوں کا ایک
لائق وارث ہوگیا اور بعض برتاؤ ایسا تکلیف دہ ہوا کہ چوتھی
کے دن سے راقم پھر تیا نہیں گیا ، وہ بھی زیادہ وہیں رہیں اب تو
ان کی والدہ مر گئیں اب رہنا مشکل اور وہ لڑکیاں اختیاری
اپنا خون ان کے پاس خدا نے دیدیا - اب ان کو بھی راقم کی پروا
نہیں ہے بحمد اللہ بجز خدا کے اب راقم کا کوئی ہمدرد نہیں ہے جسے
پیسہ دیا اوس نے خوشامدانہ ہاں میں ہاں ملا دیا افسوس تب
صاحب اولاد نہ ہوا ورنہ حق العباد سے ڈرتا ورنہ ساری جائداد
برباد کر دینے ہوتا - وجہ صدمے اوٹھاتا رہا اسی نمود دکھاتا
رہا - مابعد لوگوں کے لئے بھی معقول انتظام کر دیا ہے جو آگے درج ہے
افسوس یہ ہے کہ جائداد کم زیادہ اوسی میں سب کرنا پڑا - خدا کا

کام حسب حوصلہ نہ کر سکا۔ ایسی منتشر زندگی گذری کہ حکام رسی
کم کر دینا ہوا۔ ورنہ پبلک کام تو اسقدر کیا جو مہر سے ظاہر ہوگا
کہ کا خطاب وغیرہ پا لیتا کتنے جونیر خطاب یافتہ ہو گئے ہم جیسے کے
تیسے رہ گئے وہ راہ ہی چھوٹ گئی حکاموں کی خوشامد کا موقع ہی
جاتا رہا گھر کے الجھن سے فرصت نہ ملی۔ اسپر بھی ہر سال تقریبات کرتا
رہا مکانات بنوائے جائداد بچاتے رہے معاملات مقدمات سمار
عزت آبرو سے بلا قرض داری او ربار دین کے زندگی گذارا ماہ بماہ
ملازموں کی تنخواہ ادا کرتے رہے شاید ہی کہ میرے بعد چار پانچ
سو روپیہ سے زاید میرے ورثا کو ادا کرنا ہوگا یہ بھی وہ دیں
ہاتھ پھیر ہو گا جو روزمرہ کی گرہستی میں ہوا کرتا ہے کوئی ڈگری
نہیں کوئی تمسک نہیں کوئی اجارہ نہیں کوئی جائداد بار دین
میں مکفول و محبوس نہیں بلکہ ۱۹۳۰ء مولوی نظر الحسن اور
نجم الحسن سلمہ کی جائداد جو زیر مواخذہ دیون تھی تقریبا ۱۴ ہزار
روپیہ دیکر دیون سے بری کرا دیا ہے۔ یہ روپیہ دراصل مسماۃ بی بی
سلطان خاتون زوجہ کا تھا۔ موضع بیلا نرہٹ بذریعہ دل اون کے
نام میں تھا جسکو بیچکر اولاد کی جائداد بچایا اور موٹر خریدا اور حقیقت
یہ سب روپیہ عند اللہ اوسی عورت کا تھا اور خواجہ پورہ کا بنگلہ
مرمت کیا اور بی بی مذکورہ کا کمرہ اور چھوٹا اپر کا بنوا دیا ہے مگر
اس کا بدلہ ملنا زوجہ مذکور کو عند اللہ ضروری ہے جو آیندہ اتنا ہم ہے

ظاہر ہوگا عنداللہ راقم اپنے کو سرگیے حق سے سبکدوش کرنا چاہتا ہے جتنے دھن رہتے ہوئے مختصر زندگی گذری اولاد رہتے ہوئے لاولدی کا مزہ آیا بی بی رہتے ہوئے رنڈوا رہا - کوئی سراہنے کے لائق نہیں ہیں اور خوش نہیں جاتا ان لوگوں نے حس کیا ہے بھگتیں گے حوالہ خدا کیا۔

بیماری کا تجربہ

راقم جنوری ۱۹۳۰ء میں اچانک خواجہ پورہ میں سخت اری سیپلس کے عارضہ لاعلاج اور مہلک میں بیمار ہوا اور علالت طول ہوگئی میری اولادیں سب کی سب خدمت گذاری میں حاضر تھیں اور ہندو ملازمین میں علی الخصوص خاندان شیونرائن سہو نے بڑی خدمت کیا اور بڑی ہمدردی ظاہر کی دوران بیماری میں ملازم ہونے پو پرانے تھے اسقدر شرارتیں کیں کہ وسی عالم میں پوندے اشاف کو مشاہرہ دیکر جواب دینا پڑا حالانکہ کسی کی تنخواہ ایک مہینہ سے زاید کی باقی نہ تھی علالت نے طول پکڑا راقم لودی کٹرہ لایا گیا جب علالت چند ماہ کی ہوئی آہستہ آہستہ اول در اولاد ملازمین سبنے کنارہ کشی کرلی اور راقم بے بس بیکس ہوگیا جانی اور مالی سب طرح کی معذوریاں پیش آئیں اور کوئی پرسان نہ رہا محض منافقانہ لوگ ملتے رہے احباب و اغیار کا احسان ہے جو ہمدرد

ہوگئے حکیم نجو صاحب کا احسان ہے جنہوں نے بلا فیس دو وقتہ
دیکھ بھال اور استقلال سے علاج کیا ایسا مستقل تو مریض اون کو
ملا ہوگا نہ کوئی طبابت پیشہ بلا وجہ اسقدر محنت اور محبت سے
علاج کر سکتا ہے۔ تجربہ یہ ہوا کہ دو چار روز خدمت مریض سب
کر سکتے ہیں طول علالت میں بجز خدا کے کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔
اور اگر کچھ کام نکلتا ہے تو روپے پیسے سے چلتا ہے اور اگر کچھ خدمتگذاری
ہو سکتی ہے تو ناتو بی بی سے ممکن ہے چنانچہ یہی تینوں چیزیں راقم کے
کام آئیں۔ خدا کا فضل میرا ہمدرد تھا روپیہ رفع ضرورت کرنیوالا اور
بی بی مذکور خدمت کرنیوالی ہوئی ورنہ اللہ اللہ سب خیر صلا ہر آدمی
اپنی اپنی ضرورتوں میں پھنسا رہا۔ اپنے اولاد کی جو ہمدردی ہوا کرتی
ہے وہ والدین کے غیر ممکن ہے والدین فطرت سے معذور ہیں اور
اولاد اپنی فطرت سے مجبور ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔
بجز خدا کوئی بھی کسی کا نہیں ہے۔ جتنے خوشامدی ملازم تھے سب
جدا ہوگئے۔ مگر پیسہ خرچ سے کام کوئی بند نہ ہو سکا ہاں اخلاق اور
عیشی بول نے اغیار کو ضرور ہمدرد بنا دیا اخلاق سب سے بڑھکر تسخیر
ہے تو یہ ہے۔ خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے۔

راقم کی جو زندگی منتشر گذری اوس کا سبب فقط یہی
عقد ہوا کاش میں اولاد کی خاطر سے دوسری مستقل عورت نہ کرتا
اور تنہا کی زندگی گذارتا تو شاید اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا۔

عشق نے غالب نکما کر دیا ❊ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
مگر اس کا کیا جواب ہے کہ نیش عقرب نہ از پے کیں است مقتضائے
طبیعتش این است ہے جن لوگوں کو موقع ملا ہے سب نے ایسا جرم کیا
ہے اور انشاءاللہ جن کو موقع آئیگا ایسا ہی کرنا پڑیگا ورنہ بد تر دیکھنا ہوگا
البتہ بدنصیبی سے راقم نے زیادہ سن پایا ہے اس کا موقع ملنا بھی دشوار ہے
جب زیادہ سن آئیگا اس طرح کے سیکڑوں عذاب کا مقابلہ ہی کرنا ہوگا
ہر آدمی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا موقع وقت پر چھپانا ہی ہوتا ہے۔
گوپال ہندو ملازم نے بھی حق نمک پورا ادا کیا آخر میں وہ بھی
اپنی ضرورتوں میں پھنسا اور اپنے کاموں میں لگ گیا میں اور میرا اسباب اور یہ
رونا میں مری بی بی اور ایک چھوکری پر بسر اوقات کیا ۔

معذرت

تمام مسلمانوں اور اہل حقوق اور ملاقاتیوں سے
اُمید کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے کسی کو کوئی گزند پہونچا ہو تو للہ
وہ معاف کریں گے اور داخل ثواب ہوں گے اور میرے
لئے دعا خیر فرمائیں گے کہ خدا ہمیں با ایمان مسلمان اوٹھائے
اس کا میں مشکور رہوں گا ۔

حق العباد

جو کچھ تھوڑی سی جائداد کے اندر ہو سکا اسے عقیدہ کے مطابق وثائق کے اندر سب کا حق ادا کیا ہے جس کے اندر حق العباد کی پوری مدات مندرج ہیں اور بزرگوں اور اپنے نیاز وغیرہ کی تفصیل وارمدات موجود ہیں حق الفقرا والعربا بھی ادا کیا ہے ۔

راقم کا جرم

جب راقم نے گھر کا یہ حال دیکھا تو راقم نے بی بی سلطان خاتون ساکن بیتیا سے عقد کر لیا جو بالاعلان نہ تھا مگر والد ماجد اس عورت سے بہت خوش تھے آمد رفت بھی تھی مگر اون پر یہ بات ثابت کی گئی کہ وہ عورت اونکو زہر دیدیگی آخرکار وہ بھی اوس عورت کے مخالف ہو گئے ۔ اوسی عداوت کے بدلے میں ساری سزائیں کی گئیں اور اس نتیجہ کو میں پہونچایا گیا۔ بہ قضائے الٰہی پہلی بی بی کا انتقال ہو گیا ۔ اس عورت سے بھی اولاد ہوئی

مقدمہ بازی کا سامان کرایا۔ راقم کلکتہ میں تھا عقب میں بکس توڑا گیا
کاغذات چرائے گئے جتنے ضروری کاغذ تھے وہ سب چوری گئی جن کے
مخالف یا موافق ہوگا اونہیں کے تحویل سے وہ چوری شدہ کاغذات
برآمد ہوگا۔ بہتیرے روپیہ تمادی ہوگئے بہتیرے معاملات خراب ہوگئے۔
جب راقم کلکتہ سے آیا تو بااعلان دینا عقد کر لیا جسکے گواہ عبدالحی
میاں نواسہ اور قاضی نجم الدین مرحوم تھے اور شاہ حبیب الحق
قاضی تھے۔ تعداد دین مہر کافی بیجاب کر لیا جس سے قاضی مذکور
خوب واقف ہیں اور حتی المقدور عنداللہ ادا بھی کرتا گیا یہ بھی معاہدہ
کر لیا کہ حین حیات ہمارے وہ یا اون کے ورثا ہم پر کوئی دعوی
دین مہر نہیں کرینگی مگر ورثا کے مقابلے میں اپنا دین مہر وہ وصول
کرنیکے مستحق ہیں مگر اون کے ورثا کو کوئی حق وصول دین مہر کا راقم
کے ورثا سے نہیں ہوگا۔ اب راقم زن و شوہر کے طرح رہنے لگا۔ درمیان
میں راقم سے جدا ہو کر وہ نیہر میں جا بسیں راقم کو سخت تکلیف ہوئی تو
راقم نے ایک نو مسلم عورت چندر مکھی سے عقد کر لیا اور رجسٹری
سے سو روپیہ دین مہر کیا مگر میری صحت کے لئے اوس کا زوجیت میں
رہنا مضر تھا اوس عورت سے تمام اہل خاندان۔ آجتک حضور ہوتا
ہے۔ حالانکہ بوجوہات اوسے طلاق دینا پڑا اور رجسٹری سے وصول
دین مہر کی رسید لی۔ مگر بعض اخص اہل قرابت نے اوس سے تعلق ناجائز کر لیا
اور وہ صاحب اولاد ہو گئی۔ بعض اخص احباب نے اوس سے نالش دائر

کرانیکا سامان کیا مگر رسید وصولی دہی کی مصدقہ رجسٹری موجود تھی
اس لئے لوگ کچھ کر نہ سکے۔ مگر آج تک اس بی بی سے جو بتیا والی ہیں
راقم کی بہوان اور منتی بہوان اور جناب شاہ حبیب الحق صاحب
کی والدہ اور بی بی اور بہن پردہ کرتی ہیں حالانکہ ۳۰ برس
ہو گیا اور تمام اہل خواجہ پورہ و قرا تیدادات پھلواری اور
بانکی پور کی عورتیں و قاضی حامد رسول کے خاندان کی عورتیں
سب حضور ہوتی ہیں اور مسٹر جمال بیرسٹر کی بی بی سے آمد رفت
موجود ہے اور خانقاہ منگل تالاب کی عورتیں اور خود راقم کی
اولاد در اولاد کی عورتیں بی باندی اور بی زہرہ اور بھی وہ
عورتیں جو کسی کے عقد میں آچکی ہیں حضور ہوا کرتی ہیں۔ مگر فقط
راقم کو ذلیل کرنے کے غرض سے اولاد در اولاد نے ان سے پردہ
کیا ہے ورنہ سینکڑوں بدکار عورتوں سے سامنا ہوا کرتا ہے خدا کی
قدرت ہے۔ توبہ کرنے والا ذلیل اور بدکار عورتیں معزز ہوں۔
اور علما بھی ان امروں کو جائز رکھتے ہیں جاہل اور دشمنوں سے شکایت کیا ہے
مگر مذہبی لوگوں سے البتہ شکایت کا موقع ہے۔ مخالفین کی ایک پوری
پارٹی ہے۔ جو بلا وجہ میری ذلت پر آمادہ ہے یہ سب عزیز خاص کی
پارٹی ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنکی ماں اور لڑکیاں سامنے آتی
ہیں مگر غیرت صرف بی بی میں اٹکی ہے وہ سامنا نہیں کرتی ہیں حالانکہ
ایسا جرم صرف راقم ہی نے نہیں کیا ہے بلکہ اکثر روسا اور بزرگان

ما سلف نے بھی کیا ہے اور ایسے لوگ معزز بھی مانے گئے ہیں بہت بوڑھے بوڑھے لوگوں نے متعدد شادیاں کی ہیں اور بہتیرے گھروں میں سوتیلاپن موجود ہے خود راقم کے دادہال نانہال میں ایسا ہی سوتیلاپن موجود ہے مگر اسقدر کھلم کھلا دشمناگی نہیں سے دلوں میں ہو سکتی ہے مگر واقعہ کربلا بھی سوتیلاپن ہی کا اثر تھا راقم کے تسکین کے لئے وہ واقعہ کافی ہے گھر کی حقیقت دیکھکر مجھے ضرورت ادائے حقوق کی ہوئی اور کچھ انتظام کرنا پڑا جو آگے موجود ہے

انتظامات جائداد

۱ راقم نے گھر کے حالات پر نظر توجہ ڈالکر تجربہ تامل کر کے اور جملہ حالات پر غور کر کے اور تمام خانگی جھگڑوں اور عداوت یا خودہا پر بہت بہت اصلاحی کوشش کرنیکے بعد جب ناممکن الوقوع پایا اور ۳۰ برس کی کوششوں کے بعد ناکامیاب رہا تو سب کے حقوق کو حق العباد جانکر ادا کر کے بقیہ جائداد کا انتظام مفصلہ ذیل تجویز کیا ہے کہ آیندہ اولاد در اولاد و دیگر متعلقین کو میرے کوئی تکلیف نہو اور ہر ایک جداگانہ رہکر اپنی عافیت کی زندگی گذاریگے آیندہ اوں لوگونکی تقدیر اور نیت کا پھل ملیگا جو دوسروں کو پریشان کرنا چاہتا ہے۔

وہ خود بھی چین کی زندگی نہیں گذار سکتا جو صابر و شاکر نہیں رہتا وہ خود بھی حیران رہتا ہے جو حملہ آوری کرتا ہے اوسے حملہ روکنے کی بھی فکر کرنا پڑتی ہے حاسد سے محسود اچھا ہے جو شیطانی کرتا ہے وہ ملامت اور لعنت خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے جو مقدمہ پردازی کرتا ہے اوس کا گھر سنبھل نہیں سکتا جس گھر میں اختلاف باہم ہوا کرتا ہے وہ نیست نابود ہو کر رہتا ہے جو حق العباد اور حق الورثا کو مارتا ہے خدا اوس کا بدلہ دنیا ہی میں کسی نہ کسی طرح پورا کر دیتا ہے۔ قرآنی احکام میں اصلاح غیر ممکن ہے۔ راقم کے حقوق کی پامالی کی بہتیری صورتیں آئیں مگر خدا نے بذریعہ ترکہ لوٹا لوٹا کر میرے پاس پہنچایا مگر راقم نے مرنے والوں کے ورثا کو لکھ دیا اولاد کا ترکہ لینا پسند نہ کیا بلکہ اوسوقت تک یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا ذوی القربا کے حقوق ادا کرتا رہا۔

راقم کے ہاتھ کچھ تولیت کا مال تھا جس کے اخراجات میں یقیناً کچھ فرو گذاشت ہوا ہوگا جس کا بدلہ یہ ہوا کہ راقم کی زندگی منتشر گذری اور روحی تکلیفات عمر بھر برداشت کرنا پڑا۔ راقم کو محاسبہ نفسی نے چونکایا اور راقم ایسی باتوں سے احتیاط کرنے لگا الحمدللہ ہر امور غیر شرعیہ سے تائب ہو گیا اور حق العباد سے بہت ڈرتا ہے مگر تجربہ یہ بتا رہا ہے کہ دوسروں کے بھلائی کے بدلے خود محتاج ہو جانا بدعقلی اور بدنصیبی ہے قانونی او لجھن صرف کاغذ ہاتھ میں رہنے دیتی ہیں اصراف اسٹام و رجسٹری فیس اسقدر ہے کہ غریب آدمی کوئی وثیقہ حسب خواہش

مصدقہ رجسٹری نہیں کر سکتا جی کی جی ہی میں رکھکر مر جاتا ہے اور اپنا اظہار
مطلب نہیں کر سکتا مسلمان اپنے مال کے مالک تا حیات ہیں عیسائی جسے چاہیں
دل کریں جاہل مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اولاد ہوئی اور شریکدار پیدا ہوا جیسے
ہنود کے یہاں ہے چنانچہ میری بھی بعض اولاد کا یہی خیال ہے بعض کا یہ خیال
ہے کہ جو کچھ ہو سکے زندگی میں جس طور پر ممکن ہو مال پر قبضہ کر لینا چاہئے اور
راقم بے قابو ہو جائے۔ میرے بعض متعلقین کا یہ خیال ہے کہ مورث یا والدین
کا مال بلا اجازت و اطلاع لے لینا گناہ نہیں ہے اور عنداللہ جواب ہی نہیں
ہے مگر روحی تکلیف دینا اوس کی ضرورت اور شوق کی چیزوں کا
لے لینا دل تو ضرور پسینا ہے عنداللہ تو جواب دہی ضرور ہے ۔
جو کچھ آرام ممکن ہے وہ اور اون کی متعلقین کریں اور راقم پر جو
مصیبت گذر جائے اوسکی پروا کسی کو نہیں ہے ۔ چنانچہ راقم کی اوقات
ٹین کے سماور اور ٹین کے لوٹے اور پھٹی دریوں پر ہے اور جس کسی سے
ضرورت کے لئے کوئی چیز طلب کی جاتی ہے تو انکار کیا جاتا ہے کہ نہیں ہے
حالانکہ اس گھر میں کسی کی عورت جہیز لیکر نہیں آئی ہے کل اثاث البیت
سب راقم ہی کی مالیت ہے جس وجہ کر اس دن کو بھگت رہا ہوں اوس کا
باعث میرا عقد کرنا ہے اولاد یہ نہیں چاہتی کہ باپ کے پاس کوئی جائز
ناجائز عورت رہے تو کیا باپ عمر بھر رنڈوا کی زندگی بسر کرے اور
اولاد کا محتاج رہے بہو بیٹی سے آرام کلی پہونچ نہیں سکتا بہتیری
ضرورتیں ہیں جو پوری نہیں ہو سکیتں اس جرم کی اسقدر سزا ہیں۔

غیر مناسب ہیں عورت یہ سمجھتی ہے کہ سوتیلی اولاد ہے خدا جانے کیا
ملے نہ ملے وہ اپنا ہی گھر بھرنا چاہتی ہے۔ دو چلکیوں میں آدمی پس جاتا
ہے چنانچہ راقم کی بدنصیبی کا یہی باعث ہے۔ راقم کی زندگی بالکل قلندر
کی سی ہے الحمد للہ دل بھی ویسا ہی بے حس ہو گیا ہے مگر چونکہ بہت ایثار
کیا گیا ہے۔ بڑا صبر و تحمل کیا ہے سخت ایذا اٹھایا ہے خوف ہے کہ منتقم
حقیقی نے اگر دنیا میں بدلا لیا تو لوگ پریشان حال ہوں گے اور میرا
اس امر کو دل قبول نہیں کرتا ہے اسی لئے ہم مناسب انتظام جاتا
ہی بتائے دیتا ہوں اگر لوگ کاربند رہے تو چین کی زندگی گذریگی ورنہ پریشان ہوں گے
مجھے امید پریشانی کی پوری ہے ایسے ظلموں کا بدلہ ہو کر رہتا ہے اور ہو کر رہیگا خدا ان لوگوں کو
راہ راست پر لائے۔ راقم کو بارہا تو نوبت فاقہ کی آتی ہے تو بیسیوں ہوٹلوں بازاروں میں
اکثر کھاتا ہوں بمشکل مہمان نوازی کا انتظام کرتا ہوں کوئی مہمان آتا ہے تو ایک مصیبت کا
سامنا ہو جاتا ہے اغیار یا مہمان بیچاروں کو میرے گھر کی حقیقت
کیا معلوم ہے کہ میں کس طرح اپنے گھر میں رہکر سرکی والوں اور
مسافروں کی زندگی گذارتا ہوں۔ ہاں بچوں پر مہمان نوازی کا بوجھ دوں
تو بغیر پیسے دیئے کام انجام ہی نہیں ٹھیک تو جاتا ہے مگر کس مہمان کی
قسمت پھوٹی جو راقم کا مہمان ہوگا ۹ بجے صبح تک تو چولہا بھی
نہیں سلگتا اس گھر میں صبح ہی نہیں ہوتی آٹھ بجے تو مامائیں آتی ہیں
تین بجے چار بجے کھانا ہوتا ہے۔ رات کا کھانا ۹ بجے اسلئے ہوتا ہے
کہ مامائیں اپنے اپنے کرایہ کے مکانوں میں اپنے آسایش و دلبستگی

کس لئے ضرور چلی جایا کرتی ہیں کھانا پکایا اور روانہ راقم پرانے زمانے کا
دیکھنے والا بیسیوں مامائیں اور ملازم کے ساتھ رہنے والا۔ نئی دنیا کی
ترکیب سخت تکلیف دہ ہوا کرتی ہے۔ اور کس کو شامت ہے کہ ۱۰ بجے
ناشتہ کرے تین بجے کھانا کھائے اور کس کے پاس جا کر بیٹھے مکان کا
بھی ٹاٹ بچھڑ کا ہوا اندھیرا گھپ سارا مکان پڑا رہتا ہے۔ مہمان کوئی
بھوت تو نہیں ہے جو پڑا رہے۔ راقم کے تو ذکی نے پیسے کا ٹھیکا نہ
نہیں ہے لوگ رئیس یا نگر وسی انداز کی خاطر داشت چاہتے ہیں
اور فقیر دل سے بدتر میرا حال ہے۔ قارئین غور کریں کس مشغل سے میری گذرتی
ہوگی ٹھاٹھ سمجھائیں ریاست رئیس آرام کی خواہش کریں یا لوگوں کی
مہمان نوازی کریں۔ بی بی اگر خوش ہیں تو جو حکم کروں سب موجود ہے اسٹیم
اگر بگڑا ہوا ہے تو ہنڈیا کا اسٹیم بھی نہیں چلتا فاقہ ہو تو ہو جائے یا ماسر
راقم بے عزت ہو جائے مگر پروائے نیا شد بازار سے کھاؤں یا ہوٹلوں
میں جاؤں۔ میرے ساتھ رہیں تو یہ رنگ گھر گئیں تو یہ سوال کی خبر گئیں
سینکڑوں بار گھر گرستی جاتی اور برباد ہوئی جس نے جو پایا دبا لیا
نوکروں کی خوشامدیں کرنی پڑیں بیمار ہوا تو اکیلا پڑا رہوں اگر
ان لوگوں کے متعلقین پڑیں تو رات دن حیران و سرگرداں رہیں تو ایک بولے
خود مختار غیر محتاج کی زندگی تو بھاری ہوا کرتی ہے اور یہ بھی وقت آسکتا ہے
مدت ملازمت و ملاقاتیوں نے خدمت کی مالائی کا وقت آیا تو سب ٹوٹ پڑے
دیکھنے والوں پر ثابت کر دیا گیا کہ بڑی خدمت گذاری ہے دل میں کس کے کیا ہے

اوسکو دوسرا کیا سمجھ سکتا ہی جو واقعات اصلی سے واقفیت ہو تو صحیح رائے
زنی ہو سکے۔ الغرض بی بی بچوں کا یہ رنگ ہی ملازم نوکر جاگیر معذور مجبور
جانکر جیسا دباتے ہیں ؎

خونِ جگر پینے اور سخت دل کھانیکو
یہ غذا ملتی ہی حضرت ترے دیوانے کو

کیا کھاؤں اور کیا کھلاؤں دنیا کا بدترین اور تلخ تجربہ راقم کو
بی بی بچوں سے ملا ہی اور جیسا عرض ان رہتے ہوئے دوسری عورت کرنا
پرستش کی موجودہ زمانے میں ایسا ہی بلکہ بدترین موقع ملتا جائیگا تھوڑا
دن بھی جس کے پاس ہی نہ رہے گا یہ مزہ چکھنا ہی ہوگا۔ بی بی کا حسب خواہ
ہونا اور شوہر پرست ہونا نایاب بات ہی موجودہ عورتیں شوہر پرست کا
سامناسب کو ہی تو روزمرہ دیکھتے ہیں بی بی کے بھائی دنیا بھر کے کندیالی
عورت اور شوہر کے کیا ہیوں نے ڈوبی کی مار کھائی انسان کچھ تو کثیر
التعداد دین مہر کی وجہ کر جائیداد کے بچاؤ کی غرض سے عمر بھر جہنم میں
گذارتا ہے اور شرعی طور پر علیحدگی نہیں کر سکتا اور اولاد کی محبت
سے فطرتاً باز نہیں آ سکتا بس گھٹ گھٹ کر زندگی گذارنا پڑتا ہے
ازیں سو رانده و ازاں سو درمانده بس منتقم حقیقی کے حوالے
مت کرساس برائی سب کے آگے ہے جانی دنیا تو شطرنج کی بساط ہے
کون مہرہ کس چال پر چلایا جائیگا شاطر حقیقی کی چال ہے پھر تو انسان
خود بھول چال میں پڑیگا بازی ذبح ہو گی مات ہو کر رہنا پڑیگا آیندہ

دقتوں کو لوگ نہ بھولیں موجودہ آزادیوں پر نہ بھولیں آج میرے لئے ہے وہی کل اوروں کے لئے ہے راقم کی اولادوں نے اپنی ماں کا دین مہر واجبی حصے سے کہیں زیادہ وصول کیا ہے اون میں سے دو کی اولادوں نے خود اپنے اپنے باپوں سے پورا بدلا لیا بعض کو اگر خدا نے ویسا موقع دیا تو ویسی ہی ہو کر رہے گا۔ کہ کردکہ نیافت پھر بھی اندھو پڑا ہے۔ لاولد عورتیں جیتے مرتی ہیں اوسی کے ہاتھوں ماری جاتی ہیں راقم نے قرابت کی بہتیرے مرد و عورت کو دیکھا ہے جنکو دولت دی اوسی نے بھیک منگا چھوڑا ہے مقدمہ بازیاں کی ہیں نام بنام لکھ سکتا ہوں مگر مناسب نہیں ہے آنکھ کھولیں اور دنیا دیکھیں باوجود ان سب مظالم اور مصیبتوں کے راقم اون کے اعمال کے جزا و سزا کو خدا کے حوالے کرتا ہے اور اپنے خیال میں جو بہتر ارام رسانی ہے اوس کو ظاہر کرتا ہے اور یہی مناسب ہے اگر ایسا رضامند نہوں تو خدا اور قانون فیصلہ کرنیکو موجود ہے میں اپنے حق سے ادا ہوا۔

نمبر ۲ کوٹھی دریا پور کی بذریعہ وثیقہ مصدقہ جسٹری مسماۃ بی بی سلطان خاتون کو بہ جبر و بزور اون کے اور کچھ آبرو اپنے بیع کر دینا پڑا ہے اور حیاتی مقرری اپنے نام سے لکھا لیا ہے بعد تکمیل وثیقہ مذکورین دونوں کاغذ میری الماری سے چوری چلا گیا جس کے نفع یا نقصان کا ہوگا اوسی کے تحویل سے برآمد ہوگا اور شائد یہ بیان کیا جائیگا کہ تقاص البدلین نہیں ہوا ہے مگر در حقیقت وہ دونوں کاغذ

مصدقہ رجسٹری ہوا ہے۔ بڑی خیریت ہو کہ بیع میں خود مقرری حیاتی کی خبر ہو گئی ہے ورنہ راقم کو بے دخل ہونا پڑتا اور یہ گھر اجاڑا جاتا اور بی بی مذکورہ کو میرے بعد گھر تک رہنے کا بوجہ عداوت اہل خاندان نہ رہتا اسلئے لکھ دیا گیا۔ اور دین مہر کے بدلے میں کہ کچھ مذکورہ بیع کی گئی ہو۔ مگر مسماۃ مذکورہ کو دعوے دین مہر ہو گا تو یہ بھی مذکورہ جبکہ نقد روپیہ نہ وصول کر لینگی کوئی دیوانی یا پاگل نہیں ہے کہ اتنی مالیت کی چیز باوجود دین رہنے کے مفت دیدیگا اور دین اپنے سر عند اللہ رکھے گا مگر اونہوں نے بہ مشورہ مولوی عزیز الحسن مرحوم وکیل جیسا کہ دین مہر کا لفظ لکھنے نہیں دیا مگر عند اللہ دین کا پاؤنا میرے ذمہ اب نہیں رہا بعد تعمیل ہونے وثیقہ مذکورہ اور جلدی ہو جائے گا عذرات کے جو رنگ بی بی بچوں کا ہے اوسے راقم تنہا ہی دل میں مسوس کر رہ جاتا ہے۔ مجھے دشمن بی بی بے غرض اور رالایہ دار میرا جو حشر ہوتا ہے خدا ہی خوب دیکھتا ہے اور وہی انصاف کریگا اور داد دینے والا ہے۔

نمبر ۱۲ زنانے مکان میں خانہ داری کا کل اسباب مسماۃ مذکورہ کا ہے۔ پلنگ چوکی زنانا فرش برتن خانہ داری و بکا میکا وجہ کچھ عورتوں کے آرام کا ہے سب اون کا ہو گا میری زندگی بھر بہ حیثیت مقرر ید ار میرے قبضہ میں رہیگا۔ میرے بعد میرے دیگر ورثا کو اوس سے کوئی سروکار نہیں رہیگا وہ سب اون کو دیدیا جائیگا اگر بچ سکا ورنہ اسباب بھی منتشر ہو ہی چکا اور روز ہوتا ہی جاتا ہے۔

بجنسہٖ مردانے مکان میں جسقدر چیزیں مردانے مصرف کی اور سجاوٹ کی ہیں میرے بعد وہ سب مقبرہ کے متعلق رہینگی۔ متولی مقبرہ کو اوسپر حق قبضہ کا ہوگا وہ مہمانوں کے لیے وقف کردیا ہے اگر مقبرہ نہ بھی ہو تو منجملہ خواجہ پورہ کے متعلق رہیگا۔ جسکی نگرانی کا حق بی بی مذکورہ کو تازندگی رہیگا اور حق استعمال رہیگا۔

مکان خورد خریداری معصری لال جو نیا بنایا ہے واقع لودی کٹرہ وہ وقف رہیگا اگر بی بی مذکورہ رنن بیوہ ہوکر چاہیں تو تازندگی وہ متولی رہینگی۔ وہ ذاتی بنگلہ رہیگا اور تکیہ گاہ اون کا رہیگا جب تک چاہیں گی رہینگی۔ اوسکے بعد متولی نظرالحسن ہینگے اور جمانو بی بی اور اونکی اولاد کے اوترنے کے لیے مخصوص رہیگا یا نظرالحسن کے اور کوئی داماد آوینگے تو وہ اوترا کرینگی وہ دامادوں کا اوترگاہ رہیگا یا کوئی اونکی دور اولاد شہر میں بغرض علاج آویگا تو اوس کا اوترگاہ رہیگا اوس مکان میں دو چھپرکھٹ پلنگ دو دری۔ سب پلنگ کا بچھونا ایک لوٹا دو گگرہ اور مختصر خانہ داری کا اسباب اور ہر کمرے میں پنکھا وغیرہ برابر رہیگا کہ اوترنے والوں کو تکلیف نہو سامان آسائش نظرالحسن کو مہیا کردینا ہوگا۔ میری آمدنی اور اسباب سے یہ سب چیزیں برابر مہیا رہینگی۔ جب اگر بی بی آگرہ میں ہوں تو آمد و رفت بڑے مکان سے بالکل بند رکھی جائیگی گلیارہ کی راہ بند کردیجائیگی نظرالحسن کے کمرے سے چھپر لگا کر آمد و رفت بند کردیجائیگی کوئی تعلق اس مکان کو بڑے

مکان سے نہیں ہوگا جس جس جگہ سے آمد رفت کا موقع اسوقت ہے سب
اس طور پر بند کر دیا جائے گا کہ آمد رفت نہ ہو سکے اور ہوا بھی اور روشنی
بھی بند نہ ہو اور پورا فوارہ والا آگن اور بدھن واری اوسارہ اور
سیڑھی کے نیچے کی سب کوٹھریاں اور کوآں وغیرہ سب چھوٹے مکان کے
متعلق رہے تاکہ مردانہ زنانہ دونوں مکان رہے اور آمد رفت مسجد کے
طرف والے پھاٹک سے ہوگا بالکل بڑے مکان سے بے تعلق کر دیا جائے گا
تا زندگی میرے انتظام میں رہے گا۔ مذکورہ بالا انتظام میرے بعد
فوراً کر دیا جائیگا ٹرسٹیاں مطابق نیت ہمارے اس کام کو کریں گے
تاکہ آپس میں قصہ نہ ہو میری دونوں بہوؤں سے اور تین بہوؤں سے
اس وقت بھی آمد رفت نیوتہ پہانی لین دین بند ہے وہ قائم رہنا ہی
مناسب ہے ورنہ فساد عظیم ہوگا میں ہر ایک کو وصیت کرتا ہوں
کہ اس پر تابعمر عمل کیا جائے اور جو طریقہ ہے ٹھیک ہے ورنہ راقم کی
جان اور بھی زوال میں آتی ہے لڑکوں نے میری اہلیہ کے مزاج کو خوب
جانچ لیا ہے۔ بی بی صاحبہ مذکورہ میں مادہ نیہر پرستی کے سوا قدر شوہر
پرستی نہیں ہے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ اور بہوان اور تین بہوان ماتحتی
کرنا پسند نہیں کرتی ہیں۔

کوٹھا۔ بنگلا جس پر ہم رہتے ہیں میرے مرنے کے بعد فوراً
معہ اسباب آسائش کل بھائیوں کے لئے وقف ہے اس کے متولی خاص
نظرالحسن رہیں گے یا وارثان نظرالحسن ہوں گے کسی دوسرے کو

دست اندازی نہوگی - بڑے سیڑھی والا پھاٹک اوسکے متعلق رہیگا اور چھوٹی سیڑھی بند ہوجائیگی

نمبر ۵ بڑا مکان واقع لودی کٹرہ محلہ کا مردانہ مع زیرے دکھن پورا بہ ذمہ تولیت نظر الحسن رہے گا اون کو اختیار ہے کہ دیوار کھینچکر کلیتاً جدا کرلیں یا بھائی کے ساتھ رہیں

نمبر ۶ اسباب دری و چاندنی جو کچھ فرش و فروش گھر میں ہے وہ تقریبات کے لئے مخصوص وقف رہے گا جو ہر موقع پر نکلا کرے گا اور منگنی نہیں دیا جائیگا - نظر الحسن اوس کے متولی رہیں گے یا وارثان اون کے رہیں گے مگر امید قوی ہے کہ وہ منگنی دیکر ضائع کریں گے وہ لاپروا اور غافل آدمی ہیں

نمبر ۷ سید نجم الحسن کے پاس وافر چیزیں اسی خاندان کی کسی حیثیت سے ہو موجود ہیں اون کو ضرورت ان چیزوں کی نہیں ہے اس لئے اسباب مذکور میں ترکہ تقسیم نہوگا وہ سب وقف شدہ ہیں انہوں نے بہتیری چیزیں اسی گھر سے حاصل کرکے خاص کر لیا ہے انکو دواج پیرانا عنداللہ ضرور ہے -

نمبر ۸ سید نجم الحسن اگر نظر الحسن سے میں رہے تو دونوں بھائی ملکر جو انتظام مناسب جانیں کریں گے - اور تردادی حصے کے کمرے جو ری سے اوتر والے تین کمرے اور ایک تینی معہ کوٹھری و خلوت زنانی میں وارثان نجم الحسن رہیں گے چونکہ ان کو ملکیت

زیادہ ہی واسطے اوپر کی کل مکانیت سب کی تولیت نظر الحسن کو رہیگی کواں پاٹخانہ مودی خانہ وخلوت کا باورچی خانہ اجمال رہیگا اور دونوں کو تولیت رہیگی۔ بڑے مکان کا کواں خاص ہمارے متعلق رہیگا پھاٹک اجمال رہیگا زنانی ڈیوڑھی اجمالی رہیگی جو راہ حنیفاؔ کے کمرے میں ہے وہ توڑدی جائیگی۔ پور دالان بذمہ تولیت نظر الحسن رہیگا اس راہ سے مکان بے پردہ ہوتا ہے جو مکانات خلوت کے اوپر ہیں وہ نجم الحسن کے ذمہ رہیگا۔ راستے بند کردئے جائیں گے بڑے مکان زنانے اور مردانے کے اوپر والے مکانات سب بذمہ نظر الحسن رہیگا۔ اوتر واری کمرے کے اوپر جو مکانات ہیں کل نظر الحسن کی تولیت میں رہیگا۔

نمبر ۹ اصطبل کی تولیت خاص نظر الحسن کو رہیگی حق استعمال دونوں بھائی کو رہیگا

نمبر ۱۰ اس کے بدلے میں دراب ٹولی والی زمین جس میں جتنی دراب رعیت ہیں خاص نجم الحسن کو رہیگی۔

میرے ناتیان محجوب الارث ہیں اور ہم سے جدا ہیں اگر مصیبت کے وقت چاہیں گے تو باجازت متولی وقت کسی حصہ مکان میں پناہ گزیں ہوسکتے ہیں مگر زبردستی رہنے کا حق نہ ہوگا۔ یہ لوگ ہم سے بالکل جدا ہیں دونوں انتہا کے خود غرض ہیں جو اپنے باپ کا نہیں ہوا اوسپر دوسرا کیا بھروسا کرسکتا ہے۔

نمبر ۱۱ مسماۃ حنیفاؔ دختر کی وارثان اوسکی لڑکی اور داماد ہیں اگر وہ لوگ آویں تو جس حصے میں مسماۃ حنیفاؔ رہتی تھی وہ مہمان رہسکتی ہیں متولی اوسکو روک نہیں سکیگا۔ اوس حصے کو کسی طور پر نجم الحسن سے تعلق نہیں ہوگا جو دیوار اوس دالان میں تقریب کی وجہ کر بنائی گئی تھی توڑدیجائیگی

اور نجم الحسن کے خلوت کے آنگن کی طرف سے آمد رفت کی صورت بند کردیجائیگی
چھپر لگا دیا جائیگا یا اونچے پر کھپرکی لگا دیجائیگی۔ زنانے آمد رفت کے جتنے
راستے ہیں اگر نظرت چاہیں نجم الحسن کی طرف سے بالکل بند کرسکتے ہیں توجہ خانہ
کی کوٹھری کا راستہ چھپر لگا کر بند کردیا جائیگا اور وہ کوٹھری تا حکم لوکیلئے
رہنیکو رہیگی باہر کی کوٹھری جس میں باشیر رہتے ہیں یا نجم الحسن کے ذمہ رہے گی
کوٹھری جس میں منگی رہتا ہے وہ بذمہ نظر الحسن رہیگی خلوت میں باورچی خانہ
ہے اوسطرف نجم الحسن اپنا مکان بنا سکتے ہیں نظرن میاں اپنا مودی خانہ
اوٹھا دینگے اور ادھر سے تعلق نہ رکھیں گے۔

نمبر ۱۲ اصطبل والی زمین وقف ہے اس میں تقریبات ہوا کرینگی
محلہ ٹولہ والوں کے کام میں جو خلاف مذہب اور خلاف قانون نہ ہو سکتی
ہے متولی وقت کی اجازت کی ضرورت ہوگی موقع دیکھکر اجازت ہو سکے گی
صفائی کیلئے خرچ پہلے وصول کرکے اجازت ملے گی ورنہ نہیں۔ صفائی کا
خرچ مفت اپنے ذمہ عاید ہوتا ہے۔

نمبر ۱۳ فقیرا والی زمین جو خانقاہ کے موٹر پر ہے وہ وقف ہے۔
پہپال کے مکان بنانے کو بندوبست دوامی کردیجائیگی اور جو آمدنی اصل
وثیقہ میں تین روپیہ سالانہ ہے وہ لیا جائیگا اور دس روپیہ کو جمعرات کے
دن کوڑی تقسیم کرکے میرے نام میں بخش دیا جائیگا اس بندوبست کو
توڑنے کا حق کسی کو کسی وقت نہیں ہوگا اس کے متولی نجم الحسن رہینگے
نمبر ۱۴ شیکارپور والا مکان جو مرزا عبدالواحد سے خریدا ہے

وہ پمپیاں کو بغرض کھولنے گولہ خواہ حصول آمدنی میری یادگار میں دیدیا جائیگا
راقم نے اوسے پرورش کیا ہی اوسکا حق ادا کردیا جائے وہ بھی وقف ہے
اوسکو فروخت نہیں کرسکتا ہی مکان وغیرہ بنا کر رہ سکتا ہی یا کوئی مصرف
آمدنی پیدا کرنیکا کرسکتا ہی تاکہ میری یادگار اوس کے پاس رہے اور
حق پرورش یاد رہے اوس کا باپ ایک لاجواب چالاک ہی فروخت
کردینے کا مجاز نہوگا -

نمبر ۱۵ - زمین خریدگی از عطر لال کو گور غریباں کے لئے وقف
کیا ہے بشرطیکہ منوسپلٹی اجازت دے ورنہ اوسکو بندوبست کرکے
اوس کی آمدنی سے اندھوں کی آنکھ بنانے میں صرف کی جائے تولیت
اوسکی ہر دو برادر نجم الحسن و نظر الحسن کو رہے گی یہ اراضی فروخت نہیں
ہوسکیگی -

نمبر ۱۶ - مرلی دھر کا باغ اندرونی حصہ جس میں کاشت ہوا کرتی ہے
اس میں باغ لگایا جاسکتا ہے یہ بھی وقف کردیا ہے اسکی آمدنی سے بارہ
روپیہ ماہوار گوپال کو بطور حیاتی مقرری پنشن کے برابر دیا جائے گا
اس پنشن کو کوئی روک نہیں سکتا ہے اس نے راقم کی بڑی خدمت خلاف
منصب اپنے کیا ہے اگر کوئی اطحام کرے تو عدالت سے وہ میری کسی جایداد
کی آمدنی سے وصول کرنیکا مجاز ہے بعد ادائے مشاہرہ جو کچھ بچے گا
ٹکس وغیرہ دیکر جو بچے اوس روپیہ کو غربا پر تقسیم کیا جائے اور کوڑھی اندھے
بوڑھے اور معذوروں کو کپڑہ دیا جائیگا متولی اس کے نظر الحسن

رہیں گے۔ گڑبڑ کریں تو ٹرسٹیاں دوسرا آدمی غیر کو تجویز کردیں گے۔ جو زمین بھوئی قصاب کے کٹرہ کے پاس واقع برسر سڑک ہے اوس میں اگر کوئی مذہبی ثواب کے کام کا کام کیا جائے تو اوس مصرف کے لئے وقف رہے گی ورنہ میدان ہی رہے جو غربا کے شادی و غمی کے وقت میں کام آوے گی اور مولود وغیر کا مجمع ہوسکتا ہے یا کوئی مجمع جو مذہبًا و خلاف قانون نہو اوس میں ہوسکتا ہے اس کے متولی بھی نظر الحسن رہیں چونکہ ان کو مذہب کی طرف توجہ ہے اسلئے انکو ایسے کاموں کی تولیت دیتا ہوں۔ بھوئی والے کرایہ کی آمدنی سے بڑے مکان میں ایک لالٹین باہتمام نجم الحسن جلایا جائیگا۔

نمبر ۱۷ خواجہ پورا والی تولیت رقمہ مسماۃ بی بی وجیہن جسکا میں متولی ہوں اوس تولیت کے لئے نظر الحسن کو نامزد کرتا ہوں۔ اون کو اختیار رہے اپنی اولاد میں سے جس کو چاہیں نامزد کردیں اگر اسکا موقع نہ آوے تو بی بی حیا لو متولی رہیں گی پھر اون کو اختیار رہے گا جسکو چاہیں نامزد کریں وحق تولیت متولی ہی کو پورا ملا کریگا اوس میں تقسیم وترکہ نہیں ہوسکتا ہے۔ میری بی بی میں تجربتًا تولیت مذکور کے چلانیکی صلاحیت نہیں ہے بہتیرے قصے پیدا ہو جائیں گے۔

نمبر ۱۸ موضع خوان پورہ نظر الحسن کو لکھدیا ہے اوسمیں ترکہ نہیں تقسیم ہوسکتا۔ میں تاحیات مقرری دار ہوں۔

نمبر ۱۹ علاقہ دتی جبیر اون کا داخل خارج ہے وہ اون کی ملکیت ہے ترکہ تقسیم نہیں ہوسکتا اون کے ماں کے دین مہر میں دیا گیا ہے اور

ادائے دین کرکے عندالله سبکدوش ہوا ہوں۔ سوائے ان کے سب کا دین جو تھا
ان کو میں نے ادا کر دیا ہے۔

نمبر ۲۰ حق ٹولی والی زمین جس میں پہلے باغ و باورچی خانہ تھا
زبانی ہبہ کرکے نظر الحسن کو بغرض بنانے مکان اون کے و اولاد اون کے دیدیا
ہے وہ ترکہ نہیں تقسیم ہو سکتا ہے۔

نمبر ۲۱ علی پور پورا جو منظور میاں کے یہاں مقرر ہی بچ اگر
رہ گیا تو خاص نجم الحسن کو ملے گا اوس میں دوسرے وارث کو حق ترکہ
لینے کا نہیں ہوگا۔

نمبر ۲۲ خواجہ پورہ کا پورا باغ و بنگلا از سڑک تا پچھانک کوٹھی دری
باستثنا اوس اراضی کے جو جالو بی بی کو مکان بنانے کو دینا چاہتا ہوں۔
میرے مقبرے کے تعلق رہے گا اگر میں وہاں نہیں گڑا تو میری یادگار میں
وہ وقف رہے گا جسمیں سالانہ نیاز میرا ہوگا اور معہ اسباب وقف رہیگا
میری بی بی و اولاد در اولاد اوس میں ایک مہینہ تک بلا کرایہ جا کر کسی وقت
رہ سکتی ہیں بعد ایک ماہ کے جو کرایہ مناسب وقت ہوگا وصول کیا
جائیگا اور اوس کے متولی تا زندگی ہم رہیں گے میرے بعد نظر الحسن ہونگے
اون کے بعد وہ نام زد کریں گے اس کا موقع نہ ہو تو ٹرسٹیاں مقرر کر
دیگر اور غیر آدمی مقرر ہوگا نظر الحسن چونکہ غافل بہت ہیں انتظام
کی امید ہے اوس وقت سید نجم الحسن نگرانی کر سکتے ہیں۔ میری بی بی
سے انتظام نہیں ہوگا سینکڑوں قسم کا فساد پیدا ہوگا ورنہ تولیت

بعد اوکی مستحق وہی تھیں تاہم اگر میرے بعد وہ رہنا چاہیں تو تا زندگی صرف رہنے کی مجاز ہیں انتظام میں اون کو دست اندازی نہیں ہوگی صرف باغ کے پیداوار سے عزیز و اقارب محلہ ٹولہ کو فائدہ پہونچایا جائے گا اہلیہ کو بھی فائدہ پہونچایا جائیگا کوئی اونکی عافیت میں خلل انداز نہیں ہوگی

نمبر ۲۳ — جو کچھ حصہ خواجہ پورہ کے علاقہ کا ہے بغرض آبادی و مرمت بنگلا مذکور وقف رہے گا جو بنگلا کا متولی ہوگا وہی جائداد کا بھی متولی رہے گا۔

نمبر ۲۴ — شیخ پورہ اگر بچ گیا تو وہ بھی متعلق بنگلا مذکور وقف رہے گا

نمبر ۲۵ — موضع کیسو پور جسقدر حصہ پرہ جیٹرڈی میں میرا تمام چڑھا ہوا ہے اوسکی آمدنی بعوض بیلا نزہت میری اہلیہ جو اوسوقت پالی جائینگی اوسکی پرورش کی غرض سے تاحیات اوس کے اوسکو ملتا رہیگا یا اگر کسی دیوں میں راقم خود ہوگا تو فروخت کر کے دین ادا کرے گا یا بیماری وغیرہ میں صرف کرے گا اسی طرح پر اگر ضرورت ہوگی تو شیخ پورہ کو بھی جدا کر سکتا ہے اتنی جائداد بغرض ضرورت رکھنا چاہتا ہوں اگر چھوڑ گیا تو آمدنی میری بی بی کو تاحیات ملا کریگی اون کے بعد ترکہ حسب سہام شرعی صرف کیشو پور کا تقسیم ہوگا اور شیخ پورہ مرمت بنگلے کے لئے مخصوص رہے گا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اہلیہ میرے بعد بجز بتیا کے اور مرمت بھی نہیں کرینگی اون کے لئے بھی بہتر طریقہ

یہی ہوگا کہ کوٹھی بیچکر اپنے ملک چلی جائیں اتنے دشمنوں میں نہ رہیں اپنے کو
فساد سے دور رکھیں اور لڑکے بھی یہی چاہتے ہیں اور یہی ہوکر رہے گا۔
ویسا ہی ہونا ہی ہے نہ اپنا وطن نہیں چھوڑ سکتی ہیں اور میرا نام روشن
نہیں کر سکتی ہیں مرنے کے بعد بھی میں اونکی تکلیف گوارہ نہیں کر سکتا
اون کو اختیار ہے میری زندگی کو جس طور پر چاہیں برباد کریں میری
دنیا بیاگی اونکی عاقبت برباد ہوگی اللہ اون کو ہدایت دے۔
نمبر ۲۶ تختہ متروکہ روپ منجری وپوجیا کی آمدنی سے مکان
خورد واقع لودی کٹرہ اور مکان ۱ کا ٹکس ادا ہوگا اور مرمت رہیگی
میرے بعد تین جگہ پر آمدنی ایک ایک ثلث کرکے تقسیم ہوگی ایک ثلث
نظر الحسن ایک ثلث نجم الحسن ایک ثلث میری اہلیہ کے ہاتھ میں
رہے گی جسمیں اپنے اپنے حصہ اور رہنے کے مکانوں کا ٹکس اواکریں
اور مرمت کریں گے کافی نہ ہو تو اپنے پاس سے خرچ کریں گے اور
اپنے اپنے تولیت کا انتظام کریں گے۔
نمبر ۲۷ تجربے نے یہ بتایا ہے کہ بی بی نہ یہاں رہیں گی
نہ کسی سے میل رہ سکتا ہے نہ اون میں صلاحیت سمبھالنے زمینداری
کی ہے اور لڑکوں سے عداوت ہے لڑکوں کو اون سے سخت عداوت
ہے اسلئے بہر کا انتظام سمجھکر کیا ہے۔ نظر الحسن غافل بہت
ہیں اون سے بھی سمبھلنا دشوار ہے مگر وہ نجم الحسن کے زیر اثر
ہیں بمشورہ سمبھال لیں گے نجم الحسن دائماً ہمارے خلاف رہے

بظاہر بہت پولیسی سے ملا کئے مگر دل ان کا بالکل جدا رہا۔ نہ ہمکو
باپ نہیں کہتے بچپن سے وہ عناد رکھتے ہیں امید قوی ہے کہ گھر کو وہ برباد کر
ناس کریں گے اور اندرونی فطرتی عداوت جو ہم سے وہ رکھتے ہیں
موقع پاکر بھگتان کریں گے مگر راقم نے خاندان کے بھلائی کے
لئے جو مناسب جانا ہے مندرجہ بالا انتظام بتا دیا ہے اور یہی
میری وصیت ہے ماننا نہ ماننا اختیار ہے عنداللہ اس وصیت
کی پابندی ضروری ہے جو نہ مانے گا عنداللہ جوابدہی دے گا
میں سب سے زیادہ اپنی بی بی مذکور الصدر کے ہاتھ سے ذبح کیا گیا
ہوں اور ابتدائے عمر سے سید نجم الحسن نجے میری ذاتی مخالفت کی ہے
نظر الحسن اپنی اہلیہ کے قبضہ میں ہیں ان لوگوں سے راقم راضی وخوش
نہیں رہا ہے بلکہ ان لوگوں کے برتاؤ نے راقم کی زندگی کو پریشان ومنتشر
کر دیا ہے میں بجز دعائے خیر اور کیا کر سکتا ہوں شرافت اور حق العباد
مانع ہے میں کسی سے بدلا لے نہیں سکتا ہوں بہتر ہے کہ خدا ہی بدلا
لے سب صاحب اولاد اور جائداد میں صرف اہلیہ لاولد ہیں
مگر ان لوگوں سے بدلا لینے والا موجود ہے انہیں لوگوں کے ہاتھ سے
بدلا ہونا بہترین بدلا ہے نہ بی بی کو چھوڑ سکتا یہ عزت کے خلاف ہے
نہ اولاد سے جدا ہو سکتا یہ فطرت کے خلاف ہے خون جگر پی پی کر
رہتا ہوں اور گھٹ گھٹ کر مرتا ہوں میری جگہ پر دوسرا ہوتا تو
کب کا سب سے جدا ہو کر جائداد کو خراب کر دیتا اور سب کو پریشان

کردیتا مگر راقم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور سب بات خدا کے حوالے
کیا ہے لڑکوں نے اور بہوؤں نے اور نیز بہوں نے اور نواسیوں نے
مجھ کو بہت ذلیل و خوار کیا اور نیچا دکھایا ہے منتقم حقیقی اس کا بدلا
لیکر رہے گا ان لوگوں نے میری اہلیہ کو بہت حقیر و ذلیل کیا ہے اور
طرح طرح کی ایذا رسی کی ہے اوسی کا جی جانتا ہوگا اوس نے اپنے قرض کے
بدولت یہ دن دیکھا اور میری زندگی منتشر ہوگئی اگر وہ میرے مزاج
کے موافق ہوتیں تو اس دن کو راقم یا وہ خود نہ دیکھتیں وہ الزام سے
بری نہیں ہیں اونہوں نے خود راقم کو اس درجہ ذلیل و خوار کیا ہے اور
ایسی ایسی روحی ایذا دی ہے جس سے اکثر ملاقاتی اور گھر والے اور میری
ورثا اور اولاد واقف ہے جس کی جوابدہی شرعی وہ اپنے ذمہ لیے
جائنگی نہ میں اون سے بخوف بے عزتی شرعی طور پر جدا ہو سکتا ہوں
نہ دوسرا عقد کر سکتا نہ کوئی سامان آسایش کر سکتا ہوں نہ اونسے
عافیت پہنچتی ہے نہ گرہستی جمتی ہے نہ ایک جگہ قیام پذیر ہو سکتا
ہوں عجب کشمکش کی گذرتا ہوں نہ ہمیں موت آتی ہے گھر کے اولجھن
سے نہ باہر نکل سکتا ہوں نہ صحت کی خرابیوں سے سفر کر سکتا ہوں نہ
تعمیر کر سکتا ہوں نہ امیری دولت کافی نہیں ہے جو اتنے بڑے
اخراجات کا متحمل ہوں رات دن پریشانی کی زندگی گذارتا ہوں۔
قرض کی عادت نہیں اونکی ادلی ادلی پروردوں کی ذات میں اسراف
غیر ضروری کا پورا کرنا اون کی عافیت رسانی اونکے متعلقین کی

دل جوئی ایک سے دینا اون کے حکم کے موافق غیر مستحق لوگوں کے بیمارداری
شادیات و دیگر اخراجات کا برداشت میرے حد استطاعت سے بالکل باہر ہے
اور پھر نا اتفاقی ناقدری نافرمانی گرم مزاجی سخت زبانی اور طرہ یہ ہے اندازی
دیدہ سے ہر طرح کی بے تعلقی گویا شرعی طور پر ہم لوگ اب زن و شوہر
نہیں ہیں ان سب مظالم سہنے پر بھی جو کچھ میری حیثیت ہے اون کا آرام رساں ہوں
البتہ بیماری میں جب اون کا جی چاہتا ہے بحد خدمت گذار اور وفادار اور
فرماں بردار باکی ہیں جسکی قدر دانی خوب کرتا ہے اور اون کی عصمت داری
پر شبہ نہیں ہے انہیں باتوں نے اون کے حقوق کے استعفا کرنیکو راقم کو مجبور کیا ہے
ورنہ روزی تکلیف اوٹھاتا ہوں ایک منٹ بھی ساتھ رہنا عذاب جہنم
سے بدتر ہے گر کردہ خویش آمد پیش ہے۔ اندازی نو برس گذرے جب راقم نے
اون کے بھائی کے لڑکی کی شادی ایک نہایت بہتر جگہ دونوں کی نظام ورثے
حیدر آباد سے کر دی ہے کچھ پیسے بتا دعلی جو بہتی کے دن سے ہو کر راقم
نے بھینسے سے ہجرت کر لی حتٰی خوشدامن کے انتقال میں بھی نہیں گیا اور انشاء اللہ نہ
اب کبھی جانیکا قصد ہے ان سب امور پر غور کرتے ہوئے بھی اون کے نا قدرت کا
لحاظ ابتک کیا اور اپنے بعد کے لئے بھی سامان عافیت کیے جاتا ہوں اور
اپنے حقوق کے دار خود سے چاہتا ہوں ان کو جو بھائی آمدنی سے سو روپیہ ماہوار
اوس وقت تک تا حیات ملا کرے گا جب تک یہ میری بیوہ بنکر زندگی گذاریں
جہاں رہیں تنخواہ بطور مقرری دار حیاتی پایا کرے گی اور موضع مذکور سے
وصول کرنیکی مجاز رہیں گی ان کو بیتیاہی میں رہنا اونہیں کرنا نامناسب ہے

ان کو وہیں افاقیت ہو گی۔ افسوس ہے کہ دفعتاً ان راتوں میں مولوی عزیز الحسن
وکیل نے قضا کیا جن سے میری اہلیہ بوجہ قرابت خصوصیت رکھتی تھیں اور قاضی
نجم الدین بھی مر گئے جن سے حضور رہا کرتی تھیں میرے قوت بازو اور بہترین دوست
مولوی سید وصی احمد وکیل تو میرے محسن تھے ۔ محرم سنہ ۱۳۴۳ھ کو ناگہانی میں
قضا کر گئے انہوں نے لڑکوں کے بہت [illegible] کی عدالت زر بی بی کے مقدموں کو
خوب دیکھا اور وقتاً فوقتاً میرے ساتھ احسان و امداد کیا تھا۔ نیز اب بھی شاہ
حبیب الحق صاحب صاحبزادہ عبدالرحمٰن مختار ساکن پانی حکیم محمود صاحب سوداگر ٹولی۔ شاہد
حسین مختار ساکن پانی۔ امیر جان میاں و دیگر حضرات نصیر خاں صاحب الہ آبادی
سعید الحق میاں کشمیری [illegible] بھی بہت رفتہ رفتہ و نظام [illegible] نذیر بی بی بھی سے
خوب شفقت میں راقم بھی زندگی سے سیر ہو گیا ان لوگوں کے حق میں دعائے خیر
کرتا ہوں اور روش زندگی بدلنا چاہتا ہوں۔ دیکھئے خدا کیا کرتا ہے جیتے جی ملتا ہے
یا یونہی مصیبت میں مرنا پڑتا ہے مرضی مولیٰ ہمہ اولیٰ کیا مقدر میں لکھا ہے۔
بیشک تو میری زندگی بہترین زندگی جانتی ہے مگر مجھے بھی حسرت خیز و عبرت انگیز ہے۔

نمبر ۳۸ خواجہ پورہ میں بی بی جان کو میری بچی نے بیاہی تھی ہے اور اس کے لئے
چھوٹا بنگلا پورا احاطہ تجویز کر کے مخصوص کر دیا ہے وہ جیسے جس کو مکان بنانے کو
دیدی جائیگی مگر اون کو باغ و بنگلا کلاں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا اور
راہ آمد و رفت اس باغ سے نہیں رہے گی بلکہ بستی کی طرف سے ایکدم آمد و رفت
روک دی جائیگی ورنہ باغ خراب ہو جائیگا۔ حصہ [illegible] والی زمین اور
لطف النساء کے مکان کے قریب والی زمین جو [illegible] سے اور سمجھیا والی

زمین جو منا میاں کے پورب ہے اور وہ زمین جو چھوٹے میاں کے والدہ کو دیا تھا اور منا میاں کے دکھن واقع ہے سب جمالو بی بی کو مکان بنانیکو دیدیجائیگی اسمیں کسی کو روکنے کا حق نہیں ہوگا جب تک جمالو بی بی کا مکان طیار نہیں ہوتا ہے تب تک وہ دکھن واری حصہ بڑے بنگلے میں تین کمرہ اور تھوڑی سی آنگن میں بطور مہمان رہ سکتی ہیں کوئی مزاحم نہ ہوگا۔

نمبر ۲۹ خواجہ پورہ کا کل علاقہ بڑے بنگلے کے متعلق وقف ہے۔

نمبر ۳۰ راقم کسی کا قرضدار نہیں ہے نہ ہینڈنوٹ لکھا ہے نہ تمسک نہ کوئی جائداد مکفول ہے نہ کسی کا واجبی دین ہے شاید دو چار سو روپئے خرچ کے خریداری کی مد میں دوکانداروں کا ہو تو وہ بھی میرا دستخطی پرزہ ہوگا بلا پرزہ کوئی دین یا خریداری کسی کا نہیں کرتا ہوں کسی کا دعویٰ اگر ہوگا تو غلط ہوگا یا ملازموں کا مہینہ ہوگا سب کو ماہ بماہ بے باق کرتا ہوں۔

نمبر ۳۱ شیو نرائن مہتو و گوبند سنگھ کو ان لوگوں کی زندگی تک کوئی نکال لینے کا مجاز نہ ہوگا۔ اختیارات منصب کر سکتے ہیں انتظام بدل سکتے ہیں لیکن محاسبہ نہیں لے سکتے ہیں سب کا حساب جانچا ہوا ہے سال سال بوجھ لیا ہے گویا ان کے ذمہ کوئی تحویل نہیں ہے کوئی چیز نہیں ہے سب چیز میری دیکھی بھالی ہے روز مرہ دیکھتا ہوں وہ ہر شبہ سے پاک ہیں اون سے کوئی محاسبہ و مطالبہ نہیں ہو سکتا ہے صرف کنجی اون کے پاس ہے وہ میرے بعد لے سکتے ہیں اور کوئی حق اون سے

چیز سمجھنے کا نہیں کر سکتے ہیں۔

نمبر ۳۲ میری جہاں کی مٹی ہوگی گڑوں گا خواہش تو ہے کہ خواجہ پورہ کے باغ میں ٹینس کورٹ والی زمین میں میں گڑوں کہ مقبرہ آباد رہے۔ بڑے بنگلے میں میرا نیاز وغیرہ ہوا کرے لوگ اور اکریں مسافرخانہ یا خانقاہ کے طور پہ کوئی عمارت بن جائے آباد رہے فقرا بیٹھیں آئندہ جو خدا کی مرضی اور جیسا موقع وقت ہو ہوئے کسی سے اُمید تو نہیں ہے کہ میرا ارادہ پورا کرے اگر یہ تو وہ زمین میں مابعد میں لوگوں کا فائدہ ہے۔ میرا دل ہی چورہے اصراف بھی بہت ہے ورنہ میں خود انجام کر دیتا۔ مسلمانوں کا مقبرہ غیر آباد رہتا ہے یہ راقم کو مرنے بعد بھی ناپسند ہے۔

نمبر ۳۳۔ حیا لوبی بی کے زمین کو محدود ہونا چاہئے کہ بڑے بنگلے سے تعلق نہ رہے۔ اگر موقع ہوا تو سر دست درختوں سے محدود کر دوں گا ورنہ جب موقع ہو جد کر دیجا ویگی ایکدم آمدرفت اس اراضی سے جدا رہے گی کیونکہ یہ پبلک کی آرام رسانی کو ہے۔

نمبر ۳۴۔ اگر کوئی دین یا مشاہرہ ملازمین ہمپر ہو تو میری چیز بیچکر اول دین ادا ہوگا

نمبر ۳۵۔ موضع بوجہا وقف الاولاد ہے وثیقہ کے مطابق اپنا ترکہ لیں گے۔

نمبر ۳۶ وصیت ہذا ثلث مال کے اندر ہے عذر کا موقع کسی کو نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۳۷۔ حکیمہ سنجی صاحب کی زندگی تک اون کا اصطبل بلا مزاحمت قبضہ رہیگا۔ اون کے آرام کے غرض سے زمین دی گئی ہے۔ اون کے بعد زمین تب نہیں سکتی ہی منحرفہ بندھے گا یا عمداً اوٹھا دیا جائیگا وقف شدہ زمین کی بابت معاوضہ و منافع منتقل کرنے کا حق ہم کو نہیں ہے۔

نمبر ۳۸۔ کتابیں جو کچھ ہیں وہ ضائع ہو گئی میری بی بی اور لڑکیوں میں صد حیثیت اوس کے مصرف لینے کی نہیں ہے۔ کچھ کتاب بیچنا گئی ہے موقوفہ چیز کو وقف کے اندر رہنا چاہئے اون سے لیکر سب کتاب خانقاہ منگل تالاب پر سپرد کر دینا چاہئے۔ بہتری کتاب مولوی لیاقت حسین صاحب کے خاص الماری میں بند ہے وہ اون کی امانت ہے اون کی اولاد کو ملنا چاہئے اولاد نہ آوے تو اون کے پیری گدی میں امانت رہے گی۔ اوس سے ہم کو یا ورثا کو سروکار نہیں ہے۔

نمبر ۳۹ مکان خورد باغی و رکو کھی کے بغل والا کتب خانہ میں وقف ہے اوس کے متولی متعلق رہیں گے ور جو زد ٹیکس وغیرہ جو لگی بیچے وہ کتابوں کے مرمت کے لئے خانقاہ میں دیا کریں گے۔

نمبر ۴۰ جو امر اس کتاب سے صاف نہ ہو وثائق کی نقل لیکر ملان کر لیا جائیگا۔ وثائق تو سب چوری ہو گئے ہیں مگر رجسٹر میں نقل موجود ہے انڈکس سنہ ۱۹۱۲ء سے سنہ ۱۹۳۰ء تک کا

سینے سے کل کی نقل مل جائے گی اگر کسی کو منظام سے انکار ہو تو سنہ ۱۸۹۱ء
سے سنہ ۱۹۰۱ء تک کا اندکس دیکھنے سے کل نقل حاصل ہو گی جس سے
کوئی انکار نہیں کر سکتے تمام خاندان کے کاغذات موجود ہیں جو
بتا سکتے ہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا ہوا ہے۔

نمبر ۴۱ مندل کے قریب مڑاگرنا بے مناسب نہیں ہے
مگر کھیت سب میدان ہے جس میں لوگوں کا کام چلتا رہے گا۔
مندر شیو نرائن نے بنایا ہے اوسی کا کھیت تھا فقط اجازت
تعمیر البتہ میں نے دیا ہے۔ جو مسلمان مندر بنوانے کا الزام ہم پر دیتا ہے
جھوٹھ ہے۔ ہم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ مجھے زمینداری مجبوریاں
ایسی پیدا ہوئیں کہ اجازت دینا ہی پڑا۔ دراصل اس کے بانی بعض
دیگر مسلمانان ساکنان بستی ہیں راقم اس الزام سے عنداللہ بری ہے
اور عقیدتاً ان خیالوں سے بہت دور ہوں جس کا ثبوت اوس کی گردن
کفر کا قرار دوں دیندار رہا۔ استحفاظ مذہب کے شرائط اجازت نامہ میں
مندرج ہیں جو شیو نرائن کے پاس ہے۔

نمبر ۴۲ خود کاشت خواجہ پورہ متعلق مہمان داری مقبرہ
یا بنگلا کلاں رہے گا۔

نمبر ۴۳۔ چک محی الدین پور کا اجارہ جمال النبی کو چھوڑ دیا
جائیگا جو زیر انتظام نظر الحسن رہے گا۔

نمبر ۴۴ اسی سال نظر الحسن اور نجم الحسن کو ملا کر ساڑھے

چودہ ہزار نقد دیدیا ہے اور میلا ترسٹھ بیچکر ان لوگوں کی جائداد
بار دین سے پاک کردیا ہے اس جائداد کے بکنے سے میری اہلیہ کا نقصان
شدید ہوا یہ جائداد ان کے لئے مخصوص رکھا تھا اوس کا داج عنا
عند اللہ لازمی ہے مگر داج دیگر جائداد کو غیر خاندان میں پہونچا یا ہے
اور ہمیشہ وہ اوس جائداد کو منحوس بتاتی تھیں تاہم کیشو پور کی
آمدنی ان کی زندگی میں آرام پہونچانیکو کافی ہے۔ سو روپیہ ماہوار سے
آویگا اور اندازی چار سو کیشو پور سے ملے گا۔ یہ آمدنی وس
دن میں ملیگی جب وہ میرا نام و نشان قائم رکھ سکیں گی دنیا کی
سکونت مستقل نہیں رکھیں گی ورنہ اولاد تم سے اور دوسروں پر بھی یہ
یہ عند اللہ تو بدنما ہوگی۔ اوس کی آمدنی بڑے جھگڑے میں [illegible] ہوگی۔
متولی مہمان نوازی کرے گا۔ اور اگر راقم کو ضرورت [illegible] کی
ہوگی تو یہ جائداد اوسی مصرف میں آئیگی ان کو تعلق نہیں رہیگا۔
یہ جائداد رہی زر زوجگی ـــ

تمبر ۴۵ ـــ چک محی الدین پور کا انتظام بذمہ نظر الحسن رہیگا
وثیقہ کے مطابق کارروائی ہوگی میری جگہ پر نظر الحسن قائم مقام رہیگے
بوجہ باوجود وثائق مقدمہ رجسٹری نہیں ہوئی مگر میرے یہاں اجارہ ہے

تمبر ۴۶ ـــ کاشتہائے رتنی پر جو روپیہ ہے اوس کا منافع
بقدر حصہ خود نجم الحسن لیں گے اور بقدر حصہ خود نظر الحسن لیں گے
وہ نقد روپیہ جو دیا ہے ان لوگوں کا ہوگا اگر کسی کو زیادہ ہے

یا کم ہے تو اوس کا حساب ہوگا۔

تمت ۔ بی بی مذکورہ بھی یہاں کی جائداد بیچکر بیتیا میں جائداد
خرید ہے وہ اون کو دیدیا ہے۔ اوس سے لڑکوں کو کوئی تعلق نہیں ہے
جس طرح اون کو دیدیا ہے لڑکوں کو بھی دیدیا ہے۔ کسی کا کوئی حق
دعوی ہم پر عنداللہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے بدولت راقم بہت تباہ ہو چکا
ور سب کو فائدہ پہونچا یا ہے۔ اسی سال نظر الحسن کے بیٹا بیٹی کے تقریب کیا ہے
جس میں حیثیت سے زیادہ روپیہ اون کو ملا ہے نذر کی چھ ہزار کے قریب
ہوگا۔ نجم الحسن کے لڑکے کی تقریب کیا ہے جو اسی سال ہوئی ہے آٹھ سو
کے قریب خرچ ہوا ہے۔ نصر اللہ کی دو دو شادی میں امداد کیا نور اللہ کی
شادی میں امداد کیا۔ نصر اللہ کی بی بی بچوں کا علاج پرورش تجہیز و تکفین کیا بی بی کے
پاؤں میں سونے کا چھڑا دیا زیورات دے سہلی ہاتھ کا کڑا اور دیگر زیورات
دیئے چاندی کی چیزیں دیں اثاث البیت دیئے۔ اب یہ لوگ کیا چاہتے ہیں کیا
کہیں بالکل فقیر ہو جاؤں۔ لوگ غور کریں اور ان لوگوں
کے مظالم پر بھی نظر ڈالیں۔ ایسے بی بی بچوں کے
ساتھ اور کیا کر سکتا ہے۔ ان احسانوں کو حوالے بخدا
اور مظالم کو بھی حوالے بخدا مگر داد ملے گی اور ضرور
ملے گی۔ خدا بڑا انصاف ور ہے لوگ خدا سے
ڈریں۔ اتنے روپے مفت کے نہ تھے میں اور

کاموں میں بھی صرف کر سکتا تھا، ورنہ برباد بھی کر سکتا تھا اور تعیش میں بھی صرف
کر سکتا تھا چندوں میں خرچ کر کے خطاب یافتہ بھی ہو سکتا تھا پبلک کاموں میں
صرف کر کے نام و نمود پیدا کر سکتا تھا مگر استحفاظ حقوق خاندان کا مجرم ہوتا اسلئے
میں نے عند اللہ اپنے کو پاک و صاف کیا تھا ہو نا قدر، خدا سے ڈرو کسی کا
قرض تو نہ تھا جب سب جدا ہیں اور اپنا اپنا حق لے چکے تو یہ احسان نہیں تھا
تو کیا تھا پھر کیا قصور ہے جو ہر طرف سے چور ہم پہ رہتا ہوں اور اتنی
ناقدری کی زندگی گذارتا ہوں بہ راہ کھانا بند کر دیا جاتا ہے فقیر کے طرح
میرا کھانا ملتا ہے میری ذلت سے سب مزہ اٹھاتے ہیں نیہر و سسرال والے
تک نہیں ما و الی مزہ کریں اور میری بے غیرتی کی بجز جرم شفقت و مروت
میرا کون جرم ہے وہ لوگ انصاف کریں ورنہ بہت بتائیں غلط پروپیگنڈا
کر کے لوگوں پہ میرا کیا جرم ثابت کیا جائے مجبوراً اظہار ہو رہا ہے بذریعہ کتاب
ہنگامہ کرنا پڑا میں چیلنج دیتا ہوں ان کی درمیان وہ سب اپنے پیاروں کے
سر پر ہاتھ رکھ کر مجمع میں میرا جرم ثابت کریں جس سے میں اصلاح نفس کر سکوں
موجود ہوں اور جھوٹ الزامات سے مجھے معاف کریں خوف خدا کریں خدا
اور بندگان خدا کے سامنے پیش کرتا ہوں اب کیا جرم ہے جو ظلم پہ ظلم ہو رہا ہے
ہے یہ عداوت ہے یہ نافرمانی ہے کیا یہ لوگ مر کر خدا کو منہ دکھا دیں گے
اور میرا انصاف نہ ہوگا وہ ڈرو خدا کے قہر سے خوف کرو اسکی لاٹھی میں
آواز نہیں ہے کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا میں خوش ہوں میں نے اپنا فرض
ادا کر دیا جبکہ متعلقہ پر میرا حق واجبی باقی رہ گیا ہے میں آخرت میں پاؤں گا

افسوس ہے لوگ اپنے اپنے سر عاقبت کی جوابدہی لے جائیں گے
ورنہ زخم کاری تو اب ساتھ لیکر جاتا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ بھول جاؤں
اگر روز مرہ کا رسی چیز کہ کھاتا ہوں زخم بھرنے نہیں پاتا اور عبادت
اور ہے نماز روزہ تو خوب غور کریں کس نے ٹھایا ہے کہاں سے لایا ہے
تربیت اچھا کیا [illegible] میری تو گذر گئی اپنی اپنی خیر لو خوب زور
رکھو [illegible] روزہ رکھو مگر حق العباد
ست [illegible]

نمبر ۴۸ [illegible] انجام شادی بی بی رحمت و بی بی عاجو بہت
ضروری ہے انجام کرنا پڑیگا جملہ اسباب بروف مشین وغیرہ ضلعت [illegible] جو کچھ ہے
سب کو نیلام کرکے یا [illegible] نصفا نصف دونوں بھائی نجم الحسن و نظر الحسن
لیکر و انتظام کریں کہ ان دونوں کی شادی میں صرف کریں گے اور میری طرف
سے امداد جانیں گے ونل پور کی آمدنی سے نجم الحسن تعلیم اولاد ذکور میں
صرف کریں گے اور میری طرف سے امداد میں تصرف کریں گے

نمبر ۴۹ چونکہ خان پورہ وعلی پور مسماۃ بی بی قیمن پھوپھی لاولد
کے یہاں سے ترکہ ہمیں ملا ہے اسلئے نیاز قاضی رضا حسین شوہر کا و ان کے مسماۃ
بی بی قیمن مذکور کا کرنا اخلاقی اور انسانی فرض ہے اس لئے ہر دو برادر
پر واجب ہے کہ کچھ ثواب رسانی کردیں لوگوں کے لئے مزدور کرکے
واجبی حق سے سبکدوش رہیں آئندہ اختیار ہے -

نمبر ۵۰ مولوی شیر علی داد اور دادی دو الد و والدہ [illegible]

وبلا در لاولد شمش الحسن مرحوم وچچالا ولد نور الحسن مرحوم کا دونوں اولاد پر ہمایشہ نیاز کرنا لازم ہے ساری کمائی اور دولت ان ہیں لوگوں کی ہے اگر نہ کریں گے تو عند اللہ یہ لوگ جوابدہ ہوں گے میری موقوفہ دستاویز میں مدد جدا کرکے کسی چیز کی موجود ہے کسیکو اپنے پاس سے کرنا نہیں ہوگا اس کا انتظام راقم نے بذریعہ وثیقہ مصدقہ رجسٹری کردیا ہے میرے فاتحہ کی فرمایش نہیں ہے میرا اعمال میرے لیئے بھگتان کے لیے کافی ہے میں اپنے کو خدا کے مرضی کے حوالہ کرتا ہوں۔

نمبر ۵۱ راقم اور راقم کے والدین پر خانوادہ منگل تالاب کا بڑا بڑا حق ہے والدین کی معیت کے دقتوں میں مولانا امیر الحق قدس سرہ نے بہت سہالا میری تعلیم و تربیت کے ادا کا بدلا یہ ہے کہ اون کے عرس میں ۲۰ عشہ رسالانہ اور شاہ رشید الحق قدس سرہ کے عرس میں پندرہ ۱۵ روپیہ سالانہ میرے اوقات کردہ جائداد سے ضرور دیا جائے اور سجادہ نشین وقت وصول کرکے میری طرف سے ایصال ثواب کریں مولانا امیر الحق راقم کے پیر بعد مولانا رشید الحق مرشد تھے۔

نمبر ۵۲ کوئی بیاہتا شاہ حبیب الحق صاحب و قاضی حامد رسول کے خاندان میں انجم الحسن و نظر الحسن ان دونوں سے جسکو موقع ہو ضرور کرلیں گے ورنہ آئندہ موجودہ لطف میل جول جاتا رہے گا او خاندان جدا جدا ہو دور ہو جائے گا آئندہ ان لوگوں کو اختیار ہے جو مناسب جانیں کریں۔ اب اگر کوئی تقریب حیثیت سے زیادہ کوئی اولاد در اولاد کرے گی

تو پچھتائینگے۔ موجودہ حیثیت ان لوگوں کی اوسط آمدنی کی ہے اور کثیر الاولادی
سے اوقات جلد دشوار ہوگا۔ اگر میرے بعد عداوت اور لالچ میں شیطنیت کرینگے
اور مقدمہ بازی کی نوبت آئے گی تو گھر کی جمع اور زیورات بھی روانہ ہوجائینگے
بجز کاغذ کے کچھ ہاتھ نہ آئیگا سخت پچھتاوینگے افسوس ہے اپنے اعمالوں کی اصلاح
نہیں کرتے اور میری نہیں سنتے میری بی بی کی عداوت میں مجھے ایذا ہوجاتی
میں اپنا دین و دنیا برباد کرتے ہیں نظر تا میں کا صدمہ بھی میرے دل پر آتا ہی کوئی
اپنی اولاد کے دارین کی خرابی پسند نہیں کرسکتا خدا ان لوگوں کو راہ ہدایت بتادے۔

نمبر ۵۳ بی بی مذکور جب ۳۰ برس کے قریب ہوا میرے مزاج
کے وارفق نہوسکیں۔ تو اون پر کوئی وصیت میری بیکار ہے اونکو خود روال
لد کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا ہی اون کی سیدھی سمجھ دیدے اپنی سمجھ کے بدولت
اونہوں نے اپنی اور میری زندگی کو خود خراب کیا جو خمیازہ میرے بعد اوٹھائینگی
اون کو اسقدر کہدینا کافی ہے کہ میرے یہاں اون کے لئے کوفہ ہے اپنے کو
کوفہ سے دور رکھیں ورنہ پچھتائیں گے۔

نمبر ۵۴ موضع پوچھا تختہ ہر وقف الاولاد کردیا ہے بمطابق
شرائط مندرجہ وثیقہ مذکور عمل درآمد ہوگا وافر آمدنی ہے سب کی اوقات گذاری
وارث کا کام سب چلے گا حق الغربا والفقرا مد بہ مدادس وثیقہ میں درج ہے۔

پبلک خدمات

پوری فہرست انگریزی میں چھپی ہوئی ہے اور بعض فہرست اردو میں
ہے بعض فہرست یادگار روزگار کتاب میں ہے گھوسلا برادری کی تاریخ
میں انگریزی میں موجود ہے دار کی تاریخ نوشتہ گھوسلا برادری میں مع تصویر
وحالات مندرج ہیں جو راقم کے یادگار کے لئے کافی ہے تمام دفاتر سرکار
میں اور بڑی بڑی ریاستوں اور راجاؤں کے دفتروں میں موجود
ہیں۔ مجھے زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے
اسقدر برباد ومنتشر اور پریشان زندگی گذارتے ہوئے کبھی پبلک جذبات
میں قاصر نہ رہا اکثر لڑکیوں کی شادی کرادی ہے جو زندہ ہیں اکثروں کی تعلیم
کرائی ہر موقع پر بقدر وسعت مالی چندے دے اعزازی اسیسر رہا مدتوں
میونسپل کمشنر رہا اسکولوں کا سکریٹری رہا ۱۹۰۹ء سے آجتک بلا معاوضہ و
قدردانی گورنمنٹ بلا الزام اعزازی مجسٹریٹ رہا اور اب تک جو بدولت خیر اندیشی
قوم کے بدولت ایک سند اور ایک سارٹیفکٹ تمغہ گورنمنٹ سے عطا کی
گئی پبلک نے ضرور قدردانی کی مجھے کبھی کسی کو بے ایمانی اور بدنامی کا شبہ
ہوا انصاف کو ایمان کا سیر رکھا دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرتا رہا قوم
کی حالات سے آگاہی رکھا ہو اسٹرائیک میں قحط میں امداد کیا بیلذب میں
لوگوں کی حفاظت کیا کتابیں متعدد لکھی ہوئی اپنی ہستی کے اندر لوگوں کے
ساتھ امداد دیں کیں دلی حقوق کے حق ادا کیا انسانوں کے ساتھ حسن سلوک ہے

برتاؤ کرتا آیا آجتک کسی کو ضرر نہ پہونچایا بے ضرر زندگی گذارتا رہا کسی کا
مال نہ مارا کسی کی بے ایمانی نہ کی کسی کا دینا ہیرا پھیر نہ ہوا کبھی ڈگریوں کا
مدیون نہ ہوا نوکروں کی تنخواہ ماہ بماہ ادا کرتا رہا بہتیروں کی آبرو بچایا
ہزاروں کے مصیبت میں کام آیا اکثر زندہ ہیں جو تصدیق کر سکتے ہیں عیب
سے اپنے کو بچاتا رہا بفضل اللہ والوں نے ضرر پہونچایا مگر میں نے بدلا نہ لیا
لینے کا موقع کبھی آیا مگر بحمد اللہ بچا کیا خدمت خلایق کو بہترین ثواب جانا لوکل
بورڈ کا وائس چیرمین رہا ہوں میری ذریعہ ایمرتی کا مستحق ہوتا رہا ڈسٹرکٹ بورڈ
کا ممبر رہا پچاسوں کنواں لوکل بورڈ کے علاقوں میں ضرورت کی جانچ کر کے بنوایا
اکثر جگہ پر سڑکیں بنوائیں عمر بھر خدمت خلایق کو بہترین ثواب جانا
تمکنت دشمن ایمان جانا امرا سے دور فقرا سے اور غربا سے نزدیک
رہا لوگوں کی خوشامد نہ کی حق گوئی کو حق پرستی کو اپنا فرض گردانا لوگوں
سے کم ملتا اپنی الگ رہتا کبھی ابن الوقت بنا ابن لا بنا پسند کیا خودغرضی
کے وقت میں گانٹھنا اس لیے اکثر موقع پر گھاٹے میں رہا سیدھی سادی زندگی
گذاری نہ زیادہ میل جول نہ غرور نہ شرارت سے کام لیا الگ ملنگ، رہا
قمار بازی نہ کی نشہ خواری سے خدا نے بچایا کسی کو فوجداری مدعاعلیہ نہ بنا سکا
دنیا میں زیادہ درخور نکیا جو آگیا اخلاق برتا جو نہ آیا شکایت نہیں کیا
نہ کسی کا لینا نہ دینا خود مختار بے یار و مددگار خدا کے بھروسے پر زندگی
گذارتا رہا جو ہونا ہے ہو کر رہے گا سخت پریشان اور متردد منتشر زندگی
گذارتے ہوئے کبھی خواجہ پورہ کبھی دریاپور کوٹھی کبھی لودی کٹرہ رہا اس

حال میں کیونکر حکاموں کی خوشامد کرتا کہاں کہاں دوڑتا لڑکوں کی
نافرمانی کا غم بی بی کی ناقدری کا غم اون کی تہی دستی کا غم
سیکڑوں چیزوں کی چوری کا غم بربادی کا غم اکیلا چند مہینہ کو جاند چپ رکھی
لڑکی کی فرزندی گذری بڑی کا ماں باپ ہوں کے پیچھے رہنا پڑا ہوٹلوں میں
بار ہا کھانا پڑا اکثر فاقہ کشی کی نوبت دوسروں پر ظاہر کیا پوزیشن سنبھالنا پڑا
پبلک خدمات کرتا ہوا بسر کیا اب تو صحت اور یہ دونوں سنے دبا رکھی ہوئی ہے
سب وہی رہے برداشت سے باہر ہو گیا معذور گاناز دون کو کھونا پڑا
نوکروں کی بیوفائی عین بحالت بیماری بستر ایک بے توجہ بعض نوکروں
نے تمام ملازمین کو بہکایا آخر سب کو جواب دینا پڑا پھر بھی بی بی بچہ کام دے
سائی بھر خون پہونچ کر کی دوستی سے زیادہ کام دیتی ہے روزمرہ کے
آنے والے احباب نے یک قلم آمد و رفت بند کر دی ان سب تجربوں پر
کبھی راقم سب کی خدمت سے باز نہیں آیا اور لوگوں کو باور کراتا
ہوں کہ میرے پاس ایک چاندی کا چھلا اب میرے ملکیت میں نہیں ہے
نہ اب میں صاحب زکوٰۃ رہ گیا۔ لوگ مجھسے اسباب مانگنے آتے ہیں یہاں
دھرا کیا ہے انکار کروں تو کسی کو یقین کب ہے وہ وقت حسرت انگیز
اور عبرت خیز ہوتا ہے ہر ایک کے پاس چیزیں ہیں اور میں خالی
ہو گیا عزت سنبھالنا دشوار ہو گیا بس خدا کی قدرت یاد آتی ہے میرا اختیار
بھی نہیں ہے کہ اون لوگوں سے کسی کو دلوا دوں مجھے ذاتی ضرورت
ہوتی ہے تو محلہ کے چیز اور ابراہیم میاں کے یہاں سے منگوا کر دی گئی

والوں کے دوکان سے بھیج منگنی منگانا پڑتی ہے لوگوں کے
کے فائدہ پہنچانے کی غرض سے اگر کوئی جب منگنی دیجاتی ہے
تو لوگ اوسے صفا [illegible] کر دیتے ہیں بے رحمی کرتے ہیں اوسکی
مرمت [illegible] کرنا پڑتی ہے کیونکہ کوئی آئندہ
خدمت خلائق کر سکتا ہے پھر بھی [illegible] اپنے اوپر اس بلا کو لیتا ہے اور لوگوں کا
کام چلاتا ہے اگر [illegible] کسی وقت [illegible] تو یقینی اوسکی صفائی کا خرچ اپنے
ذمہ لینا پڑتا ہے یہ عیب خدمت خلائق کا [illegible] مجھ سے چھوٹ نہیں سکتا برائی ہو [illegible]
[illegible] میری پیدائش ہی کچھ ایسے ستارے کی ہے کہ جس کا اثر یہی ہے کہ
[illegible] کرنا پڑے گا [illegible] لینے کی ہمت نہ ہوگی نوشتہ تقدیر
سے لاچار ہوں راضی برضا مرضی مولا بہمہ اولی ہے ۔

چند نصیحت آمیز اشعار

چراغ کردہ ام روشن کہ در ہر خانہ می سوزد

انجام بخیر ابتدا بگڑی ہے — گھر گر نہ پڑے کہیں بنا بگڑی ہے
کشتی سے انیس ہم کنارے ہوے ہیں — اولٹا دریا بہا ہوا بگڑی ہے

موت آئے گی مرجائیں گے ڈرنا کیا ہے
جو کچھ ہو خوشی خدا کی کرنا کیا ہے

اولجھن تو یہ دل کی دور ہو جائے گی یہ بھید تو کھل جائے گا مرنا کیا ہے

سوز او در کعبہ بت خانہ یکساں دیدہ ام

من نمی دانم کہ ہندو است یا مسلمان ست شیخ

دیدار غنیمت است بنشین بنشین | ای یار غنیمت است بنشین بنشین
این یک دو نفس کہ ما و تو یکجاییم | بسیار غنیمت است بنشین بنشین

ز اوج طالع پروانۂ فانوس حیرانم
کہ در یک پیرہن آں شوخ با بیگانہ می سوزد

طفلی و دامان مادر خوش بہشتے بودہ است | چوں بپای خود روان گشتیم سرگرداں شدیم

چو کم عمر بیچہ ز مکتب شاد می آید
مرا بے ساختہ ایام طفلی یاد می آید

صد مسجد ویراں اگر آباد کنی | صد بندہ زر خریدہ آزاد کنی
صد سال بہ روزہ باشی و شب بیدار | چنداں نہ شود کہ خاطرِ شاد کنی

مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ہر چہ خواہی آں بکن لیکن دل آزاری مکن

قلوب المؤمنین عرش اللہ

اگر بر سر نفس خود امیری مردی | ور نکتہ بدیگراں نگیری مردی
مردی نہ بود فتادہ را پای زدن | گر دست فتادہ بگیری مردی

ہر غنچہ بشگفت الا دل من
اے وا دل من صد وا دل من

با سنگ طفلاں یارب چہ سازم | نازک دل من مینا دل من

دعا

خداوندا تو ہر بندے کو راہ مستقیم پر چلا سیدھے راہ پر لا ایمان والا بنا توحید پر مستقل رکھ۔ شرک و بدعات سے بچا کفر و الحاد سے محفوظ رکھ۔ معاملات درست ہوں۔ نفس مجلا ہو۔ ایمان مطلا ہو۔ موت باخبر ہو۔ دنیا و دین کی ذلت سے بچا دینی و دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر۔ تو رب العالمین ہے تو رحمٰن و رحیم ہے۔ تو ستار و کریم ہے۔ تو قادر مطلق اور حلیم ہے۔ تو دارین کا مالک۔ مالک یوم الدین ہے۔ اپنی جلالت اور ہیبت اور قدرت کاملہ کا اپنی خالقیت کے صلے میں اپنے ہر بندے پر رحم فرما۔ پردہ حجاب اکبر اٹھا۔ آنکھوں کا پردہ کھول۔ آنکھیں کھلیں اندھاپن مٹے۔ مرنے کے بعد کا رستہ سوجھنے لگے۔ لوگ بر سر حق ہو جائیں شیطانی دھوکے میں نہ آئیں ایک دوسرے کو ایذا نہ دیں تو منتقم حقیقی ہے۔ تیرے بدلے سے ڈریں۔ ہر کے دل کا خیال تو خوب جانتا ہے۔ سب کو خوب پہچانتا ہے تو حاضر ہے تو ناظر ہے۔ تو قادر ہے قیوم ہے۔ تو داتا ہے تو بینا ہے۔ اپنے ہر مقبول بندوں کے صدقے میں اپنے برگزیدوں کے طفیل میں معززا اور خدا رسیدوں کے

وسیلہ سے۔ رسولوں اور بزرگان دین کے سفارش کے بدلے تمام
گناہ گاران عالم پر اور سب کے صدقہ میں راقم اوراق پر نظر کرم فرما
اور دارین میں اوس کو ذلیل مت کر شدائد موت وعذاب قبر
وجہنم سے بچا۔ میں تجھ سے تیرے مذکور الصدر لوگوں کا وسیلہ دیتے
ہوئے پناہ کا طالب ہوں۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوا تیرے رحم وکرم کا
امیدوار ہوں۔ مروں تو مسلمان با ایمان مروں۔ عقیدہ راسخ ہو
خدا اور رسول کے سوا میرا امداد کرنے والا کون ہے۔ اے خدا اے
خدا ہم کو نار جہنم سے بچا۔ اے اللہ اے مالک میری عاقبت بخیر کر میرے
گناہوں کو بخش دے۔ میں تیرے خدا ہونیکا بدل مقر ہوں۔ میں
تیری خدائی کا بہ زبان و دل بتصدیق کامل قائل ہوں اور تیرے
رسولوں کو برحق جانتا ہوں کسی رسول میں فرق نہیں کرسکتا بعث ونشر کا مقر
ہوں۔ قرآن پاک کو سچا کلام خداوندی جانتا ہوں خدا کو اوسکی قدرتوں سے
واجب الوجود سمجھتا ہوں رسولوں کو اونکی حرکات عادات سکنات سے پہچانتا
ہوں۔ بزرگان دین کی بدولت راز دین سمجھ میں آئے اونکی بزرگی
مرے دل پر نقش کالحجر ہے۔ میں اقرار اسلام کرتا ہوں ایمان لاتا ہوں رسوم
اور بدعات سے بچنا چاہتا ہوں فرقہ محمدی میں داخل ہوتا ہوا اپنے
فسق وفجور سے توبہ کرتا ہوا امیدوار معافی ہوتا ہوں اور ایک سچے
مسلمان کی موت مرنیکا متمنی ہوں۔ یہ میرے اختیار سے باہر ہے

اے خدا! اے خدا میری تمنا پوری کر میری بن جائیگی تیرا کوئی نقصان نہیں
ہے مجھ سے بہتر! بہتر تیرے پاس کروروں موجود ہیں بخشدے یارب
بخشدے اپنے ذلیل و خوار بندے کو بخشدے سب مومنین و مسلمین میرے لیے دعائے
خیر فرمائے اور ایک بندۂ خدا پر احسان فرمائیں کسی سے کچھ طالب نہیں
ہوں مگر دعائے خیر کا امیدوار ضرور ہوں شاید کسی کے برکت سے مری بگڑی
بن جائے اور یہ گنہگار بایمان مسلمان رہے خدا کسی کی تو سن لیگا میرے
پاس کیا ہے کیا شئی کی نہائی کیا بچھوڑے گی۔ نہ ایسا تن وہن نہ ایسا
جوبنا۔ کیوں گھونگھٹ جب پیا گھر دیکھیں کا لیکے جیئے گو وزان۔
میرے پاس بس ایک ڈھال ہے جو خدائی تلواروں کو روک سکتی ہے
وہ لا الہ الا ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ
خدا خدا اور بندہ بندہ ہے۔ میں خدا اور رسول کو ساتھ لیکر جانا
چاہتا ہوں اور بزرگان دین کا سہارا درکار ہے اللہ بس
باقی ہوس ہے۔ ہر پتہ گرے گا۔ ہر پھول مرجھائے گا ہر شئے
کملائیں گے ہر نفس مرے گا اِنا للہ و انا الیہ راجعون

راقم اوراق احقر زمن
بندہ بدر الحسن لودی کٹرہ پٹنہ سٹی
۳ رجولائی سنہ ۱۹۳۱ء
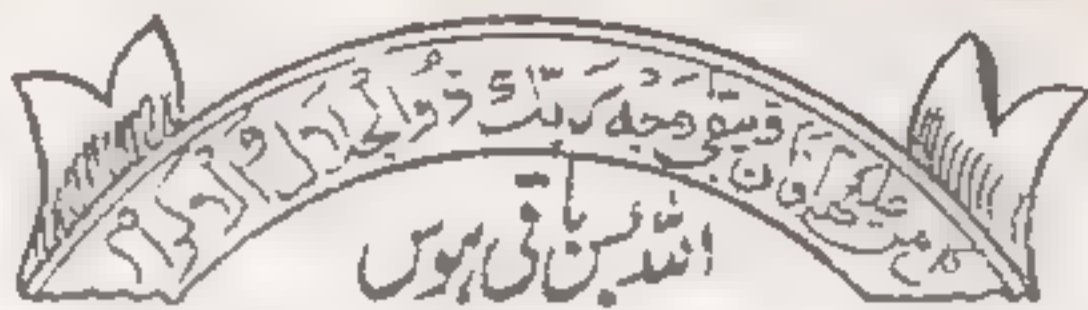
كل من عليها فان و يبقىٰ وجه ربك ذو الجلال والاكرام

اللہ بس باقی ہوس

اس کتاب میں شہر پٹنہ مالسلامی کے برادران میر، غریب عزیز و معزز لوگوں کی سوانح عمری و دیگر حالات اور ان کے متعلقات برادری لکھی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مذہبی ہدایتوں کا پہلو بھی موجود ہے۔ اصلاح قومی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تمدن و سیاست پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے بہتیرے معلومات کا ذخیرہ ہے

موسوم بہ

یادگار روزگار

یہ پہلا حصہ مالسلامی وارڈ کا ہے بقیہ ما بقی لوگوں کا حال حصہ دوم میں ہے جو زیر طبع ہے یہ کتاب چھ وارڈوں پر لکھی گئی ہے۔ مالسلامی۔ چوک۔ خواجہ کلاں۔ عالم گنج۔ سلطان گنج۔ بانکی پور اور پیر بہور۔ اس کے ساتھ بہتیرے ضمیمہ ہیں جس میں علما۔ مشائخ۔ ڈاکٹران۔ اطبا۔ جراحان۔ اطراف پٹنہ کے بہتیرے خاندان کا حال اور مذہبی نصیحت آمیز باتیں درج ہیں ہر وارڈ کی قیمت جدا جدا ہے

مرتبہ

سید بدر الحسن سینیر اعزازی مجسٹریٹ سٹی کورٹ و رئیس محلہ لودی کٹرہ شہر پٹنہ ہے

یہ کتاب بغرض نفع نہیں لکھی گئی ہے بلکہ بغرض فائدہ رسانی خلق اصلی لاگت پر بیچی گئی چونکہ اور حصے زیر طبع ہونے والے ہیں اس لئے مفت کسی کو نہیں دی جائیگی قیمت مالسلامی وارڈ حصہ اول معہ ضمیمہ طیار شدہ ہے

جس کتاب پر مولف کا دستخط نہ ہوگا وہ مال مسروقہ متصور ہوگا کوئی صاحب رکھنے کا قصد نہ فرمائیں گے ورنہ نفع کی جگہ نقصان اٹھائیں گے :-

ملنے کا پتہ- مولف سے معلوم ہوگا

صرف ٹائٹل دلکش پریس گذری بازار پٹنہ سیٹی میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات مالسلامی وارڈ پٹنہ

عـ۱ حکیم محمد امیر مرحوم بہت بوڑھے خوش عقد ور ئیس گذرے ہیں۔ وہ عربی۔فارسی اچھی جانتے تھے۔ اور بہت کثیرالاولاد تھے۔ اون کو ایک ہی بی بی سے ۱۶ یا ۱۵ اولاد موجود تھی۔ مگر سب اولاد قریب قریب جوان اور صاحب اولاد ہو کر مری حکیم صاحب کے آخری زندگی میں صرف ایک اولاد ذکور نہال میاں مرحوم زندہ رہ گئے تھے۔ اور دوسری بی بی سے بھی اون کو چند اولاد تھی جس میں سے صرف حسینی میاں اور شاہد میاں بہت کمسن زندہ رہ گئے تھے۔ اور اولاد اناث زندہ تھی۔ یہ برابر شملی میں مقیم رہے۔ اور بڑے داب کی زمینداری کی۔ دیہات کے لوگ گو شہر کے اندر آیا کرتے تھے۔ تاہم اون لوگوں پر بہت رعب ان کا پڑا ہوا تھا۔

چاروں طرف مکان کے آس پاس ان کی زمین۔ کھیت۔ مکانات
کرایہ کے بہت تھے۔ لوگوں پر بڑا دباؤ تھا۔ ایک دیہاتی
زمیندار کے حیثیت سے ان کا سلسلہ زندگی رہا۔ اس لئے ان کی
زندگی آسائش وآرام کیلئے کی گذری۔ گھوڑے گاڑی۔ بیل۔ گائے
بھینس۔ بکرا بکری۔ مرغا۔ مرغی۔ بط۔ ہاتھی۔ اور پرند جانور
بولنے والے بہتیرے سب پلے ہوئے تھے۔ نوکر چاکر۔ کمیرے
وافر موجود تھے۔ بڑی بھاری خانہ داری تھی۔ اور بڑی مہمانداری
تھی۔ دروازہ پر مولوی صاحب نوکر تھے۔ جو لڑکوں کو اردو۔
فارسی پڑھاتے تھے۔ برادری کے غریب لڑکے کھانا
پاتے تھے۔ اور طالب العلم کے حیثیت سے تعلیم پاتے
تھے۔ اوس وقت کی روش ہی ایسی تھی۔ کہ ہر امیر کے گھر مکتب خانہ
ضرور رہتا تھا۔ اور طالب العلم ضرور رہتے تھے۔ جن کی مفت
تعلیم امیر قرابت والوں کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی۔ کم خرچ
میں غربا کے لڑکے ضرورت زمانے کے موافق تعلیم پاکر تیار
ہو جاتے تھے۔ والدین کو تعلیم کی چنداں فکر نہ تھی۔ ایک ایک
امیر کے بدولت بہتیرے غریب پرورش بھی پا لیتے تھے۔
اور تعلیم بھی ہو جاتی تھی۔ اپنے اپنے تقدیر کے مطابق
کمانے لگتے تھے۔ انھیں مفتیہ مکتب کے خواندہ اور
تعلیم یافتہ لوگ بڑے بڑے عہدہ پر ملازم بھی ہوا کئے
اور بہت کچھ کما کر چھوڑ گئے۔ اوس امیر کی زندگی جس کے

بدولت لوگ تیار ہوا کرتے تھے۔ بہت خوش زندگی گذرتی تھی۔ اس احسان کے بدلے طلبار اولاد سے زیادہ خدمت گذار ہوا کرتے تھے۔ جس کے دروازہ پر جاتے ایک آبادی معلوم ہوتی تھی۔ ہر تقریب میں پچاسوں آدمی مفت کے مددگار ہوا کرتے تھے۔ خود طلبار اور ان کے اقربا ہمدردی اور خیراندیشی سے کام کرنے موجود ہو جاتے تھے۔ بیماریوں اور مصیبت کے وقت میں سب شل سوانگ کے شریک رہتے تھے۔ راقم کے یہاں اور تمام رؤسائے شہر کے یہاں اور ہر خانقاہوں میں ہر سجدہ گاہوں میں طلبار کا جماؤ رہتا تھا۔ ہر جگہ طلبار کا مفتیہ ہوسٹل تھا۔ لوگ رہتے اور میاں جی اور مولویوں سے جو رؤسا کے یہاں مقرر تھے۔ مفتیہ پڑھتے رہے اسلامی سررشتہ تعلیم کا کوئی صرفہ نہ تھا۔ اور وافر آدمی پڑھکر ہر سال نکلا کرتے تھے۔ جب سے یہ طریقہ بند ہوا ہمکت گئی۔ آبادی گئی۔ غربا کی تعلیم گئی۔ فراہمت داری گئی۔ احسان مندی گئی۔ نفسی نفسی کا معاملہ ہو گیا۔ اپنے اپنے فکر میں لوگ پڑ گئے۔ غربا کی تعلیم مفتیہ کا طریقہ بند ہو گیا۔ جہالت پھیلی۔ انگریزی تعلیم پر لوگ لوٹ پڑے اخراجات بڑھے۔ دن بدن روش بدل گئی۔ رفتہ رفتہ مذہبی تعلیم میں کمی آئی۔ جدید تعلیم کا اثر پھیلا۔ اب دنیا کا جو رنگ ہے۔ وہ سامنے موجود ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں مگر جنازے کی نماز پڑھنا نہیں جانتے۔ بڑے بڑے عہدہ دار ہیں

مگر دتر کی نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ نہیں کہہ سکتے۔ ہزاروں فلسفہ کے مسئلہ یاد ہیں مگر ایک درود بھی یاد نہیں ہے لاکھوں آدمی کہنے کو مسلمان ہیں۔ مگر کلمہ بھی پڑھ نہیں سکتے جنٹلمین ہیں۔ مسلمان کے گھروں میں پیدا ہیں۔ باپ دادا بزرگان دین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مگر وہ پاکی ناپاکی کا حال نہیں جانتے۔ عوام ان کو مسلمان کہتے ہیں۔ نہ روزہ ہے۔ نہ نماز ہے۔ نہ وضو جانتے ہیں۔ نہ غسل کے فرائض سے واقف ہیں۔ نہ نذر و نیاز کے طریقے معلوم ہیں۔ وعظ و نصیحت خوب سنتے ہیں۔ مولانا کی تعریفیں خوب کرتے ہیں۔ خانقاہوں کے مرید ہیں۔ پیر میاں کہتے بجا سبحے ننگے ہیں۔ عرسوں میں پلاؤ خوری کے لیے حضرت کے حلقہ میں گئے۔ پیر صاحب کے صدقے ہیں۔ خاطر داشت ہوئی۔ چائے۔ حقے۔ پان ملے۔ پلاؤ خوریاں ہوئیں یہی تو کمال مریدی ہے۔ کسی کو اگر سچا حال آیا تو اپنے کو کود پھاند میں بے حال کر لیا۔ اصلی حال والے بدحال ہو گئے یہ سب باتیں جہالت مذہبی کے بدولت پھیل گئیں۔ میاں جی کے تعلیم میں پہلے تو تہذیب و تربیت کا بہت خیال تھا لڑکے صبح اٹھے۔ والدین کو سلام کیا گیا۔ منہ ہاتھ دھولائے گئے۔ باسی بھات۔ بابونٹ کا ناشتہ ہوا۔ مکتب خانے پہونچے۔ میاں جی نے سلام لیا۔ ہر آقا کو سلام کیا گیا۔

پھر مکتب میں چہارڈہ پارہ پارہ سے دلایا جاتا تھا۔ لڑکے کام کے عادی بنائے جاتے۔ میاں جی کی ڈبری دہوئی گئی۔ حقہ چڑھا میاں جی پیر مغاں ہو کر بیٹھے۔ لڑکے ڈیوٹی پر آ گئے سارے لڑکوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا غل مچایا اتنے معصوم غریب وامیر کے بچوں نے ملکر خدا کا ڈنکہ بجایا۔ خدا نے بھی اپنے شان رحمانی اور رحیمی کو جوش میں لایا۔ اور ہر ایک کو برکت دیتا تھا۔ یہ تو ایک طرح کی عبادت تھی جو کورس یعنی جمع کرکے خدا کی حمد وثنا کیے گئے اس کے ثواب اور برکت کو کوئی دنیا میں سمجھ سکتی ہے۔ قرآن کا اموختہ ہوا پھر چھوٹی چھوٹی کتابیں جس میں تمام تر مذاہب کی خوبیاں بھری تھیں لڑکے پڑھنے لگے۔ ایک دوسرے کو سنتا ہے بچپن سے کان میں باتیں آ رہی ہیں۔ دماغ تیار ہو رہا ہے۔ مذہب کی حرمت اور اس کی اچھائی دل پر نقش ہو رہی ہے۔ رفتہ رفتہ کریما آغاز ہوئی جس کے اندر اخلاقی تعلیم از سر تا پا بھری ہوئی ہے۔ پھر مقیماں سامنے آئی۔ جس کے اندر تمام تر روحانیات کی تعلیم ہے۔ پھر محمود نامہ آغاز ہوا جس میں رسالت کی بڑائی سامنے آئی۔ اب آمد نامہ اور قواعد کی تعلیم ہوئی۔ اب گلستاں بوستاں کی سیر کرائی گئی جو دنیا میں بہترین کتابیں ہیں۔ کس کس پہلو سے دین دنیا کی تعلیم اس کے اندر ہے۔ کیا کیا عقلمندی کی باتیں اس میں ہیں ان سب

باتوں پر پانی پھر گیا۔ اس لئے میری قوم ڈوبتی گئی امراد بیچارے فیشن کے پابند نام پر مرنے والے جدھر دنیا گھومی گھوم گئے رواسم بدل گئے رخ پلٹا۔ مسلمان ان باتوں کا خمیازہ خوب اوٹھا رہے ہیں رؤسار کی حالت خود بدل گئی۔ اون کے اندلنر خود بدلے ابتر حال میں آگئے اجماعی قوت کم ہو گئی۔ خود حکیم صاحب کا خاندان اوس حال میں نہیں رہا۔ حکیم صاحب نے اولادوں کا صدمہ بہت اوٹھایا۔ طبیعت ہی بدل گئی۔ راقم نے اون کو بہت بوڑھا دیکھا۔ جب اون کو طاقت نشست و برخاست کی کم تھی۔ تاہم وضع داری میں فرق نہ تھا۔ برابر دربار قائم رہا۔ حکیم صاحب مرتے دم تک گھوڑا پر سوار ہو اکئے۔ آخر عمر میں وہ لودی کڑہ کے مکان میں بہت رہے۔ سلی میں لڑکوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ہفتہ میں ایک دن ران سواری پر جاتے تھے۔ صبح کو مطب کرتے فیس نہیں لیتے تھے۔ غربا کا علاج مفت کرتے تھے۔ اور اچھا علاج کرتے تھے۔ مخیر آدمی تھے۔ پرانی وضع کا لباس تھا۔ پرانی روش تھی اونھوں نے عمر بھر انگریزی انداز نہ اختیار کیا۔ نہ لڑکوں کا ہونے دیا۔ بعض لڑکے انگریزی داں بھی تھے۔ اُن کی قرابت داری قصبہ کسیر علاقہ سون پور میں ہے۔ اور لودی کڑہ کے رؤسا کے یہاں قرابت داریاں ہیں۔ دیہاتوں میں قرابت داریاں ہیں۔ انھوں نے اپنے لڑکے نہال میاں کے نام ایک وثیقہ بھی کر دیا تھا۔ اور سارے اسٹیٹ کا مالک بنا کر بقیہ

اولاد کو ان کے سپرد کیا تھا۔ اونھوں نے اپنے وقت تک
باپ کے مرضی کے مطابق صحیح یا غیر صحیح طور پر بسر کر دیکھایا
ورثاان سے دبتے رہے۔ سب کی خبر گیری مثل مورث
کے کرتے رہے۔ گو ورثا راضی نہ رہے۔ مورث اپنے
خاندان کے ممبروں کے چلن اور مزاج سے واقف رہتا ہے۔ اسلئے
اوس کی قواعد ورثا کو علی العموم پسند نہیں ہوا کرتی کسی خیر اندیش
مورث سے ورثا ہر گز خوش نہیں ہوتے۔ جو خیر اندیش ہوتا ہے
دباؤ دیتا ہے۔ صحیح راہ چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ کمسن آزادی
چاہتے ہیں۔ اور اگر آزادی دی گئی تو برباد ہو جاتے ہیں۔
اس لئے مورث کے دشمن رہتے ہیں اور بد دعا کرتے ہیں۔
جب خود اوسی جہت پر آجاتے ہیں۔ اون کا بھی وہی حشر
ہوتا ہے۔ راقم نے بہتیرے نوجوانوں کو اوس زینہ پر
آجاتے دیکھا۔ اور اون سے پوچھا میاں وہ گذشتہ ریمارک
جو آپ اپنے مورثوں پر کیا کرتے تھے۔ وہ صحیح تھے۔ یا غلط
تو اون جوانوں نے اس درجہ ندامت ظاہر کی کہ جس کا علاج
کچھ نہ ہو سکا۔ وہ مواقعات جا چکے تھے۔ بے گناہ وہ اپنے سر لیکر
اور خود خمیازہ بھگت گئے اوس زمانے کے نوجوان اس قدر
آزاد نہ تھے جواب ہیں۔ یہ ترقی یافتہ زمانہ ہے۔ جو باپ کو
ایک دوست کے حیثیت سے جانتا ہے۔ ول فادر ہیو یو سیم کا
وقت ہے۔ وہ وقت وہ تھا۔ کہ ایام جہالت فرمائے والدین

کے بغیر اجازت کوئی دروازہ کے باہر باوجود صاحب اولاد
ہو نیکے نہیں جا سکتا تھا۔ راقم نے دیکھا ہے۔ کہ کوئی
اولاد جو صاحب اولاد بھی ہو چکی تھی۔ بلکہ در اولاد بھی
موجود تھی۔ اپنے والدین کے سامنے عضبہ تک نہین
کرتے تھے۔ تمام دنیا کے عیوب بھی کرتے تھے۔ مگر
والدین سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ والدین جانتے
بھی رہے۔ مگر دونوں اس قدر کوشش کرتے کہ
اولاد چاہتی رہی۔ کہ والدین کو خبر نہ ہو اور والدین
اس قدر بچاتے تھے۔ کہ لڑکوں پر یہ راز نہ کھلے۔ کہ
والدین واقف ہو گئے ہیں۔ راقم نے تازندگی اپنے باپ
یا میاں کے سامنے حقہ استعمال نہ کیا۔ بلکہ اون سے
ہم نشینوں کے سامنے بھی تا بعمر اون لوگوں کے احتیاط
پر تا گو والدین کو معلوم تھا۔ کہ میں حقہ پیتا ہوں۔ پان کھانا
اور منھ لال کر کے بزرگوں کے سامنے جانا یا اون
لوگوں کے مجمع میں ضرورت سے زیادہ گفتگو کرنا معیوب تھا
اٰج کے ترقی یافتہ زمانے کو دیکھئے باپ سے بزردہ مانگا جاتا
ہے اور اس وقت کے جاہلیت کو ملاحظہ فرمائیے مجھے ایسا بھی
دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کہ علماء نے آپنے والدین سے
قصور کی معافی کے بابت انکار کیا۔ اور معافی نہیں چاہی
یہ موجودہ زمانے کا حال ہے۔ اور راقم خود والد کے مرنے

کے کچھ پیشتر دو گھنٹے ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہا۔ اور آنسوؤں سے روتا
رہا اور معافی کا امیدوار اور مستدعی رہا اوس وقت راقم کی عمر
پچاس سے اوپر تھی۔ اور راقم کے نانی۔ پوتے۔ بی بی بچے
ماں۔ اور تمام اہل خاندان وہیں پر موجود تھے۔ راقم اون کی
رضامندی کو اپنا وسیلہ نجات جانتا تھا۔ اس جہالت کے تعلیم کو
ملاحظہ کیجئے اور اب کے زمانے کی تربیت و تہذیب کو ملاحظہ
فرمائیے۔ بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی اس کو
پسند نہیں کر سکتا۔ اسے ترقی جانئے خواہ اوسے تنزلی جانئے
اور جہالت کا وقت فرمائیے اس کا تصفیہ مذہبی کتابوں سے
ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد کے زبانی چشم دید ایک
نقل سنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ راقم کے حقیقی چچا مولوی نورالحسن
مرحوم کی شکایت اون کی اہلیہ نے مولوی شیر علی دادا مرحوم
سے راقم کے کی۔ جب دادا مرحوم زنانے میں گئے اوس
وقت اون کی لڑکیاں اور اون کی اولاد اور مولوی شیر علی
مرحوم کی دوسری بی بی سب زنانے مکان میں موجود تھیں
اور والد مرحوم اور چچا مرحوم اوس وقت ناشتہ کہا رہے تھے
چچا مرحوم کے منھ کے اندر نصف جلیبی اٹکی تھی۔ اور نصف
ہاتھ میں تھی۔ اوس وقت چچا مرحوم کی عمر ۲۵ برس سے زیادہ
کی ہو چکی تھی۔ دادا مرحوم نے جاتے کے ساتھ ہی دو تمانچے رسید
کئے منھ سے جلیبی کا ٹکڑہ نکل پڑا اوس وقت تک اون پر اظہار قصور

بھی نہ کیا گیا۔ کہ وہ بدچلن ہو گئے ہیں۔ چچا مرحوم چپ بلا جواب
اٹھ کر باہر گئے۔ چند روز ندامت سے عورتوں میں جانا
چھوڑ دیا۔ اس کے سوا کوئی اعتراض بے ساختگی کے مارکا
باپ سے نہ لیا۔ اور عمر بھر باپ کے تابعدار اور محبت دار رہے
اوس ایام جاہلیت کو مذہباً تو بہترین زمانہ کہنا چاہیے ترقی یافتہ
لوگ جس عنوان سے چاہیں فتویٰ دے سکتے ہیں۔ وہ
سب بوسیدہ اور پرانی تعلیم کا اثر تھا۔ میں نے خود حکیم صاحب کے
بیٹے بکو میاں کو دیکھا۔ جن کی عمر چالیس کی ہوگی۔ اور دو صاحب
اولاد تھے۔ میونسپل کمشنر بھی تھے۔ باپ سے تھر تھر کانپتے
ہے اور حالانکہ وہ جدا خانہ دار تھے۔ اور اسی لودی کٹرہ کے
مکان میں رہتے تھے۔ یہیں مرے۔ اپنے ہم نشینوں کے
ساتھ انداز زندگی عیش کی گذار گئے اب تک لودی کٹرہ کا
مکان یہیں قائم ہے۔ انھیں کے اولاد میں بہاری میاں تھے
جن کی قرابت داری بخاندان منشی سراج الدین مرحوم بخاندان ننھے صاحب
برادر پیارے صاحب کنگھیا ٹولہ میں تھی۔ دوسری اولاد محمد اسحاق
تھے جن کی تعلقات نوادہ اور ببن صاحب کی سسرال دوم
کے خاندان سے ہیں ببن صاحب کی دوسری شادی مولوی
وزیر الدین کے خاندان میں ہوئی۔ ان کے تعلقات نوادہ میں
ہیں۔ ان کے تعلقات بلچھی درگاہ سے ہیں۔ ان لوگوں کے تعلقات
خاندان دیوان مولا بخش رسول پور والوں سے ہیں۔ محمد اسحاق

کی شادی کلو میاں کی بہن سے ہوئی ہے۔ کلو میاں کی شادی اسلام پور میں بخاندان چودھری ظہور صاحب ہوئی۔ چودھری ظہور صاحب چودھری واحد علی کے بیٹے تھے۔ جو ایک دولت مند مشہور و معروف خاندان ہے۔ اسلام پور اسٹیٹ مشہور جگہ ہے چودھری واحد علی کی لائف قابل الذکر ہے۔ وہ اسلام پور کے حال میں ملے گا۔ چودھری ظہور صاحب نے اپنی زندگی مذہبی گذار کہ بہترین مخیر اور بڑی جابر زمیندار گذرے سیکڑوں بگہ کا باغ لگایا۔ اس صوبہ بہار میں ان کی باغوں کے آم سے بہتر آم کہیں نہیں ہے۔ اسی خاندان کے مقبول احمد خاں ہیں جن کو پٹنہ سے تعلق تھا۔ ان لوگوں کی قرابت داریاں پٹنہ میں زیادہ ہیں۔ چودھری اکرام الدین اور ان کے بھائی سب کے اسلام پور میں نام لیوا موجود ہیں۔ منشی سراج الدین کی لاش صدر گلی میں مقتول حالت میں سڑک پر پائی گئی تھی۔ اور قاتل کا پتہ نہ لگا۔ وہ خون ہضم ہوگیا۔ حالانکہ وہ خون اجباب وقت کے ذریعہ سے بحالت رندی ہوا تھا۔ لاش کے پوسٹ مارٹم کے وقت راقم موجود تھا۔ ان کے بیٹے حسن کا نام میں بھولتا ہوں بھگو مشہور تھا۔ مولوی منیر صاحب صدر گلی کے داماد تھے۔ اور ایک داماد مولوی ابوالعاص پھوپھی زاد بھائی راقم کے تھے۔ ابوالعاص میاں کے داماد مولوی منظور احمد وکیل ولد مولوی منال حسن بیرسٹر مرحوم ہیں۔ مسٹر منہال

حسن ولد مولوی علی حسین ساکن دیاؤ بھی راقم کے پھپھو پھوپا دبھائی تھے۔ منشی سراج الدین اور مولوی معیز الدین بازیت پور گئے تھے۔ ان لوگوں کو تعلقات خاص خاندان شاہ رستم علی مرحوم سے تھا شاہ رستم علی مولوی شیر علی دادا مرحوم کی چوتھی شادی سے سسر تھے۔ رانی پور والی دادی جن کی چھ لڑکیاں تھیں جن کے درشا رانی پور والے اولاد مولوی شیر علی کہلاتے ہیں سب کو تعلق خاندان شاہ رستم علی سے ہے۔ دوسرے لڑکے نہال میاں حکیم صاحب کے تھے۔ وہی جانشین حکیم صاحب کے رہے اونھوں نے بڑی آرام وعیش کی زندگی گذاری اچھی زمینداری کر گئے۔ ان کی پہلی شادی رائکی پورہ میں ڈاکٹر ولرث حسین ساکن دوندی بازار و شاہ صیف الدین عرف جمی میاں ساکن رائکی پورہ کے بہن سے ہوئی تھی۔ اوس سے ایک لڑکا وزیر مرحوم تھا۔ جو جوان ہوکر مرا اوس کے بعد بی بی مریں نہال میاں کو لائف بدلنا ہوا دل بستگی کی ضرورت ہوئی کچھ تنیت کا شوق کیا۔ پھر دیہات میں شادی کر لی غالباً براؤنی یا نزلوان میں ہوئی۔ پھر اونھوں نے خاندان مولوی فضل الرحمٰن ڈومری میں ایک شادی کر لی مولوی فضل الرحمٰن نے درزی ٹولہ بانکی پور میں اپنی شادی کی تھی اوس شادی سے اولاد ذکور ولاناث تھی۔ دو لڑکیوں میں سے ایک نہال میاں سے بیاہی گئی دوسری میر جلال الدین کے بیٹے فرید میاں سے بیاہی گئی۔ نہال میاں

کے داماد منان میاں ولد شاہ لال مرحوم ہیں۔ اور ایک داماد
قاضی افضل حسین ولد قاضی اجمل حسین خاں بہادر سے بیٹے ننھو
میاں ہیں۔ یہ سب لوگ صاحب جائداد اور رئیس زادے ہیں۔
میر جلال الدین کی لڑکی شاہ حبیب الحق صاحب کی ایک بی بی
تھیں۔ جو انتقال کر گئیں۔ اوس کا لڑکا نفیس تھا جو بعارضہ
کزاز مر گیا۔ حکیم صاحب کی ایک بی بی درزی ٹولہ محلہ بانکی پور
کی تھیں۔ اس محل سے حسینی میاں و شاہ میاں زندہ ہیں
ان لوگوں نے اپنی جوانی خود خراب کیا۔ گوشہ نشین ہیں۔ آمدنی
سے گذران کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی صحت بعض غفلت کی وجہ سے
خراب ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کا شباب دیکھنے کے لائق تھا۔ ان
لوگوں نے علیش نہیں کیا۔ جس تس گزران کر رہے ہیں۔ زمین
در فت تمام کی بوجہ خرابی صحت و عدم الفرصتی اپنی چھوڑ دیا۔ ان
لوگوں کی قرابت خاندان شاہ واجد حسین درگاہ شاہ ارزانی کے
یہاں ہیں۔ اور خاندان شاہ محمدن لودی کٹرہ کے یہاں تھی میر
امیر جان لودی کٹرہ سے بھی تعلقات ہیں۔ بودا میاں برادر
شاہ حامد حسین صاحب سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں قدس سرہٗ
اس خاندان کے داماد ہیں۔ اون کے اولاد ہے۔ حسینی میاں کو
اولاد ہے۔ شاہ میاں کو اولاد ہے۔ شاہ واجد حسین کے بعض
اولاد بخاندان منشی طہارت حسین کمفی گنج بیاہی گئی ہے منشی
طہارت حسین قاضی حامد رسول ساکن فرید پور کے خسر تھے۔ جو

ٹکاری میں رہتے تھے۔ اور حکیم قطب صاحب کے چچا تھے۔ اور حکیم قطب صاحب کے بھائی کی لڑکی سے محمد یحییٰ ولد قاضی حمدو بیاہی گئی ہیں۔ حمدو میاں راقم کے پھوپھزاد بھائی ہیں۔ اور بشیر میاں ولد قاضی نعمت مرحوم ساکن خواجہ پورہ کے سسر ہیں۔ قاضی نعمت حمدو میاں کے حقیقی بھائی تھے۔ جو جناب میاں ریحان صاحب تکیہ شاہ کمسینا صاحب کے سجادہ نشیں کے داماد تھے۔ بعض اولاد شاہ واجد حسین مذکور کی میاں ریحان کے لڑکے غفور ریحان سے بیاہی ہے۔ جو میونسپل کمشنر ہیں۔ میاں ریحان کا مکان لودی کٹرہ میں ہے اون کا لڑکا محمد نواب دارو غہ ہیں۔ عطو ایک لڑکے میونسپلٹی میں انسپکٹر ہیں۔ اور عسکری خاں کے داماد ہیں۔ جو لال گنج کے رہنے والے ہیں یہ خاندان لال گنج کے قریب ایک دیہات میں ہے۔ جو مشہور خاندان ہے اسی خاندان کے رضا حسین دندان ساز تھے۔ اور مہدی خاں تھے۔ اس خاندان کے لوگ مظفرپور میں وکلا تھے۔ اور چندوارا میں رہتے تھے۔ متمول اور مشہور لوگ تھے۔ بعض اولاد شاہ واجد حسین کی خاندان دارو غہ پیر علی شاہ گنج میں بیاہی ہے۔ دارو غہ پیر علی کا خاندان متمول مشہور تھا۔ اون کے بیٹے جنت تھے۔ اون کے بھانجے ابتک اس خاندان میں زندہ ہیں۔ اسی خاندان میں حدید میاں نگر نہسہ ولد مولوی وحید الحق کی قرابت داریاں ہیں۔ خود شاہ واجد حسین نے

جنہ مشادیاں کرلیں تھیں۔ اور کثیر الاولاد آدمی ہیں۔ ایک
شادی ننھے میاں کی لڑکی سے کیا تھا۔ ننھے میاں امیرجان
میاں کے سالے تھے۔ ان لوگوں کا مکان صدر گلی میں تھا
ننھے میاں داروغہ میر علی کے داماد تھے۔ ننھے کے بھائی
آغا میاں تھے۔ ان لوگوں کی مالی حالت اچھی تھی۔ مکانات
تھے تجارت تھی۔ سب کواں لوگوں نے اپنے وقت میں ضائع
کیا۔ اب مالی حالت ان لوگوں کی خراب ہے۔ امیر جان میاں
مغل پورہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کی برادری عالم گنج میں
ہنوز ہے ان کے حقیقی چچیرے بھائی زندہ ہیں۔ جو زردوزی
کرتے ہیں۔ ان کا مکان زنانے ہسپتال کے قریب ہے۔
میر عمر دراز رئیس کے یہاں مدتوں رہے بعد مرنے اون کے
اس محلہ میں آکر رہے۔ اور بھولی بیگم اون کی بی بی کے
ذریعہ سے جائداد و زمین ہاتھ آئی۔ یہ سب میر عمر دراز کی زمین
تھی۔ امیر جان کا اچھا اقبال تھا۔ آخر عمر میں ان کو تکلیف ہوئی۔
بوڑھے ہوگئے گھر میں سوانگ کم ہوگئے۔ لاولد تھے۔ ساڑھو سے
لڑکوں کو پالا عابد حسین ایک لڑکا کار پردازی کرنے لگا۔ اوس
نے اچھا کمایا۔ خود ان کے یہاں کارگر وافر ہے۔ مگر کاریگروں
میں بناکا ٹی نہیں رہتی اور اس لڑکے سے آخری کوٹھیاں نہ کیا
مال جتنے داموں آیا اوتھیں داموں لیا۔ اس گھر میں بہت سی جائیں
تلف ہوئیں۔ جو کچھ مال تھا۔ بے برکتی سے ضائع ہوا گھر پڑا

آگیا۔ اور آخری وقت سب کا برا گذرا ایک لڑکا عابد حسین گکسن جمال پور میں تعلیم پاکر نکلا ہے۔ شائد دن پلٹے دراصل نیک نیتی بہتر سی چیز ہے۔ جو دین و دنیا میں فائدہ دہندہ ہے۔ مجو ایک لڑکا اس خاندان کا زندہ ہے۔ جو زردوزی کرتے ہیں اور مولود خوانی کر لیتے ہیں۔ اور مفصل حال لودی کڑہ میں ملیگا۔ شاہ واجد حسین کے والد کلن شاہ تھے جو گدی پر بھی بعد داتا نجف شاہ کے بیٹھے تھے۔ اور چند ہی روز میں انتقال ہوا۔ بہت بوڑھے آدمی تھے۔ داتا نجف شاہ بہت عمدہ آدمی تھے۔ اور نانا قدس سرہٗ سے بہت ربط رہا اس خاندان سے راقم کے خاندان سے خاندانی ربط قائم رہا ہے اور کبھی رنجش نہ ہوئی حکیم محمد امیر کے خاندان سے اج تک ہر ہر لڑکوں سے ربط رہا۔ آج تک کوئی رنجش نہ ہوئی۔ اس گھر لڑکے کو پرانی تعلیم کا اثر اب تک ہے اور پرانی باتوں کو جنہوں نے دیکھا ہے۔ سنائے ہیں۔ ننہال میاں نے ایک شادی مظفر پور میں بخاندان نواب محمد تقی خاں صاحب کر لیا تھا۔ نواب صاحب بہت مشہور آدمی گذرے اور بہت بوڑھے ہو کر مرے بہ کثیر الاولاد اور کثیر الحمل آدمی تھے۔ ان لوگوں کے تعلقات اس شہر میں خاندان گذری سے بھی ہیں۔ اسی خاندان کے آدمی ججن صاحب کے نانا امیر صاحب تھے۔ اسی خاندان کے آدمی وزیر صاحب۔ بہاری صاحب گیا کے خالو تھے۔ جو گیا

میں بہت نامور اور حکام میں آدمی گذرے ۔ اسی خاندان کے آدمی قاضی محمود
صاحب تھے ۔ جو مظفرپور میں ممتاز لوگوں میں تھے ۔ انھیں کے خاندان کے محمد
تقی ایک لڑکے تھے ۔ جو گذری پر بہت آیا کرتے تھے ۔ ان صاحبزادہ کو نوجوانوں
نے دیکھا ہوگا ۔ جج صاحب خوب واقف ہیں ۔ قاضی محمود صاحب کے خاندان کے
مرزا خادم حسین تھے ۔ جو مظفرپور میں ممتاز نوجوانوں میں گنے جاتے تھے اس
خاندان کے لڑکے نظیر مرزا صاحب زندہ ہیں ۔ اسی خاندان سے تعلق
مرزا عباس حسین کو تھا ۔ علی نواب صاحب کی اولادیں عباس حسین کے
خاندان میں بیاہی ہیں ۔ خود علی نواب صاحب کی سسرال بھی اسی خاندان میں
تھی ۔ سلطان حسین اسی خاندان کے لڑکے تھے ۔ یہ کسمہ کا خاندان ہوا جاتا
پورا محلہ کا محلہ آباد ہے ۔ بڑی دور تک حلقہ ہے ۔ پچاسوں کوٹھیاں جدا جدا
ہر ہر آدمی کی تھی ۔ مولوی شیر علی دادا مرحوم جب مظفرپور میں سررشتہ دار تھے انھوں
نے عباس حسین کے مکان کے بغل میں اور خاص مظفرپور و اطراف مظفرپور میں بہتیرے
مکانات بنائے ہوئے تھے ۔ اور جائدادیں خریدی تھیں ۔ سیدانی کی مسجد کے
قریب مولوی شیر علی کا مکان مردانہ و زنانہ ہنوز ورثا کے قبضہ میں ہے ۔ اسی
جگہ پر علی مرزا مختار کا مکان تھا ۔ یہ شیعہ مذہب کے بہت مشہور مجتہد گذرے
ہیں ۔ یہیں پر پیارے نواب صاحب ولد آغا حیدر علی ساکن لودی کٹرہ کی
بہن بیاہی ہوئی تھیں ۔ یہیں پر باقر حسین رئیس کا مکان تھا ۔ اسی محلہ میں
بیسیسر لکھی لال متمول مہاجن کا مکان تھا ۔ اسی محلہ میں مشہور آپرشاد بڑے
بھاری مہاجن تھے ۔ یہیں پر امام الدین خاں کا مکان تھا ۔ اسی جگہ
شاغول صاحب کمودی نے بڑا اکدام بنایا تھا ۔ اسی وجہ سے بہت مشہور

ہو گئے تھے۔ یہ لوگ نامی گرامی لوگ مظفرپور میں گذرے دادا مرحوم کے
مکان مردانے میں مولوی نظیر احمد وکیل حسینہ ہیں۔ زنانہ مکان اب تک راقم کے
نام سے ہے۔ جس میں کسی طرح پیرخاں بہادر مولوی نور صاحب بہار
کے لڑکے رہتے ہیں۔ اس مکان میں راقم کے بھائی کی بی بی رہتی
تھیں۔ مظفرپور بھی ۴۰ برس بیشتر ایک متمول اور بہت آباد شہر تھا ہندو
مسلمان دونوں سفرح حال مالا مال تھے۔ یہاں کی میونسپلٹی تمام میونسپلٹیوں
سے زیادہ صاف و بہتر تھی۔ سڑکیں انگلینڈ کی بہت صاف ستھری شہر
بھر میں صفائی بہت تھی۔ کچھ عجب دلچسپ جگہ تھی۔ اوس وقت مولوی
عبدالحئی ولد قاضی رمضان علی ساکن چھپرہ ایک جابر آدمی میونسپل
سکریٹری تھے۔ اور شخصی اختیار تھا۔ جس طرح پرجا حکومت کرکے
خلق اللہ کو بہتر سی جگہ بنا کر دکھا گئے جب سے الکشن کا قاعدہ ہوا۔ وہ
جدا ہو گئے۔ اور اپنے افسران یعنی میونسپل کمشنروں کی حکومت کو برداشت
نہ کر سکے۔ ورجسٹرار ہو کر پٹنہ چلے آئے۔ اون کے بعد چندے مولوی
جواد حسین ولد میر ہدایت حسین ساکن حاجی پور سفر ہوئے۔ یہ چند روز
رہکر وکیل ہو گئے۔ اور ملازمت چھوڑ دیا۔ پھر وہ انتظام قائم نہ رہ سکا
افسران تو بہت ہو گئے مگر کام تمام کا خراب ہوا کلکٹر چیرمین جب تک
ہوا کئے تمام کے انتظامات ٹھیک رہے۔ جب سے ہندوستانی
لوگوں کے ہاتھ میں انتظامات آئے خود غرضیاں بھریں کوئی اپنی
سڑک بنوا رہا ہے۔ کوئی ٹھیکہ میں شریک دار ہو رہا ہے۔ کوئی اعزاء
کو نوکر رکھوا رہا ہے۔ کمیٹیوں میں لڑائی دنگا فساد ہو رہا ہے۔ پارٹی

مقرر ہو رہی ہے۔ رفتہ رفتہ ہندو مسلمان کا سوال درپیش ہو گیا۔ سفاکی کی سلطنت ہو گئی۔ تین برس کی زندگی اوس پر یہ اودھم مچا ہوا ہے۔ جو پیش نظر ہے۔ اوس پر سوراج کی خواہش ہے۔ اور ملک چلانے کا دعوی ہے ذرہ ۱۸۸۲ء کے لوکل سلف گورنمنٹ قانون کو پڑھا جائے۔ کتنے اختیارات عطیہ موجود تھے۔ اوس سے زیادہ کا تو مطالبہ بھی نہیں ہے وہ نمونہ کب درست اوترا اور کون سی صلاحیت ثابت کی گئی۔ کس حاکم کو اندرونی حالات کی خبر نہیں ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی میں کس قدر فرقہ بندی ہو گئی۔ کس قدر تعصب بڑھتا جاتا ہے۔ کس قدر خود غرضیاں بھری ہیں کس قدر قوم پرستیاں ہیں ذرا پہلا دفتر دیکھا جائے اور اب کا حال ملاحظہ ہو کتنے ملازم اور ٹھیکہ دار ہندو ہیں۔ اور کتنے مسلمان ہیں کہاں کہاں کتنے ہندو میونسپل کمشنر ہیں۔ اور کتنے مسلمان اب ہیں اور پہلے کیا نہ تھا الکشن میں تعصب۔ افسریت میں تعصب۔ ملازمت میں تعصب۔ قومیت میں خود غرضی۔ مذہبیت میں لاپروائی۔ انصاف کا خون اور پھر آزادی خیال کا دعوی اور ملک چلانیکی خواہش کہاں کہاں کتنے چیرمین اور وائس چیرمین ہیں۔ اور اب کیا رنگ ہے۔ راقم خود زندہ ہے۔ جو ہندو بھائیوں کے ووٹ سے برابر ہر الکشن میں کامیاب ہوتا گیا۔ اور کبھی ناکامیاب نہ ہوا۔ جب کہ راقم نے دیکھا کہ مجھے اپنی ہی گروہ سے برابر مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ اور خود غرضیوں کے وجہ کر مجھے اپنی قوم سے اختلاف پیدا ہونے کا خوف ہوا میں نے اس راہ ہی کو ترک کر دیا خود غرضی کا خون ہی کر ڈالا۔ جھگڑوں کی جڑ ہی کاٹ دی

اور بالکل کنارہ کش ہو گیا جتنا کہ خود ووٹر ہر چیز میں ہوں مگر اس میں جانا۔ اور ووٹ دینا بھی نہیں چاہتا۔ ایمان داری کا ووٹ لینا اور دینا دونوں دشوار ہے۔ میری وسعت مالی اور میری طرز معاشرت اور عیال داری اجازت نہیں دیتی کہ ان چیزوں کے حصول کیلئے آبائی جائداد کو خراب کروں روپیہ جدا صرف ہوں خوشامد میں جدا کروں۔ عزت کے اور ایمان کے خلاف جدا کام کروں۔ ہر بات سے علحدہ رہنا ہی اچھا جانا۔ چنانچہ کسی وضع کی وعظ و کمیٹی میں شرکت کو برا جانتا ہوں۔ اور علحدہ رہتا ہوں۔ حکاموں کی ملاقات بھی چھوڑ دیا۔ ورنہ اب تک میں نواب کا خطاب حاصل کر لیتا جیسے جیسے مواقعات مجھے ملا کئے میں سرکاری طور پر کونسلوں کا ممبر ہوا رہتا۔ مگر انگریزوں سے ملنا بھی چھوڑ دیا۔ اور خیر اندیشوں کی کمی ہو گئی۔ ہم سے حکام ناواقف ہو گئے میں گمنامی میں رہ گیا۔ خطاب کیا میرے کارنامے کتابوں اور کاغذوں میں داخل دفتر ہو گئے۔ میرے سامنے لوگ ابھر آئے۔ اور ناسور ہو گئے۔ اور کتنے ختم بھی ہو گئے کتنے ابھر کر بڑھے اور برباد و بدنام ہو گئے۔ معزز ہوئے اور محقر ہو گئے۔ میں نے ایک سطح پر رہنے کو مرتبہ جانا۔ الحمد للہ اب تک ایک حال پر ہوں نہ بہت بڑھا نہ گھٹا ۱۸۹۴ء کے قانونی اختیارات کتاب میں اور ہیں جو خود برتا گیا اور قوم نے اوسے جو سلب کرایا وہ بھی دیکھتا آیا۔ کتنے قاعدے بدلے رفتہ رفتہ سب بات بدل گئی۔ صرف اختلاف کے درخت اوگے اور اب شاداب ہو گئے۔ اور بڑے بڑے مزے اور تاثیر دکھا رہے ہیں اب جان و عزت کا سامنا ہے۔ خدا اپنے بندوں پر اپنا رحم کرے

الغرض مظفرپور سے بااختیار خودمختار لوگوں نے بھی دنیا کا رخ بدلا ہوا دیکھا
اون لوگوں نے دوسرا ادوسرا لائن اختیار کرلیا۔ وہ وقت واسلی صاحب
کلکٹر کا تھا۔ وہ کمشنر ہوکر پٹنہ آگئے۔ اپنے ملاقاتیوں کو پٹنہ بلا لئے
وہ یہیں انتقال کرگئے۔ اور گرجہ پر مدفون ہوئے۔ جواد حسین حاجی پور
میں وکالت کرنے لگے منشی حسن رضا رشتہ دار جی کے بہنوی تھے منشی
محمد امیر مرحوم کے بھانجے داماد تھے۔ اور قائم میاں رجسٹرار کے سسار ہو
تھے۔ اون کے لڑکے محمد نور اور مولوی شکور اونریری مجسٹریٹ ہنوز زندہ
ہیں۔ اور حاجی پور میں ہیں۔ اوس وقت اونریبل سید محمد خاں بہادر جو ڈھاکہ
کے معزز خاندان کے آدمی تھے۔ اور سید محمد آزاد ڈھاکہ کے بھائی تھے۔
مظفرپور میں رجسٹرار تھے۔ پھر ترقی کرکے رجسٹری کے انسپکٹر جنرل
ہوگئے۔ نواب کا خطاب ملا۔ یہ ڈپٹی عبداللطیف خاں بہادر کلکٹر کے
داماد تھے۔ ڈپٹی عبداللطیف خاں کے بیٹے مسٹر ابوالفضل چھوٹی عدالت
کلکتہ میں جج تھے۔ مولوی ابوالخیر دوسرے لڑکے پٹنہ میں ڈپٹی تھے۔ بڑے
حسین اور خوش وضع آدمی گذرے۔ ایک بیٹے مولوی حفیظ تھے جو پٹنہ
میں رجسٹرار تھے۔ مولوی سید محمد کے لڑکے اشرف الدین الحسینی بنگال
میں ہنوز ڈپٹی ہیں۔ اور مہدی حسن دوسرے لڑکے کہاں ہیں راقم کو خبر
نہیں۔ یہ سارا خاندان ہندوستانی طرز و انداز کا تھا۔ اور کبھی انگریزی
وضع نہ رہے گو مذہبی پابندی نہ رہی مگر مسلمان کے دوست تھے
اور گھر بھر سربرآوردہ تھے۔ ڈپٹی عبداللطیف کو کلکتہ میں خطاب گڑھ تھے
جیسے چاہا خطاب دلوا لیا اون کا بڑا اعزاز تھا۔ کلکتہ میں اوس وقت وہ

ہستی تھی ایک ان کی اور ایک نواب امیر حسن خاں سی۔ آئی۔ ساکن بھاگلپور
ولد مولوی امداد علی خاں صدر اعلیٰ تھے۔ یہ صوبہ بہار کے لوگوں کیلئے
اور وہ بنگال کیلئے ذخیرہ معلومات تھے۔ ہر ایک سرکاری ضرورت کے
وقت ان دونوں سے ضرور دریافت کیا جاتا تھا۔ نواب امیر حسن خاں کے
بیٹے نواب زادہ ڈپٹی اقبال حسین ہیں۔ جو ہو بہو باپ جیسی طبیعت کے آدمی
ہیں۔ نواب صاحب کی شادی بہار مرداد میں ہوئی تھی۔ اون کے داماد
ڈپٹی علی مظہر ہیں۔ اور ساری قرابت بہار و باڑہ میں ہے۔ اور بھاگلپور میں
ہے۔ اوس وقت مظفرپور میں نواب سلیم اللہ ڈھاکہ گھر سے ناراض ہو کر ڈپٹی
مجسٹریٹ تھے۔ اور مولوی علی حسن بہار مرداد بھی ڈپٹی تھے۔ یہ سب راقم
کے بھائی سید شمس الحسن مرحوم کی سسرال باغ و بنگلے میں مجاہد جنید قدا رہتے تھے
مظفرپور کا وقت عروج کا تھا۔ دولت مند لوگ زندہ تھے۔ جدھر دیکھیے گلزار
بہر کی زندگی باغ و بہار تھی۔ کمل شاہ مجذوب فقیر کا زمانہ تھا۔ کتنے
لوگوں نے اون کی دعا کی برکت سے دینی دنیاوی فائدہ اوٹھایا۔
جو چشم دید تھا۔ یہ بالکل خلاف شرع ہے۔ خدا کا بھید خدا جانے کیا راز
دیوانہ ہے۔ بہت باخبر تھے جو منھ سے نکلتا تھا۔ وہ وقوع میں آتا تھا
اون کے دو چیلے تیار ہو گئے تھے۔ ایک منشی فرحت حسین امین تھے
دوسرے استھوا کے شاہ محمد حیات صاحب تھے۔ فرحت حسین تو جیل
میں ہے شاہ محمد حیات صاحب نواب سلیم اللہ ڈھاکہ کے پیر تھے۔ انھیں کے وقت
سے استھوا میں خانقاہ دجا پڑ ڈہ ہو گئی ہے۔ کمل شاہ کے بعد سے
مظفرپور پر زوال آیا۔ وہ بابت نہ رہی ہندو مسلمان کے سبب

بڑے بڑے گھر تباہ و برباد ہو گئے۔ مظفر پور میں بیکاریاں بہت ہوئیں
اور رنڈیاں بہت بنی اور بگڑیں۔ کوئی دولت پیدا کر کے مستقل دولتمند
نہیں۔ لوٹ لایا کوٹ کھایا۔ سب کا گھر تباہ و ویران ہو گیا۔ بی باندی کا گھر
پرانا اور مشہور اور دولت مند تھا۔ اون کی لڑکی حسنی کی مسی لگائی میں
اوس وقت تیس ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا۔ یہ گھر تخت و تاراج ہوا قمرن ان کی
نتنی بہت برباد ہوئی۔ کسی پولس سب انسپکٹر کے قبضہ میں رہیں۔ مریں
یا زندہ ہیں خبر نہیں ہے۔ مکان بک گیا کلب بن گیا۔ مولوی احمد حسین وکیل
نے خرید کیا۔ احمد حسین وکیل بھی لاولد مرے۔ اون کے ورثا ہیں مولوی
عبد اللہ کا گھر سیدانی کے مسجد کے پاس تھا۔ مولوی عبد العزیز اون کی
خاندان کے آدمی تھے اونھوں نے آباد رکھا۔ پھر حافظ رحمت اللہ ہوئے
اونھوں نے مدرسہ کھولدیا۔ وہ ہنوز قائم ہے۔ اونھوں نے اپنا نام چھوڑا
ہے۔ اور قومی کام کر گئے۔ اون کے ورثا ہیں۔ اسی خاندان کے مولوی
ولی اللہ مختار گیا تھے۔ جو کاکو اور محسن پور سے تعلق رکھتے تھے۔ انھیں
کے بیٹے مسٹر نور اللہ شاہ تھے۔ جو جوان ہی ہو کر مرے۔ سید حسن
محسن پور ان کی قرابت دار ہیں۔ مرزا وزیر حسن ساکن حال محلہ حمام مظفر پور
کے ہیں۔ اچھا گھر تھا۔ بڑا عیش انہوں نے پٹنہ میں کیا ہے۔ مالی حالت
بہت خراب ہو گئی۔ تنہو چودہری کا گھر بڑا گھر تھا۔ اس اس طور پر جان مال
عزت سب پر زوال آیا۔ جو لکھنے کے لائق نہیں۔ رام انوگرہ ان کے لڑکے
کی بیماری میں پچاسوں ہزار روپیہ خیرات کیا گیا تھا۔ اور مجسٹریٹ جو بڑا
کرہ ہے۔ جس میں مارواری لوگوں کی دوکان ہے۔ اور بنشی مارواری آدم

جانکی داس کی دوکان ہے۔ سب انہیں کا تھا۔ سرنا گنج میں بڑا بھاری
مکان تھا۔ اب اوسی مکان میں اسکول ہے۔ سب نیلام ہو گیا۔ یہاں کا
مکان دربھنگہ کے کسی مہاجن نے خرید لیا ہے۔ یہ خاندان تخت وتاراج ہو گیا
درشاہیں رمیشر بابو کا خاندان بڑا ہے۔ بلدیو بابو کا خاندان متمول تھا۔
میلاد وغیرہ ہوتا تھا۔ سب خاندان بدحالی لشز آگر آئے۔ مولوی شفیع داودی
کا اقبال بڑا تھا۔ خوب کماتے تھے۔ بڑا بھاری مکان بنا ہوا ہے۔ مولوی
اختر حسین وکیل کا بڑا نام تھا۔ منشی نورالحسن مختار نے خوب کمایا۔ مولوی
محمد خاں مختار نے خوب کمایا۔ بابو رام سرن لال نے بڑا نام پیدا کیا۔ یہ کلبڑا
کئے تھے۔ اور خانقاہ منگل تالاب کے بڑے معتقد تھے۔ اور مددگار تھے
ان کے یہاں مولوی علی جان مرید خانقاہ بطور ملازم تھے۔ لڑکوں کو پڑھاتے
تھے۔ وہ عجب نیک آدمی تھے۔ نوجوانوں نے ان کو دیکھا ہوگا۔ یہ سنسکرت
بھی جانتے تھے۔ بالکل بلہ آدمی تھے۔ مگر اچھی قابلیت تھی۔ ان کے
بھائی محمد جان پولس میں ملازم تھے۔ یہ لوگ بہار عماد پور رہ کے آدمی تھے۔
درشاہیں۔ نواب صاحب کسمرو والے نواب بولے جاتے تھے۔ کوئی نام
نہیں لیتا تھا۔ اس خاندان میں وافر نواب موجود تھے۔ نواب صاحب
سفر حج میں راقم کے ہم سفر رہے۔ اور نانا قدس سرہٗ کے بہت معتقد
تھے۔ باوجود سخت شیعہ مذہب ہونے کے نانا قدس سرہٗ کے پیچھے پٹنہ میں
بھی نماز مغرب اکثر ادا کیا۔ اور اپنے طریقہ پر ارکان ادا کیا۔ سفر حج میں
اون کے بیٹے منو صاحب ساتھ تھے۔ منو صاحب سے مولوی فضل
امام خاں بہادر سے قرابت داریاں تھیں۔ منو صاحب کے لڑکے بھی تھے

میر نواب جان صاحب شائد تھے۔ ایک اور نواب جان صاحب اس خاندان کے داماد بھی تھے۔ ایک بیٹا نواب کے محمد جان صاحب تھے ایک لڑکے علی نواب صاحب ہنوز زندہ ہیں۔ جو مسجد و امام باڑہ کے متولی ہیں۔ اور بہت حکام رس اور نامور ہیں۔ اون کے بیٹے احمد نواب ڈپٹی ہیں۔ وارث نواب بھی انھیں کے بیٹے ہیں۔ جو رجسٹرار ہیں اور لڑکے بھی جن کے تعلقات سنگی دالان والوں سے ہیں اور گیا میں بڑے صاحب اور مجھلے صاحب حکیم کے خاندان سے ہیں۔ احمد نواب صاحب اپنے چچا محمد نواب کے داماد ہیں۔ محمد نواب بہت عمدہ آدمی گذرے ہیں۔ ان کو کیمیا کا بہت شوق تھا۔ حالانکہ وافر دولت چھوڑ کر مرے اس شوق میں بہتیرا روپیہ ضائع ہوا مگر کسر باقی رہ گئی۔ ہر کیمیا گر کو ایک تا ذکی کسر رہ جاتی ہے۔ سینکڑوں روپیہ اس شوق میں برباد ہو گئے اور سادھوں کے دھوکے میں آ گئے۔ مگر کسی کو نہ آنا تھا نہ آیا اسی خاندان میں حامد حسین صاحب تھے۔ لڈن صاحب تھے بہترین آدمی تھے۔ اور کتنوں کا نام بھی یاد نہیں رہا۔ راقم اون لوگوں کا نام لکھ دیا ہے جن سے نہایت ربط رہا ہے۔ چونکہ راقم کے بھائی کی شادی مظفرپور میں ہوئی تھی۔ اس لئے راقم جا کر مہینوں رہتا تھا اور دادا مولوی شیر علی کا نام اب تک روشن ہے۔ اس لئے لوگ اوسی انداز سے ملاکئے۔ اس لئے اس قدر واقفیت کا موقع حاصل ہوا مفصل سب کا حال جدا اگر ہو سکا لکھوں گا۔ اوسی خاندان کسمرہ سے تعلق ڈاکٹر مبارک نیورہ کو بھی سسرالی ہے۔ اور حسن نواب مرحوم

حکیم کاظم حسین کے بھانجے تھے۔ اون کی سسرال بھی اوسی خاندان میں تھی۔ اور نظیر میاں نون گولہ کی سسرال حسن نواب کے یہاں تھی اور امیر مرزا مرحوم کے لڑکے امیر حسن مرحوم کی بھی سسرال حسن نواب ہی کے یہاں تھی۔ ایک گھر سے خدا جانے کتنے نواب تیار ہو گئے۔ کوئی نواب خطاب یافتہ نہیں ہے۔ سب نام کے نواب ہیں۔ لوگ تو تعلیم یافتہ ہوئے گئے۔ پرانے لوگ سب پڑھے لکھے تھے۔ مگر مظفر پورا کی صحبت بہت آوارہ منش تھی۔ یہاں کوئی متقی کا پیدا ہونا آسان بات نہیں تھی۔ تمام کمرہ بھر چانڈوخانہ اور افیون خانہ ہو گیا۔ مخدرات کا استعمال تو آدمی کو بیکار کر دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ دولت برباد ہو گئی۔ اقتدار جاتا رہا۔ ورنہ اس خاندان میں اس قدر وافر دولت اور آدمی تھے۔ اگر سب لوگ ذی عمدہ ہوئے آزادی شعوری سے زندگی بسر کرتے تو مسلمانوں کے لئے ایک چھوٹا لکھنو ہو جاتا۔ خاندان بھر برباد ہو گیا۔ ہندو مسلمان بہت کم لوگ نامور اور دولت مند وہاں ہیں۔ علی نواب صاحب کا دم غنیمت ہے۔ عزت و آبرو سے پرانے چال کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ لڑکے سب بھی اچھے ہیں۔ ورنہ اب کے نوجوان والدین ہی کی قدر کب کرتے ہیں۔ جو باپ کے ملنے والوں کی قدر کر سکیں۔ وہ تو ایام جاہلیت کے تربیت کا فیضان تھا۔ اب بجلی کی ترقی کا زمانہ ہے۔ دور دور کی باتیں سوجھتی ہیں۔ مولوی شیر علی دادا کی مزار سرنا گنج میں مخدوم صاحب کے پائتانہ ہے۔ سیکڑوں ورثا زندہ ہیں۔ ان کا فاتحہ بھی ہوتے نہ دیکھا۔ اور فاتحہ کا حصہ بھی کبھی

نہیں کھایا۔ والد ماجد ایک روپیہ چار آنہ کی کباب روٹی پر ان کی ازواج
کا نام دیتے رہے۔ راقم نے ان مدوں کیلئے اپنی جائداد کا چہارم
حصہ وقف کر دیا ہے۔ جس کی آمدنی سے میرا اور میرے آقربا یان قریب تر
اور خصوصاً ان لوگوں کا نیاز ہوا کرے جن کی کمائی تھی۔ اور جن کی
بدولت میں نے عمر بھر عیش و آرام کیا ہے۔ اوس کا انتظام بھی
صرف اولاد ہی کے ہاتھ نہیں دیا۔ بلکہ قوم کو اوس کے جانچ پڑتال
کا حق دیا ہے۔ اور وثیقہ مصرفہ رجسٹری کر دیا ہے۔ مولوی شیر علی کا
مزار بے مرمت ہو رہا ہے۔ کسی ورثا کو مرمت کرتے نہ دیکھا مرنے
کے بعد اقربا ایسے بے تعلق ہو جاتے ہیں۔ اور زندہ لوگ اقربا پہ جان
دیتے رہتے ہیں۔ بیچارے وارث کو اس کی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ مولوی
شیر علی کون تھے۔ کہاں مرے کہاں گڑے۔ اکثر اہل خاندان رہوا
درگاہ میں مدفون ہیں۔ مولوی شیر علی کے ورثا سو سے زیادہ اس وقت
بھی ہیں۔ اور سب انھیں کے بدولت نواب بنے ہوئے ہیں۔ مگر کوئی
نواب رسائی بھی نہیں کرتا۔ ایسا ہی ہر خاندان کا حال ہے۔

عـ۲ شاہ غلام حسین صاحب کی خانقاہ سلی میں پرانی
جگہ ہے۔ ان کے بیٹے شاہ علی حسین صاحب تھے۔ اون کے بیٹے
شاہ فدا حسین صاحب ہیں۔ جو خود زندہ ہیں۔ اس خاندان کے زیادہ مرید
بنگالے۔ رنگون۔ دمعنب۔ کچہری ہی میں ہیں۔ یہ لوگ برابر سفر کیا کرتے
تھے۔ اور مرید آباد جاتے اور جو کچھ نذر وغیرہ ملتی اوسی سے اوقات
گذاری کرتے رہے۔ یہ لوگ متوکل لوگ تھے۔ اور اب تک اس خاندان

میں دخل بہت ہے۔ یہ لوگ سب بہت دبلے اور لانبے قد کے
ہوا کرتے۔ مگر سب کے سب نیک دل اور ٹوٹی ہوئی طبیعت کے لوگ
پائے گئے۔ چونکہ مالی ترقی ضرورت سے زیادہ نہ ہوئی۔ اس لئے ان
لوگوں میں عجب شان شیخی کا مادہ پایا نہ گیا۔ سادہ وضع کے لوگ
تھے۔ ابو العلایہ طریقہ ہے۔ ان لوگوں کو تعلقات روحانی حضرت
منعم صاحب سے ہے۔ ان کی خانقاہ میں ایک مسجد مختصر سی اور
گذران اوقات مکان ہے۔ اور مختصر اوقات گذارتے ہیں۔ شاہ
فدا حسین بہت کمسن تھے۔ جب کہ ان کی والد نے قضا کیا۔ ان کے
والد کے مریدوں نے اس گھر کو سنبھالا اور خود شاہ فدا حسین
بہت نیک دل آدمی ہیں۔ انھوں نے عربی۔ فارسی حاصل کیا۔ دخل
تو نہیں ہیں۔ مگر جاہل نہیں ہیں۔ اور کا سب آدمی ہیں۔ اس گھر میں
نیکی طبیعت ہر کس میں تھی۔ تردد فساد زیادہ نہیں ہے۔ شاہ
فدا حسین کی سسرال لواده میں ہے ان کی تعلقات برادری امیر سہال
خاں ان شاہ ظفیر ولد شاہ محمد نور بھی ہے۔ شاہ ظفیر مذکور راقم کے
چھوٹے بیٹے سید نظر الحسن کے حقیقی نیا سسر ہیں۔ اور لواده کے
دھکر راقم کے بڑے بیٹے سید نجم الحسن کے بھی سسرالی قرابت دار ہیں
اور حکیم نجو صاحب کی بھی سسرال لواده میں ہے۔ اس لئے اون
سے بھی سسرالی برادری ہے۔ اور اکثر لودی کٹرہ کے خاندان
سے قرابت داریاں ہیں۔ آمد و رفت ہے۔ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب
سے اس خاندان کی آمد و رفت برابر رہی۔ اور اچھی برتاؤ رہی۔ اس

خانقاہ سے اور خانقاہوں کی طرح جشمک والی کیفیت نہیں رہتے۔
یہ سادے لوگ تھے۔ ہر جگہ ان لوگوں کی آمد و رفت برابر دیکھی
ان لوگوں میں زیادہ اخلاق نمائشی نہ دیکھا۔ جسے بھلوں کا اخلاق
کہتے ہیں۔ نہ بڑے لوگوں کی زیادہ آمد و رفت رہی۔ غریب لوگ آتے
ہیں۔ غریب کی مدارات ہوتے ہیں۔ بقدر وسعت مالی سید صاحب کا اخلاق
ہے۔ نہ بہت دکھاوا ہے۔ نہ زیادہ کھاؤ کھلاؤ ہے۔ سب لوگ
روزہ نماز کے بذات خود پابند رہتے۔ اور فقراء کو جو مناسب ہو کرتے تھے
جائداد کا منہ کھلا رہتا تھا اب ضروریات اخلاق میں ہو گیا ہے۔ شاہ
صاحب کی جائداد۔ اور ظروف لنگوں کا پاندان تو بند نہیں ہوتا۔ اگر بند
ہو جائے تو دونوں کا سلسلہ جاریہ باقی نہ رہے۔ یہی تو ایک
چیز ہے۔ جس کے بدولت انسان جہاں چاہے۔ مجمع قائم کر سکتا
ہے۔ جہاں چلے جاتے ہیں وہیں انہوں خانوں جیسا مجمع موجود ہی
دخوش گپیاں ہو رہی ہیں یہ جماؤ کیلئے لازمی چیز ہے۔ اس کے وجہ سے
امیر و غریب سب کے یہاں مجمع ہو ہی جاتا ہے۔ اب تو شادیات میں اور
تقریبات میں اسکا سلسلہ بار ہوں مہینے جاری ہے۔ کہ جہاں بیاہ کے
چلی برتن کے کھولتے ہیں جہیز کردیجئے سلسلہ بند ہی نہیں ہو سکتا
ایک اہل آدمی کو دو تین چھ پیالیاں تو لازمی ہیں۔ ورنہ تو ہے
پانچ اور سات تک نوبت رہتی ہے۔ یہ تموّل کا ایک شغل ہے۔
اور شاہ صاحب کی ایک نشانی ہے۔ درحقیقت تماشہ و اسمے
اس جلسہ کو پسند کرتے ہیں۔ جسکے بدولت ان کی خوش گپیاں!

رہیں۔ ناشتہ اوڑلئے ہر ایک غریب اور امیر اس کا عادی ہو گیا ہے۔
جس جگہ یہ نہیں ہے۔ وہ مردہ کی ملاقات ہے۔ وہ تقریب ہی
ادہوری کہلاتی ہے۔ جاڑہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ گرمیوں میں لوگ
طالب ہوتے ہیں۔ اور اس کا سامان ہر مجمع کے موقع پر رکھنا ہی
پڑتا ہے۔ چالیس برس قبل تک بوڑہے اور افیونی اس کو استعمال
کرتے تھے۔ یا کشمیری لوگ پیتے تھے۔ اب تو لڑکوں کی گھٹی
ہو گئی۔ پیدا ہوتی ہی چائے کا استعمال کرایا جاتا ہے۔ ہر ہر نوکر
چاکر۔ ماما۔ دائی کو چائے لازمی ہے۔ صرف تاڑھی والے چائے
کو پسند نہیں کرتے بلکہ بعض تارسی باز بھی اپنے کو پرہیز گار ثابت
کرنے کے غرض سے اور بعض تقلیداً ہی پیا کرتے ہیں۔ بعض
لالچی دن بھر اس کے تلاش میں جہاں جہاں کی خبر سنتے ہیں۔ اوقات
ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ہر ایسے مجمع میں شرکت لازمی ہے۔
راقم نے ہر ایسے مجمع کو مضر اخلاق پایا ہے۔ متفرق خیالات کے
لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور فضول گپیں ہوا کرتی ہیں مصیبت وقت
کی قربانیاں ہوا کرتی ہیں۔ چائے کے جلسہ کو ٹائم کیلنگ سوسائٹی
کہنا انسب ہے۔ مگر خانقاہ والوں کو مجبوری ہے۔ ان لوگوں کا
بہتر کام اسی چائے کے بدولت نکلتا ہے۔ نوکر ملازم وہ کام
نہیں کر سکتے۔ جو ان چائے خوروں سے نکلا کرتا ہے۔ اور خانقاہی
کم خرچ بالانشیں اخلاق میں داخل ہے۔ کوئی خانقاہ اس سے خالی
نہیں ہے۔ اور جہاں اس کی لاپروائی ہوتی ہے۔ لوگ ناراض

مجمع / مضر

و نالاں ہوتے ہیں۔ اب شاہ صاحبان نے کچھ اور ترقی کر لی ہے
پان کا ڈبیہ بھی لازمی ہو گیا ہے۔ اور زردہ تمبا کو بھی اب شرعاً
جائز ہو گیا ہے۔ اس عادت سے اب علماء خالی ہیں۔ نہ نشہ کہ
پرانے لوگوں کو ناس کا عادی دیکھا تھا۔ اب تو دسوسۂ اخناس
ہر بچہ۔ جوان بوڑھا چائے۔ بیڑی۔ سگریٹ۔ پان۔ زردہ سب کا
عادی ہے۔ اب یہ چیزیں ضروریات دنیا میں داخل ہو گئی ہیں
وہ امیر غریب سب برت رہے ہیں۔ اب کوئی بھی بری نہیں ہے۔
میں کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔ اور زمانے کے رخ سے رو سے کوئی
اعتراض کے لائق نہیں رہا۔ مگر ہو اجب مخالف بہتی ہو اوس کے زد
کو کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کا جب ایک سا رنگ ہے۔ تو بیکار مر
بن کر اپنے کو کون پریشان کرے۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد ۔ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

جو ہوا بھی ہو اوس کا نتیجہ دنیا خود بھگت رہی ہے۔ چالیس برس
بیشتر کسی کو اگر سل دق کی بیماری ہوتی تھی۔ تو اطبا کو تعجب ہوتا تھا
اور بڑی احتیاط برتی جاتی تھی۔ اوس وقت نہ اس قدر زیادہ
تھائی سس ہوتا تھا۔ نہ جگر۔ نہ حلق کی بیماریاں۔ نہ پھیپھڑہ اس قدر
کمزور تھا۔ نہ اتنا جریان تھا۔ نہ اس قدر ضعف قوئی شہوانی تھا۔ نہ رنت
نہ سرعت اوس وقت کے لوگ ہر قسم کی احتیاط برتا کرتے تھے لڑکیاں
پر سختیاں ہر قسم کی تھیں۔ حیات زیادہ ہوتی تھی۔ تندرستی بنی رہتی
تھی۔ اب جیسی بے احتیاطیاں ہیں۔ اوس کا خمیازہ ملتا ہے جیسی

آزادی ہے ۔ ویسی بربادی ہے ۔ اوس وقت اگر کوئی جوان
مرتا تھا ۔ تو سننے والے سوگ کرتے تھے ۔ اور افسوس کرتے
تھے ۔ کہ اوس کے پھول سوکھ گئے گھر والے پریشان رہتے تھے ۔ چالیس
برس کے اندر زیادہ تر موتیں جوان ہی کی ہوا کیں اوس کا سبب
یہ ہے ۔ کہ لڑکوں سے لائق بدلی بد احتیاط ہو گئے ۔ بوڑھوں کی
شنوائی کون کرتا ہے ۔ اون لوگوں نے بھی اپنی زبان بند کر لی ۔ اور
نوجوانوں کو خود رواں چھوڑ دیا ۔ ناتجربہ کاران اپنے کو عقل مند اور ہوشیار
اور تجربہ کاروں کو بیکار جاننے لگے ۔ آخر دنیا کے ٹھوکروں میں خود گرفتار
ہو ہو کر پامال ہوتے گئے ۔ جان مال عزت آبرو سب پر بن آگئی باپ
دادا کا نام گیا ۔ اس کتاب کے پڑھنے سے پتہ ملے گا ۔ کتنے آدمی جوان
مر گئے ۔ مقدسان مذہب چپ ہو کر جدا رہنے لگے ۔ اور اپنے کو
درست کرنے لگے ۔ زبان بند کر لی ۔ جس طرح دنیا چل رہی ہے ۔
اوس پر بالکل توجہ نہ کی ۔ ایک رخ ہو کر اپنا کام کرتے ہیں ۔ اور
جو انتظام عالم چل رہا ہے ۔ اوس کو پرکھنے لگے عیسیٰ بدین خود
موسیٰ بدین خود پر عمل کرتے ہوئے گوشہ نشی کرتے ہیں ۔ انسان جب
دنیا کے ٹھوکروں سے خودبخود پامال ہوتا ہے خدا خود یاد آتا ہے
جوانوں کو خود بوڑھاپا آ سکتا ۔ لیکن خاص رنگ پر آنا پڑیگا بغیر
بوڑھے ایسی بھی ملینگے جو اپنے جاہلیت سے باوجود ٹھوکروں کے سنبھل
نہیں سکتے مرتے دم تک اندھے ہی رہتے ہیں ۔ اور دنیا میں انہماک رہتا
ہے ۔ لاابالی ہو کر اوس میں ساری زندگی بسر کرتے ہیں مرتے

مرتے وقت خسر الدنیا والآخرہ لیکر جاتے ہیں ۔ توبہ کا دروازہ
بند پاتے ہیں موت دنیا کا بوجھ لادے ہوئے ژولیدہ تنگی کی حالت سے
مرتے ہیں ۔ اوس وقت بجز افضال خدا ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا
جن کے لئے سب کیا تھا ۔ سب کنارے ۔ اور مرنے والا
خدا کے سہارے ۔ واہ رے خدا کے سوا سب کیا اچھی موت
مر کر سید ہے ۔ فقراء ان باتوں کو سکھاتے ہیں ۔ سمجھاتے ہیں
برتوا لیتے ہیں ۔ خود برتتے ہیں ۔ اگر یہ نہیں ہے ۔ تو وہ راہ راست
پر نہیں ہے ۔ وہ پیشہ ور ہے ۔ دنیا دار ہے ۔ بیکار ہے ۔ اس
خاندان کے بزرگوں نے اپنی زندگی بہت سادگی کی گذاری ہے
اور شاہ فدا حسین بھی بہترین نوجوان ہیں ۔ تا حد تحقیق کاسب اور
قانع ہیں ۔ صاحب اولاد ہیں امید یہ غالب ہے ۔ کہ کہنہ مشق ہونگے
۔ آئندہ تفرقہ ان میں بشرط استغنا ابشمار ہو گا ۔ آمین ۔

سمٹ شیخ ظہور الحق کا خاندان پرانا ہے ۔ یہ شگلدہ کے رہنے
والے ہیں ۔ سیدھا سادہ خاندان تھا ۔ دیہاتی لوگوں کی روش پر ہمہ
خاندان نے اپنی زندگی بنا دی اس خاندان کے لوگ منگل تالاب
کی خانقاہ کے مرید ہیں ۔ راقم نے چار پشت اس خاندان کی دیکھا
ہے ۔ انکی مورث شیخ جعفر علی تھے ۔ بہت بوڑھے تھے ۔
بلیشیا [illegible] وہ شخص [illegible] مسجد پکا بنا لی تھی ۔ اونھوں نے
اپنی زندگی بالکل دیہاتی اور گرہستی کی رکھی ۔ اور دولت اچھی جمع کیا
اون کے بعد شیخ ظہور الحق نے باپ ایسی زندگی بنا دی ۔ اور دولتمند

پر گھوڑے بھی رہے۔ ایک متوسط زمیندار کی حیثیت سے رعب
داب کے ساتھ زندگی گذار گئے۔ شیخ ظہور الحق کی قرابت داریاں
لکھرا میں بخاندان شیخ محمد علی ہے پچیس برس کے اندر دونوں مر گئے
اب تک ان لوگوں کی قرابت داریاں لکھرا میں بخاندان شیخ محمد علی ہے۔
لکھرا ایک پرانی جگہ ہے۔ جس کا وجود راجہ اسوکھا کے وقت سے
پایا جاتا ہے۔ اور راجہ اسوکھا کا محل دمندر بہت ہی دور پر دو تین
پوری زمین کھودنے پر الیسرچ سوسائٹی نے چند برسیں گذریں
نکالا ہے۔ جس کے اندر بہتیری نشانیاں اوس وقت کی پائی گئی
ہیں۔ جو عجائب خانہ میں پٹنہ کے موجود ہیں۔ اور اثارات قدیمہ کے
تحقیقاتی کمیٹی کے لوگوں سے پتہ ملتا ہے۔ اوس وقت کا پتہ
کی آبادی نیچے کے سطح میں تھی۔ لکھرا میں مسجدوں کا وجود بھی ہے
اور مزارات بزرگان بھی پائے جاتے ہیں۔ جس سے پتہ ملتا ہے
کہ مسلمانوں کا بہترین وقت یہاں پر گذرا ہے۔ مزارات اور
مسجدوں کو ویراں جگہوں میں پایا جاتا ہے۔ جو بالکل بے جگہ میں ہیں
انداز ملتا ہے۔ کہ یہ جگہیں کسی وقت بہت آباد ہونگی۔ اب تک
پرانے پرانے باغوں کا وجود ابھی سڑک پر بہت ہے جو اب
منتقل ہو کر ہو کر خدا جانے کس کس خاندان میں پہونچا ہے۔ راقم سے
لکھرا کے باغ۔ گلاب باغ۔ کنکری باغ۔ رائے سلطان بہادر کا باغ
نواب الطاف حسین خاں کا باغ۔ گاجے والوں کا باغ۔ منی بابو کا باغ
بلل گودر لال کا باغ۔ رائے سری ملب کا باغ۔ میر واجد حسین مرحوم

گھاٹ والوں کا باغ۔ ٹیلر صاحب کمشنر کا باغ۔ مولوی ظہیر مختار
کا باغ۔ ناظرجی کا باغ۔ اور خدا جانے کس کس کا باغ۔ اس اطراف
میں سجا ہوا اور نمود پر دیکھا ہے۔ جو تیس برس کے اندر سب ویران
ہو گئے ہیں بعض بعض ہنوز ژولیدہ حال نہیں ہے۔ اس سے پتہ
ملتا ہے۔ کہ دولت میں کمی آگئی ہے۔ اور مالکوں کے خاندان
میں صلاحیت کم ہو گئی ہے۔ باغ شوق کی چیز ہے۔ گھر کے
اخراجات سے جب فاضل ہوتا ہے۔ تو شوق کی چیزوں کو انسان
درست کرتا ہے۔ اس انگریزیت کے زمانے میں تو گل پھول
میدان لازمی چیز ہے۔ یہ درست نہ رہ سکا۔ یقیناً مالی اجازت
نہیں ملتی ہے۔ اور برکت کی ہانڈی چوراہے پر رہتی ہے۔ ان
باغوں میں سب سے بہترین باغ ٹیلر صاحب والا باغ لوہانی پور میں تھا
جو نواب ولایت علی خاں صاحب گدڑی کے ہاتھ میں تھا۔ اور
غدر کے بعد سے ان کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔ دو نشتر بگہ سے
زیادہ کا ہوگا۔ اوس کی تیاریاں مختصر لکھتا ہوں۔ چھوٹا سا
عجائب خانہ بھی تھا۔ جانور بھال۔ بندر۔ ہرن۔ شیر۔ بکری
وغیرہ پلے ہوئے تھے۔ سب کے جدا جدا مکان بنے تھے
بھول بھلیاں مہندی کے ٹٹیوں سے بنی ہوئی تھی۔ بہترین تھیں
فوارہ تھا۔ سرخ مچھلیوں کا حوض تھا۔ تالاب تھا۔ بہت اونچے
سے اندر جانے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ بنگلہ تھا۔ اوٹ آفس سے تھے۔
اصطبل تھا۔ ضرورت کے مکانات تھے۔ دل بستگی کا کل سامان تھا

امیر صاحب ولایت علی خاں صاحب کے داماد خود اس میں
رہتے تھے۔ اوس وقت کے آبادی کو راقم لکھ نہیں سکتا
دیکھنے کی چیز تھی۔ پرانے لوگ کیا عیش کر گئے۔ خورشید
نواب صاحب کے وقت میں اور چجن صاحب کے والد کے وقت
میں یہ تبرباد ہوا ہے۔ اب تو ویراں ہے۔ اس میں پارٹیاں
ہوا کیں اس میں جھولے کے میلے ہوا کیے اس کے بعد
میر واجد حسین ٹیڑھی گھاٹ کا باغ نمبر دوم تھا۔ جس میں مہندی
کی ٹٹیوں سے جانوروں کی تصویریں تھیں۔ ابراہیم میاں کے
وقت تک آباد تھا۔ کیوں ویراں ہوا اہل خاندان جانتے ہونگے
اس میں بھی جھولے کا میلا چند سال تک ہوا کیا۔ تیسرے نمبر میں
راجہ سلطان بہادر کا باغ تھا۔ یہ بھی عجیب پر فضا جگہ تھی یہاں
بھی میلے ہوا کرتے تھے چوتھے نمبر میں جیئی بابو کا باغ تھا یہ سب
باغ دل بستگی کے تھے اور باغات تجارتی تھے۔ اب تو سب کا
حال پتلا ہے۔ دیکھنے سے مالکوں کی پریشانیاں ظاہر ہوتی
ہیں۔ موجودہ فضا سے انگریزیت میں ان چیزوں کو بہت
آباد ہونا تھا۔ انسان کے اندرونی مالی حالت کا اندازہ ظاہری
طرز رہائش سے ملتا ہے۔ اور اسی سے کھلے آدمی سے
لفلٹے داری کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور دنیا شوبیر
چلتی ہے۔ مگر حقیقی اصلیت مالی کا اندازہ مکانوں کی درستگی سے
ظاہر ہوتی ہے۔ وہ بڑا خراجات کی چیز ہے۔ پہلے عزت

مکانوں سے بے رونقی سے معلوم ہوتی ہے۔ مالی حالت
اچھی ہے۔ تو ضرور مکانات اچھے حال میں ہونگے۔ جہاں
مکانات بہرحال ہیں۔ وہ خاندان یا مالی پریشانیوں میں ہے۔
با اختلافات، خاندانی ہیں یا اس گھر میں مال کی کمی آگئی ہے یا خاندان
کے ممبروں میں اختلاف مزاجی پیدا ہو گئی۔ یہ بہترین کسوٹی
انسانی زندگی کی ہے۔ سبب کچھ بھی ہو مگر شہر کے رؤسا
اور دولت مندوں کی زندگی ویسی خوش نہیں ہے۔ جو بزرگوں
کی گذری۔ کمہرار میں جاکر تو ایجی نقطہ خیال سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی
کتنیوں میں صرف شیخ محمد علی کا گھر اب تک چلا جاتا ہے۔ اب شیخ
ظہور الحق کے جانشین شیخ نورالحق ہیں ان کو بھی بیعت منگل
تالاب کے خانقاہ میں ہے۔ ان کی چند شادیاں ہوئیں ان کے
وقت میں کچھ دولت خراب ہوئی۔ کچھ تو مقدمہ بازیوں میں گئی
کچھ آتش زدگی میں۔ ان کی زندگی زیادہ مقدمہ بازی میں گذری
اور ان کو وہ بابت میسر نہ ہوئی۔ جو ان کے دادا اور والد کو حاصل
تھی۔ گو رہائش ان کی بھی وہی گرہستی کی ہے۔ اور انگریزیت
اس خاندان میں بالکل دخل انداز نہ رہی تاہم اطمنان قلب
ان کو حاصل نہ رہا۔ مالی حالت وہ نہ رہی جو پہلے تھی۔ بوجہ مقدمہ
بازی ان کے دشمن زیادہ ہوگئے اور اسی دشمنی کا صلہ تھا۔
جو آتش زدگی ہوئی۔ اور بہت سخت نقصان ہوا تین پشت کے
اثاث البیت سب جل گئے۔ ان کو تقریب میں کوئی چیز لانا نہیں

ہوتا تھا۔ بلکہ اس خاندان سے لوگ منگنی لیتے تھے۔ جہیزوں کا
جلنا انھیں کیلئے مستحسن ہوا۔ بلکہ خلق اللہ کا کام بند ہوا۔ مگر وبنیاد اور
اس خیال سے کہاں ہیں۔ اور ایسی ایذا رسی کو گناہ کب جانتے
ہیں۔ قانونی پیرایہ سے بچتے ہوئے۔ جو ایذا رسانی دشمن کی ہوسکتی
ہے۔ سب ثواب میں داخل ہے۔ قانونی شکنجہ میں آگئے۔ تو
مجرم ٹھہرے نکل بھاگے تو چالاک ہو گئے۔ ٹھیک وہی حال
ہے۔ مارا تو غازی مرے تو شہید دونوں ہاتھ میں لڈو ہے۔
انھیں خیالات نے ان کی مالی حالت کو نقصان دیا۔ اور انھوں
نے روش زندگی بھی ویسی رکھا۔ جو بزرگوں کی تھی سان کے بیٹے
امیر الحق ہیں۔ وہ بھی قدم بقدم اپنے باپ کے ہیں۔ ان پر انگریزی
کا بھی فیضان ہوا۔ آزاد زندگی گذارتے رہے۔ پھر زمانے کی
ضرورتوں نے ان کو متفکر بنایا۔ زمینداری اور انٹیٹ کاروبار
کرتے ہیں۔ باپ بیٹے دونوں زندہ ہیں۔ اور ہنوز بلا مدد مہاجن
کسی کے تھوڑا کاروبار کرتے ہوئے زندگی گذار رہے ہیں۔ سب لوگ
صاحب اولاد ہیں۔ شادیاں کھنڈ میں ہوئی ہے۔

۴۷ مولوی ذوالفقار حسین کا مکان نگلہ بین تھا۔

یہ مولوی تھے۔ اور بڑے گویا تھے۔ بلا کے ذھین تھے مگر بہت
عفد ور آدمی تھے۔ اسی وجہ کر یہ ترقی پذیر نہ ہوسکے۔
لوگوں سے ان سے بہت جلد تکرار ہو جاتی تھی۔ ان کو تھوڑی جائداد
تھی۔ اس سے یہ زندگی گذارتے تھے۔ آخر میں جائداد خراب

ہوگئی۔ پھر ان کو دوستوں کی امداد کی ضرورت آگئی۔ اور آخر عمر
ان کی خراب گذری ان میں داشت کا مادہ بہت تھا۔ اپنی ضرورتوں
کو کبھی کسی پر ظاہر نہ کیا۔ کوئی مصیبت بھی آئی۔ تو برداشت کیا۔ مگر
دست سوال نہ پھیلایا وضع کے بہت پختہ تھے۔ بالکل ہندوستانی
وضع تھی۔ مولویانہ لباس نہ تھا۔ دیہاتی آدمی تھے۔ اس لئے
متقیانہ زندگی نہیں گذارا۔ دیہاتی روش کی زندگی تھی۔ پہلے کے
آدمی تاڑی کو مسکرات میں شمار نہیں کرتے تھے۔ اچھے اچھے امیر و غریب
شریف و سادات سب اس بلا میں مبتلا تھے۔ مگر دل سے نیک
ہوا کرتے تھے۔ بجائے بجا ئیکے دیہاتوں میں شرفا کے یہاں
بھی اسی کا جلسہ اسی کا چرچہ رہتا تھا۔ اس عرق تاڑ سے پرانے
لوگ کم بچے ہونگے یہ چیز عیب میں داخل نہ تھی۔ شراب کو حرام
مطلق۔ اور تاڑی کو حلال مطلق جانتے تھے۔ راقم کی برادری
دیہاتوں میں زیادہ تھی۔ اور راقم کو بہتر سے دیہات امیں تقریبات
میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے۔ پرانے لوگوں میں بہت کم لوگوں
کو اس بلا سے محفوظ دیکھا۔ معززین اور خواندہ لوگوں کو بھی
اس شغل میں دیکھا۔ اور وعظ و نصیحت بالکل کارگر نہیں ہو سکتی
تیس برس پیشتر تک دنیا کا یہی رواج تھا۔ یہی ہوا بندھی تھی۔
کوئی کسی کو برا نہیں کہہ سکتا تھا۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے
ہوئے تھے۔ جو لوگ اوس وقت بچے ہوئے تھے۔ وہ ولی اللہ
تھے۔ صوفی تھے سادھو مہاتما تھے۔ بنگال میں اس کا چرچہ بہت تھا

اون جلسوں میں جہاں شرفا کا مجمع رہتا تھا۔ شر و فساد۔ گالی۔ گفتہ
نہیں ہوتا تھا۔ وہ وہ شعر و سخن۔ اور معاملات مقدمات اور
مسائل شرعیہ قصے تھے۔ جو سننے کے لائق تھے۔ وہ وہ ہمدردیاں
تھیں۔ جواب نصیب نہیں ہیں۔ شاذ و نادر کبھی کبھی کوئی بدنشہ
ہوتا تھا۔ ورنہ عمر میں کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ اور سو مزاجی کا
نام تک نہ تھا۔ اوس وقت کون کس پر اعتراض کرتا۔ اچھے اچھے
خواندہ اور متمول اور معزز لوگ سب کا تو ایک ہی مذاق تھا۔
اور آج تک ہے۔ دیہاتوں میں وہی رنگ قائم ہے۔ اس
خاص مجمع میں عزیز و بزرگ سب شریک رہتے تھے۔ اب تک
بھی وہی سماں اکثر جگہ موجود ہے۔ دادا نانا چھوٹے چھوٹے
بچوں کو اپنے ہاتھ سے پلاتے ہیں۔ یہ تو آج تک راقم
چشم دید دیکھ رہا ہے دیہاتی شرفا سے ملاقات کر کے دیکھ لیجیے
امرا و غربا سب کا ایک حال ہے۔ اور یہ مسلمان گروہ میں زیادہ
ہے۔ شہر والے جس طرح شراب کو بے خوف خدا پیتے ہیں
دیہات والے تاڑی کو پیتے ہیں۔ شہر کے اکثر شرفا کو بھی راقم
آج تک عادی پاتا ہے۔ گفتگو سن لیجیے۔ مگر اون سے ہم
راز ہو کر سمجھیے دنیا کا کیا رنگ ہے۔ اور کیسے کیسے بوڑھے
اور مہذب لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں۔ متقی ہیں۔ پرہیزگار ہیں
ایک وقت کی نماز قضا نہیں ہے۔ حال کرتے ہیں۔ شغل کرتے
ہیں۔ صورتاً عالمانہ اور مشائخانہ لباس میں ہیں اور اس کے عادی ہیں

سجادہ نشین ہیں۔ جنٹلمین ہیں۔ اسٹوڈنٹ ہیں۔ مدبر ہیں۔ سیاست
کے لیڈر ہیں۔ وعظ فرماتے ہیں۔ دوسروں کو خوب نصیحت
فضیحت کرتے ہیں۔ مگر شراب کے بغیر چین نہیں ہے مخدرات
اور مسکرات سب کا شغل موجود ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اس
حصہ تحریر سے میں مورد الزام ہو سکتا ہوں۔ مگر
جوشش مذہب اظہار حق پر مجبور کرتا ہے۔ اور ایسے گروہ
پر افسوس کرتا ہوا چشم دید واقعات کا اظہار کرتا ہوں جن
صاحب کو تحقیقات کی خواہش ہے۔ ایسے اپنے دوستوں
کی طرف توجہ کریں۔ تھیٹر۔ بائس کوپ۔ کلبز ڈانسس۔ ہوٹل
کلف ڈی لکھنؤ۔ اور شراب کی دوکان پر بیٹھکر بچشم خود ملاحظہ
کر لیں۔ جن لوگوں پر واہمہ بھی نہیں جاتا اون کو آپ لوگ بچشم
خود ملاحظہ کرینگے۔ جن پر آج مسلمان ناز کرتے ہیں۔ اور لیڈران
سیاست مانتے ہیں۔ اور مسلمان جانتے ہیں۔ اون کے
ملازمین کے ہاتھ میں قرآن نیکر یہ سمجھے۔ کس حد تک واقعات صحیح ہیں۔
گذشتہ کا وہ حال تھا۔ اور موجودہ کا یہ حال ہے۔ جب تو

مسلمانوں پر یہ وبال اور نکال ہے۔ راقم نے انگریزی
پارٹیوں میں جو بے تجابیاں دیکھی ہیں۔ وہ ہر ایک شریک
جلسہ نے دیکھا ہے۔ میں ہی ایک اندھا نہ تھا۔ جیسے دور کی
سوجھی نزدیک والوں سے پلٹ گئے۔ کچھ بھی خوف خدا کسی کو
آیا۔ اور کسی نے چھپا کر بھی پیا بالاعلان بالفخر استعمال ہوا

نام نہیں لکھ سکتا۔ ہم ہیں۔ آپ ہیں۔ اونھیں لوگوں سے بڑے اور معزز اور مفخر لوگ تھے۔ راقم نے موجودہ وقت میں بھی اپنے اعزا اور اقربا اور ملاقاتی اسٹوڈنٹوں کو بھی مرتکب دیکھتا ہوں اور بول نہیں سکتا۔ اگر یہ منع ہے۔ اور گناہ ہے۔ تو ہر شخص ہر شخص کو منع کرنیکا حق کیوں دکھتا ہو۔ راقم نہ ملا ہے نہ مولوی ہے۔ نہ محتسب مگر اپنے گروہ پر افسوس کرتا ہوں۔ اور سب کیلئے دعا رخیر کرتا ہوں۔ موجودہ فضا میں شدر ڈوم۔ دوساده۔ چمار۔ تیلی۔ تمبولی۔ گوالے۔ ملاح بن پربلدار۔ چھرڈیں اور چھوٹے جائیں۔ جاگیں اور جگا سکے جائیں۔ اور ہماری جیتی۔ جاگتی۔ گروہ اب تک سوتی رہے۔ اور گندگی میں ڈوبی رہے۔ خدا ہی اوبھارے اور بزرگان دین کے سہارے کے سوائے راقم سے کیا ہو سکتا ہے۔ الغرض مولوی صاحب مذکور کی تعلقات مولوی قطب التوحید اور مولوی ناظر التوحید آرہ کے خاندان سے تھے۔ ملکی محلہ والوں سے ان سے تعلقات ہیں۔ اون لوگوں میں اقبال و علم و دولت ہے۔ شاید خیر ہو۔ مولوی قطب التوحید اور مولوی ناظر التوحید دولت خود اقبال مند گذرے اور ذی علم لوگ تھے۔ ناظر الشہادتین۔ محرم کے شہادت کے واقعات کے متعلق کتاب جیسی ہوئی ہے۔ اون لوگوں کے ورثا ہیں۔ حافظ عبدالغنی خاں بہادر پی ام جی۔ ہوئے اور بھائی مولوی حبیب الرحمن جہان آباد ضلع گیا میں ڈپٹی تھے۔ مولوی لسین خاں

صاحب پٹنہ کالج میں ہوسٹل سپرنٹنڈنٹ تھے۔ مولوی فضل الرحمان سیشن کورٹ میں سب ڈپٹی تھے۔ مولوی عبدالعزیز پٹنہ عدالت میں صدر اعلیٰ تھے اور جسٹرار عدالت تھے۔ مولوی انیس الرحمان بھی پٹنہ میں سب ڈپٹی ہیں۔ اور بھی اس خاندان کے ذی جن کا نام راقم کو یاد نہیں ہے۔ نامور لوگ ہیں۔ مولوی عبدالکریم جو راقم کے بھائی کو پڑھانیکو ملازم تھے۔ مولوی صاحب مذکور کے بھائیوں میں ایک بولتے ہیں۔ جو تیراہے کی مسجد پر مجذوب بنے بیٹھے ہیں۔ عبدالمجید شاہ محلہ ڈاکخانہ میں مجذوب تھا ہو کر مرے۔ وہ مولوی ذوالفقار کے بھانجے تھے۔ اون کے بی بی بچے سب ہیں وہ امین عدالت تھے۔ آخر میں فقیر ہو گئے تھے۔ وہ نانا قدس سرہ کے مرید تھے۔ کسی فقیر کی نگاہ پڑ گئی مجذوب ہو گئے۔ مولوی ذوالفقار کی اولاد میں بیٹا سب موجود ہے۔ مکان بھی تھا۔ شاید کوئی وارث رہتا ہوگا مولوی ذوالفقار خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں۔ طالب العلم بکر پڑھتے ہیں۔ کتابیں ختم تو نہیں ہوئیں۔ عربی پختہ ضرور ہیں۔ مرید ہو کے پھر پیر سے مرتد ہو گئے۔ حضرت شاہ علی حبیب قدس سرہ سے پھلواری میں مرید ہوئے۔ خانقاہ کے بہت مخالف ہو گئے۔ جب ماموں قدس سرہ گدی نشیں ہوئے۔ تو خانقاہ میں آیا کرتے تھے ان کا مزاج بھی خراب ہو گیا تھا۔ اون کی باتیں صحیح دماغ کی نہ ہوتیں۔ ہم نے تین شخص کو دیکھا کہ پیر سے برگردہ ہوئے تو اون کا دماغ ضرور خراب ہو گیا۔ اور کچھ نہ کچھ گردش ضرور آگئی۔ یا تو مرید نہ ہو

اگر ہو تو جانچ کر ہو۔ مرید ہونا کوئی فرض امر نہیں ہے۔ کس
مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اور کس وجہ کر اوس کی مخالفت
کرتے ہیں سلسلہ روحانیات بھی گیا۔ ظاہری سلسلہ ہے۔
کہ جب چاہا میل کیا۔ جب چاہا بگڑ گئے۔ اس کا تعلق بزرگوں سے
رہتا ہے۔ ضرور کچھ نہ کچھ نکال ہو کر رہتا ہے۔ ایک اور مثال
بوڑھے ہی کی ہے۔ اون کا بھی دماغ خراب ہو گیا تھا۔ وہ
حضرت شاہ علی حبیب قدس سرہ کے پھلواری کے مرید تھے
میری اہل قرابت تھے۔ نام لکھنا نہیں چاہتا۔ متمول آدمی تھے۔
لودی کٹرہ ہی کے تھے۔ اون پر آخر میں زوال آیا۔ دو نوجوان
جوان رئیس زادوں کو اپنے اپنے پیروں سے پھرتے دیکھا دونوں
پر زوال آتے دیکھا۔ ایک کا گھر تک گم نام ہو گیا۔ صاف ہو گیا
دوسرا گھر بھی ہر طرح پر زوال میں آگیا۔ لوگ نہ سمجھیں مگر خدا بزرگان
دین کے دکھ سے بچائے۔ موجودہ پیران پر اگر اعتراض اور
بد اعتقادی ہو تو اون کے اوپر والے بدلا لینے کو موجود ہو جاتے
ہیں۔ ہر انسان کو اس رسمی فعل کو ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا ہے
جسے دیکھئے مرید ہو رہا ہے۔ مریدی کا نتیجہ ہی کیا ہے۔ مرید
ہوئے گھر کی راہ لی۔ پیر میاں پہچان بھی نہیں سکتے۔ سال
میں ایک دفعہ اعراس میں آئے۔ اور جنت کی کنجی مل گئی۔ جس کو تلاش
و طلب خصوصیت نہیں ہے۔ اوس کے لئے یہ تماشا ہے دل لگی
ہے۔ کھیل ہے۔ بیوقوفی ہے۔ اولے رسم ہے۔ احمق

پتنا ہے۔ مرید ہوتے ہو تو کچھ سیکھو۔ کچھ کرو۔ ورنہ بے ضرورت
پیر میاں کے غلامی میں نام کیوں لکھاتے ہو۔ مرید ہو کر پیرزادہ
کیوں کہلاتے ہو۔ مولوی ذوالفقار والد ماجد کے ساتھ
آرہ میں باجلاس ڈپٹی فدا علی خاں محرر تھے۔ والد ناظر تھے
والد استعفیٰ دیکر چلے آئے۔ مولوی صاحب نے بھی
ملازمت چھوڑ دی۔ والد ماجد سے مرتے دم تک ربط رہا
اور وہ سلوک ہی کرتے رہے۔ دونوں میں مذاق بھی
ہوتا تھا۔ والد ماجد سے بوجہ سلوکات وہ دبتے تھے
اور تقریباً ہفتہ میں ضرور آجاتے تھے۔ ان سے حافظ
احمد اللہ سے بہت ربط تھا۔ اور یہ بازار آتے۔ اور واپس
جاتے۔ ڈپٹی فدا علی خاں نصرو میاں رجسٹرار بہار کے والد
تھے۔ اور خاندان نواب امیر علی خاں بارھ سے تعلق تھا۔ منیر
احمد کمشنر کے خسر تھے۔ اور شاہ گنج میں اس کوٹھی میں رہتے تھے
جو عبدالکریم مختار نے توڑ کر بنایا تھا۔ وہ بک گئی۔ میرے
قرابت دار بزرگ کا خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔ مکان بک گیا
نام لیوا نہ رہا۔ مولوی صاحب کے خاندان کے لوگ سب پریشان
حال ہیں کوئی فارغ حال نہیں رہا۔ قرابت والے سب خوش
اقبال ہیں۔ اولاد در اولاد سب بر زوال ہے۔ خدا کا بھید
خدا جانے۔ کیا راز و نیاز ہے۔ یہ زندہ مثالیں ہیں۔ چاہے
کوئی نہ مانے مگر آنکھ کی دیکھی ہے۔ لوگ دیکھ لیں۔ حاجی

وارث علی شاہ صاحب کے معتقد جنش شرف الدین تھے کیا
فیض پایا۔ بعض آدمی اون کے مرید ہو گئے۔ جس سے لوگ
واقف ہیں۔ کس کس طور پر ان کے گھر پر زوال آیا۔ جان مال
عزت سب پر آفت آگئی۔ جاننے والے سمجھ سکتے ہیں۔ میں نام لکھ
نہیں سکتا۔ مگر واقع ہے چشم دید ہے صحیح ہے۔ جو صاحب بزرگوں
کی کرامات کو نہیں مانتے خود برت کر تجربہ کر لیں۔ پھل ملتا ہے یا نہیں
عہ۵ شیخ جواد حسین کا مکان نگلہ میں تھا۔ ایک پرانے
خاندان کے دو بھائی تھے۔ دونوں کی اولاد سے بہت
مذاق گویا اور چلتے پرزے دیہاتی روش کے آدمی تھے
پولس میں جمعدار تھے۔ مگر بوجہ چالاکی رہ نہ سکے۔ اور بلا استقلال
کسی دربار میں بھی قیام نہ ہو سکا۔ اون کو نوکریاں بہت ملیں۔ مگر
قدر نہ کر سکے۔ اور ان کا منہ بہت بڑا تھا۔ نوکریوں کو سنبھال
نہ سکے راقم کے یہاں بھی رہے۔ راقم کے ذریعہ سے
خاندان گدری کے محمد رضا حسین کے دربار میں رہے۔ چونکہ
مستقل ملازمت نہ کر سکے آخر عمر میں ان کو تکلیف سے گذارنا
ہوا اور سہال میاں کے یہاں پڑا رہنا پڑا۔ اون کا یہ کام تھا۔
کہ لوٹے ہوئے ملاقاتیوں کا سہارا ہوا کرتے تھے ان کا
ایک لڑکا نام یاد نہیں۔ بڑا چلتا پرزہ آدمی حکیم ہوا تھا۔ وہ کلکتہ
میں چند روز بہت نامور ہو گئے تھے۔ اور اچھا کما رہے تھے
جوان ہی مر گئے۔ وہ رہے۔ تو آخری عمر تکلیف سے نہ گذرتی وہ

لائق آدمی تھے۔ اس خاندان کے بعض لڑکے موجود ہیں
جن کی نام دفاتر سرکاری ہیں۔ میں اون لوگوں نے خاندان
کے نام کو برباد کیا جواد حسین گو تکلیف میں رہے مگر آبرو سے نباہ لے گیے۔

۶۶ ناظر ہادی علی خان کا مکان لون گوکہ میں تھا
یہ شیعہ مذہب بہت گورے بوڑھے۔ خوبصورت خوب سیرت
خوش اخلاق۔ باوضع ملنسار کثیر الملاقات پرانی روش۔ وانداز۔
وراہائش کے آدمی تھے۔ یہ پنشن بھی پاتے تھے۔ راقم نے انکو
بوڑھا دیکھا۔ رہائش بہت اچھی۔ اور صاف طرز وانداز بہت
عمدہ ہندوستانی نما تھی۔ قریب تین ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی۔
جو اون کے ورثا پر تقسیم ہوئی۔ یہ نوجوانوں سے اس انداز سے ملتے
تھے۔ کہ نوجوان علی العموم جو اب بوڑھوں سے نفرت کرتے ہیں
اوس وقت ان سے نفرت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ خوش اخلاقی
اور بذلہ سنجی سے ملتے تھے۔ اس لئے نوجوان بھی ان کے پاس
جایا کرتے تھے۔ شام کو دو چار محلہ والے جمع ہوتے اور چلتے
وحقہ چلتا تھا۔ ان کی صحبت مہذبانہ تھی۔ لغویات ان کے صحبت
میں پانے نہیں گئے۔ روزہ نماز اور مذہبی باتوں کے
اپنے قواعد کے موافق پابند تھے۔ غیر اقوام سے مذہبی گفتگو نہیں
کرتے خود ان کے گھر میں ان کی اولاد در اولاد سنی مذہب
والے موجود تھے۔ امام باڑہ بھی تھا۔ اوسی میں ایک طرف رہتے
تھے۔ اپنے اپنے موقع پر مجلسیں ہوا کرتی تھیں شیعہ لوگوں کا

بڑا مجمع ہوتا تھا۔ راقم بھی شریک ہوا کیا ہے۔ ان کے وقت
میں مجالس کے اندر کسی کی کوئی بات خلاف مذہب دیگراں
پیش نہ ہوئیں۔ اور گھر میں اشد درجہ کے متعصب سنی اولاد
ان کی موجود تھیں۔ اور خود بھی وہ مہذب تھے۔ ایسی کوئی
بات ہونے نہیں دیتے جس سے تفرقہ قومی پیدا ہو۔ یہ بالکل
تو فطرت میں ہر گروہ کے موجود ہیں کچھ نہ کچھ باتیں اس وضع کی بولتے
ہیں۔ جو ایک دوسرے کے خلاف ہو۔ خواندہ اور مہذب کی یہ عادت
نہیں ہے۔ کہ بے موجب بے جگہ کوئی بات کسی پر حملہ آور بولیں اور
بے عقلی سے کام لیں۔ میں نے مہذب لوگوں کو دیکھا ہے
کہ مولود میں اگر امامیہ لوگ شریک ہیں تو کبھی خلفاء کے
تذکرہ کو آنے نہ دیا۔ اور مہذب اور خواندہ شیعہ مذہب لوگوں کو
دیکھا ہے۔ کہ خلفاء کا نام کسی سنی کے سامنے حقیر طور پر نہ لیا
اگر مذہب میں تہذیب و تربیت اور علم کی روشنی موجود تھی۔ ہندوؤں
کو دیکھا ہے۔ کہ کس تہذیب و ادب سے وہ مسلمانوں کے بزرگوں
کا نام لیتے رہے۔ اور ملتے رہے۔ اور مسلمانوں کو دیکھا ہے
کہ ملاقات میں کبھی مذہبی گفتگو ہندوؤں سے نہ کی گئی۔ اور ان کے
منصب کے موافق ان کے مذہب کا احترام ہوا کیا۔ ہولی تک
میں مسلمان ہندو بھی ملا کرتے تھے۔ شیعہ مذہب ہندوؤں سے بہت
احتیاط مذہباً رکھتے ہیں اور چھوت کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ مگر
اس وقت کے بدلنے لوگوں میں یہ بات مذہبی ہوتے ہوئے ایک دوسرے کو

احترام مذہبی رکھتے تھے۔ کہ ہندو کی دعوت مسلمان کرتے تھے اور مسلمان کی دعوت ہندو کرتے تھے۔ اور دونوں کے مذہباً وہ کھانے ایک دوسرے پر جائز تھے یہ تفرقہ تو انسانی تربیت و تہذیب کے مٹنے کے بعد ہوا تھا۔ اور موجودہ فضا تو تعصبی آندھی چلنے کے بعد ہوا ہے کون سا امام باڑہ تھا۔ جہاں ہندوؤں کی امداد نہ تھی۔ کون سی خانقاہ نہ تھی جہاں کی قدر داتی اور عظمت ہندوؤں نے نہ کی کون سی مجلس تھی جس میں ہندو مسلمان شریک نہ رہے۔ اور شیعہ و سنی سب شریک نہیں رہے۔ شیعہ و سنی میں شادی بیاہ تک تو تھا۔ یہ خاندان بہترین گواہ ہے۔ مورث شیعہ اور وارث نصف سنی ہیں۔ اس خاندان کے لوگوں کی تعلقات کتابوں کے ذریعے سے پانی پت کرنال والے نوابوں سے ملتے ہیں جس کی خبر تواریخوں سے ملتی ہے۔ نقش پائدار میں بھی خاں بہادر علی محمد شاد نے لکھا ہے۔ ان کے لڑکی کی اولاد ہے۔ نظیر میاں صوبا میاں ہیں۔ نظیر میاں کی اولاد ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ صوبا میاں کا انتقال ہو گیا۔ نظیر میاں بہت گورے خوبصورت بد مذاق۔ بہت ہوشیار ہیں۔ راقم کے ساتھ سیٹی اسکول میں فورتھ کلاس میں پڑھتے تھے۔ اوس وقت سیٹی اسکول گلزار باغ میں ایک کوٹھی میں تھا۔ جو دریا کنارے ہے۔ مسٹر لیفیور اوس وقت افسر اسکول تھے۔ پھر منشی ہری چرن منصف ہڈماسٹر تھے۔ پھر اعظم علی خاں ہوئے۔ پھر مسٹر ڈی ایرو صاحب ہوئے اوس وقت فورتھ کلاس میں بہتیرے لڑکے تھے

جن میں سے بعض کا نام یاد ہے۔ مثلاً عبد الرؤف نامی
ایک لڑکا تھا۔ وہ معمولی خاندان کا تھا۔ اور عبد الواحد نامی ایک
آدمی عالم گنج کے تھے۔ یہ ہنوز زندہ ہیں۔ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں
رام داس کوٹھی اور نرائن داس کوٹھی کے لڑکے بہت تیز تھے دونوں
نے آخر میں کولہ داری کر لی تھی۔ دونوں دیکھا ہے۔ میر وزیر حسین کے
دیوان کا لڑکا تھا۔ وہ کہیں کارپردازی کرنے لگا۔ ایک لڑکا گوالا
کا تھا۔ وہ بڑا ہونہار نکلا خبر نہیں کیا ہوا۔ عبد اللہ نامی اوسی اسکول
میں دفتری تھا۔ اوس کا بیٹا محمد علی تھا۔ وہ پٹنہ ٹریموے میں
ڈرائیور ہوا اور ایک مقدمہ میں ملزم ہو کر راقم کے اجلاس میں آیا راقم
نے سزا کی اور دس روپیہ جرمانہ کیا۔ راقم جب فیصلہ لکھنے لگا
تب راقم کو یاد آیا۔ کہ راقم کا کلاس فیلو ہے۔ اوس وقت راقم کو اوس کا
مگر جرمانہ اپنے تحویل سے ادا کر دیا۔ بعد کو وہ گھر پر بلایا گیا۔ اور
ملاقات کیا۔ اور بیس برس کے بعد اوسکو دیکھا تھا۔ وہ بہت
شکر گذار ہوا۔ پھر خبر نہیں کیا ہوا۔ اوس وقت راقم کے کلاس فیلو میں
لاڈلے صاحب مختار بھی تھے۔ اور محمد تقی لاڈلے صاحب کے
قرابت دار اصلی بخاطوائف کے بھائی ہنوز زندہ ہیں۔ ممتاز نواب
مرحوم ولد محمد نواب گذری سنجھلے نواب صاحب حسن نواب صاحب
دار وغہ پنشن یافتہ اور ماسٹر فرحت حسین اور سعادت حسین زندہ
تھے۔ فرحت حسین اور داروغہ صاحب مذکور بھی ابھی زندہ ہیں مسٹر
ہمایوں مرزا بیرسٹر حیدرآباد میں ہنوز زندہ اور با اقبال با اثر ہیں

اوس وقت راحت علی اور عبدالرحیم اور مولوی کاظم مولوی غلام
قادر وکیل پدر مولوی عبدالحفیظ وکیل ..... اور درجہ میں ماسٹر تھے کالج
میں اوس وقت قلب صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور میکڈنل صاحب
پرنسپل رہے تھے۔ یہ بڑے بھاری فلاسفر تھے۔ چلتے تھے تو
جھوکر لگا جاتے تھے۔ اون کے بعد پوپنک صاحب اور پھر
جیمس صاحب اوس وقت اسکول کے بنگلے میں یہ شان نہ تھی
جو اب ہے۔ وہ مکان نواب جعفر علی خاں کا تھا۔ اور تصدق حسین
ولد جعفر علی خاں نواب ٹھاٹ کے وقت میں بکا ہے اوس مکان
میں ہو رصاحب سروے ڈیپارٹمنٹ کے ایک صاحب رہتے
ہیں۔ اون کی میم صاحب اور ..... راقم مکان میں دیوالی کا
تماشہ دیکھنے کو آتے تھے۔ یہ ..... اسکوٹ کے بڑے افسر
ہوئے۔ اور منشی کملا پرشاد مختار ان کے ماتحتی میں سکریٹری ہوئے
تھے۔ اور میکنزی صاحب اسکوٹ کے اعلیٰ افسر ہو گئے تھے
یہ سب ..... انکا حال ہے راقم نے ۱۸۸۰ء میں سیٹی اسکول چھوڑ
دیا تھا۔ اور علی گڈھ چلا گیا تھا۔ علی گڈھ کی ہوا چلی ہوئی تھی
جسے دیکھو علی گڈھ جا رہا ہے۔ چند سے بعد ولایت کی ہوا چلی
جسے دیکھو حیثیت ہو نہ ہو ولایت روانہ ہو رہا ہے۔ یہ سررشتہ
تعلیم میں کیا کیا انقلابات ہوئے۔ پھر دنیا بدلتی گئی جیسے جسکے
تقدیر میں جو جو ہونا تھا ہوتا گیا۔ اور بہتیرے خاک سو گئے
کتنے مر گئے چند ہی صورت ہے جو زندہ ہے۔ اون میں سے

ایک نظیر میاں بھی ہیں۔ جو صورتاً لائق زیارت ہیں۔ اون کی اولاد
میں سے نصیر میاں کو جانتے ہیں۔ جو پھلواری اسکول میں ملازم
تھے۔ اور سکھو میاں ہیں۔ جو عبدالحفیظ بلخی کے رکن اعظم میں
اور اولادوں کو دیکھا ہے۔ نام یاد نہیں ہے۔ ان کے بھائی
صوبا میاں تھے۔ جو فقیر ہو گئے تھے۔ اور جوان ہی مر گئے
اون کے لڑکے الطاف اور شکور زندہ ہیں۔ جو دوکان دار
ہیں اور ایک ان میں سے آرہ ملکی محلہ میں بیاہے تھے۔ صوبا میاں
میر محمد حسین دوندی بازار کے بہنوئی تھے۔ اور نظیر میاں کے تعلقات
خاندان حسن نواب مرحوم لودی کٹرہ سے تھے۔ جن کا تذکرہ مظفر پور
کے تذکرہ میں ہے۔ حسن نواب حکیم کاظم حسین لودی کٹرہ کے بھانجے
تھے اسی خاندان میں ممتاز نواب عرف نواب صاحب دفعہ دار
بیاہے گئے۔ وہ حکیم مجو کے بہنوئی ہیں۔ حکیم مجو صاحب حکیم کاظم
حسین کے نانی ہیں۔ ممتاز نواب کے بھائی تھے۔ اس خاندان
سے تعلقات برادری خواجہ ولیپ سے تھا۔ اسی خاندان سے
تعلق منشی امیر حسن خواجہ ولیپ کے خویش کو بھی ہے۔ اسی خاندان
سے تعلق شکور میاں مرحوم کو تھا۔ اون کے بیٹے نبن مرحوم
اسی سال مرے ہیں۔ اور لڑکے ہیں۔ شکور میاں کی زندگی شاہ
صاحب کی گذری پہلے یہ رند مشرب تھے۔ پھر رنڈیوں کے پیر
میاں ہو گئے کرتے کرتے واقعی پیر میاں ہو گئے۔ بہت ہی باخبر
موت مرے اور دنیا میں نام و نمود تو بہت نہیں ہوا مگر عزت داری کی

ان لوگوں سے اوسط درجہ کی زندگی گذاری ناظر صاحب کے بعد اس
خاندان میں کوئی آدمی اوس پیمانہ کا نہ ہوا نہ وہ عیش و آرام ہوا۔ نہ وہ داشتہ
اور نام و نمود ہوا مکان اور امام بارہ حسرت سے پکار رہا ہے۔ کہ یہ
کوئی اچھے خاندان اور ذی شعور۔ ذی مقدور کی یادگار ہے۔ اور ورثا
کو اس کی ہستی درست رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اون میں
بغایت نفاق ہے۔ گھوڑے گھوڑے لڑے اور زین لوٹی موچی
کی مفت میں اوس جائداد کی ہستی بگڑ گئی جو ایک مذہبی یادگار تھی
تعجب ہے کہ سب کی اولاد شیعہ مذہب زندہ ہیں۔ ناظر جی کے
بیٹے کا نام غالباً جعفر میاں یاد آتا ہے۔ اون کی متعلقات کشمیری کوٹھی
میں خواجہ اظہر حسین و مظہر حسین کے خاندان سے ہے۔ اون کے
لڑکے مہدی نواب زندہ ہیں۔ جو صاحب جائداد تھے۔ مگر اونھوں
نے جائداد تباہ و برباد کر دیا۔ اور حمالی کے ساتھ کشمیری کوٹھی میں
رہتے ہیں۔ اونھیں کے ساتھ کھاتے ہیں۔ ان کو موقع درستگی
جائداد کا شاید حاصل ہو۔ ان کی نوابی تبتیا میں زیادہ مشہور ہے وہاں اپنے کو
سنی المذہب بنا کر عقد بھی محمدی طوائف سے کر لیا تھا۔ وہیں
زیادہ ان کی مالی اصراف ہوئی۔ اوس علاقے کی عورتیں بہائی نما
عورتیں ہیں۔ ابتدا آدمی پر اپنا اثر گرا کر آدمی کو مدہوش کر دیتی ہیں
جیسے برما اور کامروپ کی عورتیں ہیں وہ کوئی جادوگر نہیں ہے
کوئی طلسمات نہیں جانتی ہیں۔ ترکیب دجوی ایسی جانتی ہیں
کہ انسان مدہوش رہتا ہے۔ پھر جونک کی طرح آدمی سے جاتی ہانی

خون کو چوس کر جدا ہوتی ہیں۔ انسان اپنے حیثیت میں نہیں رہتا
اس سے جلائے وطن ہو کر ندامت اور غربت سے وجھکر رہنا پڑتا
ہے۔ منوز بی محمدی زندہ ہیں۔ راقم نے دونوں حضرات کی فضول
خرچیاں بچشم خود دیکھا ہے۔ اور اب دونوں کو مالی تکالیف میں بھی
دیکھ رہا ہوں سنیٹے کا خاندان اور اون کے لتعلقات سب شیعہ
مذہب لوگ تھے اور لڑکی کی اولاد سب سنی مذہب ہیں
یہ دامادوں سے وجھکر ہو گا۔ وہ لوگ سنی مذہب ہو نکلے ایسی
ہی چند واقعات پر متعصمانہ نگاہیں پڑی ہونگی۔ جو سیاست کے
خلاف بھی پایا گیا ہو گا۔ اسی سے علماء حال نے مصلحتی فتوی کے
رو سے شیعہ و سنی کے درمیان میں نکاح حرام کر دیا گیا ہو گا ایک
پہلو سے دوسری گروہ کے گھر جانے سے روک سکے اور
تعداد کی حفاظت بھی ہو سکتی ہے۔ کس حد تک یہ مسئلہ شرعی جواز
کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے جواب وہی علماء فریقین کے
ذمہ ہے۔ راقم کو حق فیصلہ نہیں ہے۔ راقم فقط واقع نگار ہے
نظیر میاں خود زندہ ہیں۔ وہ ان باتوں کے بڑے محقق ہیں۔ اور
خود مرید خانمان پھلواری کے ہیں۔ اور خان بہادر میر علی محمد شاد
کے شاگرد رشیدوں میں ہیں۔ اور بہتیرے مذاہب کے تحققات
اون کو ہی۔ مسائل کے تحقیقات راقم سے زیادہ وہ بیان کر سکتے
ہیں۔ اور حق بیان کرینگے اون کی تقریریں بہتری مریدی اور
حال قال کے نسبت سنا ہے۔ وہ اندھے مریدوں کے

طرح مذہب کے خلاف پیر میاں کو خدا کا بیٹا نہیں سمجھتے۔ اور اون کے
حدود کو جانتے ہیں۔ اور حقوق کو جانتے ہیں۔ وہ تجربہ کار
پرانے ہیں۔ سب کے گھر سے واقف ہیں۔ اور مشائخوں کے
صحبت میں روز رہتے ہیں۔ اور سب باتوں کی گشت لگاتے رہتے
ہیں راقم ایسے محقق کو مفید آدمی جانتا ہے۔

عـ۷ خواجہ دلیپ کو راقم نے خود دیکھا۔ اون سے
ملاقاتیں رہیں اون کا مکان پیر دکڑیہ میں تھا۔ اور مالی رام
کے گدام کے بغل میں تھا مختصر سا مکان تھا۔ بہت صاف ستھرا
بڑے سلیقہ کا بنا ہوا۔ مزاج میں پوری نوابی ٹھاٹھ بھرا ہوا
امیر و غریب سب پر داشت کا خیال بہت۔ بہت نیک آدمی اور
بڑے با اخلاق آدمی گذرے اون کی ایک لڑکی بہتر و میاں
ولد نواب یوسف علی خاں مرحوم ساکن دیوان محلہ کے یہاں
بیاہی تھی۔ بہتر و میاں کے ایک بھائی یا اوسی خاندان کے
ایک نوجوان خوبصورت آدمی تھے۔ جسے راقم نے دیکھا تھا
اوس لڑکے سے نواب سرفراز حسین خاں صاحب سے تعلقات
برادری تھی۔ چنانچہ کاغذ کے رو سے وہ مشاہرہ اب تک
منشی امیر حسن کو جو خواجہ دلیپ ہیں ہر مہینہ میں وصول ہوتا ہے
خواجہ مذکور منشی امیر حسن کے سسر ہوتے ہیں۔ منشی امیر حسن کے
لڑکے کلور میں کہیں بیاہے ہیں۔ نظیر ہی میاں کے خاندان
میں حکیم نجو صاحب کے بھانجے نہال میاں بیاہے ہیں۔ غالباً

وہ پوتی داماد ہو گئے۔ راقم اس شادی میں شریک تھا۔ اور منشی امیر حسن ہی کے مکان میں بارات اوتری تھی۔ ان لوگوں کی پہلی حالتیں چشم دید یاد ہیں۔ اور موجودہ حالتوں کو بھی دیکھتے ہیں تو افسوس معلوم ہوتا ہے۔ یہ خاندان اوس حالت میں نہیں رہا جس میں تھا منشی امیر حسن شاہ صاحبی رنگ میں زندگی آسائش کی گذران کرتے ہیں۔ جو آمدنی ان کے پاس ہے اوس میں اپنا گذر کرتے ہیں۔ دال روٹی میں خوش ہیں۔ پورا خاندان پر سلیقہ ضرور ہے۔ پرانے خاندان والوں کی یہ شناخت ہے۔ کہ گو کتنا ہی ژولیدہ حال بھی کیوں نہ ہو جائے۔ مگر آثارات قدامت اوس میں پایا جائیگا اور سلیقہ اوس میں ضرور رہیگا۔ یہ تو نو خیزوں کی علامت ہے۔ کہ وہ قوت برداشت نہیں رکھتے تھوڑی دولت اور عزت اور روپیہ میں اُبل پڑتے ہیں۔ کہ دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ خاندان یا شخص نوخیزوں کا ہے۔ اون کی طبیعت چھوٹی ہوا کرتی ہے۔ سیر چشمی اون میں قدرتاً پیدا نہیں ہوتی اور اوچھی طبیعت ہوا کرتی ہے۔ اور آدمی کو اپنا اچھوتا نا اپنے کو بہت بڑا دیکھانا اپنے منصب سے باہر کام کرنا ضروریات سے جانتے ہیں۔ راقم نے خاندان پہلے پرانے حکام کو بھی دیکھا ہے۔ اور مقابلے کے پاس کردہ حکاموں کو بھی دیکھا ہے۔ پرانے خاندان والوں کی طبیعتیں اور ہوا کرتی تھیں۔ وہ لوگ بڑے قدردان لوگ ہوتے تھے۔ اور ہمدرد اور اخلاق مند اور نفع رسان ہوتے تھے۔ سیکڑوں کے

ساتھ بڑا بڑا احسان کر گئے۔ اب صرف ڈیوٹی روز کرنے والے بہت
زیادہ ہیں۔ ریاست برتنے والوں کی تعداد کم دکھائی دیتی ہے
ہر گروہ ہر قوم میں ہر مذہب میں راقم نے برابر ایسا ہی دیکھا
بہت سے واقعات نظر سے گذرے ہیں۔ کہ بگڑے ہوئے
خاندانوں کو گذشتہ پرانے حکاموں نے بنا چھوڑا اور بڑا بڑا نفع
پہونچا گئے۔ اور سیکڑوں کی عزت افزائی کر گئے اور دنیا میں نام
چھوڑ گئے۔ اب جو رنگ ہے۔ وہ سامنے ہے۔ سب دہلی
بائیس پیری اس سے موجودہ زمانہ شیخی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی کو
سہارا دینے والا نہیں دیکھائی دیتا۔ ہر کی زندگی ہے۔ کہ دارالفکر
پر چڑھی ہے

عـ۸ منشی عبدالغفار کا مکان ننگہ میں تھا۔ یہ بہت ہوشیار
کارپرداز تھے۔ مدتوں یہ شیخ سبحان علی اہلانواں کے یہاں رہے وہیں
تعلیم و تربیت پایا شیخوں میں ان کی برادریاں ہیں۔ پہلے دفعہ جو مردم شماری
ہوئی۔ تو راقم بالسلامی علاقہ میں سپرنٹنڈنٹ ہوا۔ اور مولوی یوسف حسین
اونریری مجسٹریٹ اور مسٹر ہمایون مرزا بیرسٹر جواب حیدرآباد میں ہیں اوسوقت
ڈپٹی کلکٹر تھے۔ سپروائزر ہوئے۔ اوس وقت منشی عبدالغفار بھی ہو سرشتہ
تھے۔ اونھوں نے اچھا کام کیا۔ اون کی ہوشیاری دیکھکر راقم نے والد ماجد
سے سفارش کرکے اپنی زمینداری سرشتہ میں دس روپیہ اور کھانے کی
جگہ دلوا دیا۔ اوس وقت میر رفیع الدین پہ مولوی حبیب الدین ساکن
ڈنکہ کی املی راقم کے یہاں منیجر تھے۔ اور چالیس برس تک اسی دربار میں

رہتے۔ اور مر کر نکلے اون کے کل لڑکے راقم ہی کے یہاں رہتے
تھے۔ اونھوں نے اپنی زندگی خیرخواہی کے ساتھ گذار لیا۔ اون
سے قرابت داریاں بھی تھیں۔ وہ راقم کے نانا مولانا امیرالحق قدس سرہ
کے بھائی مولانا نصیرالحق قدس سرہٗ کے سسرالی قرابت داروں
میں تھے۔ اور والدہ ماجدہ کے بھائی ہوتے تھے۔ اون سے گھر میں
عورتوں کو پردہ نہ تھا۔ شل سوانگ کے اپنی زندگی گذار گئے۔ جب
اون کا انتقال ہوا منشی غفار اوس عہدہ پر ترقی پاکر آگئے۔ اور
والد کے یہاں ذی اختیار عہدہ دار ہو گئے۔ راقم کے سپرد سررشتہ تھا
راقم سختی سے ہر اقدام کو دیکھتا تھا۔ یہ بات اون کے نفس پر
گراں گذرتی تھی۔ والد مرحوم راقم کے اولادوں کے طرف مائل
تھے۔ وہ لوگ نوخیز نوجوانان تھے۔ مختار صاحب اون لوگوں کے
ہم نشیں اور ہم نوالہ وہم پیالہ ہو گئے۔ اور ایک خاصی گروہ خویانہ
تیار ہوئی۔ جس سے میری اختیارات کو سلب کرالیا۔ گھر میں رنجش
پھیلی۔ کچھ ایسے ایسے مواقعات پیش آئے۔ کہ راقم کو روحانی
تکلیفیں ہوائیں۔ راقم نے اپنا سکونتی مکان چھوڑا اور ایسی ایسی
تکلیفیں روحانی جسمانی ومالی اوٹھانی پڑی جس کا تذکرہ کرنے میں
راقم کو دلی تکلیف ہوتی ہے۔ مختصر یوں ہے۔ کہ اون ذلتوں
اور مصیبتوں کا ہرگز راقم مستحق نہ تھا۔ مگر وقت تھا نکل گیا۔ اچھا ہوا
ٹھوکر کھالیا۔ اور والد ماجد کی زندگی ہی میں جو بھگتنا تھا بھگت لیا
شکر یہ ہے۔ کہ اپنے خون اور ملازم ہی کے بدولت سب اوپر پڑ

بلنا ہوا ایچ لمز ر صاحب سیشن مجسٹریٹ تھے۔ راقم ادن کا ماتحت تھا۔ امورِ ستے واقف ہو گئے تھے وہ بورڈ کے سکتر اور آخر میں گورنر بہار واوڑلیسہ ہو کر جدا ہوئے اونھوں نے جو سارٹیفکٹ لکھکر دی ہے۔ اوس میں یہ لفظ ہے۔ کہ موجودہ مصیبت کا ہرگز یہ شخص مستحق نہ تھا۔ وہ دست خاص تحریر اون کی میری مصیبتوں کی شاہد ہے۔ اور جب اوسے دیکھتا ہوں سارے واقعات گذشتہ کے پیش نظر آجاتے ہیں۔ وہ چند سطریں ایک اجمالی تاریخ ہے۔ جو میری مصیبت کے زمانہ کی یادگار ہے اور مجھے میری مصیبت کو یاد دلانے والی ایک بہترین چیز ہے۔ اوس کا غذ سے مجھے پتہ چلتا ہے۔ کہ انسان اپنے قریب تر اقربا اور والدین اور اولاد وملازمین کے بدولت کس قدر پریشانیاں اوٹھا سکتا ہے۔ کتابوں سے پتہ ملتا ہے۔ کہ بادشاہاں گذشتہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے ردوبدل ہونے میں ایسے ہی مخویانہ مواقعات پیش آیا کئے۔ اور جانیں اور سلطنتیں ضائع ہوا کیں۔ میں نے ہندو راجاؤں کی تواریخ دیکھا ہر ہر کے وقت میں مخویانہ وجوہ سے تبدیل سلطنت ہوا کی اور ہر میں اقربا یا ذی اختیار ملازمین کا ہاتھ پایا جاتا ہے۔ الغرض راقم جابر ہو کر لا نقل اقا ہر عمل کرتا ہوا بسبب ہر قانع اپنی زندگی گذارتا رہا پھر بہتر سے وثابق راقم کے ضرور رسانی کی مصدقہ رجسٹری کرائے گئے۔ جو ہنوز وجود میں ہیں۔ اور ان فورس ہیں جس کے دیکھکر راقم

کی مالی حالت کو لاکھوں لاکھ کا خسارہ ہوا جب راقم کے والد نے سنہ ۱۹۰۷ء میں انتقال فرمایا۔ تو راقم جانشین ہوا اور توفت ان لوگوں سے کے اختیارات قدرتاً صلب ہو گئے۔ مگر گھر کچھ ایسا الجھا ہوا تھا۔ کہ اگر میں گھری کا میدان دیکھتا۔ تو یہی صفی ہابت ہوا ہو جاتی راقم نے صبر و استقلال سے کام لیا۔ اور جو کچھ ہو چکا تھا سب کو قبول کر لیا اور گھر کو سنبھال رکھا مگر قلوب کے اندر نفاق کے تخم بار ور ہو چکے تھے۔ جس کی اصلاح آج تک تو ناممکن الوقوع ہی پایا کوئی دقیقہ اپنے عقل بھر راقم نے اوٹھا نہ چھوڑا۔ مگر جو باتیں ناقابل اصلاح تھیں۔ وہ اپنے جگہ پر چھوڑ دیا گیا۔ مثلاً لڑکوں کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ وہ لوگ خود مختار و آزاد کر دئے گئے۔ راقم کا رعب و دباؤ جاتا رہا ان باتوں کی اصلاح میری اختیار سے باہر ہو چکی تھی۔ وقت نکل چکا تھا۔ یہ سب اپنی جگہ پر رہے جس کا خمیازہ وہ لوگ خود بھگت رہے ہیں۔ راقم نے ہر ہر گوشہ کی اصلاح جو امکان میں تھی کر لی اور مدبرانہ جابرانہ صبر و تحمل و استقلال کے ساتھ ایک مورث کو جو کرنا چاہیے کرتا ہوا زندگی گذارنے لگا مگر بہت ہوشیار رہنا پڑا جب سنہ ۱۹۱۶ء میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اب میں آزاد ہو گیا اور ہر ہر کس کو بخوشی آزاد کر کے سب سے جدا خانہ دار ہو گیا۔ اور سب کا دربار جدا جدا قائم ہو گیا۔ اور پھر مجھے وہ سروکار نہ رہا کہ کوئی کسی کا مددگار رہے یا محتاج رہے۔ جو جس نے لیا دیا تھا لے دیکر سب جدا جدا ہو گئے۔ گو راقم ہی کا

سب تھا۔ مگر راقم نے کسی سے کوئی مزاحمت نہ کی اوس وقت بھی جس سے جو ہو سکا ضرر رسانی سے باز نہ آیا جب ملازمین نے رنگت دیکھا۔ کہ سب ضرر کو راقم نے برداشت کر لیا۔ اور صبر و استقلال سے کام لیا۔ کچہری کا سیلان چھوڑ دیا۔ مجبور اً نا امید ہو کر استعفا دیکر لوگ جدا ہوتے گئے۔ اور راقم نے پھر بھی اون لوگوں کو اپنے اختیاری محکموں میں با اختیار ملازم رکھا۔ تھوڑا راقم کی فطرت رہی کہ جو ضرر رساں ہو اوس کا بدلہ احسان سے لیا جائے چنانچہ راقم کے پاس کاغذی ثبوت سب موجود ہے۔ کہ پچاسوں آدمیوں نے جو راقم پر حملہ آور ہوئے اور ضرر رسانی کی اوس کا بدلا احسان سے لیا گیا۔ اور آخر کار ان لوگوں کو ندامت پیدا ہوئی۔ اور حق پر آنا پڑا اور پچھتانا ہوا ایک دوسرے کار پرداز نے راقم پر ایک سخت مقدمہ دائر کیا جس میں راقم کا بیس ہزار روپیہ خرچ ہے ہائی کورٹ کلکتہ تک راقم کو لڑنا پڑا اور اون کار پردازکو بدبختی میں آنا پڑا راقم اون کی بیماریوں میں اونکا محافظ جان ہوا اون کے اولاد کے ساتھ آج تک سلوک کا برتاؤ کرتا آیا۔ ایک اولاد کو بکوشش خود سات آٹھ برس تجانہ گنج بیچ میں ٹھیکہ دار بنایا۔ جو ہنوز زندہ ہیں اور دانا پور میں ملازمت پر ہیں۔ جن کا تذکرہ ہے مع اون کا اظہار راقم کے مخالفت میں کلکتہ ہائی کورٹ کے برلیف میں بمقدمہ متعلق موضع خواجہ پورہ موجود ہے۔ اور سارے واقعات ضرر رسانی اوس مثل میں پائے جاتے ہیں۔ اون کے صاحبزادے سب موجود ہیں۔

جو ان واقعات سے واقف ہیں۔ اور جو کچھ راقم نے کیا ہے اوس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اس خاندان کے لڑکے میری خاندان کے لڑکوں کے ملازم یہی ہے ہیں۔ چنانچہ راقم نے اپنا دستور رکھا ہے کہ الکاظمین الغیض والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین پر عمل ہے اور یہی راقم کے خوشی کا باعث ہے۔ اسی نے راقم کو فیض بخشا ہے۔ پھر جو انقلاب ہوا ہے۔ اور خدا نے اپنی مسبب کی اصلاح جو دیا ہے۔ وہ دیکھنے کے لائق ہے۔ پھر ہر وہ آدمی جس نے ضرر پہونچایا تھا۔ بڑے طور پر اور عاجزانہ و مجبورانہ طریقہ پر خود اور اوس کی اولاد راقم کے پنجہ میں آ گئے۔ اور بھی جن جن کو جائداد پہونچی تھی سب ہیں راقم کو ترکہ واپس آ گیا۔ مگر جانیں تلف ہوئیں۔ راقم نے کوئی ترکہ واپس نہ لیا اور ان مرنے والوں کی اولادوں کو لکھ دیا ہے۔ اور اب سب کے سب اولاد و دشمنان کی اولاد راقم کے زیر نگرانی و پرورش میں ہیں اور جو مورث کو لازم ہے۔ راقم کرتا ہے۔ وہ لوگ تو اب راقم پر دست رس نہیں رکھتے سب موجود ہیں۔ جن کا جی چاہے اون لوگوں سے واقعات صحیحہ کا اظہار بدر میانی حلف قرانی و اولادی دریافت کر سکتے ہیں۔ دنیا تو دار العوض ہے۔ اور منتقم حقیقی سب سے بڑا جابر اور حاکم حقیقی موجود ہے۔ استقلال اور عمل کی ضرورت ہے اس کا فیضان دنیا بھر میں چھا جاتا ہے۔ غور کرنیکی جگہ ہے۔ ایک مستقل مزاج آدمی جو ضرر رسانی کو روکنا چاہتا ہے صبر و تحمل

سے کام لینا چاہئے۔ تمام ظلموں کو برداشت کرنیکی صلاحیت رکھتا ہے۔ دنیا کو الٹ پلٹ کر دے سکتا ہے۔ ذرا موجودہ فضا پر غور کیجئے کیا کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہو جاتا ہے۔ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم حملہ آوری کی نہیں۔ اسلام ہمیشہ مدافعت چاہا کرتا ہے۔ اور شر و فساد سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ رسول اللہ نے ہجرت تک قبول کیا۔ جلا وطن ہو کر بھی چین سے نہیں رہے بائیس دانت شہید ہوا ۔ کیا کیا مصیبتیں جھیلا مگر حملہ آور نہ ہوئے۔ اور صرف صبر و استقلال سے اور احسان سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کا وجود ہے اولاد متولی نے کیا کیا۔ ظلم برداشت نہ کیا۔ جانیں تلف ہوئیں خاندان کا خاندان نیست و نابود کیا گیا۔ صرف ایک عابد بیمار کے نسل سے آج دنیا میں کس قدر سادات کا وجود ہے۔ مشیت جسے نہ چاہے اوسے کون نیست و نابود کر سکتا ہے انقلابات ہو سکتے ہیں۔ دنیا تہ و بالا ہو سکتی ہے۔ مگر ہستی قومی بغیر مرضی خداوندی غیر ممکن الوقوع ہے۔ آسمانی کتابیں شاہد ہیں۔ مذہبی کتابیں بتاتی ہیں۔ کوئی بادشاہ۔ کوئی قوت۔ کوئی قوم کسی قوم کو بھسم حیث نہیں کر سکتی۔ کسی کی تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ خاص قدرت کے اختیار کی باتیں ہیں انسان مفت حق العباد اپنے سر لیتا ہے۔ اور اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے۔ جس کی کامیابی اور عدم کامیابی

انسانوں کے اختیار سے باہر ہے راون کے سکھیلے نے کیا کچھ
نہ کیا نتیجہ کیا ہوا کفار عرب نے کیا نہ کیا کیا ہو کر رہا۔ قرآن تو خود
بتاتا ہے۔ کہ خدا خود اسلام اور اپنے بندوں کا محافظ ہے۔ پھر
مسلمان کو تردد کیا ہو سکتا ہے منتقم حقیقی کے فیصلہ کے انتظار
میں کیوں نہیں رہتے۔ بات یہ ہے کہ خدا کے بندے خدا کو
قادر مطلق اور قوی القوت ہی نہیں جانتے ہیں۔ اسی میں مشکوک
ہیں۔ اور عقیدہ راسخ نہیں رکھتے اس لئے ان میں انتشار پیدا
ہوتا ہے۔ اور ضعیف الاعتقادی ان کو برباد کئے ہوئے ہے۔
اسلام کو اسلام کے طور پر اگر مان لیں اور اس کی ہدایتوں پر واقعی
عمل ہو جائے۔ تو ان سے زیادہ جاندار اور کارکن دنیا میں کوئی
گروہ نہیں پائی جائے۔ اسلام کو ناقص طور پر برتنے کا خمیازہ
اٹھانا ضرور پڑیگا۔ ناقص اصول پر چلنے کا نتیجہ بھی ناقص ملنا لازمی
ہے مذہبی کتابوں کو ناول نما کر نہ پڑھے اور سے ڈراما کی حیثیت سے
نہ دیکھے اوس کو مناظرہ کے لئے مخصوص نہ بنائے اون کے برتنے
والوں کے اعمال اور حرکات کو غور فرمائے اوس راہ پر چلے
پھر وہی کارنامے حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہی باتیں پیدا ہو سکتی ہیں مگر
اس کا واہمہ بھی اب دشوار ہے۔ ہم لوگ اصولی مذہب سے
بہت دور افتادہ ہیں مادہ پرستی میں آگے گئے ہیں۔ نفس پرستی ہم پر غالب
ہے۔ شہرت پرستی اور عقل پرستی میں پڑے ہیں۔ خدا پرستی ہمیں
سوجھتی تک نہیں ہے۔ بھلا جو جی چاہے کرو آنے کے ساتھ کہیں

کو بھی پسنا پڑیگا۔ اب جو خدا کی مرضی ہو ہندو کی قوم کی قوم ایک عالم میں ہے۔ علما ہی لوگ مختلف الخیال پیدا ہو گئے۔ عوام کیا کرے کدہر جائے۔ شیرازہ بگڑ گیا۔ کسی ایک فرقے کے ساتھ ہو کر چلنا اب جو حشر اونکا ہو گا میرا بھی ہو کر رہیگا۔ کوئی صراط مستقیم ہمکو نہیں ملتی جس راہ چلتے ہیں ٹیڑھی ہے۔ جس کے سہارے جانا چاہتے ہیں۔ اوس میں اینٹھ پاتے ہیں۔ نہ سیدھی راہ ملتی ہے نہ سیدھا چلنے والا ملتا ہے۔ خدا ہی سنبھالے تو سنبھلیں بس اوسی سے دعا کریں۔ اھدنا الصراط المستقیم اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ راقم نے بہتیرے ظالموں کو دیکھا ہے اوبھرے اور گئے گذرے ہزاروں ناموروں کو اور شہ پردوں کو دیکھا۔ اوچھلے کودے۔ اودہم مچایا۔ اور نابود اور بے نشان ہو گئے۔ دنیا والے نوجوان بھی روز روز ایسے واقعات ضرور دیکھتے ہیں۔ مگر غور نہیں کرتے محاسبہ نفس نہیں فرماتے۔ ہر تالی کی بھرنیا آور آور دنیا میں ہو کر رہتی ہے۔ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے راقم نے اپنے انقلابات پر بہت غور کیا خوب سمجھایا گیا ایسے غلطیوں کا خمیازہ بھگتا کیا بعض امروں میں اپنے والدین کی نافرمانی ضرور ہوئی۔ جوش جوانی کا فیضان ہوا اوس کا بھگتان بھی کر لیا۔ راقم کی اہلیہ ایک بہترین بے زبان سیدانی تھیں جنکی قدر دانی نکر کے اوس کے دل کو جلایا اور راقم سے ایذا پہونچی اوس کا خمیازہ ایسا بھگتنا پڑا ہے۔ کہ تیس برس سے رات دن خون تھوک

بھوک کر زندگی گذارنا پڑتا ہے۔ خدا رحم کرے دیکھیے کبتک
بھگتنا پڑتا ہے۔ بقرینۂ غالب اس جزا کو تادم مرگ پانا پڑیگا
مرضی مولی از ہمہ اولی صابر و شاکر رہنا بہتر ہے۔ اسلامی حیثیت سے
ہمیں یہی لازم ہے۔ دنیا میں کون دل ہے جو خوش ہے۔ کسی کو
دین کی فکر ہے۔ کسی کو دنیا چاہیے۔ یہاں فکر معیشت ہے
وہاں دغدغۂ حشر

آسودگی حرفے است ؛ نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے
اگر دنیا نباشد درد مندیم ؛ وگر باشد بمہرش پائے بندیم

میں اپنے معاملات کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ اور اپنے عدادروں
کے حق میں دعاء خیر کرنا فرض جانتا ہوں۔ حق العباد کا فیصلہ
مالک العباد کے ذمہ ہے۔ دنیا میں بدلا لینے کی خواہش
کوتہ خیالی ہے۔ خودغرضی ہے۔ بدنفسی ہے۔ نیکی کن بدریا انداز
بدی کنی بر سر خود یافت۔ منشی عبدالغفار صاحب کے اولاد ہے
ایک لڑکے اون کے عبدالستار کہیں اسٹیشن ماسٹر ہیں دوسرا
لڑکا بکو میاں ہیں۔ وہ بی۔ اے میں پڑھتے ہیں۔ تیسرا لڑکا
خواجہ ہے۔ جو پہلے پلیگ کے زمانے میں خواجہ پورہ میں بمکان
مسماۃ وظیفن خادمہ پھوپھو مرحومہ راقم پیدا ہوئے ہیں زندہ ہیں
سب خواندہ ہیں۔ اور خوشحالی سے گذران کرتے ہیں۔ اونکے
داماد بھی کہیں ملازم ہیں۔ راقم کو زیادہ حال نہ ملا۔ منشی غفار عمل
میاں ولد ابوسعید خاں کے دربار میں ملازم ہوئے۔ چند ماہ

بعد انتقال ہوا کار پردازوں پر پورا بھروسہ رکھنے سے اور ذی اختیار بنا دینے سے انتظام رخصت ہوتا ہے ہر کام کو اپنے حد اختیار میں رکھنا بہترین انتظام ہے ۔ جس نے غفلت کی اوس نے نقصان عظیم اوٹھایا ۔ اب زمانہ ورثا اور نوکروں پر بھروسہ کرنیکا نہیں ہے ۔ راقم نے بی بی کے ہاتھ سے جان جاتے دیکھا ہے ۔ اور بڑے بڑے گھر میں باپ کو زہر پلاتے دیکھا ہے ۔ اور کتابوں میں تو بڑے گھروں کی موت زیادہ اسی طرح پر لکھی ہے ۔ دولت والوں کی جان زوال میں رہتی ہے ۔ راجاؤں اور بادشاہوں کی اکثر موتیں ملازموں کے ہاتھوں سے ہوا کیں اخباروں کو دیکھئے ۔ حال کے بادشاہوں میں سے کتنے لوگوں کی موت کس طرح پر ہوا کی ہے ۔ غریب کی زندگی اچھی ہے ۔ اوس کی جان کے خواہاں لوگ نہیں رہتے ۔ امیروں کی جان زوال میں ہے ۔ کسی اعلیٰ عہدہ دار کے مصاحبین بھی سابق نہیں رکھے جاتے پرائیوٹ سکریٹری ضرور اپنا خاص آدمی رکھتے ہیں ۔ وزارت ضرور بدل دیتے ہیں ۔ ارا کین سابق کا ردو بدل کر دیا جاتا ہے ۔ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت پرانے ملازمین انتظامی خلل انداز ہوتے ہیں ۔ پہلے خیر اندیش لوگ تھے ۔ اب کے لوگ آقاؤں کو دباؤ میں رکھنا چاہتے ہیں ضرر رسانی پر آمادہ رہتے ہیں تجربہ تو نہیں ہوا کیا تھے

عہ منشی گوپال لال ایک پرانے خاندان کے کایستہ تھے

جو شاہ درہ میں رہتے تھے۔ ان کے والد ایک بوڑھے
برسلیقہ آدمی تھے۔ بالکل دیہاتی زندگی تھی۔ متمول آدمی تھے
تھوڑی سی زمینداری اور کاشت کاری تھی۔ گوپال لال کو اچھا اقبال ہوا
رہائش ہندوستانی وضع کی تھی۔ یہ طوڑاور وانزہ پربند باتھا نہال سنگھ
کے دیوان تھے۔ تمام علاقہ مالسلامی کے کارپردازی ان کے
ہاتھ میں ہوتی تھی۔ ہر قدم ہر قسم میں ایک طرف ان کا ہاتھ ضرور رہتا تھا
اچھا کمانے لگے۔ خوب نامور ہوئے۔ اچھا عروج ہوا۔ مالسلامی
علاقہ کے لوگ جاہل اور شریر زیادہ ہیں۔ اور آس پاس کے
شندر کلاس کے لوگ بہت اوجڑ اور فساد کنندہ ہیں ہمیشہ
یہاں ہلا ہنگامہ۔ شروفساد ضرور ہوا کرتا ہے۔ اطراف کے
لوگ غربا اور دیس شہر والے منصور گنج اور معروف گنج کے بڑے
بڑے عزت دار اور تجارتیں دولت اور تجارت ہر حصہ شہر کے
محلوں سے زیادہ یہیں ہے۔ یہی جگہ شہر میں بہترین دولت
کی ہے۔ یہ منڈی ہے۔ یہ شہر بھر کی ضرور توں کو پورا کرنے والا
بازار ہے۔ بڑے بڑے تاجر سب یہیں ہیں۔ عزت دار دلال
پلو دار ڈانزیہ سب یہاں ہیں۔ اس علاقہ کے قلیوں کی آمدنی
چار چار روپیہ روز تک ہے۔ دلالوں کو پوچھتے ہیں۔ تیس چالیس
روپیہ روز تک کما لیتے ہیں۔ پلو دار دو روپیہ روز کما لیتے ہیں
بیل گاڑی والے چھ سات روپیہ روز کما لیتے ہیں۔ آمدنی کا
یہ حال ہے۔ اور خرچ ندارد لیک ہوق ایک گھما۔ کھانے کا یہ حال

کہ دو پیسے کی بازار کی چیز پیر پر اوقات محنت ایسی کہ چھ بجے صبح سے
نو بجے رات تک ہر ہر آدمی جان توڑ کوشش کرتا ہے۔ کام میں لگا
رہتا ہے۔ جہالت ایسی کہ پتہ پتہ کھڑکنے پر لاٹھی۔ تلوار۔ گنڈاسہ موجود
گالی تو زبان ہی ہے۔ بالکل وحشیانہ زندگی گذارنے والے اور
پیسے والے ہیں۔ بات بات پر مقدمہ پیدا ہوتا ہے۔ اس محلہ
میں جس کی آبرو بچی ہے خدا کی قدرت ہے۔ چونکہ بیوپار سے
ایک دوسرے سے وابستہ روزگار ہے۔ اس لئے آپس میں اختلاف
کم ہوتا ہے۔ غیروں سے خریداروں سے برابر تکرار جھگڑا کرتے ہیں
پولس والے کوشش کرکے اس علاقہ میں جایا کرتے ہیں بہت سے
جرائم اس علاقہ میں روز چھپا کرتے ہیں۔ دربار تو وہاب کا ہے۔ زر سے
فولاد بھی نرم شود ہو جاتا ہے۔ یہ جگہ نیک اور غریب کے رہنے کی
نہیں ہے۔ اس علاقہ میں جابر آدمی کی ضرورت ہے۔ آدمی بہت
وافر ہیں۔ اسی محلہ کے شیر ببر بابو جگر ناتھ سنگھ بہت مشہور گذرے
ہیں۔ جن کا تذکرہ آ گیا۔ ان کے وار سنبھالنے والے جوڑ کے
آدمی منو بھیا رہ گئے۔ وہ لوگ اٹھ گئے خاندان ہی برباد ہو گیا۔
آج کل زیادہ نامور اور زور آور آدمی ڈوما گونڈ ہیں۔ بڑے با اثر ہیں۔
منشی گوپال لال کا اثر ان لوگوں پر بھی تھا۔ اولاً تو وہ خواندہ تھے دوسرے
ان کے ہاتھ میں ان لوگوں کی مقدماتی ضرورتیں ان کی رہتی تھیں۔
انھوں نے اپنی زندگی بڑی عیش اور عزت داری کی گذارا۔ [illegible]
کے یہاں ذی اختیار ملازم تھے۔ ان کو ذرا فرصت نہیں تھی دیتا (?)

حسین وحفاظت حسین ساکنان پوری جک بہت ان کے ساتھ
ہے اور خوب کار پردازی سیکھا۔ لیاقت جوان ہی مر گئے۔ حفاظت
حسین زندہ ہیں۔ جو کارپردازی کے بدولت صاحب جائداد ہو گئے
ہاتھی نشین ہیں۔ اس وقت بہت اچھا اقبال ہے۔ آخر میں ایک
مقدمہ فوجداری کا ان کے خلاف میں پیدا ہوا ہوا بدلی اقبال رخصت
ہوا کسی طرح پر آبرو بچی پھر وہ بات جاتی رہی جوان ہی قضا کیا گھر کی
رونق گئی۔ ان کے بھائی منشی کن لال مختار حاجی پور میں رہتے
مگر وہ اتنا نہیں کما سکے گوکل پرشاد ایک بھائی تھے تن کو
راقم نے بہترا کام سیکھایا۔ اور وہ راقم کو بہت مانتے تھے
کہیں محرر تھے۔ مظفر پور کے علاقہ میں تھے۔ بیس برس کا
انداز ہوتا ہے۔ پھر اس خاندان کا کوئی حال مجکو نہ ملا۔ سنا ہے کچھ
لوگ اس خاندان کے ہنوز زندہ ہیں۔ مگر وہ بابت نہیں ہے۔
ایک بھائی سیشن کورٹ میں مختار ہوئے تھے۔ ۲۵ برس کے اندر
عروج بھی ہوا زوال بھی سب کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ اوس علاقہ میں طوطی
بولتا تھا۔ ننہال میاں بھی گئے۔ لالہ جی کے گھر کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ وہ سماں آنکھوں
کے تلے ہے۔ اور یہ وقت بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس دس بیس
برس کے اندر کیا کیا انقلاب دنیا میں دیکھا ہے یہ جو بیان سے
باہر ہے۔ بس دنیا اس کا نام ہے۔ ابھی بچے تھے ابھی بچے بڑے ایسی
بے ثباتی پر کیا بھروسہ کیا جائے۔ اور کس کس انداز سے انسان کیا
کرتا ہے۔ اور چند ہی دن میں کیا سماں بدلتا ہے۔ افسوس ہے

ہم لوگ کس غفلت میں ہیں۔ کس بھروسہ پر تہ تہ پانی کرتے ہیں

بیک گردشِ چرخِ نیلوفری　　نہ نادر بجاماند و نے نادری

غافلو سوچو دنیا کا رنگ دیکھو چند روز بعد میر انکا تذکرہ بھی نہ رہیگا۔

عنا خواجہ احمد علی خواجہ محمد جان کے بھائی اور نواب عبدالمجید خاں یہ سب لوگ ایک ہی خاندان کے تھے۔ ان لوگوں کو دور و نزدیک تھوڑا تھوڑا التعلق نوابان پانی پت کرنال والوں سے تھا۔ یہ تذکرہ میر علی محمد شاد خاں بہادر نے بھی اپنی کتاب نقش پائدار میں بھی کیا ہی ادن نوابوں کو راقم نے تو دیکھا نہیں اس لئے ادن لوگوں سے راقم کو بحث نہیں ہے۔ خواجہ احمد علی کو دیکھا تھا۔ یہ پرانی روشش کے بہت منتظم آدمی تھے۔ متوسط درجہ کی آمدنی بذریعہ زمینداری کی تھی جس انتظام کے اپنی اوقات گذران کرتے تھے۔ اپنے وقت میں تقریبات بھی اچھی کیا اونھوں نے سربرآوردہ لوگوں میں اپنا شمار نہیں کرایا محدود دائرہ میں رہے۔ اور غربا سے ملا کرتے تھے۔ اعلیٰ طبقہ میں کم ملا کرے لڑکوں کی تعلیم عمدہ نہ ہوسکی ان کے دو لڑکے بھی بڑے لڑکے کے وقت میں جائداد نقصان ہوئی۔ دوسرے لڑکے خواجہ شنو ہنوز زندہ ہیں۔ ان کے وقت میں مکان امام باڑہ سب بک گیا۔ اور بھاری مل میں منہدم ہو کر شامل ہو گیا۔ یہ میونسپلٹی میں جمعدار بدقت ہو گئے تھے۔ وہ کام بھی انجام نکر سکے۔ ان کی صحبت نیچے طبقہ کی رہی اور مخدرات وغیرہ میں ان کی زندگی برباد ہو گئی۔ ان کی آخری حالت قابل افسوس ہے۔ خواجہ محمد جان کے بھائی گورمنٹ میں کامدار

بنلاتے تھے۔ ہر جائداد ان کی گورہر کے صحبت میں خراب وخستہ ہوگیا
اور ہوا کے بدولت برباد ہوگئی۔ خواجہ محمد جان نے بھی غفلت کیا
ان کا حصہ بھی سب بک گیا۔ اور سخت افلاس میں ہوئے۔ ان کے
بھائی نے اپنے ساتھ خواجہ محمد جان کو بھی تباہ وبرباد کردیا۔ خواجہ محمد جان
مدرسات میں خود پڑھے ہوئے تھے۔ غفلت کی اگر چاہتے تو حصہ
ضائع نہ ہوتا۔ ان کے بھائی کی وضعت جاتی رہی۔ اور دنیا تر سرکاری
میں اون کا نام اچھا نہ رہا۔ آخر عمر میں خواجہ محمد جان کو افلاس اور نکبت
دونوں ساتھ آیا۔ اس قدر تندی مزاج میں پیدا ہوگئی۔ کہ جو سلوک
کرنے والے بھی تھے۔ وہ بھی ان سے متنفر ہوتے تھے۔ تقدیر کا
گردش اس درجہ ہوئی۔ کہ آدمی کو ایک مفلس آدمی سے نفرت ہونے
لگی۔ حالانکہ یہ واجب الرحم تھے۔ مگر خداوند ایسی چیز ہے۔ کہ انسان کو
اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ اور تمام حسنات زائل ہوجاتے ہیں۔ ان کی
زندگی شہرت بہت ہی افسوس ناک اور قابل عبرت او حسرت
گذری ان لوگوں نے تمام نوابی خاندان مذکور پر پانی پھیر دیا۔ اللھم
احفظنا من الفقر الملب جھنو میاں بڑے بیٹے شیخ
احمد علی کے جوان ہی مر گئے۔ منو میاں زندہ ہیں۔ خواجہ محمد خان بوڑھے
ہوکر مرے اسی خاندان کے نواب عبد المجید تھے جو نواب صاحب
دفعدار عرف ممتاز نواب کے والد تھے۔ اونھوں نے اپنی زندگی
اوسط گذار لیا۔ ممتاز نواب حکیم کاظم حسین لودی کٹرہ کے خاندان
میں حکیم محمد کے بہن سے بیاہے گئے۔ حکیم محمد حکیم محمد جان کے لڑکی

سمجھا ہی گئی۔ حکیم محمد جان کا لڑکا طبق گر ہے۔ حکیم محمد اور ممتاز نواب
دونوں صاحب اولاد ہیں۔ ممتاز نواب عرف نواب صاحب
دفعہ دار قرابت دار قریب حاجی عبد الواحد صاحب کے خاندان
کے ہیں۔ نواب صاحب کے ایک بھائی امتیاز نواب تھے جو
داناپور میں پن سول کے مسجد کے مولانا عبد الرحمان خاں کے
داماد تھے۔ اور نجیب خاں کے بہنوئی تھے۔ نجیب خاں کی
قرابت سمن پورہ میں ہے۔ اور گوبند پورہ میں تھے۔ اور ناظر
خاں سمن پورہ کے بیٹے جنگو خاں وغیرہ ہیں۔ دوسرے
بھائی شفیع احمد نواب وہ اپنے چچا ابراہیم خاں کے لڑکی سے
بیاہے تھے۔ ان لوگوں کا مکان خواجہ احمد علی کے بغل میں تھا
اب سب بک گیا۔ اور ہماری ملک میں در آیا۔ اب ان لوگوں میں
ممتاز نواب مذکور کی زندگی پھر چین کی گذرتی ہے۔ جس خاندان کو
گرتا ہوتا ہے۔ اوس خاندان کا کوئی آدمی پنپتا ہوا نظر نہیں آتا ہے
جسے خدا برباد کرنا چاہتا ہے۔ کوئی اوس کو قائم رکھ نہیں سکتا چند
روز بعد اس خاندان کا جاننے والا بھی نہیں ملیگا۔ ابھی لوگ زندہ ہیں
جنہوں نے ان لوگوں کا وقت بچشم خود دیکھا ہے۔ اور یہ دن بھی
دیکھ رہے ہیں تیس برس کے اندر یہ انقلاب ہو گیا ہے۔ ایسی انقلاب
روزمرہ دنیا میں ہوا ہی کرتے ہیں۔ کوئی ابھرا۔ کوئی ڈوبا
کوئی آیا۔ کوئی گیا۔ یہی آنا جانا زندگی اور موت ہے۔ یہی دنیا
ہے۔ جو آیا وہ دنیا دار ہے۔ جو گیا وہ دین میں گیا جو چند روزہ

ہے۔ وہ زندگی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے۔ وہ موت ہے جہاں چند روز گذارنا ہے۔ وہی دنیا ہے جہاں ہمیشہ گذارنا ہے وہی عاقبت ہے۔ ہم لوگ حیات کو موت اور موت کو حیات جانتے ہیں۔ جہاں دائمی زندگی ہے۔ اوسے موت سمجھتے ہیں۔ جہاں چند دن گذرتے ہیں۔ اوسے حیات بولتے ہیں۔ یہاں کی عیش کو مرجع جانتے ہیں۔ یہاں کی اقبال کو اقبال سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں کا ادبار عاقبتی ادبار سے کہیں بہتر ہے۔ زندگی کے دن بھلے بُرے امداد اہل دنیا کے بدولت ضرور گذر جاتے ہیں۔ عاقبتی افلاس سے خدا ہی بچائے اگر مرے بعد مفلس قلندر رہے۔ تو بجز افضال خدا اپنی لوئی کمائی کام نہ آئیگی۔ اس لئے کچھ بھی توشہ بھروسہ کیلئے ہر انسان کو رکھ لینا بہتر ہے

ع۲۰ منشی مرلی دہر مختار کا مکان سلی میں شاہراہ پر تھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء کے ۷ جنوری کو راقم جب جہانگیر گنج بیچ میں بوقت مسٹر فولاڈر صاحب کلکٹر پٹنہ درجہ سوم کا اعزازی مجسٹریٹ مقرر ہوئے اوس وقت سید رضا حسین خاں بہادر راقم کے پھوپھا پریسیڈنٹ کچہری تھے۔ اوس وقت منشی نثار احمد ساکن شیخ پورہ بنچ محرر تھے۔ وہ بھی چلے گئے وہاں ولایت گئے۔ پھر کسی بسکٹ کمپنی کے منیجر کے یہاں سورت میں شادی کرلی۔ اور دولتمند ہوگئے۔ خط وکتابت مدتوں رہی مگر ملاقات نہ ہوئی۔ وہ بلا کے تیز اور ہونہار تھے۔ اون کے بعد منشی مرلی دہر برابر محرر رہے۔ پھر انہوں نے مختارکاری پاس کیا۔ اوسی کچہری

میں خوب کمایا - اور اچھے تجربہ کار مختار ہو گئے - چند روز ہی کے
اندر مر گئے مکان وغیرہ اچھا بنالیا تھا - پھر ان کا حال نہ ملا اس
خاندان کا کیا حال ہوا اور کون وارث رہا - ان کے بعد ٹھاکر پرشاد
محرر رہے ۔ مدتوں وہ رہے پھر قاضی رضا حسین مرے
سرفراز حسین خاں صاحب پریسیڈنٹ ہوئے - پھر ٹھاکر پرشاد
کالرہ کا گنگا پرشاد چند روز رہے - جسے راقم نے بکوشش مقرر
کرایا - یہ لڑکا رنجیت بابو اس - ڈی - او کا ساڈ ہو تھا - اور ہنوز
بعہدہ اہلمد نقل نویسی زندہ ہے - اور صدر میں کام کرتے ہیں - پھر
منشی امداد برادران کے بیٹے فضلو میاں کو راقم نے بحالی کرایا
چندے وہ رہے - جو ہنوز زندہ ہیں - اور دانا پور میں کام کرتے ہیں
یہ گور گالوا ، میں سابق منشی وارث حسین کے خویش تھے - پھر منشی امداد حسین
ان کے والد مر گئے منشی امداد حسین ہی خواجہ پورہ میں راقم کے
پھوپھا کے دربار میں ملازم تھے - انھیں نے مقرری خواجہ پورہ کا
مقدمہ کرایا تھا - اور خاندان شیخ خیر علی مرحوم کے مجید میاں
عبدالعزیز میاں کے والد اور اختر حسین خواجہ پورہ کے دادا اور
مولوی عبدالرحمان عرف بگتی میاں خواجہ پورہ اور اکبر خاں سب اکن
سمن پورہ راقم کے مخالف ہو گئے تھے - اور خوب خوب مقدمہ بازیاں
ہوئیں - راقم کا خواجہ پورہ کا باغ لوٹا گیا - اسباب لوٹا گیا - ہاتھی ضبط
کیا گیا - گو بند بابو وکیل جو بہترین وکیل تھے - میری مخالفت میں
تھے - میری طرف سے ہرا جبند بابو اور گورو پرشاد سین بابو اور

راد ہا کرسو، بابو وکیل تھے۔ بابو کرنا داس پولس صدر اعلیٰ
کے اجلاس سے مقدمہ میرے خلاف میں ہوا۔ کلکتہ
ہائی کورٹ گئے۔ وہاں جسٹس ٹری ولپین اور جسٹس امیر علی نے
تصفیہ کرادیا اور دو ثلث جائداد راقم کو ملی اور ایک ثلث جائداد
قاضی حامد رسول و نعمت میاں کی والدہ راقم کی چھوٹی پھوپھی
کو ملی بر لیف ہائی کورٹ کے اندر سارے واقعات موجود ہیں
اس مقدمہ میں بیس ہزار روپیہ صرف ہو گئے۔ اس مقدمہ کے
اصل بانی مبانی منشی امداد حسین چچا اور بھائی نعمت مرحوم اور
قاضی حامد رسول سلمہ تھے۔ ملازمین بعد پھوپھو مرحومہ کل راقم کے
مخالف ہو گئے تھے۔ آمدورفت سب بند ہو گئی تھی۔ وہ مقدمہ
ایسے عنوان سے لایا گیا تھا۔ کہ راقم گویا جیل میں ہوتا۔ اور
اور راقم کے خاندان میں ایک پیسے کی جائداد بھی باقی نہ رہتی۔
وارثان شیخ خیر علی مرحوم ساکن خواجہ پورہ کو یہ عروج نہ تھا
جواب ہے۔ اس لئے ان لوگوں نے اس گھر کو کمزور کرنے
اور جائداد کے حاصل کرنے کی غرض سے اور اپنے ترقی کے
خیال سے مخالفت کی اور اپنے ارادوں میں کامیاب بھی ہوئے
جب ہی سے اس خاندان کے لوگ راقم کے مخالف رہا کئے جیسا
پھوپھی مرحومہ کا انتقال ہو گیا۔ اور بھائی نعمت مرحوم ساکن
خواجہ پورہ ہو گئے جب سے وارثان قاضی نعمت ساکنان
خواجہ پورہ ہیں اور قاضی حامد رسول برابر خواجہ پورہ کے ساکن رہے

پھر انقلابات ہوتے گئے۔ بھائی نعمت سے میل ہوگیا۔ اون کی لڑکی راقم کے ایک لڑکے سے منسوب ہوئی۔ جس کا نام مسرور تھا۔ وہ لڑکا مر گیا۔ پھر وہ لڑکی داروغہ منیر الدین سے بیاہی گئی۔ وہ آب کاری میں داروغہ تھے۔ اور نیورہ کے رہنے والے تھے۔ اور بیل تلے اون کا مکان تھا۔ یہ ڈاکٹر محمد بخش ساکن دربھنگہ کے سالے تھے۔ داروغہ کو کے لڑکے رجسٹرار ہیں۔ اور بھائی نعمت کے نانی ہیں۔ اور منا میاں بھائی نعمت کے لڑکے ہیں۔ وہ لطف اللہ خاں ساکن محی الدین نگر کے داماد ہیں۔ اون کی لڑکی حاجی عبدالواحد ولد حاجی بشیر الحق کے یہاں احمد میاں سے بیاہی گئی ہے۔ اور محمد بشیر بھائی نعمت کے چھوٹے لڑکے لیستہ چچا قاضی حامد رسول کے لڑکی سے بیاہے ہیں۔ بھائی نعمت شاہ امیر صاحب تکیہ شاہ گھسیٹا کے سجادہ نشین کے بہنوی تھے۔ خاندان شیخ خیر علی سے کوئی ذاتی برادری ہملوگوں کی اب تک نہیں ہے۔ صرف بستی کے لینے والے ہیں۔ اب بعد میرے منشی مجید و شیخ شمشیر علی و شیخ خیر علی و شیخ علی رضا و شیخ حمید کے اس گھر میں بفضلہ اقبال سے سب صاحب کمانے والے ہیں۔ عزیز میاں ولد مجید میاں کلکٹری میں محرر تھے۔ اون کی شادی حافظ نصیر الحق نالہ پر کے پولی سے ہوئی۔ پھر ڈیانواں میں دریر صاحب کے لڑکی سے ہوئی۔ اختر حسین اسی محل سے لڑکے زندہ ہیں۔ مولوی سعید مختار

سے یہاں گورکھپور میں ان کی لڑکی بیاہی ہے۔ ہادی میاں کی
شادی ڈاکٹر اصغر حسن کے یہاں لودی کٹروا لی پور میں ہوئی ہے مولوی
غفور انسپکٹر پولس عزیز میاں کے بھائی ہیں۔ ان کی شادی
دہنوت میں مولوی ارادت وکیل کے لڑکی سے ہوئی۔ بچو میاں
پولس سب انسپکٹر ہیں۔ ان کی شادی خلیل پورہ میں عبدالوہاب
مرحوم کے یہاں ہوئی۔ موسیٰ میاں کی شادی فریدپور میں افضل حسین
و تجمل حسین بھائی کے یہاں ہوئی ان کا لڑکا مہدی ہنوز کنوارہ
زندہ ہے ان لوگوں کے خاندان میں شادیاں مولوی معین
شکر الزماں بخاندان مولوی رفیع مرحوم ہوئی بعض شادیاں کوپلور میں
ہوئی ہیں۔ اب اس خاندان میں اچھا اقبال ہے۔ واسع میاں اور
متین میاں دونوں دولت مند آدمی اس خاندان میں آگئے ہیں
لطیف میاں کہیں اسٹیشن ماسٹر ہیں۔ سعید میاں ان کے برادر کے
یہاں ملازم تھے۔ معید میاں پوسٹ آفس میں ملازم ہیں۔ معید میاں
کی لڑکی چھپرہ کے طرف بیاہی ہے۔ ان لوگوں کی قرابت کمہر ان
میں بھی ہے۔ آدر سگوتا مین پورہ میں ہیں۔ ڈاکٹر رحمان مالک رحمانی
دواخانہ آرہ سے بھی قرابت ہے۔ سعید مختار سگونا سے بھی قرابت
ہے۔ اب ان لوگوں کی قرابت داریاں بوجہ کثرت ممبر خاندان کے دور
دور متفرق دیہاتوں میں ہے۔ ان لوگوں کا جتھہ بہت بڑا ہو گیا
علم بھی گھر میں ہے۔ اور دولت بھی ہے۔ یہ گھر اس وقت بر سر
عروج ہے۔ بدھو میاں سالار پوری کی شادی اس خاندان میں ہوئی ہے

یہ کفایت میاں کے یہاں ملازم تھے۔ اب تجارت کرتے ہیں
اوس مقدمہ مفرری کے وقت یہ ساری بستی خواجہ پورہ راقم سے
باغی تھے۔ صرف خاندان کھدیڑن مہتوں نے راقم کا ساتھ دیا
اور شیو نرائن مہتوں نے راقم کی جان وآبرو کی حتی المقدور حفاظت
کی۔ جس کا صلہ راقم کرتا آیا ہے۔ اور شیو نرائن کی بستی الیس بنایا
کہ اوس کی یادگار مندر قائم ہو گئی۔ اور ایک مالی حصہ سیٹی میں
راقم نے اوس کی اہلیہ کو مقرر کر دیا۔ اب تک اوس احسان کا
بدلہ کرتا آیا ہوں مرلی دھر مختار کو فالج آیا تھا۔ مر گئے۔ ٹھاکر
پرشاد کو عین اجلاس پر فالج گرا اور وہیں سر رشتہ میں مر گئے
پھر تو متفرق آدمی بنچ میں محرر ہوتے گئے۔ اور بدلتے گئے
مستقل طور پر دو تین برس کوئی نہیں رہا۔ بیسیوں آدمی ہو گئے
اور ہوتے جاتے ہیں۔ قاضی رضا حسین کے پہلے کور
سنگراج بہادر بنچ مجسٹریٹ تھے۔ اور وقت مولوی عبدالجبار خاں بہادر بھی
آیا کرتے تھے۔ اون کے ساتھ بنچ مجسٹریٹ لوگ بیٹھا کرتے
تھے۔ پھر اون صاحب کلکٹر کے وقت میں صادق پور بنچ اور چھاونی
دونوں توڑ کر سیٹی کورٹ بنچ ہوا۔ اوس وقت تک دونوں بنچ
درجہ دوم کے اختیار کے ساتھ خود مختار بنچ ہے۔ استغاثہ یہاں
دائر ہوتا تھا۔ راقم نے خود استغاثہ بہتیرا لیا ہے۔ سیٹی کورٹ
ہوا اختیارات سلب ہونے گئے۔ اعزاز گیا بنچ مجسٹریٹ جو کبھی
وہ ایک عزت کی چیز تھی۔ اب تو مسٹ ڈپٹی کا اعزاز بھاری ہے۔ اور بنچ

مجسٹریٹ ایک ذلیل عہدہ ہو گیا۔ پبلک اوس کو اچھی وقعت سے
نہیں دیکھتی۔ حکام بھی اب ان پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ چھوٹے
چھوٹے بھی مقدمات ان کے ذمہ بمشکل اب سپرد ہوتے ہیں
دفعہ ۳۴ اور پانی لاؤ چیچک کے مقدمات ان کو ملتے ہیں
مظالم جانوران موٹر کے مقدمات فوجداری کے مقدمات
بدقت بعض بعض کو ملتے ہیں۔ اب کوئی وقعت اس عہدہ کی
نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اس عہدہ کی وقعت کو خود
برباد کر دیا۔ بعض چھوٹے چھوٹے لوگ اس عہدہ پر ہو گئے
اور وقعت ہر طرح پر جاتی رہی راقم چونکہ پرانے وقت کا ہے
ابتک اس عہدہ کو سنبھالے جاتا ہے۔ مگر جی اندر سے خوش
نہیں ہے۔ نہ کرنیکو جی چاہتا ہے۔ نہ اب ہو سکتا ہے۔ مگر
راقم کو تجربہ کا فائدہ دن بدن بنا ملتا ہے۔ ذریعہ معلومات
بڑھتا ہے۔ اس لیے اب تک کرتا جاتا ہے۔ ورنہ
گذشتہ باتیں اب کہاں نصیب ہیں۔ تین برس سقا کی سلطنت
ہے۔ اس میں ایمانداری اور خودمختاری کیا برتی جاسکتی ہے
اودھر حکاموں کا خوف ہے۔ خلاف مرضی ہوا تو آئندہ کی حکومت
گئی۔ پبلک سے سروکار اوس میں رات دن رہنا تین برس
بعد اوس کے ساتھ حشر ہوتا ہے۔ آزادی اور ایمانداری
کیونکر برتی جائے ایک دغدغہ والی حکومت ہے۔ جس لش گذر کرنا
پڑتا ہے پبلک سے سروکار بھی اب کم رہتا ہے۔ بیٹھا بیٹھا گھنٹے

اور دفعہ ۳۴ کے سوا اب سرد کار ہی کیا رہتا ہے۔ اگر تو گئے اجلاس کو سلام کیا۔ اور بیرنگ واپس کام ہی ہاتھ نہ کیا رہتا ہے۔ خدا جانے کتنے مقرر ہوئے کتنے مر گئے کتنے کٹ گئے۔ بہترا نام تو بھول گیا۔ بعض یاد ہیں۔ جن کا تذکرہ کرتا ہوں قاضی رضا حسین۔ مولوی فضل الرحمن ڈومری۔ مولوی منظر علی لودکمیرہ گود سکھراج بہادر۔ راقم۔ میر علی محمد شاد خاں بہادر۔ ابو صاحب رائے مہابیر پرشاد مہراج گھاٹ۔ منجھلے نواب صاحب بادشاہ نواب صاحب۔ سلطان صاحب۔ مولوی ضمیر صاحب صدر گلی۔ سرفراز حسین خاں صاحب۔ رائے جی کشن بہادر۔ راجہ رام کشن پانڈے موجودہ چیرمین میونسپلٹی کے بھائی یوسف حسین خاں صاحب۔ رائے سرن لبب۔ بابو کملا سہائے مالسلامی۔ نواب الطاف حسین خاں صاحب۔ چھبّی بابو۔ محمد نواب صاحب گذری مہدی نواب صاحب گذری۔ خاں بہادر مولوی معین الدین۔ خاں بہادر شاہ کمال صاحب۔ بابو نریشر سہائے۔ راجہ درگا پرشاد رائے جیلال مارواری۔ ان کے بڑے بھائی۔ مولوی ابوالحسن صاحب۔ بابو گرجا پت سہائے۔ نہال میاں کلی۔ مولوی یوسف حسین صاحب لودی کٹرہ وغیرہ۔ لتنے لوگوں کا نام تو یاد ہے ان لوگوں میں ایک راقم ایک سرفراز حسین خاں بہادر ہنوز زندہ ہیں جو پرانے قاعدے کے حیاتی مقرری دار ہیں۔ اور بقیہ لوگ مر گئے یا نئے قاعدے سے رد ہوتے گئے۔ ان میں سے بعض زندہ

ہیں۔ ان انقلابات کے بعد لستے لوگوں کے مقابلہ کی کارروائی
کرنیکے بعد جو تجربے ہوئے ہیں۔ وہ عجیب و غریب ہیں۔ پہلا تجربہ
تو یہ ہوا۔ کہ دو مقدمے یکساں نہیں دیکھا۔ ہر مقدمہ میں ترتیب
مثل اور درجہ کا فرق ضرور ملا کیا۔ دوسرا تجربہ یہ ہوا کہ ہندوستان
کے خواندہ اور جاہل کوئی بلا طرفداری فریق گواہ نہیں ہوتا۔ اور
آزادانہ اظہار دینا نہیں جانتا۔ تیسرا تجربہ کچہری کے حلف کو
زبان کی کاٹ جانتے ہیں۔ اس کی حرمت اور جواب دہی
کی کلیۃً پرواہ نہ کی جاتی۔ چوتھا تجربہ ہے۔ کہ سچ بولنے پر
افسوس اور جھوٹ بولنے کی خوشی پیدا ہوتی ہے۔ پانچواں تجربہ
غیر مجرم الٹ پلٹ کرکے سزا دلوانے کی کوشش اور سزا
پانی غلط پر اظہار مسرت ہوا کرتا ہے۔ چھٹا تجربہ ملزموں
اور مجرموں کو اپنی آزادی کے اور چھوٹنے کے سوا اپنے کرنے
پر بالکل ندامت نہیں ہوتی۔ ان کا مقصود صرف دل ان کو انصاف
پسند نہیں رہنے دینا۔ ساتواں تجربہ متعلقین مقدمہ کو بغیر جھوٹ
و فریب کے سچائی کیطرف مطلقاً توجہ نہیں ہوتی۔ آٹھواں
تجربہ کچہریوں کے ذریعہ سے داد خواہی بدترین بدنصیبی کا سامنا
ہے۔ اور پریشانیوں کا مقابلہ ہے یہ نواں تجربہ ظالموں کی آزادی
اور مظلوموں کی بربادی ہے۔ دسواں تجربہ جرح کے طریقے
اس قدر وسیع ہیں کہ بوسیدہ گواہوں کو چھیننا اور اس کی
بدبو سے مثل کے دماغ کو پریشان کرنا اور انصاف میں خاک

ڈالنا اور واقعات صحیحہ کی پردہ پوشی کرنا ہے دسواں تجربہ کارروائی مقدمات سے کے وجہکر حاکم کے قلم انصاف کو کند کر دیتا ہے ۔ ہرگز کوئی منصف دل اپنے ایمان کے مطابق کوئی کام نہیں کر سکتا ۔ اوس کا قلم جھوٹے مصنوعی خریدے ہوئے گواہوں کے بیان کا پابند ہے ۔ اور وہ اندرونی جذبات کے خلاف قلم چلانے پر معذور ہو جاتا ہے ۔ دل کچھ اور بولتا ہے ضمیر کچھ اور کہتی ہے ۔ اور مثل مقدمہ اور بھی کچھ رنگ لاتی ہے گیارہواں تجربہ مظلوم ہمیشہ مظلوم ہی ہو کر رہتا ہے ۔ اوس کی پریشانیاں ملزم کے سزایابی پر بھی دادرسی پوری نہیں کر سکتی سارا بوجھ وبار ثبوت و اخراجات سب مظلوم ہی کے سر آمد ہوتے ہیں ۔ کوہ کندن و کاہ برآوردن سے صرف کاغذ ہاتھ میں لئے واپس جانا پڑتا ہے ۔ اور خالی ہاتھ جانے والے کو اولٹا الزام تسلیم کرنا پڑتا ہے ۔ کچہری والوں کی بے رحمی اور نا انصافی اوس غریب کے اولجھنوں اور پریشانیوں پر بھی رحم نہیں کھاتے اوس مظلوم کی کون سی دادرسی ہوتی ہے اوس نے اپنے مظلومیت کا کون صلہ حاصل کیا ہے جو اوس غریب پر اس قدر فرمائشیں ہوا کرتی ہیں ۔ اور اگر ملزم رہا کیا گیا تو کس قدر اولٹی ندامت مظلوم کو حاصل ہوا کرتی ہے ۔ وہ ہر مظلوم ہی جانتا ہو گا ۔ قانون پیشوں کی امداد سے انصاف میں حقیقی مدد نہیں پہونچتی ۔ بلکہ حقیقی انصاف کی جڑ بے بدل

جاتے ہیں۔ ان کی ذہانت قوت دماغی طاقت لسانی اور علمی لیاقت
استقلال ذہنی کا نظارہ البتہ ہوتا ہے۔ ورنہ سچائی کی صورتیں
بدل جاتی ہیں۔ انصاف حقیقی آدھے شئے ہے۔ اور ترمیمیت مثل اور
جبر ہے۔ کاغذی مثل مرتب ہوجاتی ہے۔ انصاف حقیقی کا تو
خون ہی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ منوشاستر کے رو سے جو تقسیم اقوام
کی گئی تھی۔ برہمنیت اور ثالثی کے طریقے پر رکھے گئے تھے۔
وہ ہندوستان کے فضاؤں کو دیکھ کر بنائی گئی ہے۔ اور وہ
بہترین طریقہ پر جرائم کی دادرسی کا تھا۔ اور پھر جرائم کی سزاؤں میں
انصاف کا بہترین پہلو رکھا گیا تھا۔ اور اپنی اپنی گروہ کے سرگروہ
سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔ مگر ان کے اختیارات
محدود تھے اس لئے اب آزادی کے وقت میں مسلم نہیں ہو سکتے
مگر اس کی حدبندی کی حدبندیاں جرائم کے روک تھام کے لئے
بہت کافی تھیں۔ اور ہر وقت کافی ہو سکتی ہیں۔ مگر جب قومیت ہی
ٹوٹی۔ مذہبی آزادی ہی ہو کر رہی۔ پنچایت ہی کوئی شے نہ رہی اس
کے احکام بھی اب فضول ہیں۔ تو پھر جو ہو رہا ہے وہی ٹھیک ہے
وہ لوگ گئے۔ وہ زمانہ گیا۔ وہ دنیا نہ رہی۔ غدر کے پہلے سے
یہ کچہری قائم تھی۔ ڈپٹی دلیل الدین خاں کرتے تھے۔ دیوان
مولا بخش نے غدر کے بعد اس میں کچہری کی یہ کچہری سب سے
پرانی تھی۔ کھڑو درلال کے گھر میں بھی چند روز کچہری ہوا کی پھر جس
بنگلے میں مولوی جواد حسین وکیل تھے۔ اس میں بھی یہی کچہری ہوا کی

پھر جس میں اب سب ڈپٹی رہتے ہیں۔ اس مکان میں کچہری ہوا کی یہ مکان یہاں کچہری کر کے مشہور رہتا۔ اور مہراج دربھنگہ کا تھا۔ اس مکان میں سیٹی مجسٹریٹ لوگ رہنے لگے۔ ملز صاحب پہلے سیٹی مجسٹریٹ ہوئے۔ اونھیں کے وقت میں سیٹی کورٹ قائم ہوا۔ پھر جناب بے۔ ام۔ کربی صاحب۔ پھر کم فرد صاحب بینو صاحب انگل صاحب۔ دہاوے صاحب جواب ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ ہیوز صاحب۔ جناب روس صاحب جواب ہائی کورٹ کے جج ہیں۔ فری مین صاحب اور میکسول صاحب اور صاحب لوگ سیٹی مجسٹریٹ ہوئے۔ پھر سورین بابو۔ پھر رنجیت بابو۔ چندرا صاحب خاں بہادر حامد صاحب سیٹی مجسٹریٹ رہے۔ اب بے۔ کے۔ سدا صاحب ہیں۔ پہلے مقبول احمد صاحب سب ڈپٹی آئے۔ پھر مولوی معین ولد مولوی کریم صاحب رہے۔ پھر مولوی فضلو صاحب رہے۔ درمیان میں بعض بعض لوگ آئے گئے۔ اب دربھنگہ کے ایک کائستہ صاحب ہوئے ہیں۔ کتنے انقلاب ہوئے۔ دہاوے صاحب جواب ہائی کورٹ میں ہیں۔ وہ بھی مدتوں سیٹی مجسٹریٹ رہے۔ خود راقم بھی بعض بعض وقت میں انچارج سیٹی مجسٹریٹ رہا ہے۔ جس کے کاغذات موجود ہیں۔ الغرض سارے انقلاب راقم نے دیکھے ہیں۔ دنیا کے پچاسوں رخ بدلے۔ اور بدلتے جاتے ہیں۔ موجودہ فضا بھی دیکھ رہے ہیں۔ اب دنیا میں امن و عزت اور آرام و آسائش اور بے فکری کی خوش زندگی بسر ہونا مشکل

ہے۔ باآبرو مرجانا بہتر ہے۔ اس اوجھن کی زندگی تو راقم کو وبال جان ہے۔ جو سنا جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا۔ خیال ہے۔ کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ؟ اب آبرو دیکھنا مشکل ہے۔ دنیا اب شر و فساد کی ہے۔ امن کا زمانہ گیا گذر اکل یوم بتر ہے۔ میر شاہ حسین۔ دور ہندا بابو پیشکاران ہنوز زندہ ہیں۔ جن لوگوں نے سارے تماشے اور اختیارات بیچ دیکھے ہیں۔ میر شاہ حسین رانی پور نور اللہ راقم کے نانی کے سسر ہیں۔ جو پندرہ برس پیشکار رہے ہیں۔ ہندر بابو ساوجی کے دربار میں جمرڈریا میں دیوان ہیں کتنے منہ ہنسے اسی کورٹ سے ترقی پایا۔ اور شکو مرمزم انسپکٹر ہو گئے۔ راقم جس جگہ پر تھا جیسے کا تیسا رہ گیا۔ ذرا بھی ترقی نہ کر سکا۔ میں اپنی ناقابلیت پر محمول کرتا ہوں۔ مجھ میں ترقی کرنے کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ ورنہ میں بھی کچھ ہو کر ہی رہتا۔ پرانوں کی ہی قدر دانی کیا کم ہے۔ باآبرو گذر رہی ہے۔ راقم خدا کا شکر گذار ہے۔

۱۲ میر رفیع الدین کا مکان پیر دمڑیہ میں تھا۔ ان کی سسرال بخاندان شاہ خادم حسین پیر دمڑیا تھی۔ ان کے تعلقات سسرال شاہ محمد حسین ڈنکہ کی اہلیہ سے تھے وہ ان کے سالے ہوتے تھے ان کی سسرالی جائداد حاجی پور کے علاقہ میں جمروہ وغیرہ میں تھی۔ دراصل یہ پھلواری کے رہنے والے تھے۔ اور مولوی احمد عبداللہ کے لڑکے تھے۔ ان کے بھائی مولوی امین صاحب تھے جن کی شادی نعمت پور میں ہوئی تھی۔ ان کے لڑکے شاہ عزیز مرحوم

رہتے تھے۔ جو ہاڈھی پاڑہ کے مسجد میں کلکتہ میں رہتے تھے۔ اونکی
تعلقات برادری سسرالی پیر بکہ لودیکڑہ میں تھی وہ صاحب اولاد
تھے۔ گیا میں جاکر مرے بڑے صابر و شاکر اور متوکل آدمی گزرے
ہر سال ربیع الاول میں بڑے دہوم سے ان کے مکان پھلواری
میں مہمان داری اور مولود ہوا کرتا تھا۔ جس کو لوگوں نے تین برس
پیشتر تک بچشم خود دیکھا ہوگا۔ وجیہہ اور کاسب تھے پہلے یہ راقم کے
یہاں طالب العلم رہے۔ پھر شاہ کمال صاحب کے مسجد پر طالب العلم
رہے۔ پھر کلکتہ میں ایک انگریز کے یہاں خانساماں رہے۔ پھر یہ
فقیر ہو گئے۔ اور پورے متوکل ہو گئے۔ اور واقعی لقلی شاہ
صاحب بڑے۔ جس کا صلہ ان کو ملا کہ میں مرے اون کے بھائی
مولوی حنیف زندہ ہیں۔ جو ڈاکٹر اصدر علی خاں بہادر کے یہاں
بھوٹان میں منیجر ہیں۔ اور دونوں راقم کے دربار میں مختار کار پرداز
رہے تھے۔ ان دونوں بھائی کی شادی ہدایت حسین مختار کے
لڑکی سے گول گھر کے پاس ہوئی تھی۔ ہدایت حسین کے
لڑکے عبد الحکیم پیشکار ہیں۔ ہدایت حسین اسکاٹ صاحب ساکن
گلزار باغ کے کارپرداز تھے۔ اسکاٹ صاحب پرانے خاندان
کے عیسائی مذہب کے آدمی تھے اون کا تیل کا گدام تھا۔ اون کے
بیٹے ٹامی اسکاٹ جاسوا اسکاٹ تھے۔ دونوں افیم گدام میں نوکر تھے
دونوں جوان ہی مر گئے۔ ٹامسن صاحب کے پاس اس خاندان
کے جائداد آگئی۔ بڑے لڑکے مونگیر میں اسکاٹ تھے۔ وہ بھی

لاولد مرگئے۔ ان لوگوں سے راقم سے بڑا ربط رہا۔ اور آمد
ورفت رہی۔ ان لوگوں کی جائداد بہت تھی۔ بینک روڈ پر تین بنگلے
تھے۔ جواب بک گئے۔ مسٹر زبیر نے خریدا ہے۔ اور چندر صاحب
نے خریدا ہے۔ ایک میں مسٹر یوسف بیرسٹر مرحوم
بھی رہتے تھے۔ سب بک گیا ایک بنگلا عید گاہ کے سڑک
پر تھا۔ اوس میں چندے محمڈن اسکول تھا۔ اور پہلے جہاں سیٹی
اسکول تھا۔ اوس کوٹھی کے بغل میں سکونتی مکان تھا۔ جواب تک
اون کے لڑکی کے قبضہ میں ہے پٹنہ بجلی کمپنی کے چیف انجینئر
جس کا نام مسٹر الکزنڈر ہے۔ غالبًا اسی خاندان سے تعلق رکھتے
ہیں۔ اس خاندان میں اہل ذکور کوئی نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا
زمانہ اون لوگوں کا اخلاق حمیدہ بالکل ہندوستانی وضع کا تھا
اور بہترین لوگ گذرے ہیں۔ عروج و نزول دونوں دیکھا۔ آج
اوس وقت انیم گرام کی آبادی اور اس محلہ میں عیسائیوں کی بستی
کچھ عجب دلچسپ جگہ تھی۔ فریجر صاحبہ کی ٹھاٹھ۔ مری گن صاحب کے
سیشن مجسٹریٹی کا وقت ان انگریزوں کا اس محلہ میں رہنا۔ اوس جگہ
کی آبادی۔ بائی لاؤ صاحب کے بھائیوں کی رہائش۔ مسٹر میکنٹوش
صاحب کا اخلاق۔ مسٹر آرنلڈ کے خاندان کی ترقی سب باتیں
قابل یادگار ہیں۔ یہ سب نیست و نابود ہو گئے۔ ڈی آبرو صاحب
کے خاندان کی کثیر الاولادی۔ ایسی صاحب پولس انسپکٹر کی
شان۔ براون صاحب انسپکٹر کی سطانت۔ ایسی۔ برمے صاحب

کے بھتیجے کی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ تھے جس کا نام مسٹر وِنسل تھا۔ مولوی ظہیر مختار موجی پور سے دیوان حافظ کا پڑھنا۔ راقم نے سب دیکھا بلکہ ان لوگوں سے بہترین رابط آمد و رفت اٹکنسن وینٹ رہی مسٹر ولیم سن انجینیر کا گھوڑا۔ لیلی صاحب تاجر کا عروج اون کی شان و شوکت اون کا عربی گھوڑا۔ اسٹورٹ کی گھی کل آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اون لوگوں کی سوسائٹی میں جو انگریزی سوسائٹی کا لطف اوٹھایا ہے۔ اب خواب و خیال میں نہیں ہے۔ وہ سب دن ختم ہو گئے۔ الغرض میر رفیع الدین کے دوسرے بھائی حکیم وحید تھے۔ جنہوں نے راقم کے ساتھ مولانا امیر الحق قدس سرہٗ سے عربی پڑھا۔ پھر مولوی گلزار علی سے جو حاجی گنج میں رہتے تھے۔ طب پڑھا۔ پھر مظفر پور میں مطب کیا۔ پھر ہاجی پور میں راقم کے مکان میں مطب کیا۔ پھر پاگل خانہ والی سڑک پر عین موڑ پر اپنا مکان بنایا۔ پھر قدم کوآں میں مکان بنایا۔ پھلواری میں سیدانہ محلہ میں بیاہے تھے۔ یہیں اولادیں ہوئیں سب مر گئے عبدالحئی میاں ساکن نواده جو مولوی ظہیر الحق نانا کے نواسے ہیں ان کے داماد ہوئے سارا تماشہ دیکھا۔ اب ان کا کوئی نام لیوا زندہ نہیں ہے۔ مکان بک گیا۔ ان کے خاندان کا وجود نہ رہا۔ تیسرے بھائی رفیع الدین تھے۔ اونھوں نے اوائل زندگی بہت تکلیف کی۔ بڑا مقدمات لڑے صاحب جائداد ہوئے۔ ترک مسمری مدار راجہ کے دربار میں ذی اختیار ہو کر بہت اچھا کمایا۔ آرام سے رہے تقریباً کیا

ان کا لڑکا عابد حسین مختار ہوا۔ اوس کی شادی حافظ عبدالغفور کے یہاں ہوئی۔ اور نواب فدا علی مقتول کے ساڑھو ہو گئے میاں علی حسین نواد مکے ساڑھو ہوئے صاحب اولاد ہوئے دہوم سے شادیاں ہوئیں۔ نواب فدا علی کے مکان میں بڑا جلسہ ہوا۔ گانا بجانا رہا۔ عابد حسین کی مختار کاری چل نکلی۔ لڑکی میر رفیع الدین کی میر احمد حسین ہر منڈل گلی سے بیاہی گئی جسکا لڑکا محمد عالم تیا میں موجود ہے۔ اور محمد نظیر رجسٹرار کے بہنوئی ہیں۔ اور ڈاکٹر مختار احمد کے بہنوئی ہیں۔ میر احمد حسین کی تعلقات کراتوال میں ہے۔ اور مولوی عبدالحفیظ وکیل سے ہے۔ خاندان قاسم میاں حاجی گنج سے ہے۔ خاندان میر امیر جان مرحوم لودیکٹرہ سے ہے۔ خاندان خواجہ سید حسن سے ہے۔ ایک لڑکا میر رفو مامون کا نعمت حسین تھا جو اٹھارہ برس کے سن سے لاپتہ ہوگیا آج تک کوئی خبر نہیں ہے۔ ایک لڑکے رضی الدین تھے۔ وہ بھی اپنے بھائی حبیب الدین کے ساڑھو تھے۔ ایک لڑکا شرف الدین تھا۔ وہ بھی مر گیا۔ رضی الدین بھی مر گئے۔ اولاد ہر عابد حسین بھی مر گئے۔ اون کی اولاد بھی مر گئی۔ سب ختم ہوگئے اور قریبا جوان ہی مر گئے۔ میر رفیع الدین بھی پچاس کے اندر ہی مر گئے اب اس خاندان میں ایک لڑکے حسیب الدین زندہ ہیں۔ جو اپنے ماموں شاہ محمد حسین ڈنکی والی کے داماد ہیں۔ وہ صاحب اولاد ہیں۔ انکے لڑکے وجیہہ الدین بھی مر گئے۔ جن کی لاش جہلم کے اندر دفن قبر کھود کر

کسی نے پیٹ چاک کر کے قلب نکال لیا تھا۔ یہ عجائب واقع تھا۔ لاش بوسیدہ نہ تھی۔ پھر گاڑی گئی۔ پیر دمڑیا میں اوپر ہی مزار ہے۔ اب پیر دمڑیا کا مکان ویران ہے۔ شہاب الدین اور دیگر اولاد زندہ ہے۔ مولوی احمد اللہ بھائی وجیہہ مرحوم کے نانا مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے تین شادیوں سے سلسلے تھے۔ اسی خاندان میں شادیاں کیں۔ بھائی وجیہہ صاحب کی والدہ انھیں کے بہن کی لڑکی تھیں۔ اس خاندان کا پورا عروج و زوال دیکھا حبیب الدین کورٹ وارڈ میں رہے۔ قانون گو ہوئے۔ تاجروں کے ملازم ہے۔ اب زمینداری پر اوقات ہے۔ سسرال میں ہیں۔ شاہ غلام حسین ان کے سالے ہیں۔ منال حسین سے شاہ [illegible] سے قرابت تھی۔ اب وہ نہیں اور گروہ میں ہیں۔ میر رفیع الدین کے سسرالی قرابت خاص کے آدمی میر شمس الدین تھے۔ جن کا مکان لال ابلی میں میر عنایت حسین کے امام باڑہ کے قریب ہے اون کی اولاد زندہ ہے۔

۱۲۔ نور الدین شاہ ایک مجذوب فقیر گذرے ہیں

ان کا حال چوک وارڈ میں ملیگا۔ یہ بالسلامی علاقہ کے ایک بڑے قصبہ میں رہتے تھے۔ جہاں پر لوزی چور کا قصبہ ہے۔ اور دو چار کتے ان کے محافظ تھے ان کا مزار کالی استھان میں ہے باقر حق کے بغل میں ہے یہ لغیر متشرع فقیر تھے۔ شہر کے عوام ان کے بہت قائل تھے۔ اور ان کے طرف مائل رہتے۔ نور الدین

بجو رشاہی زمانہ میں تھے۔ اوس وقت کے چوروں کا قبہ بنا ہوا
ملتا ہے جو اس وقت کے بڑے بڑے لوگوں کو نصیب نہیں ہے
وہ بھی وقت تھا کہ چور کی یادگار رہے۔ اب وہ زمانہ ہے
کہ بڑے بڑے سرکار و دربار کی یادگار نہیں ملتی۔ برا ہو یا
بھلا ہو۔ اپنے فن کا ماہر ہو کامل ہو اپنی قدر ضرور کرا لیتا ہے
بڑوں کا برا بھی بھلا ہو کر رہتا ہے ع کسب کمال کن کہ عزیز
جہاں شوی ہے۔ کوئی صفت ذمیمہ ہو خواہ حمیدہ ہو۔ مگر انتہا کے
ہو تو نام ضرور رہیگا۔

عہ راجہ جگرناتھ سنگھ بوندیلا کا گھر معروف و مشہور ہے۔ دولتمند
گھر تھا۔ پرانے لوگ پرانی روش کی تھے۔ ملنسار رہے میونسپل
کمشنر بھی رہے تھے۔ مذہب کے پختہ ہندو تھے ادہیڑ ہو کر مرے
پھر اس خاندان کا حال نہ ملا۔ اب کون ہے اس خاندان کی کیا حالت
ہے۔ آمد و رفت نہ رہی۔ ادہر راقم خود ہی نہ جا سکا بشرط علم ہوا
کہ کچھ اہل خاندان ہیں واللہ اعلم جو کچھ تھا وہ گیا۔

عہ۱۵ مسٹر نولن برون صاحب انسپکٹر کے داماد تھے
ان کا میس کا گدام اوس بنگلے میں تھا جس میں اب بیماریہ ل ہے بڑے
ملنسار خوبصورت نوجوان انگریز تھے۔ کانپور جا کر جوان ہی مر گئے

برون صاحب کثیر الاولاد آدمی تھے۔ اون کے بعض لڑکے
پولس میں کہیں ملازم ہیں۔ پھر ان لوگوں کا کوئی پتہ راقم کو نہ ملا تاجر
انگریزوں کا مزاج سرکاری ملازم انگریزوں سے بالکل جدا گانہ ہوا کرتا

ہے۔ تجارتی ملنسار ہوا کرتے ہیں۔ ملازم سرکار خوددار ہوتے
ہیں۔ اون کو ضرورت ہے۔ کہ داشت بر میں ہندوستانی کو
غرضمند جانتے ہیں۔ اور دور دور سے خشک ملا کرتے ہیں۔
اس کا موقع بھی کم دیتے ہیں۔ کہ کوئی اپنا راز یا غرض عرض کرے۔
وہ کس کس کی سنیں۔ ایک ایک نوکری کے لئے سیکڑوں درخواست
اور سفارشیں ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے اون کو معذوری ہے۔ کہ
انجام فرائض منصبی میں دقتیں پیدا نہ ہوں۔ وہ انصاف کو غرضمندوں
کی قابلیت پر چھوڑتے ہیں۔ جس سے اون کا کام نکل سکتا ہے
اوس کو تنخواہ دیکر مقرر کر لیتے ہیں۔ ہم غرض مندی سے خالی
ملتے کب ہیں۔ جو برابری کی ملاقات برتیں۔ ہم میں وہ بے نیازی
کہاں ہے۔ جو آزاد ملنے کی صلاحیت رکھیں۔ جو با غرض ملنا
چاہتے ہیں۔ اون سے ملتے ہیں۔ اون کی دلی قدر کرتے ہیں
غرض مندوں کو جیسے ہم لوگ تحقیر سے دیکھتے ہیں۔ وہ
بھی ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ تو کوئی الزام کی بات نہیں ہے ہم لوگوں
نے اپنا ذریعہ روزی تو ملازمت رکھا ہے۔ اور وہ اون کے
ہر قدرت میں ہے۔ ہم بے غرض مل نہیں سکتے اور ایک نوکری ہزار کو
وہ دے نہیں سکتے۔ ہم لوگ ابھی عزت افزائی خطابوں میں جانتے ہیں
اور وے بے نیازی اور خودمختاری کو عزت کی شان سمجھتے ہیں۔
بڑے بڑے تجار اور بالیاقت لوگ لقبوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے
اور سب اپنے دہندہ روزگار کو بہترین عزت دار جانتے ہیں

راقم کے ایک معزز اور متمول تاجر کلکتہ کے پاس ایک ریشم کا کل تھا جسکے
دیکھنے کیلئے اوس وقت کے ایک لفٹنٹ گورنر نے خواہش ظاہر
کی اور خط لکھا۔ اوس کا جواب اوہنوں نے دیا۔ کہ اتنا چھوٹا کارخانہ
دیکھنا حضور کے منصب کے خلاف ہے۔ اس لئے میں اس عزت
افزائی کی ہمت کرنا گستاخی جانتا ہوں۔ ورنہ میرے لئے تو تشریف
آوری باعث فخر ہے۔ مگر حضور والا کے پوزیشن کے خلاف ہوگا
جسے بحیثیت شاہی رعایا ہونے کے خود نامناسب جانتا ہوں۔ اور
میں اپنے منصب کو خوب سمجھتا ہوں۔ کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔
حالانکہ وہ بہت دولتمند تھے۔ اور مل بھی ان کی چار لاکھ سے کم
کی نہ تھی۔ جہاں ہزار ہزار کے چند انگریز ملازم مقرر تھے۔ راقم
نے بعد جانے جواب کے پوچھا۔ آپ نے کیا غلطی کی اوہوں نے
فرمایا کہ اون کے حیثیت کے لائق میں خاطر نہیں کر سکتا
اگر کردوں تو میری حیثیت ہی بگڑ جائے۔ اس لئے مجھے جدا ہی
رہنا اچھا ہے۔ حالانکہ وہ کونسل کے ممبر تھے۔ اور تاجروں کے
ایسوسیئیشن کے وائس پریسیڈنٹ تھے اور یورپ میں بہت رہتے
تھے۔ وہ بے نیاز تھے۔ اون کو بڑے لوگوں سے ملنے کی خواہش
بھی نہ تھی۔ رات دن اپنے روزی کے کام میں مشغول رہا کرتے تھے
صرف شام کو ڈیڑھ گھنٹہ اون کے فرصت کا وقت تھا۔ بڑا آدمی ہونا
آسان نہیں ہے۔ بہت محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہے
عیش پسند بڑا آدمی ہو نہیں سکتا۔ اپنے غفلت کے بدولت

اوسے ایک نان چھوٹنا بنا پڑیگا۔ دولت کی قدر جو نہیں کرتا اوسے
رونا پڑیگا۔ وقت کی قدر جو نہیں کرتا۔ اوسے مرنا پڑیگا۔ نوجوان
سونے کو بہترین عیش جانتے ہیں۔ سو سو کر عمر گنوا رہے ہیں
یہ کیا کما سکتے ہیں۔ اور کوئی دنیا کا بڑا کام اون سے انجام نہیں ہو سکتا
جتنی محنت ہوگی۔ اوتنی قیمت بنیگی اور قدر ہو گی۔ دین و دنیا میں
محنت ہی قدر ہے۔ جتنا جو پسیگا۔ اوتنا ہی بڑا آدمی کہلا سکیگا۔ سکھانا
سونا غیر ضروری گپوں میں عمر تصرف کرنیوالا دنیا کا یا دین کا کوئی کام
انجام دے نہیں سکتا۔ بیکاری کے مشغولی سے بہتر کوئی
کام ہم نہیں سمجھتے۔ یہ وہ شغل ہے۔ کہ ہر دم انسان مشغول ہیں
ان کو فرصت مل ہی نہیں سکتی۔ میری گروہ ہی کے زیادہ تر آدمی
ایسے ملتے ہیں۔ جن سے پوچھا جائے۔ کیا شغل ہے۔ تو
جواب ملتا ہے۔ بے شغلی کیا اچھا شغل نکلا ہے۔ پھر ایسے لوگ
دنیا میں یا دین میں کیا ترقی کر سکتے ہیں۔ دین میں یا دنیا میں
جنہوں نے ترقیاں کی ہیں۔ وہ مٹ مٹ گئے ہیں۔ پس پس گئے
ہیں۔ جب جا کر دولت ملتی ہیں۔ سو سو کر آپ اعلیٰ پیمانہ کی تعلیم نہیں
پا سکتے۔ گپ میں رہکر اور اوقات ضایع کر کے فیشنوں اور تماشوں
میں رہکر آپ خدا رسیدہ نہیں ہو سکتے۔ بلا ایثار کے کوئی بڑا آدمی
ہو نہیں سکتا۔ پیغامبروں کے ایثار کو لیڈروں کے افکار کو بادشاہوں
کے اطوار کو فقیر اون کے انکسار کو تاجروں کے بیوپار کو غور فرما کے
دیکھئے جان فشانی کی ضرورت ہے۔ کسی فشن دار کو بر سر کار ہوتے

کم پائیگا کامیوں کو کام اوباشوں کو جام پیارا ہوتا ہے۔

۶۔ مسٹر لوبج برنیل گھاٹ میں رہتے تھے۔ اور پٹنہ اسٹیشن میں اسٹیشن ماسٹر تھے۔ بڑے خلیق اور نیک دل آدمی تھے یہ عیسائی مذہب آدمی تھے۔ تاجروں اور ہندوستانیوں سے بہت ملا کرتے تھے۔ ان کے وقت میں لوگوں کا کام بلا تکلیف و اصرف نکلا کرتا تھا۔ ممدوح خلاق آدمی گذرے اون کا ایک جوان لڑکا تھا جو داناپور میں کوئلے کا روزگار کرتا تھا۔ اب تبر نہیں کیسا ہوئے عیسائی مذہب میں تعلیم اخلاق اور دلجوئی کی بہت ہوا کرتی ہے عیسائی مذہب رکھنے والے مذہبی مقدسوں اور عوام الناس بڑے ایثار کرنے والے ہوا کرتے ہیں۔ اور ڈیوٹی کے تو اس قدر پابند رہا کرتے ہیں۔ کہ ان کے متعلق کاموں پر پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو دنیادار ہیں وہ دنیا والوں جیسے ہوا کرتے ہیں۔ اون کو مذہب سے کوئی سروکار نہیں رہتا صرف نام کے عیسائی ہیں۔ اور لباس وضع داری میں پورے چالاک ہوتے ہیں۔ مذہب کے طرف کلیۃً توجہ نہیں رکھتے۔ اور عیسائی تعلیم مذہبی سے اون کے اطوار بالکل جدا ہیں مگر جن لوگوں کو مذہبی رجحان ہے۔ وہ ہرگز کسی دوسرے گروہ کے مقدس لوگوں سے کم ریاضت اور ایثار کرنے والے نہیں ہیں۔ پادریوں کی لائف کو دیکھیے۔ اون سے ملتے تو اون کو مذہب کا جان نثار پائیگا۔ اور انسانی ہمدردی اون سے زیادہ کوئی کر نہیں سکتا

وہ جاہل اور بدترین آدمی کو انسان اور کام کا انسان بنا چھوڑتے ہیں
گرجوں میں جا کر ملاحظہ کیجئے۔ عملی طور پر وہ مذہبی کاموں کو پورا پورا کرتے
اور کراتے ہیں۔ سالویشن آرمی کے لوگوں کو دیکھئے۔ عملاً وہ
ہندو لباس میں کیا کیا کام اشاعت کا کرتے ہیں۔ جو ہرگز ہندو پنتھیوں
کے خانقاہوں اور سنگھٹنوں اور معبد گاہوں میں برتے نہیں جاتے ہیں
یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے ارادے میں کامیابیاں ہوا کرتی ہیں
اور تبدیل مذہب کرنے والے بہت آرام و آسائش سے
بسر کرنے لگتے ہیں۔ نو مسلموں کی طرح مونڈو یا مانگ کھاؤ نہیں
کرتے۔ مسلمانوں کے یہاں تو نو مسلموں کی پوری خرابی ہی ہوا کرتی ہے بجز
بھیک منگا بنکے کوئی صورت بہبودی پیدا نہیں کرائی جاتی ہنتوں
کے یہاں تو کوئی طریقہ بھی بجز اس بنا دینے کے مذہب میں
داخل کرنے کا طریقہ ہی نہیں ہے۔ آریہ لوگوں نے نیا طریقہ ادسی نما کہ
پر ادبھارا ہے۔ جو بیس برس کے اندر کس قدر نمایاں اور کامیاب
طریقہ دیکھا چکے ہیں کتنے سناتم دہرم آریہ ہو گئے۔ اور کیا رنگ
بدلا ہے۔ مسلمان تک شدھی ہونے لگے۔ اور شدر کلاس اور
عوام الناس کتنے آریہ ہو گئے۔ اور کیسا مساوات پیدا کر لیا ہے
بازدیدوں کو دیکھئے کتنے عوام ان کے پیرو ہوتے جاتے ہیں
کیسے کیسے چھوٹے چھوٹے لوگ اور بدچلن آدمی کو ان ہو بدل
نے آدمی بنا چھوڑا ہے۔ بتیا شکار پور رانچی کے علاقہ چھوٹا
ناگپور مدراس میں بربت علاقہ جہار ان میں کتنے کامی آدمی بنا دئے

سارے ہندوستان میں آریوں نے کیا کچھ گرد پھیلایا ہے
راقم مذہب کی توصیف و تعریف سے بحث نہیں رکھتا۔
کہ مذہب کی بھلائی برائی سچائی جھوٹائی کی چھیڑ نہیں لکھتا۔ بلکہ عملی
کارناموں کی حقیقت ظاہر کرتا ہے۔ کہ ہماری گروہ نے عملی جامہ
اچھا نہیں پہنا۔ اور مذہبی برت میں ذاتی غرضوں کا قبا ڈال دیا ہے
اس لئے میری گروہ بھی ہر باتوں میں بہت پیچھے رہ گئی ہے
ویسی مذہبی باتوں میں بھی دبتی گئی۔ مذہبی باتوں میں وراثت کو
دخل نہیں ہے۔ وہ ذاتی قابلیت اور صلاحیت کے خولہاں ہیں
مگر مقتدیان مذہب نے اس تبلیغی محکمہ کو بھی شاہی گدی بنا لیا ہے۔
نسلاً بعد نسل وراثتاً بعد وراثتاً متروکہ تقسیم کرلیا ہے۔ اور یہی
سبب ہوا ہے۔ کہ الٰہیت میں سری ذاتی اغراض پوشیدہ نہیں
بلکہ نمایاں موجود ہیں۔ وہ معزز ہستیاں جن کو الٰہیت لازمی میں تعلق
رکھتے ہیں۔ اور ایک کا جاری دوسری جگہ جا نہیں سکتا
درگاہوں کے مجاوروں کی طرح مندروں کے پنڈوں کے
حیثیت سے جاریوں کی نسلیں بھی اپنے اپنے آبائی گدیوں اور
مہنتوں اور سنگھٹنوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر یہ طریقہ اسلام کا ہوتا
اور گدی نشینی کا طریقہ صحیح ہوتا۔ تو رسول اللہ کے بعد بہ عوی شیعان
دا ماد علی میں سے کوئی وارث نبوت ہوتا۔ اور خلیفہ چہارم بہ جہت
ولی سجادہ نبوت پر بیٹھتے مگر اسلام نے النبی لایورث
بتایا ہے۔ نبوت میں ترکہ نہیں ہو سکتا۔ وراثت نہیں ہوتی تو دولت

میں ترکہ کیونکر پہونچنے لگا۔ جب نبوت کے بعد خلافت کا زمانہ رہا
اوس کے بعد بھی تابعین خلافت رہے۔ اوس کے بعد تبع
تابعین رہے۔ پھر اجماعی اصول اجماع امت کی آرا پر چھوڑی گئی
ترکہ متروکہ کا قصہ خلاف سنت رسول ہوتا ہے۔ اصل چیز
خلافت کی قابلیت پر منحصر رہی رسول نے بتادیا۔ کہ عصبہ کے
جہت سے بھی **حضرت علیؓ** کو قائم مقام نہ کیا گیا الکرم میں
ادار مدار تقرر خلافت کا ہوا کیا صحیح یا غیر صحیح کی بحث اور بعد اسکا
الزام زیادہ پسندیدہ نہیں رہے۔ مگر واقعہ یوں ہی رہا اوسی اصل
پر مسلمانوں کو چلنا چاہیے تھا۔ مگر خود غرضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے
ہزاروں گدیاں بزرگان دین کی قائم ہو گئیں۔ سیکڑوں تکیئے موجود
ہیں۔ جہاں جی سکے وہیں چلے چار پانچ موڑوں پر اوڈے پھرتے ہیں۔ اور
جن اغراض سے یہ گدیاں قائم ہوئیں۔ اوس کا اصلی منشا جاتا رہا
یہ تو دنیاداری ہو گئی۔ یہی تو باعث ہوا ہے کہ اسلام میں تفرقہ
اندازیاں ہوئیں اور چھوٹی چھوٹی فرقہ بندیاں آغاز ہوئیں اور اسلام کا
شیرازہ بکھر گیا۔ اور ہم کمزور پڑ گئے۔ اجماع امت کا طریقہ تو پارلیمنٹری
طریقہ ہے۔ اوس میں دار الخواص میں علما اور مشائخین اور خونڈ لوگ
شامل ہیں۔ دار العوام میں ہر مسلمان شریک ہیں۔ مگر صورت اسلام تو بگڑ گیا۔
اب تو ہر ہر فرقہ کا دار الخواص اور دار العوام جدا جدا ہونا چاہیے۔ تو وہ
اسلام جو رسولؐ نے سکھا کر چھوڑا تھا۔ اپنے جگہ پر کہاں ہے
اب تو دنیاداری اور پیٹ چلانیکی فکر ہر کس کو ہے اس لیے اسلام

اور مسلمان سب کی حقیقت دگرگوں ہے۔ پھر کوئی قومی اُس خدا کے
امداد کے ساتھ پیدا ہو تو البتہ ان باتوں کی اصلاح کر سکتی ہے۔ اسکے
لئے امداد الٰہی اور مشیت کی خواہش کی ضرورت ہے۔ ورنہ جس رنگ
پر ہو رہو جب وقت آئیگا مشیت بدلے گی کوئی صورت اصلاح پیدا
ہو گی۔ خدا اس مذہب کا محافظ ہے۔ اوس نے اس کی حفاظت
کا وعدہ کیا ہے۔ ٹرسٹیان مذہب گو علماء اور مشائخین اور مقدسین
ہیں جب اونھیں لوگوں کی حالت بدلی ہوئی ہے۔ آپس کے نفاق
سے فرصت نہیں ملتی۔ ذاتیات سے فراغت نہیں ہے۔ تو دارالعوام
والے کس دارالخواص کے رائے پر چلیں۔ بس نتیجہ یہ ہے۔ کہ
مطلق العنان رہیں۔ یا دارالعوام ہی قوی تر ہو جائے جو دارالخواص
کو دبا سکے۔ یا دارالخواص ہی پر زور ہو جائے۔ جو دارالعوام کو
یہ قدرت میں لا سکے اور دونوں غیر ممکن ہے۔ ہندو مسلمان
دونوں گروہ کے گذشتہ لوگوں نے مخلصین مذہب کیلئے سامان
اوقاف کردایا تھا۔ مگر اون غریبوں کے ذہن میں بھی نہ تھا۔ کہ اوقاف
کا مصرف متروکات ہوگا۔ ورنہ اپنے ورثا کو چھوڑ کر دوسرے خاندانوں
میں دولت کون پھینکتا اون لوگوں نے پبلک فنڈ میں دیا جو متروکہ کی صورت
میں عمل ہوا اور اصلاح قومی کے مقصد کے خلاف پڑا مذہب کے
داشت کرتے بڑی خاندان والے بہت کم پائینگا تاریخ کے
پڑھنے سے پتہ ملتا ہے۔ کہ زیادہ پیغامبران غریب اور چھوٹے
پیشہ کے لوگ تھے مگر خدائی قوت اور امدادوں کے ساتھ ہوا کی

سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتے رہے۔ مذہبی کاموں کو انجام دینے کے لئے۔ بجز چند نفوس کے جو اعلیٰ طبقہ کے خاندان سے پائے جاتے ہیں۔ سب کے سب چھوٹے چھوٹے پیشے کے لوگ ہوئے اور دنیا کا بڑا بڑا فسق و فجور کفر و الحاد توڑ گئے۔ اور لوگوں کو راہ راست پر لاتے رہے۔ جب سے بڑی بڑی ہستیاں بزرگان دین کی پائی جاتی ہیں۔ انھوں نے اپنے وقت میں طریقہ سجادہ نشینی کا جاری کیا۔ اور اپنے زندگی میں وراثت کا سلسلہ نہ رکھا جس میں قابلیت ہوئی اسے چیلا بنا کر خلافت دیکر اشاعت و تبلیغ کے لئے ملکا ملکی بھیجا اور روحانیات کے زور سے اسلام پھیلا چھوڑا عرب یا بیچارے ملک تو دخل کر نیکو نہ تھی۔ جو تلوار سے کام لیتے وہ تو دلوں پر قابض ہوتے گئے۔ اسلام کی اندرونی طاقت۔ اور سچائی کو ثابت کر کے کفر توڑ ہوئے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ان کی محنتوں کو ہم مسلمانوں نے غارت کیا۔ اور حفاظت نہ کر سکے۔ فقرا کو دولت کی ضرورت و پرواہ کب رہی۔ سنیاسیوں اور سادھوں کو اسکی تمنا کب ہوئی۔ کہاں کہاں کس کس مصیبت کو جھیلتے گئے۔ اپنے اپنے عقائد کی سچائی بتاتے رہے۔ نہ قورمہ پلاؤ تھا نہ چائے کی پیالیاں اور پان کے بیڑے نہ تبلیغ کیلئے فیس مقرر تھی۔ جب جا کر ان کے باتوں میں تاثیر تھی۔ اب تو بات بات میں چھنچھناہٹ کی ضرورت ہے۔ میری گروہ میں اگر کوئی مستقل مزاج ایثار کنندہ گاندھی جی کے ایسا کسی چھوٹی گروہ کا آدمی پیدا ہو جائے۔ تو اللہ دینا کے عقلمندوں

عقل پر اندھوڑا لکر گذشتہ باتوں کے اثر کو اقبال کی پھٹکری میں الٹا ہوا بچا رسکتا ہے۔ اور للہیت کے ساتھ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو کر فسق و فجور اور ستم کے ظہور کو مٹا سکتا ہے۔ مجدد کہلا سکتا ہے مگر یہ اپنے اختیار کی بات نہیں مشیت خداوندی کا انتظار کرنا پڑیگا۔

موجودہ صورت جو مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ وہ تو ایسے برزخ جاہی ہے۔ کہ سد ہر نیکی کوئی صورت اب تک تو نمایاں نہیں ہوئی ہے جو تدبیر ہے۔ اختلافی ہے۔ اجماعی آواز اب تک نہیں گونجی اور اختلاف بیا خود مقدسان مذہب کے دلوں سے نہ گیا۔ چند زبانیں بھی ہم زبان نہ ہو سکیں۔ فرقوں نے شیرازہ نہیں باندھا۔ جس طرح اوراق منتشر ہیں۔ جو خفیہ تقدیریں ہیں۔ زبان چل رہی ہے۔ عمل نہیں ہو رہا ہے۔ ہر گروہ اپنی راہ استوار رہی ہے کیسلم اپنے جادہ استقامت سے ٹل نہیں سکتے۔ جو ادھورے بھی ہیں۔ وہ اپنے سہارے نہیں چلتے۔ اور گرتے کو نیکی کا سہارا اور ٹھلے کو بہانہ ہوتا ہے۔ غیروں کے بھروسہ پر کوئی کام ہوا کرتا ہے۔ ان کو اولاً آپس کا شیرازہ باندھنا لازمی ہے۔ پھر اپنے اپنے عقائد کے مطابق پختہ مزاجی سے ارکان اسلام کو پورا کرنا فرض ہے۔ ہر ہر اجماعی مواقعات پر اجماعی آواز بلند کرنیکی ضرورت ہے۔ ان میں ہمدردیاں پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے ان میں شرعی مساوات کا لحاظ کرنا واجبی ہے۔ ان کا مذہب حملہ آوری کو ایذارسی اور بے تہذیبی اور حکومت کی بغاوت کو منع کرتا ہے۔ مگر اپنے حقوق کی نگرانی اور استدعا خواہی بر امن قانونی طریقہ پر حاصل کرنا ہوگی

کوشش کرنا شرعاً اور قانوناً منع نہیں ہے۔ یہ اپنے ضرورتوں کو
اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ اپنے کو دوسروں کے محتاجی سے نکالیں اپنے
خیر اندیش اور بد اندیش کی شناخت حاصل کریں۔ ان کی اجمالی شریعت
مذہب قرآن پاک ہے خوب سمجھ کر پڑھیں۔ اور اس دائرہ قانون کے اندر
جدھر چاہیں دوڑیں۔ کبھی خطا نہیں کھا سکتے۔ ہر مشورے سے بہتر
قرآنی مشورہ ہے۔ جو ہر نازک وقت کا فیصلہ اور کارروائی
بتاتا ہے۔ اور امن کی صورتیں نکالتا ہے۔ صاحب کتاب کا فیصلہ
صاحب کتاب ہی کر سکتا ہے۔ دنیا جس ہنگامہ پر جا رہی ہے۔ وہ
لامذہبی کی سزا ہے۔ بدعملوں کی جزا ہے۔ خدا رحم کرے دنیا
کے لئے دین کا خاتمہ ہی ہوا جاتا ہے۔ بدنفسیوں اور خود غرضیوں کی
متولیوں کا نہ جانے کیا حشر ہوگا۔

۱۷۱ **وایٹ صاحب** ایک انگریز اسٹیشن ماسٹر برنیل گھاٹ
میں رہتے تھے۔ یہ انگریزی ٹوپ ہیٹ ہی پہنا کرتے تھے۔ اور ظاہری
ترکیب بہت رعب دار تھی۔ بیگم پور اسٹیشن پہلے بہت بڑا اسٹیشن
تھا۔ پلیٹ فارم سب بنا ہوا تھا۔ پورا ٹرین چھاؤنی کے اندر رہتا تھا
پٹنہ جنکشن جب سے قائم ہوا۔ تو یہ اسٹیشن چھوٹا کر دیا گیا۔ یہاں کی حالت
بگڑ گئی۔ جب سے بنگالی یا کرسٹان لوگ اسٹیشن ماسٹر آیا کرتے ہیں
ہر کوارٹر سب کا برنیل گھاٹ میں رہتا تھا۔ پھر جنکشن بدل گئے۔
وہاں کچھ مذہبی قصہ ہو گیا۔ کانپور بدل گئے۔ پھر کیا حشر ہوا راقم کو خبر نہیں
رہی۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ میل ٹرین کے وقت ایک پنجابی ملا صاحب جو مولانا

بچے۔ ٹکٹ تقسیم ہونے والے کمرے میں اکیلے نماز پڑھنے لگے صورت بہت وجیہہ اور جبہ قبہ والی تھی۔ مسافروں نے اُن کی امامت میں نماز ادا کرنا احسن جانا دو دو چار چار کر کے ہمو جیا کمرہ بھر گیا اور گاڑی کا وقت قریب تھا۔ صاحب بہادر نے آکر دیکھا۔ تو سارا کمرہ بھرا ہوا پایا۔ ٹکٹ تقسیم ہونے میں سخت دقت پیدا ہو گئی۔ صاحب بہادر نے امام کو دوسری رکعت میں ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا۔ اور جماعت خراب ہو گئی۔ راقم خود اوس وقت انگریزی لباس میں تھا۔ اور جہاں کہلا گیا لائن سے آرہا تھا۔ انگریزی سوٹ میں تھا۔ اس لئے نماز کا احترام بوجہ احترام سوٹ نکر سکا۔ اور وضو کرنا اور سوٹ کا اوتارنا نامناسب جانا۔ اور سوٹ والوں کو دقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سوٹ پہنا ہوا ہے ارکان نماز رکوع اور سجود اور دوزانو بیٹھکر تشہد کا پڑھنا محال ہے۔ وضو میں کولر لگا کر گردن کا مسح مشکل ہے۔ کولر اور قمیض خراب ہوتی ہے۔ بوٹ کا اوتارنا آسان نہیں ہے۔ گیلس اور پٹی لگا کر جھکنا دشوار ہے۔ اور اوس سوٹ کے شان کی خلاف باتیں عمل میں لانیکو نفس گوارہ بھی نہیں کرتا انگریزی کپڑہ پہنے والوں کیلئے نماز کا قضا کرنا لازمی ہو جاتا ہے کم نفس ایسا پاک ہے۔ جو سوٹ کے اندر رہکر آدلے نماز کریگا راقم کے بدنفسی نے اور جوانی کے بدحواسی نے نماز قضا کرا دی۔ اور مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہونا۔ اور لوٹ اوتار کر نماز ادا کرنا فیشن کے خلاف جانا۔ الغرض مسلمانوں نے راقم کو بھی مسلمان نہیں سمجھا من تشبہ بقوم فھو منھم کا مطلب اوس دن سمجھ میں آیا۔ صورت

جلے دیکھا ؤنگا - اوسخیں میں گنا جاؤنگا - مگر اندر اندر نورِ ایمان مجھے نادم ضرور کر رہا تھا - اور راقم ضرور سمجھ رہا تھا - کہ لباس کے بدولت فرض چھوڑنا پڑا ہی - اوسی دن سے راقم کو انگریزی کپڑوں کی برائی معلوم ہونے لگی - اور دل میں نفرت سی پیدا ہوئی - گو قصور مسلمانوں ہی کا تھا - اور اکثر ایسی باتیں ابتدا مسلمان ہی کر بیٹھتے ہیں جسکا خمیازہ آخر میں برا اٹھتا ہے - مگر راقم کے اندر دلی جذبات نے اپنی قصور کیطرف توجہ کرنے نہ دیا - انصاف اور ایمان کے خلاف صاحب بہادر سے اولجھ پڑا اور بہت ترش کلامی کی نوبت آگئی باتیں طول ہوئیں - راقم تار گھر پہنچ گیا - کمپنی کے صاحب بہادر کے خلاف تار دیدیا - راقم کے اس تکرار کو دیکھکر مسافرین نے ہمیں مسلمان جانا - راقم نے مسلمانوں کو ڈانٹا اور بڑی خوشامد کرنی پڑی - مسافر بڑے پر راضی نہ تھے اپنی اپنی ضرورتیں اس مذہبی ضرورت پر مرجح کرگئے - راقم کو بڑا پچھتاوا ہوا کہ جس قوم کے غلطی پر اپنے سر مصیبت لی وہ گروہ اپنے ضرورت کو مرجح کرتے ہوئے ایک بیغرض مددگار کو میدانِ تکرار میں اکیلا چھوڑنے پر موجود ہے اوس وقت اپنے گروہ کی سلوک اور حرکت پر بہت افسوس ہوا اور نیا تجربہ ملا قومی امداد میں کھڑا ہونا اپنے کو بلا میں پھنسانا ہوا - لطف یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی غلطی محسوس نہ کیا - اور اس شہر کے مسلمانوں خصوصاً امرا اور رؤسا کو بہت برا بھلا اور برے لفظوں سے استعمال کیا جو راقم کے تحمل سے باہر ہو گیا - ادھر صاحب بہادر کی باتیں اون کا مقابلہ سارا

اسٹیشن اون کا اپنے آبرو کا خوف ادہر ان لوگوں کی بے اعتنائی اپنے
بیکسی پر بہت افسوس ہوا۔ اپنے بیوقوفی پر بہت پچھتایا۔ مگر بات چھوڑ
چکی تھی۔ سٹیشن سے مسلمانوں کی بہت معذرت کی اور اون کا رات
کا کھانا اپنے ذمہ لیا۔ اور گورنمنٹ ٹیلیگراف آفس میں کلکٹری میں اکز حکام
بالا کو توہین مذہب کا تار دیا جو بروقت جواب سے مشتعل تھا۔ کہ ہم لوگ
فوراً آتے ہیں۔ اور اسٹیشن میں تار گیا۔ کہ بڑے بابو کو فوراً چارج دیدو
تا تصفیہ مقدمہ آپ کام نکریں۔ اسٹیشن میں غل غل ہو گیا۔ میں ڈرا اور اونھیں
مسلمانوں کے محاصرہ میں میدان میں رات بسر کیا۔ صبح کو مقدمہ میں اظہار
ہونے لگا۔ میں نے واقعات صحیح بیان کر دیا۔ کہ بلا اجازت نماز ضرور
کھڑی ہوئی۔ اور ٹکٹ کا راستہ ضرور بند ہوا مگر اوس کے لئے صاحب کو
قانونی راستہ تھا۔ وہ مجرم بنا سکتے تھے۔ چونکہ صاحب کا ہٹا دینا۔ واجبی تھا
وہ قانوناً اس کا حق رکھتے تھے۔ مگر قانونی اختیارات رکھتے ہوئے۔ غیر قانونی راستہ
اونھوں نے لیا جسکے وجہ ایک طرح پر توہین مذہب ہوئی۔ اس سے وہ یہاں
سے ہٹائے گئے۔ اور مسلمان چونکہ غیر موضوع جگہ پر نامناسب قبضہ کر رہے تھے۔
عام طور پر نوٹس دیدی گئی۔ ٹکٹ گھر کا راستہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ باعث مقدمہ یہی
تھا۔ اس کا فعل ناجائز تھا۔ اس لئے توہین کا مقدمہ قائم نہ ہو سکا۔ راقم نے
اون مسلمانوں سے وعدہ کر لیا۔ کہ مسلمان نہ ہیں۔ مر بیٹھ گئے۔ انشاءاللہ ایک
برس کے اندر وہ لوگ مسجد دیکھینگے۔ اون لوگوں کا پتہ لیا اور رخصت کیا۔ مکان
آیا۔ اور والد ماجد سے تذکرہ کیا۔ اور زور کر کے اون سے تین ہزار روپیہ لیا
اور اپنے ایک ہندو دوست سے لیے مکان کے ضرورت کے نام سے

کمہار سے زمین خریدا اور اوس پر چند مسلمانوں کے مکان ہیں اون لوگوں سے اظہار
مطلب بھی کردیا۔ کہ مسجد بناؤنگا۔ مگر کسی مسلمان نے ندیا۔ آخر ایک ہندو
رئیس گیا سے بڑی خوشامد سے زمین خریدا مسجد کی بنا ڈالی۔ اور جیتو سردار
نے اوسے بنایا۔ جب مسجد قد آدم ہو گئی اوس وقت چاروطرف ہندوؤں
جاتریوں کے اوترنے کا مکان گیا کے ہندوؤں کا تھا۔ اون لوگوں
نے مزاحمت کیا۔ اور راقم فوجداری میں مدعا علیہ قرار دیا گیا۔ اوس
وقت مسٹر انگلش صاحب کلکٹر ضلع تھے۔ جو راقم سے خوب واقف
تھے۔ اور راقم کے طرف اون کا خیال برا نہ تھا۔ حسب قاعدہ راقم
طلب ہو گیا۔ مگر خبریں کل معلوم تھیں۔ راقم نے تمام مسلمانان ریلوے
ملازمین کو بلا کر اذان دلا کر نماز ظہر کی ادا کرادیا۔ اور تمام ریلوے مسلمان
ملازمین مددگار ہو گئے۔ چنانچہ کام برابر جاری رہا۔ اور راقم نے اپنے کو
بالکل جدا کرنیکا سامان کر لیا۔ روپیہ مسلمانوں کے حوالہ کردیا۔ اور جب
کلکٹر ضلع تحقیقات کو تشریف لائے۔ تمام مسلمان ملازموں نے نوکری
چھوڑ دینے کا سامان کر لیا۔ اور ریلوے افسران نے ریلوے ملازمین
کے طرف سے کوشش کر کے کلکٹر ضلع کا خیال بدلا۔ اور یہ طے پایا گیا۔ کہ
مسجد میں نماز ہو چکی ہے۔ منہدم کرنے کا حق نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ چھوٹی سی
اندر مسجد تیار ہو گئی۔ اور افتتاح کی تاریخ مقرر کر کے اکثر مسلمانوں کو
مدعو کیا گیا۔ اور خرچہ دیکر بلایا گیا۔ اور مولوی صاحب مذکور سے مولود
پڑھا گیا۔ اور ایک عام دعوت کی گئی۔ جب سے یہ مسجد قائم ہے جس کی
تاریخ بنا مسجد پر کندہ ہے۔ کیپٹن بابو برکھ چند رمبندار ساکن گیا نے

کوشش کر کے مسجد کے آس پاس کی اراضیات خریدا۔ پھر مجو وعلی
ومحبوب خانساماں سے چودہ بگہ باغ خریدا گیا۔ ان واقعات کے دیکھنے
والے شنا والعد مجو خانساماں کے خاندان کے آدمی ہنوز زندہ ہیں۔ اور
بھی بہر سے مسلمان زندہ ہیں۔ پھر راقم نے مسجد کے قریب کوٹھی بنائی
جس کے بنانے والے مستی ٹھیکہ دار ساکن مہراج گنج ہنوز زندہ ہیں
اور مسجد بنانے والے جیتو مستری ہنوز زندہ ہیں۔ پھر پختہ ہائی کورٹ ہوا
کل اراضیات سرکار میں خرید لی گئی۔ مارکیٹ بانکی پور اسٹیشن کی راقم
ہی کی باغ میں ہے۔ بازار دوروبا کی جگہ اوسی زمین میں ہے۔ باغ کے
تاڑ و درختان اب تک بعض بعض موجود ہیں۔ عجیب عجیب انقلاب ہوا۔ مسجد
میں قرآنی مدرسہ کھولا سر فخر الدین سررشتہ تعلیم کے منسٹر کے ذریعہ سے
مکتب کیلئے مشاہرہ منظور کرایا۔ مسجد کے کمروں کی آمدنی بیس روپیہ
ماہوار ایک مستقل بنادیا۔ مسجد میں ایک حاجی مولوی صاحب بہسرامی
کو امام مقرر کیا۔ اوس کا خمیازہ اوٹھایا جناب مولوی صاحب کی خواہش
ترقی ذاتی کی ہوئی۔ اونھیں سے کچھ لوگوں کو اوبھارا مسلمان بلا تحقیقات
اصلیت مذہبی کاموں میں کود پڑتے ہیں۔ اور نتیجہ آخری پر نہیں سوچتے
ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ مشہور کیا۔ کہ راقم کے پاس جتنی دولت ہے
وہ سب زیر تولیت ہے۔ گویا راقم کو متروکات ہی تھیں۔ اس خبر نے
جہلا میں گشت کیا۔ اور راقم کی بدنامیاں ہونے لگیں جس کے برداشت
کی قوت راقم کو نہ رہ سکی اور نہ ہی الزام سننے کا میں متحمل نہ ہوا۔ راقم نے اخراجات
کچہری اپنے ذمہ لیا۔ اور اون لوگوں نے کشتی کا موقع دیا جب اون

لوگوں کو موقع دے چکا۔ تو ایسے جھگڑا کو مسجدوں سے اور معبدگاہوں سے اور ایسے گروہوں کے جھلاؤں سے دور رہنا پسند کیا۔ اور سارا اہتمام مسجد کا وہیں کے لوگوں کے ذمہ چھوڑا اور خود مع انتظام سے بالکل جدا ہو گیا۔ بلکہ جانا تک چھوڑ دیا۔ اور ہر قسم کی بے تعلقی کر لیا۔ بلکہ معبدگاہوں کے جھگڑوں سے بھی اپنے کو بری الذمہ کر لیا۔ معبدگاہوں کے اندر خدا کو محدود نہیں جانتا جس وقت کہ لاتنے قضیے پیدا ہوئے۔ اوس وقت کہ ایک مسلمان نے ہمت اور مدد کی ساری کھچڑی پک گئی۔ تو کھانے والے مہمان کو ڈھونڈتے ہیں۔ مذہبی جھگڑوں والا آدمی نہیں ہوں۔ للٰہیت سے وہ بنائی گئی راقم کی یہ للٰہیت تھی نہ کہ نہ اوس کی انتظام کے جھگڑے دین و دنیا کی کوئی بھلائی تھی۔ ثواب جاریہ ہوتا ہے۔ وہاں مسجد کو ملا ہی کریگا۔

جس قدر آباد رہیگی زیادہ ثواب کا مستحق ہونگا۔ تولیت کے جھگڑوں میں پڑنا اپنے زندگی کو خواب دہی میں ڈالنا اوس سے سبکدوشی پا لینا بہتر جانا۔ اور گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا۔ بحمد اللہ للٰہیت کا پھل پا لیا متوسط مسلمانوں نے اوس کا انتظام اچھا کیا۔ اب وہ وسیع دائرہ پر آباد ہے۔ راقم اوس کا حقیقی متولی تو ضرور ہے۔ مگر انتظامی جوابدہوں سے پاک ہوں۔ ایک دوسری نقل اوسی مسجد کے متعلق سننے کے لائق ہے ایک مسافر حافظ صاحب اوس مسجد میں چند روز رہتے۔ آرام اوٹھایا کرتے مگر ہر ٹرین میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتے۔ اوس مسافر نے راقم کا نام متولی کی حیثیت سے ظاہر فرما کر میری عدم توجہی بطرف مسجد بیان فرما کر چندے تحصیل فرماتے بعض احبابوں نے بھی کچھ دیا۔ راقم

لودی کٹرہ کا رہنے والا اور مسجد پٹنہ جنکشن اسٹیشن پر وہاں مسجد کے رہنے
والے مسافرین ٹرین کہاں کہاں سے کسے ولے جانے والے ہر ٹرین
میں بے سبب بے وجہ راقم کی بدنامی ملکی مذہبی کا یہ صلہ وہ بھی ایک مولوی
ایک حافظ کے ذریعہ سے جس سے کہ اون کی خاص ذاتی اغراض پوشیدہ
تھے۔ اور راقم بالکل بے سروکار اور بے نیاز تھا۔ مگر اون حضرات نے
بالکل اپنی ذاتی اغراض سے وجہگر سارا الزام راقم کے سر سے مارا
اور مذہبی کام انجام دینے کے یہ نتیجہ راقم کو قوم کے دو معزز ہستیوں
کے ہاتھ سے ملا۔ اور عوام الناس جہلا میں مسجد بنا کر جدا بدنامی حاصل کی
اون مصیبتوں اور مشکلوں کے وقت کوئی صاحب پیدا ہی نہیں ہوئے تھے
جب ہائی کورٹ کھلا دالسلائے آنے کو تھے۔ راقم کو نوٹس ملی کہ مسجد کی
مرمت کرو۔ اور سامنے کا حصہ جو بدنما تھا اوسے درست کردو مرمت
میں ہاتھ لگایا۔ اور مسلمانوں نے مشہور کر دیا۔ کہ میں نے مسجد بھی گورنمنٹ
میں فروخت کر دی۔ مسٹر مظہر الحق ہمراہ مسلمانان مسجد پر جمع ہو گئے۔ اور
راقم کی جان و عزت کے خواہاں ہو گئے۔ اور مرمت کیلئے جو چیزیں
آ رہی تھیں۔ جا رہی تھیں۔ روکا جب راقم اوس جگہ پر پہونچا۔ تو مسٹر مظہر الحق
سے باتیں ہوئیں۔ کاغذات دکھائے۔ اون کو اس ہوا بندی سے شہرت
پر افسوس ہوا اور اپنے شرکت بلا تحقیق پر ندامت ظاہر کر کے مسلمانوں
کو اصلیت سے واقف کر کے چلے گئے۔ اوس مسجد کیلئے برادر ز لینڈ
الوی نوٹس کیا گیا۔ اور گورنمنٹ تک لکھا پڑھی ہوئی۔ راقم نے سر چارلس
بیلی لفٹننٹ گورنر سے باتیں کر کے اوس لفٹننٹ سے بری کرا یا۔ جو کاغذات

لینڈ آکوزیشن آفس میں موجود ہیں۔ اور رائے بہادر بھون بہادر ڈپٹی افسر لینڈ اکوزیشن ان کاغذات سے واقف ہیں۔ سارا محصول اور قیمت لگایا ہوا انھیں کا ہی۔ جتنی زمین ہائی کورٹ میں ہورای ہے سب ان ہی کے ماتحتی میں تھی۔ اور ان ہی کے ہاتھوں سے قیمتیں ملی ہیں۔ ان کاغذی اور اندرونی باتوں سے تو پبلک واقف نہیں رہی کس کس افواہی اور غیر تحقیقی باتوں پر دنیا اوڑی پھرتی ہے۔ اور فسادات ہونیکا سامان ہو جاتا ہے۔ آخر کو پچھتانا پڑتا ہے۔ ناانصاف اور بے خبر مسلمانوں کو یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ گروہ کے ایک صاحب نے ہمت کرکے ایک مذہبی جھنڈا الٹے جگہ پر گاڑا ہے۔ جہاں گیا کے جاتریوں کی اور ٹالہ تھی۔ اور بانی نے کیا کیا قیمتیں اوٹھائیں ہوں گی۔ آس پاس کے مسلمان اہل کے مکان تھے جنہوں نے مسجد کو وسیع کرنے نہ دیا۔ جن کی اولادیں ہنوز زندہ ہیں۔ کلو میاں میتری فروش کے خاندان والوں کو ساری حقیقت معلوم ہے۔ مدتوں باغ اور مسجد کا انتظام افطاری و تراویح وغیرہ اور بعض لوگوں کے ہاتھ میں رہا راقم کے دفتر میں اور میونسپلٹی میں مسافر خانے اور مسجد کا نقشہ موجود ہے۔ ایک بھاری کوٹھی کا پاس شدہ نقشہ بجائے مسجد کے دو منزلہ بنانیکا نقشہ بھی ٹاؤن کارپوریشن میں موجود ہے۔ راقم کی نیت تھی۔ کہ پورا باغ اور کوٹھی اور مسافر خانہ سب مسجد کے متعلق کردوں اور مسجد کو دو منزلہ کرکے متولی کے رہنے کیلئے مخصوص کردوں۔ اور ریٹائر ہو کر وہیں رہوں۔ وہ ایک دلچسپ جگہ ہے۔ اور مسافرین سے روزمرہ ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات رہیگی۔ مگر مسلمانوں نے راقم کے ہر ارادہ کا خون کر ڈالا۔ اور مسجد کا نقصان

پہونچادیا۔ راقم نے اپنے خیالات پلٹ لئے۔ اور مذہبی کاموں کا خاکہ
بھی بدلنا پڑا اور ایسے کاموں سے توبہ کرنا ہوا راقم نے اور اور طریقے
ادائے کار رسوم ملت مذہبی کے اختیارات کرلئے۔ پڑھنے والوں کو
تعجب ہوگا۔ اور ہونا چاہئے۔ جس کو نیکیوں کے بدلے یہ سلوک ملے
پھر غالباً وہ ایسے نیکیوں کا نام بھی لے سکتا ہے۔ جن بھلائیوں کے
بدلے اوس کی جان مالی اور بے عزتی کے خطرات ہوں۔ پھر وہ
اس کوچہ کی ہوا بھی قبول کرسکتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ دنیا دکھاوا اور
جھگڑا پسند ہے۔ راقم کی فطرت دونوں امروں کیلئے تیار نہیں ہے
اس لئے راقم نے بالکل گوشہ نشینی کی بے ضرر زندگی اختیار کرلی
اور مذہبی جھگڑوں سے اپنے کو بالکل جدا رکھا۔ راقم نے میر ابوسعید خاں والا
علم کے قصہ کو جو درمیان شیعہ و سنی پٹنہ میں ہوا تھا بچشم خود دیکھا
سارا خمیازہ دو ذات خاص پہ آگیا۔ ایک طرف ابوسعید خاں بہادر اور
دوسری طرف نواب ولایت علی خاں صاحب مرحوم کے سر ساری جھگڑے
آگرے اور اوس جھگڑے کا خمیازہ دونوں گروہوں کو آج تک ملا کیا۔ آپس کا
میل جول گیا۔ آمد و رفت ختم ہوگئی۔ شادی بیاہ چھوٹا مسلمانوں کی
سوسائٹی بدل گئی۔ دو جدا جدا گروہیں قائم ہو گئیں۔ قومی کمزوریاں
محسوس ہونے لگی۔ اغیار زور آور ہو گئے۔ مسلمان دب گئے
راقم نے نالی کے علم کے قصہ کو دیکھا۔ ایک پارٹی غریب ہو گئی۔ ایک
پارٹی زور آور ہو گئی۔ وہ بستی ہی بدل گئی۔ آپس کے برادریوں میں
فرق آگیا۔ راقم نے مظفرپور کے علم کے قصہ کو دیکھا ہے حصہ والے

ایک معزز خاندان کے ایک رئیس پر سارا بھار گر پڑا اور خاندان بھر
غریب ہوگیا۔ اور تباہ و برباد ہوگیا۔ مال گیا عزت گئی۔ تمام عمر
پریشانیوں میں گذری۔ اولاد در اولاد سب پستی میں آگئے۔ قوم کے
کسی ممبر کو آج تک حس بھی پیدا ہوا ان سب مقدمات کے وقت ہمدردان مقدمات
کی خیال میں سب پیش نظر ہیں جس پر بڑی دہی گئے گذرے جن لوگوں کے
پاس وافر آمدنیاں تھیں۔ وہ بھی کمزور ہو کر رہے۔ اوسط درجہ کی آمدنی
والیکا خاتمہ ہوگیا۔ مذہبی کاروں میں چندہ کی ضرورت آجاتی ہے۔ اوس وقت
بری ذلتیں وصولی میں ہوا کرتی ہیں۔ اوس کو وہی لوگ جانتے ہیں۔ جو
تحصیلدار ہوا کرتے ہیں۔ چندہ دینے کے وقت سارا جوش مذہبی
کھلتا ہے۔ دو چار روپیوں کا دینا بھی دشوار ہوتا ہے۔ کارکن کے
سر سارا دار و مدار آگرتا ہے۔ وہ غریب پس جاتا ہے۔ اوس کے گھر کی
جمع بھی غائب ہوجاتی ہے۔ راقم نے بتیا کے مسجد کے مقدمے کا حال بھی
دیکھا ہے۔ جو وہاں ریاست میں بدرمیان رعایا اور شیخ کے ہوا تھا اوسکی
نگرانی کرنے والوں کی پریشانیاں بھی دیکھا۔ پٹنہ کے قاضی وحید مرحوم
کے سر پر لوگ جھیل گئے۔ اور بہت سے علماء کو خرچ خود لیکر تشریف
لے گئے تھے۔ اوس مقدمہ میں مولانا ابو الخیر شمس العلماء غازی پور
سے بلائے گئے تھے۔ خاطر مدارات و اخراجات و رخصتانہ کیلئے کیا کیا
دقتیں پیش آئیں جس میں راقم کا بھی ہاتھ بٹا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی گروہ
ابھی مذہبی کاموں کیلئے تیار نہیں ہے۔ اور ملکی صلاحیت بیداری کے
ساتھ ان میں پیدا نہیں ہوئی۔ ایثار کا مادہ ان میں بالکل پیدا نہیں ہوا ہے

ابھی ان کو انتظار کی ضرورت ہے کہ اپنے کو صحیح راہ پر لادیں - اپنے کو درست
کرلیں - مذہبی اور قومی احساس پیدا کرلیں - تب قومی اور مذہبی باتوں میں
ہاتھ دیں - یا حصہ لیں جس تنزلی سے اور قومیں صحیح پیمانہ طور پر بالعموم جلتی ہوئی
دکھائی دیتی ہیں - وہ حسن ابھی عام طور پر اس گروہ میں پیدا نہیں ہوئی
ابھی فرداً فرداً اپنے کو درست کرنیکی ضرورت ہے - مالی حالتوں پر توجہ
ڈالیں - بھواری جست کو درست کریں - اپنی ضرورتوں کو ہاتھ میں لائیں
اپنے کو محنتی بنائیں - نکماپن چھوڑیں - رسم پرستی سے باز آئیں - شریعت محمدی کا
احترام کریں - نا اتفاقی سے باز آئیں - آپس میں ہمدردیاں پھیلائیں - معاملات
درست کریں - تجارت اور زراعت کے طرف متوجہ ہوجائیں - مذہبی تعلیم
بڑھائیں - آپس کا نفاق دور کریں - خودغرضیاں ہٹائیں - افلاس دور کریں
اسلام کو اصلی حالت پر قائم کریں - خلوص پیدا کریں - ہر بات میں للّٰہیت
برتیں - خدا کی طاقتوں کا موازنہ کریں - اوس کی شان پر پکا ایمان لائیں -
موت کو برحق جانیں - اپنے عیوب موجودہ اور کمزوریوں کو محسوس کرتے
ہوئے - عملاً ہر بات کو درست کرتے جائیں - اور خدا رحم کرے تو
دو چار برس میں یہ گروہ اپنی اچھی حالت دیکھا سکتی ہے - اس گروہ کے
عوام پر توجہ کرنے سے پتہ ملیگا - کہ آبکاری کے محکمہ کے زیادہ حامی یہی
ہیں - افیون گانجہ میں انھیں کا حصہ ہے - مخدرات اور منشیات میں زیادہ تر
مستحق یہی ہیں - نکمے اور بیکار بھیک مانگنے والے اور فساد برپا کرادینے
والے بزرگی وشری اسی گروہ میں زیادہ ملتے ہیں - افسوس ہے - راقم کو
اپنے گروہ پر نکتہ چینی کرنی پڑتی ہے - مگر حق گوئی معذور کرتی ہے - لہٰذا

سامنے رکھے ہوئے اپنے عیوب اپنے آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔
اور اغیار کے نکتہ چینی سے لاالعہ درجہ بہتر ہے۔ جو راقم خود متنبہ کر سکے
اور اصلاح کیطرف امل کرا سکے۔ راقم اظہار حق پر مجبور ہے۔ اور معافی کا امیدوار
ہوکر اصلاح کا خواستگار ہے۔

۱۹؎ **لالہ چودھری** کا خاندان ایک بہت بڑے مہاجن کا خاندان
تھا۔ اور ملی شاہدرہ میں مشہور اور متمول خاندان تھا اپنی زندگی مہاجنی طور پر
گذار گئے۔ اور بہت وافر دولت جمع کر کے چھوڑ گئے۔ اون کے مرنیکے بعد
خاندان میں بیوہ عورتیں رہ گئیں۔ اقربایان قریب اور کاربردازان عجیب اس خاندان
میں سر برآوردہ ہو گئے۔ اور عورتوں میں تفرقہ اندازی کرا کے خوب
خوب مقدمات عدالت و فوجداری دیوانی میں دائر کرا کے سارے
گھر کو ناس کر گئے۔ طرح طرح برباد ہو کے لاوارث گھر گئی سے کنے جن گئے
قدرت کا کھیل ہے۔ ایک گھر ٹلتا ہے۔ سو بنتے ہیں۔ روزی خزانہ غیب سے
ہیں آتی۔ خدا کے گھر میں ٹکسال گھر نہیں ہے۔ روپیہ وہاں نہیں
ڈھلتے۔ رفقط احکام جاری ہوا کرتے ہیں۔ جو اسباب روزی رسانی
پیدا کرا دیتے ہیں۔ پوشیدہ رازوں کا اثر ممکنات پر پڑتا ہے۔ لوگوں کے
دل و دماغ میں اثر آ کرتا ہے۔ بظاہر کسی کو خبر نہیں تھی۔ اور سارے
سامان انتظام دنیا کا اولٹ پلٹ ہو جاتا ہے۔ اسی کو خدا کہتا ہے
لہ ما فی السموات وما فی الارض مال ملک سب
تیرا ہے بابا۔ جس سے چاہے لے جسے چاہے دے انتظام
دنیا پر توجہ ڈالے۔ ہر وقت ہی ہوا کرتا ہے۔ کام میرا ہمیشہ دوسرے کا

کام بتر ابیسیرا کن کن مجبوریوں اور خوشی سے دولت کا اولٹ پلٹ
ہر وقت ہوا کرتا ہے۔ اور کس کا مال کہاں کہاں پہونچتا ہے بوتا کون
ہے۔ کھاتا کون ہے۔ بناتا کون ہے۔ بگاڑتا کون ہے محنت
کون کرتا ہے بھگتا کون ہے۔ کس کس ملک کا مال کہاں کہاں
آتا جاتا ہے۔ دنیا کی کون چیز ہے جس کو اپنا کہہ سکتا ہے۔ لینے کی
نسبت جانتا ہے۔ کہ دھکھ ہی اپنی زندگی تو کسپتے اختیار سے باہر ہے
فقرا ان باتوں کو خوب سمجھ جاتے ہیں۔ اور انتظام عالم کو خوب
سمجھتے ہیں۔ اور بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ ہر خوشی اور غمی پر صابر و شاکر
رہتے ہیں۔ دنیا دار خود غرضیوں کے بدولت اپنے مجبوریوں پر
روتے ہیں۔ بلبلاتے ہیں۔ اگر یہ نسبت قطع کرلیں۔ تو کسی بات کا
افسوس و خوشی دنیا میں نہ ہے۔ حس بھی جاتی رہی۔ یہ ذرہ مشکل
بات ہے ساری دنیا ایک سمجھ کی ہو جائے تب بھی انتظام دنیا میں
فرق آجائے۔ اس لئے یہ لنہ ہو سب پر پڑا ہوا ہے۔ جن جن گھروں
میں دھوکے اور بے ایمانیوں کے پیسے جاتے دیکھا ہے۔
ان گھروں کو ناس ہوتے دیکھا۔ جن دامون آیا ہے۔ انہیں دامون
جاتا ہے۔ دنیا میں برکت جاتی رہی اور دو چار پشت تو مشکل ہے۔ اکثر
گھروں میں اپنے ہی وقت میں زوال آجاتا ہے۔ احسن الناس من
ینفع الناس بہترین آدمی وہ ہے۔ جو آدمیوں کو نفع رسانی
حاجتوں کی لائق ہے۔ کہ منہ ہاتھ دہو کر ایک مٹھی چنا یا ایک پیسے کا
بتاشہ خواہ تیل کی کچریوں سے جل پان یعنی ناشتہ ہو رہا ہے اور بعد ہ

روکھا پھیکا کھا کر تمام دن چھ تین نو میں گذرتی ہے۔ تمام رات خدشہ
کی نیند سوتے ہیں۔ دل میں گھن لگا ہوا ہے۔ خزانے کے سانپ کے
طرح مال گھر میں اگورائی کر کے گذرتی ہے۔ مرتے دم ہائے ہائے
کرتے دم نکلتا ہے۔ کوڑی کوڑی پر جان دیتے ہیں۔ ایک ایک
گھنٹہ کا سود کسا جاتا ہے۔ بیرحمی کے ساتھ مدیون سے برتاو برتا
جاتا ہے۔ اور وہ مال محصولہ یونہیں ضائع ہوتا ہے۔ کسی کے اولاد
نے بے رحمی سے اوڑایا کہیں چوروں نے کھایا ہے کہیں کچہری والوں نے
پایا۔ کہیں معالجین نے لایا۔ خدا کے نام پر کسی نے ایک خرمہرہ
کبھی نہیں پایا۔ اور خدا نے یوں بہوایا۔ راقم نے ہزاروں لاکھ پتی
گھروں کو فیل ہوتے دیکھا ہے۔ اور دولت کو برباد ہوتے دیکھا ہے
پٹنہ کے لوگوں کا حال تو چشم دید ہے جسے راقم نے گذشتہ اور موجودہ
پٹنہ الگ کتاب میں لکھا ہے۔ جو نام بنام یہاں کے رؤسا کی مالی حالت
اون کی طرز معاشرت کو ظاہر کراتی ہے۔ اور موجودہ روش کا بیان ہے
پشتہا پشت تک دولت کا قرار بہت کم خاندان میں دیکھا ہے۔ دنیا
میں دولت جانیکا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا گیا۔ فیشن داریوں اور
حوصلے بازیوں نے ملک کا روپیہ باہر پھیکنا آغاز کر دیا۔ معمولی ضرورتوں
میں ہزار روپیہ آپ کو آپ کا ہیم گود ما گیا۔ اور کام چل رہا ہے۔ زراعت
والے کسانوں نے پرورش کا جا دیا۔ پڑھے لکھوں نے میرا جیب خالی
کیا۔ اپنا جیب بھرا اور تعیش اور فیشن داری میں اون روپیوں کو باہر چالان
کر دیا عوام الناس نے ملک سنبھالا اور تعلیم یافتوں نے باوجود تعلیم

ملکی دولت کی قدر نفر مانی طرزمہ خوانذہ ہیں ۔ یا عوام درستگی کی ضرورت
خواص کو ہے ۔ یا عوام کو جو قلی بنکر ملک سنبھالے وہ محقر جو ملکی دولت
بگاڑے وہ معزز اور معزز مانا جائے جو عزت سے گذارے وہ ذلیل
جو تعیش میں بگاڑے وہ ممبر اور نمائندہ جو سادی زندگی گذارے اور قوم کو
سنبھالتا رہے وہ گم نام جو نمود کیلئے اچل پھر مچائے اخباروں میں
نام چھپوائے وہ مدبر اور قومی خطابوں کا اور قدر دانیوں کا مستحق جو راہ
ہدایت دیتا ہو اور صحیح راہ بتائے وہ گوشہ تنہائی میں بیٹھکر بھی زندہ
رہے ہائے دنیا الٹی بازی پر چل رہی ہے جو دین داری سکھائے وہ
بھوکا رہے اوس کے پاس کوئی نہ جائے ۔ وہ فاقوں سے مرجائے دنیا
نام پیسے کا ہے ۔ اور دین کا نام مفلسی کا ہے مگر تارک الدنیا ہی
آزاد ہیں ۔ جو دنیا پر لات مار کر لوگوں کی عاقبت سنوارنے کا راستہ بتاتے ہیں یا
بے نیازوں سے راہ راست ملیگی اخبار بازوں سے دنیا چلیگی ۔ واللہ
اب ایسی ہستیاں نایاب ہیں ۔ زیادہ تر دنیا میں دھوکا کھانا رہ گیا ہے
اسلئے سچوں کا بھی اعتبار جاتا رہا ۔ مگر اون لوگوں کی سچی روحانی طاقت
مرنے کے بعد بھی کام کیا کرتی ہے ۔ تلوار جبتک میان میں ہے ۔ اپنا
جوہر نہیں دکھاتی ۔ میان سے باہر نکل کر اپنا کام کرتی ہے اسی
طرح روح قالب سے نکل کر اپنا جوہر دکھاتی ہے ۔ قیدی قید خانے میں
رہ کر جیل کے قواعد کے باہر کا کام نہیں کر سکتے ۔ آزاد اور جیل سے باہر
والے دنیا کا ہر کام آزادی کیساتھ کر دکھاتے ہیں ۔ انسان جب قید
جسم و مذہب اور شریعت سے باہر ہو جاتے ہیں ۔ مکلف نہیں رہتی

پھر وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے۔ مگر وہ بھی مشیت کے خلاف باختیار خود کچھ کر نہیں سکتے۔ بس سارا دار مدار مشیت کے اختیار میں ہے۔ نیک ارواحیں خدای دکلامیں اپنے نیکی لیکر جاتے ہیں ہر کام خدا کے اختیار میں ہے۔ السعی منی و الاتمام من اللہ انسان کا کام کوشش کا ہے پورا کرنا خدا کا کام ہے بندے خدائی اختیار کو اپنے ہاتھ میں کیوں لانا چاہتے ہیں۔ جو ممتنع الوقوع اور ناممکن بات ہے۔ ایسے دعویدار دنیا میں مکار ہوا کرتے ہیں۔ انسان کے ہاتھ میں صرف تدبیر ہے خدا کے ہاتھ میں تقدیر ہے۔ بس یہی عقیدہ صحیح ہے۔ خدا کی وحدانیت جس مذہبی پیرایہ میں ہو بلا شرکت غیرے وہی مذہب ہے سارے مذہب کی گنی رشی منی پیر پیغامبر سب نے یہی بتایا ہے۔ اور ملل مذہبی پایا ہے۔ ان کا اقتدار اسی امر کا ہے۔ جنہوں نے غلطیوں کو بتایا۔ اور صحیح اور سچ بات سکھایا۔ لذت دنیا لیکر کوئی بڑا خدا رسیدہ نہیں ہوا اور مذہب کا بڑا لیڈر نہیں ہوا۔ ہوٹلوں اور کرسیوں پر بیٹھکر راہ راست نہ ملی دنیا پہ لات مار اجن لوگوں نے سختیاں جھیلیں راجہ رام چندر نے بارہ برس بنواس لیا اور لچھمن نے کیا کیا سختیاں جھیلیں بودھ گئے گھر بار چھوڑا ہندو مسلمان کے بڑے بڑے الاولیا ہیں۔ اور نامور لوگوں کی لائف سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مہاجن بنکر فخر اور معزز بنکر اپنا بڑا نام دنیا میں نہیں چھوڑا تمام دنیا کی تکلیفیں جھیلیں اور ذلتیں اوٹھائیں۔ تب جاکر آج دنیا میں اللہ اکبر خواہ فلاں جی کہے جاتے

ناسے مارے جاتے ہیں صحیح یا غیر صحیح ازادی ہو یا نہ ہو۔ ملک پر
ایثار اور مصیبت کے مواقعات جب گاندھی جی نے برداشت کیا ہے
تب بچہ بچہ اون کی جے پکارتا ہے۔ اور سرکار کی بھی نہیں مانتا ہے
یہ فقط اون کی ایثارات کا صلہ ہے۔ نتیجہ اور مآل کار کچھ بھی ہو مفید ہو یا
مضر ہو ملک میں بدامنی ہو یا مصیبت ہو یا آخری نتیجہ نیک بیش ہو یا بد ہو لوجی
ذاتی ایثار اور خلوص نیتی کا سکہ جم گیا ہے۔ خدا اون کا ڈنکہ بجوا رہا ہے۔
زبان خلائق خدای اشتہار ہے۔ لوگ راجہ رامچندر کے جٹے بھول
گئے ہیں۔ دنیا کے انقلابات پر غور کرنے سے پتہ ملتا ہے کہ ہر زمانے
میں ایک ہوا چلی ہے۔ اور پھر وہ بدلی ہے۔ مذہبی اور ملکی تبدیلیاں
برابر ہوا کیں ہیں۔ دنیا ایک مذہب اور ایک رنگ پر نہیں رہی ہے
ایک ہی مذہبی لیڈر نہیں رہا ایک ہی مذہبی قواعد نہیں رہے ایک ہی
راج استھان پر کبھی کا قائم نہیں ہوا اسی بھارت ماتا نے ایک ہی پر
اکتفا نہ کیا۔ کیسی تبدیلیاں دنیا میں ہوا کیں ہیں اور دنیا میں اولٹ پلٹ ہوا ہی کرتی مگر
دین میں اولٹ پلٹ کا قاعدہ نہیں ہے۔ جاو قدرت کا رنگ دیکھو سمجھو جاب انکھ بند کرکے دیکھو
جیسے گئے ویسے واپس آجاؤ اسی کو خدا بتاتا ہے۔ اذا اصابتہم
مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی
مجھ ہی مصیبت کے لیے ہمیں دنیا سے غرض نہیں ہے۔ میری مرضی پر چھوڑ دو
میرا جو کچھ ہاسیگا وہ ہوگا۔ آپ دست انداز نہ ہوں آپکو کیا دنیا میں دائمی رہنا
ہے۔ آپ تو میرے انتظام کیلئے ہیں۔ سب ہو اور اپنا کام بجا دو۔ اور
واپس آؤ۔ کوئی صاحب واپس جانیکا بھی خیال فرما رہے ہیں۔ یا کسر

دنیا ہی کا انتظام فرما رہے ہیں ۔ بھائیو اپنی اپنی راہ سدھارو ۔ انتظام دنیا
خدا کے سپرد ہے ۔ جو وہ کرنا چاہتا ہے ۔ ہو کر رہیگا ۔ اور ہمیشہ وہی ہو کر
رہا ۔ کسی کو کوئی نہ بگاڑ سکتا ہے ۔ نہ نکال سکتا ہے ۔ نہ مار سکتا
ہے ۔ نہ بنا سکتا ہے جو ہونا ہے ۔ اوس کے اسباب پیدا ہو جاتے
ہیں ۔ اور ساری عقلیں چکر میں آجاتی ہیں ۔ سیلاب آیا سب آبادی
غائب ۔ اندھیر ہو گئی ہزاروں بربادیاں ہو گئیں ۔ خشک سالی آگئی
دنیا تہ و بالا ہو گئی ۔ زلزلہ آیا اباد ملک ویران ہو گیا ۔ بجلی گری جلکر
خاک ہو گئی ۔ آگ لگی عمارت غائب عزت آگئی ۔ بیمار ہوئے طاقت
گئی ۔ غرض کوئی بات تمہارے اختیار میں نہیں ہے ۔ بجز صبر و شکر و مشیت
پر بھروسہ کر لینے کے ہو کیا سکتا ہے ۔ جس بات کو غور فرمائے معذوری
سامنے ہے ۔ عقل کہاں تک کام دے ۔ وہ بھی اپنے یہ قدرت میں نہیں
ہے ۔ بخار آیا دماغ گیا ۔ اول فول بکنے لگے جنون ہوا ساری عقل
بیکار معذور ہوئے چڑچڑے ہو گئے ۔ مصیبت میں پڑے انواع کی
صورت غائب بس رووتے لگے ۔ دھرم ہوا سبب کا پتہ نہیں چلتا علاج
ہوتا ہے ۔ فائدہ ندارد اور بھی چیخنے لگے رہے ہیں ۔ کوئی شنوائی نہیں کرتا
نفع نہیں پہونچ سکتا درد نہیں بٹا سکتا چیختے چیختے مر گئے ۔ بس سارا
قصہ پاک ہوا ۔ نہ اب ہم کو تکلیف سہنے کی نہ دوسروں کو تکلیف سننے کی فرصت
رہی ۔ آپ گئے دنیا چھوٹ گئی کسی کو پرواہ نہیں کسی کی پرواہ
دونوں ایک دوسرے سے بے نیاز ہو گئے سارے بدلے سب بریسہ
غیر ۔ اور ہم سب بے خبر بس آنکھ کھلنے کی سب باتیں ہیں ۔ آنکھ بند کر لیجئے

ہوکر زندگی بسر کرو پھر نہ تمہیں دنیا والے کی پرواہ نہ دنیا والوں کو تمہاری
تلاش اور تمنا ہے ۔ تم خدا کے اور خدا تمہارا ہے۔ دنیا سے نہ سروکار
نہ بیوار اصلی اور دائمی زندگی یہ ہے۔ **شعر**

کیا ہی چین خواب عدم میں تھا نہ تھا زلف یار کا کچھ خیال سو جگا کے شور ظہور نے مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

یہ وہی مثل ہے قاضی دبلے کیوں ہو گئے ہیں ۔ تو کہا گیا کہ شہر بھر کے فکر سے
دبلے ہیں ۔ اپنی زندگی کو وبال ہی میری چالوں نے پھنسا یا ہے ۔ اوس کا
نتیجہ خود ہی پایا ہے ۔ کوئی کیا لایا کیا کمایا ہے ۔ عمر بھر خزانہ قدرت
سے آیا اور کھایا ہے ۔

۱۹ رگھوبر دیال سیٹھ شاہ رہ کے ایک بڑے خاندان کے
سوڈھی تھے ۔ ان کے والد بہت بوڑھے آدمی تھے ۔ راقم نے انکو
دیکھا تھا ۔ مگر وہ چل پھر نہیں کر سکتے تھے اونھوں نے بابو رگھو بردیال
کو انگریزی تعلیم دی تھی ۔ جب اون کے والد کا انتقال ہوا بہت دولت
نقدی دولت اون کے گھر میں تھی ۔ نوجوان انگریزی والوں کو دولت کا
ملنا برداشت سے باہر ہو گیا ۔ ہضم کی طاقت نہ رہی ۔ سوڈھیوں کے
سوسائٹی میں ننگے بدن اور میلی دھوتی ان کو پسند نہ ہو سکی ۔ ان کا دماغ
انگریزی پڑھ کر صاف ہو گیا تھا ۔ ان کی بی بی بچے موجود تھے ۔ انہوں نے
شہر کی ہوا کھائی ۔ بی بچہ کے دربار میں مشرف ہوئے ۔ وہاں ان کی
دولت پر خوب کٹائی پٹائی پہونچی ساری دولت بک کر صاف ہو گئی ۔
صرف دولت کا جوہر یعنی جائداد باقی رہ گئی ۔ جب جا کر حواس ہوا یہ سامان
ہو گئے ۔ گھر میں قصہ پھیلا بی بی بچے سب جدا ہو گئے ۔ خدا بخش خاں صاحب

سی۔ آئی۔ وکیل کے یہاں بعض لڑکیاں تھیں۔ جن سے ان کا عقد کیا گیا۔ اور وکیل صاحب نے ان کی جائداد کا انتظام کر لیا۔ پھر ان کی حیثیت درست ہونے لگی۔ ان سے مسلمانوں سے آمد و رفت رہی۔ اوس بی بی سے اولاد ذکور موجود تھی۔ بی بی کے مرنے کے بعد یہ کلکتہ چلے گئے۔ اور وکیل صاحب سے بے تعلق ہو گئے۔ مگر وکیل صاحب اوس لڑکے کے مددگار رہے۔ لڑکے کو کلکتہ لیکے خود بھی کرسٹان ہو گئے۔ لڑکے کو بھی کرستان بنایا خود بھی میم سے شادی کر لی۔ اور اوس لڑکے کو بھی بیاہ دیا۔ وہ بھی صاحب ہو گئے۔ وکیل صاحب نے اس پر بھی اوس کی خیر اندیشی کی جائداد کے نسبت وِل کرایا گیا۔ نصف جائداد اوس لڑکے کو لکھی گئی۔ اور نصف میم صاحب کو لکھا۔ یہ زمانہ انگریزی روش کی زندگی کا آن کی آرام کا گذرا۔ پھر میم صاحب بعد مرنے ان کے اوس مکان میں گلزار باغ میں آ کر رہیں جو پٹنی کورٹ کے ٹھیک سامنے ایک بڑا پھاٹک ہے۔ چند برس یہاں رہیں اولاد جوان ہوئی اب خبر نہیں کہاں ہیں۔ کیا ہو گئے۔ مسلمانی وقت میں الطاف حسین نام تھا۔ پھر کوئی انگریزی نام ہوا۔ لڑکا بھی شادی کر کے مسٹر پنٹو کے ساتھ رہا۔ یہ میونسپلٹی میں ملازم تھے۔ اور اگزبیشن روڈ پر اوس بنگلے میں رہتے جو مسٹر وکیل نے خرید کر دو منزلہ کیا۔ اب اس میں ریمنز ہوٹل ہے۔ مدتوں لڑکا مع بی بی رہا۔ مسٹر پنٹو کا انتقال ہوا سارا خاندان درہم برہم لڑکا بھی اس شہر سے کہیں چلا گیا۔ اب خبر نہیں ہے کیا ہو گئے۔ اس خاندان سے راقم کو ذاتی ربط رہا۔ مگر انگریز ہونے کے بعد آمد و رفت نہ رہی۔ پہلی بی بی لعزہ

متعلقین بھی اون لوگوں کا بھی حال کچھ نہیں معلوم کیا ہوئے۔ غالباً ان کے والد کا نام رام غلام سالگ یاد آتا ہے۔ کہاں تک میرا خیال صحیح ہے۔ اس پر پورا بھروسہ نہیں کر سکتا۔ اپنے عمر میں یہ پہلے شخص تھے۔ جن کو راقم نے تین قسم کا مذہب اور تین طرح کی لائف کا مزہ چکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ گو مالی حالت خراب ہو گئی تھی۔ وہ حیثیت نہ رہی۔ وہ فیضان جوانی کا تھا۔ جس وقت وثیقہ ہوا ہے۔ بتن لاکھ اسیٹٹ ول میں لکھا گیا تھا۔ مگر اوائل زندگی سو نٹھ بانٹ سے بہت زیادہ لطف زندگی ان کو مسلمان ہو کر ملا۔ خوب کھانے والے اور کھلانے والے اور فرسٹ کلاس کا کھانا کھلانے والے تھے۔ آخر عمر ان کی بہترین گذری یعنی تبدیل کے بعد بھی ملاقات ہوئی تھی۔ تو راقم کو یہ تجربہ ملا کہ مہاجن باوجود دولت کے بدترین زندگی گذراتے ہیں۔ انسان برادری کی سوسائٹی سے مجبور ہے۔ اور مسلمانی سوسائٹی میں کھانے کا بڑا مزہ ہے۔ مگر سوسائٹی کا لطف اچھا نہیں ملتا انگریزی زندگی میں لطف زندگی اور آزادی کا بڑا مزہ ہے۔ اسی لئے لوگوں کی خواہش انگریزی طرز معاشرت پر ہے۔ اور پردہ دری بد ہے۔ مگر غربا کیلئے یہ طرز معاشرت آرام دہ نہیں ہے۔ لوٹے اوسونڈ ہے اور چٹائی کی ٹوپیاں پہنکر اور بنلا می بوٹ لیکر یہ زندگی تکلیف دہ ہوا کرتی ہے۔ امرا کیلئے جائز کیا بلکہ لطف زندگی کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔ غربا جس رنگ میں پلے ہیں وہی اون کیلئے موضوع ہے۔ وہ اگر اس زندگی میں پڑینگے تو بجائے خوشی رنج اوٹھانا ہوگا۔ اور بھیک مانگنا پڑیگا۔ کوا اگر ہنس کی چال چلا

تو مارا جائیگا۔ قوت پرواز ندارد زمین پہ چلنے والے ہوا میں اوڑ نہیں
سکتے۔ اور بط ہوا پر بلند نہیں ہو سکتی۔ جو جس طرح پلا ہے وہی انداز اوس کا
بھلا ہے۔ الجنس بالجنس تحریک ہے۔ طبیعتیں اور ترکیبیں منکر ترکیب
تاثیر ہوگی جب دو یا چند متفرق طبیعت کی چیزیں ملائی جائینگی اوس کی مدنی
قوت کیمیائی میں فرق آجائیگا۔ جو حفظان صحت کیلئے مضر ہوگا۔ غیر علم پڑھنا
منع نہیں ہے۔ بلکہ غیر ملکی عادتوں کی تقلید مضر ہوا کرتی ہے۔ سونا جب
اور دہاتوں سے ملتا ہے۔ اوس کی قدر و قیمت میں فرق آتا ہے۔ گو
بظاہر اوس کی خوش نمائی بڑھ جاتی ہے۔ پھر اصلیت پر دھبہ آجاتا ہے
اوس کی قدر و منزلت میں فرق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ انگلش سوسائٹی
کرسٹانوں کے ساتھ برتاؤ میں فرق نہیں کرتے۔ مگر دعوت میں ضرور
اپنا سا نہیں سمجھتے۔ باوجود اس قدر آزادی خیال کے شادی بیاہ اور
کھانوں کے میز پر تفرقہ کا انداز ملتا ہے۔ ویسا ہی نو مسلموں کو بھی
مسلمان برت کر دیکھا ہے ہیں۔ ویسا ہی اگر مسلم غیر اقوام کی مذہب و معاشرت
کو قبول کرتے ہیں۔ اون کا بھی وہی حشر ہوتا ہے کہ جو جہاں پر ہے۔ وہی جگہ
ربا اوس کیلئے مناسب ہے۔ مذہب اندرونی جذبات اور عقائد میں
جس کا جی چاہے رکھے مگر ظاہری انداز سوسائٹی اور قومیت کے باہر
رکھنے سے مکلف دیکھا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کا کوئی
قومی طرز و انداز معاشرت و لباس نہیں ہے۔ مگر اطوار و عادات و انداز
زندگی و طریقہ عبادات تو ضرور ایک خاص صورت کی ہیں اوس کے
خلاف ان کیلئے مضر ہوا۔

عـ۲۰ قاضی جگل خاں بہادر دراصل بارہ کے رئیس تھے
ان کی قرابت کے لوگ سب بارہ میں ہیں۔ ان کا مکان بڑا بھاری اور
بہت عمدہ بارہ میں تھا۔ اب وہ مکان سب ویران ہے یہ بہت بڑے
اور نیک دل آدمی تھے۔ یہ بالسلامی کے علاقہ میں محلہ قدم رسول میں
رہتے تھے۔ اس محلہ میں ایک قدیم مسجد ہے۔ اوس مسجد میں طاق پر ایک
پتھر رکھا ہوا ہے۔ اوس پر پیر کا نشان بنا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ
وہ نشان قدم رسول ہے۔ واللہ اعلم اس کی صحت کی خبر راقم کو نہیں
ہے۔ اس قسم کے پتھر متفرق جگہ پر ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور
اکثر جگہ زیارت ہوتی ہے۔ چنانچہ خانقاہ منگل تالا بہیر بھی ایک قدم رسول
ہے۔ مگر یہاں کے قدما نے اوس کی زیارت نہیں کرائی۔ راقم نے خود
دیکھا ہے۔ راقم کو اوس خاندان سے ارادت کا تعلق ہے۔ اس لئے بہت سے
تبرکات کی خبر رکھتا ہوں جنکی زیارت نہیں ہوا کی اس گدی کے گدی نشین سب علماء اور ذی علم
لوگ تھے۔ صحت کامل جن چیزوں کی نہیں ملی اوسکی زیارت بھتیں کرائی
گئی۔ مگر بیحرمتی اور ناقدری بھی نہیں کی گئی۔ وہ ایک محفوظ جگہ پر
متبرک جہت سے بند ہے۔ اور یہی مناسب بھی ہے۔ کہ جو چیزیں
بزرگوں کے طرف منسوب کردی جائیں۔ اوس کے ساتھ بد تہذیبی
برتنا خلاف انسانیت بھی ہے۔ مگر شرعی طور پر اگر جواز لوس کا نہیں ہے
اور شرعی رخنہ اندازی اگر پیدا ہوتی ہے۔ لہذا احتیاط ہی برتنا اچھا
ہے۔ مگر اب تو کوئی خانقاہ زیارت سے خالی نہیں پائی جاتی۔ جہاں
خانقاہ ہے۔ کوئی نہ کوئی زیارت ضرور ہے۔ غور کرتے جائیے

جتنی گدیاں ہیں۔ تمام زیارت ضروری ہے۔ اور ہر جگہ ہے۔ راقم تم
جہاں تک یاد آتا ہے۔ بہار شریف کی گدی میں کچھ تبرکات ہیں۔ جن کی
زیارت ہوتی ہے۔ منیر شریف میں تبرکات ہیں۔ جس کی زیارت ہوتی
ہے۔ جہاں کچھ نہیں ہے۔ وہاں بزرگوں کی تسبیح تاج چھڑی خرقہ
کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ پھلواری شریف میں زیارت ہے۔ تکیہ پر زیارت
ہے۔ شاہ گنج میں شاہ محمد یحییٰ صاحب مرحوم کے یہاں زیارت ہے
منگل تالاب کی گدی میں زیارت ہے۔ شاہ ارزاں کی درگاہ میں زیارت
ہے۔ قاضی نجم الدین کے یہاں زیارت ہے۔ اور گلی گلی سڑکوں پر لوگ
زیارت کی موٹری لیکر شہر میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ بعض گروہ
ضعیف و جھگڑا اعتراض بھی کرتے ہیں۔ راقم ذاتی طور پر ان زیارتوں کی
زیارت عقیدتاً نہیں کرتا ہے۔ بلکہ نسبتاً کرتا ہے۔ جن بزرگوں کی
نسبت کی جاتی ہے۔ میں اوس کی تکریم کرتا ہوں۔ وہ زیارتیں صحیح
ہوں یا غلط ہوں۔ اوس کی جواب دہی اون کے ذمہ ہے۔ ان زیارتوں
کا کرنا نہ کرنا جزو مذہب میں داخل نہیں ہے۔ نہ اوس کے کرنے نہ کرنے
سے عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ یہ ایک اچھا شغل ہے۔ مذہبی عمدہ
لوگوں کا مجمع ہے۔ جہاں بھلائی کے سوا برائی کی کوئی بات نہیں ہے
زیارت کرنے والے گنہگار نہیں ہیں۔ اگر اسے بدعت کہا جائے
تو رسول کے بعد ہزاروں نئی باتیں جاری ہوگئیں۔ سب بدعت ہی
میں داخل ہو سکتی ہیں۔ یہ موجودہ باتیں جو سلسلۂ گدی داری میں جاری
ہیں۔ اس کا وجود تو قرون ثلٰثہ میں نہیں تھا۔ تو تبرے سے صوفیت

ہی پر اعتراض آید ہوگا۔ گر معترضین اپنے اپنے گھروں میں غور کریں ہزاروں
باتیں بدعت ہی کی موجود ہیں۔ اور رسم شادیات ہی کو دیکھیں۔ تعداد
دین مہر پر غور کریں۔ معاملات ہی پر توجہ ڈالیں۔ اعتراضات ہی پر
نظر ڈالیں بڑے بڑے لوگوں پر گستاخیوں ہی کو سوچیں۔ یہ سب باتیں
رسول کے وقت میں یا قرون ثلثہ میں ممتنع تھیں۔ ان جھگڑوں ہی میں پڑا ہوا
تفرقہ انداز یاں ہیں۔ علماء اپنی تحقیقات بیان کریں۔ فقرا اپنی چال چلیں
جہلا سب کی سنیں اور سب کی دیکھیں۔ اور خدا سے راہ راست طلب
کریں۔ کسی شئے کو چاہے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو بطور شرک پوجا
نکریں۔ سب کریں مگر شرک نہ کیں اور پرستش سے بچیں اگر ان دونوں باتوں سے بچے
ہوئے کوئی بھی زیارت یا حرکت ہے۔ تو اوسے عقیدہ سے
سروکار نہیں ہے۔ وہ تمہارا فعل ہے۔ اور مذہب کے اندر ضرر کی
نہیں ہے۔ جو مذہب میں غیر ضروری ہے۔ اوس کا کرنا کسی مذہب کی
رخنہ انداز نہیں ہوتا۔ بہر کیف راقم ملا نہیں ہے۔ جو مذہبی چھیڑ چھاڑ کرے
نہ اس کتاب کو ان باتوں سے تعلق ہے۔ جا بجا راقم نے رائے زنی
کردی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ رائے زنی میں غلطی ہو۔ مگر جہاں تک واقعات
کا تعلق ہے۔ اوس میں غلطی ہونا نہیں چاہئے۔ حتی المقدور اس کا خیال
کیا ہے۔ الغرض سال میں ایک دفعہ اس قدم رسول کی زیارت ہوا کرتی
تھی۔ کھانے تقسیم ہوتے تھے۔ مولود ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کی زندگی
میں بارہا شریک ہوا بلکہ اون کے بعد بھی چند بار اتفاق ہوا ہے۔ مگر اب
خیر راقم کو برسہا برس سے نہیں ہے۔ قاضی جی کے بیٹے قاضی افضل

ہیں۔ اُن کے بیٹے ننھو میاں ہیں۔ قاضی جی سے خاندان مسٹر نسیم بیرسٹر و شمشمت و محمد انیس صاحب باڑہ سے تھا۔ اُن کی خویشی تعلق خان بہادر سید احمد حسین عرف بلو میاں سے بہت اور قریبی تعلق ہے۔ محمد انیس الحق مرتضیٰ شیر صاحب لودی کٹرہ کے بہنوئی تھے اُن کا لڑکا ولایت سے انجینیر ہو کر آیا تھا۔ جوان ہی مرا۔ اور اُنکے اُس خاندان میں ایک بڑا آدمی تھا اور معروف و مشہور تھا۔ ننھو میاں نہال میاں کے داماد ہیں۔ اور نہال میاں ولد شاہ لال مرحوم کے ساڑھو ہیں۔ اور نہال میاں کے اب یہی جانشین ہیں۔ اُن کے والد قاضی افضل بن پر ٹولی میں رہتے ہیں۔ جو قدم رسول پر بھاگا ایک جزو ہے۔ مالی حالت بالکل خراب نہیں ہوئی بلکہ کچھ ضائع ہوئی اور پھر کچھ ادہر اودہر سے آگئی۔ ان لوگوں کی زندگی امیرانہ ڈھنگ سے۔ انداز معلوم ہوا کہ اُس مسجد کی تولیت اس خاندان میں ہے۔ اور کچھ جائداد بھی اسکے تعلق ہے۔ بن پر ٹولی میں خالی ملاح رہتے ہیں اور یہ گروہ بہت فسادی ہیں۔ راقم نے بہتر سے مقدمات ان لوگوں کے فیصل کئے۔ شاید ہی قاضی افضل صاحب کو جو اس محلہ میں اکیلے ایک گھر ہیں اور رہتے ہیں۔ بڑے جی دار ہیں دوسرا نہیں رہ سکتا تھا۔

۲۱ شاہ لطافت حسین صاحب ایک پرانے زمانے کے عجیب مہذب اور خلیق اور منکسر اور بڑے وضعداری کے آدمی گذرے ہیں۔ یہ اچھی دولت والے تھے۔ اور بڑا عیش کیا

نوابوں کی زندگی گذارد و انگریزی بالکل نہیں جانتے ہیں۔ آج تک اس
خاندان کا بچہ بچہ بالکل ہندوستانی روش کا ہے۔ اور پرانے خاندان
کی پرانی تہذیب موجود ہے۔ ان کا اصل مکان خسرو پور نواده میں ہے
اور اس قدر حسین اور بڑا مکان ہے۔ جو اس وقت تک دیکھنے کے
لائق ہے۔ ان کے سارے تعلقات باڑہ سے ہیں۔ انھیں کے بھائی کا
شاہ مہدی حسن غالباً نام تھا۔ اونھیں کے خاندان سے بلو میاں کو
تعلق ہے۔ شاہ لطافت حسین صاحب کو تعلق و داشت جناب شاہ
پیر دمڑیا صاحب سے تھا۔ یہی صاحب سجادہ تھے۔ آخر میں ان کی
جائداد پر خطرہ زوال کا آیا کورٹ اوف وارڈس ہو گیا۔ اور خاندان سنبھل
گیا۔ حکام ان کی قدر کرتے تھے۔ ان کی داشت ایسی تھی۔ جو قدر کرانے
پر مجبور کرتی تھی۔ یہ اپنا وقت خوب گذار گئے۔ یہ عرس میں خانقاہ پیر دمڑیا
میں آتے۔ پھر جائے سکونت پر چلے جاتے اور نوادہ میں رہتے تھے
ان کو کسی خانقاہ میں جاتے نہیں دیکھا۔ مگر ان کے خانقاہ میں شہر
کے مشائخ کو آتے دیکھا۔ اور اب تک دیکھتا ہوں۔ یہ ریاست بھی
خوب چیز ہے۔ آپس میں مشائخ کم ملتے ہیں۔ اور کم جاتے ہیں۔ مگر پھلواری کی
درگاہ پیر دمڑیا اور شاہ ارزاں کی درگاہ میں اکثر مشائخوں کو شریک دیکھتے
ہیں۔ منیر اور بہار میں بھی سب کو دیکھتے ہیں۔ یہ اون بزرگوں کا فیض
ہے۔ کہ سب جمع ہو جاتے ہیں۔ شاہ ارزاں کے گدی نشین تو کہیں
جاتے بھی نہیں ہیں۔ مگر اون کے لوگ ضرور جاتے ہیں پھلواری
شریف کے گدی نشین کہیں شریک نہیں ہوتے۔ مگر اون کے لوگ

ضرور جاتے ہیں۔ بہار کے گدی نشیں بھی کم نکلتے ہیں۔ مگر شاہ براتی
صاحب جن کی ذات اس وقت بھی غنیمت ہے۔ ہر جگہ جاتے ہیں۔
مگر پیر دمریا کے گدی نشیں شاہ لطافت حسین صاحب کو کہیں نہیں دیکھا
اور پیر دمریا میں سب کو دیکھا۔ پہلی مرتبہ کوئی سجادہ نشیں ہی نہ تھا۔ مگر
ساری دنیا وہاں جاتی ہے۔ اب چند برسوں سے بھائی درگاہی صاحب
مقیم ہیں۔ جو راقم کے خلیر سے بھائی ہوتے ہیں۔ اور بڑے خلیق ہیں۔
ان کے سبب کر لوگوں کو بہت آرام ہے۔ ان کے بیٹے شاہ
اصغر حسین نے اب مشائخیت کا رنگ لیا ہے۔ اور بہت خلیق ہیں
اب وہ تمام جاتے آتے ہیں۔ اور اب شاہ واجد حسین جو لطافت حسین
صاحب کے پوتے ہیں۔ اور سجادہ نشیں ہیں۔ خان بہادر ہیں۔ ملنسار
منکسر اور خلیق ہیں۔ اب تمام آتے جاتے ہیں۔ پیر دمریا میں جائداد وقف
ہے۔ مسجد ہے۔ مزار ہے۔ خانقاہ ہے۔ مگر آباد نہیں ہے عرس
میں آباد ہو جاتی ہے۔ پہلے مسجد میں کچھ طلبا رہتے تھے۔ اب نہیں ہیں۔
فقط خانقاہ میں چند ملازم ہیں۔ شاہ واجد حسین بھی آبائی مکان نوادہ
میں رہتے ہیں۔ ان کے والد شاہ ...حسین تھے جو حامد میاں مودی گنج
کے بہنوئی تھے۔ عجب نیک منکسر اخلاق مند آدمی تھے۔ جو ان ہی مر گئے
شاہ واجد حسین کم سن تھے۔ اس خاندان کی تعلقات طٰہٰ میاں سے ہیں
طٰہٰ میاں شاہ کمال صاحب خان بہادر کے داماد ہیں اور شاہ یٰسین صاحب
بہار شریف سے تعلقات ہیں۔ شاہ سبحان صاحب مجلہ سے تعلقات
برادری ہیں۔ اب تک یہ خاندان باوقعت باعزت اور دولتمند موجود ہے

اور وسیع برادری رکھتے ہیں

عـ۲۲ بالو مالی رام کا گدام برنیل گھاٹ کے پاس پیر دمڑیا

میں تھا۔ شہر میں سب سے بڑا گدام غلے کا یہی تھا۔ ریلوے کمپنی کو
سائڈنگ بنانا ہوا۔ سڑک بند ہو جاتی تھی۔ سیکڑوں بیل گاڑیاں ریلوے
لائن سے اس گدام تک بھری رہتی تھیں۔ سیکڑوں آدمی کام کرنے
والے تھے۔ سیکڑوں قلی کماتے تھے۔ چند برس خوب کام چلا ایک
دفعہ دنیا نے رخ بدلا۔ پچاسوں ہزار کا نوگدام ہے۔ مگر تالا بند ہو گیا
یہ فارم فیل ہو گیا۔ اب خبر نہیں ہے ان لوگوں میں کون ہے کہاں ہے
اقبال کا زمانہ جب ہوتا ہے مٹی چھونے سے سونا بنتا ہے۔ جب بداقبالی
آتی ہے سونا مٹی ہو جاتا ہے۔ چلتی پھرتی دولت پر بھروسہ کرنے والے
غور کریں۔ یہ دنیا بھروسے کے لائق کب ہو سکتی ہے ملتے ملتے بڑے بڑے
گھروں کا کیا حال ہوا ماوشما کو کون پوچھتا ہے۔

عـ۲۳ جناب علی خاں نواب علیخاں یہ لوگ جتیا کے علاقہ کے
رہنے والے تھے۔ بانس کا کاروبار تھا۔ بلی لاتے تھے۔ اس قدر
مشہور ہوئے۔ اور اتنی دولت پیدا کیا کہ امیر ہو گئے۔ نواب خاں بانس کا
بیڑہ لیکر آ رہے تھے۔ اور اوسی پر سوار تھے۔ گنگا میں خواجہ کلاں کے
سامنے پاٹ میں غرق دریا ہوئے۔ لاش کا پتہ نہ چلا۔ سارا کارخانہ
درہم برہم ہو گیا۔ جناب خاں ہنوز زندہ ہیں۔ اور تباہ و برباد ہیں مونگیر
کے علاقہ کہیں رہتے ہیں۔ دائم کا بھی پانچ چھ ہزار ان کے یہاں ڈوبا
ہوا پڑا ہے۔ جولن ٹولہ کا مرا داماد صدیق خاں مرا نواب خاں کا

لڑکا کابینا مراج میں نوکر تھا۔ سارا خاندان تخت وتباہ ہو گیا۔ نیت کا
پھل ضرور ملتا ہے۔ ان لوگوں سے نے تجارت میں مہاجنوں کے
ساتھ معاملات اچھے نہیں رکھے دنیا میں بدلا ہو کر رہتا ہے۔ ادا
کرنیکی بھرتی ضرور ہو کر رہتی ہے۔ یہ لوگ دریا پور کے رہنے
والے تھے۔ بڑی کاشتکاری تھی۔ سب ضائع ہو گئی۔ کچھ نہ کچھ در
گذران اوقات اب تک ہے۔

ع۲۴ شیخ دولت دلہٹ میں رہتے تھے۔ ان کے بھی
بانس کی تجارت تھی۔ اچھا کماتے تھے۔ جوان مر گئے پھر ان کے
خاندان کا حال نہ ملا۔ یہ پہلے غریب آدمی تھے۔ مگر بہت انسان
تھے۔ مزاج بہت اچھا تھا۔

ع۲۵ حکیم مولابخش کا مکان کوآکھوہ میں یا شاید حاجی گنج
میں تھا۔ یہ غریب آدمی تھے۔ ان کا مفصل حال حکیموں کے حصہ
میں لکھا ہے۔ بانسلامی میں مطلب تھا۔ آخر عمر میں ان کو تکلیف
ہوگئی۔ جوان ہی مر گئے۔ انہوں نے اپنے وقت میں کوئی ترقی
نہ کیا۔ نہ کچھ پس ماندہ چھوڑا کمایا اور کھایا۔ ان کے بعد مالبقیہ لوگوں کو
بہت تکلیف ہوئی۔ غربا جو اپنی زندگی سفید پوشی سے دیکھنا چاہتے
ہیں۔ اور اپنی حیثیت سے فاضل رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے بعد مالبقیہ
لوگوں کا برا حال ہوتا ہے۔ امرا بھی جو فضول خرچیاں کر جاتے ان کے
خاندان کی تباہی بھی لازمی ہے۔ انسان کو اتنی ہی تعیش کرنا مناسب ہے جس مالبقیہ لوگوں
کے حقوق بھی ادا کر سکے۔ اپنے آئندہ طور پر اور دوسرے کا حق مارنا ایک طرح ہے

جیر ہو۔ اور خدا کبھی حرمان ترک کرتا ہے۔ دنیاوی عیش لاولدوں کو جائز ہے۔ مگر
لاولدوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ بہت ہی بخالت کی زندگی گذارتے ہیں۔ وہ
خود اپنی زندگی بھی آسائش کی نہیں گذارتے۔ خدا اون کا دل و دماغ ہی ایسا
بنا دیتا ہے۔ کہ اون کا مال اون کے ذات میں صرف نہ ہو۔ اور ورثا کیلئے
وہ جمع کر کے چھوڑ جائیں۔ خدا زر کے ذریعے سے لوگوں کو امیر بناتا ہے۔ یوں
کمواتا ہے۔ یوں رکھواتا ہے۔ پھر بھی خدا کو روزی رساں نہیں سمجھتے۔ ذرا
آنکھوں کو کھولکر دیکھا جائے۔ اس کی ہر چال پہ غور کیا جائے تو ہر بات سے
اپنی معذوری اور خدا کی خدائی پر تعجب آتا ہے۔ واللہ یعلم انتم
لا تعلمون کے معنی سمجھ میں آنے لگے ہیں۔ واقعی خدا وہ وہ
اندرونی راز ہیں جانتا ہے۔ جہاں انسانی دماغ پہونچ نہیں سکتا ہے۔
خدا کی قدرت کی روشنی دلوں میں اس طرح پوشیدہ پیدا ہوتی ہے جس کا
پتہ کسی کو ظاہرا نہیں معلوم ہوتا ٹھیک ویسا ہی ہے۔ کہ علم پڑھے جائے خود
موازنہ نہیں کر سکتے۔ کہ دماغ میں کتنا مادہ علم کا بھرتا جاتا ہے۔ علم کے ذریعہ
سے کیا کیا قوت معلومات دماغ میں خود پیدا ہوتے ہیں۔ خود سوچئے کتنی ترقی
کیا ہے۔ تو پتہ نہیں چلتا ہے۔ اسی طرح قوت ایجاد ہے۔ خود بخود اندر اندر
آدمی کے دل میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات ہے۔ اندر
اندر کیا کیا باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ نہ خود سمجھ سکتا ہے۔ نہ دوسرا سمجھ سکتا ہے
اور روحانی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ روحانی ترقی کے تاثرات ہیں۔ جو خواص الاشیاء
کے طرح اندر اندر ہر چیز میں بھرتی جاتی ہیں۔ ابتدا میں اور رفتہ رفتہ
جیسے جیسے دن گذرتے جاتے ہیں۔ اندر اندر تاثرات میں نمو پیدا ہوتا جاتا ہے

کسی نباتات کو غور کیجئے۔ جڑ کی تاثیر اور پتہ کی تاثیر اور چھال کی تاثیر اور
عرق کی تاثیر اور خشک پتوں کی تاثیر اور تازہ جڑیوں کی تاثیر۔ اور
سفوف کی اور کوٹ پیس کر اوس کی تاثیر اور کشتہ بنا کر اوس کی ہستی بگاڑ کر
اوس کی قوت اور ہوا کرتی ہے۔ ایک ایک درخت میں کتنی تاثیرات پوشیدہ
ہیں۔ آدمی جو اشرف مخلوقات ہے۔ اوس کے اندر تاثیرات نہ ہوں یہ
عجب خیز بات ہے۔ ہر بندے میں تاثیرات پوشیدہ ہیں۔ اور ہر صفت خلیفۂ
خدا ہونیکے جو شستہ موجود ہے۔ بجز اسم ذات کے وہ اللہ نہیں ہے۔
نہ ہو سکتا ہے۔ مگر صفاتی قدرتیں کو سب اوس میں پیدا ہو کر رہتی ہیں
کونسی صفاتی قدرت ہے۔ جو انسان میں نہیں ہے۔ مثلاً رزاقی جباری
قہاری۔ ستاری۔ رحیمی۔ کریمی۔ وغیرہ وغیرہ جس صفت خداوندی کو
آپ غور کرینگے۔ انسان میں قدرتاً موجود ہے۔ ظہور اوس کا اپنے
اپنے وقت میں ہوا ہی کرتا ہے۔ بعض صفت انسان میں مخصوص کر دیا ہے
اور مخلوقات کو خاص عطا کیا ہے۔ جیسے صفت موت ہے۔ اور ملیتی ہے
یہ صفت اپنے ذات کیلئے نہیں رکھا۔ اپنے لئے فقط ایک ہی صفت
واجب الوجود اور معبود ہونے کی رکھ لیا ہے۔ یہ دو صفت کسی مخلوق کو
نہیں مل سکتی۔ بقیہ جو صفات ممکن الوقوع ہیں۔ انسان کو خلیفۃ اللہ کا خطاب
عطا کر کے بخش دیا ہے۔ صرف ممتنع الوقوع کسی کو عطا نہ کیا۔ انسان کو اختیار
ہے۔ جس صفت کی مشتاق وہ کرتا ہے۔ اوتنا ہی نورانیت اوس کے قلب
میں پیدا ہوتی ہے۔ جو ہر بات کو اپنے جانوں سے پوشیدہ اور پوشیدہ
بناتا ہے۔ وہ اپنی ادائے ڈیوٹی میں قاصر ہے۔ خائن ہے امانت

داری کے لائق نہیں ہے۔ خلافت کے قابل نہیں ہے۔ اوس
میں انسانیت ناقص ہے۔ اوس کا شمار حیوان ناطق میں ہے
یعنی بولتے والے جانور وہ جانوروں سے بدتر انسان ہے
جس میں انسانیت پیدا نہ ہو قدرت کا کمال دیکھیے۔ انسان بنا کر
خلافت دیکر ہم سے حیوانیت کا اظہار ہورہا ہے۔ کوئی انسان
بے ضرورت پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ دنیا کی کوئی شئے بیکار نہیں ہے
ہر چیز انتظام عالم کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔ اور مفید ہر ضرر
بھی انتظامی نفع میں داخل ہے۔ جسے ضرر جانا جاتا ہے۔ وہ
مفید انتظام ہوا کرتا ہے۔ بعض انسانوں کے ذریعہ سے صفات
مذمومہ کا اظہار کردیا جاتا ہے۔ اور اس شان سے بھلائی کے
مقابلہ برائی رکھکر مقابلہ کرا کے پرکھوا دیا جاتا ہے۔ جب تک
ضد نہیں ہو پتہ نہیں چلتا کیا بھلا ہے کیا برا ہے۔ روشنی کے مقابل
اندھیرا ہے۔ اگر ہر وقت اندھیرا ہی رہتا۔ تو روشنی کا واہمہ بھی
سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر رات دن روشنی ہی رہتی۔ تو اندھیرا سمجھ
ہی نہیں سکتے۔ اندھیرے کی خرابی اور روشنی کی بھلائی سمجھ نہیں
سکتے تھے۔ اس لیے چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات
ہوا کی۔ چاندنی کا مزہ دیکھو اور اندھیرے میں گھبرایا کرو۔ دن کی
قدر کرو اور رات کو گوشہ نشیں بنکر رہو۔ جی گھبراوے تو سو کر زندگی
غفلت میں گذارو کسی طرح بے خبری سے رات کاٹ لو اور دن کے
امیدوار رہو دن کو دنیا کا دھندہ کرو رات کو پوشیدہ کام کیا کرو

شراب خوری بدکاری اور ٹھگ کاری سب پوشیدہ کام رات ہی کو ہوا کرتے ہیں
اور موضوع ہیں۔ دن کو کھلا کھلا کام کرو رات کو چھپا چھپا کام کرو دن محنت
کے لئے۔ اور رات غفلت کے لئے۔ بنا دی گئی جو مصرف چاہو لو
غفلت میں پڑے رہو یا بیدار ہو کر زندگی کا مال بکار سوتے رہو۔ آدمی کو
اختیار ہے۔ کہ انسان بننے کی کوشش کرے جیسے حیوان جیسے افعال
ہونگے۔ ویسی تاثیر ہو گی جیسا بیج بویا جائیگا ویسا ہی پھل اوگیگا۔ گندم از
گندم بروید۔ جو ز جو انسانی قلب زمین مرزوعہ ہے۔ جو چاہے تخم ریزی
کرلے۔ شریعت آڑہت ہے طریقت کھجڑی فروش کی دوکان ہے بڑے
بڑے سودے یہاں بورڈوں میں ملا کرینگی۔ اس کیلئے ہمت خریداری
اور دولت کی ضرورت ہے ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ کہ آڑہت سے
سودا گرے۔ کھجڑی فروشی کی دوکان میں ایک پیسے میں ضرورت کی چیزیں
ملجاتی ہیں۔ اور پیٹ بھی بھر جاتا ہے۔ شریعت کا بوجھ علماء ہی اوٹھا سکتے
ہیں۔ عوام کو روزہ نماز بتا دینا چاہیئے۔ اون کے اعمال کی مقبولیت
خدا رسول کے حوالہ کردینا چاہیئے۔ اون کو شرک اور کفر سے بچا کر لینا
اپنا پیٹ پالنا چاہیئے۔ بزرگان دین دل میں خدا رسول کا شوق پیدا کردیں
اس سے زیادہ جاہلوں کو ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ گروہ میں رسم
کی پابندی میں اون کی عاقبت برباد ہوتی ہے۔ جس کے جواب دہ رسم
پرست ہونگے۔ عوام کے لئے پہلی تعلیم انسان ہونیکی دینا چاہیئے۔ بچوں کی
ابتدائی تعلیم جب کتا خصی کی ہوگی۔ تو مذہب سے کیا واقف ہوگا۔ اوس میں
مذہبی تہذیب کہاں سے آئیگی۔ اوس کو وہ تسلیم کہاں نصیب ہوگی۔ جو

انسانی نفس میں صلاحیت انسانی پیدا کرسکے ۔ مذہبی تعلیم چھوڑنیکا اثر ہے ۔ کہ
ہر ایک آدمی جنٹلمین ہوا جاتا ہے ۔ اور مذہب سے ناواقف ہو رہا ہے ۔ اور
گروہوں کی رسوم پرستی ۔ اون کی واہمہ پرستی ۔ اون کو مذہب سے تو ضرورتاً
واقف رکھے ہوئے ہیں ۔ مگر اون کے رواسم کو نقصان دہ ہیں ہوئی ۔ وہ
سیدھے یا ٹیڑھے ۔ جیسے ہی ہوں ۔ اپنی قومیت اور مذہبیت کو لادے
پھرتے ہیں ۔ ہر طرح برہمی مسلمان برباد ہو گئے ۔ سوسائٹی کی فوائد اول
تو دنیا بھر کے اب لوٹے جاتے ہیں چھوت اوٹھا ۔ پردہ دری ہوئی ۔ نماز
در روزہ گیا ۔ سود چلا ۔ پوجا پاٹ میں کمی آگئی ۔ لباس بدلے ۔ جانوروں کی
قدر آدمیوں سے زیادہ ہونے لگی ۔ ایک جانور کے خون کے بدلے لاکھوں
انسان کے خون ہونے لگے ۔ ملکی انتظامات میں رخنہ اندازیاں بڑھیں ۔
آدمیت گئی شیطانیت کے کام ہونے لگے ۔ تہذیب گئی ۔ بدمعاملگی
بدمعاشی پھیلی نفاق پیدا ہوا ۔ عیش گیا ۔ آرام گیا ۔ امن میں فتور آیا ۔ آپس میں
پھوٹ پڑی ۔ عافیت کی زندگی گئی ۔ انتظام سلطنت میں دقتیں پیش آئیں ۔
کتنے کی آمدنی بند ہوگئی ۔ کتنی تجارت خراب ہوئی ۔ کتنے کی آبرو گئی ۔ یہ
انسانیت کی تعلیم کہلا سکتی ہے ۔ یا وحشیانہ تعلیم ہوئی ۔ کوئی حرکت بھی ایک
عمدہ انسان کی ہو رہی ہے ۔ جن لوگوں کو تعلیم مذہبی ہے ۔ اون کے دماغوں کو
دیکھنا چاہتے ہو ۔ کیسی پرامن قابلیت کی باتیں اون کے دماغوں سے نکلتی
ہیں ۔ وہ دماغی زور سے اپنی لیاقت علمی کے زور سے کام لے رہے ہیں
جہلا اوس کا اثر کس برے طور پر لے رہے ہیں ۔ اور کیا دنیا میں ہلچل مچ گئی
ہے ۔ اگر مذہبی تعلیم ہوتی ۔ تو اعراز شخصی اور شاہی کو خلاف مذہب جاننے رنگ

جو پیش نظر ہے۔ نہ ہوتا کسی کے گروہ کے فقرا اور مذہبی تعلیم یافتہ لوگوں کی باہم شرکت کے لیے مواقعات پر کہیں مشترکہ پلیٹ فارم قائم نہیں ہوتا۔ اکثریت بر سرِ اقتدار ہو اگر رہی ہے۔ اقلیت کا خیال کون کرتا ہے۔ اوسے پس پشت چھوڑ رہی جاتا ہے۔ انسانوں کے لیے۔ انسانیت برتنا لازم ہے۔

۲۶۔ فقیرا مہتر کا مکان پیر دمڑیا میں تھا۔ اونھوں نے اپنے وقت ہی میں اپنا پیشہ چھوڑ دیا۔ اور محلہ میں انسانیت برتتے ہوئے سبھوں کو اپنے میل میں لے لیا۔ اور دوسرا روزگار کر کے اپنی اوقات رعب داب سے گذارا۔ جوان ہی مر گئے۔ وہ آدمی بہت اچھے تھے۔ اون کی اولاد زندہ ہے۔ دو لڑکے ہیں دونوں لڑکے اوچکا بنائے ہیں۔ اور نیک طبیعت ہیں۔ ایک کا نام شاید ڈھلا رو ہے۔ یہ لوگ سادی اور خوش زندگی گذارتے ہیں۔ مذہبی لوگ ہیں۔ اب تمام لوگ ان سے ملتے جلتے ہیں اسلام میں یہ مزے کی بات ہے۔ کہ کوئی بھی کتنا ہی برا کام کرتا ہو اور کتنا ہی ذلیل ہو داخل مذہب ہونے سے اوس کی پرانی برائیاں الگ کر دی جاتی ہیں۔ اور خدا کی ہدایت کے دیکھکر جو تبدیل مذہب کر کے اور توبہ کرتا ہے۔ خدا اوس کو ذلیل نہیں کراتا۔ فوراً کرا دیتا ہے۔ عزت افزائی ہو کر رہتی ہے۔ حافظ عبد الغنی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اونھوں نے نام بنام مہتروں کی تعداد کثیر لکھا ہے۔ اونھوں نے ان گروہ کو مشرف بہ اسلام کیا ہے۔ اور سب مالسلائی اور کوالھوہ کے علاقہ کے ہیں۔

اب سب لوگ اپنا اپنا روزگار چھوڑ رہے ہیں۔ اور اون لوگوں کا مسلمانی نام بھی اوس کتاب میں درج ہے۔

عـ ۲۷ چھکن ساہو کا مکان پیر دمڑیا مزار کے سیڑھی کے سامنے بہت
بڑا پختہ مکان ہے۔ اس شخص کو راقم نے جتولال تمباکو فروش ساکن کوچہ [illegible]
کے یہاں جو راقم کے مکان کے بغل میں ہے۔ چہرا نہ روز پر تمباکو کوٹتے
تلی دیکھا تھا۔ وہ قوم کا سونڈی تھا یہاں سے معروف گنج گیا۔ اور تجارت کرلی
جس وقت وہ مرا ہے۔ اوس وقت راقم اوس کے مال کی فہرست کرنے کو متعینات
ہوا تھا۔ اوس کے گھر میں عورتیں اور نابالغ بچے متعدد ورثا سے مگر ادھا
تو ایک لاکھ سے بالا کی حیثیت راقم نے تجویز کیا تھا۔ اور نقد وافر روپیہ ہنڈ
نوٹ تمسکات رنوٹ پایا تھا۔ جو اوس گھر کے ایک جوانبرہ ملازم کے ذمہ لگایا
گیا تھا۔ یہ خدا کی دین ہے پچیس برس کے اندر تجارت نے یہ نتیجہ دکھایا
اب وہ خاندان لڑائی میں برباد ہو گیا۔ بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو ورثا اور
قرابت والے برباد کر دیتے ہیں۔ سود کی آمدنی کو یوں برباد ہوتے دیکھے
ہیں۔ اگر سود نفع کی چیز ہوتی تو خدا مسلمانوں کو اس نعمت سے محروم
نہ رکھتا۔ مگر اثمہما اکبر من نفعہما ہے۔ شراب و سود کا نام تو بہت بڑا ہے
اور ظاہری نفع تو بہت ہے۔ مگر ایمان کا گھن ہی ہے۔ شرابیوں کی دولت
خراب ہوتے دیکھا۔ اور صحت تو تقریباً سب کی ضرور خراب ہوتی ہے۔
اور سود والوں کے خاندان کو قائم رہتے نہیں دیکھا۔ رشوت والے کی
اولاد کو خراب خستہ پایا۔ اگر نام بنام لکھوں تو ایک ڈکشنری تمام کی تیار ہو
دنیا کے اولٹ پلٹ ہونیکا باعث تو اصلی اپنے اعمال ہیں۔ مگر اوس کو
سوچتا کون ہے۔ آنے دولت کے وقت تو اندھا بنتا ہے۔
عـ ۲۸ شاہ آغا جان کیفی دو بھائی تھے۔ ان کا مکان بھی گلی ہی میں تھا۔

ان لوگوں کا روزگار مولود خوانی کا تھا۔ رنگون وغیرہ جاتے تھے۔ بچھرلوگ
مرید بھی ہو گئے تھے۔ خوش آواز تھے۔ مولود اچھا پڑھتے تھے۔ مراد آباد
سے بچے ہر سال لاتے تھے۔ اور گھر بیٹھکر کھاتے تھے۔ جب پھر
ضرورت ہوئی سفر کرتے تھے۔ اون کے خاندان کے شاہ محمد تقی زندہ
ہیں۔ جنہوں نے تصوف میں چند کتابیں لکھیں ہیں۔ جو چھپی ہوئی ہیں۔ انکا
لباس وارثیہ ہے۔ مگر ان کو بیعت اوس خاندان میں نہیں ہے نصیحت شاہ
کے پاس اکثر بیٹھتے ہیں۔ وہاں بہت رہتے تھے نصیحت شاہ صاحب حاجی وارثی
شاہ صاحب کے لوگوں میں اچھے گذرے ہیں۔ وہ مولوی مہدی حسن صاحب
وکیل کے والد تھے۔ اور دولتمند آدمی تھے۔ تارک الدنیا ہوئے
تھے۔ ان کی شادی شاہ عبدن صاحب چوہرچک بہار کے ہمشیرہ سے ہوئی
تھی۔ اون کے ساڑھو میر ابرار حسین صاحب حسین آباد شیخپورہ ہیں۔ جن کی
چند اولادیں زندہ ہیں۔ معین میاں اونھیں کے لڑکے یوسف میاں
لودی کٹرہ کے مرنے کے بعد اون کے اسٹیٹ میں ملازم ہیں۔ ایک
بیٹے معین میاں بارہری بہار کے یہاں ملازم ہیں۔ ایک بیٹے صغریٰ
اسٹیٹ میں ملازم تھے۔ جو سید منظر الحسن کے ساڑھو تھے۔ اور لڑکے
بھی تھے۔ مولوی مہدی حسن وکیل ہیں حاجی ہیں۔ صغریٰ اسٹیٹ میں منیجر
تھے۔ اب شاید سہسرام گدی اسٹیٹ میں منیجر ہوئے ہیں۔ میر ابرار حسین
کے خویش ہیں۔ لاولد ہیں۔ ان لوگوں کی برادریاں دسنہ۔ استھاواں
برگہ بہار اور اوس طرف کے دیہاتوں میں ہے نصیحت شاہ صاحب
کا مکان بازیت پور علاقہ باڑھ یا مونگیر میں تھا۔ راقم کو صحیح خبر نہیں ہے کس

ضلع میں تھے۔ شاہ ابوالقاسم بھی اپنے والد کی سنت ادا کرتے ہیں مولود
خوانی تو نہیں کرتے۔ پیری مریدی کرتے ہیں۔ چاندمار گڑھے میں رہتے ہیں
صاحب اولاد ہیں۔ مولوی تمیزالدین کو اس خاندان سے تعلق ہے۔ اور قرابت دار
ہیں۔ آغا جان صاحب بھی کیف آدمی تھے۔ جوشیلے تھے نعت گوئی کا شغل تھا اہل عمر
ہو کر مرے ہیں۔ ان کے جوڑ میں ننھے خاں برادر عبداللہ خاں رفوگر مولود خوانی
میں بہت رہا کئے۔ اون کو بھی گانیکا مذاق آگیا تھا۔ رفوگری بھی کرتے اور
مولود خوانی بھی کرتے رہتے۔ اس مذاق میں اونکا اپنا کام ہرج بھی ہوتا تھا۔
اوس خاندان کے لڑکے محمد رؤف زندہ ہیں۔ جو آبائی کلام کرتے ہیں سادہ رویہ
مولوی یحییٰ وکیل کے مکان کے بغل میں رہتے ہیں۔ فقیری کا تجربہ بڑا عمدہ
روزگار ہے۔ سالک فقرا کی نقل بھی مشکل ہے۔ اوس میں شرائط حد شرع کی بہت
ہے۔ اور وہ برتنا اور ریاضت کرنا اور شریعت کی پابندی دشوار گذار راہ ہے
آزاد رنگ سب سے اچھا ہے۔ سر لگے جھگڑی نہ نماز کی ضرورت ہے۔
نہ روزہ کی فقط راز و نیاز کی باتیں ہیں جو کسی پر صحیح طور پر کھل نہیں سکتی اپنے عیوب
انکے پر پردہ ڈالنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ دو چار اول فول بے معنی کچھ
معنی دار ملتے جلتے بکنے لگے مجذوب کی بڑ ہو کے کچھ بھیس بن گیا۔ کچھ شعبدہ بھی
باتیں ہوئیں۔ کسی کو دعا دی۔ کسی کو بددعا کیا۔ کسی کو جھاڑا پھونکا۔ کسی کو حروف
مقطعات کا تعویذ لکھدیا۔ لبس حضرت عیسیٰؑ کے بھائی بن گئے۔ جو حکم لگایا
وہ سامنے آیا۔ خدا سے ناتا لگا ہوا ہے۔ دنیا اور دین حضرت صاحب کے قبضہ
میں موجود ہے۔ بلا مشورہ خدا جنت دے سکتا۔ نہ دوزخ میں ڈال سکتا ہے
خدا رزاق مطلق ہے۔ اور دنیا اندھی ہے۔ لوگ لوٹے ہی پڑتے ہیں۔ کچھ

کچھ سامان روزی بقدر نصیب ہو ہی جاتا ہے۔ اس ننگے اور اپاہج انسان جیسے کیطرف دنیا لوٹی پڑتی ہے۔ سائیں بوڑھ چہرہ مبارک پر موجود ہی ہے۔ جو لونگی نقل بنا لیا تہمد باندھ لیا۔ لانبے کرتے زیب تن لانبی چھڑی ہاتھ میں کھلی ننگے پاؤں ننگے پیر ہوئے پھر کیا ہے۔ جناب حضور ہی ہو گئے۔ انہ لوں کا حال اونھیں کا ایمان جانتا ہوگا۔ تکئے خانوں میں وہ بھنگی خانوں میں زدہ۔ افیونوں میں اون کا اڈہ۔ کنجریوں میں اون کا گذر بھنگیڑیوں میں اون کی خاطر داشت اور ہر ضرورت مفت مہیا ہو رہی ہے۔ عزت جدا لوگ کرنے لگتے ہیں۔ خدائی بھروپ دنیا والوں کو خوب دھوکھا دیتے ہیں۔ جب راز حقیقت کھلتا ہے۔ اوس وقت ان دھوکوں کا خمیازہ ملتا ہے۔ مذہبی وضع داروں کو فاسق اور فاجر سے زیادہ بستا وا آئیگا۔ اسی لیسیا ابلیس آدم روی ہست والا مضمون ہے۔ صورت انسان کی اور حرکت بے ایمان کی اس وضعدار لباس میں ہزار ہا ننگے اور فریبی بن گئے۔ جو خدا اور قوم دونوں کیلئے غیر مفید ہیں۔ وہ صرف اپنے پیٹ کے بندے ہیں۔ اور شیطانی بھاسے ہیں۔ اصلیت سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ بیچارے خدا کے سوا نرے بھی عوام الناس میں آتے ہیں۔ اون پر بھی زمان نہیں آتا۔ دنیا تو اندھی ہے۔ اوس پر سے اون وضع کے بازوں نے نگھر میں خاک دینیکا ارادہ کیا ہے۔ دودھ کا جلا دہی پھونک پیتا ہے۔ جو عقلمند ہیں۔ وہ بھاگنے لگے جو بیوقوف ہیں۔ پھنسنے لگے ایک ایک چھوٹی تھوڑی گروہ مریدوں کی ہر شکاری کے پاس موجود ہے۔ جاہلوں کے پھنساؤ کیلئے لازمہ کیا ضروری ہے جب قدر نمائش اور ہلا ہنگامہ ہو سکے۔ اور مجمع کرانیکا موقع ہاتھ اسکتا ہو۔ اوس میں

بازمیں آنا چاہیے۔ مگر جسے جاسے لوگوں کا سکا اوٹھانا آسان بات نہیں ہے
پرانے سکے جا بجا موجود ہیں۔ اور بڑی قدر وحفاظت سے رکھے جاتے
ہیں۔ دیکھا تو بچوں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ اون کی قدر معصوموں میں
ہوا کرتی ہے۔ جھوٹے موتیوں کے زیور گلی گلی عوام کے گلے کے ہار
ہیں نایاب موتی کمیاب اور بڑے گہرا کیلے اندر سے بہت غوطہ کھا کر ہاتھ
آتا ہے۔ فقیری کوئی آسان بات نہیں ہے۔ کہ ہر آدمی شاہ صاحب بنکر
روزی کما لینا چاہتا ہے۔ یہ دریوزہ گری ہے۔ مکر وگدائی ہے۔ دہوکا
ہے۔ ایسے خوصلے نے اور دنیاوی ضرورتوں نے اصلی فقیری کو برباد کیا
رخنہ انداز شریعت کی باتیں کرنی پڑیں جس پر اغیار ہستی ہیں۔ اور جہلا اور کمزور عقیدہ
والے پھنسے ہیں۔ دنیاوی ہستی اور غمی خوشی تو چند روز میں ختم ہونیوالی ہے۔ جو
سامنے آنے والی ہے۔ اوس پر توجہ ڈالنے کیا شدنی ہے۔ کیا حشر
ہونیوالا ہے۔ بال بچوں اور دنیا چلانے کیلئے ہم کیا کر جاتے ہیں۔ اور
کتنا بڑا بار عظیم اپنے سر چڑہا لیتے ہیں۔ انسان کو ہم بھگا لیتے ہیں۔ اوس کو
دہوکے میں لاتے ہیں۔ اوس سے شرک و بدعت کر لیتے ہیں کفر
والحاد سکھاتے ہیں۔ اور فقرا میں شمار ہونیکا حوصلہ کرتے ہیں۔ افسوس
صد افسوس ہے۔ دنیا کمانیکی سیکڑوں شکلیں ہیں۔ یہ مذہبی شکلیں بدترین
شکلیں ہیں۔ ہر مذہب وہر گروہ میں ایسی صورتیں دیکھا کرتا ہوں اور ہر زمانے
میں ایسے لوگ موجود رہتے۔ مگر یہ صورتیں مضر قوم ہوا کی ہیں۔ تشدد آمیز
بائیں جن صاحب اختیار لوگوں نے برتا ہے۔ اوس کا مطلب رو کنے کا کم
ہے نہ کہ واقعی توہین مذہب کرنا ہے۔ بظاہر تو بد تہذیبی ہے۔ مگر دہ

حقیقت اگر استحفاظ کفر و الحاد مقصود ہی ۔ تو ایسی بد تہذیبی جائز ہو سکتی ہے
جو مذہب کے اندرونی ضرور توں کو پورا کر سکتی ہو اگر غرضمند پر وپگنڈا غلط
کرتے ہیں ۔ تو جو لوگ حقیقتاً استحفاظ مذہب کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ اس
الزام کو خوشی سے برداشت کریں ۔ مگر مذہب کی اصلی روشنی پر جہانہ چھایا
اندھیرا پڑ رہا ہے ۔ اوس کی اصلاح علمائے غور پر لازمی ہے تصوف
اور طریقت دین اسلام کو مٹانے کیلئے نہیں ہے بلکہ دونا نیات سے
بڑا نیکو ہے ۔ اور خدا کی توحید اور رسالت کی اصلی اور حقیقی عزت
بتانیکو ہے ۔ لباسی فقرا کی تعداد ان گنتی ہے ۔ پیشہ وار فقرا ہندوستان
میں چودہ لاکھ کے قریب مردم شماری سے پائے جاتے ہیں ۔ اوس پر
سے یہ گروہ جو حقیقتاً پیشہ وری ہے ۔ ملک وایمان و اسلام کو مضر
ہو رہی ہیں ۔ اصلی لوگ جو حقیقتاً عمدہ ترین لوگوں میں اور اون سے
راہ راست مل سکتی اپنے کو گمنام اور پوشیدہ رکھتے ہوئے دوڑ دور اپنی جان
بچائے پھرتے ہیں ۔ اور جنگلوں کے گوشوں میں اپنا گذر کرتے ہیں
اور مخلوق سے اپنے کو دور رکھتے ہیں مختصر طریقہ زندگی رکھتے ہوئے
یاد خدا میں مشغول ہیں ۔ اور رہ گئے او نہیں بزرگوں نے مدارج علیا
دین دنیا میں حاصل کیا ۔ لٹ پٹ نرالے دین دنیا میں ذلیل رہتے ہیں
جن کے پاس بزرگوں کا نام ہے ۔ وہ تو پیٹ چلا لیتے ہیں اپنے کو تو
بوجھ لیتے ہیں اپنی کرنی جہاں کچھ نہیں ہے ۔ وہ دنیا چلا کر خالی ہاتھ خالی دل
لیکر کر جاتے ہیں ۔ ظاہر اون کے بعد والے چادر چڑھائیں یا سونے
چاندی سے مزارات کو آراستہ فرمائیں ۔ اندر اندر خالی مٹی ہی رہتی ہے

اوپر اوپر سبزہ زاروں روشنی رکھیں۔ زمین کے نیچے اندھیرا ہی بھرا رہتا ہے۔
روشنی در دل چراغ دیگر است ہے الغرض شاہ آغا جان کی وضع پیر یوں
کی نہ تھی۔ سادی سادی وضع تھی۔ مگر روزہ نماز کے پابند عاشق
رسول ضرور تھے۔ وقتاً فوقتاً اون کو خود جوش ہوتا تھا۔ خود پڑھتے
اور رو دیتے تھے۔ شاہ ابوالقاسم اون کے لڑکے دوسرے رنگ
کے ہیں۔ اونھوں نے توحید کیطرف توجہ کی ہے۔ اور لباس بھی
فقیرانہ زیب تن ہے۔ یہ رنگ اون کے والد کا نہ تھا۔ اندرونی جذبات
سے خدا واقف یا چشم بصیرت والے بتا سکتے ہیں۔ راقم تو نقطہ واقع نگاری کا
کام کرتا ہے ذاتیات سے بالکل بحث نہیں رکھتا۔ نہ ذاتی مسائل پر نوٹ
لکھنا چاہتا ہے۔

۲۹۔ بابو ظالم سنگھ

بابو ظالم سنگھ معروف بچے منصور گنج کے مشہور رئیس
گذرے ہیں۔ یہ لکھنؤ اول وضع کی زندگی رندانہ گذار گئے۔ ان کے
لڑکے بابو کملا سہاے آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ یہ دو بھائی تھے۔
ایک دیہات میں رہتے ہیں۔ بابو ظالم سنگھ نے اپنی زندگی رئیسانہ گذارا
اور پبلک میں بڑا رعب داب تھا۔ اون سے لوگ دبتے تھے۔ رنجیت بابو
کے وقت میں بابو کملا سہاے۔ آنریری مجسٹریٹ ہوئے۔ اور درجہ
سوم کا اختیار تھا ان لوگوں کی آمدنی اچھی تھی۔ اور مالی حالت ابھی تک
اچھی ہے۔ بعض موقع میں راقم کے یہ شریک بھی رہتے۔ اس لئے ربط بھی
رہا بابو کملا سہاے کو اب تک عزیزانہ خیال ہے۔ ان کی روش موجودہ
زمانے کی ہے مذہبی کام بھی ان کے یہاں ہوا کرتے ہیں۔ جو چلا جاتا ہے

ویسا تو پھر کوئی پیدا نہیں ہوتا ہے بعض خاندان ہے۔ مگر بہت کم ہیں جو اپنے
داداے زیادہ نام و نمود پیدا کر سکا ہو۔ تاجروں میں کوئی کوئی نکل آتا ہے
زمیندار کلاس میں تو بجز کمی کے بیشی ہوتے کم دیکھا۔ اگر یہی
ہوتا تو پٹنہ کی جو حالت ہندو یا مسلمان رئیسوں کے خاندان میں دیکھا ہے
اس بستی میں نہ ہوتی جو آج نمایاں ہے۔ پرانے سب خاندان والے
برباد ہو رہے ہیں۔ اور ہر حیثیت سے دب رہے ہیں۔ گو اب علم مروجہ
سے اعلیٰ پیمانہ کے اوپر فیضیاب بھی ہیں۔ مگر آبائی اطوار سے بالکل
جدا ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ بھی پا رہے ہیں۔ اوس مرفہ کی عافیت
و آرام کی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہے۔ اون کے بزرگوں کا تذکرہ
اون کیلئے خواب ہی خیال سے۔ نہایت ہے۔ ان لوگوں کے واہمہ
سے پرے ہیں ان دیکھی چیز پر یقین نہیں آتا۔ اوس بات کو کسی ذہن
کے اندر نہ لا نہیں سکتا۔ اور وہ لطف سوسائٹی سمجھانے کے لائق بھی
نہیں ہے اور سمجھانے سے سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ لوگ کیسا
لطف زندگی اوٹھا گئے ہیں۔

ع بسمتو بھیا۔ دہ پورب دروازہ پل کے دکھن رہتے
تھے۔ یہ دبلا پتلا غریب آدمی تھا۔ منھ میں چیچک کا داغ تھا۔ گھونگر والے
بال تھے۔ وضع بالکل لکھنو وال تھی۔ اوس وقت کا ہی فیشن بہت
ہندو مسلمان سب لکھنو وال وضع کو پسند کرتے تھے فقط فرق ہندو کا تھا
ہندو بائیں مسلمان داہنے رکھتے تھے۔ آج بھی گو وضع انگریزی ہو گئی
ہے۔ مگر ہندو تمام بائیں لگاتے ہیں۔ گو فیشن تک بدل گئی قومیت

کی شناخت بدستور قائم رکھے ہیں۔ گو وضع کچھ بھی ہو مگر شناخت کیلئے دو بھاری
نشانیاں ضرور قائم رکھے ہیں۔ ٹیک اور جنیو اور بائیں طرف کا اہتمام
لازمی ہے۔ عورتوں کو گودنا تاہر اور مرد و کا خطرہ نہیں ہوا کرتا۔ ذرا اس
پختگی کی طرف توجہ لازمی ہے۔ ہزاروں ہوا بدلی۔ بہتیرے رنگ بدلے
لباس بدلے طرز و انداز بدلتے رہے۔ مسلمانی وضع بھی رہی۔ آج کل انگریزی
وضع بھی ہو گئی۔ کوٹ و پتلون بھی چڑھا۔ دھوتی سلیپر پر کوٹ بھی چڑھا
مگر قومی نشانات کا خیال ہر ایک کو رہا۔ برخلاف اس کے مسلمان جس کو
قبول فرمانے لگے۔ اپنی کوئی قومیت کا نشان تک قائم نہ رکھ سکے۔ بلکہ ان کا خیال
رہا۔ کہ اپنے قومیت کا کوئی آثار بھی نہیں رہی۔ تاکہ کوئی شناخت بھی نہ سکے
اگر ان کو اون نقص کے بچاؤ کا موقع ملے کہ جو اون کو بے ہوشی [illegible]
کے ظلم اور جہالت سے پیدا ہو کر رہا ہے۔ اوس کی بھی مرمت ہی کر لیجاوے
مگر وہ ایک غیر اختیاری اور لاچاری کی بات ہے۔ مگر جس حد تک ان کا
اختیار رہتا ہے۔ آثارات اسلامیہ کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہئے۔ جبکہ
داڑھی مونچھ جو اسلامی شعار میں داخل ہے۔ اوسے بھی حتی المقدور
کم کرنے لگے۔ وان فورتھ تک تو لاچکے۔ اپنی مونچھ آپ کٹوائی۔ اپنی داڑھی
آپ ہی مونڈا دی شعار اسلام کی ظاہری جڑ ہی کو صاف کر دیا۔ کرزن فیشن
نے تو پہلے چہرہ ہی بالکل صاف کرایا۔ مردوں کی صورت ہیجڑوں کی
بنوا دیا۔ خانگی طرز معاشرت کے وقت تو ایسے لوگ قلندر ہی معلوم ہوتے
ہیں۔ ایسے حضرات جب سوٹ میں نہیں رہتے۔ تو آج جب آدمی ہی سمجھ سکتا ہے
کہ پیتامبری پہنے ہوتے ہیں۔ یا چراری پر سے مردے جلا کر ابھی فرصت

ہوئی ہے۔ کیسے کیسے دلکش چہرے کس کس طور پر ایک فیشن کے بدولت بگڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ عام پسندی کا خیال الغرض کہ خود پسندی پر خوش ہیں۔ مرد اپنے حسن کو کس کس طرح پر نوچا کھسوٹا گیا ہی اور اپنے چہرے صورتوں کو کن کن ترکیبوں سے بگاڑا ہے ایک سر ہی کو ملاحظہ کیجئے اسر کیا ہی نمائش گاہ ہے۔ بکروں قسم کی ٹوپیاں سر دن میں دیکھ لیجیگا۔ مردوں کے سروں پر عورتوں سا بناؤ سنگار دکھائی دیتا ہے نوجوانوں کے بالوں کی سجاوٹ تو تو غور کیجئے ایک سر ہی کی کتنی تعجب سا اڈا آئی گئی ہیں۔ ان بالوں پر توجہ کرنا ہے۔ تو اسکول میں جاکر دیکھئے سڑکوں پر ملاحظہ کیجئے سب سے بہتر ہے۔ کہ لوریوں کے اور موٹر ڈرایوروں کے سر پر ہاتھ رکھئے۔ دوسرا الٹھا ایک طرح کے ملینگے ایک ہی سر پر چند درجوں کی سجاوٹ آپ کو دکھائی دیگی۔ زنانی سجاوٹ نوجوانوں نے قبول کرلیا۔ مردانی سجاوٹ عورتوں میں پیدا ہو گئی اون میں سادگی آگئی۔ چوڑیاں توڑدی۔ میدان میں بے پردہ آگئیں سیاسی کاموں میں حصہ لینے لگیں۔ جو کام مردوں کا تھا۔ وہ عورتیں دینے لگیں۔ جو کام عورتوں کا تھا۔ وہ مرد کرنے لگے۔ دنیا کیا کیا رنگ بدلتی ہے۔ زمانہ کیا کیا پلٹا کھاتا ہے۔ قدرت کا تغیر وہ اس کو کہتے ہیں۔ دیکھنے نرالی باتیں جو خواب و خیال میں بھی نہ تھیں۔ سامنے آگئیں۔ اور ساری دنیا ایسے ترقی بول رہی ہے۔ جن کہنہ اور بوسیدہ خیال والوں کے واہمہ میں بھی یہ باتیں نہ تھیں۔ اون کیلئے ان باتوں کا پیش نظر آنا تو موت سے بدتر ہے اون کی گھبراہٹ کے لئے اس سے

زیادہ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی - ببیں تفاوت رہ از کجا است
تا بہ کجا آسمان و زمین کا فرق ہے - دنیا پلٹ گئی - آسمان زمین پر ٹوٹ
پڑا زمین آسمان پر چڑھ گئی - ایشائی بالوں کا خون ناحق ہوا - ملک میں
بدامنیاں پھیلیں - اور بداعمالیاں پیدا ہو گئیں - جو جو صورتیں اصلاح کی
سوجھی جاتی ہیں - وہ اولٹی پڑتی ہیں - دنیا کا دماغ ہی پلٹا کھائے
ہوئے ہے - یہ قدرت کا موج کرشمہ ہے - کوئی دل و دماغ مشیت کے
خلاف کچھ کر نہیں سکتا - اوس کی سوائی نہیں ہو سکتی - یہ رموز خداوندی ہیں
جس کا اظہار ہو کر رہیگا - اور نتیجہ بعد الوقوع سمجھ میں آئیگا - ابھی کرشمہ [illegible]
میں جا رہا ہے - موج اونچا اونچا تھپیڑے مارتا ہے ابھی دیر ہے - جب
یہ ٹھہراؤ پر آئیگا - مقلب القلوب کے کرشمے سامنے نکلینگے - انتظام عالم
میں کوئی درست اندازی نہیں کر سکتا ہے - جو کچھ ہوتا ہے - وہی ٹھیک ہے -
ہم لوگ زبانی جو چاہیں بول چال لیں - دنیا جس چال پر چلائی جا رہی ہے
چلتی رہیگی - اور جو منظور خدا ہے - وہ یقینی طور پر سامنے آئیگا - مسلمان
اپنے اعمالوں پر غور کریں - اور قوموں کا اپنے روزمرہ کے زندگی سے
مقابلہ کریں کس کس امر دل میں اونھوں نے غفلت کی ہے - اور کہاں
کہاں یہ پیچھے رہتے ہیں - پہلے گھر چراغ تب مسجد چراغ - اپنے گھر درست
کر لیجئے - تو دوسروں کے عیب و ہنر پر توجہ فرمائیے - گھر درست کر کے
شہر درست فرمائیے - اور ملک کی اصلاح کی فکر فرمائیے - پہلے آپ
اپنے عادات کو درست کریں - پھر معاملات کو - مذہبی معلومات کو تب
عقائدات کو پھر ملکی رسومات کو پھر طرز معاشرت کو پھر حصول مالیات

و تجارت کو سب کے بعد اصلاحات کا درجہ ہے ۔ یہاں تو سارا رنگ ہی
و بگڑا ہوا ہے ۔ فی الحقیقت چوڑی ڈاکٹر عورتوں کی طرح پردہ نشین بنکر زندگی
گذارنا پڑتا ہے ۔ اور یہی وقت موجود ہے ۔ اور یہی کرنا پڑیگا ۔ اگر مسلمانوں
نے اپنے گئے کا مکافات محسوس نہ کیا ۔ تو یہ بہت پیتا کر رہینگے
بیقاعدے اوچھل کود کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ ان کی ساری اچھل
اپنی ہی درستگی کیلئے ہونا سب سے بڑا کام ہے ۔ دنیا میں جس گروہ نے
ترقی کی ہے ۔ وہ اپنے زندہ خیالی سے اپنی بیداری سے اپنی ہوشیاری
دنیا جس نے حاصل کی ہے ۔ وہ عیاری سے اوچھی داری سے ننگ
مار اماری سے اسلام کی روحانی ترقی فقط دعوی و مساوات فی الغضب
کرائی ہے ۔ اور ان کی دنیاوی ترقی سچائی اور اندفاع فسادات پر مبنی ہے
ان کی تجارتی ترقی فقط امانت داری پر منحصر ہے ۔ ان کی معاشرتی ترقی
سادگی پر موقوف ہے ۔ ان کی روحانی ترقی فقط ادائے فرائض و ادائے
حق اللہ و حق العباد پر موقوف ہے ۔ اسلام میں غربا ہی نے ترقیاں کی
ہیں ۔ اور دنیا میں سارا بڑا کام غربا ہی سے ہوا کیا ہے ۔ امرا تو فقط
قومی اعزاز کیلئے ممتاز او مفتخر رہتے ہیں ۔ جن کے بدولت قوم کی عزت
افزائی ہوا کرتی ہے ۔ ان کو اپنے عیش و آرام سے کب فرصت ملتی ہے
اون کی دنیاداری اونھیں معذور کرتی ہے ۔ ہم غریبوں کی خبر اون کو
کہاں ہے ۔ کہ کون اپنے جھونپڑوں میں گودڑوں میں کس مصیبت
کی زندگی گذار رہا ہے ۔ صاحب اختیار لوگ اپنی خود مختاری میں
مست و سرشار ہیں ۔ معذور ہر طرح پر بے اختیار ہیں ۔ ہم غریبوں

گذر اون لوگوں تک کہاں ممکن ہے۔ کہاں سے موٹر منگائیں۔ اور
کچھ نکرکار کو جھیجائیں۔ کس حیثیت سے اون تک جائیں کدہر سے چیراسیونکا
انعام جمائیں۔ کس منہہ سے منہہ دیکھائیں۔ کیا مجال جو اون سے انکھ
ملائیں۔ میری تقدیر کہاں جو اون سے ہاتھ ملائیں۔ کس کو اپنی
کہانی سنائیں۔ اور کہاں سے کھائیں۔ ہم اون سے دور وہ ہم سے
ملنے سے معذور پھر میری ضروریات کون پورا کرے۔ ہم اپنی مصیبتیں
کس سے کہیں۔ میری ہمدردی کون کرے وہ میرے لئے بیکار ہو گئے
اون کی خود پرستی اور عدم توجہی نے میری غربت بڑہادی۔ غریبوں کو
بے پناہ کردیا جس قدر آپ اپنے ذات میں خرچ کرتے ہیں۔ اوس کا
دستور دو پیسے روپیہ کے حساب سے بھی حق الغربا میں صرف نہیں ہوتا
حق الاقربا کوئی ادا نہیں کرتا۔ جدہر دیکھئے اپنی ہی ذات کا صرفہ ہی یا جا بجا
سسرالی لوگوں کا بار دون کے سر ہے سب باپ دادا کی اولاد ددہیالی
اور نانہالی کہنے والے ادہر اودہر مارے پھرتے ہیں۔ اور سسرالی
لوگ سر چڑہے رہتے ہیں۔ یہی تو موجودہ دنیا کی روش ہو گئی ہے پہلے امرا
اور روسا ان باتوں سے بری تھے وہ حق الاقربا کا بہت خیال کرتے
ہے۔ اور یتیم۔ بیوہ۔ بیکس۔ غریب ملاقاتیوں کیساتھ بہتر سلوک برتاؤ
کرتے تھے۔ ہر جمعرات کو ٹکرہ گدا اوس کیلئے ہر دربار میں بقدر مقدرت
دہمت کوڑیاں تقسیم ہوا کرتی تھیں۔ ایک ایک ٹکرہ گدا دو دو تین تین روپیہ
کی کوڑیاں جو اون کے یہاں پڑتا تھا۔ اب یہ سب رسم جاتا رہا۔ قوم کی
حالت دن بدن غربت کی بڑہتی گئی۔ وہ ایسے جو کام کرکے کھانا نہیں چاہتے

گروہ گدائی پر اوتارو ہوگئے اور شرفا جو عزت کے دھوکہ تعلیم سے محروم ہو گئے افسردہ بنکر رہ گئے۔ کہیں مصاحب بنے۔ کہیں امرا کے لڑکوں کے ساتھ آوارہ منش ہوکر رہ گئے۔ بعض چوری کرنے لگے بعض اس سے بد تر کاموں میں مشغول ہو گئے۔ رفتہ رفتہ بگڑتے بگڑتے یہ نوبت آگئی۔ کہ لقمہ چھین لوٹ پڑتے ہیں۔ اور اون کی زندگی اون کے لئے خود پریشان کن اور دوسروں کے لئے تکلیف دہندہ ہوگئی۔ اس کی اصلاح تو اب بھی امیروں ہی کے ذمہ ہے۔ آج یہی سب کے سب اپنا فرض منصبی قرار دیدیں۔ کہ اون کی گروہ میں کوئی آدمی نکما نرہے۔ اون کی تعلیم معمولی بھی دیجائے۔ تو سیکڑوں ذریعہ روزی اب بھی دنیا میں موجود ہے کروہ کما کھائیں۔ اور قرابت والے ذلیل زندگی نہ گذاریں۔ مگر یہ ایثار کوئی کرتا ہے۔ زبانی باتیں سب سنتے جاتے۔ عملی طور پر برتنا کٹ رہا۔ اب تو برابری کی برادری اور ملاقات رہگئی ضرورت کی مدارات آپس میں وہ زینت دسترخوان ہیں۔ مگر مرنے کے بعد غربا ہی زینت مقبرستان ہوا کرتے ہیں۔ قبر کھودنے والے لاش کا نہوں پر اٹھانے والے غسل میت دینے والے۔ قبر میں سلانے والے لسوتا تسلیمیں دولت میں دیکھا جیتے جی کے سب تماشے ہیں۔ اور موت آئی سب کنارہ بقول شخصے کہ سگ و خوک است و میت و کافر اسلام غریبوں آغاز ہوا دنیا میں بڑھا وہی محافظین اسلام ہے۔ اور دنیا میں بے دینگا دین اسلام کے ڈھونے والے آج بھی نمایاں ہیں۔ اسلامی شعائر دنیا میں ملتا ہے۔ دنیا میں عمل اور ہمت دیکھائی دیتی ہے حالانکہ

امرا رکار دبیہ پہلے سے اب مذہبی چندوں کے نام سے یا تعلیمی چندوں میں بہت زیادہ صرف ہی۔ مگر مفاد جو گذشتہ لوگوں نے پہونچایا ہی۔ اب نہیں پہونچتا۔ اصراف کا غیر مفید طریقہ مروجہ ہے۔ جس نے افراد قوم کو باجماعی طور پر قوم کو حاصل نہیں ہوا نہ ہوتا ہے۔ ایک چشم دید ایثار ایک غریب آدمی کا پیش کرتا ہوں جس سے ادن کا ایثار اور لوگھا انتظامی مادہ پڑھنے والوں کو ایک سبق ہوسکتا ہے۔ مولوی ریاض الدین ساکن ادگاواں علاقہ بہار راقم کے فارسی پڑھانیکو ایک میاں جی تھے جن کی تنخواہ صرف پانچ روپیہ اور کھانا تھا۔ وہ راقم کے نانا مولانا امیرالحق قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اور خانقاہ منگل تالاب کے عرسوں کا انتظام ادن کے سپرد تھا۔ وہ کل چیزیں خریدا کرتے تھے۔ اور ہر سودے میں دو پیسے روپیہ دستور لیا کرتے تھے۔ پچیس برس کے اندر ادنھوں نے ادس دستوری کی آمدنی سے عرس کے متعلق جس قدر ظروف مسی کی ضرورت تھی۔ سب خرید لیا۔ جو ہنوز ادن کی یادگار موجود ہے۔ اور منگنی منگانیکی ضرورت نہیں ہے۔ اس حاجتمندی پر کبھی ادنھوں نے ادس نفع کے طرف خیال نہ کیا۔ حالانکہ وہ صاحب بھی کثیرالاولاد واقارب رکھتے تھے۔ شہر میں سلسلہ طالب العلمی کھلا ہوا تھا۔ تمام برادری کے لڑکوں کو لا کر رؤسا کے یہاں طالب العلم مقرر کرایا۔ اپنے ایک لڑکے حافظ معین الدین مرحوم کو عالم بنایا۔ دوسرے لڑکے کو اقلاً ایک پڑھایا۔ جن کا نام مولوی مصلح الدین ہر جو زندہ ہیں۔ موجودہ بہت سے لوگ ادن سے واقف ہیں۔ وہ مظفرپور میں کلکٹری میں محرر ہیں۔ مگر ادن کو

مذہبی جوش بہت ہے۔ ملازمت چھوڑ دی۔ ایک بھانجے صدرالدین کو
بی۔ اے۔ تک پڑھوایا جو مونگیر میں تھے۔ اور مختار کاری کرتے
تھے۔ ایک بھانجے مولوی غیاث الدین کو ایف۔ اے۔ تک پڑھایا
جو جلال مرحوم کے یہاں لودی کٹرہ میں ماسٹر تھے۔ ایک بھانجے
مولوی رفیع الدین کو بھی انٹرنس پاس کرایا جو مونگیر میں رہتے تھے۔ ایک
بھانجے مولوی وحید کو مختار کاری پاس کرایا جو جموئی میں تھے۔ یہ
سب کے سب راقم کے مکان میں رہتے تھے۔ اور اون کے زیر
نگرانی تعلیم پا کر نکلے۔ اور کھانا روسا کے یہاں سے ملتا تھا۔
کچھ گھر سے لوگوں نے مدد کی کچھ روسا نے دیا گیا۔ کم خرچ تعلیم کا تھا
اور یہ طریقہ امداد کا تھا۔ جو اتنے آدمی تیار ہو کر کام کے نکلے۔ اور
زندگی بسر کر گئے۔ اکثر مر گئے بعض زندہ ہیں۔ ان کی لائف سے کیا
کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ آپ لوگ غور کریں۔ وہ پرانی دنیا تھی۔ اب نئی دنیا
میں ایک مثال بھی اس حیثیت کے آدمی کی دکھائی نہیں جا سکتی۔
دوسری چشم دید مثال دکھاتا ہوں۔ قاضی رضا حسین پھوپھا مرحوم کے
تعلیمی فنڈ سے مولوی سخاوت حسین بھاگلپور نے اعلیٰ تعلیم پایا
اور سرکاری امداد پر ولایت گئے۔ اور بڑے عہدہ پر مامور رہے
اور انتقال کر گئے۔ دوسرے سخاوت حسین نے طالب العلمی
کر کے اسی فنڈ سے بی۔ اے۔ تک کی تعلیم پایا۔ اور انتقال بھی
کر گئے۔ ان کی زندگی نے وفا نہ کیا ناموری کا موقع نہ ملا۔ ایسے
بہتیرے واقعہ اور بھی چشم دید گذر گئے ہیں۔ سہسرام کے ایک صاحب نے

طالب العلمی کرکے بی۔ اے۔ تک پڑھا جن کا نام یاد نہیں آتا غالباً سجاد الرحمٰن تھا
چھوٹے صاحب کے لڑکے کلو نواب کے اتالیق بنکر ولایت گئے۔ اور واپس آکر پروفیسر
ہوئے۔ اور انتقال کیا۔ بہترین بالیاقت آدمی گذرے ہے۔ گنذری والونکو
تحقیق نام یاد ہوگا ان کا مفصل حال مولوی عبد الرزاق
صاحب ساکن بسرام عامی سابق ہیڈ ماسٹر سیتی اسکول سے
ظاہر ہوگا۔ جو ہنوز زندہ ہیں۔ انسپکٹر ہو گئے تھے۔ اب پنشن پاتے ہیں۔ اور
خانہ نشیں ہیں۔ اور مذہبی زندگی گذارتے ہیں۔ مدنٹن لودی کٹرہ میں مکان
منشی زمرد لال مورثان بابو برج موہن لال لودی کٹرہ چوک کے پاس مقیم ہے
منشی زمرد لال کو اولاد نہ تھی۔ برج موہن لال کو گود لیا تھا جن کی اولاد
ہنوز موجود ہے۔ اوس وقت سلسلہ التعلیم کا خرچ بہت کم تھا۔ کھانے کی امداد
اور رہنے کی جگہہ رؤسا دیتے تھے۔ غربا کے لڑکے بہت کم خرچ میں تعلیم
پاکر نکلا کرتے تھے۔ اوس وقت کے لوگ اسی امداد کو مذہبی فرض جانتے
تھے۔ جب وہ لوگ ایسے تھے تب ایسا نتیجہ نکلتا رہا۔ اب غور کیجئے۔ لہ
منو کی لائف کوئی معمولی لائف نہ تھی۔ اوس کی سوانح پر غور کرنے سے بہتر سے
نتیجہ خیز باتیں نکلی ہیں۔ وہ تھے محض معمولی آدمی اور جاہل مطلق مگر اون کے
وقت میں اوس علاقہ کے مسلمان اور ہندو نوجوان اون کے زیر اثر تھے
اور بڑا بھاری جتھہ اون کا تھا۔ اور علاقہ بھر میں بڑا رعب داب تھا۔ جس کو جو
کہدیں۔ وہ انکار نہیں کرسکتا تھا۔ اگر جرائم سنگین کا حکم دیتے تو ہو جاتا
تھا۔ انھیں وجوہات سے اون کی بدنامی ہو گئی اور پولس دشمن ہو گئی۔ اونھوں نے
اپنے اس پبلک اعزاز کا مصرف غلط لینا۔ مگر ہزاروں کو فائدہ پہونچاتے رہے

اور ہر کے کام کرتے رہے۔ بغیر لیس کے کوئی کسی کا گرویدہ نہیں ہوتا
ہے۔ اور بے سلوک کے اتنا اثر دار نہیں ہو سکتا۔ آج قابل ترین اڈیوں کا
وہ اثر پبلک پر نہیں ہے۔ جو اون کا تھا۔ آمدنی کی شکلیں معقول اور جائز
نہ تھی۔ لوٹ لایا اور گوٹ کھایا۔ اکھاڑہ ایسا نکلتا تھا۔ کہ اب تک
اوس کا جواب نہ نکلا جدت پسندی کی نمائش اکھاڑے میں ہوا کرتی تھی
گھوڑوں کو پائجامہ پہنایا گیا۔ سر پر ٹوپ لگایا گیا۔ اکھاڑوں میں بعض
سال بیل کی قطار رہی۔ کسی سال اونٹ کسی سال بھینس الغرض
کچھ نہ کچھ نئی بات ضرور کیا کرتے تھے۔ دماغ میں جدت پسندی تھی۔
گو وہ عام پسند ہو نہ ہو۔ ایسی ہی ہر کام میں روزمرہ کی زندگی میں کوئی نہ کوئی
بات نئی کیا کرتے تھے۔ اون کو اس سے بحث نہ تھی۔ کہ خلق اللہ خوش
رہیگی۔ یا رنجیدہ ہوگی۔ ہر کام اپنا حسب پسند خود خود مختاری سے
کیا کرتے تھے۔ جس کے وجہ کر سیکڑوں کا بھلا بھی ہوا۔ اور اکثروں کی
خرابی ہوا کی۔ فطرتاً وہ بہت جی دار آدمی گذرے ہے۔ پھیک خوب جانتے
تھے۔ اوس وقت کا دستور تھا۔ کہ ہر ایک ہندو مسلمان امیر و غریب لاٹھی
گدکا۔ اور کشتی ضرور جانتے تھے۔ اور اس کی تعلیم ضرور ہوا کرتی تھی
اوس وقت کے لوگوں کو مردانی وضع داری اور ہمت داری کا شوق تھا
زنخہ پن کی صورت وسیرت و اطوار کو برا جانتے تھے۔ اور زبانی نزاکت کو
نامردی تصور کرتے تھے۔ امرا کو گھوڑے سواری ضرور سکھائی جاتی
تھی۔ غربا کبڈی اور گلی ڈنڈا کھیلتے تھے۔ اور یہ سب وضع ورزش کی
تھی۔ اس وقت بھی وہی سب کام شکل بدلکر ہو رہا ہے۔ مگر اخراجات

بڑ ہا دیئے گئے ہیں۔ فوٹ بول وغیرہ وغیرہ اس میں شبہ نہیں ہے
کہ اس وقت کی فزا اسے بہترین جانتی ہے۔ مگر اوس وقت کے
انداز جسے تیس برس سے زیادہ نہیں ہوا ہے۔ اس قدر اصراف
نہ تھا۔ اور زمانہ کا یہ رنگ نہ تھا۔ جو اب ہے ۱۹۱۴ء سے
دنیا بہت بدلی۔ دنیا کی ہوا پلٹ گئی۔ دنیا میں امن کی زندگی جاتی
رہی کیا کیا کایہ پلٹا۔ جن لوگوں نے اس کے پہلے کی دنیا دیکھی ہے
اون کا دل جانتا ہے۔ کیا کیا مصیبت کا وقت اون کے پیش نظر آگیا
اس کے پہلے کیا دیکھا تھا۔ ۱۸۹۷ء میں جو قحط پڑا تھا۔ اوس وقت
آٹھ سیر کا غلہ تھا۔ لوگ پریشان تھے۔ کہ گورنمنٹ نے بیچاسوں کام
غربا کے پرورش کے لئے کھولدیا تھا۔ یہیں کہیں تالاب کھودا
کہیں سڑکیں بنائی گئیں۔ کہیں کواں۔ کہیں نہر۔ کہیں ریلوے لائن
بنی۔ رؤسا نے چندے دیے جا بجا غلے کی دوکانیں کھولدی کہیں
بڑے بڑے امدادی فنڈ کھلے۔ اب روزمرہ ہو گیا۔ غلے کا بھاؤ
اوسط چھ سیر تک ہو گیا۔ اور لوگ عادی ہو گئے۔ کسی کو حس بھی نہیں ہے
کہ گرانی ہے۔ مگر وہ آسائش کی زندگی اب نہ رہی۔ وہ سلوک جو لوگ
دوسروں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اب نہیں کرسکتے راقم کی شادی کے
وقت جسے پچیس برس کا انداز ہوا ہوگا۔ اوس وقت آٹھ سیر کی عمدہ باسمتی
اور ڈھائی سیر کی گھی۔ اور سولہ سیر کا اوبالا جو شاندہ چاول۔ اور سولہ سیر کا
بھاؤ رہتا تھا اوس وقت تمام برادری کا کھانا منڈوے کے دن سے
لوگ کیا کرتے تھے۔ امیر و غریب اپنے اپنے حیثیت کے مطابق بلا جبر

لوگوں کو کھلا تے تھے۔ مہمانداری کو بہترین خوش نصیبی جانتے تھے
اب اپنے ہی بال بچوں کی پرورش مشکل ہے۔ تمام امورات زندگی
بہت اصراف کی ہو گئی۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ سنہ ۱۹۱۳ء کے

پہلے تک راج۔ مزدور۔ بڑھی۔ اور ہر حرفہ والا بہت کم روزینہ کام
کیا کرتا تھا۔ خدمتگار کی تنخواہ ایک روپیہ تھی۔ ماماؤں کی تنخواہ آٹھ آنہ
ماہوار تھی۔ اور اوس میں اون لوگوں کا گذر تھا۔ اور خوش زندگی بسر
کرتے تھے۔ مگر اوس وقت کے لوگ ہمسری اور تقابل کا مادہ
نہیں رکھتے تھے۔ ماماؤں کو آبرواں کی ساری اور زرق برق کی
خواہش نہ تھی معمولی رنگین کپڑوں پر اون کی اوقات بسری ہوا کرتی تھی
خدمتگار کو ضرورت کوٹ۔ بوٹ کی نہ تھی۔ راقم نے خود بلکوا کی جوتہ
بائیس برس کی عمر تک پہنا ہے۔ جو اٹھارہ آنہ کو ملا کرتا تھا۔ بڑے بڑے
امیر لوگ دو روپیہ سے زیادہ کا جوتہ نہیں پہنتے تھے۔ آسائش کی زندگی
گذران کر گئے۔ جو پیسے اون کو بچتے تھے۔ وہ لیتی گھر میں جمع کر کے جائدادیں
خریدیں۔ جو اب تک جابجا خاندانوں میں موجود ہیں۔ اکثروں نے تجارت
بعضوں نے مکانات بنا کر چھوڑا جسے ورثاؤں نے اس کی
ناقدری سے اپنے حوصلے پورا کرنے کی غرض سے برباد کیا
اور بڑے بڑے خاندانوں سے جائدادیں منتقل ہو کر دوسرے
خاندانوں میں گئی۔ اور یہی ہموار دنیا کا ہے۔ کسی نے بنایا۔ کسی نے
بگاڑا۔ زیادہ تر مسلمانوں نے جائدادیں برباد کیا۔ اور جن کے پاس
دولت ہے اونھوں نے خریدا۔ اوس وقت جائداد کی قیمت چار نہ سیزدہ

میتی پر بیگار کرتی تھی۔ چونکہ زمینداروں کے اختیارات کا شگون پر بہت تھے
اور ہر جگہ انتظام بھاؤلی تھا۔ یعنی آسامی وار پیداوار دس آنہ چھ آنہ کرکے
علی التقسیم ہوا کرتے تھے۔ بعض جگہ نوست کی تقسیم تھی۔ نو آنہ مالک اور
سات آنہ آسامی بعض جگہ نصفا نصف تھا۔ باوجود سستی غلہ زمیندار
اور آسامی دونوں خوش حالی سے بسر کرتے تھے۔ اور زمینداری
کی قیمت بہت تھی۔ کاشت کی کوئی ہستی نہ تھی۔ کاشت پر لوگ روپیہ
کم صرف کرتے تھے۔ جب سے سروے ہوا زمینداری ذلیل
ہو گئی۔ اصل چیز کاشتکاری ہو گئی۔ زمینداری کی قیمت کم ہو گئی۔
کاشت کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ تمام دفعہ بٹہ کیونکہ نقدی ہو گیا
اور اس کی بھی وصولی میں دقتیں پیدا ہونے لگیں۔ زمیندار کمزور اور رعایا
پر زور ہو گئی۔ اب بے شک بھارت ماتا رعایا کو کہنے کا حق حاصل
ہو گیا۔ اور زمین ہند بے شک اون خدمت گذاران زمین کی ملکیت ہے
زمینداروں کا درمیانی تعلق اور دباؤ جاتا رہا۔ رعایا۔ زمیندار کاشتکار
مالک۔ مختار جو کہا جائے۔ سب ہے۔ جس کا خمیازہ بھی دنیا دیکھ رہی ہے
ایک کلی کلاس جس میں بجز وحشیانہ تعلیم و تربیت نہ تہذیب سوسائٹی کی کوئی
دماغی تعلیم کا اثر نہیں ہے۔ اون سے ظرف دولت کی گرمی کو برداشت
نہیں کر سکے اون کی مفرح حالی نے دنیا میں شر و فساد کے سوا کوئی نتیجہ خیز
کام نہیں۔ کیا نہ اس کی صلاحیت اون میں باقی رہی ہے۔ علو کی خاندانی کو
بیوجہ لوگ پسند نہیں کرتے۔ اعلیٰ سوسائٹی کی تربیت تعلیم سے کہیں
زیادہ پر اثر ہوا کرتی ہے۔ ذاتاً انسان کچھ بھی ہو مگر صفاتاً آدمی میں

انسانیت پیدا ہو کر رہتی ہے۔ راقم نے بچشم دید دیکھا ہے کہ
جاہل سے جاہل اور بدترین آدمی اعلیٰ لوگوں کے صحبت یافتہ
ہونیکے وجہ کر سیکڑوں صفات حمیدہ سے معمور ہو جاتا ہی پہلے
زمانے کے بڑے لوگ بھی چاہے کچھ بھی کرتے ہوں۔ مگر
وہ شرفا۔ رؤسا۔ علما اور معزز لوگوں کی توقیر ہی کرتے رہے
اور سیکڑوں کام ایثار کا کرتے آئے۔ حکام وقت کی واجبی توقیر
رکھتے رہے۔ انکی ایسی تعلیم تھوڑی ہی تھی۔ کہ ساری خلقت کو
ایک ہی لاٹھی سے ہانک دیتے ہیں۔ لست غلط معنی ہے مساوات
سمجھا جا رہا ہے۔ اور اس غلط حصول مساوات کیلئے جان مال
عزت سب معرض خطر میں ڈالی جا رہی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کا
دماغ بھی دھوکے میں آگیا ہے۔ ملکی حالت پر پوری توجہ نکی گئی۔
خیالی گھوڑے دوڑاتے رہے قبل از وقت اظہار خیالات کیا گیا
عوام نے اون مدبروں کے اندرونی جذبات کو بجز دیوانہ سمجھا
دیوانہ وار ہوئے لیس است ہوگیا۔ ملک میں بے چینی بدامنی پھیل
گئی۔ اور قومی بہی نقصان پہنچ رہا ہے کتنے بے آبرو ہوگئے کتنے
تباہ و برباد ہوئے۔ کتنوں کی زندگی پر وبال آگیا۔ اچھے اچھے
لکھوں پر آفت آگئی۔ اوس وقت سے بدنام اور برے لوگ بھی برابری
والوں پر چوٹ مارا کرتے تھے۔ بڑے لوگوں کے طرف اون کی
نگاہ دبی رہتی تھی۔ منہ ہی کو دیکھا سارا علاقہ تھر تھر کانپتا تھا۔ مگر رؤسا
اور معززا اور مقتدین مذاہب سے دب ہی کر ملا کئے۔ اون لوگوں کے

سامنے دست بستہ ہوکر باتیں کرتے رہے۔ سب کا کام نکالتے رہے۔ اپنا رکا ماددوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دلے درمے قلمے قدمے سخنی جو کچھ بھی ممکن تھا۔ سب کیلئے کرتے رہے اور جس نے اپنی ضرورت بیان کی اوس کا کام جان توڑ کوشش کر کے انجام کو پہونچایا کرتے۔ مظلوموں کا ساتھ دینا اپنا فرض جانتے تھے۔ جھیل کر لڑائی اپنے سر لیا کرتے تھے اسی میں افسران پولس ان کے خلاف ہو گئے۔ اور ان کا نام دفتروں میں درج کر لیا گیا۔ یہ بڑے ہمت کے آدمی تھے۔ اور بڑے جی دار تھے۔ بارہا مضروب ہوا کئے۔ ان کے پاس ایک نسخہ تھا۔ رات کو مضروب ہوئے صبح کو اوس نسخہ کی بدولت تندرست ہوگئے۔ راقم نے اوس نسخے کو دریافت کیا۔ تو کہا کہ بیگن کو جوش دیکر نمک۔ گول مرچ ڈیکر اوس کا شوربا پیتا ہوں۔ اور بیگن ہی سے سارا بدن تنارتا ہوں۔ ایک مسی رکابی میں گلسے کی گھی رکھتا ہوں اور اوس میں نمک اور موٹی ہلدی کا باریک سفوف ڈالتا ہوں۔ اور بیگن کے دو ٹکڑے گول تراش کر اوس میں رکھتا ہوں۔ اور سہتا ہوا اوس سے بدن کو سیکتا ہوں۔ ان کے پاس اکھاڑے کے آرائش کا سامان بہت تھا۔ چنانچہ راقم کے شادی میں جھنڈے وغیرہ سب لاکھوں کے بلا کرایہ دیا تھا۔ اور بھی جو آج مدد چاہتا تھا۔ بارات وغیرہ میں مدد دیا کرتے تھے۔ رؤسائے وقت سے جھکر ملا کئے۔ اون سے بہت فائدہ بھی حاصل کرتے تھے۔ ان کی خاص عادت تھی۔ کہ جو سربلندی کرتا تھا اوس کے آبرو پر آجاتے تھے۔ ان سے کوئی بگڑ کر آورد باد سے کام

نہیں لے سکتا تھا۔ اوس سے کہ ہر طرح پر دشمن ہو جاتے تھے اور ایسا ہی دنیا میں ہوا کرتا ہے۔ کوئی جی دار اور با اختیار آدمی اپنے خود مختاری میں فرق لانا پسند نہیں کرتا۔ اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ اور فطرتی بات ہے۔ جس کو جس قدر پبلک سے زیادہ سروکار رہتا ہے۔ دس خوش دس ناخوش ضرور رہتے ہیں۔ غرض دالے مجنون ہو جاتے ہیں۔ مزاج کے موافق ہوا تو خوش خلاف ہوا بگڑ گئے جو اس کی پرواہ کریگا۔ وہ پبلک میں نہیں ہو سکتا اوسے بالکل لاپرواہی کی زندگی بسر کرنا لازمی ہے۔ خلق اللہ کے زبان سے بچنا غیر ممکن ہے۔ دنیا انصاف پسند نہیں ہے۔ انسان اپنے ایمان کے مطابق کام کرتا جائے۔ خلق اللہ کے زبان کی پرواہ نہ کرے تو وہ آدمی اپنے ارادوں میں کامیاب ہوگا۔

عـــ ۲۱ جگرناتھ سنگھ کا مکان پورب دروازہ پل کے پورب بر سر سڑک واقع تھا۔ ان کی لائف بالکل منو ہجڈیارہ کی لائف سے ملتی جلتی ہوئی تھی۔ یہ قوم کے راجپوت تھے۔ فرق یہ تھا کہ ان کی سوسائٹی ہندوانی تھی۔ اور منو کی سوسائٹی ان سے اعلیٰ پیمانہ کی تھی۔ اسلئے اون کے لائف سے ان سے فرق تھا۔ یہ ذاتاً منو سے اعلیٰ و افضل تھے۔ اور وہ صفاتاً ان سے اچھے تھے۔ ان کی سوسائٹی نیچے درجہ کی گذری۔ اس لئے ان سے واقعات بھی ویسی نہ گذری جو اون سے ہوا کئے۔ دونوں کا زمانہ یک وقت گذرا دونوں میں آپس کی ضد ابرد تھی۔ اور بڑے مقدمے لڑے۔ فوجداریاں ہوئیں۔ کبھی یہ ورلے

کبھی وہ ان دونوں کا یہی شغل رہا مگر غیر محلہ والوں کے مقابلے
میں دونوں ایک ہو جاتے تھے۔ یہ اوس وقت کا دستور تھا کہ
اپنے دشمن کو خود ہی زیر کرتے تھے۔ اغیار کے مقابلے میں
اوس کی مدد کرتے تھے۔ اور غیر سے اپنے دشمن کو زیر کرانا نامردی
جانتے تھے۔ جگرناتھ سنگھ کے لڑکے شیر سنگھ تھے جو ہنوز
زندہ ہونگے۔ اون کا ایک داماد تھا۔ ان سب لوگوں کا بڑا رعب
داب تھا۔ اس خاندان کو مولوی یحییٰ وکیل مدرسہ سے بہت تعلق
رہی۔ اون کو جگرناتھ بوجہ احسانات اون کے اپنے باپ کے
برابر مانتے رہے۔ جگرناتھ سنگھ کے مکان میں بے حد اسلحہ
رہتے تھے۔ اور پولس اوس وقت کی خدا جانے کس وجہ کر برآمد
نکر سکی۔ اور کوئی مزاحمت اون کے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔ یہ دو شیر
اوس محلہ میں شیر ببر تھے۔ شہر بھر میں ان لوگوں کا ڈنکا تھا۔ لوگ
دبتے تھے۔ مکان میں چھوٹا سا زندہ عجائب خانہ تھا۔ تالاب میں
جانوران پلے ہوئے تھے۔ ایک شیر بھی تھا سانپ بھی تھا
اور بڑا دربار بنا ہوا تھا۔ جو جا ہا گیا۔ لوگ مفت میں بابو صاحب
کہنے والے موجود تھے۔ شام کو ان لوگوں کا جتھا شہر میں جس
ٹھاٹھ سے نکلتا تھا۔ وہ دیکھنے کی چیز تھی کیسے کیسے جوان
کس کس وضع میں اور کس کس اینٹھ اور جھوم سے گروہ باندھکر نکلا
کرتے تھے۔ کہ لوگوں پر ایک رعب سا چھا جاتا۔ اور عزت دار
لوگ اپنے کو دور دور بچائے پھرتے تھے۔ نوجوانوں کے انداز سے

زمین بھی دلتی تھی - مگر سب کے سب اون میں سے کے مر گئے - اب
کسی کی اینٹھ بھی باقی نہ رہی - سب جلکر اینٹھ گئے - اور سارا اسما ختم ہو گیا
اون کے دیکھنے والے ہنوز زندہ ہیں - اب نہ وہ لوگ ہیں - نہ وہ باتیں
ہیں - نہ وہ وقت ہے - پٹنہ میں سیشن کورٹ قائم ہونیکے باعث یہی
لوگ ہوئے - جگرناتھ سنگھ کے وقت میں پولیس پر اکثر حملہ ہوا کیا
شکور انسپکٹر اور مولوی خورشید انسپکٹر پولیس نے ان لوگوں کی پوری خبرگیری
کی - مسٹر میلن صاحب ایجنٹ مجسٹریٹ کے وقت میں جگرناتھ سنگھ سزایاب
ہو گئے - اور جیل ہی میں انتقال ہوا - اوس کے بعد سے مالسلامی علاقہ
میں اوس طرح کا کوئی زمیندار پیدا نہ ہوا - خود اون کے خاندان والوں میں
بھی کوئی آدمی اوس وضع اور ترکیب کا نہ ہو سکا - اون کا نام ختم ہو گیا
وہ اقبال نہ رہا - وہ لوگ ہی نہ رہے - وہ زمانہ ہی نہ رہا - مسٹر میلن صاحب
ہی نہ رہے - غرضکہ سب باتیں ختم ہو گئیں - اب مالسلامی کے علاقہ
میں صرف ڈومار زار سے ملنے بابت جگرناتھ سنگھ کے بتانا
چاہا - مگر وہ خاص بات خاص زمانے میں ہو گئی - اب نہ ویسا آدمی
پیدا ہوتا ہے - نہ زمانہ ویسی بابت پیدا ہونے دیتا ہے - جو بات
جس کے ساتھ ہوتی ہے - اوسی کے ساتھ جاتی ہے - ڈومار زار
میں اخلاقی مادہ بہت ہے - روزگار اینٹھ کا کرتے ہیں - ایذا رسا
آدمی نہیں ہیں - دوست پرستی بہت ہے - ان کا ڈاٹ باک
صرف اخلاق اور ہمدردی کے بدولت ہے - جو آدمی دوسرے کے
مدد پر آمادہ ہوگا - اوس کے دوست بھی پیدا ہوں گے اور دشمن

بھی بہت پیدا ہو جاتے ہیں۔ موقع ایسا آن پڑتا ہے۔ کہ انسان کو
آن پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بدنامی اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے
ایثار نفس کا موازنہ کرنا آسان نہیں ہے۔ آدمی کو کس حد تک اور کس طرح کا
ایثار لازمی ہے۔ اس کا موازنہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔ جہلا کی صحبت
میں اسکا موقع صحیح باقی نہیں رہتا ہے۔ اس سے اکثر ہمدرد آدمی
خراب ہو جاتے ہیں۔ اور اون کے نام خراب مشہور ہوتے ہیں۔
ایسے لوگوں میں ہمدردی کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ جو باعث پریشانی کا
ہوتا ہے۔ جی دار آدمی کبھی کسی سے دب نہیں سکتا۔ مگر تعلیم نہیں
ہونیکی وجہ کر وہ موقع وقت کو سنبھال نہیں سکتے۔ غلط ترکیب پیدا ہو جاتی
ہے۔ کا ہے سے وقت آجاتے ہیں۔ بعض موقع پر ایسی مجبوریاں پیدا ہو جاتی
ہیں۔ کہ انسان الگ نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے عقلمند بڑے بڑے
لوگ نفس کے دہوکے میں پڑے ہیں۔ اون میں نفسانیت بھری
ہوئی ہے۔ جہلا کو کون پوچھتا ہے۔ ذرا غور فرمائیگا۔ تو تحمل کا
مادہ بہت لوگوں میں نہیں پائیگا۔ بہت سے نفس پرست دنیا میں ملینگے
اور ہر رنگ میں ملینگے۔ زیادہ تر نفسانیت کا مادہ مذہبی رنگ میں
دیکھیگا۔ خوب غور و فکر سے توجہ فرمائیگا۔ تو شاید ہی کوئی کوئی بشر نفسانیت
پر غلبہ پا کر زندگی گزارتے ہیں۔ جو جتنا بڑا آدمی ہے۔ اوس میں
خودداری بڑہی جاتی ہے۔ اور نفس اوس کا موٹا ہوتا جاتا ہے۔
دولت و عزت نفس موٹا کرنیکا آلہ ہے۔ اسی لئے مذہبی مقدسوں نے
گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ اور غربت کو زیادہ پسند کیا ہے۔ دنیادار

معذور ہے۔ وہ نفس کو دبا نہیں سکتے۔ مگر ایسے آدمیوں میں بہت سی خوبیاں بھی بھری رہتی ہیں۔ جگرناتھ سنگھ یا ڈوما سردار میں بہتری خوبیاں بھی تھیں اور ہیں۔ قوم پرستی ذات پرستی انسانی ہمدردی وقت پر لوگوں کا ساتھ دے دینا مظلوم پر رحم ظالم کو سزا دوستوں کے ساتھ سلوک وہمدردی کسی سے زبردستی لیا۔ تو دوسروں کو مصیبت میں دیا۔ یہ باتیں علی العموم اس طرح کے لوگوں میں دیکھا جن لوگوں کو لوگ بدنام کرتے ہیں۔ اور برا کہتے ہیں اون کے اندر کی صفات حمیدہ پر بھی توجہ ڈالا جائے تو سیکڑوں باتیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ جو مفید خلائق ہیں۔ راقم نے ایسے لوگوں کی حالت پر بہت غور کیا۔ بالو خاں کوالکوہ۔ مرزا جی۔ ہرنارائن سنگھ گنگو سنگھ۔ گوبند پانڈے۔ تنہو مہراج۔ کالی چرن۔ کیگل گوالا۔ سنی گوالا۔ نیچے لال۔ تلسی مالی۔ امرت بڑھئی۔ کالی چرن حلوائی۔ بجھومن شیشہ والا۔ عنبس لال گوالا۔ فقیرا بندی والا۔ گیشن تلعی گر۔ لالا پورب دروازہ والا وغیرہ وغیرہ جس کی پوری فہرست سی کلاس کے کتاب میں پولس کے پاس ہے۔ سب کو دیکھا ہے۔ لطفی میاں وزیر میاں اور شہر کے بہتیرے لوگوں کو دیکھا ہے۔ راقم نے علم میں چودہ سو آدمی اس شہر کے اندر ایسے تھے۔ جن کا پتہ پولس کتاب سے ملا۔ مگر ہر آدمی میں کوئی کوئی ایسی خاص اچھی صفت ہر میں پایا جو اور دوسروں میں نہیں دیکھا۔ اور معقول اور معزز لوگوں میں وہ باتیں پیدا ہی نہ ہو سکیں۔ البتہ جہالت اور صحبت نے اوس کا

بہت بے سوچ کیا جو باعث خرابی اون لوگوں کا ہوا اگر ان لوگوں کی
اصلاح بذریعہ خالص مذہبی مقدسوں کے ذریعے ہوتی ۔ تو اون
لوگوں میں قبولیت کا اور ہمرازی کا مادہ خاص رہتا ہے ۔ وہ فوراً
قبول کر کے اپنے نفس کی اصلاح کر سکتے تھے ۔ کوئی شریر
نہیں ہوتا برا ہو جانا تعلیمی اور صحبت کا نقصان ہے ۔ بہت ضلع
چمپارن بتیا میں سزا یافتہ ڈوموں کو پادریوں نے نیک چلن بنا دیا
سالویشن آرمی کے ممبروں نے کتنے آدمی درست کئے ۔ ہم لوگ
عملاً آدمی بنانا نہیں جانتے ۔ بلکہ آدمی کو جانور بنا دیتے ہیں ۔ انسان
کوئی برائی اپنے ذات خاص کیلئے نہیں کرتا ۔ بلکہ اپنے متعلقین کے
پرورش اور آرام آسائش کیلئے سب بلاؤں کو دارین کے قبول
کرتا ہے ۔ انسان فقط نفس کے دھوکے میں اگر شہوت پرستی اور
لذت پرستی کو اپنے نفس کے لئے کرتا ہے ۔ بقیہ جتنا کام ہے
وہ سب دوسروں کے لئے ہے جن کو خدا ہدایت دیدیتا ہے ۔ وہ
ایسے کاموں کو برا جانتے ہیں ۔ دوسروں کیلئے اپنے کو عقلمند برباد
نہیں کر سکتے ۔ دنیا تو لالچ محبت خوف اور امید پر چلتی ہے ۔ ہدایت
یافتہ ان باتوں سے اپنے کو جدا کرتے جاتے ہیں ۔ سب کرتے ہیں
مگر بے لوث رہتے ہیں ۔ گذشتہ نوجوانان شہر کی ٹھاٹھ اور ان کی ترکیب
اون کے نام و نمود اون کی فرعونیت اور اینٹھ کو خیال کرتا ہوں ۔ اور
اون کی اور اون کے خاندان کی نتیجے دیکھتا ہوں ۔ تو بجز قدرت کے کھیل
کے کوئی دوسری بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ فقط

پیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند و نہ نادری

بس اللہ ہی کا نام رہیگا۔ جیسے وہ سے نہ ہے کوئی بھی نہ رہیگا سب سماں بدلیگا
ہے بہار باغ دنیا چند روز ٭ دیکھ لو اس کا تماشہ چند روز
کوئی ماں ہو کوئی اولاد ہو کسی قسم کی لالٹت ہو غنیمت ہو کر رہیگی۔ آخر یہی رہیگا
کہ آئندہ نسلیں کہاں تک نہ سن سکینگی۔ چشم دید بھائیوں کو دانتم سے قلم بند
کر دیا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز خدا نے بے ضرورت پیدا نہیں کیا ہے۔
انتظام عالم کیلئے مفید یا مضر ہے۔ فائدہ اور ضرر دونوں انتظام عالم کا رکن
اعظم ہے۔ انسان بھی بے ضرورت پیدا نہیں ہوا۔ صفات حمیدہ ذمیمہ لیکر
آیا ہے۔ جنت میں بھی رہینگے۔ دوزخ کو بھی بھرینگے جن کام کیلئے ہیں
کر سکینگے۔ ہمیں خود غرضی سے دیکھکر ریمارک کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت
میں انکھ ہو تو کوئی نہ برا نہ بھلا معلوم ہو۔ ہر ایک اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہے۔

۳۲۔ حکیم محمود خاں ولد سعادت خاں مرحوم محلہ تالاب دیارہ پر
کے رہنے والے تھے۔ ان کا تذکرہ چوک دار میں متصل ہے۔ دونوں
ان کا مطب مالسلامی رہا۔ اور بقدر ضرورت بکا ہے لیتے تھے۔ نامی حکیموں
میں شمار نہ تھا۔ حکمائے حصے میں بھی ان کا تھوڑا تذکرہ ہے۔ آخر میں
نابینا ہو گئے تھے۔ اور مالی حالت خراب ہو گئی تھی۔ تکلیف اٹھا کر قضا کر گئے۔
کم آدمی کو ایکساں اقبال دیکھا۔ کسی کو بچپن میں کسی کو جوانی میں۔ کسی کو بڑھاپے
میں تبدیلیاں دیکھنی پڑی ہیں۔ اور دنیا نے ضرور ٹھوکر دیا ہے جب تک
دنیا ٹھوکر نہیں دیتی۔ انسان ادن واقعات کا اعتبار نہیں کرتے تھے۔

والے ہیں۔ اور کیا ہو کر رہتا ہے۔ جو ہونے والا ہے۔ اوس کی خبر
کس کو ہے۔ موجودہ زمانہ جو اوس کے پیش نظر رہتا ہے۔ اوس پر اوس کو
پورا بھروسہ رہتا ہے۔ کہ دائماً وہ اوسی رنگ میں رہیگا۔ جسے تکلیف ہے
وہ آرام کی خواہش ضرور کرتا ہے۔ مگر آرام والوں کو جو بے رحمی ہے۔ وہ
اوس کی سمجھ سے باہر ہے۔ وہ اوس لذت کو نہیں سمجھ سکتا جس نے نمک
نہیں چاٹا ہے چینی نہیں چکھا ہے۔ دونوں کا فرق نہیں بتا سکتا
قانون قدرت اپنے بندوں کو نرمی اور سختی کا مزہ ضرور چکھا دیتا ہے
اس میں کوئی انسان بری نہیں ہے۔ تندرستی کس کو نہیں ہوتی۔ اور بیماری
کس کو نہیں ہوتی۔ تندرستی کا مزہ اور بیماری کی تلخی سب کو ہوا کرتی ہے۔
کوئی کسی رتبہ کا ہو سردی و گرمی دنیا کی برداشت کرنی پڑیگی۔ نوجوان گو
نہ سمجھیں۔ قانون قدرت اونھیں سمجھا کر رہیگا۔ دنیا میں کسی کے سختی پر خوشی
ناجائز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ وقت خود پیش آئے۔ اور کسی کے چلتی پر حسرت
نہیں کرنا چاہئے۔ وہ دائمی نہیں ہے۔ اوس میں تبدیلی ضرور ہوگی
چلتے کے وقت آئندہ کے باتوں پر بھی نظر رہے کیا شدنی ہے۔ وہ حال
خوشی کا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ قیام پذیر نہیں ہے۔ ہر آدمی میں تبدیلیاں
دیکھی ہیں۔ کوئی بھی خالی نہ پایا جس میں تبدیلی نہ ہوئی۔ کسی کو اچھی کسی کو بری
جسے اچھی تبدیلی پیش آئی وہ اپنے ہستی کو بھول جاتا ہے۔ اور گذشتہ پستی
اوسے یاد نہیں رہتی۔ کسی کو بری تبدیلی ہوئی تو گذشتہ ہستی پر حسرت کرتا ہے
مگر یہ پستی اوس وقت کے پہلے اوس کے ذہن میں بھی نہیں آئی بجائے
دنیا کی چلتی اور اس کے اوتار چڑھاؤ کی مطلقاً پرواہ نہیں چاہے بلا ہوا

تو اچھا بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا ہوتا ہے تو برا بھی ہو کر رہیگا۔ مگر موجودہ
روش کو غور کرتا ہوں۔ تو ہنسی آتی ہے جس مجمع میں جاتا ہوں اینٹھ کو دیکھتا ہوں
ایک ایک کی صورت دیکھتا ہوں انداز دیکھتا ہوں۔ گفتگو سنتا ہوں۔ اور
آنے والی تبدیلیوں پر غور کرتا ہوں۔ تو خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان سے بچو
خدا نکرے۔ ادن بالکل کا موقع آئے جو دنیا میں ہوا ہی کرتا ہے۔ اور
ہو کر رہیگا۔ اندرونی باتوں کی خبر کس کو ہے۔ کیا ہوگا۔ دعا کرتا ہوں
کہ خدا ان لوگوں پر رحم کرے یہ بیچارے تو بدترین زمانے میں پیدا
ہوئے ہیں۔ ان کو تو سیکڑوں نئی نئی بلاؤں کا سامنا ہونے والا ہے۔ اور
برے برے سپنے دیکھنا ہے۔ راقم نے جو جو دیکھا ہے۔ وہ بھی کیا کم
تکلیف دہ تھا اور ہے۔ اب تو اس کا ہزار گونہ بدا دکھائی دیتا ہے۔
بڑے بڑے لوگوں کے انقلاب دیکھے۔ بعض نفس موجود بھی ہیں۔
بعض حضرات زندہ ہیں۔ ان لوگوں کی گذشتہ اور موجودہ زندگی کو
ملاتا ہوں۔ تو خدا سے پناہ ہی مانگنا پڑتا ہے۔ ہسپتالوں میں جا کر خلق اللہ
کی تکلیف ملاحظہ ہو۔ اور بازاروں میں خلق اللہ کے چلن پر غور کیا جائے
تو شکر و صبر دونوں کا موقع دکھائی دیگا۔ کچہری میں جائے ظالم و مظلوم
کی کیفیت وہیں ظاہر ہوگی۔ ایمانداری اور بے ایمانی کا امتحان وہیں ہوتا ہے
معاملات کی درستگی اور خرابی کا پتہ وہیں ملیگا۔ تعلیم یافتگی اور شائستگی کا عملی نتیجہ
خود انصاف پسند بتائینگے۔ کس حد تک صحیح طور پر برتا جاتا ہے۔ اور مذہبی
احکاموں پر قدرتی تجویزی چھری کس لذت سے چلائی جا رہی ہے۔ زمانہ
کیا سکھا رہا ہے۔ سچائی کدھر جا رہی ہے۔ اور قانونی معذوری کیا کرا

رہی ہے۔ اور کتنا اولٹ پلٹ ہو رہا ہے۔ جو حقیقتاً خلاف واقعہ و خلاف ایمان ہوا کرتا ہے۔ سب مشیت کا تماشہ ہے۔ راضی ہوں اوسی پر جو تری رضا ہے۔ جو ہو رہا ہے وہی ٹھیک ہے۔ جو ہوا وہ بھی ٹھیک تھا۔ اور جو ہوگا وہ بھی ٹھیک ہے۔ خدا کی خدائی ہے۔ وہ حکمت والا ہے۔ جو چاہے دکھلائے اور جس رنگ میں چاہے رنگوائے بہر طرز یکی رقصانیم ای یار من رقصم۔ جو دیکھ رہے ہیں وہ بھی ایک رنگ ہے۔ سیکڑوں رنگ آنکھ سے گذر گئے۔ نامور ہوئے گلوں میں پھولوں کا ہار پہنا۔ آدمیوں نے گاڑیاں کھینچیں وہ بھی ایک رنگ تھا۔ اونھیں کو ذلیل و خوار ہوتے دیکھا بلکہ جن کی تعریف کرتی تھی۔ اون پر تبرہ سنا وہ بھی ایک رنگ تھا۔ بچے تھے جوان ہوئے۔ جوان تھے بوڑھے ہوئے۔ بوڑھے تھے مر گئے نیست و نابود ہو گئے۔ کسی کو پرواہ بھی نہ رہی۔ لاش پھینکا۔ اپنے اپنے مرحلوں میں پھنسے۔ واہ رے دنیا اور اسکی لپٹ مرے جاتے ہیں۔ دنیا والوں سے چھوٹ رہے ہیں۔ مگر کیا لپک ہے۔ کوئی جدا نہیں ہو سکتا۔ مگر مجبور ہونا پڑیگا۔ وہ دن دیکھنا پڑیگا

شعر

نہ گور سکندر ہے نہ قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

پھولوں پہ کتنے دور فلک ہو گئے
پھولے پھلے کھلائے گرے خاک ہو گئے

۲۳ منشی رفیع الدین مرحوم ولد مولوی محمد عبد اللہ ساکن پھلواری شریف تھے۔ پیر و مرید باصفا رہنے والے تھے۔ یہ تین بھائی تھے ایک

شاہ امین صاحبؒ ایک حکیم وحید مرحوم تھے۔ مولوی احمد عبید اللہ کے خاندان کی تین عورتیں
مولانا شاہ نصیر الحق قدس سرہ کے زوجیت میں یکے بعد دیگرے درآئیں۔ مولانا نصیر الحق قدس سرہ و راقم کے
نانا امیر الحق قدس سرہ کے حقیقی بھائی تھے۔ مولانا نصیر الحق میر رفیع الدین کے پھوپھا تھے۔
اور شاہ وجیہ الحق مرحوم کے حقیقی نانا تھے۔ شاہ وجیہ الحق کے
بیٹے محمد فصیح و محمد لطیف ہیں۔ جو نگرنہسہ اپنے ننہال میں رہتے ہیں۔ اون کے
لوگ وہیں ہیں۔ اون کے بہن کی اولاد بھی وہیں ہے۔ محمد صغیر و محمد حمید
دو لڑکے شاہ وجیہ الحق مرحوم کے اسی شہر میں ہیں۔ حمید میاں
کی سسرال نواب نصیر حسن مرحوم کے یہاں مستن گھاٹ میں ہے۔ اور
صغیر میاں کی سسرال بخشی محلہ میں مولوی عبد الحق مرحوم کے خاندان میں ہوا
ہے۔ شاہ وجیہ الحق کی لڑکی بارہ طھرزا میں خاندان مولوی احمد حسن صاحب
بیاہی تھی۔ اور شاہ حسین ولد واحد حسین کے بیٹے برکات حسین صغیر میاں کے
داماد ہیں۔ شاہ وجیہ الحق مرحوم کی ایک بہن بیاہی شاہ ضیاء الدین مرحوم سے
بیاہی تھیں۔ وہ لاولد تھیں۔ مکہ یا مدینہ میں مدفون ہیں۔ اون کی ماں بھی
وہیں مدفون ہیں۔ اون کی بی بی صغیر میاں و حمید میاں کی ماں خانقاہ
منگل تالاب میں کبیر میاں مرحوم کے دو مزار کے بغل میں مدفون ہیں خود
شاہ وجیہ صاحب اپنے نانا کے مزار کے پیچھے لال میاں پھلواری کے
مقبرہ میں مدفون ہیں۔ میر رفیع الدین بیہ دمریا میں مدفون ہیں۔ اون کے
بیٹے عابد حسین جو تھانہ گئے تھے وہیں مدفون ہیں۔ عابد حسین نواب فدا علی مقتول کے
ساتھ ہو گئے تھے۔ ایک لڑکا عصمت تھا جو لاپتہ ہو گیا۔ ایک لڑکا رضی حسن تھا
وہ بھی مر گئے۔ رضی الدین اور حسیب الدین دونوں ساتھ ہی تھے۔ اور حقیقی

بھائی تھے۔ رضی الدین کی اولاد ان شب ہے۔ میر حبیب الدین اپنے
ماموں شاہ محمد حسین کے داماد ہیں۔ اور ڈنگرا ملی میں رہتے ہیں میر حبیب الدین
کے بیٹے وجیہہ الدین پیر دمڑیا کے مقبرہ میں بھائی کے پاس مدفون
ہیں۔ اس کے لاش کو چہارم کے بعد کسی نے ادھیڑ کر اوکھاڑ لیا تھا
اور کلیجہ نکلا ہوا اور پیٹ چاک کیا ہوا پایا گیا۔ اور پختہ قبر کھودی ہوئی
اور لاش پٹ پائی گئی۔ یہ لڑکا خواندہ اور قریب مولویت کے تھا۔ جمیر
میں تعلیم پایا تھا۔ جوان ہی مرگیا۔ ان کی لاش کو باپ نے تن تنہا جھیر
گاڑا کوئی بوسیدگی نہ تھی۔ یہ بھی واقعہ تعجب خیز تھا۔ بہت سے آدمیوں نے
لاش دیکھا تھا۔ مرنے والے نے بیماری میں بارہا تذکرہ کیا
کہ میرا کلیجہ نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مادر اولاد شہاب الدین وغیرہ ذکور و اناث
ہیں۔ عالم حسین بنیا میں بیٹھے ہیں۔ وہ میر رفیع الدین کے نانی ہیں
اور محمد نظیر اور ڈاکٹر مختار احمد کے بہنوئی ہیں۔ عالم کے والد احمد حسین تھے
جو کلانواں والوں کے قریب تر رشتہ دار ہیں۔ اور خواجہ سید حسن شاہ کی
املی اور خاندان قاسم باجو حاجی گنج اور خاندان میر امیر جان لودی کٹرہ کے
قرابت داروں میں تھے۔ اور مولوی عبدالحفیظ صاحب وکیل کی سسرال
کلانواں میں منشی ظہور کے یہاں ہے۔ میر رفیع الدین عمر بھر اندازی چالیس
برس راقم کے والد کے دربار میں کار پرداز رہے۔ اور کل لڑکے اسی
دربار میں پڑھے لکھے اور شادی بیاہ میں شرکت رہی۔ میر رفیع الدین نے
ملازمت اور برادری دونوں کا برتاؤ اچھا کیا۔ اور اپنی زندگی با آبرو گذار کر لے
اور عافیت سے رہے۔ حالانکہ انگریزی داں نہ تھے۔ وہ دربار میں کارپرداز

رہے۔ اور عافیت سے زندگی گذارا خواجہ پورہ راقم کے جو جو کے
یہاں مختار عام اور منیجر تھے۔ اور والد مرحوم کے کاربرداز تھے۔ زندگی
عافیت سے گذارنے کیلئے انگریزی دانی کی کوئی شرط نہیں ہے۔
سیکڑوں اب بھی موجود ہیں۔ جو انگریزی نہیں جانتے ہیں۔ اور بعافیت
گذار رہے ہیں۔ راقم کا ایک ملازم شیو نرائن مہتوں ولد کرمو مہتوں ساکن
خواجہ پورہ ہی جو چھ روپیہ ماہوار تیس برس سے پا رہا ہے۔ صرف کاشتکاری
کے بدولت اس وقت ساٹھ بگہہ کا کاشتکار ہے۔ اور ایک دربار قائم
ہوگیا ہے۔ اور بابو شیو نرائن سنگھ جوار میں مشہور ہیں۔ اور واقعی
انسانیت ہی ایسی ہے۔ جو اچھے اچھے پڑھے لکھوں کو میسر نہیں ہے
تربیت بہترین ہوئی ہے۔ کورمیوں میں تمام اب بڑی صلاحیت
آگئی ہے۔ علم بھی آرہا ہے۔ دو چار وکیل تو اسی شہر میں موجود ہیں
ممبر لوکل بورڈ و ڈسٹرکٹ بورڈ ہیں۔ شیو نرائن میں بڑی عمدہ صلاحیت
انسانیت کی آگئی ہے۔ خواجہ پورہ میں راقم کے باغ کے سامنے ایک
شیو جی کا مندر بھی بنائی ہے۔ اور راقم سے اقرار کرلیا ہے۔ کہ اسلامی
حرمت کے خلاف کوئی کام اس مندر میں بوقت اذان نماز نہ ہوگا۔ اور
کوئی فساد مسلمانوں کے ساتھ مندر کے ملنے والے نہیں کریں گے چونکہ
ایک گروہ کے مذہبی امور میں مزاحمت کرنا اصول زمینداری کے اور حکومت
کے خلاف ہے۔ اور ایک حاکم اور باقوت شخص کو اپنے رعایا کے حقوق کی
بلاتعصب اور زبردستی اور جبر کے دلجوئی کے ساتھ برتاؤ رکھنا اس کا
فرض منصبی ہے۔ اس لئے راقم نے کوئی دست اندازی نہ کی گو مسلمان

علی الخصوص وہ مسلمان جو مسجد میں کبھی بھی نہیں جاتے اور نماز بھی ادا نہیں
کرتے اور بستی کی مسجد جو راقم کے متعلق ہے۔ آباد نہیں رکھ سکتے راقم کو
الزامات کا نشانہ بنا رکھا مگر راقم تو یہ دیکھ رہا ہے۔ کہ اس کی مندر آباد کبھی
بغیر شرک جو کچھ بھی کیا جائے مگر ہندو مذہبی طریقہ پر ادا ہو رہا ہے۔ اور مسلمانوں
کو اس پر بھی توجہ نہیں ہوتی۔ کہ مسجد کو آباد کر سکیں۔ مسجد ویران تو نہیں ہے
مگر اکیلی ضرور ہے۔ صرف مغرب میں دو تین مسلمان سے زیادہ آدمی نہیں
رہتے۔ بعض تو ایسے مسلمان ہیں۔ کہ بعد نماز عشا مسکرات میں مبتلا رہتے ہیں
جو اس قریب اور بستی میں خود مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ مگر اس بدنصیبی کا
کیا جواب ہو سکتا ہے۔ کہ پختہ مسجد اچھے حالت میں موجود ہے۔ مؤذن و امام
موجود ہے۔ مگر مندر آباد ہے۔ جو ایک برس سے ہے۔ اور مسجد جو
پچاسوں برس سے ہے۔ آج تک آباد نہ ہو سکی زندہ مثال موجود ہے۔
جو قومی بدنصیبی کا ثبوت دے رہی ہے۔ اور مذہبی تغافل دیکھا ہی ہے
مندر بنانے کی شکایت نہیں اور بے نمازیوں کی لیک حکایت بھی بیان
نہیں کرتے۔ اور نشہ خوریوں کے ترک پر کوئی آمادہ نہیں ہوتے۔
اب بھی عبرت نہیں ہوتی۔ ہندو کیا کر رہے ہیں۔ اور مسلمان کیا کر رہے ہیں
مسلمانوں کی صرف زبان چلتی ہے۔ اعمال کی طرف توجہ نہیں فرماتے
جاگتے نہیں ہیں۔ یہ دوسروں کو جگاتے پھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود
عمل ندارد ہے۔ تو ان کے اقوال میں اثر پیدا نہیں ہوتا ہندوؤں کو اقبال کی
یہی وجہ ہے۔ وہ اپنے مذہبی تو قیر پر اپنا جان مال ایمان عزت سب صرف
کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں کو جب روپیہ بڑھتا ہے۔ تو ثواب کا کام زیادہ کرتے ہیں

انڈکس فہرست حضرات علاقہ اسلامی وارڈ

پٹنہ سٹی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۱	حکیم محمد امیر	۱	۲۷
۲	شاہ غلام حسین	۲۷	۳۳
۳	شیخ ظہور الحق	۳۳	۳۸
۴	مولوی ذوالفقار حسین	۳۸	۴۶
۵	شیخ جواد حسین	۴۶	۴۷
۶	ناظر ہادی علی خاں	۴۷	۵۵
۷	خواجہ ولیپ	۵۵	۵۷
۸	منشی عبدالغفار	۵۷	۶۷
۹	منشی گوپال لال	۶۷	۷۱
۱۰	خواجہ احمد علی	۷۱	۷۴
۱۱	منشی مرلی دھر	۷۴	۸۴
۱۲	میر رفیع الدین	۸۶	۹۱
۱۳	نورالدین شاہ	۹۱	۹۲
۱۴	جگرناتھ سنگھ بوندیلا	۹۲	۹۲
۱۵	مسٹر لوئس	۹۲	۹۶
۱۶	مسٹر لونیج	۹۶	۱۰۲
۱۷	وائیٹ صاحب	۱۰۲	۱۱۵
۱۸	لالہ چودھری	۱۱۵	۱۲۲
۱۹	رگھوبر دیال	۱۲۲	۱۲۵
۲۰	قاضی اجمل	۱۲۶	۱۲۹
۲۱	شاہ لطافت حسین	۱۲۹	۱۳۲
۲۲	مالی رام	۱۳۲	۱۳۲
۲۳	جناب علی خاں	۱۳۳	۱۳۳
۲۴	شیخ دولت	۱۳۳	۱۳۳
۲۵	حکیم مولا بخش	۱۳۳	۱۳۶
۲۶	نقشیرہ مہترہ	۱۳۹	۱۳۹
۲۷	شیوگن ساؤ	۱۴۰	۱۴۰
۲۸	شاہ اغا جان	۱۴۰	۱۴۶
۲۹	بابو ظالم سنگھ	۱۴۶	۱۴۷
۳۰	منو بھٹیارہ	۱۴۷	۱۶۲
۳۱	جگرناتھ سنگھ	۱۶۳	۱۶۹
۳۲	محمود خاں	۱۶۹	۱۷۲

[illegible]

اشتہ بس
بانی ہوس

یادگار روزگار

حصہ دوم

چوک و اردو

غنیمت ہے جو صحبت اب بھی چار باقی ہیں

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا — جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی گور میں کون ہوگا نہیں — ہم ہونگے اور قبر کا کونا ہوگا

مرتبہ مولوی سید بدر الحسن رئیس محلہ لودیکٹرہ سیٹی پٹنہ
وسنیئر اونریری مجسٹریٹ سٹی کورٹ

پٹنہ

قومی مطبع سلیمانی منا ہلی املی بستی پٹنہ سٹی [illegible]
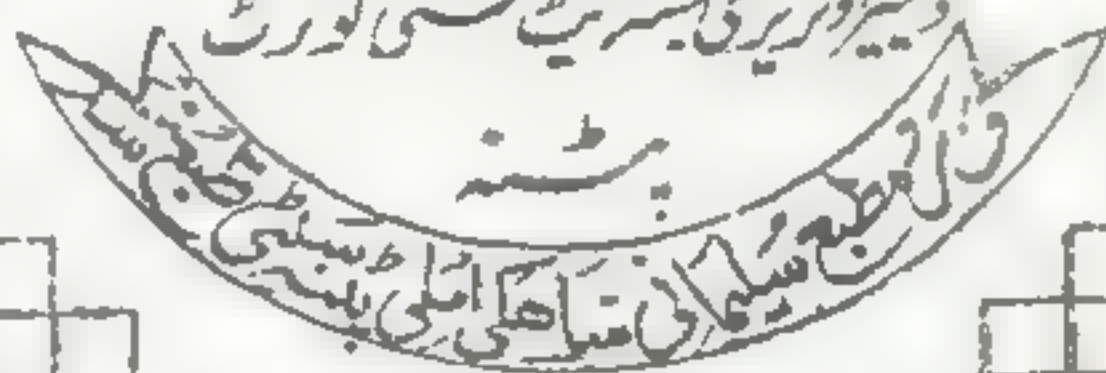
صفحہ کتابت لودیکٹرہ شہر پٹنہ مولوی سید بدر الحسن مذکور

وجہ تالیف

راقم کو جب اپنی تعلیم عربیت و فارسیت سے فراغت ہوئی تو
راقم نے انگریزی خانگی طور پر مولوی نسیم الدین مرحوم ساکن دانی پور سے
آغاز کی اس وقت انگریزی دانی کو لوگ عیوب در خلاف مذہب جانتے
تھے متعصب لوگ کفر سمجھتے تھے انگریزی داں کو لوگ نصف کرسٹان کا
خطاب دیتے تھے انگریزی پڑھنے والا سوسائٹی میں ذلیل نگاہ سے دیکھا
جاتا تھا اسلئے مسلمان انگریزی تعلیم میں بہت پیچھے رہ گئے بنگالیوں نے
ملکی ضرورتوں پر توجہ کرتے ہوئے انگریزی دانی کو اپنی قومی ترقی
کا باعث جانا اور اس علم پر ٹوٹ پڑے اور خوب حاصل کیا اور بہترین
فائدہ اٹھایا ملکوں کا کون سا حصہ ہے جہاں یہ نہ پہنچے اور کون سا
محکمہ اور سررشتہ ہے جہاں کی افسریت میں انکا اکثریت کے ساتھ گذر نہیں ہوا
اور اب تک ہے ان لوگوں کا مقابلہ مسلمانوں کو کرنا اب مشکل ہے یہ
بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں انکا دیکھا دیکھی کایستھوں نے اس میدان میں
قدم بڑھایا جسکا عمدہ پھل انہوں نے بھی پایا اور مسلمان ان سے بھی
دور رہ گئے اب انکا مقابلہ بھی ذرا مشکل بات ہے۔ یہ گروہ فطرتاً حسابی
دماغ لیکر پیدا ہوتی ہے اور قبیل ہو جایا کرتے ہیں۔ منشی جی حساب اور طرز
تحریر میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تیز نکلتے ہیں۔ ان لوگوں میں ابھی
بھی قلم کی وہ قوت نہیں ہے جو بنگالیوں کو جدا کرتی ہے اور حصہ ہندوستان

خصوصاً بمبئی کے اطراف میں بھاٹیہ اور پارسی گروہوں نے علم
کی طرف ابتدائی توجہ کی اور انہیں علوم انگریزی کا سلسلہ بہت پہلے
جاری ہوا بھاٹیہ کاٹھیاواری اور کچھی اور مارواریوں نے تجارت
کی طرف توجہ کی اور مالامال ہوگئے اور مدراسی اور یوپی کے لوگوں نے
علم کی بدولت ملازمت میں زیادہ حصہ لیا اور تمام دفاتر میں بنگالیوں
کے قریب قریب انہوں نے اپنا قدم جمالیا پنجاب والوں نے کچھ تجارت
کچھ ملازمت میں اپنے کو مشغول کیا سکھ لوگوں نے فوجی خدمات میں توجہ
کیا اور بڑے بڑے مدارج پاگئے رفتہ رفتہ اور گروہ نے بھی ہر لائن
کی طرف آہستہ آہستہ اپنا رخ پلٹا مگر مسلمانوں نے مدتوں دنیا کا رنگ
دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو نہیں جھکایا اسلئے یہ بہت پیچھے رہ گئے قافلہ
بہت آگے نکل گیا دوڑتے دوڑتے انکا دم نکل گیا ابتک یہ ادس
رواں شدہ قافلہ کی گرد تک کو نہیں پاسکے مدت کے بعد جب دوسروں کو
آگے بڑھتے دیکھتے گئے تب انکی آنکھ کچھ کھلی اسوقت سر سید احمد خاں
علی گڑھ نے اپنے پر ہزاروں الزامات لیکر انگریزی تعلیم پر زور دیا
اور مسلمانوں کو اس طرف مائل اور متوجہ کیا انکی دوڑ دھوپ اور کوششوں نے
بہت کام دیا گو اپنی زندگی ہی میں اپنی گروہ کے ہاتھوں وہ ملامت
کے لئے دس بن گئے کفر و الحاد کا فتوی ہوگیا مگر انہوں نے سب
قبول کر لیا مگر اپنے ارادہ پورا کر گئے جسکا آخری نتیجہ ہے کہ قوم کو محمدن
یونیورسٹی ملی۔ وہ اس شہر میں بھی تشریف لائے تھے اور راقم کے

دادہالی مکان میں رانی پور میں راقم کے پھوپھا قاضی سید رضا حسین
خان بہادر کے مہمان رہے اور بہتیرے لکچر ہوئے وعظ ہوئے کوششیں ہوئیں خیالات
پلٹے اوسوقت اون کے چار ہی خلیفہ اس شہر میں ہمخیال نکلے پہلے
شخص ڈاکٹر سجاد کے والد مولوی احمد حسین جان گنج ہوئے جنہوں نے
عملی طور پر لباس بھی بدلا اور اپنے لڑکے ڈاکٹر سجاد حسین کو فوراً
انگریزی تعلیم آغاز کرادی دوسرے شخص مسٹر شمس الہدی مرحوم رئیس اعظم
اودیکشرہ نکلے جنہوں نے باوجود عدم تعلیم یافتہ ہونیکے اونہوں نے کیا کام
عملاً کرکے دیکھادیا اون کے چار لڑکے یعنی مسٹر نور الہدی سی آئی
ای. جج ہوئے بارسٹر ہوئے جنہوں نے باوجود انگریزی دانی اور
انگریزی طرز معاشرت کے اپنی ساری کمائی اور ساری جائداد اپنی
قوم کیلئے عطا فرمائی اور آج مدرسہ شمس الہدی قائم شدہ موجود ہے اور
کتنے لڑکے اور مذہبی اور دنیاوی تعلیم پاکر ہر سال قوم کو مل رہے ہیں
مسٹر قمر الہدی دوسرے لڑکے کو بہترین نوجوان طیار کر گئے جنکے
خاندان میں علم و دولت اج بھی موجود ہے اور خود مسٹر مذکور میں بہتیرے
صفات حمیدہ موجود تھے مہمان نوازی خاص اون کے حصہ میں
ایک اعلی صفت مخصوص تھی تیسرے لڑکے مسٹر نجم الہدی تھے جو
بارسٹر تھے اور بہترین کنبہ پرست آدمی تھے اور بہت ہی کفایت شعار
اور منتظم گذرے جنکی اولاد سب مفرح حال موجود ہیں. چوتھے لڑکے
مسٹر سراج الہدی ہیں جو نوجوانوں کے ہم زماں ہیں لوگ اور کے

مذہبیت کو دیکھ سکتے ہیں۔ میر شمس الہدیٰ نے پہلے مدرسہ عجا الخیر بامعہ
بشرکت میر ابو سعید خان بہادر اسی محلہ میں شیخ امداد علی مرحوم کے
مکان میں کھولا جسمیں عربیت کے ساتھ انگریزی بھی لازمی تھی راقم بھی
اوس مدرسہ کا ایک ادنیٰ طالب ہے۔ اوس مدرسہ کو قیام نہ ہوا وہ چند سال اچھا
مسلمانوں کے چندے کی چیزوں کو قیام تو ہوتے نہیں دیکھا گو میرے لکھنے پر ہم پر بھی
تبرا کیا جائے مگر تجربہ اور واقعہ ضرور ہے میں الزام سننے کو موجود ہوں
مگر حق گوئی کو چھوڑنا نہیں چاہتا سینکڑوں مثالیں میرے پاس موجود ہیں
ظاہر کروں تو انکار نہیں ہو سکتا مگر یہاں پر وہ بحث فضول ہے مدرسہ بند ہوا
پھر بھی میر شمس الہدیٰ نے جان نہ چھوڑا اور ایک ٹرمل اسکول بنا چھوڑا اور
وہ ایڈڈ اسکول ہو گیا گورنمنٹ کی شرکت ہو گئی مدتوں وہ رہا برسوں وہ
خاص مکان میں میر شمس الہدیٰ کے قایم رہا اوس کے بعد بابو مادھو لال دیوان
چھوٹے نواب کے مکان میں قایم رہا چنانچہ راقم نے خود اوسی اسکول سے
مائنر پاس کیا اور مولوی لیاقت حسین حیدرآبادی نے بھی وہیں سے
پاس کیا۔ شاہ حسین رائی پور اور مولوی محمد یعقوب صاحب پنڈ ڈاکٹر حقو صاحب نے
بھی وہیں پڑھا وہیں ماسٹر ہو گئے بابو رام لال ماسٹر ہیڈ ماسٹر رہے چندے مولوی
تسیم الدین اور مولوی فدا حسین و اختر حسین صاحب کے اہل قرابت قریب زمانہ مرحوم بھی
پھر با قوم خود اوسکا سکریٹری ہوا ماسٹر قمر الہدیٰ و نکے بیٹے سکریٹری ہے پھر مولوی
محمد قاسم خشتر اسکا سکریٹری ہوئے۔ الغرض بہتیرے لڑکے تعلیم پا کر نکلے اور بہتیرے
اور ہوتے رہتے انگریزی کا خوب چرچہ ہوا جسکا آخری نتیجہ مسلمان ہندو

دونوں دیکھ رہے ہیں کس نخ آموخت علم تیر از من ۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد ۔ یہ سر رشتہ تعلیم
ہی کا فیضان ہے جو موجودہ زمانہ ہم لوگوں کو دکھا رہا ہے، اور جو گل کھلا رہا ہے یہ شاہی اور لو
کا صلہ ہے جسنے علم کا خرچہ بڑھا دیا اور ہر طبقہ کے لوگوں کو آزادی سے پڑھا دیا اور
اونچے اونچے عہدوں پر ہر طبقہ کے آدمی حکمراں ہوگئے اور علم کا مصرف ملازمت
پر لیا جا رہا ہے بجائے انسانیت شرافت کے ہر گروہ میں پیدا ہوگئیں انسانی تہذیب
کا خاتمہ ہوا اسکا افتخار اور اعزاز جاتا رہا اپنے منہ اب میاں مٹھو بنکر لوگ منہ
تاکا کریں مگر اب کسی کا اعزاز ہے نہ کوئی معزز ہے نہ کوئی رئیس رہ گیا نہ کسی حاکم کا
رعب قائم رہتا ہے نہ کوئی مذہبی اقتدار ہے صرف شادی بیاہ میں ہی نمود شیخی رہ گئی
ہے نہ کوئی پرانا خاندان اپنی حالت پر رہا سب پر افلاس آگیا جہالت مذہبی چھا گئی
ساری دنیا تباہی ہوگئی کنکری آسمان پر اور بہار زمین میں دھنس گئے روئی اور
چڑہی اور پتھر زمین پر گر رہے ہیں دنیا میں کیا کیا پلٹ ہوا ہر بار ؟ برس بعد
ایک نئی دنیا دکھائی دیتی ہے چند جگہ تو راقم نے خود دیکھا ہے نیشنلٹی مد اور
نیشنلٹی ہر جگہ میں دیکھا گیا کتنے قسم کی ٹوپی چلی اور سب کے سر چڑھی اور
کتنے طرح کے جوتے چلے جب فیشن کی ہوا چلتی ہے کوئی اسکو روک نہیں سکتا اور جب
ہوا بدلتی اندھیری چلی دنیا اس فیشن میں گرد آلود ہو گئی پھر دوسرا فیشن جاری
ہوا ہے کتنے ہوا پانی اپنی زندگی میں برداشت کیا ایک قسم ٹوپی کی کن
سینکڑوں جگہ دیکھا ایک زمانہ ترکی ٹوپی کے اعزاز کا دیکھا دوسرا زمانہ کلکتہ کے
کرانہ گاڑیوں کے کوچبانوں کا دیکھا اسدرجہ ذلیل ہوگئے ایک دفعہ امرتسری ٹوپی
چلی یہ ہندو مسلمان کے سر پر چڑھی ایک زمانہ ڈالب کے ٹوپی کا دیکھا ہندو

مسلمان سب نے سر چڑھایا لکھنؤ والے مالا مال ہو گئے ایکوقت دہلی والی جو ولیما
کا ہوا دنیا بھر نے پسند کیا ایک قسم بنارسی ٹوپیوں کا ہوا جسکو دیکھو وہی ترچھا
سر پر موجود ہے ایک قسم چکردار سوزنی دار ٹوپی کا ہوا وہ بھی خوب چلی ایکوقت
ناہٹ ٹمپی کا ہوا اب ایکوقت ہیٹ کورٹ پتلون کا ہے اونکی جلیبر پہ ہیٹ رکھتے
ہیں فی الحال انکا بندھی کریب کا ہے اسکو بھی استقلال غیر ممکن ہے دیکھنے والے یہ بتا سکتے ہیں
کہ کتنی قسمیں بدلیں عجائب خانوں میں تحقیق ملیگا۔ الغرض اسقدر فیشن پر ہندوستان جان دیتا
رہا گویا انکی فطرت انتقال ذہنی ہے یا جدت پسند ہے جسکو دیکھئے اسقدر جان توڑ کر
نفع و نقصان کو بھولکر ہند کے امراء و غرباء ایک رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور پختگی
کے ساتھ کام نہیں کرتے وضع کے پابند نہیں رہتے ہر بات میں ہندوستانیوں کی
یہی خصلت دیکھا علمی رنگ میں چلے تو اندھا دھند ٹوٹ پڑے ہر حیثیت لوگ نے اپنے اپنے
لڑکونکو ولایت روانہ کرنا شروع کر دیا نوجوان گھر کا زیور لیکر بھاگ گئے اکثر
والدین اور بیبیونکو پریشان کر ڈالا مگر ولایت ضرور گئے انگریزیکا چرچہ چلا تو
تیس برس کے اندر ہزاروں بی اے ایم اے پیدا ہو گئے اور روز افزوں ترقی نمایاں
ہو گئے راقم نے وہ دن بھی دیکھا ہے کہ مسلمانوں میں مولوی امداد حسین خاں انسپکٹر
جنرل جیبری افسر نے جب بی اے پاس کیا تھا وہ بنگالی تھے تو صوبہ بہار کو فخر
ہوا تھا کہ ایک مسلمان بھی بی اے پاس ہو گئے اور زمانہ اونکو تعجب سے دیکھتا تھا
اب یہ ہوا موقع سامنے ہے کہ بی اے کلاکٹر ریولس سب انسپکٹر اور چھوٹے چھوٹے
عہدوں پر ہزاروں ہر قوم کے آدمی مل رہے ہیں اور ہر قوم کو اعلیٰ تعلیم کا
شوق ہو گیا اور ہنوز بی اے والے اپنی محنت کے بدلے شادی بیاہ میں کیا کیا

فرمائش کرتے ہیں بالاہی بی کے نسبت ناتہ نہیں ہوتا انگلیوں میں قوم بی بی کی قیمت دیکر
لڑکیوں کی شادیاں موقوف ہیں سب منہ دسامان بھی وہی رنگ پڑ گئے ہیں اب عجب
شریف لڑکیوں کا بیاہ مشکل ہوگیا ہی مگر حقیقت الگا ہوا ہو گر ہیگا بی ابو یا ہم ا
تقدیر میں جو ہے وہی سامنے آئیگا۔ الغرض میر شمس اللہ مرحوم نے سرسید کی بڑی خاطر
کی اور عملاً برتائے اور نمونہ بنکر دیکھا گئے اور ولایت کی راہ کھولدی تیسرے شخص
مولوی فضل الرحمن دمری ہیں جنہوں نے باوجود عدم تعلیم انگلش انگریزی اخبار کی
واقفیت خوب حاصل کی اور سادگی کا فائدہ اور خرچ کم خیر سکھایا گو اونہوں نے قومی
خدمت کم کی مگر طرز معاشرت میں انگریزی خاکہ اونہوں نے برت کر کے دکھایا اور
انتظامی نمونہ ہوگئے انتظام کو خوب دکھا گئے فضول خرچی کو کنارہ لگئے باوجود کثیر
دولت رکھنے کے وہ بتاگئے کہ ضرورت سے فاضل خرچ نہ کرنا مناسب ہے تقریبات
وغیرہ میں سادگی برت گئے رہائش انگریزی مگر سادہ اور رفت نہ باش بالکل نہیں البتہ
کی کل چیزیں تھیں لاکھوں کی آمدنی تھی مگر اونہوں نے اپنے بچ کا پورا اثر بنا غایت
شعاری پر تل گئے دیسی کپڑے کا استعمال آغاز کردیا جوتے بننے لگے اور گھر کی
چاندنیاں فرش کے واسطے سرخی رنگائی الغرض ہر ہر امر میں کفایت کرنیلگے سرسید تعلیم
میں بہت امداد کرنیلگے چنانچہ علیگڈھ میں ایک کمرہ بنام انکے اور ایک بنام قاضی
رضا حسین خاں صاحب کے تیار بنا ہوا موجود ہمارے حسب۔ اولاد تھے اسلئے زیادہ تر ملک کے
قاضی رضا حسین خاں مرحوم لاولد تھے وہ قوم کیلئے جائداد بھی چھوڑ گئے ہیں دانے
خاندان بہتیرے ایک ملک کے جہاں لوگوں نے اپنے مذہبی خیالات کے مطابق جائداد
وقف کی ہیں اب اوسکا پتہ نہیں ملتا یہ ورثا کی خوش نیتی ہے بزرگوں کے تقریباً

تعلیم نوین چلینگے انگریزی تعلیم کا ہمارا اثر لوگوں کے اخلاق و تہذیب پر پڑا اشائی تعلیم اور
تربیت و تہذیب جملو گو رخ بالکلیہ ترک کیا ایک تو تعلیم کا نتیجہ نکالے قیمتی وضع ل
لباس طرز معاشرت نے مالی حالت کو بڑا نقصان پہونچایا ہمیں کچھ کی گروہ برہ
تھیں ہی حالانکہ اس خیال کو سرسید نے منع ضرور کیا تھا اور خود سادگی بتاکے ہوے
مولوی فضل الرحمن بہادر کو رنے اس شہر میں تجارت کر با وجود دولت کفایت شعاری کو بڑھایا
دیا تھا اونکی فطرت بخیل نہ تھی پہلے اونکی لائف بہت سادہ تھی پر چلائی ایف اونکی ایسی
کفایت شعاری ہوئی کہ اون پر شہر والے بخالت کا الزام لگانے لگے حالانکہ یہ غلط تھا اور
وہ ہنستے تھے اور فرماتے تھے کہ افلاس انکو خود کفایت شعار بنا سکھائیگا اور کچھ شہر
خیر بتائیگا۔ آج بھی اس خاندان میں وافر دولت موجود ہے اور رکتے گھر بار ہے جو کہ آج
موجود ہیں انگریزی تعلیم کا اثر تو علیگڈھ یونیورسٹی پر ضرور ہوا اور اونکی یونیورسٹی
مسلمان زیادہ پاس ہو کر کامیاب رہے ہیں اور یونیورسٹیاں مسلمانوں کی کامیابی
اوس حد کی ثابت نکر سکیں اسکے اسباب اندرونی پر توجہ کرتے ہوے بجز بدقسمتی کے
اور کیا کہا جا مسلمان سکنڈ لینگویج یعنی مادری زبانیں اور حساب میں زیادہ ناکامیاب
رہے ہیں یا طلبا اپنی زبانوں پر قابو نہیں رکھتے یا اسپر توجہ نہیں کرتے یا انکا غلط سمجھی
دیکھا جاتا ہے ان امور پر افسران سررشتہ تعلیم کی توجہ مبذول کرنیکی ضرورت ہے
یہ موقع خوش نصیبی کا ہے اس جلسہ پر سید سلطان احمد بجلی کی اطراف کے رہنے والے اور
اسی صوبہ کے آدمی ہیں اور یہاں کے علاقہ گیا کے رہنے والے اور وطن لوگوں کی قرابت کے آدمی
ہیں اور اونکے والد ماجد مولوی خیرات احمد صاحب وکیل کی ملاقات میں تمام حالات
مسلمانوں سے واقف ہیں سلطان کو بوجہ اپنے پیشہ قانون کے تمامتر حالات کی واقفیت کا

وقع ہی اور بھی خوش نصیبی ہی مسٹر فخر الدین بھی ڈومریگنج کے رہنے والے اور ہمارے گونڈے کے قرابت کے آدمی
مولوی ولی زماں کے صاحبزادہ سررشتہ تعلیم کے منسٹر ہیں جنہوں نے اسی شہر میں پڑھا ہیں
وکالت کیا اسکول ٹائیم سے لیکر اسوقت تک تمام تر حالات سے اطلاع و واقفیت رکھتے
ہیں اور یہ دونوں حضرات ملنسار اور منکسر مزاج ہیں اقوام سے جتنے رشتے ہیں نابلد
نہیں ہیں اور جو کچھ راقم نے اوپر تذکرہ کیا ہی اونکو انکا چشم دید واقعہ ہی ابھی تک موقع
ہے کہ ان حضرات کی طرف توجہ کو مبذول کریں اور اصلاحی مواقعات حتی المقدور ہاتھ سے
جانے نہ دیں اب شاید ایسا موقع قوم کو ہاتھ نہ آئیگا گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں گو زمانہ بدلا
ہو پھر بھی ایک آدمی کا ذی اختیار سمجھا جاتا ہی موجودہ طرز سے شخصی اختیارات سلب
کیے جاتے ہیں اور یہی دنیا کا منشا ہو رہا ہی تاہم جو ہو سکتا ہی ہر شخص کو اپنے حتی الامکان
نفع رسانی کرتے جانا بہتر ہے کیونکہ پھر زندگی واپس آئیگی نہ یہ اختیارات نہ یہ موقع
دنیا بدل رہی ہی اور دور رست خلیج ہوتا جا رہا ہی اور ہو کر رہے گا راقم نے دنیا کو عہد بعہد بدلتی
ہوئے دیکھا تبدیلیاں ضرور ہوا کیں اور ہوتی رہینگی مگر دنیا کا چکر قیامت تک ختم نہ ہوگا
اسی چکر کا نام دنیا ہی دنیا ایک رنگ پر نہیں رہی ہے نہ رہیگی چوتھے سید صفا حسین صاحب جو یہ
انگریزی نہیں جانتے تھے مگر انہوں نے تعلیم میں بہت کچھ حصہ لیا انکی جائداد بھی ڈھائی سو کی
سررشتہ تعلیم میں صرف کیا اور سینکڑوں آدمی کو مڈل اور مشاہرہ دیکر پڑھایا اوسوقت باستقلال
خرچ سررشتہ تعلیم میں اخراجات اس سے غریب لڑکے امدادی فنڈ سے بی اے تک پہنچ سکتے
تھے اب عرصہ ہوا کہ ملک کی ہمت گھٹ گیا اور شوق ہی اخراجات بھی بہت بڑھ گئے کتابوں کی
قیمت بہت ہو گئی ہی ڈسپلن کی شرط بہت صرف کی ہو گئی۔ قاضی صاحب کا نام بہت
شان بہادر ہے جو فیاض اور ممتاز ہو گئی انکے مقابلہ مولوی محمد حسین صاحب چودھری بھی ہو

حالانکہ یہ خاندان اچھا قدیم سے تھے جو مشہور مذہبی خاندان تھا انہوں نے محمڈن اسکول قائم کیا
پھر شمس العلما ہوئے انکے بعد مولوی عبدالرؤف سکریٹری اسکول انکو بیٹے جو بہتر کر
مسلمان لے میں تعلیم پائے مسٹر ذکریا انکے لڑکے سعادت گئے بارسٹر ہوئے نہیں
بیاہے گئے مولوی محمد حسین کے لڑکے مولوی محمود حسن صاحب اعلیٰ ہوئے مولوی حامد بیٹے
انگریزی پڑھا اسی خاندان میں انگریزی کا ترجمہ ہوا شیعہ و سنی سب انگریزی کی طرف
لگے پھر تو انگریزی ایسی چلی کہ تعلیم ہوا ہر گھر گھر اب دنیا بدل گئی اب بعد روز انگریزی ہی کا
منھ جانی جاتی ہے حالانکہ تجربہ اور مشاہدہ دونوں کے خلاف ہے فارسی اور عربی فقہ اور تحریر
ہی بلا انگریزی کے جانی بھی میسر ہے انگریزی ان حیران و پریشان ہی تہیہ ہیں یہ بنا دان آتا
ہر روزی مسابقہ کرنا اندر ان حیران باندھ ونہیں کے بہ نسبت ہر علم بہت ترقی پا رہے
ہو تہذیب البتہ جاتی رہی علوم کے ترجمہ ہو گئے اردو میں مگر آدمی عالم ہو سکتا ہے اور
علوم سے لطف ہو سکتا ہے مگر مادری زبان پر انگریزی کو ترجیح دی جاتی ہے اسے ہماری
زبان پر قابو جاتا رہا غیر کے علوم سے واقف ہوئے اپنے کلام سے نا بلد بنے جہاں تک
یہ بتلا دیا کہ بجز انگریزی کے ہم لوگوں کے یہاں کی باتیں اتصنیف نہیں مگر جو صنف ہم
ہوا ہے اور اسکے پہلے بزرگان ہند ہو گئے ہیں جو جو علماء ہند ہوئے انکے فیض سے ہندوستان
والے اپنی زبان میں خاک گئے ہیں الف لیلہ والے کا کب ترجمہ ہے ہو گا بستان خیال والے نے
کیا کم لکھا ہے فسانہ عجائب اور بہتر ہو فسانے اپنی مادری زبان میں جو درس کریا مثنوی
گلستان بوستان بھی پند شیخ مرزا ابجدی کلیات غالب دیوان جانی دیوان نیاز دیوان ذوق
کلیات داغ دیوان امیر مینائی بو لطف بوہر مصنف ہو دھا مکتوبات سعدی تذکرہ غوثیہ تصنیفات
امام غزالی حضرت سید عبد محی الدین ابن العربی مکتوبات خواجہ اجمیری مخدوم جہاں

نصیحت لقمان اقوال سقراط بقراط اور پرانی پرانی کتابونکو دیکھئے اونلوگونکے کون سا
فن ہے جسمیں اونکی نظر نہیں گئی اور کونسی نازک خیالی ہے جو باقی نہیں رہ گئی طب ڈاکٹری
تشریح رمل فلکیات الہیات معدنیات نباتات سب علم میں کتابیں موجود ہیں اصول سب کے ہیں تحقیقات
اور تجربے البتہ نہیں ملتے مگر اصول سب کے ہیں آلات جراحی کی تصویریں ایک کتاب میں خاص آصف
خانکے کتب خانہ میں راقم نے خود دیکھا ہے جس علم کی تحقیقات کی خواہش ہے کتب خانہ میں
ضرور ملیگا انگریزی کتابونکو دیکھتے ہیں ہم لوگ تو شاید جانتے ہوں فہرست کتابوں کی
نہیں دیکھا ہے یہ کتب خانہ بطور عجائب خانہ ہے سمجھ میں نہیں آتا اور پھر اپنے گذشتہ لوگونکو
ہم لوگ جاہل جانتے ہیں سخت غلط فہمی ہے وہ بہترین لوگ تھے جنکے پاس نہ آلات تھے نہ
دولت مگر دماغی قوت سے کیا کچھ نہ لکھ گئے ہم خود جاہل ہیں کہ اون باتونکی خبر ہی نہیں
رکھتے کتب خانہ دور نہیں ہے شہر ہی میں ہے جا کر کوئی دیکھے تو کیا ہے اور کیسا ذخیرہ ہے اور
گذشتہ لوگوں نے کیا چھوڑا ہے جب جدید تحقیقات والونکی پیدائش بھی نہ تھی وہ وقت کے
لوگونے کیا کچھ تعلیم دیا کون سا ہنر ہے جو ہزار دو ہزار برس قبل کی باتونکو دیکھئے
اوسوقت کی تحریروں کو دیکھئے کیا نہیں ہے سیاست تک کے ہر طرح کی تعلیمیں موجود ہیں
مگر دیکھنا کون ہے، قدردانی کون کرتا ہے جسکو دیکھئے انگریزی کا دل ہاتھ میں لئے ہے انہیں جو بات
سکھاتے ہیں علوم سے کارہ اوپر ہو گئے ہیں اپنے اطوار چھوڑتے گئے اپنا بھی اور چھوڑتے گئے
آج اس قدر کو پہنچ گئے جو پیش نظر ہے اس انگریزی تعلیم کا اثر غیر قوموں پر اچھا پڑا وہ اپنے مذہب کو
پختہ مانتے گئے اور کمال تھے مسلمان اپنے اطوار بدلتے گئے اور برا اثر اٹھاتے گئے اونہوں نے
مذہب ہی پر ہلا بیا ہی پھر اغیر قوموں نے نہ بولنا چھوڑا نہ وہم پرستی اور رسم پرستی جاتی
پرستی عجائب پرستی کم کی مسلمانوں نے خدا پرستی بھی چھوڑنا آغاز کر دیا اور انگریزیت میں

اور کبھی نہ مارا اور رہا ہی پر نہ چند روزہ سٹ پٹ ہی نہ ہو سکا جو اس کی جیب میں لا دی تھا دنیا میں
بات پیچھے اخراجات کی ضرورت ہوگی سنہ ۹۰ء سے اس وقت تک دیانتداری کیساتھ عزت کی
مجسٹریٹی کی اور پنشن کو سمالتا رہا جب والد ماجد کا انتقال سنہ ۱۹۰۱ء میں ہوا سارا گھر میرے ذمہ
آگیا آمدنی کم اخراجات بے حد متعلقین کی خبر گیری میرے ذمہ آپڑی ہوگئی مرنا جینا بیماری
شادی وغمی سب میرے سر آگئی مجھے معذور لاالف بدلنی پڑی میں گوشہ نشین بظاہر تو ہوگیا
لیکن خدمت خلائق بلا نمائش کرتا رہا اور نام و نمود کی رخ کو چھوڑ کر کچھ خانگی باتیں ایسی
پیش آئیں کہ مجھے گمنامی پسند ہونے لگی کچھ قلبی صدمات ایسے اٹھانے پڑے کہ زندگی وبال
جان ہوگئی الغرض عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے جی گھبرانے لگا
تو کتب بینی شغل کر لیا اور جو پڑھا ہوا بھول گیا تھا اوسی تازہ کرنا آغاز کیا بہتر مضامین
اوقات بیکار اخراجات ضروری سے فرصت نہ ملی جو اپنی یادگار چھوڑ سکوں یا کچھ ملک کو فائدہ پہونچا جاوے
بروقت تمام اپنے گذشتہ چشم دید حال عمر بخیر اور دیگر لکھنا آغاز کیا جسے دیکھکر میری تمام
خواہشات نابود ہوگئیں اور میری روحانی تعلیم ہونی لگی اور میرا نفس ٹوٹنے لگا اور عبرت اور
حیرت پیدا ہوگئی میں نے اسے عبادت جانا اور تقریباً پانچ ہزار آدمی کی مالی و گرامی طیار کر دی
جیسے جیسے مالی حالت اجازت دیگی ہر ایک میں شایع کرتا جاتا ہوں اگر قوم نے قدردانی کی اور گذشتگان
کی الف سے کچھ فائدہ پہونچا سکا تو پورے ضلع بلکہ دور دور کا حال بھی شایع کرونگا اور اپنا تجربہ اور
سفر ہندوستان جو نتائج کے ہیں سب پیش کرونگا اگر زندگی نے وفا نہ کی تو مجبوری ہے سب طیار ہے
کاغذات لکھے ہوئے موجود ہیں منتظمین کی خواہش ہو ذخیرہ معلومات لیکر شایع کر سکتے ہیں مجھے
کسب زر ہی کی غرض نہیں ہے مصنف کہلانا نہیں ہے تعریف و تحقیر کی تمنا و خوف سے آزاد ہوں
اگر میں اچھا کام کیا ہے تو خدا اجر نیک دیگا اور پڑھنے والے میرے لئے دعا خیر دینگے اور اگر میں نے فضول لکھا ہے

تو توصیف کی ضرورت ہی نہیں ہے جو کیا وہ غلطی کھلی جسکا خمیازہ خسارہ ہو مگر بیشمار مگر کوئی کتاب
بیکار نہیں ہوتی ہے آہستہ آہستہ بیکار اگرچہ ہے باسر کسی کسی کی صفحہ ضرور ہوگی میری اس کتاب کے چند حصہ تقسیم
کر دیا ہے کہ پڑھنے میں آسانی ہو اور خریداری میں سہولت ہو السلامی آرڈر جو کہ رڈعا گنج وارڈ سہانا گنج
وارڈ بانکی پور وارڈ اور اطراف پٹنہ کا حال لکہا ہے ابھی چوک وارڈ ٹھا رہ ہے اور خواجہ کلاں وارڈ زیر طبع
ہے بقیہ جلد جب شایع ہو نا رہیگا یہ قدردانی اور ہمدردی پر موقوف ہے ورنہ میری ہمت پست
ہو جائیگی اور کام بند کر دونگا والسلام اگر کوئی غلطیاں ہوں تو معافی کا خواستگار ہوں فقط

پتہ لگانیکی ترکیب انڈکس یعنی فہرست کو ملاحظہ فرمائیے جس کسیکا نام نکالنا ہے اوس نام کو
پڑھیے جس نمبر میں نام ہے وہیں صفحہ بھی لکہا ہوا ہوگا آپکو فوراً پتہ ملجائیگا - انڈکس یعنی ہر بست
میں پرانے لوگونکا نام ہے اگر لوگ اپنا نام دیکہنا چاہتے ہیں تو اپنے خاندان کے پرانے لوگونکے نام کے
ساتھ اپنا نام پائینگے -

معذرت اس کتاب کو نفع پر فروخت کرنا نہیں چاہتا بلکہ خرچہ نکالنا چاہتا ہوں تاکہ اور کتابیں
بھی شایع ہوتی رہیں اور حصہ ما بقی بھی تکمیل کو پہنچ جائے اگر کچھ خیال کی غلطی ہو یا الفاظ کی غلطی تو درگذر کیجیے
بلکہ جلدی مجھے بذریعہ کارڈ کے مطلع کر دیجئے کہ میں اوسکی اصلاح کر سکوں نکتہ چینی سے مؤلف کا دل چھوٹا ہو
جاتا ہے میری محنت اور خرچ پر توجہ ہو اگر اصلاحی صورت اختیار کرنا چاہئے تو انکی سرخوشی کتاب نہیں
لکہی بلکہ فائدہ رسانی مقصود ہے پسند ہو تو میری ہمت افزائی فرمائیے ناپسند ہو تو میری بدلیاقتی سمجھ کر مجھے
اطلاع دیجئے میں جب زبان دانی کا دعوی نہیں کرتا تصنیف کا شوق نہیں رکھتا تجارت کرنا نہیں
چاہتا کسیکو ضرر پہونچانا نہیں چاہتا کسیکا دل دکھانا میرا منشا نہیں ہے اصلاحی صورت میں
واقعہ نگاری کے ساتھ بعض بعض شخص میں جسکا منشا فقط قوم کو تجربہ کہنا ہے اور واقعہ کا
اظہار ہے مگر میری رائے پر سرخ جہاں ہے اسکی غلطی کسیکو نکالنا ہے تو مجھے بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں مشکور ہونگا

محلہ حاجی گنج

۱۸ نواب خواجہ گوہر علی خان یہ مغلی خاندان کے اچھی
آمدنی کے رئیس گذرے ہین ان کو راقم نے مدتون دیکھا غدر کے زمانہ
مین ابو محمد خان و موسی خان و عیسےٰ خان اِن لوگون نے خیر اندیشی
سرکار انگلشیہ کی کی تھی جسکے عوض مین پرگنہ بست ہزاری اِن
لوگون کو ضلع مونگیر مین دیا گیا اور یہ لوگ سکندرہ علاقہ جموئی
مین ساکن ہوگئے عیسےٰ خان اور موسی خان اور ابو محمد خان یہ سب
رشتہ دار تھے ابو محمد خان گوہر علی خان صاحب کے دادا تھے اِن کے
بیٹے کا صحیح نام مجھے یاد نہین ہے جہان تک یاد آتا ہے غالبًا جان
محمد خان یا محمد خان تھا اون کے بیٹے گوہر علی خان صاحب تھے یہ خطابی
نواب نہ تھے بلکہ دولت کافی ہونیکے وجھکر شہر کے لوگ اِن کو
نواب کہتے تھے اور حقیقت مین دفاتر سرکار مین خواجہ گوہر علی خان
درج تھا یہ صاحب نہایت گورے اور خوبصورت اور وضع دار
بالکل ہندوستانی ترکیب اور مزاج کے آدمی تھے کم سخن اور بس یر
سے پر مذاق اور بے ضرر آدمی گذرے انھون نے بہت سن
پایا اسی نوے کے سن مین ان کا انتقال ہوا اس سن تک
اونہون نے زر کی صدری اور ٹوپی ماشرو اور کمخواب استعمال کیا
انکی تعلیم و تربیت ایسی نہ ہوئی صرف اُردو مین اپنی ضرورت

پورا کر سکتے تھے ان کو زیادہ علمی لیاقت کی ضرورت بھی
نہ تھی مسلمانون مین انکی آمدنی بہت کافی تقریباً ڈیڑھ دو
لاکھ کی تھی ان کا دارمدار ملازمون پر تھا این ملازمون نے
جائداد کو بہت نقصان پہونچایا اور مہاجنان مونگیر اور
دوکاندلاران و مہاجنان پٹنہ نے انکی جائداد سے بہت
فائدہ اوٹھایا اور بہترے ملازم دولتمند ہو گئے ابتدائے
عمر مین ان کو مصاحبین نے آزادی کی طرف مائل کیا اوس
وقت سے یہ قرضدار ہوتے گئے رفتہ رفتہ آمدنی پر اثر آگرا
اور جائداد تلف ہوتی گئی تاہم ان کے آخری زندگی
تک لاکھ سے بالا کی سالانہ آمدنی ان کو ملا کی مگر ان کو وہ
آسایش و آرام نہ ملا جو اس آمدنی کے آدمی کو ہوسکتا ہے
رہایش مین کوئی ٹھاٹھ نہ تھی فقط کپڑے کا شوق تھا کھانا
بھی بہت عمدہ نہ تھا مکان کا شوق اسباب کا شوق
گاڑی گھوڑے کا پروانہ تھا مگر سب چیز دبدبا کے طور پر ان
کے پاس تھا گانا خوب سنتے تھے محفل مین جسوقت سے
جاکر بیٹھتے تھے ختم کرکے اوٹھتے تھے اور کان لگا کر چپ سنا
کرتے تھے اور گانے کی لذت لیا کرتے آجکل کی طرح
مجلسون اور محفلون مین اوسوقت کے لوگ گپ نہین
کیا کرتے تھے اسکو نہایت معیوب جانتے تھے اور بہت ہی

بدتہذیبی سمجھتے تھے اسلیے گانے والے بھی جی لگاکر اپنا اپنا کمال دیکھایا کرتے تھے ان پاس آخر عمر مین منشی لیاقت حسین اور منشی نورالعین اور شیخ سوہن تین مقبول مصاحبین برابر رہے جس مین سے منشی نورالعین ساکن پالی ہنوز زندہ ہین اور انکی اولاد بھی زندہ ہے شیخ سوہن کی اولاد بھی فصاحت کی میدان مین زندہ تھی اور منشی لیاقت حسین کی اولاد بھی زندہ ہے انکی بڑی خیر اندیش ہستی کوچبان تھے وہ قریب سو برس کے سن کے آدمی تھے اونہون نے انکی چند نشستین دیکھین اور ابو محمد خان صاحب کے وقت سے اس دربار مین منھ چڑھے بہترین خیر اندیش آدمی تھے ان کے متعلق آخر مین اصطبل کی نگرانی بھی بہترین کوچبان تھے راقم نے بچشم خود انکی ہستی دیکھا ہے اور خود خواجہ صاحب کے ساتھ اون کے چوبہیہ فرش گاڑی پر بارہا سوار ہوا ہے خواجہ صاحب کو اس وضع کی گاڑی برابر پسند رہا کی جس پر سات آٹھ آدمی سوار ہوا کرین اور یہ اکیلے کبھی نہین باہر نکلے بلکہ زنانے مکان تک جانے مین مصاحبین اور خوشامدین ساتھ رہے جب یہ زنانے مکان مین داخل ہو چکتے تو مصاحبین جدا ہوتے آخرش یہ مصاحبون نے پہلے ہی تیون پر اوتار لیا تھا جسکے وجہ کر ان کی صحت آخر مین بہت خراب ہو گئی اور باوجود دولتمند اور کثیر الاولاد ہونے کے

ان کو ہر قسم کی تکلیف شدید اوٹھانی ہوئی اور سخت دلی اور روحانی اور جسمانی تکلیف اوٹھاکر پانچ برس کا اندازہ ہے کہ انتقال کیا - یہ دل کے نیک اور سادہ مزاج آدمی تھے انکا کاروبار بالکل مشیر دنکی ہاتھہ مین تھا بہت ہی منکسر اور رحم دل غریب نواز آدمی تھے خیرات بھی کرتے رہے مگر اوس حیثیت پر جس حیثیت کے یہ آدمی تھے مد خیرات و قومی کام انجام نہو سکا انکی جائداد سے اگر عمدہ صرف لیا جاتا تو بڑے بڑے عمدہ کام انجام پا سکتے تھے مگر امرا اور ملازمین امرا دولت کا عمدہ مصرف نہین لیا جاتا دولتین بے جا تصرف ہو کر تلف ہوا کرتی ہین ان کے انتقال کے بعد مکان تک کھودگیا ترکاریون کا کھیت ہو گیا حالانکہ یہ کثیر الاولاد تھے اور بفضلہ اب تک بہتری اولاد زندہ ہے اور بعض متمول بھی ہے زیادہ تر اولاد مفلوک الحال ہو گئی بعض اولاد قابل افسوس ہے اور بعض کی حالت خراب ہی بعض کچھ اچھی حالت مین ہین کثیر الاولادی بھی مسلمانون کے یہان باعث خرابی خاندان ہے بعض ہی خاندان خوش نصیب ہی کہ جس کا نام و نشان اولاد کے بدولت روشن ہوتا ہی زیادہ تر پرانے خاندانون کے گم نام و نابود کرنے والے اولاد ہی ہوا کرتی ہین گوہر علی خان کی پہلی شادی میر سید علی صاحب ساکن محلہ

حاجی گنج کے لڑکی سے ہوئی ادن کے لڑکے مہدی نواب صاحب
ولی نواب صاحب علی نواب صاحب اور دو لڑکیاں تھیں ایک
کونتہ میں میر ریاست حسین صاحب کے لڑکے دھوبی میاں سے
بیاہی تھیں دھوبی میاں میر جواد حسین گیا کے بھائی تھے
مہدی نواب صاحب قاضی حامد رسول فریدپور کی بہن سے بیاہی
ہیں ولی نواب صاحب عباسی بیگم گیا کے لڑکی سے بیاہے تھے
چھوٹی بیگم عباسی بیگم کی بہن حسن نواب صاحب داروغہ ولد سید
جان صاحب سے بیاہی تھیں حسن نواب صاحب داروغہ کے والد
نواب ولایت علی خان صاحب کے قرابتدار تھے ولی نواب صاحب
کے لڑکے ننکو میاں خلبورہ کے یہاں بیاہے تھے اب انہوں نے
رامپور میں نواب رامپور کے قرابت دار میں شادی کر لی ہے اور
اور ایک شادی لکھنو میں کی ہے وہ اچھی حالت میں ہیں
ولی نواب صاحب کے محل ثانیہ کے لڑکے ڈرائیوری اور چھوٹی
ملازمت میں ہیں علی نواب صاحب بارہ دری بہار میں بیاہے
ہیں اونکی اولاد بہار میں ہے ایک لڑکے بارسٹر پیشے میں
علی نواب صاحب کی دماغی حالت خراب ہو گئی اور بڑی تکلیف
سے گذرتی ہے اور انکی زندگی پر توجہ کر کے اب قابل افسوس
زندگی گذرتی ہے سب ہے مگر عیش و آرام کا لطف نہیں ہے
ولی نواب صاحب کی آخری زندگی قابل افسوس گذری

۶

مہدی نواب صاحب نے حج کے بعد گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی
بے ضرر زندگی بسر کرتے رہین ان سے قرابت داریان گویا
منقطع ہین ان کی اولاد مین ننھا میان ہین وہ کوئٹہ مین شادی
کرکے رہ گئے ننھا میان کی پرورش فریدپور مین ننہال مین ہوئی
مگر آمدورفت ندارد ہوگئی دوسرے لڑکے محمد سعید مس یونس خان
کی لڑکی سے بیاہے تھے یہ لڑکا ملنسار اور اوسط حیثیت کی
زندگی بسر کر رہے ہین ایک لڑکی مہدی نواب کی مشیت اللہ خان
منیجر ڈاکٹر اصدر علی خان سے بیاہی ہے اور لڑکیان گیا وہزاری
باغ ضلع مین بیاہی گئی جسکی خبر راقم کو نہین ہے مشیت اللہ
کی بہن کرنیل ہدایت علی خان داناپور کے بیٹے سخاوت مرحوم سے بیاہی تھین
گوہر علی خان کی ایک لڑکی پیاری صاحب گیا سے بیاہی
ہین اونکی لڑکی مسٹر رضا صاحب بیرسٹر ولد میر وزیر حسین صاحب سے
بیاہی ہین مسٹر رضا صاحب کی اولاد ہین۔ خواجہ گوہر علی
خان کی دوسری شادی عیسٰے خان مذکور کے یہان ہوئی
جنکے لڑکے امیر نواب صاحب ہین اونکی داماد شہزادو میان ولد
پیاری صاحب مذکور ہین اور صالح حسین صاحب ساکن چھپرہ دوسرے
داماد ہین اولاد ذکور بھی ہین ایک لڑکی منشی سراج الدین
وکیل جہان آباد جو فریدپور والون کے قریب رشتہ دار ہین
اون کے بیٹے سے بیاہی ہے یہ صاحب جہان آباد مین وکیل ہین

ے

اولاد ذکور کی شادیاں کہاں ہوئیں اور کیا نام ہے راقم کو
اسکا علم نہ ہو سکا ایک لڑکا امیر حسین بیرسٹر تھے پہلی شادی انکی
ڈاکٹر اصغر علی خان صاحب کے یہاں ہوئی پھر دوسری شادی
پرسا میں یونس خان کی لڑکی سے ہوئی یہ بھی سسرالی آمدنی پر
گذران کرتے ہیں اونہوں نے کل جائداد نقصان کر دیا۔
ایک لڑکے سید نواب ہیں اونکے تعلقات سکندرہ میں رہے
اون کے بیٹے محمد صدیق ہیں اونکی جائداد بھی ہور دخل میں آ گئی
خورشید نواب ایک لڑکے کا نام تھا وہ بھی سکندرہ میں رہے
ایک لڑکے احمد نواب جو امیر نواب کے ملازم ہیں انکی ایک لڑکی
پنہر میں غضنفر علی خان سے بیاہی تھیں غضنفر علی خان کا
بھی انتقال ہو گیا اونکی لڑکی محمد علی خان سے بیاہی ہیں محمد علی
خان اور محمد یحیٰی خان اقبال علی خان بہادر کے لڑکے تھے
ان لوگوں سے خاندان سلامپور چودھری واحد علی اور چودھری
ظہور صاحب سے برادری کے تعلقات ہیں پنہر کے خاندان سے سید محمد
عالم ولد میر حامد حسین صاحب لودیکٹرہ سے سسرالی قرابت داریاں
ہیں محمد عالم صاحب سیوان راجہ اسمعیل علی خان مرحوم سے قرابت
داریاں ہو گئی ہیں میر سید علی خسر اول خواجہ گوہر علی خان کے بیٹے
میر الطاف حسین بڑے معقول نہایت خوبصورت نیک دل
آدمی گذرے یہ امیر نواب صاحب کے سسر تھے میر الطاف حسین کو اور

بھی اولاد تھی اون لوگون کا پورا حال بہ تحقیق راقم کو نہ ملا ان لوگون کا
مکان حاجی گنج ڈھول پورہ مین تھا اب گوہر علی خان کا مکان
تو میدان ہے میر الطاف حسین کے مکان کی صورت بدل گئی بستی
کو جبان کے لڑکے سید محمد شیخ فتح علی ساکن میدان فصاحت کے
داماد تھے ان لوگون کو راقم نے بچشم خود دیکھا اون لوگون کی
روش رہایش طرز معاشرت تربیت وتہذیب ملنساری امارت
اور اکثر اون کا بچپن ان لوگون کی صورت سب آنکھون کے اندر
گھومتی ہے اب آنکھین ڈھونڈھتی ہین اون مین کے دو چار آدمی
بھی زندہ ہین باقی سب تہہ خاک ہو گئے جو باتین جن مین تھین
اونکے ساتھ گئین ایک کا سا کوئی دوسرا آدمی جانشین نہ ملا جو گیا وہ
گیا اپنا ثانی نہ چھوڑ سکا کیا قدرت خدا ہے ہر ہر بندہ لاثانی پیدا
پیدا ہوا اور ہر مین جدا جدا صورت سیرت فطرت عادت ہر ہر
بات جدا جدا پایا افسوس جب سے جانے والون کی قدر نہ کی وہ
پچھتایا اب نہ پائیگا جو اپنے ساتھ لایا اپنے ہی ساتھ لے گیا۔
عیسے خان کی شادی محمد شاہ شہرت ایک اچھے شاعر اور مشہور شاعر
کے یہان ہوئی اون کی تصنیف اور اونکی اولاد ذکور واناث ہنوز
موجود ہے اُنھون نے اپنی جائداد کو کیمیا گری کے شوق مین برباد
کیا اور کلکتہ مین جا کر رہے چند برس گذرین کہ انتقال کیا۔
ان کی اولاد مین سے ایک آدمی پٹنہ بیگم پور اسٹیشن مین ٹیلیگراف مین

مدتون کام کرتے رہے اب پنشن پاتے ہین خواجہ صاحب کی جائداد
زیر مواخذہ دیون ہو چکی تھی مولوی ظہیر ساکن بلیچی امیر نواب
صاحب کو پڑھانے کو مقرر تھے وہ منجر ہوئے اور خوب
سمالا جس جگہ مصاحبین اور نکمون کا مجمع ہوا کرتا ہے وہان
کی تربیت و تہذیب پر برا اثر آیا نو عمرون کی عادتین خراب
ہو جاتی ہین بجائے اونچے خیالون کے پستی کے خیال پیدا ہو جاتے
ہین اور روش زندگی بدل جاتی ہے کاہل الوجودی عیش طلبی
آجاتی ہے آخر کار شریعت کے خلاف عادتون مین پھنس
جاتے ہین اور اکثر مخدرات اور مسکرات کے عادی ہو جاتے
ہین جسکا اثر بد جائداد پر بالآخر آن گرتا ہے نتیجہ مابعد کی اولاد
در اولاد پر آ گرتا ہے اکثر پرانے خاندان کے لوگون کی دولت
فنا ہوتی گئی اور مسلمان تباہ و برباد ہو گئے اور غریب اور بے علم
ہو کر خراب ہو گئے اور دوسرے تقسیم ترکہ نے جدا کمزور کیا پرانے
خاندان کو بیٹھتے ہوئے کم دیکھا ہے کوئی اوبھری اور پرانی کو بیل
سوکھ کر رہ گئی ان آنکھون نے بڑے بڑے انقلاب دیکھے ہین
بجز افسوس کے کوئی علاج نہ ہو سکا نوجوانون کو بہتیری نصیحت آمیز
باتین سمجھائین مگر شنوائی نہ ہو سکی آخر کار زمانے کی رفتار پر
چھوڑنا پڑا اور عجیب عجیب تماشے دیکھے جسکے ساتھ بجز یون

پر چڑھا اون کو بیدل دیکھا جنکی صحبت کو باعث فخر جانتا تھا
اون سے بھاگتا پڑا ہر آدمی کو اپنے کرنی کا خمیازہ پاتے ہی دیکھا
چشم دید واقعات زمانے کی رفتار اور ناسخن شنو لوگون کے آخری
نتیجہ کو دیکھکر عبرت پیدا ہونے لگی جن باتون کو دیکھا کیا تھا اب
بالکل اوسکا خلاف دیکھنے لگا دلکو تکلیف تو ضرور ہوا کی مگر
زمانیکے زبردست ٹھوکرون کی تاثیرات کو دیکھکر پناہ ملنگنے
لگا اور مابقے لوگون کے لئے دعائے خیر کہنے لگا اس شہر کے
اندر جدھر دیکھتا ہون مسلمانون کے ہر طبقہ کے آدمیون کے
خاندان تباہ و برباد ہین اور ہو رہے ہین مکان ویران ہوا اور
کھیت ہوا زمین انکے قبضہ سے چپہ چپہ نکلتی جا رہی ہے ملکیت
گئی سکونت گئی کھیت گیا کاشتکاری گئی زمین کا ہر جز و بحیثیت
سے اس گروہ کے ہاتھ سے نکلا ہی جا رہا ہے اور روز نکلتا ہی
جاتا ہے ایسے ایک مسلمان خاندان کے وافر دولت اور اولاد
پر توجہ کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ کاش لتنے لوگ اور
اتنی دولت کو قیام رہتا تو ایک پورا پر زور سر لیاقت محلہ
پھر آباد ہو سکتا تھا مگر قومی بدنصیبی تھی کہ اتنا بڑا خاندان ایک
شخص کے مرنے کے بعد کس طرح پر تتر بتر ہو گیا اور ہر طرح کی
قوت قومی مین کمی آگئی صرف امیر نواب صاحب اس شہر مین
گوشہ نشینی سے زندگی بسر کرتے ہین اور بال بچون مین ملکر

گھرستی ہین ہین ان کو موجودہ روش کی زندگی پسند نہین ہی
بےضرر زندگی بسر کرتے ہین اگر یہ ایک اولاد کا دربار بنا
رہتا تو کسقدر آدمیون کی پرورش ہو سکتی تھی ہمین شبہ
نہین ہے کہ اس دربار سے سیکڑون آدمی بن گئے غریب سے
امیر ہو گئے خدا کی قدرت ہے ایک بگڑتا ہے تو سیکڑون بنتے
ہین دنیا کا یہی سبھاؤ ہے بننا اور بگڑنا اور سیکڑون واقعات
دیکھ چکے اور روزمرہ دیکھے جاتے ہین امرا اور روساے کے نو
جوان دنیا کے آخری ٹھوکرون کے طرف توجہ نہین کرتے مگر
زمانہ اون کو سب تماشے دیکھائیگا زمانہ اپنی رفتار سے ہزارون
واقعات ہر شخص کو دیکھاتا جائیگا جو ہملوگون نے دیکھا ہے
ویسے ہی ہر زمانہ ہر کو نئی نئی بات دیکھائیگا گذشتہ کہانیون
سے انسان بڑا بڑا فائدہ اوٹھا سکتا ہے عقل ہو تو چھوٹی
کہانی سے فائدہ ہوتا ہے نہین سمجھ ہو تو سب بیکار ہوتا ہے۔
لالو بابو ایک دولتمند ہندو رئیس دھولیورہ مین
گذرے یہ بہت مہذب اور بڑے مہاجن تھے ان کے انتقال
کے بعد ان کے خاندان مین کچھ عورتین زندہ تھین بعض
نابالغ لڑکے تھے جائداد کورٹ ہوئی اوس وقت جو فہرست
ہوئی تھی تو ان گنتی روپے بینک مین گئے تھے اور گھر مین جو
خزانہ تھا اوس کو بھی لیجانے کا قصد کیا گیا تو عورتون نے

مزاحمت کی تو وہ چھوڑ دیا گیا لڑکے کی تعلیم گورمنٹ کے ذریعہ
سے کلکتہ مین ہوئی جے بابو نے انگریزی ام اے تک پڑھا
اور اسقدر معقول آدمی تھے کہ مہاجنون مین وہ خصائل
پیدا ہونا بالکل غیر ممکن تھا چونکہ ان کو پٹنہ شہر کے
اندر کی صحبت بد سے بچایا گیا اور کلکتہ کی تعلیم ان کو
ملی اور علم کی روشنی ان مین دی گئی اسلئے ان مین خصائل
حمیدہ پیدا ہو گئے ان کا برتاؤ مدیون کے ساتھ ایسا ہمدردانہ
ہوتا تھا اور اس رحم دلی سے کاربار ہوا کیا کہ کسی مدیون سے
ان کے ظالمانہ برتاؤ سننے نہ گئے ورنہ مہاجن تو سود کے
کھانے کے وجہکر سخت دل اور بے رحم ہو جاتے ہین
اون کو روپے کے مقابلے مین دنیا مین کوئی چیز زیادہ عزیز
نہین ہوا کرتی بعض واقعات کو راقم خود جانتا ہے کہ میرے
چند احباب کے ساتھ رحیمانہ اور ہمدردانہ کاروبار ہوا اور
اون کی جائداد کا استحفاظ بھی ہوا اور اچھا سود کا منافع بھی
کیا گیا یہ بہت خلیق اور منکسر اور ملنسار آدمی تھے گو راقم سے
ربط نہ تھا مگر بعض تقریبون مین جانے کا اتفاق ہوا
دھوم دھام جو دولت مندون کا شعار ہے خوب کیا گیا
اون کے نزدیک اوتنا صرفہ کیا تھا مگر ہر کس و ناکس کے
ساتھ کس خوش اخلاقی اور انسانیت سے برتاو کیا گیا

کہ کوئی غریب غیر مدعو بھی شاکی نہوا اس شہر کا جیسا دستور ہی
کہ ہر ہندو مسلمان جب تقریب کے یہان بن بلائے لوگ گھس
پڑتے ہین اور اس دعویسے آن گھستے ہین کہ میزبان اپنے
مہمانون کی اور مدعو لوگون کے ادائے مدارات اور خاطر خواہ
خاطر داری اور داشت کرنے سے مجبور رہجاتا ہے اور بعض
موقع پر مدعو محروم رہجاتا ہے اور غیر مدعو بزور بجائی اچھا
رہتا ہی غریب اور غیر مدعو بہت دیکھا کہ میزبان کے سارے
انتظام کو درہم و برہم کر دیتے ہین اور ان لوگون کے وحشیانہ
اور ظالمانہ حرکات اور بے حیائیون کے بدولت میزبان کو
دقت مصیبت فضیحت زیرباری اور پریشانی سب اوٹھانا
ہوتا ہے جسکے پاس دولت ہی وہ تو بزور ذلت برداشت
کرسکتا ہی مگر اوسط درجہ کے لوگون کا کچومر نکل جاتا ہے اہتمام
کام اور مستحقین جو حقیقتاً اوس وقت غیر مستحق ہین مدعو لوگون
کے جوکنا کس پریشانی مین میزبان کی جان پھنس جاتی
ہے اس مصیبت کو وہی جانتا ہے جو اس شہر کے اندر کوئی
تقریب کرتا ہے اسکا سبب فقط غربت اور نکماپن ہے اور
بے حیائی ہے مگر کسی گروہ مین یہ دھبا ممکن نہین ہے
مسلمان اس الزام سے بری نہین ہوسکتے حالانکہ انکی

مذہبی تہذیب اور قواعدان باتون کو سخت روک تھام
کرتے ہین ہمین اپنے گروہ پر افسوس آتا ہے کوئی مذہبی جلسہ
ہو جہان کچھ کھانے پینے کا تذکرہ ہوتا ہے بن بلائے لوگ
ٹوٹ پڑتے ہین اور دھکا دھکی اور بے اعتدائی بدنظمی ہوجاتی ہے
کہ خوددار اور عزت دار آدمی کو احتیاط برتنا ہوتا ہے
ان کے آنکھ پر ایسا اندھیر جاتا ہے کہ کسی کے داشت اور
خودداری اوسکے منصب تک کا لحاظ نہین کرتے
گدھے کی طرح ٹوٹ پڑتے ہین اور سارا انتظام گڑبڑ
کردیتے ہین کسی طرحکا ریزرو جلسہ ہو اوس مین بھی لوگ
زبردستی بلا بلائے گھس پڑتے ہین ان لوگون مین اتنی
بے حسی ہے کہ اپنی گروہ تو خیر عادی ہوگئی ہے دوسری
گروہون مین بھی جا گھستے ہین اوسوقت قومی ذلت
ہوجاتی ہے اور خود ہی حقیر ہوتے ہین اور قوم کی بیعزتی
اور اظہار غربت اور بے حیائی عام پر توجہ نہین کرتے راقم
نے اکثر ہندو رئیسون کے یہان ایسے واقعات بہتیری دیکھے
ہین کہ میزبان بیچارہ بھی اپنے بس مین نہین ہے وہ اونکے رسم سے
واقف نہین ہے مسلمان ہی کے حوالے نظم کردیتے ہین اون
نظمون مین کیا کیا دقتین پیش آتی ہین وہان پلاو قورمہ
ہوتا نہین ہے ہندوانہ کھانا متفرق قسم کا ہوتا ہی جسکے

انتظام و تقسیم مین کسقدر دقت ہی کہ جتنے آدمیون کا انتظام ہی اوس سے کچھ فاضل رہتا ہے اور چیدہ چیدہ مخصوص آدمیون کی دعوت ہوا کرتی ہے وہان جو طوفان بدتمیزی ہوتی ہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے ایسی تقریب کر کے دیکھ لیجئے الغرض ان کے یہان کی تقریبون مین دور دور کی طوایف اور گئے آیا کئے سارا شہر ٹوٹ پڑا کیا مگر وسیع انتظام رہتا ہے اوسپر بھی شہر کی غیر مدعو بدتمیز خلقت معزز مہمانون کو اون کی منصبی جگہون پر بیٹھنے نہین دیتے مگر اس خاندان کے سب لوگون کو بد تمیزی ہے اور سب با اخلاق ہین ہر ایک کے ساتھ دل جوئی کرتے ہوئے ہر کے منصب کا خیال رکھتے ہوئے مہمان نوازی کیا کرتے ہین اس خاندان مین تعلیم ہر ایک اہل خاندان کی اچھی ہی باوجود تعلیم انگریزی کے یہ لوگ بڑی مذہبی توقیر رکھنے والے ہین اور لطف یہ ہی کہ غیر قومون سے سوشل طور پر جب ملتے ہین اوس وقت کوئی نفرت انگریزی سے ظاہر نہین ہوتی ہے اور مقتضائے انسانیت سے جیسی باتین ہونی چاہئے اوس کا لحاظ رکھتے ہین قومی اور مذہبی وقتون مین جو اون کا مذہب سکھاتا ہے اوسکے مطابق وہ کیا کرتے ہین اس خاندان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ مذہب کا استحفاظ رکھتے ہوئے کیونکر آدمی غیر قومون سے میل جول اور ہموار نباہ سکتا ہے راقم کو اس خاندان کے

لوگون سے ذاتی ربط نہین ہے مگر موا قعات ایسے درپیش
ہوئے ہین جو راقم کو رائے زنی کا صحیح حق پیدا ہوا ہے اس
خاندان کے بعض آدمی بنیک اوف بنگال کے خزانچی ہین
بابو جانکی سہائے وکیل اور میونسپل کمشنر ہین اور اکثر لوگ
ملازم سرکار ہین ہنوز دولت روز افزون ہے سب آدمی
باوجود خوش حالی کمانے والے ہین مسلمانون کیطرح ایک
مورث کے اوپر اپاہج ہو کر ٹوٹ نہین پڑتے ہین دولت
اپنی جگہ پر قایم ہے اور کمانے والے اضافہ کرتے ہوئے سلف
سپورٹ ہوتے جاتے ہین ترقی کے لئے جو لازمی باتین
ہین وہ محنت اور علم ہے وہ دونون اس خاندان کے
آدمیون مین ہے ان کا مکان باغ بہت عمدہ قابل
دید ہے اور رہایش سب کی اچھی ہے بحمد اللہ سر ابھر اگھر
ہے پرانے گھرون مین ترقی پذیر ہے ان لوگون نے ایک
خاص سڑک میونسپلٹی سے اپنے گھر تک نکلوائی ہے جو یادگار
رہجائیگی دو تین برس ہوا ہے یہ سڑک نکالی گئی ہے اس
سے زیادہ راقم کو نہین معلوم ہے بعض آدمی بہار بنیک
مین خزانچی ہین اس خاندان کے لوگون کا نام بالتفصیل
راقم کو معلوم نہ ہو سکا اگر وہ لوگ چاہین یا چھوٹے چھوٹے
نام کو جو صاحب جانین راقم کو لکھ بھیجین یا بالتفصیل

کوئی امر لکھنا چاہیں تو بھیجدیں آیندہ ایڈیشن میں راقم
اضافہ کر سکتا ہے۔

۳ میر جعفر حسین صاحب و امیر حسن صاحب و سید علی محمد شاد
خان بہادر یہ تینوں بھائی تھے میر جعفر حسین صاحب بہت حسین
اور تین آدمی تھے بہت وجیہ شخص گذرے اخلاق وسیع تھا
رئیسانہ زندگی بسر کر گئے ان کے یہاں چار بجے شام سے شرفا
اور روسا کا مجمع رہتا تھا چائے چلتی تھی رہایش ہندوستانی
فرش و فروش بہت صاف کپڑے بہت صاف رہتے تھے بہت
ہی خوش وضعی اور خوش سلوبی سے اپنی زندگی گذار دیتے تھے
مذہب ان کا شیعہ تھا محرم کی مجلسیں بھی ہوا کرتی تھیں انکا
علم بھی اچھا تھا فارسی اردو خوب جانتے تھے بڑے مہذب
صحبت ان کے یہاں رہتی تھی ان کے بیٹے نصیر خان خیال
موجود ہیں ان کی صحبت و تعلیم کا نمونہ وہ زندہ موجود ہیں
جنسے ہزاروں اخبار خوان واقف ہیں کلکتہ بنگالہ ڈھاکہ اور
حیدرآباد تک ان سے واقف ہے وہ بھی قدم بقدم اپنے
والد کے سی طبیعت رکھتے ہیں فرق یہ ہے کہ والد ان کے وجیہ
اور لحیم شحیم آدمی تھے اور یہ دبلے آدمی انگریزی کٹ ور انگریزی
فیشن اور انگریزی طرز معاشرت کے آدمی ہیں ظاہرا صاحب
ہیں مگر دل بالکل ہندوستانی اور خیال تو ایسوں کا ہے انکی

شادی کلکتہ میں عباس بیگ اور غضنفر بیگ چھوٹن بیگ
کی بہن سے ہوئی تھی ان کو سسرالی دولت بھی کافی ملی
تھی یہ لوگ مٹیا برج کے لوگون میں سے تھے عباس بیگ کے
والد معزز عہدہ دار و خاندان کے تھے دونون بھائی بالکل
انگریز معلوم ہوتے تھے صورت سیرت طینت طبیعت بالیش
وطرز معاشرت سب انگریزون جیسی تھی ان لوگون نے دور
دور عراق و یورپ کی سیر بھی کی تھی غضنفر صاحب کے پاس
شرعی طور پر میم صاحبہ تھین اولاد سب کی ہنوز موجود ہے
تینون بھائی مر گئے اب ان لوگون کی اولادون سے راقم
کو واقفیت نہ رہی ان لوگون کی زندگی تک آمد رفت ہی
بلکہ یہ لوگ راقم کے مہمان بھی ہوا کرتے تھے نصیر حسن خان
خیال اب کلکتہ کے ساکن ہیں شہر کے موجودہ نوجوانان ان کو
پہچانتے تک نہیں ہیں حالانکہ یہ بڑے خاندان کے اعلیٰ نمونہ ہیں
سید علی محمد شاد خان بہادر کی زندگی ایک عظمت کے ساتھ
گذری اسلئے اون کا جداگانہ حال لکھنا ضروری ہے اونہون نے
خود اپنے خاندان کا مفصل حال اپنی تصنیفات میں لکھا ہے
مگر ما بعد والون کے نسبت مفصل حال بند تھا اسلئے راقم نے
اپنے محدود معلومات کے موافق لکھدیا ہے - دوسری بی بی سے
سید صادق حسین ایک معقول مزاج با تمیز لڑکے زندہ ہیں مگر

مگر جائداد نقصان ہوگئی۔

۴ میر حسن ان کے بھائی تھے اور اچھی طبیعت کے آدمی تھے یہ بہت ہی نیک دل اور ولی صفت مہذب کم سخن بے ضرر شخص تھے ان کی مالی حالت بہت مختصر تھی اور انکی نیکی نے ان کو نامور ہونے نہ دیا بہت سادی اور مختصر زندگی گذاری ان کو اولاد بھی تھی آگے خبر راقم کو نہیں ہے راقم سے بہت ربط تھا اکثر سرفراز کرتے رہے اور علمی گفتگو رہا کرتی ان کو بھی ایسا ہی کچھ مذاق تھا متقیانہ طبیعت ہوئی تھی ان کی جائداد بھی اپنے ہی ہاتھ شباب میں نقصان ہوئی جس کا خمیازہ آخر زندگی میں ان کو اٹھانا ہوا اکثر اپنی غلطیون اور اپنے اوسوقت کے خیر اندیشون پر حسرت فرماتے اور افسوس کرتے رہے۔

۵ خان بہادر میر علی محمد شاد انہیں لوگون کے بڑے بھائی تھے ان کے خاندان کے نسبت مجھے لکھنے کی ضرورت نہی اونہون نے خود اپنی تصنیفات مین کل حال ظاہر کر دیا ہے اتنا لکھنا کافی ہے کہ ایک معزز پرانے خاندان کے آدمی تھے ان کی مالی حالت خراب ہوگئی تھی اپنے آبائی پوزیشن کو یہ نباہ نہین سکتے تھے مگر ان مین جوہر ذاتی نایاب موجود تھا جس کی چمک نے ہندوستان مین ان کا شہرہ کر دیا

ان کی تصانیف ان کے نام کو روشن و قایم رکھنے کے لئے کافی ہے گورنمنٹ مین ان کی جوہر ذاتی کی ایسی قدر ہوئی کہ برابر انکو قیمت ملاکی پٹنہ مین ایسی دوسری مثال نہین ہے جو اپنی قدر کرا کے سرکار انگلشیہ سے قدردانی کی قیمت وصول کر سکے سررشتہ تعلیم نے ان کی بہت امداد کی اور گورنمنٹ نے خطاب خان بہادری کا دیا کتابین خریدلین کتاب چھاپنے مین برابر مدد ملاکی ان کو سرکار انگلشیہ کے کسی خاص مد سے قریب اسی روپئے ماہوار ملا کرتا تھا یہ وظیفہ راقم کے دستخط سے بینک سے وصول ہوا کیا ان کی برآمد وظیفہ کے کاغذ پر کسی ایک مجسٹریٹ جوابدہ کے دستخط کی ضرورت تھی انکی نوازش قدیم نے یہ فخر راقم کو دیا تھا راقم نہ ان کا شاگرد تھا نہ زیادہ حاضرباش تھا مگر سال مین دو چار بار ان کا کلام تخلیہ مین سنا کرتا تھا اور دقیق اور پرمعنے مضامین اور کتابون کو جناب مذکور تخلیہ مین سناتے اور موقع کی داد پر بہت خوش ہوتے اور راقم سے خوش رہتے و قدر فرماتے سن اور قابلیت کے حیثیت سے راقم بہت چھوٹا تھا مگر سروقد کھڑے ہو جاتے اور گاڑی تک پھاٹک کے باہر تک پہونچانے کو آجاتے اور بڑے خلوص سے پان و حقہ معہ خفیف ناشتہ کے اہتمام فرماتے اور ہر مجمع کے وقت مجھے ضرور یاد فرماتے اور اکثر خانگی

مشکلون کے وقت اون کا میشر ہوتا رہا ان کو حکام قدر کی
نگاہ سے دیکھتے رہے اور تعلیمی عزت کرتے رہے انگریزون کی
گروہ جوہر ذاتی کی خوب عزت کرتے ہین ہندوستانی بالکل
اس کے خلاف کرتے ہین انسان کے جوہر ذاتی کو برباد
کرنے کی پوری کوشش کرتے ہین جیسا کہ اپنی تصنیف
مین اونہون نے لکھدیا ہے کہ اونکی اور اونکے علم کی
دھجیان کی گیئن اور اون کا دل چور کیا گیا اخبارات
مخالف ہوئے مگر اون کے تحمل نے مدت کے بعد انکی
علمی روشنی پھیلایا اور دنیا مین ان کی یادگار عمدہ سرکار
عالی وقائم قایم ہو کر رہی کوئی لاکھ دھجیان اوڑاے پر
علم اور لیاقت ظاہر ہو کر رہتی ہے علمی روشنی کو کوئی گل
نہین کر سکتا نظم و نثر مین یہ صاحب زبان مانے گئے پٹنہ
کے لئے غالب وقت ہوئے داغ وقت کہلائے بہتیرے
شعرا شاگرد ہین جو پر گو اور دقیق گو ہین مرثیئے ان کے مقبول
ہوئے سرشتہ تعلیم نے اکثر کتابین سرشتہ تعلیم مین جاری کردیا غیر
قومون نے انکی محنت کی قیمت دی انکے علم کی عظمت کی اور اپنی
گروہ نے نااتفاقی سے زحمت دی دنیا مین علم ایک دریا ہے سمندر
ہے کوئی اختتام کا دعوی نہین کر سکتا ہمہ شہر پرز خوبان ہے
مگر جس مین جو بات ہے اوسکی اوتنی بھی قدر نکیا نااتفاقی

اور تعصب بے بہت سن رسیدہ ہو کر انتقال کر گئے دو تین
برس گذرے یہ ہم لوگون سے جدا ہو گئے غنیمت ذات تھی
بغایت محنتی با اخلاق مہذب آدمی گذرے مروت دار بھی
تھے پرانے رئیسون کا مزاج واطوار تھا نوابون والی ٹھاٹھ
وہی انداز گفتگو وہی انداز داشت رہا اون کے صاحبزادے
سید میان ہنوز زندہ ہین ان کی شادی بھاگلپور مین میر
سجاد حسین کے خاندان مین ہوئی ہے اون لوگون کو تعلقات
خاندان مرشدآباد سے ہی سید میان اپنے باپ کے جانشین تو نہین ہین
مگر اخلاقی مقلد ضرور ہین جو تعلیم صحبت کے ذریعہ سے ہوئی
اوسکو غنیمت برتا کرتے ہین مگر مالی حالت ان کی بھی وہ نہین
ہے کہ امیرانہ زندگی گذار سکین میر علی میر کے خاندان سے
ان کی قرابت داریان قدیم و قریب ہین ان لوگون کا مکان
دھولپورہ حاجی گنج مین ہے بڑے بڑے حکام ان کے مکان پر
دعوتاً اور بلا دعوت از خود ملنے اور ان کی تحریرون کو
لینے کے لئے آتے رہے دنیا مخالفت ہی کرتی رہی مگر یہ
اپنے دھن مین رہے جو کرنا تھا کرتے گئے استقلال سے
اپنا رنگ جما رکھا جسکا نتیجہ مدت کے بعد از خود ان کو ملا
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد مزاحمت کے بدولت انکو
کد ہوئی اور اظہار جوہر ذاتی کرنا پڑا اخبارون نے خوب خبر لی

مگر ملک کو پوری خبر دی انکی ہستی ایک معتمد اور قابل یادگار
گذر گئی راقم کے ساتھ مدتوں جھاؤ گنج میں آنریری مجسٹریٹ
بھی رہے ہیں یہی ایک آدمی تھے جنکو اردو میں فیصلہ لکھنے کی
اجازت دیگئی انہوں نے عذر کیا کہ میں اردو کا حامی ہوں
اور صاحب زبان کہلاتا ہوں میں ہندی کی چھری سے اردو
اپنے ہاتھوں ذبح کرنا نہیں چاہتا ہوں ان کو اردو میں اظہار
و فیصلہ لکھنے کی اجازت مل گئی تھی۔

۶۔ پیارے صاحب ایک دولتمند رئیس دھولپورہ تھے
ان کی قرابت داری خواجہ سید حسن صاحب شاہ کی اہلی خواجہ ذاکر صاحب
اور میر امیر جان صاحب اور حکیم کاظم حسین صاحب وارثان میر کھایک
صاحب اور میر امیر مرزا صاحب اور خواجہ علی مرزا صاحب سے تھی
تفصیلی حالات میں ظاہر ہوگا انکا مکان دھولپورہ میں ہنوز
موجود ہے ان کے دو بیٹے تھے ہادی میاں مرحوم بہت بڑے
بھولے اور پر مذاق نیک دل نیک مزاج آدمی گذر گئے اور نوجوان
مرے تقریباً ۲۰ برس گذرا ہوگا انکا انتقال ہوا گو راقم سے
بہت چھوٹے تھے پر روزمرہ کے ہم نشین تھے شہر کی صحبت
اوپر سے دولت اوپر خود مختاری و مصاحبوں کی خوشامد
انکی رفتار رندانہ ہوگئی جائداد کے تلف ہونیکا سامان بھی
بندھ گیا تھا خواجہ سید حسن صاحب ساکن شاہ کی اہلی جو انکے قرابتی تھے

آدمی تھے اور بہت مدبر اور فن زمینداری کے ماہر تھے
انکے یہاں منیجر ہو گئے اونہوں نے اس گھر کو خوب سبھالا
خود ہادی میاں بوجہ نیکی بہت سخن شنو آدمی تھے اون کے
ہمنشینوں نے روک تھام کیا اور وہ سنبھلے مگر افسوس کہ
زندگی نے وفا نہ کیا اون کی شادی میر امیر مرزا صاحب رئیس
خوشنویس ساکن محلہ پالی گلی کے یہاں ہوئی اونکے بیٹے
قاسم میاں مینوسپل کمشنر ہیں اور بفضلہ کثیر الاولاد ہیں
اور جائداد بھی کافی اپنی جگہ پر قایم ہے مکان بھی آباد ہے
یہ صاحبزادے ہوبہو باپ کے سی فطرت رکھتے ہیں انگریزی
بھی جانتے ہیں رئیسانہ ٹھاٹھ سے دھیمی چال پر آسایش
کی زندگی گذار رہے ہیں ان کے بہن کی شادی مسٹر وصی احمد
بارسٹر سے ہوئی تھی مسٹر وصی احمد مسٹر سمیع احمد بارسٹر کے
بھائی ہیں مسٹر سمیع احمد بارسٹر حسن امام صاحب بارسٹر
کے داماد ہیں مسٹر وصی احمد جوان ہی مر گئے بہت نیک دل
آدمی گذرے بڑی اچھی زندگی گذار گئے بہت منکسر اور سخی
آدمی تھے ان کی اولاد سے مسٹر یوسف مرحوم بارسٹر ولد میر
واجد حسین مرحوم ٹیڑھی گھاٹ برادر مولوی ابراہیم حسین
مسٹر سمیع احمد کے بہنوئی تھے اور سر فخر الدین منسٹر کے موجودہ
شادی سے سالے ہوتے تھے اور مسٹر نعیم مرحوم بارسٹر بھی مسٹر سمیع

مسٹر نعیم مرحوم مسٹر سمیع کے بھائی دوسرے پیارے صاحب کے امیرالدین مرحوم
تھے وہ بھی جوان ہی مر گئے ان کی شادی ڈاکٹر وحدو صاحب کے لڑکی
سے ہوئی ڈاکٹر وحدو صاحب میر محمد حسین دو منڈی بازار کے سوتیلے
بھائی تھے پہلی شادی میر سید علی صاحب کے حکیم کاظم حسین صاحب
کے بہن سے بخاندان میر بھاٹک ہوئی تھی راقم کا مسکونہ مکان
ڈاکٹر وحدو صاحب کے والدہ کے حصہ میں در آیا تھا جسے راقم
کے والد نے خرید کر اپنا مکان بنایا ڈاکٹر وحدو صاحب کی
شادی میر امیر مرزا صاحب کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی یہ
ہادی میاں کے ساڑھو تھے اور امیرالدین مرحوم کی لڑکی
خواجہ اسمٰعیل صاحب وکیل کی حویلی میں ہیں امیرالدین مرحوم
کی بی بی نے اپنا مکان پالی گلی میں بنایا تھا جو اون کی بہن
پیہر کے قریب ہی امیرالدین مرحوم بہت نیک دل آدمی
تھے اور بدقسمتی یا نہ زندگی رہی ونکو دنیا میں رہنے کا اتفاق
بہت ہی کم ملا اون پر بزرگوں کا دباؤ تھا الغرض نہ کھا سکے
بہت ہی سلجھی طبیعت کے آدمی تھے انگریزی بھی پڑھی
علم میں اف اے کے اوپر تک تھی آنکی دولت ہنوز اپنی
جگہ پر ہے بہ حیثیت متروکہ تقسیم بھی ہو گئی مگر ورثا کے
پاس ہی تلف نہ ہو سکی افسوس یہ کم سن لوگ بھی چل بسے

سے سنگی جان صاحب ایک پرانے روش کے رئیس ہو لپورہ
مین رہتے تھے اونہون نے اپنی زندگی آرام سے بلا خبر گذارا
انکے یہان شاہ محمد منعم صاحب ساکن بڑے لودیکٹرہ برائے منیجر
لے یہ شیعہ مذہب کے آدمی تھے انکے اولاد کی شادی بخاندان میر علی محمد
صاحب شادی ہوئی تھی ان کے بیٹے تلی امیر صاحب تھے
جنکی تربیت و تعلیم بذریعہ منیجر ہو کر ہوا کی انکو کافی جائداد
بغرض گذران موجود تھی پورا ایک در بار تھا میر علی میر
صاحب وجیہہ آدمی نہ تھے ان کا رنگ بھی سانولے سے کچھ
دبتا ہوا تھا بہت خلیق اور پر تہذیب آدمی تھے اور
مذہبی پختگی بہت تھی ان کی پہلی شادی بھکنا پہاڑی مین
نواب امیر حسن خان کی لڑکی سے ہوئی تھی اور محمد
کاظم نواب و ولد ممتاز نواب صاحب مرحوم ساکن گذری
ساڑھو تھے محمد کاظم حسین کی بی بی ہنوز زندہ ہین اور
دیگر اولاد نواب امیر حسن خان بھکنا پہاڑی بھی زندہ ہے
جو اپنی جگہ پر لکھی جائیگی میر علی میر صاحب کی دوسری شادی
مرشدآباد کے لوگون مین ہوئی تھی مبارک نواب صاحب
رجسٹرار کے یہان ہوئی ان کے اولاد کی شادی سنگی فی الان مین
بخاندان نواب جعفر حسن خان صاحب ہوئی ان لوگون سے
قرابت داریان ہین علے العموم تو تقریباً ہر ایک غریب شیعہ

مذہب کو اپنے امیر ہم مذہب سے ہمدردی رہتی ہے اور کم تعداد ہونے
کی وجہ کر مذہبی اور قومی دقتوں میں یہ لوگ اپنی کمی تعداد کو محسوس
کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ہمدرد ہو جاتے ہیں اور اپنے رسوم مذہبی
کے وقت میں اجماعی قوت صرف کرتے ہیں اوسوقت تفرقہ
ذات و منصب کا خیال بالکل اوٹھ جاتا ہے جو ایک بہترین صفت
شیعہ مذہب میں ہے جو سنی گروہ میں بالکل نہیں ہے گو کوئی امر ممنوعات
شرعی بھی ہوتا ہم کوئی مجتہد وقت ظاہری مخالفت نہیں کرتے
دو علماء ہم مقصد ایک دوسرے کے مخالفت میں فتوی نہیں
دیتے مگر سنی گروہ میں اسکا اولٹا ہے ایک مولوی دوسرے کا کھلا ہوا
مخالف ہوتا ہے ایک مشایخ دوسرے کا علم کھلا مخالفت کرتا ہے
ایک فتوے کے خلاف دوسرا فتوی فوراً سامنے آجاتا ہے اس لئے
پبلک پریشان ہوتی ہے اور فرقہ بندیاں ہو جاتی ہیں اور دائرہ
جماعت کوتاہ ہو کر چھوٹی چھوٹی جدا جدا خیالات کی جماعت طیار
ہو جاتی ہے جو قومی کمزوری کا باعث ہے یہی تفرقہ اندازی ور فرقہ
بندی مسلمانوں کو ہر قسم کے پستی میں ملا دیتی جاتی ہے اور تعصب کے ساتھ
ایک دوسرے کا مخالف ہو جاتا ہے یہ جماعت کو توڑنیکا آلہ
ہے ہر سال میر علی میر صاحب کے امام باڑہ میں مجلس عزا ہوا کرتی تھی
سنی شیعہ اچھے برے سب شریک ہوا کرتے تھے اور عام مجلسوں
میں شیعہ و سنی برابر شریک ہوا کرتے تھے آپس کے میل جول میں

تو مسلمانون کے ہر گروہ اور عقیدت کے اور خطہ کے آدمیون کو
ایک دوسرے کے ساتھ ہر اجتماعی موقع پر اظہار ہمدردی کرتے
ہوئے دیکھا آپس کے روزمرہ کے روش زندگی مین بہت
سادہ دلی کے ساتھ اظہار ہمدردی دیکھا اور ایک دوسرے سے
منتفع ہوتا تھا رفتہ رفتہ لکھنو والے مرثیہ خوانون نے یہان
کے نوجوان رئیسون کے کان مین تعصب کے مارے بھرے مذہبی
رواسم مین نئی نئی ایجاد کی گئی اسمین دو بڑی گروہون کے تفرقہ
پیدا ہوا کوئی حرارت مذہبی مین آگیا کوئی شرارت مذہبی کے
طرف چلا گیا یہ دیکھی ہوئی بات ہے کہ اسمین دو مذہبون کے
رکھنے والون نے اپنی اولادون کا عقد نکاح کیا ہے شادی
بیاہ ہوتا گیا ہے ہنوز بہتیرے خاندان مین اسکا وجود موجود ہے
مگر اب مفقود ہوتا جاتا ہے اس تخم ریزی نے برے پھل دیکھائے
اب دو بڑی جماعت ہندو مسلمان مین بھی اونہین بندھی
چوٹون کے بدولت مذہبی چھو کھا آن گھرا ہے آئے دن قومی
تفرقہ کا سامان موجود ہے یہ تخم مدبرین نے جس نے بو دیا بڑا مدبر
تھا اب یہ تفرقہ اندازی ہندوستان مین امن کی زندگی بسر
کرنے نہ دیگی اور ہر فرقہ کمزور ہو کر رہے گا اور اوسکی زندگی
مورد خطر مین رہے گی علی میر صاحب کی زیادہ زندگی نہو سکی
جوان ہی قضا کر گئے ورثا موجود ہین مگر وہ بات پیدا نہو سکی

اس خاندان مین بھی تفرقہ خانہ براندازی اور تکرار ترکہ وغیرہ پھیل گیا
جہان مقدمہ ہے وہان دولت کو قرار نہین ہو سکتا کچہری
تو دولت کے لیے بلوٹنگ پیپر ہے دھیلے دھیلے کو صرف
کرا دیتے کچھ نہ ہو تو کچہری کے حاضر باش فقرا سے داتا
کہنے والے کب جان چھوڑتے ہین اللہ ہر خاندان الون
پر رحم کرے -

۸ میر نواب جان صاحب بھی ہولپورہ مین ایک
اچھی آمدنی کے رئیس تھے اونہون نے بھی اپنے وقت مین
اپنا کل حوصلہ بھی موافق زمانا پورا کیا اور دولت کو بھی
برباد ہونے نہین دیا میر نواب جان صاحب کے مکان مین
اکثر نواب صاحب لوگ کرایہ دار رہا کیے میر صاحب کے لڑکے
نصیر نواب صاحب بہت ناٹے قد کے آدمی اور نیک طبعیت
تھے یہ چالاک نہ تھے بلکہ بغایت سیدھے آدمی تھے اُنکی
جائداد پر کوئی زوال نہ آیا اُنکی شادی نتول مین خاندان
مولوی عبد العزیز صاحب ہوئی اُنکے بیٹے کریم نواب صاحب
ہوئی اونہون نے اپنی کمسنی کی ناسمجھی اور نوابی مین
جائداد کو نقصان پہونچایا جسکا اثر اون کے دل پر ہوگا
اس دربار کو محمد حسین کارپرداز ساکن پرسائین نے خوب
سبھالا نصیر نواب کی تعلیم و تربیت شادی بیاہ پر نگرانی

وانتظام تحریر مذکور ہوا نواب صاحب کی مان بہت جابر اور
ہوشیار تھین باوجود زنانہ دربار ہونیکے جائداد مین کوئی
نقصان پیدا نہو سکا محمد حسین راقم کے سسرالی برادری
کے آدمی تھے راقم اونکا خالو ہوتا تھا اب تک اوس
خاندان کے آدمی موجود ہین نعیم نواب صاحب کے بہن کی شادی
امیر بہار شریف شاہ نظیر صاحب کے بھائی سے ہوئی
تھی اونکا نام شاہ بشیر صاحب تھا جنکی لڑکی مولوی شاہ اللہ
صاحب وکیل بانکی پور سے بیاہی ہے شاہ رشید اللہ صاحب
یہان کے رہنے والے نہین ہین یہ غالباً غازیپور یا مرزاپور
کے اطراف کے ہین اس شہر مین وکالت کی حیثیت سے
آئے پھر شادی کر لی شاہ رشید اللہ صاحب کی اولاد قاضی
حمید صاحب لودیکٹرہ کے خاندان مین بیاہی ہے
جو متروکہ مولوی بشیر کے بی بی کو ملا تھا وہ شاہ
رشید اللہ صاحب کے زیر انتظام ہے اور برباد نہو سکا اب
اس زمانے مین ویسے ملازم خیر اندیش کہان ملتے ہین اب تو
پہلے آنکھ ملازمون کی مالکون کی عزت پر پڑتی ہی عصمت
ڈالی اگر خدا نے دی ہے تو بال پڑ دوسری آنکھ پڑتی ہی خاصکر
لوگ زنانہ دربار تلاش کرتے ہین اوسوقت کے ملازم ایک
نوجوان بیوہ آقا کو اپنے مان بہن کے برابر جانتے تھے اور مثل

خون جان مال ابرو کی حفاظت کرتے تھے کسی نے ذرا بھی
لغزش دیکھا تو ملازم فساد عظیم پر آمادہ ہو جاتے تھے اور
روک تھام کرتے تھے اب کے نمک حرام ملازم باہر والون سے
پہلے بیوہ آقا کی آبرو ریزی پر پہلے نیت کر لیتے ہین اس آزادی
کے وقت کتنے واقعات نظر سے گذر گئے اور آئے دن
ڈرایور کوچبان سائیس خدمت گار ملازم وکار پرداز
مختار مولوی اور اہل قرابت لالے کے ساتھ بھی بچشم خود دیکھ رہے
ہین وہ وہ رشتہ داران جو محرمات مین داخل ہین وہ بھی
حلال ہو گئے ہین العظمت للہ ہزارون واقعے اس شہر
کے اندر ہو گئے اور روزمرہ نئی نئی باتین پیش آتی ہین اور
اڑتی ہین اوس پر بھی آنکھون مین پردہ آرہا ہے رہا سہا پردہ
اوٹھ رہا ہے دنیا کی رفتار اور زمانے کی بہار کیطرف
توجہ ڈالنے سے پتہ ملے گا کہ ستر پردہ مین رہکر تو کیا نہین
ہو رہا ہے جہان بے پردگی اور جہالت کے ساتھ آزادی
ہو گی وہان کیا نتیجہ نکلے گا اور کونسا موقع پیش نظر نہین
ہے یا نہوا احرام تک تو حلال سمجھے جاتے ہین اور کونسی
رشتہ داریان چھوٹ گئی ہین اور پھر کوئی حس نہین ہے
سوسایٹی مین اتنی بے حسی پیدا ہو گئی ہے کہ ایسے نمک
حرام ملازمون اور بے حیا رشتہ دارون پر سوسایٹی نے

اتنا بھی زور نہ دیا کہ وہ بدنگاہ لوگ حقارت اور نفرت
سے دیکھے جانے بلکہ دولتمند ہو جانیکے سبب کر تو خیر نواب
جا نکر با وقعت جانے جاتے ہیں پر اسنے ملازمون کی خیر
خواہیان جو جو نظر سے گذر گیئی ہیں نام بنام اگر یہان پر
لکھون تو ایک جسیم کہانی کی کتاب ہوجائیگی میں نے ایک
جداگانہ رسالہ مین لکھا ہے جو آیندہ آپ لوگون کی نظر سے
گذریگا یہان قابل الذکر دو واقعے لکھے گئے ایک نجابت حسین
اور دوسرے شاہ منعم صاحب یہ دونون اپنے اپنے آقاؤن کے
ایسے خیر اندیش گذرے کہ بگڑے ہوئے دربار کو سنبھال کھا اور
نابالغ بچون کی تعلیم تربیت کی اور عمدہ ترین آدمی بنا کر
دیکھایا اور مالکون نے بھی اپنے اپنے ریاست کے وقت ان
لوگون کی پوری قدر دانی کی ان لوگون کی نوکریان حیاتی
مقرری ہوگیئی اور تا دم مرگ ان دونون کو انکے نوجوان
آقاؤن نے ملازم کی نگاہ سے نہین دیکھا بلکہ عمر بھر ایک
مربی کے طور پر داشت کیا اور ۳۰ برس کے اندر زمانے
کی نیرنگیون نے جو جو نمک حرامیون کے واقعات
دیکھائے ہیں اوسکا تذکرہ بطور ناول قرضی ناموں
کے ساتھ اب کیا ہے جو عبرت انگیز اور حیرت خیز
ہے اون واقعات چشم دید کے پڑھنے کے بعد لوگون کو

لوگون کو پردہ دری کے بابت صحیح رائے زنی کا حق پورا حاصل ہو سکتا ہے سیکڑون زندہ مثالین اب بھی موجود ہین اسکولی تعلیم مضر ثابت ہوئی۔

۹۔ آغا امجد حسین ایک پرانے روش کے رئیس تھے اونہون نے بڑے عیش کی زندگی ابتدا مین بسر کی ان کے یہان شہر کے ناکارے برابر جمع رہتے چائے ناشتہ کھانا افیون کی چسکیان شطرنج چوسر گانے بجانے کا خوب چرچ رہا کیا عمدہ لباس اور نفاست پسندی کے سامان سب موجود تھے نوکر چاکر بہت فٹ فاٹ سے تھے اور فضول مدات کے اسراف بیجا کیوجہ کر آخری عمر مین انکی زندگی ہی مین مکان گرے مرمت نہو سکی یار لوگ چھوٹ گئے سختی سے بقیہ زندگی گذارنا پڑا یہ ادمی دل کے بہت ہی عمدہ اور متواضع پرمذاق خوش اخلاق تھے مگر صحبت کے اثر نے ان کو آیندہ زندگی مین آرام ہونے نہ دیا ابتدائے عمر مین انہون نے اپنی آیندہ روش زندگی کو نہ سوچا اور کوئی نوجوان باوجود اعلی درجہ کی تعلیم پانے کے اسوقت بھی نہین سوچتا ہے رہایش اور طرز معاشرت کو موجودہ روش زمانہ کے مطابق اسقدر طول و دکھاؤ کا رکھتا ہے جسکا خمیازہ اس ترقی یافتہ زمانے مین اور مصرف زمانے کی روش سے

چلنے والون کو آیندہ جا کر اون کو اور اون کے متعلقین کو
بہت تکلیف دہ زمانہ دیکھائی دیگا جب بڑی بڑی مستقل
زمینداریان اور دولتین برباد ہوگئین تو پنشن یافتہ کیا
گذر کر سکین گے جنہون نے کمانے کے وقت آسایش کی
زندگی بسر کی ہے اور ایک مد سگرٹ پا سنگ شو پر تیس
روپیہ ماہوار صرف کیا ہوگا وہ آخر عمر مین بیڑی یا حقہ پر کیا
بسر کریگا جب ۱۶ رکار روپیہ اون کے ہاتھہ مین آیا کیا تو کیسے
ٹکے وہ پس ماندہ کر سکے جب ۵ رکار روپیہ یعنی تہائی پنشن
ہوگئی اون کو روش زندگی بدلنا پڑیگی اور اون کی خود رمس
آرام سے نہ گذریگی جو وہ اوٹھا چکے ہین اپنی ضرورت بالحسرت
پورا کرینگے یا مابعد کی خبر رکھین گے سیکڑون معزز عہدہ داران
حال کی اولاد اور در اولاد پر توجہ کی جائے اونکے خاندان
کے مابعد لوگون کی لائف ملاحظہ ہو کس کس نتیجہ کو وہ
پہونچ رہے ہین مورث کو اعلےٰ افسر جان کر اپنی تعلیم مین
کامیاب نہو سکے خود مختار زندگی کے لائق نہ ہو سکے اوسکا
خمیازہ اوٹھا رہے ہین آغا صاحب ہی کی اولاد در اولاد
زندہ ہے آغا امداد حسین ایک حسین نوجوان بیٹے کی
ابتدائی داشت کو جو راقم نے دیکھا ہے وہ ایک امیر
زادہ بلکہ نواب زادہ کی پرورش تھی اب وہ کہین عمر کا ربر دارزی

کرتے ہین اور اپنے مکان کو کھیت وہ بھی غیر کی ملکیت مین اور
قبضہ مین دیکھتے ہون گے اوس کی تکلیف دلی کا حس اونکے
ہی کے دل سے پوچھئے آغا صاحب کے انتقال کو ۳۰ برس گذر گیا ہوگا۔

۱۰ شاہ حفاظت حسین صاحب عرف شاہ بچو صاحب

یہ ایک متوسط درجے کے رئیس تھے اسقدر منتظم اور خوش اخلاق
گویا اور پر مذاق آدمی تھے کہ اونکے یہان لوگ جی بہلانیکو جمع
ہوتے تھے ان کو اچار چٹنی بنانیکا بہت شوق تھا بغرض تجارت
بناتے مگر چکھانے چکھاتے سب چٹنی غایب اونہون نے ہزارون کا
اچار چٹنی بنایا اور سب یارون نے چاٹ لیا مکان سجنے کا
بڑا شوق تھا نایاب چیزون کی خریداری مین بہتیرے روپے
صرف ہوئے باغ مین بہت روپے خرچ ہوئے لباس
فاخرہ مین صرف کیا ان کے پاس چند بیبیان تھین کثیر الاولادی
رہی چند برس خوب عیش کی زندگی بسر کی گاڑی گھوڑا بھی
رکھا رفتہ رفتہ مالی کمی ہوتی چلی ادھیڑ پن تک بڑی خوش
زندگی بسر ہوئی آخر عمر مین تفکرات مین مبتلا ہوئے تب اونہون
نے مطب کھولا اوس سے اوقات کاٹی مگر وضع مین
فرق نہین آیا کم وبیش کر کے روش عادتون کو جو ابتدائے
عمر سے تھا نباہے گئے اور ان کو خدا نے بہت تکلیف نہ دیا
جب زمانہ مخالف ہوا اندازی ۲۰ برس ہوا ہوگا انتقال

کیا یہ شیعہ مذہب آدمی تھے ان کی اولاد در اولاد موجود ہے
مکان بھی بہ حیثیت میراث ہے بعض اولاد کمشنری مین ملازم تھے
بعض میونسپلٹی مین بعض زمینداریون مین بعض ادنیٰ ملازمت
مین تھے ان کے تعلقات خاندان منشی نجم الدین صاحب نیوٹی
سے بھی ہین مولوی رشید صاحب کے بھائی ڈپٹی قطب الدین اور
ڈپٹی محی الدین کی شادیان انکے یہان ہوئی تھی ڈپٹی لطیف عالم
ان کے نواسی داماد تھے حمید بابو ولد مولوی رشید لطیف عالم ڈپٹی کے
بھانجے ہین ڈپٹی لطیف عالم آرہ کے رہنے والے تھے انکی بہن
مینگو میان ولد میر نجف علی وکیل سے بیاہی تھین لطیف عالم
صاحب کا لڑکا خان بہادر شاہ ظفر صاحب بہار کی لڑکی سے بیاہا
گیا دونون باپ بیٹے بیک وقت موٹر سے گرکر ۲۹ء مین مر گئے
گو شاہ صاحب شیعہ مذہب تھے مگر سنیون کے یہان شادی بیاہ
اولاد کا ہوتا گیا جو پہلے شرعاً اور رواجاً جایز تھا جب سے
لکھنو والون نے تعصب پھیلایا شیعہ وسنی مین شادی بیاہ کا
رواج اوٹھ گیا اور دو متفرق گروہ ہر طرح جدا ہوگئے دو ملی
ہوئی جماعت کی قوت ہی کم ہوگئی خلوص مین بھی فرق آگیا
جسکا خمیازہ بھی اب بھگتنا پڑا ایک آدمی مرے اور چند آدمی
اون سے پیدا ہوئے مگر کسی مین وہ بات نہ رہی الحمد للہ
اون کے نام لیوا آیندہ مین کثیر الاولادی عمدہ بات نہین

ہے اور کثیر الاولادی اور کثیر ازدواج کے وجہ کر انکی مالی حالت
خراب ہو گئی اونکے لئے اونکی مالی حالت کافی تھی۔
نمبر ۱۱ نواب بوصاحب دھولپورہ مین اوسط آمدنی
کے ایک رئیس گذرے ہین راقم کے محلہ مین اونکی ایک بیگم صاحبہ
رہتی تھین وہان وہ روز آتے تھے اور بیگم صاحبہ راقم سے
حضور بھی ہوتی تھین نواب صاحب نے خوب عیش کیا اور بڑے
وضعدار اور پہلوان آدمی تھے اونکی صحبت پہلوانون اور
بازاری لوگون مین بہت تھی اسلئے انکا بڑا رعب داب تھا
اوسوقت کے روسا سے زیادہ انکا داب عوام پر تھا انہون
نے حیدری سپر ایجاد کیا اس ایجاد اول سے پہلے اوس وضع کی
کوئی سپر شہر مین نہ تھی اور اب تک صرف یہی ایک سپر حیدری
اس شہر مین ہے دوسری نقل نہ اوتری یہ مذہبی چیز اونکی
خاص یادگار رہگئی ہے آخر عمر مین اونکی مالی حالت بالکل
خراب ہو گئی مگر ٹھاٹھ مین فرق نہین آیا جب باہر نکلا کئے
خوش لباسی سے نکلے اور دو ایک آدمی جوان کے ساتھی اور
شاگرد تھے ضرور رہے یہ پھیک لاٹھی تلوار ڈنڈ مگدر گدکا وغیرہ
مین پہلوانی مین اوستاد تھے اسی ہنر نے انکا ساتھ آخر عمر
مین دیا کہ ان کو مالی تکلیف نہوئی اور مرتے دم تک عب
داب رہا اور ٹھاٹھ قایم رہی سچ کسب کمال کن کہ عزیز

جہان شوی کوئی علم ہو فن ہو ہنر ہو کوئی جوہر ذاتی ہو وہ اپنا فیضان کاڑھے وقت مین ضرور دیکھائیگا بیکار نہ جائیگا۔

۱۲ جگرناتھ دھوبی انکا مکان دھولپوہ مین چین

موڑ پر تھا جو پورب دروازہ پل کے پاس ہے اور ہنوز اس مکان کا وجود ہے یہ آدمی بہت وجیہ اور پر تمیز تھے اُنہون نے اپنی وضع انگریزی رکھا تھا نادانستہ آدمی ان کو کسی طرح پر دھوبی نہین کہہ سکتا تھا علمی لیاقت انگریزی کی اچھی تھی اوسوقت انگریزدان ایک مغتنم ذات مانی جاتی تھی عوام مین انکی ذات معزز مانی جاتی تھی ترکیب ہایش اور ملنساری انکساری جانتے تھے اسلئے لوگ ان کو مانتے تھے یہ ریلوے مین کہین ملازم تھے کچھ روپے کما کر آخر مین گھر بیٹھے تھے یہان شغل معالجہ کا کرتے تھے ہر وقت ایک مرجوعہ رہتا تھا اپنی زندگی اچھی گذار گئے راقم بھی ان سے ملنے گیا تھا نہایت اچھا آدمی پایا وضع انکی کرستان پادریون کی تھی مذہب بھی پورا ہندوانہ تھا باتین ہوئین تو صاف خیال کا آدمی پایا اوسوقت انکی اولاد تھی پھر خبر نہین اس خاندان کا کیا رنگ ہوا علم کی روشنی سے دماغ اچھا ہو جاتا ہے بشرطیکہ تربیت بھی ٹھکانے کی ہو سکے اگر تربیت کا نقصان رہگیا تو علم سے عجیب پیدا ہو جاتا ہے نفس مین بجائے انسانیت کے حیوانیت

بڑھ جاتی ہے انکسار کے بدلے تشخص اور غرور کا مادہ بڑھ جاتا
ہے علم رکھتے ہوئے بھلائیوں کا پہلو کم اور برائیوں کا پہلو
زیادہ ہو جاتا ہے اگر ظاہر ہو تو گو یا وہ نام کا عالم ہوتا ہے علم کے
فیضان سے وہ محروم سمجھا جائیگا جو علم تربیت سے خالی ہوتا ہی
تو بے نمک کی غذا ہے جو ہر شخص کو بد مزہ معلوم ہوتی ہے
اگر تربیت اچھی ہے تو علم کی کمی کا مداوا ہو جاتا ہے علم ہے
اور تربیت نہیں ہے تو بھی زندگی بے مزہ گذریگی شخص
ممدوح خلایق نہیں ہو سکتا اور صفات حمیدہ اوس میں
پیدا نہیں ہو سکتے علم کی روشنی ہوگی مگر وہ روشنی دھندلی
ہوگی موجودہ زمانے کی تعلیم میں تربیت کی بہت کمی محسوس
ہوتی ہے ایشیائی تہذیب اور یورپ کی تہذیب تربیت سے
آسمان و زمین کا فرق ہے جسے یورپ والے تہذیب جانتے
ہیں ایشیا والے اوسے بد تہذیبی سمجھتے ہیں ایشیا والوں کو
ملکی تربیت کی ضرورت ہے جہان کے وہ باشندے ہیں
اور جن رد اسم کے پابند ہیں اور جس سوسایٹی کے وہ
وابستہ ہیں ورنہ دلی تکلیف اوٹھانا پڑیگا اور ایشیائیت
نابود ہو جائیگی اور ملک یورپین بنا نہ ہو جائیگا ہندی دمی لاتی بولے
۱۳ سرفراز خان چپراسی کا مکان طیب ایاج کی مسجد
کے پاس ہے یہ نام کے چپراسی عدالت تھے مگر درحقیقت

اسقدر چالاک و ہوشیار اور کار پردازی کرنے والے تھے کہ
امرا غربا عملگان کچہری پر اپنا اخلاقی سکہ جمائے ہوئے تھے
ان کے یہاں سال مین مولود ہوتا تھا کچہری کے بہتیرے
عملگان کی شرکت ضروری تھی مسلمان حکام عدالت اور
وکلا بھی شریک ہوا کرتے تھے ان مین خاص صفت یہ تھی
کہ ان کا مزاج خدمت گذار تھا جس نے اپنی ضرورت ان
سے کہا چاہے اپنا خرچ ہو جائے مگر اوس کام کو اپنا جانکر
انجام کو پہونچاتے اس لئے یہ ہزارون آدمیون کے
منتظم اور منیجر ہو گئے تھے اور اسی وجہکر انہون نے جائداد
بھی پیدا کرلی اور عافیت کی زندگی گذار گئے وضع بھی
لنگی کرتہ رکھا بظاہر کبھی بڑون کا مقابلہ نہ کیا بلکہ بڑون
پر تابعداری کا احسان رکھدیا اسلئے ممدوح خلایق
رہے محمد رؤف اُن کے بھانجے ہین جو عدالت مین محرر
ہین ننھے خان ان لوگون کے قرابتدار ہین اور فدا حسین
سونے والے حاجی بلقلکے اولاد مین ہین ان لوگون سے
اس خاندان سے قرابتداری ہے رؤف میان تکیہ
شاہ گھسیٹا پیر کے مرید ہین کماتے ہین اور پر لطف
زندگی خوش خالی سے گذران کرتے ہین ننھے خان
بھی زندہ ہین اور طبق کا روزگار کرتے ہین انکالڑکا بھی

زندہ ہے اور طبق کا روزگار کرتے ہیں اس لڑکے کو فدا حسین سے
خاص برادری تھی انہوں نے اون کا ترکہ بھی پایا ہے جب دوسرون
کی خدمت انسان کرتا ہے وہ ممدوح ہو جاتا ہے۔

۱۴ میر وزیر حیدر رحیم محسن پور کے رہنے والے تھے اور
منصفی کے وکیل تھے میر امیر حیدر ساکن رسیسہ کے بھائی تھے
ان کے بیٹے علی حیدر میاں ابن انی پور ہیں جو خاندان سید معین الدین
خان بہادر رود ارشاد میجر ادی شیر علی مرحوم کے یہاں بیاہے ہیں اور
اب یہ کوڑی میاں والے مکان میں مقیم ہیں میر وزیر حیدر کی پہلی
شادی ہادی میاں کی بہن سے ہوئی تھی دوسری شادی
بعد مرنے بی بی کے اُنہوں نے عبدالرحمٰن خان صاحب کی
لڑکی سے باغ کالو خان میں کی تھی اون سے بھی اولاد ہے اور
وہ بی بی اب تک زندہ ہیں باغ کالو خان میں وہی مکان ہے
جو عبدالرحمٰن خان کا مکان تھا اوسکو توڑ کر اُنہوں نے بنایا ہے
اسی مکان میں اب مبارک میاں عرف اچھو میاں رہتے
ہیں اور میر وزیر حیدر کی اولاد بھی اور بی بی کی لڑکیاں اکثر
دربھنگہ میں بیاہی گئی ہیں لڑکا خواندہ ہے نام راقم کو
یاد نہیں آتا ہے ان کو آمدنی بقدر گزران گھر کے تھی کچھ
ہادی میاں کے خاندان سے ملی کچھ عبدالرحمٰن خان کے یہاں سے ملی
اپنی زندگی اُنہوں نے آسایش سے گذارا جائداد منقسم ہو کر ادھر

ادھر اور اولاد ان کے پاس ہے علی حیدر میان بھی صاحب اولاد
ہین اور بقدر گذران وقات جائداد بھی ہے ابتدائے عمر مین
انہون نے کچھ خرچ بھی کیا پھر اللہ نے متروکات کے ذریعہ سے
پورا کر دیا یہ کم لوگون سے ملتے ہین ان کے والد بھی بہت کم
لوگون سے ملا کرتے تھے میر امیر حیدر بھی وکیل تھے دریاپور مین
ان کا مکان موجود ہے ان کے بیٹے بھی ہین انکی لڑکی سے
حفیظ میان صدر گلی کی شادی ہوئی اور سید میان نواباد
کے لڑکے مظہر بھی ان کے داماد تھے انہون نے انتقال کیا
میر امیر حیدر کے لڑکے رضا حیدر بھی باپ کی طرح لائق آدمی
ہین مظہر مرحوم بھی اپنے باپ کے فطرت کے آدمی تھے اور بزرگون کا
احترام کرتے تھے نواباد مین رہتے تھے بہت خوبصورت
آدمی تھے نوجوان ہی قضا کیا سید میان شاہ مبارک حسین
لودیکڑہ کے بہن سے بیاہے تھے اور شاہ مبارک حسین خان بابر
شاہ محمد کمال صاحب کے والد تھے سید میان کو شایستہ باد
والون سے قرابت داریان تھین میر وزیر حیدر اور میر امیر حیدر
دونون نے محسن پور کی سکونت بالکل چھوڑ دیا یہ لوگ مولوی
مرتضے شیر صاحب اور میر اکرم شیر صاحب اور میر محبوب شیر صاحب
مورثان حافظ علی شیر صاحب رانی پور کے قریب تر اہل قرابت
تھے دونون نے اپنی اپنی زندگی نے ضرر بہت ابرو کے ساتھ

الگ تھلگ بسر کیا اور دونوں دھیر ہوکر مر گئے۔ اندازی ۲۵ برس گذرے دونوں کا انتقال ہوگیا ورثا زندہ ہیں جو شخص لگ تھلگ زندگی بسر کرتا ہے وہ نامور زیادہ نہیں ہوتا اوسکے تعلقات پبلک سے کم رہتے ہیں اسلیئے پبلک زیادہ واقف کار نہیں رہتی دونوں کا نام اولاد سے روشن اور زندہ ہے۔

۱۵ شاہ وزیر جان صاحب۔ یہ شاہ علی حسین صاحب سملی کے بھانجے تھے یہ دو بھائی تھے ایک کا نام شاہ تو تھا وہ زیادہ تر بہار اور شیخپورہ میں رہتے تھے اونکی صحبت شاہ نظیر صاحب انمیر سے بہت تھی وہ نیک آدمی نمازی اور پرہیزگار تھے تعجب تھا کہ رندانہ صحبت میں رہکر یہ کیونکر متقی رہ سکے یہ پختگی ان میں تھی اون کی اولاد بھی تھی آگے پھر کچھ حال ان لوگوں کا معلوم نہ رہا شاہ وزیر جان کی شادی ہادی میاں کی بہن سے ہوئی تھی اونکے دو لڑکے تھے ایک شاہ ظفر دوسرے شاہ اختر حسین شاہ ظفر بہت خوبصورت آدمی خوش مزاج تھے ان کی شادی خاندان شیخ سبحان علی بہادرانوان میں ہوئی ان کے خسر حاجی وحید الحق تھے حاجی وحید الحق نے مکہ میں شادی کی تھی راقم اور حاجی وحید الحق سے مکہ میں بھی مدتوں ساتھ رہا اوسوقت شیخ سبحان علی صاحب زندہ تھے پھر حاجی وحید الحق صاحب بعد مرنے شیخ صاحب کے بہادرانوان واپس آگئے انکا

والد ہجرت کر گئے تھے واپس نہیں آئے شیخ صاحب نے اپنے بھائیوں
کو مختار نامہ دیدیا تھا جب حاجی وحید الحق واپس آئے تو جائداد
سے بہت مقدمہ بازیاں ہوئیں قرضدار ہو گئے جائداد نقصان
ہوئی وہ ہستی نہ رہی انکی آمدنی کافی سے زیادہ تھی پھر بھی
مابقے اتنی تھی کہ امیرانہ طور پر ان کی بسر ہوئی بانکی پور چوہٹہ پر
مکان تھا ادسی میں آکر رہا کرتے تھے یہ مکان پٹنہ کالج کے
قریب تھا راقم سے بہت ربط تھا راقم لوکل بورڈ کا چیرمین
تھا وہ ممبر تھے سفر میں ملاحظہ میں امتحان کے ملاحظوں کے
وقت راقم کے ساتھ سفر کرتے رہے بہت ہی پر مذاق اور
سخی اور نیک دل آدمی تھے ان کے لباس عربی تھے اُردو بھی
بولتے تھے عادت بھی عربی ہو گئی تھی طرز معاشرت بھی
عربی نما تھی بالکل ترکیب عربی نما تھی ان کے ساتھ چند
افیونی اور لکھنو والے سید میاں اندر سبھا والے لکھنؤ سے آگئے اماس
کے اندر سبھا قایم ہوئی اوس میں بہتیرے روپے ضایع ہوئے
آخر کار یہ سمجھے کہ یہ لوگ راہ راست سے اونہیں ہٹانا چاہتے
ہیں خوب سنبھلے اور سب سے جدا ہوئے اور جوان ہی مر گئے
ان کے ساڑھو امیرالدین میاں پار کے رہنے والے تھے
وہ اب کہیں گیا میں رہتے ہیں حاجی وحید الحق کی عربی بی بی
سے عبدالرحمن مختار دوالا مکان منگل تالاب کے موڑ پر مچھرہٹہ گلی

مین مسماۃ پرت عبدالرحمن کی عورت سے خریدا عبدالرحمن مختار سے
اس عورت سے بہت مقدمہ بازی ہوئی اور مکان اوس عورت کو
ملگیا چونکہ زندگی مین بیع مقسنہ تھا عبدالرحمن مختار تا زندگی
چھیدی میان کے مکان مین بے خانمان رہے اور رو رو کر
اپنی زندگی گزار گئے عمر بھر کی کمائی سب اوس عورت نے
چھین لیا پرت ایک بازاری طوایف لکھنو کی تھی اوس سے
عقد کرلیا تھا اوس نے وثیقہ لکھا لیا تھا اوسکے ساتھ میرن
صاحب اوسکے پرانے ملاقاتی تھے اونھون نے سارا قانون
مختار صاحب کا بھلا دیا دس برس ہائیکورٹ تک مقدمہ
لڑا آخر کل جائداد زندگی مین اوس عورت کو ملی پرت مسماۃ جب
مرگئے عورت تتر تاراج ہوگئے وہ بھی مرگئے یہ مکان بھی
ہے جس مین حاجی وحیدالحق کی بی بی رہتی ہین تعجب بازاری
عورتون سے با خیراعت مین شادی کرلیاتے اوسکا نتیجہ یہی
ہوتا ہے خیراعت والون پر کوئی دباؤ سوسائٹی اور برادری کا
نہین رہتا تھا بے تکلف تکلف مین کرنے والون کو وقت
کم ہوا کرتی تھی ایک ادھر کچھ ادھر ہوجاتے تھے دب پاکر
معاملات ایات تک آجاتے تھے ان لوگون کا قصہ عبرت
انگیز تھا اور افسوسناک تھا بلکہ ایک بہترین سبق تھا اسلئے
اوسکا تذکرہ کردیا گیا شاہ ظفر کی اولاد مین بچے میان جلد نشین

شاہ ظفر ہیں اور اسی خاندان میں میر امیر مرزا صاحب کے
نانی ظفر بھی بیاہے ہیں اس لڑکے کے والد میر فضل امام
تھے میر فضل امام کے لڑکے میر ارادت حسین تھے ایک بیٹے
نوابادہ میں ہیں جو مظہر میاں نوابادہ کے سالے ہیں
اور شاہ ولی صاحب کے خاندان میں بیاہے گئے ہیں کل
جائداد شاہ مظہر حسین کی بی بی نے اسی لڑکے کو لکھا ہے
ایک لڑکی بیار حسین صاحب کیا کے لڑکے شاہزادو میاں کے بھائی
سے بیاہی تھی ابھی تک ان سب لوگوں کے پاس جائداد
بقدر گزران اوقات ہے شاہ وزیر جان لدھیر ٹمو کر مرے شاہ
ظفر جوان مرے حاجی وحید الحق ادھیڑ مرے یہ سب واقعہ ۲۰ برس
کے اندر کا ہے اب کہانی رہ گئی - حاجی اختر حسین دوسرے
لڑکے بخاندان میر امیر مرزا صاحب ساکن بانی گلی کے یہاں
بیاہے گئے اور وہیں ہیں انہوں نے بازار میں پرچون کی
دوکان کھولا تھا پھر بند کیا اب زمینداری خاندانی کی آمدنی پر
اوسط درجہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کو پھلواری کی بڑی گدی
میں مریدی کا تعلق ہے متقیانہ زندگی ہے حج بھی کر آئے ہیں
صاحب اولاد بھی تھے اب اولاد نہیں ہے -

نمبر ۱۶ شاہ محمد اکرم صاحب ایک بوڑھے رئیس صدر سڑک پر
رہتے تھے ان کی آمدنی کافی سے زیادہ پندرہ ہزار سالانہ کی

ہوگی ان کے یہاں محلہ کے غریب امیر روز جمع ہوتے اور مہذب صحبت اون کے یہاں ہوتی تھی بڑھاپے کی زندگی بے ضرر اور الکس کے جیسے ہوا کرتی ہے ویسے ہی بلا حوصلا اونہوں نے بھی گذاری بڑھاپا خود ایسی چیز ہے کہ ہر حوصلا خود بخود پست ہوجاتا ہے قوا اندرونی و بیرونی جواب دیتے رہتے ہیں کوئی حوصلا پورا ہو ہی نہیں سکتا اپنے گزشتہ اعمالوں پر انسان خود سمجھتا ہے کوئی کوئی ولی مادرزاد ہوتا ہے ورنہ جوانی کی شان کس میں نہیں آتی اپنے اپنے موقع کے موافق آسایش و آرام کون نہیں کرلیتا جسکو جو موقع ملتا ہے اپنا ہر حوصلا پورا ہی کرتا جب بڑھاپا آتا ہے بجز خدا کے ساتھ کون دینے والا ہے انسان اپنی زندگی خدا کے حوالہ کردیتا ہے پست ہمتی کے ساتھ آخر کیا کرے خدا خدا کرنے لگتا ہے وہ بھی اگر خدا ہدایت دیتا ہے تب کرسکتا ہے بڑھاپے کی معذوریاں اور پست ہمتیاں جوانوں کے تفہیم سے باہر ہے جب وہ وقت اون پر خود آئیگا تب وہ سمجھ سکتے ہیں شاہ صاحب روزہ نماز کے پابند تھے اور امیر آدمی آرام طلب تھے اوس پر بے سن دار تھے کتب بینی اور کار زمینداری میں اپنا وقت صرف کرکے ۸۰ برس کا اندازہ ہوا ہوگا انتقال فرماگئے اب انکا مکان میدان ہوگیا اور عطر فروش کے ہاتھ بک گیا ان کے بیٹے

محمد شاہ تھے اونکے لڑکے گیا مین تھے دونون باپ بیٹے جوان
ہی مرے انکی چند شادیان ہوئین اور دین مہر ادا کیے کرتے
ان کی جائداد قلیل رہگئی دین مہر بہتر امرا کے لئے ایک
گھن ہے یا دیمک ہے اندر اندر آدمی کھوکھلا ہوجاتا ہے مگر لالچی
لوگ دین مہر کم نہین کرتے رواسم کے پابند لوگ مال کار
اور آخر نتیجہ پر توجہ نہین کرتے آخری نتیجہ جائداد کا خراب ہونا ہے
اب ان کے پوتے گیا مین زندہ ہین ان کی ایک بہن مولوی محمد سی
رضا ولد مولوی علی آعظم صاحب پھلواری سے بھی بیاہی تھین
احمد منیر میان پھلواری شاہ اکرم صاحب کے ناتی ہین مولوی
علی آعظم کے بڑے لڑکے مولوی ولی عالم تھے جو راقم کے
سوتیلے پھوپھا تھے اور ایک لڑکی بہار مین مرداد مین مولوی
افضل شیر سے بیاہی تھین جنکے لڑکے فخرو میان بارہ دری
تھے فخرو میان میر محمد شیر مرحوم کے داماد تھے صمدو میان بارہ
میان ان کے اولاد مین زندہ ہین میر محمد شیر صاحب میر محبوب شیر
راقم کے سوتیلے پھوپھا کے داماد تھے فخرو میان کی بی بی حافظ
علی شیر صاحب کی بڑی بہن کی لڑکی تھین فخرو میان کے
ساڑھو مرتضے شیر مرحوم تھے وہ میر محمد شیر کے داماد تھے مجو میان
میر مرتضے شیر کے لڑکے ہین اور بھی برادران مجو میان کے
ہین وہ سب اسی خاندان کے ہین میر افضل شیر اوسط آمدنی

کے آدمی تھے اور خوش زندگی بسر کر گئے فخرو میاں بھی آرام کی
زندگی بسر کر گئے یہ منتظم تھے دولت کو قایم رکھا اور نقد روپیہ
بھی چھوڑا میر مرتضیٰ شیر نے جائداد کو نقصان بھی کیا مگر
آرام کی زندگی گذار گئے میر افضل شیر کے پوری برادری
مرداد میں سے صدرو میاں کی شادی شاہ نظیر صاحب
انیر کے یہاں انکی بیٹی سے ہوئی اور بدرو میاں کی شادی
گیا ضلع میں ہوئی اوسی خاندان میں مولوی [illegible] صاحب برادر
مولوی عزیز وکیل مرحوم کے بھائی کی لڑکی سے ہوئی سب
لوگ خوش حالی سے گذار گئے اور جو زندہ ہیں خوش حالی
کی زندگی گذار رہے ہیں اور یہ آدمی ہیں جدا جدا کوئی کوئی
خاص عنت ہوئی ہے جو اپنے موقع پر تحریر ہیں آپکی نور
میاں کی شادی حافظ زاہد حسین صاحب کے خاندان میں ہوئی تھی نور
میاں کا ایک لڑکا ڈپٹی علی ظہیر صاحب کے داماد تھے میر افضل شیر
کے دو لڑکے اور بھی ہیں جو صاحب اولاد ہیں وہ دو آباد [illegible]
بکا میر احمد حسین صاحب کا مکان شاہ حفاظت حسین صاحب
کے مکان کے بغل میں [illegible] تھا یہ متوسط آمدنی کے آدمی
تھے اور گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے تھے انکا کتب بینی کا
شوق تھا اور اخبار بینی میں اپنا وقت صرف کرتے تھے شام
کو کوٹھے پر بیٹھتے اور محض خالص ملاقاتی دو ایک ان کے پاس

رہتے اور اخبار کی گپ ہوا کرتی اور اپنی آمدنی کے اندر اپنا گذران
انتظام کے ساتھ کرتے اور بلاخر زندگی گذار گئے انہوں نے
سرسید احمد خان کی کتابوں کو بہت دیکھا اور انکا عقیدہ باوجود شیعہ
مذہب ہونے کے نیچریت پر ہو گئے یہ کوٹ و پاجامہ ترکی ٹوپی پہنا
کرتے تھے شہر کے لوگ ان کو ڈوامی بولنے لگے بلک تو آئندہ کو
نہیں سوجھتی کسی رواسم کے خلاف اگر کوئی کام کیا بس اوپر
سیکڑوں الزام آید کرتے ہیں یہ اپنے بیٹے سجاد حسین کو انگریزی
تعلیم دینے لگے یہ بات بھی لوگوں کو ناگوار تھی اسکا الزام بھی
ان کے سر تھا موجودہ نقشہ تو ملک کے واہمہ میں بھی نہ تھا
کہ یہ تو پاجامہ اور کوٹ ہی استعمال کرتے تھے ایک زمانہ آئیگا
کہ ملک ٹوپ تک استعمال کریگی اور ساری دنیا انگریزی تعلیم پر
فخر کریگی بلکہ اس تعلیم کو ذریعہ روزی عقیدتاً مان لینگے سرسید کے
اور نیچریت کا الزام ہوا اون کے ماننے والے نیچری کہلائے
اب تو علے العموم ملحدانہ عقائد پھیلے ہوئے ہیں ساری دنیا کا
رنگ پلٹا ہوا ہے ڈاکٹر سجاد نے ڈاکٹری پڑھا اور کہیں ملازم
ہیں اور امیر علی خانصاحب مرحوم ساکن حمام کے خاندان میں بیاہے ہیں
صاحب اولاد ہیں اور کماتے کھاتے ہیں خوش زندگی گزار رہے
ہیں گورے خوبصورت آدمی ہیں اور اخلاقی حالت بہت اچھی
ہے مالی حالت بھی بری نہیں ہے۔

۱۸۔ میر واجد حسین مرحوم ایک پرانے رئیس اسی محلہ مین
تھے ان کی طرز معاشرت بالکل ہندوستانی تھی یہ بھی امامیہ
مذہب کے آدمی تھے اور کثیر الاولاد تھے ان کے ایک لڑکے کا
نام وزیر نواب تھا بڑے خوبصورت ہنس مکھ نوجوان تھے
نوجوان مرے صاحب اولاد تھے زیادہ مفصل حال نہین یاد ہے
ایک بھائی نظیر نواب تھے رسٹرامین رنرل رجسٹرار تھے یہ بیحد
حسین تھے اور بڑے خوش مزاج نوجوان تھے نوجوان ہی مرے
ایک لڑکے نصیر نواب ہین ہنوز زندہ تھے ایک لڑکے اور تھے
نام یاد نہین ہے ان کا مکان اب تک قائم ہے جس مین
امیر نواب صاحب مقیم ہین اور خرید لیا ہے بہت کافی جائداد
تھی بڑی خوش زندگی گذار گئے تعسیم ترکہ نے جائداد کو ٹکرہ
ٹکرہ کر کے غائب کر دیا اب اس خاندان کا کوئی آدمی ان کے
نام مین میر صاحب کا جانشین نہوا نہ ویسی زندگی گزار کر گئے
ہر شخص کی تقدیر جداگانہ ہے باپ کسی کی تقدیر کو درست
نہین کر سکتا جائداد تو چھوڑی اولاد بھی چھوڑا اگر خدای حکیم
ہے سب لاچار تھے ویسا کوئی نہو سکا نہ ان لوگون کے
حیات نے وفا کیا اس خاندان کے لوگ اکثر نوجوان ہی
مرے ان لوگون کی جوانی کا افسوس ہنوز راقم کے دل مین
ہے اس خاندان سے راقم سے بہت ربط تھا علی الخصوص

نظیر نواب مرحوم کے ہر اسم تادم مرگ یاد رہین گے یہ سارا خاندان اخلاق وتہذیب کا پوتلا تھا -

نمبر ۱۹ کوڑی میان کا مکان ہادی میان کے بغل مین ہنوز موجود ہے یہ کوٹھیا علاقہ مظفرپور کے موضع کچھو کے رہنے والے تھے دایماً یہ شہر مین رہا کرتے تھے راقم کو ان کی وضع اور صورت یاد نہین ہے حافظ محمد حسن وحافظ احمد حسین دو لڑکے تھے یہ دونون بھائی مذاق کے پوتلے تھے اور اب تک وہی چال ہے گاہ گاہ اب بھی شہر مین آجاتے ہین اب وطن مین رہتے ہین یہ دونون ساٹھ کے اندر کا سن کم وبیش کر کے رکھتے ہین حافظ محمد حسن حافظ احمد حسن سے بڑے ہین حافظ محمد حسن کی اولاد کوربتیا مین موجود ہے ان کی لڑکی مولوی مظہر عالم ولد مولوی اسحاق مرحوم سب جسٹرار بتیا سے بیاہی ہے وہ بھی صاحب اولاد ہین حافظ احمد حسن کی شادی پوجہا موضع کے قریب جو راقم کا ہے کسی بستی مین ہوئی ہے یہ بھی صاحب اولاد ہین چونکہ یہ لوگ شہر سے دور ہو گئے زیادہ حالات سے راقم کو واقفیت نہ ہوسکی الغرض ان کے پاس جائداد بقدر گزران موجود ہے خوش حالی سے دونون بھائی گزران کر رہے ہین مگر طبیعت ہنوز اوسی انداز کی ہے پرانے مزاج کے آدمی ہین وضعداری کا خیال ہے اس شہر مین جب آتے ہین تو پرانے ملاقاتیون کو تلاش کر کے ملتے جلتے ہین اب اس مکان مین علی حیدر میان رہتے ہین پہلے شاہ وزیر جان مرحوم

مذکورالصدر رہتے تھے اب یہ مکان ان لوگوں کی ملک نہیں
ہے فروخت کر دیا ہی مورث کا جو خیال خام اپنے ذہن میں
رہتا ہے وہ زیادہ تر غلط ثابت ہوتا ہے اولاد رہتے ہوئے
جائداد منتقل ہو جاتی ہے واقعات برابر بدلتے رہتے ہیں
وارثان اپنی سہولت پر توجہ کرتے ہوئے انتظام مورث کو
ضرور ردوبدل کرتے ہیں اور انقلاب خیالات و انتظامات
کا ہونا دنیا کا ہوا ہے اور لازمی ہے۔

نمبر۲۰ میر فرحت حسین کا مکان دھولیوڑہ کے قریب
لال اِملی میں ہنوز موجود ہے یہ متمول خاندان تھا اور ہنوز
جائداد بھی موجود ہے انکا امام باڑہ مشہور ہے انکے یہاں کی
مجلس اعزا بھی اب تک مشہور ہے امام باڑہ اور مکان بھی
اچھا ہے اپنی زندگی یہ اچھی گذار گئے ان کے بیٹے ہنوز انکے
جانشین زندہ ہیں انکا نام میر عنایت حسین ہی یہ بااخلاق
آدمی ہیں اور شاعری اچھی کرتے ہیں یہ بزرگوار پرانے مشق
کے آدمی ہیں کلام ان کا مزیدار ہی بہت ملنسار اور منکسر
آدمی ہیں یہ صاحب اولاد بھی ہیں یہ خاندان اب تک
خوش حالی سے چل رہا ہے۔

نمبر۲۱ گنگا بابو کے بیٹے ان لوگوں کا تفصیل وار
حال نہیں معلوم ہی مگر یہ لوگ تاجر ہیں ایک دولتمند خاندان

تھا اور ہنوز ہے مگر وہ بابت جو راقم نے دیکھا ہے اب نہیں ہے
اس خاندان میں لوگ ابھی زندہ ہیں پرانے لوگ سب مر گئے
چند نوجوان لوگ ہیں ان کے دو مکان ہیں تنگ ابیر دلوہا
زیادہ تھا ان کے مکان کے بغل میں ایک سنگت بھی ہے جہاں
کوئی مہنت اب تک رہا کرتے ہیں اوس زمانے میں جن کا
میں حال لکھتا ہوں مہنت کی برابر تبدیلیاں ہو چکی ہیں
ردوبدل بہت ہوتا گیا یہ سنگھت برائے ایسری پرشاد کے
مکان کے بغل میں ہے اون سے سنگھت والوں سے مقدمہ
بازیاں ہوا کی ہیں یہ آباد سنگھت ہے و اب تک آباد ہے
اب کون مہنت ہے راقم کو تحقیق نہو سکی اس محلہ کو کالی استھان
بولتے ہیں کالی کا ایک مندر بھی بن گیا ہے جو قدیم نہیں ہے
اس ٹیکری پر کے نوجوان خوبصورت لوگ رہا کرتے تھے وہ
نوجوانان اکثر ختم ہو گئے اون لوگوں کی اولاد سے اس
خاندان کا بچہ بچہ گورہ خوش نقشہ اور خوبصورت تھا یہ
نعمت خدا ہے جو اس خاندان میں تھی اور اب تک ہے
اوس وقت کے لوگ بڑے منکسر ملنسار تھے اب کے لوگ
ایسے نہیں ہیں

۲۳ ممتاز نواب عزت رضا حسین یہ لڑکے
خاندان میر علی میر سنگی جان صاحب میں سے تھے

گھر کے متمول آدمی تھے شیعہ مذہب تھے اللہ سے امیری میں
ان کے پاس گاڑی گھوڑا مصاحبین تھے بڑے آسایش
اور فضول خرچی کی زندگی گذارنے لگے پڑھے لکھے آدمی
تھے تھوڑی انگریزی بھی جانتے تھے شادی بیاہ بھی ہوا
ایک اوسط درجہ کی آمدنی تھی اگر ہوش کر کے چلتے تو کئی پشت
ان کے متعلقین آرام کی زندگی بسر کر سکتے تھے مگر انہوں نے
آیندہ زندگی کا خیال نہ کیا اور صحبت یاران میں یہ مخدرات
کے عادی ہو گئے رفتہ رفتہ جائداد غائب ہو گئی اور ان کو
سخت تکلیف اوٹھانی پڑی بدقت ڈاک میں کی نوکری
کر لیا وہ بھی انجام نہ کر سکے ڈسمس ہوئے پھر راقم کے یہاں دس
روپیہ ماہوار پر ملازم ہے وہ بھی ڈیوٹی ادا نہ ہو سکی اپنی
عادات مخدرات کی وجہ سے انجام نہ کر سکے معذوراً راقم کو
جدا کرنا پڑا اور آخر عمر ان کی بہت ہی تکلیف سے گذرتی
اقربا کی امداد سے گذران کرتا ہوا اور ادھیڑ ہو کر انتقال کیا
ان کے متعلقین ہنوز زندہ ہیں اور تکلیف میں ہیں۔
ان کی بہن بیگم صاحبہ کا دماغ خراب ہو گیا وہ شریف بدر آپ
نے مستر سخت مفلوک الحالت میں ہنوز زندہ ہیں۔ اس
خاندان کے دونوں بھائی بہنوں پر نامناسب واقعے گذرے
حالانکہ دونوں اچھے خاندان کے ہیں اور نواب خان بہادر کے رشتہ دار ہیں

گردش تقدیر سے مجبور ہیں مخدرات کی عادت انسان کو بالکل بیکار کر دیتی ہے آدمی کسی مصرف کا نہیں رہتا بجز گپ اور سونے کے اور الکس پیدا ہونے کے کوئی چوتھا کام نہیں کر سکتا ابتدائی حالت تو انسان کی لذات شہوانی کے لالچ میں اپنے کو پابند مخدرات کرا دیتی ہے آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی لذت کی حس بھی باقی نہیں رہتی اور صحت ہی خراب ہو جاتی ہے پہلا اثر صورت انسانی پر آتا ہے حسین آدمی سوکھ کر بدصورت ہو جاتا ہے پھر الکس کے وجہ کر طبیعت میں گندگی پیدا ہو جاتی ہے پھر یکدم جاتی رہتی ہے بجز نیند کے کوئی دوسری لذت بھا نہیں سکتی اور صحت تو ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ آدمی کسی کام کا نہیں رہتا عادات ایسے مجبور کر دیتے ہیں کہ اپنے مصرف کا خود نہیں رہتا منشیات کو آدمی روک سکتا ہے مخدرات سے توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے یہ وہ چیز ہے کہ اسے کوئی چھوڑنا بھی چاہے تو چھوڑ نہیں سکتا یہ عادت جان کے ساتھ جاتی ہے یہ خدائی قہر ہے جس انسان کو بیکار کر دینا چاہتا ہے اوسکو مخدرات کا عادی بنا دیتا ہے زندگی کو خراب کرنا ہو تو مخدرات کا عادی ہو جانا بہترین نسخہ ہے صرف کسی مخدر چیز کا عادی ہونا ضرور نہیں اوڑھا تلے ہے مخدرات کے لئے بہتری چیز کی حاجت اور اور غیر ضروری بھی لازمی ہو جاتی ہے میٹھا غذائے مرغن بالائی

حقہ وغیرہ ضروریات کے اندر داخل ہوجاتے ہین چھپا
نہین ہوسکے یہ چیز غریب کے لئے بہت ہی مضر ہے امراچھی برباد
ہوجاتے ہین اس سے بڑھکر کوئی دوسری عادت مخرب
اخلاق نہین ہے انسان کو بیکار اور بے اعتبار بنانے والی
اس سے بدتر کوئی دوسری عادت نہین ہے ہر بری عادتوں
سے انسان جدا ہوسکتا ہے مگر افیون کا کوئی جزو انسان سے
چھوٹ نہین سکتا منشیات سے مخدرات بدترین چیز ہے۔
۲۳ محمد عظیم لکھنو علاقہ تھانہ مسوڑھی کے رہنے والا
ہین او منشی عبدالکریم کے بیٹے ہین ان کی حقیقی بہن سے میر
احسن التوحید کی شادی ہوئی تھی میر احسن التوحید رسائین
کے رہنے والے ہین یہ راقم کے حقیقی سالے ہین محمد عظیم کی
شادی حاجی گنج مین اچھے متمول خاندان مین ہوئی تھی
جب اونکی بی بی کا انتقال ہوگیا اون کے بیٹے محمد حلیم
نابالغ تھے عظیم اپنی ساس کے منتظم رہے اور خوش زندگی
بسر کرنے لگے انتظام سے چلتے رہے آرام کرتے رہے جب
لڑکے بالغ ہوئے مالک ہوئے باپ سے انتظام لے لیا اور نانی
اس لڑکے کو بہت مانتی رہی پھر تو گاڑی گھوڑا لیکر چاکر
فٹ فاٹ کی زندگی گذرنے لگی مصاحبین اور نکمے یار آن
طریقت حسب دستور شہر ساتھ ملے تین برس تک اسی ٹھاٹھ

سے گزران ہوا آمدنی بہت وافر نہ تھی تین ہی برس کے اخراجات کو
کافی نہوئی ثم گھوڑا راقم نے خرید ا رفتہ رفتہ مکان وغیرہ
سب بک گیا اور اب میدان ہے ان لوگون کو شہر چھوڑنا
ہوا منشی عبد الکریم لکھنو زدرث کا انتقال ہوا وہ گھرست آدمی
تھے تھوڑی سی جائداد اور کاشت سے وہین جا کر دیہاتی زندگی
بسر کرنا پڑی وہ لوگ اب لکھنو مین تھے میر احسن التوحید کے
بی بی کی زندگی تک راقم کی آمد رفت رہی اونکی بی بی کے انتقال
کے بعد سے راقم کو پھر خبر نہ رہی یہ لوگ کہان ہین کس عالم
مین ہین آدمی جب اپنی حیثیت سے بڑھکر کوئی کام کریگا آخر مین
تکلیف اوٹھانا ہوگا ۔

۲۴ حاجی عابد حسین یہ دیہات کے رہنے والے
گھرست آدمی تھے گو راہ بر ایک متمول عورت بی بی کا جو کے
مختار عام تھے وہ زوجہ شیخ امداد علی مرحوم کا مکان تھا ۔
ابو سعید خان خان بہادر کی خوشدامن تھین اور مسماۃ بی بی
فصیحن کے مان تھین اون کے یہان یہ کارپرداز ہوئے پھر حج
کو ساتھ گئے بوڑھے آدمی وضع پرانی نماز روزہ کے پابند تھے
زمینداری مین ہوشیار انہون نے بہت اچھی کارپردازی
کی ایک دربار قایم تھا لوگون سے کم ملتے اپنے کامون مین
مشغول رہتے آمدنی ان کے ہاتھ مین بہت وافر تھی بہت

ہی آرام کی زندگی گذار گئے یہ بے ضرر آدمی تھے اور منکسر مزاج
آدمی تھے جوڑی فٹن سب ان کے سواری مین رہی اور گورارہ
محلہ مین رہا کرتے تھے - ۳۰ برس ہوا ہوگا کہ انکا انتقال ہوا چند
روز انکی مالکہ زندہ رہین وہ بھی مر گئین اونکا متروکہ مسماۃ بی بی
نصیحن زوجہ ابو سعید خان مرحوم کو ملا یعنی وارثون کو ملا اب
گورارہ کا مکان پژمردہ اور ویران حال مین ہے ورثا مین مگر یہ گھر
برباد ہو گیا مورثون کو کیا فائدہ وارثون سے ملتا ہے جو دوسرون
کے لئے وہ اپنے منہ نیا گھر کے بکھیڑون کو نیا کرتے ہین اور نتیجہ
یہ ہوا کہ تلملتے کہ نام و نشان تک بے نشان ہو جاتا ہے خدا ہی
کا نام رہتا ہے اور رہے گا اپنی زندگی انسان کو چین سے گذار
لینا ہی اچھا ہے اور پس ماندہ حق ہمارا جانکر چھوڑنا [illegible]
ہے پھر امید بقا کے نام و نشان تو بالکل غلط فہمی ہی ہے بیس
پچاس سو برس بعد دنیا مین تبدیلی نہ ہوتی ہے اور بے نشان
ہوتا اور تبدیل ہیت ہوتا رہتی ہے تحریر زبان و تواریخون
سے البتہ کچھ پتہ چل جاتا ہے ورنہ انسان کا نام و نشان کا نام
رہتا ہے اور رہے گا اور اس کی یادگار تو خدا کے زمی ہے اور
رہیلی خود وارثان پشت ورثات کا نام و نشان نہین جان سکتے
دوتین پشت کی خبر مشکل جانتے ہین کاغذات جائداد سے پتہ
چلتا ہے کہ فلان ورث کی جائداد حقی الرایہ منتقل ہوئی

تو اوس خاندان سے ہر طرح کی بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے اپنے گھر کی
قصہ کوئی نہیں بتا سکتا اور مورثان ماسبق کا حال نہیں کہہ
سکتے ان واقعات پر توجہ کرنے سے جی چھوٹ جاتا ہے اور
ہر چیز بے ثبات معلوم ہوتی ہے پھر تو کوئی یادگار کی چیز بنانے
کو جی نہیں چاہتا ہان قومی خدمت اور خدائی خدمت گذاریان
یادر ہنے کے لایق ضرور ہین جو مدتون ثواب جاریہ ملتا ہے
اور قوم یاد بھی کرتی ہے ورثا سے زیادہ قومی ورثا یادکر نیوالے
موجود ہو جاتے ہین مگر دولتمندون کی توجہ خود غرضیون کے
طرف رہتی ہے اسلئے اونہین گمنامی نصیب ہوتی ہے انکی
مالکہ نے ایک مسجد اور مقبرہ کرتھا مین قایم کیا ہے جہان کچھ
جائداد بھی وقف ہے اور مدرسہ بھی ہے وہ ہنوز قایم ہے مکان
کھد گیا وہ رہگیا ہے اس مین یادگارین رہتی ہین جسکا تعلق
بندگان خدا اور خدا سے رہتا ہے اور جو ورثا کے لئے چھوڑا
جاتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے۔

۲۵ میر ابو محمد صاحب منشی امیر علی صاحب

ایک دولتمند رئیس ضلع گیا کے لڑکے تھے پٹنہ مین انکی شادی ہوئی
قلعہ میر تھے ان لوگون کا اصل مکان موضع کرہ مین تھا منشی
امیر علی نام اور آدمی گذرے راقم نے اون کو نہین دیکھا
وہ اس شہر مین آتے تھے بڑا رعب داب تھا میر ابو محمد

محلہ قلعہ پر رہتے تھے قلعہ پر ایک معقول بنگلہ تھا نفیس باغ سجا
ہوا تھا مکان بھی سجا ہوا تھا ہندوستانی اور انگریزی فرنش
کی کل چیزیں تھیں دولت کافی تھی تیس چالیس ہزار کی
تحصیل تھی نوکر چاکر گاڑی گھوڑے سب تھے بڑی ٹھاٹھ کی
زندگی اور بہت خوش زندگی بسر کر گئے ان کی شادی
میر حامد حسین لودیکٹرہ کے بہن سے ہوئی تھی انکے بیٹے
محمد قاسم تھے وہ بھی باپ ہی کے مزاج کے آدمی تھے زندگی
زندگی بسر کر گئے مگر بہت معقول منکسر مزاج ملنسار نوجوان
تھے ان کو جوانی میں چیچک نکل آئی تھی اور بہت بڑی
چیچک تھی جان بچنا محال تھا زندگی تو بچی مگر چہرہ پر بہت
داغ رہ گیا یہ بڑے خوش لباس تھے اور بڑے شوقین تھے
اور جامع زیب آدمی تھے نوابی ٹھاٹھ سے رہے اور لودیکٹرہ
میں زیادہ تر رہے اور حامد ہی میاں کے مکان میں بہت
رہے ان کے انتقال کے بعد سے میر ابو محمد صاحب کی روش زندگی
بدلی پہلے وہ بہت ہی متقی پرہیزگار تھے اور پھلواری کی بڑی
گدی کے مرید تھے ان کو بیعت جناب حضرت شاہ علی
حبیب صاحب قدس سرہ سے تھی بعد مرنے لڑکے کے انہوں نے
غم غلط کرنے کے خیال سے اپنی عمر گانے بجانے میں صرف
کیا اور پھر بھی نماز روزہ کے پابند تھے ستار نگی تو ایسی بجاتے

لگے کہ یہان کے ڈھاری کان پر ہاتھ رکھتے تھے گانے والی طوائفین بھی جی ل بہلانے کو ملازم رہین اُنہون نے بی شرفو سے عقد کرلیا تھا بی شرفو نے جیا وبی لالن کی بہن تھین بی شرفو سے ان کی دل لستگی ہو گئی تھی اون کے انتقال کے بعد ان کو اور صدمہ ہوا اون کا مزار بکی درگاہ جھٹلی کے احاطہ کے باہر بنا اور وہین پر ایک مکان پختہ بنوایا اور مدتون وہین رہے اور آتے جاتے رہے لوگون کو مدتون اوس مکان مین آرام ہوا کیا اب وہ مکان لاوارث ہوگیا اور خراب خستہ ہوگیا اوس کے بعد سے شہزادی کو جو سوین والی شہزادی کہلاتی تھین اور تاج خان گوئے کے شاگرد تھین اور بہترین گانا گاتی تھیں ملازم رکھا اور خود سارنگی بجاتے اور گانے کا لطف اوٹھاتے رہے عبادت کے وقت عبادت کرتے رہے بی جیا نواب امیر علی کے عقد مین آگئیں اور بی لالن نواب سید امیر حسن خان پرنسیڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ کے عقد مین در آئین تینون بہنون مین بڑی محبت تھی ایک کے عقد کے بعد سب نے عقد کرلیا جیا بی کا مزار بھی بہن کے قریب ہے قلعہ پیانون مین جلسہ جھولا ہوا کرتا تھا شہر کے گوئیے اور رنڈیان اور موسیقی دان جمع ہوتے تھا نابینا اور جیا حقہ اور کل خاطر داشت اُن کے ذمہ رہا کرتی گویا ایک بھاری

تقریب کا سامان ہوتا تھا دریا کا کنارہ اوسپر سے سجاوٹ اور شہر
بھر کی صورت دار مرد و عورت کا مجمع گویا حسینان جہان کا سما
اور نمایش بھی جھولون پر متفرق جگہ پر گانا ہو رہا ہے لوگ آزادی
سے لطف زندگی اوٹھاتے ہین پھر جلسہ عام تھا ہر غریب امیر
بے تکلف ایک حیثیت سے ایک کے شریک ہوتا اور تماشے دیکھتا اور امرا
خودداری کی داشت ریاست رکھتے ہوئے اخلاق برتا کرتے تھے
یہ یادگار ان کے دم کے ساتھ گئی پھر وہ باتین اس شہر مین میسر
نہ ہو سکین بعد ان کے لوگون نے اسکی نقل چند لیسے ٹیلر صاحب کے
باغ مین لوہانی پور کے بنگلے مین جناب نواب ولایت علی خان صاحب
بہادر سی ایس آئی کا تھا جو ہنوز اوسی خاندان مین ہے نواب حجن صاحب
اب اوسکے قابض ہین اوسی مین دو تین برس ہوا مگر قایم نہ رہ سکا
دو تین برس اس قسم کا جلسہ نند باغ مین راے بجی کشن بہادر کے
بھی از صرف راے رادھا کشن بہادر ہوا مگر عام نہو سکا اسلیے
وہ عام لطف نہو سکا اسمین مخصوص معززین بلائے جاتے اور
وہ ترکیب رہی گویا خاص دعوت ہوا کی یہ جلسہ پیارے سکار صاحب
بھی اس شہر مین اپنے وقت کے واجد علی شاہ تھے اور بے تعصب
حالانکہ مذہب کے بہت پابند تھے پوجا پاٹ اپنے وقت پر خوب
کرتے تھے ان کے دربار سے مسلمانون کو بہت فیض ہوا کیا امیر
غریب احباب و فقرا سب فیضیاب ہوتے رہے اندازی ۲۸ برس

ہوا ہوگا میر ابو محمد صاحب نے قضا کیا ان کی جائداد بھائیوں پر
تقسیم ہوئی ان کی بی بی نے اپنی جائداد مولوی حامد حسین صاحب
اپنے بھائی کو لکھدیا میر ابو محمد صاحب کی لڑکی مسٹر نور الہدیٰ صاحب
جج سے بیاہی تھیں شادی کے چند ہی روز بعد مسٹر نور الہدیٰ
صاحب ولایت چلے گئے عقب میں ان کی بی بی نے قضا کیا
مسٹر مذکور ملازمت میں رہے اور پھر شادی نہ کی میر ابو محمد صاحب
اور ابو سعید خان بہادر سے ملازموں نے فقط اس بات کے
لئے کہ ٹیلیگراف ایک کا دوسرے نے کھولدیا تھا اسقدر مقدمہ بازی کیں
دونوں طرف سے قریب لاکھ لاکھ روپے کے صرف ہوئے آخر کار
تصفیہ ہوا بہتیرے لوگ اس مقدمے میں بن گئے ملازموں کے
بہکانے کے بدولت کتنے رئیس برباد ہوگئے مقدمہ بازی
سے بدتر برباد کن کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے جب مقدمہ چھڑ
جاتا ہے فریقین کا نفس موٹا ہوجاتا ہے نفع و نقصان کیطرف
پھر توجہ نہیں رہتی فقط مونچھ کی لڑائی رہتی ہے۔

۲۶ خان بہادر میر ابو سعید مرحوم منشی امیر علی خان کڑہ
کے دوسرے بیٹے تھے یہ قلعہ پر رہا کرتے تھے آنکی آمدنی وافر تھی
اور سسرال انکا شیخ امداد علی مرحوم کے یہاں تھا جنکا مکان
لودیکٹرہ میں راقم کے مکان کے بغل میں ہے شیخ امداد علی کے
اہلیہ بی بی کا جو صاحبہ تھیں جنکا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے وہ چھوٹی

دمری کے رہنے والی تھیں شیخ امداد علی سے خاندان شیخ احمد اللہ
و شیخ برکت اللہ سے قرابت قریبہ تھی دکا جو بی بی بڑی شیخاین
کر کے مشہور تھیں شیخ امداد علی کی محل ثانیہ چھوٹی شیخاین تھیں
جنکی اولاد میں خاندان میر یوسف حسین و میر کفایت حسین
لودمکیڑہ باقی تھے اس خاندان کے لوگ ہنوز زندہ ہیں اور
شیخ برکت اللہ کی محل ثانیہ کی اولاد میں منشی محمد امیر مرحوم
و تایمہ میاں و منشی حسن رضا سررشتہ دار تھے میر ابو سعید
خان بہادر کی بی بی مسماۃ فصیحن تھیں جنکے لڑکے چھیدی
میاں ہنوز زندہ اور جانشین ہیں میر ابو سعید کے لڑکے
عمر میاں تھے جنکی شادی میر الفت حسین دانا پوری کے
لڑکی سے ہوئی اور عزیز الحسن اور انیس الحسن میر الفت حسین کے
بیٹے ہیں میر الفت حسین کمتو لیا کے رہنے والے تھے یہ میر الطاف حسین کے
لڑکے تھے اور شاہ وجیہ الحق صاحب کے بہن سے بیاہے تھے شاہ وجیہ الحق صاحب
کے لڑکے نہیں میاں وفصیح میاں ساکنان نگرنہسہ ہیں شاہ وجیہ الحق صاحب
منشی امانت علی صاحب کے لڑکے تھے اور مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے
نانی ہیں مولانا نصیر الحق راقم کے نانا مولانا امیر الحق صاحب قدس سرہ کے
بھائی اور پیر تھے منگل تالاب کی گدی نشین تھے سب کا حال جدا جدا
اپنے اپنے موقع پر ملے گا میر ابو سعید کی زندگی بہت عیش سے گذری بہت
آرام کیا بڑی عزت حاصل کیا پہلے خان بہادر اس شہر میں یہی ہوئے تھے

بڑا نام ہوا شہر مین بڑا رعب داب رہا یہ مذہبی آدمی تھے اور عوام وخواص مین بہت ممدوح تھے اور بڑے داشت کے آدمی گذرے قلعہ پر انجمنین قایم تھین مشاعرے ہوتے رہے انجمنین ہوا کین ہر جلسہ مین راقم کے ماموں صاحب مولانا رشید الحق صاحب صدر انجمن ہوا کرتے تھے میر صاحب کو ہر قسم کا شوق تھا تلنگی کے جلسے لودیکٹرہ والے مکان مین چھت پر ہوا کرتا تھا ایک گروہ روسا کی راقم کے چھت پر رہتی دوسری اونکے سسرالی چھت پر رہتی ان لوگون کے وقت کی صحبت قابل دید تھی ان کے لڑکے عمر میان کے ختنہ کی تقریب اس شہر مین لاجواب ہوی تیرہ روز طعام داری ایسی ہوئی کہ پھر کوئی طعام داری اس شہر مین ویسی نہ ہوئی کوئی حصہ دس روپیہ لاگت سے کم کا نہ تھا اور گھر گھر اپنی برادری اور احباب مین تقسیم کرایا محفل لاجواب کی دور دور سے طایفے آئے گوکہی بائی اور اوس وقت کے بڑے بڑے نامی بھانڈ اور گوئے آئے وہ مجمع قابل دید تھا ان کے ایک داماد عبدالوہاب مرحوم تھے جنکے بیٹے نواب مرحوم تھے جو شاہ منعم کے خاندان مین لودیکٹرہ مین بیاہے تھے۔ ایک داماد شیخ فضل الرحمٰن ولد شیخ کوان عرف شیخ مختار حسین تھے فضلو میاں کی بہن حافظ فضل حق آزاد ساکن شاہ ہو یگھہ سے بیاہی گئیں ایک داماد خان بہادر قاضی فرزند احمد گیا تھے جنکی اولاد تھی ایک داماد سید محمد رشید

صاحب ولد مولوی فتح حمید الحق صاحب ہین مولوی محمود الحق پھلواری انکے
پوتے اور عمر میان ولد میر ابو سعید خان بہادر کے داماد ہین میر ابو سعید
خان کے ایک بہنوئی میر یعقوب حسن تھے اون کے لڑکے محمد رشید تھے
جو خان بہادر کے داماد بھی تھے اور بھانجے بھی تھے اونکی اولاد
زندہ ہے اسی خاندان مین مولانا سلیمان پھلواری کے بڑے
لڑکے مولوی حسن مرحوم بیاہے تھے جنکی اولاد زندہ ہے ایک بہن
خان بہادر کی قاضی سید رضا حسین خان بہادر راقم کے
پھوپھا کے بھائی سید کاظم حسین منصف سے موضع سائین مین
بیاہی تھین جولا ولد مرین خان بہادر کی دوسری محل سے چند
اولادین تھین ایک لڑکا نہایت ہونہار ابو الفضل غالباً نام
تھا جوان ہی قضا کیا جو کنوارے تھے ایک داماد خان بہادر کے
خان بہادر سید ظفیر الحسن انبیر ولد مولوی نور صاحب ہین جو صاحب اولاد
ہین دوسرے مرزا سعید مرحوم گیا تھے ایک داماد مرزا امیر تھے
یہ مرزا سعید کے بھائی تھے مرزا امیر کے داماد حکیم شفیع تھے
اونکے داماد مولوی حمید ولد مولوی رشید صاحب نیوڑہ ہین جو
ڈھاکہ لائین مین ریلویکے افسر اعلےٰ ہین مرزا سعید کی روش
زندگی رندانہ تھی مگر اسقدر دوست پرست اور سخی اور دل
کے عمدہ آدمی تھے جسکا بیان مشکل ہے ان کو گانے بجانے
کا شوق بیحد تھا اور کھانے کھلانے کا بہت شوق تھا

توجوان ہی قضا کر گئے مرزا امیر بھی اسی وضع کی زندگی گذار
گئے اور جوان ہی مرے حکیم شفیع کا مطب بھولور گنج میں تھا
نہایت معقول اور دوست پرست پرمذاق آدمی تھے اور
جوان ہی مر گئے یہ سب لوگ قلعہ والی کوٹھی میں بہت آرام
کی زندگی بسر کر گئے یہ سب دولت منشی امیر علی مرحوم کرتہ کی تھی
رفتہ رفتہ کل جائداد نکل گئی اور قلعہ کا مکان ورثا کو ترکہ میں
ملا اور ہندو بابو مارواڑی کے بھائی رائے صاحب جیلان کے
ہاتھ بکا اب اون کے قبضہ میں ہے انہوں نے لاکھوں
روپئے لگا کر اس مکان کو از سر نو مرمت کیا اب قابل دید جگہ
ہے اور بہت آباد ہے رائے صاحب گورکھ رائے کے بیٹے ہیں
اور مارواڑیوں میں سب سے زیادہ متمول و رناموہوئے ان کو
گورنمنٹ کے اکثر ڈیپارٹمنٹ ٹھیکہ میں دیئے اور حکاموں سے بہت
ربط ہے گورنمنٹ چھاپہ خانہ سے ان کو تعلق ہے ڈائری فارم
بھی پہلے ان کا تھا اور موٹر کا کارخانہ بھی تھا راقم کے ساتھ
چند برس اعزازی مجسٹریٹ بھی جھاؤ گنج میں رہے تھے اب انکی
صحت خراب ہوگئی اور گاڑی سے گر کر معذور ہو گئے ہیں
مارواڑیوں میں سب سے بہتر ہیں اور آرام کی زندگی یہ گذارتے
ہیں پہلے تو مسلمان دوست بھی تھے مگر جب سے ننکو پریشن ہوا
ان کو قومی خیال بھی ہو گیا اور پولٹیکس کے فدائی بنے پہلے

ان کی زندگی تاجرانہ خیالات کی تھی اور اب مدبرانہ خیالات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔

میر ابوسعید خان کے وقت میں اول اول دفعہ شہر میں ۸ محرم کو علم گروہ شیخان کا اوٹھا اور درمیان شیعہ وسنی کے سخت تکرار اور عداوت پیدا ہو گئی او سوقت خان بہادر سنی گروہ کے مددگار ہو گئے اور ابتدائی اختلافات درمیان دونوں گروہ کے اوسوقت سے چلا جو رفتہ رفتہ موجودہ حد تک آ گیا اب دونوں گروہ اندرونی بالکل الگ ہے اور ربط میں فرق آ گیا پٹنہ کی ساری جماعت غربا و امرا سنیون کی ایک طرف ہو گئی وہ وقت منگل صاحب کلکٹر کا تھا جنہوں نے منگل تالاب کھدوایا تھا بہت مشکل سے ان گروہوں میں تصفیہ ہوا رفتہ رفتہ مزاحمت کیونکہ تعداد علم کی ہر سال بڑھتی گئی اسکے پہلے علم کا سلسلہ نہ تھا نفاق اور اختلاف کا نتیجہ ہے کہ بڑی گروہوں میں کمزوریاں محسوس ہوئیں جسکی اب اصلاح مشکل ہے۔ ان کے ایک بھائی میر ابو صالح خان بہادر گیا تھے جنکے لوگ موجود ہیں گیا کے حالات میں پورا حال ہوگا میر ابوسعید کے انتقال کو ۲۵ برس گذرا ہے۔

۲۷ میر محو صاحب کا مکان دھولپورہ میں تھا یہ لوگ خان بہادر میر علی محمد شاد میں سے ہیں انکی قرابتداریاں

سینون مین بھی تھی میر محمد حسین دو نڈی بازار سے بھی تونگولہ والے
خاندان سے بھی تھی انکی آمدنی اوسط تھی بہت پرسلیقہ آدمی
تھے تھوڑی سی آمدنی پر دو لڑکون کی تعلیم و تربیت بھی کی
خوش لباس تھے خوش غذا تھے اور گاڑی گھوڑا بھی رکھے
ہوئے تھے پچاس سے کے سن مین اندازاً چند برسین گذرین قضا کیا
دونون لڑکے کہین سرکاری ملازم ہین دونون لڑکے معقول
مزاج ہین اور بزرگون کے ساتھ بڑی تہذیب سے پیش آتے ہین
آیندہ کا حال زیادہ نہین معلوم ہوا۔

۴۸۔ مولوی علی احمد یہ کرائے پر سرائے کے رہنے والے
تھے حاجی گنج مین برابر رہے اور ان کے بھائی اصغر حسین تھے
وہ کرائے پر سرائے مین رہتے تھے میر علی احمد کے لڑکے محمد ہاشم
کبڑو کہلاتے تھے محمد ہاشم پہلے تندرست تھے آخر مین بیمار ہو کر
کبڑے ہو گئے تھے محمد ہاشم کی بہن مسٹر سلیمان والد مولوی یحییٰ
وکیل سے بیاہی تھین جنکے لڑکے ڈاکٹر غلام امام ہین اور سید
نجم الحسن پیسر اکبر راقم وہ مسٹر سلیمان کے بہنوئی ہین ہاشم میان
کی بہن صفی پور مین میر بضاعت حسین سے بیاہی تھین جنکے
لڑکے میر فدا حسین مرحوم اور ڈاکٹر وارث حسین ہین میر فدا حسین
مولوی تمنا صاحب کے سوتیلی بہن سے بیاہے تھے۔ اور ڈاکٹر
وارث حسین مولوی نور الہدیٰ صاحب جج کی بھانجی سے

گیا ہے میں میر علی احمد تسبا ادھیڑ عمر کر مرے اور محمد ہاشم کو اور
انکی والدہ کو صفی پور مین گینڈے نے کاٹ لیا تھا چند برس
گذرا ہے کہ دونوں نے قضا کیا میر اصغر حسین کی اولاد
زندہ ہے جو کرائے پر سرائے مین ہے اپنے موقع پر تذکرہ کیا جائیگا
شیخ میان کرائے پر سرائے اسی خاندان کے ہیں۔

۲۹ پیکو صاحب یہ ایک رنگریز بہت بوڑھے
تھے قلعہ پہلے ان ہی کا تھا اور یہ بڑے متمول آدمی تھے راقم نے
ان کے عروج کا زمانہ نہیں دیکھا بلکہ سخت افلاس و مصیبت کا
زمانہ دیکھا یہ بھی گھاٹ مین مختصر سے کرایہ کے مکان مین
رہتے تھے اور مقدمات لڑا کرتے تھے مگر کوئی فائدہ انکو
مقدمات سے نہ ملا جب مقدر بگڑتا ہے پھر کوئی تدبیر کارگر
نہیں ہوتی اور تدبیر بھی جواب دیدیتی ہے جو تدبیر کیجاتی ہے
مخالف پڑتی ہے اس غریب نے کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا مگر گئی
دولت کا واپس آنا دشوار ہے جب وقت نکل جاتا ہے
پھر ہاتھ نہین آتا اور دولت جب رہتی ہے انسان قدر
نہیں کرتا جب ضائع ہوتی ہے پچھتاتا ہے اور واپس کے
واپس کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور واقعات صحیحہ کے خلاف
راستہ نکالتا ہے جو بیکار ہو جاتی ہے صرف گردش اور
پریشانی ہاتھ آتی ہے جب چیز ضائع ہو جاتی ہے صبر و شکر

واستقلال سے دوسرا کام کرے ورنہ زندگی اوگھ کر رہتی ہے
کوئی نتیجہ نہیں نکلتا راقم نے پیگو صاحب کو بہت تکلیف میں
دیکھا جو اونکے لیے شایان نہیں تھا اور وہ قابل افسوس تھی
اونہوں نے جو جو واقعات دیکھے تھے اُسے بیان کرتے
تھے راقم کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا ایک تعجب خیز کہانی
تھی جیسی یہ کتاب چند برسوں کے بعد آیندہ نسل کے لئے زندہ
کہانی ہوگی اون لوگوں کے وہم و خیال میں بھی نہ آئیگا کہ
اس شہر میں ایسے لوگ تھے اندازی ۴۰ برس گذرا ہوگا اونکا
انتقال ہوگیا اونکے ورثا کا کوئی پتہ نہ ملا اور ان کا کوئی
مفصل حال نہ کھلا کس خاندان سے تھے اندازیہ ہے کہ یہ
فرانسیسی آدمی تھے اور تاجرانہ حیثیت سے شہر میں رہے
اور تجارتی دہکہ کے بدولت کارخانہ خراب ہوا زمینداری
سے انسان اتنا جلد برباد نہیں ہو سکتا یہ ایک مستقل چیز ہے
تجارت البتہ کاغذ کی ناؤ ہے چلتی کا نام گاڑی ہے بڑھے
تو بڑھے چلے اور گرے تو بس پتہ بھی نہیں لگتا تجارت بہت
نازک چیز ہے اسمیں دیانت اور منتظم ہونے کی بڑی ضرورت
ہے دو میں سے ایک کی کمی ہوئی اور کارخانہ غائب ان
کی بعض اولاد ایک ہندوستانی عورت سے تھی وہ لکھی
سوداگر کے مکان کے پاس رہتی تھی اصغر میاں چاند و فروش سے بھی

سے کچھ تعلق تھا۔

نمبر ۳۰ **منشی ہیرالال** یہ قلعہ محلہ کے رہنے والے ایک کایست تھے انہوں نے اپنی زندگی مین کارپردازی سے بہت کچھ کمایا اور اچھی ہستی بنایا ان کے اندرونی عقاید بہت اچھے تھے اور عقیدتاً یہ ہندو نہین معلوم ہوتے تھے ان کو عبادت کا شوق تھا ہر وضع کی عبادت کو یہ اچھا جانتے تھے اور ہر آسمانی کتاب کی قدر و منزلت کرتے تھے یہ قرآن پاک بھی پڑھے ہوئے تھے اور برت و روزہ بھی رکھتے تھے چند برس گذری انہون نے قضا کیا مقدر یہ کسی کے نوکر چاکر ہو کے نہ لڑے مگر سیکڑون ملازم پیشہ وکلا اور مختاران اور تاجرون سے اچھی زندگی گذار گئے روزی کسی خاص پیشہ پر موقوف نہین ہے خدا کے دین کی سیکڑون راستے ہین محنت شرط ہے جس لاین سے آدمی چاہے روزی بقدر نصیب ملتی ہے قسمت سے لڑائی کرنا فضول ہے پس انسان ایک حیلہ کرے روزی جو ملنا ہے ملے گی نہ کم نہ زیادہ بلکہ حسب عدہ انسان لالچ مین بھٹک کھاتا ہے اور حالانکہ اپنے کئے کچھ حاصل بھی نہین ہوتا انسان کا فرض ہے کہ کچھ کام کئے جائے حیلے روزی بہانے موت ضرور ہو کر رہے گا۔

نمبر ۳۱ **محمد ابراہیم** کا مکان اسی قلعہ محلہ مین تھا پہلے

یہ کمہار کے رہنے والے شیخ بھائی تھے کچھ اردو فارسی جانتے تھے
مچھلے نواب صاحب کے دربار مین سرشتہ مین ملازم بھی تھے مگر
یہ اکثر پادریون کی کتاب دیکھا کیے رفتہ رفتہ ان کے عقائد اسلام
کے خلاف ہوئے اور یہ مشرف بہ عیسائیت ہوئے اور پادریون
کی طرف سے مشاہرہ دار منجر ہوگئے غالباً روزی کی تنگی کیوجہ
ان کو تبدیل مذہب کرنا ہوا جیسا کہ اکثر غربا اور جہلا تنگی روزی
کے وجہ کر پادریون کے اخلاقی اصول پر تبدیل مذہب کر لیتے
ہین اون لوگون کے اخلاق ہمدردی دلجوئی اور ہر طرح کے
امدادی طریقے ضرور کچھ اثر اور رونق رکھتے ہین اشاعت کیلئے
یہ لازمی ہے یہ ایک فن ہے جو ہملوگون کے مسلغین کو تعلیم
نہین دیجاتی اور یہ ضروری اور لازمی بات ہے بالآخر پورا
خاندان بی بی بچے سب کرستان ہوگئے چند برس گذرا
ہے اونکا انتقال ہوا راقم نے انکا دونون مذہب دیکھا ہے

۳۲ منشی شیونراین لال قلعہ کے پاس
کچی گھاٹ کے رہنے والے ایک کالست تھے جو نواب سید
الطاف حسین خان گدری کے دربار مین کارپرداز تھے
اونہون نے نواب صاحب کے اوپر اپنا سکہ جمالیا تھا
اونکا سارا دارمدار ان پر تھا اور بعد مرنے نواب صاحب
کے عورتون پر بھی خیر اندیشی کا پورا سکہ جما ہوا تھا۔

خیر اندیشی بھی بہت کیا اور چونکہ معاملات مہاجنی تھے اسلیئے کم تھکا
موقع تھا اب یہ ایک دولتمند خاندان ہوگیا نواب صاحب کا مکان
ویسا نہیں ہے جو انکا ہے مکان ان کا دیکھنے کے لائق ہے دولت
ہونے سے ہزاروں طرح کی عقل خود انسان میں پیدا ہوتی ہے
اور سیکڑوں صلاح دینے والے اور مدد گار ملجاتے ہیں انہوں نے
لاجواب مکان بنایا اور محلہ میں اور ادھر ادھر بہت سی جایداد
پیدا کرلیا ہے صاحب آمدنی ہوگئے خداداد دولت ان کو ملی
لڑکے بھی لایق ہیں ایک لڑکے وکیل ہیں اور ایک ملازم سرکار ہیں
منشی ہری پرشاد وایس چیرمین پٹنہ میونسپلٹی ہوگئے ہیں مگر
منشی شیو نراین لال ایک پختہ مزاج آدمی ہیں اونکے برتاؤ اور
دماغ میں کوئی تبدیلی دولت ہونے سے نہیں آئی جس سے
جس ابتدا سے وہ ملا کرتے تھے اب بھی وہی رنگ ہے یہ صفت
خاص ان میں ہے اس سے ان کی ظرف کا اندازہ ہوسکتا ہے
کم ظرفوں کو تو ایک جوڑہ کپڑا فسٹ فاٹ کا ہوجاتا ہے اور اونچے
کلاس کی انگریزی کا شغل رہتا ہے تو وہ فرعون بے سامان
ہوجاتے ہیں خانبابو شیو نراین لال نے لاکھوں لاکھ روپئے
اور بے انتہا دولت بسبب مہاجنی کے تو ایسا بہتوں کو یہاں آتے جاتے
دیکھا ہے اسلیئے وہ دولت کو مستقل شے نہیں جانتے ہیں اپنا
چلتی پھرتی چیز جانتے ہیں اون کے سامنے اونکے ہاتھ کے

پیچھے خدا جانے کتنے صاحب جائداد مفلس قلندر ہو گئے اور کتنے
بنے اور کتنے بگڑ گئے اسلئے اون کے دماغ مین بدنفسی نہ پھیلی
اور ایک عمدہ انسان کی زندگی گذارتے ہین خدا تعالےٰ اُسنے
جن دین علم عزت سب اس خاندان مین بھر دیا دل شیر
ہے اقبالمند کے ساتھ زندگی گذارتے ہین جب خدا بتاتا ہی
تو دل بھی ایسا ہی ہو جاتا ہے کہ اخلاق پسند ہو جاتے حرکات
ایسے ہوتے ہین کہ انسان ممدوح خلایق ہو جائے ہری بابو
کے اطوار پر غور کرنے سے پتہ ملا کہ ان مین بھی کوئی تبدیلی
نہ آئی اپنے کلاس فلو کے ساتھ وہی خلاقی برتاؤ ہے اپنے
والد کے ملاقاتیون کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ ہے اپنے
اقاؤن کے برادری اور ملاقاتیون کے ساتھ مہذبانہ اور
قدردانہ برتاؤ ہے یہ بڑی بات ہی ورنہ انہین کے ماتحتون کو
دیکھئے ایک جمعدار کا کیا مزاج ہی ایک ڈوم کے مزاج کو دیکھئے
کیا فرعون بے سامان ہو رہا ہے خاندان بھر قابل الذکر ہین
جب تک یہ طبیعت ہی اقبال بھی ضرور ساتھ دیگا بداقبالی
کی پہلی نشانی بدخلقی ہے۔ اور غرور ہے۔

۳۳ ننھو میان طیب تاج کی مسجد کے پاس کے
رہنے والے ایک متوسط آدمی کے آدمی تھے گورکھپور
مین بھی چند روز رہتے تھے ان کو رمل کا شوق تھا یہ

قاضی سید رضا حسین کے بھی رمل مین شاگرد تھے اصل استاد
ان کے شیخ محمد جان تھے جو راقم کے مکان کے پاس بلقیچی
والے مکان مین رہتے تھے اور رمل اچھا جانتے تھے وہ
شاگرد نواب علی حسن خان صاحب کے تھے نواب صاحب گذری
پر کے ایک رئیس تھے اس شہر مین اوستاد فن رمل تھے اونکا
مفصل حال اپنی جگہ پر ہوگا نتھو میان کا ابتدائی زمانہ اچھا
تھا آخر مین جب زمانے نے مخالفت کیا تو اسی فن کے
بدولت اوقات گذاری ہوا کی دعا تعویذ فلیتہ وغیرہ
فال اور حساب بوک کر کے روزی مہیا ہو جاتی تھی اکثر امرا
بھی بلا لیتے تھے غربا تو روزمرہ صبح کو مطب کیطرح ان کے
دروازہ پر جمع ہوجاتے تھے ادھیڑ ہو کر مرے مگر وضع کے
پابند تھے اور خوش لباس تھے ہندوستانی ترکیب سے
انہون نے اوقات بسر کیا خوش گپ خوش مزاج خوبصورت
آدمی تھے اونکے متعلقین کا حال آگے کا نہ ملا ان کا شمار
رئیسون مین نہ تھا ذاتی طور پر یہ مشہور ہو گئے تھے چونکہ پبلک
سے سروکار تھا اور عوام کا کام نکلا کرتا تھا اسلئے یہ مشہور رہے
نام ونمود کے لئے غربا کے ساتھ زیادہ سروکار رہنے سے
بہت نام مشہور ہوجاتا ہے جسقدر زیادہ کام عوام کا
انسان کریگا اوتنا ہی مشہور ہوگا جو غربا سے الگ رہے

وہ نہ تو ممدوح ہوگا نہ مشہور ہوگا کسی لاین کا آدمی ہو خلق اللہ سے جو زیادہ ملیگا مشہور ہوگا یہ خدائی اشتہار ہے خلق اللہ کی زبان اللہ کا ڈنکا ہے۔

۳۴ حاجی تاتار کی مسجد دھوبپورہ ہی کے قریب

یہ ایک کشمیری تاجر مشہور ہین سرکار انگلشیہ کے زمانے کے پہلے اس شہر مین تھے انہون نے اس مسجد کو بنوایا ہے اور احاطہ مسجد مین مسجد کے اندر ہے چند مزار بھی ہے ان کے بابت راقم کو جو معلومات ہین وہ سماعی ہین راقم نے نہین دیکھا اور سماعی باتون پر راقم کو خود پورا بھروسہ نہین ہے مگر تذکرہ ضروری ہے یہ باخدا اور کاسب آدمی مشہور ہین تجارت انکی شال وکشمیری لوان وزعفران وکچھ کرائے مال کی تھی مسجد کے آس پاس انکے مکانات تھے اور اب تک زمین موجود ہے مگر ورثا کا پتہ نہین ہے اغیار و محلہ والون کے ہاتھ مین انتظام مسجد کا ہے۔

۳۵ واحد میان کے والد میر فرحت حسین تھے انکے

نانا کا نام بھی میر فرحت حسین ہی تھا یہ گھر بھرا ہوا تھا شوقی میان کو اکھوہ مین ایک شخص تھے ان کے پاس باغ اور مکان اور جائداد کافی بمقدار گذران اوقات کے تھی جوانی مین اچھا آرام کرلیا راقم نے انکو سن دار دیکھا اوسوقت یہ فقیری

لے چکے تھے اور جائداد بالکل برباد ہو چکی تھے گرد بستر ہو گئے
تھے یہ شاہ واجد ساکن کوا کھوہ کے مکان کے پاس رہتے تھے
شاہ واجد کا مکان منشی ہیرا لال کار پرداز کے مکان کے قریب
ہے بھلے مہذب خوبصورت خوش لباس خوش گپ آدمی
تھے ان کو راقم نے تھیٹر میں دیکھا تھا اور آدمی قدر دان
اور وجیہ تھے جامع زیب تھے رفتہ رفتہ ان کی مالی حالت بھی
خراب ہو گئی اور یاران طریقت نے ان کو مخدرات کا عادی
بنا دیا افیون کا شغل ہو گیا مالی حالت خراب ہو گئی پھر تکلف
ہونے لگے تو انہوں نے چائے اور بالائی کی دوکان چوڑ دیا
مین کھولی وہاں افیونیوں کا جمع ہونے لگا بجائے نفع نقصان
ہوا دوکان بھی خراب ہو گئی گپ بازی کا کلب ہو گیا آخر کار
دوکان اوٹھ گئی پھر یہ بیکار ہو گئے پھر وڈریا میں شیعہ مذہب تھے
عقائد ہی بدلے اور شیعہ مذہب اختیار کیا علم کے ساتھ
لوگوں نے دیکھا پھر ان کو لوگوں نے فہمایش کی یہ پھلواری مین
حضرت مولانا بدرالدین علیہ الرحمہ سے مرید ہو گئے پھر مولوی
قطب الدین برہم چاری کے ساتھ پچھم گئے خوب سیر کیا
اجمیر شریف مین مدتوں رہے شہر مین بھی چند جگہ ملازمت
بھی کرلی تھی اب یہ لباس فقیرانہ مین اور شاہ صاحب ہو گئے
ہین اور ذریعہ روزی بھی اب توکل ہے کچھ دعا تعویذ بھی

کرتے ہیں آدمی بہت ہوشیار ہیں اُردو انگریزی بھی جانتے ہیں
ان کی اولاد میں میاں مبارک ایک لڑکے تھے جو زردوزی
کا کام کرتے ہیں اوائل عمر میں رندانہ زندگی رہی اب شاہ
کبیر الدین صاحب نواباده سے مرید ہو گئے ہیں روزہ نماز کے
پابند ہو گئے ہیں زردوزوں کی صحبت انسان کو برباد کر دیتی
ہے ہر طرح کے جہلا اور بدمزاج آدمی بہ یک جلسہ کام کرتے ہیں اکثر
بگڑے ہوئے آدمی اس کام کو سیکھتے ہیں اور اکثر قوی اور ننگے
آدمی اس کام کو آسانی جانکر کرتے ہیں گپ ہو رہی ہے کام
ہو رہا ہے اسلئے بیڑی والے اور زردوز بدنام ہیں انکی صحبت
میں انسان خراب ہو جاتا ہے اور یہ دونوں پیشے معیوب ہو گئے
لوگ اس پیشہ والوں پر پورا بھروسہ نہیں رکھتے واحد میاں
کی زوجہ زندہ ہیں اور متعلقین کا انتقال ہوا ان کے تعلقات
برادری موجی پور میں مظفر میاں کارپرداز کے خاندان سے
ہیں اور مظفر میاں کے تعلقات برادری قاضی چک لکھنو
سے بھی ہیں نبی بخش سوتی میاں کے لڑکے تھے وہ رمالی سے
اوقات گذاری کرتے رہے نبی بخش مرحوم کا زیادہ وقت
مولوی یوسف حسین آنریری مجسٹریٹ کے یہاں گذارا
پٹنہ کے رئیس بہت سلوک کرتے تھے اور راقم کے پاس
یہ رمال صاحب روز آتے یہ شمو میاں مذکور کے شاگرد تھے

اور اچھا مل مشق ہو گیا تھا جواب اچھا نکالتے تھے آدمی بہت معقول تھے ان کی چند بہنیں تھیں جو ملازمت اور تجارت سے زندگی بسر کر گئیں ایک پاگل ہو گئیں بھتیں تبی بخش مرحوم کے بعد کا حال نہ کھلا جب انسان کا مال نکل جاتا ہے اور غربت آتی ہی سوا مصاحبی رنگ کے دوسرا کام انجام ہی نہیں ہو سکتا راقم نے جس کو برباد ہوتے دیکھا آخر میں بہ لباس فقیری پایا کوئی دھندہ یا روزگار کرتے نہیں دیکھا دل چور ہو جاتا ہے آدمی کوئی کام نہیں کر سکتا ہی چھوڑ کر اپنے کو خدا پر چھوڑتا ہے رفتہ رفتہ الکس آجاتی ہے آدمی نکما ہو جاتا ہے زندگی بیکار ہو جاتی ہے وقت کاٹتا ہے

۳۶ ڈاکٹر مہندر ناتھ ایک بنگالی بابو کلکتہ سے

آئے تھے اونہوں نے ابتدا میں میر شمس الہدیٰ صاحب رئیس ابدکیٹرہ کے یہاں بہت آمدرفت کی اون کے وجہ کر بو دیکٹرہ کے تمام رئیسوں میں انکا علاج آغاز ہوا وہ ابتدائی زمانہ ہومیا پتھک علاج کا تھا اس کے پہلے لوگ واقف بھی نہ تھے اکثر لوگ بھاری بھاری عارضے والے تندرست ہوئے اقبال برسر اوج تھا دست شفا تھے ان کی ڈاکٹری خوب چلی مدرسکا مکان جواب اوتکا ہو گیا ہے کرایہ لیا اور لاکھوں روپیہ اس شہر سے کما لیا اور مکان بنا لیا جائداد خرید ا ایک بیگم مسلمان انکی بی بی تھیں - بندھو بابو ساکن مغلپورہ ان کے عطار تھے بیس برس تک اونہوں نے

مطب کیا لاولد آدمی تھے لاکھوں لاکھ کمایا بیگم صاحب کے انتقال کے بعد مطب چھوڑ دیا اور کاشی باشی ہو گئے اب تک تو زندہ ہین اور خداترسی کی زندگی ہے۔ بدھو عطار بھی بہت بوڑھے ہو گئے ہین وہ بھی زندہ ہین جائداد اور مکان ہنوز مدرسہ پر موجود ہے یہ دونون بہت با اخلاق تھے اسی اخلاق اور ہمدردی کے بدولت بڑا نام پیدا کیا اور خوب کمائے اور اچھی عزت شہر مین تھی میونسپل کمشنر بھی راقم کے ساتھ رہے تھے الکشن سے بلاخرچہ یہ ہوئے بہت ہی ممدوح ڈاکٹر گذرے اخلاق وہمدردی عجیب چیز ہے یہ بلاخرچ کی تسخیر ہے مگر آدمی کو جب اقبال ہوجاتا ہے ابتدا تو اسی کے بدولت ہوا کرتی ہے مگر اقبال کے وقت مزاج بدل جاتا ہے اوسی وقت انسان کے ظرف کا امتحان ہوتا ہے عالی ظرف رخ نہین بدلتے اور اپنے حال پر رہتے ہین ورنہ علی العموم آدمی مین غرور کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے جو بدنصیبی کی پہلی نشانی ہے۔

۳۷ ڈاکٹر بشیر صاحب یہ مکھنیان کنوان کے پاس کے رہنے والے ہین مصطفےپور کے موڑ کے قریب انکا قدیمی مکان ہے ان کے والد کلکتہ ہائیکورٹ مین مختار تھے انکا نام منشی علی بخش تھا وہ بڑے عمدہ آدمی گذرے صوبہ بہار کے علاقہ کے علی الخصوص پٹنہ والون کا اڈہ گاہ انکے مکان مین

کلکتہ مین ہوتا تھا وہ باوجود مختارکاری کے مذہبی زندگی گذار گئے
اور بہت ہی خلاقمند سخی اور مہمان نواز آدمی گذرے ہیں اونکے
مرنیکے بعد اون کے بڑے بیٹے اون کے جانشین ہوئے اوبھی
ترکیب ہی اون کا نام ہمین یاد نہین ہے اچھی زندگی گذاری
کلکتہ ہائیکورٹ سے اب ان لوگون کو تعلق نہین ہا سب
لوگ پٹنہ چلے آئے صوبہ بہار اور پٹنہ کو کوئی تعلق کلکتہ ہائیکورٹ
سے نہین رہا پٹنہ مین خود ہی ہائیکورٹ ہو گیا ڈاکٹر صاحب
کے بیٹے ڈاکٹر مسعود ہین اونہون نے اسی شہر مین پڑھا
یہین اسپتال مین ملازم ہین اسی شہر مین اچھا نام
پیدا کیا باپ کے سامنے اچھا کما رہے ہین ڈاکٹر صاحب
کی شادی میر بنیاد علی صاحب کے یہان ہوئی وہ مسو
میان اور سبو میان کے باپ تھے یہ لوگ شہر ہی کے رہنے والے
ہین مدرسہ پر بہت رہا کرتے تھے وہ دو بھائی تھے ایک
میونسپلٹی مین محرر تھے دوسرے رجسٹری مین کچھ کام کرتے تھے
ان لوگون نے اوسط درجہ کی زندگی بسر کی مسو میان حاجی
واحد حسین کے داماد تھے صاحب اولاد ہین لکھی میان کے
مکان مین مدتون کرایہ دار رہے ہے یہ جھاؤگنج رجسٹری مین نوکر
رہے اور تحریری کرتے رہے مگر کسی جھگڑے مین موقوف ہو گئے ان پر
گردش آئی مقدمہ بازی مین بہت پریشان رہے پھر زمینداری

کے یہان ملازمت کر کے اوقات گذاری کرتے ہین سبو میان انکے
بھائی اسٹام فروشی کر کے گذران اوقات کرتے ہین ڈاکٹر صاحب
کے ایک بیٹے پٹنہ میونسپلٹی مین اسیسر ہین اونکی شادی نتول مین
مولوی بشیر صاحب کے پوتی سے ہوئی ہے منشی ابوالحسن بہار کے
یہان مولوی بشیر صاحب کے لڑکے کی شادی ہوئی تھی منشی
ابوالحسن کی قرابت داریان بہار مین ہے مولوی بشیر صاحب
کے پوتے سب زیر نگرانی منشی ابوالحسن صاحب بانکی پور پڑھتے ہین مولوی
بشیر صاحب کے بڑے لڑکے جنکے یہ اولاد مین ہین انتقال کر گئے
مولوی بشیر صاحب سے ان لوگون سے مقدمہ متروکات کے
بچے اور بیٹے نے بھی دین مہر وغیرہ کی نالش مولوی بشیر صاحب نے
اپنے باپ پر کیا تھا اور باپ بیٹے مین دل صاف نہ تھا ایک
دوسرے کے مخالف رہے مگر یہ لڑکے جوان ہی انتقال کر گئے مولوی
بشیر صاحب ہنوز نتول مین زندہ ہین باپ بیٹے کے اختلاف
مین خرابی دیکھا کہ بیٹے کو فلاح نہ ہوئی اور باپ کی مخالفت کا
نتیجہ خراب نکلا کیا اس غریب کی زندگی ہی گئی گذری اولاد تو
مفرح حال ہے مگر خود نہ رہے دولت کے لئے والدین کی مخالفت
مفید نہین ہوتی ڈاکٹر صاحب کی چند شادیان تھین سب سے
اولاد ہے ایک شادی ان کی فصاحت کے میدان مین میان
زلفی مقتول کی لڑکی سے بھی ہوئی میان وزیر و امیر میان نوکر

وزلفی میان وغیرہ سے قرابت داریان ہین واجھو وزیرا
میان کے لڑکے ہین جو میونسپلٹی مین ملازم ہین اور زلفی کے
بیٹے وغیرہ زندہ ہین جو دراب ٹولی کے موڑ پر وزیر میان
کے مکان مین رہتے ہین ڈاکٹر صاحبنے خوب کمایا اور ہمدرد
خلایق زندگی گذارا حاجی بھی ہوگئے وافر روپے پیدا کیا
جائداد بھی بنایا لڑکون کی تعلیم مین دیا لڑکون کو ملازم بھی کرایا
لڑکے سب بھی لایق وفایق ہوئے ڈاکٹر صاحب ہنوز زندہ ہین
اور لڑکے سب بھی کما رہے ہین یہ مختار صاحب انکی والد کی خوش نیتی
کا پھل ہے صلاح اکلابا فلاح اکلابنا بزرگون کی بھلائی
اولاد کے آگے آتی ہے اور بزرگون کی برائی اولادون پر آگرتی
ہے ڈاکٹر صاحب اوس مکان مین مطب کرتے ہین جہان پہلے
مہندر بابو مطب کرتے تھے یہ بہت پرانے ہوشیار دست شفا
ڈاکٹر ہین تجویز انکی اعلے ہے پہلے یہ چھپرہ پولس اسپتال مین ملازم
تھے پھر پٹنہ جیل اسپتال مین رہے پھر ملازمت چھوڑکر اپنا مطب
کرلیا ان کے ایک بھائی مسٹر ظہور بارسٹر ہین وہ صدر اعلے
اسی شہر مین رہے پھر سشن جج بھی ہوگئے تھے پھر پنشن پاکر حج کو
گئے پہلے یہ بالکل صاحب رہے اب بالکل ہندوستانی روش
ہے اور مسلمانون کے عقائد کے موافق زندگی متقیانہ گذار
رہے ہین صاحب اولاد ہین بہت منتظم ہین روپیہ وافر جمع ہوگئے ہین

پنشن پاتے ہیں چین سے زندگی گذارتے ہیں بے نفس آدمی ہیں اسی کچہری میں بج بھی ہے اسی کچہری میں اب بستہ لیکر اپنے کاموں کی پیروی بھی کرتے ہیں ان کی اولاد سے وہ لوگ تجارت کرتے ہیں انکی شادی میاں خان لعل دکیرہ کے خاندان میں ہوئی اور منشی واعظ الحق مختار ساکن بہار سے میاں خان کو سسرالی برادری کا تعلق ہے اس خاندان کا حال جدا گانہ لکھا جائیگا ایک بھائی اور ہیں جنکا نام ظہور الحق ہے وہ زمینداری کرتے ہیں پورا خاندان مفرح حال ہے اور خوش زندگی گذارتے ہیں ایک سب سے چھوٹے بھائی اور تھے اونکا پورا حال نہ ملا نوجوان تھے انگریزی پڑھتے تھے۔

۳۸۔ حافظ احمد اللہ صاحب مدرسہ پر رہتے تھے ان کے آباو اجداد کشمیری تھے اور خواجہ کہلاتے تھے ان کی چند شادیاں ہوئیں ایک شادی میاں ستگی خان کی بہن سے مدرسہ ہی پر ہوئی تھی اوس سے اولاد ہے اس بی بی کے اولاد نے جائداد کو خراب کیا اور مخدرات میں پھنس کر کل چیز کو فروخت کر دیا اور اپنی زندگی برباد کی اب وہ کہیں مظفر پور میں ہیں اونہوں نے والد کا نام نچا نکیا انکی تعلیم علی گڈھ میں ہوئی تھی حافظ صاحب نے بہت رشتے

ان کی تعلیم مین صرف کیا تھا مگر ان کو اچھی صحبت بعد مرنے باپ کے
نہ ملی تعلیم کا اثر باقی نہ رہا بہت پریشان حال زندگی انکی گذرتی ہے
جو قابل افسوس ہے ان کے والد نے ان کے لئے کافی سامان کردیا
تھا اور یہ لڑکے بہت خوبصورت آدمی تھے مگر تقدیر والدین کے
ہاتھ مین نہین ہے اسقدر اچھی تعلیم و تربیت ان کی ہوئی کہ ادن کے
لیاقت سے زیادہ روپیہ صرف ہوا مگر کمسنی مین باپ کا مرنا نوجوانون
کے لئے بدقسمتی ہے شہر کے نکمے لفنگے ساتھ سٹ جاتے ہین اور برائیون
کے طرف راغب کردیتے ہین نوجوان کچے عقل والے آیندہ کی
خرابیون کو سونچ نہین سکتے مخرب خاندانون کے پنجہ مین آجاتے
ہین اور ادنکی آیندہ زندگی برباد ہوجاتی ہے نوجوانون کو ہمیشہ
بوڑھون اور تجربہ کارون کی صحبت اختیار کرنا چاہئے کہ وہ جہاندیدہ
ہوتا ہے اور ٹھوکرین کھایا ہوا ہوتا ہے ادنکے زبان سے تجربہ
کی باتین نکلتی ہین چشم دید واقعات کو اگر وہ بیان کریگا تو بنڈ
ناول کا لطف آئیگا مقدر اگر دماغ کو نہین پریگا تو انسان انسان
کامل ہوجاتا ہے حافظ حبیب صاحب جامع مسجد مدرسہ کے امام بھی تو تھے
رہے تراویح بھی پڑھاتے رہے آمدنی وافر نہ تھی دو تین سو روپیہ
کی آمدنی ہوگی مگر جس کام کو کرتے سلیقہ سے کرتے رہے مکان اچھا
لباس اچھا کارخانہ صاف روپیہ بھی مہاجنی پر لگے ہوئے رہتے
تھے سال مین مولود بھی کرتے تھے اور شہر کے لوگون کو کھانا عمدہ

کھلاتے تھے عمدہ شیر چائے پلاتے تھے مطب بھی کرتے تھے
دست شفا بھی تھے غربا میں انکا علاج خوب ہوتا تھا امرا میں
بھی اب بلائے جاتے تھے مطب کی آمدنی اچھی ہو گئی تھی
اس آمدنی سے آدمی اس داشت کے ساتھ ہے کہ یکہ پر کبھی
سوار نہ ہوئے ہمیشہ گاڑی پر چڑھا کئے اور بڑے لوگوں میں
برابر ملا کئے شہر میں ان کی عزت بھی عوام میں تھی امام مسجد
ہونیکی وجہ کر ان کو مانتے رہے الکشن میں انکا روپیہ کبھی خرچ
نہوا ان کو ووٹ برابر ملا کیا عوام سے خلوص اور انکساری
سے ملتے رہے عوام ان کے مداح تھے ان کے داماد بنے نواب
مرحوم تھے وہ عبدالرحمن خان کے بیٹے تھے جو نواب اعلی
مقتول کے بھانجے تھے اون کا تذکرہ اپنے جگہ پر آئیگا حافظ
جی کے بیٹے سنو میاں تھے اون کی شادی جھوانوان میں
بنجاندان حسن جان جیسا ہوئی ہے ان کی بعض لڑکیاں بازاری
عورت سے بھی اسنے عقد کر لیا ایک لڑکی صغرا نامی غفورن
کے خاندان کی انکی چچیرے بھائی کلو میاں کی تھی اوس نے بھی
عقد کر لیا غفورن بھی عقد میں گئی تھی ایک لڑکی خورشید نامی
بتیا والی ملکہ سے تھی اوس لڑکی کا ننہال بتیا میں تھا وہ بی ملکہ
کے بطن سے تھی اوس نے کلکتہ میں بنجاندان قاسم عارف جہانگیر
موسی بہاام سے عقد کر لیا سنو میاں خوبصورت آدمی تھے

مہاجنی کرتے تھے اپنی زندگی چین سے گذار گئے بڑے منتظم آدمی تھے اور ملنسار تھے جوان ہی مر گئے ان کے بعد ان کے جانشینان نے گھر کو برباد کر دیا محمد حبیب مدرس اب ان کے جانشین ہیں جو مکان کو آباد کئے ہوئے ہیں اور اچھی حالت میں ہیں حافظ صاحب کے ایک بیٹے رحمو میاں ہیں وہ بہت ہی منتظم اور گوشہ نشین آدمی ہیں بہت ہی خودداری سے اپنے کو اپنے دیئے کاٹے جاتے ہیں قلیل آمدنی میں والد کا نام و نشان با عزت و آبرو لیئے جا رہے ہیں کم سخن آدمی ہیں اور کم لوگوں سے ملتے ہیں پہلی شادی ان کی خان بہادر مولوی نور صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ ڈاکٹر افضل خان بہادر کے سالے ہو ہیں یہ بہت ہی بے ضرر زندگی گذار رہے ہیں پھر دوسری شادی بھی کر لی ہے ایک شادی ڈاکٹر بشیر کی لڑکی سے ہوئی تھی وہ بھی مر گئی چونکہ زیادہ ملتے جلتے نہیں ہیں اور زیادہ حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا حافظ صاحب حج بھی کر آئے تھے اور اپنے مرنے کا تو وہ سامان خود کر گئے تھے سات آٹھ برس گذرا انتقال کر گئے اور با خبر مرے اللہ ایسی موت ہر مسلمان کو نصیب کرے کفن دفن کا کل سامان مہیا کر کے مرے۔

۳۹ خواجہ امان اللہ صاحب حافظ احمد اللہ صاحب کے حقیقی بھائی تھے یہ صاحب جائداد تھے اور ان کا بنگلہ وغیرہ اچھا تھا

انہوں نے اپنی زندگی بہت آرام سے گذار لیا انکے تعلقات
حسن جان خان جموانوان سے بہت تھے اور انکے لڑکے
ایک جوان ہی مر گئے اونکا نام غالباً کلو میاں تھا دوسرے
لڑکے ان کے شہسرام میں سررشتہ دار تھے اونکا نام راقم کو
یاد نہیں ہے راقم کے ہمسن تھے اور ہنوز زندہ ہیں مگر ۲۰ برس
سے ملاقات نہوئی نہ وہ اس شہر میں آکر کبھی ملے اونکی شادی
شہسرام میں ہوئی وہیں رہے یہاں کے لوگوں سے تعلقات
کم رہا شہسرام کے منشی لطیف حسین منصف تھے اون کے
تعلقات برادری اس خاندان سے تھے غالباً حافظ جی کے قریب
رشتہ دار تھے اوسی خاندان میں شادی بیاہ ہوا اور وہ لوگ
یہاں نہیں رہ سکے حسن جان خان جموانوان کی اولاد کچھ
اس خاندان میں بیاہے تھے اور خود خواجہ امان اللہ کی
سسرال بھی غالباً وہیں تھی پوری تحقیق نہ کر سکا مگر تعلقات
ایسے دیکھے جس سے یقین ہے کہ قریب تر رشتہ داریاں تھیں
زمانے میں مردوں کی آمد رفت دیکھی اور خواجہ صاحب
کو خاطر داشت بے حد کرتے دیکھا یقیناً قریب رشتہ داریاں
تھیں خود امان اللہ دل کے بہت ہی عمدہ اور بڑے گویا
بامذاق آدمی تھے راقم سے بڑے تھے مگر بہت ربط رہا
وہ بوڑھیوں میں تو ہے جوانوں میں جوان اور لڑکوں میں

لڑکے ہو کر ملا کرتے اسلیے ہر سطح کے آدمی ان سے بے تکلف ملتے اور
ہر سب کی خاطر داشت بقدر وسعت اپنے ضرور کرتے ان میں
دلجوئی کا خاص مادہ تھا وہ منکسر آدمی تھے دس بارہ برس ہوئے کہ
انکا انتقال ہو گیا جائداد ان کے ورثا کے ہاتھ میں ہے اور
جمو انوان کے بیگ مکانات پر قابض دیکھائی دیتے ہیں

۴۰ خواجہ اسد علی صاحب بھی اسی محلہ میں رہتے
تھے راقم نے اون کو ۔ ے سے بالا دیدہ تھا انہیں لوگون کے
قرابتدار تھے شریف عمدہ آدمی سادی وضع کے تھے اور بہت
بے فکری سے زندگی گذاری اس کے بعد راقم نے ان کو بالکل دور
دیکھا جوانی کے بعد حال راقم کو نہ ملا اور ان کے وارثان کا
پتہ نہیں چلا راقم نے جب ہوش سنبھالا اس وقت جتنے خواجہ
زادگان تھے ان کی توقیر کرتے تھے وہ اوسط درجہ کے آدمی
تھے اپنا گذران راحت اپنی آمدنی سے کرتے۔ ۳۰ برس سے
زائد ہوا اون کا انتقال ہو گیا۔

۴۱ خواجہ محمد خلیل صاحب اسی محلہ میں کوچہ عطا
میں رہتے تھے جو حافظ محمد اللہ صاحب کے مکان کے قریب ہے
ان کل خواجہ زادوں کا ایک ہی محلہ میں مدفن تھا خواجہ
محمد خلیل صاحب ان لوگوں میں زیادہ تر خودداری کے ساتھ
زندگی گذار گئے وہ آدہ بی بی بھی رکھتے تھے کان بھی اچھا تھا

ہر جمعہ کے بعد اور عیدین کے بعد ان کے مکان میں چائے کا
جلسہ ہوا کرتا تھا ان کے ملاقاتی نماز کے بعد ان کے گھر آتے
تھوڑی دیر چائے حقہ چلتا پھر سب اپنے اپنے گھر رخصت ہوتے
ان کو گوشہ نشینی زیادہ پسند تھی کم نکلا کرتے تھے ان کے
ایک داماد عبدالرحمن ولد مولوی ابراہیم تھے جو جوان مرے
جنکا لڑکا خلیل مرحوم تھا جو جوان مرا اور محمد اسحاق دہلی والے کا
داماد تھا رحمٰن مرحوم کے بھائی محمد یونس راقم کے داماد ہیں
دوسرے داماد ان کے مولوی غلام قادر صاحب وکیل پدر
مولوی حفیظ صاحب وکیل ہیں خواجہ صاحب کے بیٹے خواجہ محمد اسمٰعیل
صاحب وکیل ہیں جو بہاری لال کی گلی میں رہتے ہیں اور یہ
امیر الدین مرحوم دھولپورہ کے داماد ہیں انکا خاندان بوجہ
قابلیت خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل کے مفرح حال ہے مگر
مکان کرایہ پر ہے جس وقت کل خواجہ زادگان زندہ تھے یہ محلہ
عجب آباد اور پر لطف تھا اب سارا محلہ سنسناٹا پڑا ہے

۹۳ اسی محلہ میں ایک شخص **خواجہ امن** رہتے تھے
ان کی دوکان نانبائی کی تھی اور چائے کی تھی تمامی خواجہ
لوگ انکی دوکان سے روٹی خریدا کرتے تھے وہ پرہیزگار آدمی
تھے اور ان کے بیٹے خواجہ یوسف تھے بعد مرنے باپ کے چند
روز دوکان مذکور قائم رہی جب خواجہ محمد ابراہیم نے

انگریزی تعلیم پائی اور بی۔اے۔پاس کر گئے اور ڈپٹی مجسٹریٹ وکلکٹر ہو گئے تو اونکی شادی امام الدین خان ایک مشہور آدمی مظفر پور کی لڑکی سے ہوئی خواجہ یوسف نے دوکان بند کر دیا اور بیٹے کے پوزیشن کا خیال کر کے رئیسوں سے ملاقات کرتے رہے اور گپ شپ مین اپنی اوقات گذارا اور بیٹے نے انکا خرچ چلایا اب خواجہ ابراہیم نے بعد مرنے بی بی کے دوسری شادی عجو صاحب کے خاندان مین کی ہے۔ صاحب اولاد ہین اور مونگیر مین ڈپٹی کلکٹر ہین خواجہ من بوڑھے ہو کر مرے اور خواجہ یوسف بھی بوڑھے تھے خبر نہین زندہ ہین یا نہین۔

۴۳ خواجہ بادشاہ بھی اسی محلہ مین رہتے تھے ان کی لڑکی سے راغب باسط مختار ساکن موضع ٹالی کناری علاقہ سب ڈویزن جہان آباد نے شادی کر لی تھی خواجہ بادشاہ نے یہان عقد کر لیا تھا اور یہین پھلون کی دوکان کر لیا تھا راغب باسط مختار نے بھی سسرال مین مکان بنایا اور اچھے مختار ہو گئے تھے سیٹی مین چلتے مختار تھے جہاں گنج مین جب دمختار نج درجہ دوم تھا راقم کے اجلاس مین خوب کمایا اونکا مکان وہی ہے جو اب راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن نے خریدا ہے اور اوسمین انسپکٹر مولوی سحاق

خانصاحب کرایہ ادا رہتے ہیں راغب باسط کی اولاد محمد وحید کہیں ملازم ہیں ان کے تعلقات بھیکھا میاں علی احمد میاں سے نتھو میا محلہ میں بھی ہیں وحید میاں کی شادی مرزا میڈھو کی نتنی سے ہوئی مرزا میڈھو کی لڑکی شاہ نیاقت علی صاحب نابالغ سے بیاہی تھیں اسی خاندان میں پیار یصاحب گیا کے بڑے بھائی کی شادی ہوئی تھی وریجائداد میں خوب مقدمہ بازیاں ہوئیں جائداد سب خراب خستہ ہوگئی۔ راغب باسط صاحب نے اپنا دوسرا عقد بھی کرلیا تھا اونہوں نے اپنی مختارکاری چھوڑکر کارپردازی میں زیادہ آمدنی سوچا مختارکاری خراب ہوگئی مگر روپے بہت کمائے پھر یہ گریڈیہہ خواجہ محمد جان کے داماد ہوئے خواجہ محمد جان خواجہ وحید جان صاحب کے سوتیلے بھائی تھے اب یہ گریڈیہہ میں رہتے ہیں پہلے اونہوں نے اچھا کمایا اور اچھے نامور ہوئے مگر اپنے پوزیشن اور وجاہت کو قایم نہیں رکھ سکے اب تک گریڈیہہ میں ہیں مگر وہ سابق کی بابت نہیں رہی ان کے ایک بھائی محبوب ہیں دوسرے شاہد میاں۔ کارپرداز ہیں ان لوگوں کا پورا حال جہان آباد کے حصے میں ملے گا۔

۳۴ بابو خان کواکھوہ کے رہنے والے تھے اونہوں نے اپنی زندگی بڑے رعب داب سے گذاری اُن کے ساتھ ایک

جماعت شہر کے نوخیزون کی تھی آدمی بڑے جی دار اور کام کے تھے
مگر آمدنی کم اور خرچ زیادہ تھا اسلئے ان کو ضرورت ہے کہ اپنے
ساتھیون کے مزاج کے مطابق چلین جسکے وجہ کر انکی بدنامی ہوگئی
اور پولس انکی مخالف ہوگئی اور انکا نام سرکاری دفاتر مین خراب طور
پر درج ہوگیا ان کے پاس بہت آدمی تھے شہر کے لوگ انسے خوف
کرتے تھے یہ جوان خوش وضع شوقین اور خوبصورت اور خوش لباس
تھے سنگھت ان کو خراب ملی ورنہ آدمی بہت لائق تھے بری سنگھت
کے بدولت ان کو مصیبت بھی جھیلنا ہوا اور ذریعہ روزی معقول
نہ ہوسکا اب تک ان کے ورثا مین اور اہل قرابت موجود ہین انکے اولاد کا
حال نہین معلوم ہوسکا روسا کے ساتھ برا سلوک نہ تھا -

۴۵ مولوی یحیےٰ صاحب وکیل ان کا مکان مدرسہ پر
تھا یہ صدر اعلے مولوی نعمت علی خان کے نواسی تھے اور صدر اعلیٰ
مولوی وحید الدین خان کے داماد تھے مولوی وحید الدین خان
اصل کرائے پر سرائے مین مقیم رہے وطن ان کا نیورہ تھا شمس العلما
مولوی امداد امام کے والد تھے اور سر نبلی اور مسٹر حسن امام صاحب بیرسٹر کے
دادا تھے یہ خاندان ہمیشہ سے نامور ذی علم ذی عہدہ ہوتا آتا ہے ان لوگون کی لائف
سرکاری دفاتر اور تواریخون مین مندرج ہے مفصل حال اپنی جگہ پر لکھین
لکھون گا مولوی یحیےٰ صاحب کے بیٹے مسٹر سلیمان بیرسٹر تھے جنکے بیٹے
ڈاکٹر غلام امام ہین انکی شادی کراپر رسا علی احمد میان کے بھائی کی لڑکی سے

یہ ہاشم میان مذکور کے بہنوئی تھے گوالیار مین جج تھے اور بھوپال مین
بھی جج رہے نوجوان مرے اور اولاد بھی انکی ہے دوسرے بیٹے غلام
مولے مرحوم تھے ان کی شادی کلکتہ مین مرزا مراد علی صاحب ایک
بڑے تاجر کے خاندان مین ہوئی مراد علی صاحب کے داماد حافظ
نظیر علی لکھنوی تھے بشیر میان ان کے لڑکے کلکتہ مین رہتے
ہین بہت دولت اون کو اور اون کے والد کو ملی مگر دونون
نے برباد کر دیا حافظ نظیر علی بڑے خراج آدمی تھے خوب عیش
کی زندگی گذار گئے آخر عمر مین ان کو تکلیف ہوئی چند روز مین
نواب صاحب کر کے مشہور رہے مدتون سے بڑے خلیق اور
دوست پرست تھے بڑے شوقین تھے دولت کی بالکل قدر
اُنہون نے نہ کیا اور بشیر میان نے بھی قدر نہ کی مگر وہ ابتک
اچھے حال مین ہین خان بہادر میر محبوب علی کلسا ہو ہی رسر کلر روڈ
مراد علی صاحب کے خاندان کے جانشین تھے وہ بڑی عزت
کی زندگی گذار گئے دو برس ہوا انتقال کیا حافظ نظیر علی
بھی دو برس ہوا مر گئے انکی محل ثانیہ کا لڑکا جسکی پرورش
نوابون کیطرح ہوئی تھی لکھنو مین بیاہے تھے اور متمول
جگہ بیاہے تھے اس لڑکے کی جائداد بھی حافظ صاحب نے صرف
کر دیا اس لڑکے کی بی بی کے مرنے کے بعد اب وہ تکلیف مین
ہین کچھ تجارت کرتے ہین غلام مولے کی بعض اولاد اناث

زندہ ہے جو بخاندان حاجی مرتضے شیر صاحب مرحوم ہے جائداد غلام مولے
مرحوم کی ضائع ہو گئی غلام مولی نے ترکہ سسرالی اچھا پایا اور
وافر روپیہ تھا کلکتہ مین دوکان کھولا پھر بند کیا پھر کرایہ پر سرائے
مین کاشتکاری کیا سب برباد ہو گئی ایک لڑکا مولوی یحیے
صاحب کا نوجوان دریا میں ڈوب کر مدرسہ گھاٹ پر مر گیا مولوی
صاحب کی بی بی ہنوز زندہ ہین وہ خان بہادر مولوی فضل امام
صاحب کی حقیقی بہن تھین اون لوگون کا حال اپنی جگہ پر ادیب
کے محلہ مین ملے گا مولوی یحیے صاحب درجہ اول کے اختیار
کے ساتھ جہانگیر مین اونریری مجسٹریٹ تھے وکالت مین
خوب کمایا اوران کے بیٹے مسٹر سلیمان بی محمد یحیٰ جان کی مسجد
کے متولی مقرر ہوئے اب ان کے بیٹے غلام امام متولی ہیں مولوی
صاحب نے جائداد بھی حاصل کی تھی مدرسہ کی مسجد کے متولی بھی
رہے اب اونکی اولاد ہے یہ خوش اقبال آدمی گذرے اپنی زندگی رئیسانہ
گذاری علم موسیقی کی دانست بھی اچھی تھی ان سے گوئیے اوراستاد لوگ
موسیقی مین دبا کرتے تھے خوبصورت خوش مزاج پر مذاق دوست
پرست غریب پرور آدمی تھے جائداد پیدا کرنے کی غرض سے مقدمات
بھی لڑا کئے اور حاصل بھی کیا مولوی صاحب نے جسقدر دولت
جمع کی اوتنی دولت ان کے گھر مین رہی اصراف بہت تھا ہر
اتوار کو موسیقی کا جلسہ ہوتا اور مدرسہ پر ایک چھوٹی سی تقریب معلوم

ہوتی تھی مولوی صاحب کے صحبت مین شہر کے نوخیزان بہت رہا
کرتے خوشامد سے ان کے وکالت کے ذریعہ اپنی جان بچایا کرتے
تھے یہ بااثر آدمی تھے پبلک اور روسا دونون مانتے تھے ان کے
ایک داماد محمد ہاشم سررشتہ دار کمشنری تھے دوسرے سر عبدالرحیم کلکتہ
تیسرے رضا کریم ڈومری ولد مولوی عمر کریم ولد مولوی علی کریم تھے
ایک داماد سید نجم الحسن پسر اکبر راقم ہین محمد ہاشم کثیرالاولاد ہین
اون کے نانی مہدی میان ڈپٹی کلکٹر ہین۔ سید نجم الحسن کو
اس بی بی سے اولاد نہین ہے۔ سر عبدالرحیم صاحب اولاد ہین
مولوی رضا کریم سر علی امام کے خسر ہین اور ڈاکٹر ولی کے بھی
خسر ہین مولوی علی کریم صاحب ڈومری مسٹر محمد رضا بارسٹر لودیکٹرہ
ولد میر وزیر حسین صاحب لودیکٹرہ کے نانا تھے ڈپٹی احمد حسین صاحب
نیورہ ایک داماد ہین جو صاحب اولاد ہین چند برس ہین گذری ہین
مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ایک بیٹے غلام وارث صاحب
وکیل ہین جو مولوی شفیع داؤدی کے داماد ہین اور سبزی باغ مین
اپنے والد کے مکان مین مقیم ہین یہ مکان پہلے میر عنایت حسین وکیل کا
تھا اونہون نے اپنے بھتیجے لاڈلے پیارے کو لکھ دیا تھا اونہون نے
معرفت تصدق حسین مختار جو اون لوگون کے دوست تھے
مولوی صاحب کے ہاتھ فروخت کیا اور جائداد میر عنایت حسین مرحوم
ضائع ہو گئی تصدق مختار کے وارثون کا حال اب نہین ملتا

ان دونوں دوستوں نے خوب رندانہ زندگی عیش کے ساتھ گذران کیا
ان لوگوں کی زندگی ہی میں جائداد سب نقصان ہوگئی تھی۔

۴۵ سنگی جان خواجہ صاحب و منشی وزارت حسین یہ
تینوں آدمی مولوی صاحب مذکور کے ساتھی اور مصر تھے ان لوگوں
کا مکان اسی محلہ میں تھا اوسط درجے کی زندگی ان لوگوں نے
وضع داری کے ساتھ گذران کیا اور یکے بعد دیگرے مر گئے منشی
وزارت حسین بادشاہ نواب اسٹیٹ میں ملازم تھے اور ہنوز زندہ ہیں
یہ لوگ بہت خوش وضع لوگ تھے ان لوگوں کے ورثا ہنوز
زندہ ہیں۔

۴۶ ننھے خان و عبداللہ خان یہ دونوں بھائی تھے
ان لوگوں کا مکان مدرسہ کی گلی میں مولوی یحیٰے صاحب وکیل کے
مکان کے قریب تھا یہ لوگ دوشالے رفو کیا کرتے تھے اور گذران
اوقات کرتے تھے مدرسہ کی مسجد جب ویران حالت میں آگئی تھی تو
عبداللہ خان نے مسلمانوں سے چندہ لیکر باہتمام خود زیر نگرانی
مولوی محمد یحیٰے صاحب کو از سر نو مرمت مسجد کی کرایا اور
باہر کا دالان بنوایا اور صحن مسجد میں پتھر بچھوایا یہ صورت موجودہ
مسجد کی جو اسوقت موجود ہے پہلے نہ تھی یہ مسجد شاہی وقت کی
تھی اسکا مفصل حال تاریخ مولفہ میر علی محمد شاد خان بہادر
میں ہے تاریخ صوبہ بہار میں بھی ہے غالباً سیف خان کی

بنائی ہوئی ہے عبداللہ خان کی شادی کامدار خان کے یہان راقم
کے مکان کے قریب ہوئی تھی اب وہ مکان راقم کے ورثا کے
ہاتھ مین تھا جس مین راقم کے ورثا کا مقبرہ قرار دیدیا گیا ہے
اور راقم کے پوتے و پوتی کا مزار ہے و محمد نصراللہ باقی راقم کی
بی بی و دو بچون کا مزار یہین ہے اس مکان مین کامدار خان
کے وارثان رہتے تھے اور بنے جان کی بی بی تھین عبداللہ خان
کا ایک لڑکا ہنوز زندہ ہے جو رفوگری کرتے ہین اور بنے جان
کا لڑکا بھی غالباً ہے ننھے خان آغا جان کیفی کے ساتھ مولود
خوانی بھی کیا کرتے تھے ان کو غزل وغیرہ مولود مین پڑھنے کا
بہت شوق تھا آغا جان کیفی نے مولود خوانی اس شہر مین اس
ترکیب سے جاری کیا کہ دو تین آدمی ملکر نظم سُر ون کے ساتھ پڑھتے
تھے اسکے پہلے اس شہر مین مولود کی یہ ترکیب موجود نہ تھی جو
اب مروج ہے لوگ تنہا مولود پڑھتے تھے اس شہر مین حافظ
محمد جان بنارسی نے اکثر نظم و نثر اکیلے پڑھا اور گانے کی صورت
مین مولود خوانی کیا پھر مولانا امانت اللہ غازی پوری نے
وعظ مین مثنوی مولانا روم ایک لہجہ مین بیان کیا یہ صورتین
مقبول عام ہوئین پھر مولود خوانی کی وضع بھی بدلی آغا جان
اور ننھے خان رنگون تک جاتے اور کچھ کما لاتے تھے ننھے خان
بڑے شوقین اور خوش لباس و جیہ آدمی تھے عبداللہ خان سادے

آدمی تھے اور یہ بھی پہلوان معلوم ہوتے تھے ۱۵ برس کے اندر دونوں نے قضا کیا اس خاندان میں رؤف میاں زندہ ہیں جو عبداللہ خان کے لڑکے ہیں مگر ان میں باپ کی ترکیب اور وہ وجاہت نہیں ہے بس کماتے کھاتے ہیں -

۴۷ - رسول شاہ و عبدالصمد و عبدالعزیز کشمیری

یہ لوگ عنبرسر کے تھے کالی بی بی کے کٹرہ میں رہتے تھے اور ان لوگوں نے اس شہر میں شال دوشالے خوب بیچا اور لاجواب بیش قیمتی لاتے تھے تمام روسا و راجواڑوں میں ان لوگوں کا گذر تھا راقم کی شادی میں جسکو ۵۳ برس گذرا ہوگا ان لوگوں نے بعض چوغے اور دوشالے فروخت کئے تھے جسکو بعض یادگار راقم کی اولاد کے پاس موجود ہے رسول شاہ اوسی وقت بہت بوڑھے تھے قریب پچاس برس کے گذرا وطن گئے اور انتقال کیا پھر عبدالصمد مرحوم چند برس آئے وہ بھی جوان مر گئے یہ اون کے بیٹے تھے پھر عبدالعزیز مدتوں اس شہر میں رہے ان سے تمام لوگوں سے ملاقات تھی یہاں لین دین آغاز کیا مہاجنی کرنے لگے کارخانہ کچھ خراب ہوگیا پندرہ برس سے پٹنہ میں نہیں آئے آگے خبر نہیں ہے کیا ہوئے ان کے بعد اب گاماد چند دیگر لوگ آئے ہیں اور اس کاروبار کو کرنے لگے -

۴۸۔ سیتو نراین چودھری ایک متمول جیس وال ہیں

مکان حاجی تاتار کی مسجد کے سامنے تھا ان کا بہت بڑا
کاربار تھا لاکھوں لاکھ کے آدمی تھے ۲۵ برس گزرا ہوگا
گدام میں آگ لگی اور تین دن تک آگ ہی لگی اس خاندان پر
تباہی آگئی جائداد تو رہ گئی مگر مالی حالت بہت خراب
ہوگئی اس خاندان کے لوگ پڑھے لکھے فارسی ادر اُردو داں
ہیں ان لوگوں میں اب تک پرانی تہذیب پائی جاتی ہے
ان لوگوں کی صحبت میر علی محمد شاد خان بہادر کے یہاں اور
خواجہ زادوں میں میل جول بہت رہا اسلئے ان لوگوں میں
مسلمانی تہذیب بہت ہے اور اُردو فارسی جاننے کی وجہ
سے علمی مذاق اور شائستگی بیحد ہے بغیر عربی دانی اور فارسی
دانی اور اُردو دانی کے نفسی شائستگی تو ہو نہیں سکتی ان
زبانوں میں کچھ ایسی تاثیر خدا نے دی ہے اور ایسی ایسی
باتیں لوگ لکھ گئے ہیں جسکے وجہ کر آدمی میں انسانیت
آجاتی ہے مجرد ہندی داں میں وہ بات پیدا نہیں ہوسکتی
میرا لکھنا کافی نہیں ہے موازنہ کرنے اور تجربہ سے اب لوگ
خود ملا سکتے ہیں جن لوگوں کی تعلیم صرف اُردو کی بھی ہوئی
ہے ادن میں اور طرف ہندی داں میں کتنا فرق تہذیب
و اخلاق و انسانیت کا ہوتا ہے الغرض اب اس خاندان میں

تجارت وجائداد ہے جو بقدر گذران اوقات کافی ہے یہ خاندان
لالہ چودھری کر کے مشہور ہے سونا بابو اس خاندان کے نوجوان
زندہ ہیں انکے والد بھی زندہ ہیں جو نہایت خلیق او صحیح الخیال
آدمی ہیں اور وسیع معلومات کے آدمی ہیں راقم سے ان سے
متفرق مضامین اور علوم کے اوپر گفتگو ہوئی ہے اس لیاقت
اور معلومات کے ہندو رئیس موجودہ وقت میں کم ملیں گے
ہمنے بجز راجہ چندیسری پرشاد راجہ مقصود پور کے اور کسی معزز کو
اس واقفیت اور معلومات کا دوسرا نہیں پایا یہ لوگ
اردو فارسی اور عربی بھی جانتے ہیں ان لوگوں کے تعلقات
کشوری لال چودھری سے بھی ہیں۔ کشوری لال کلکتہ میں ہیں۔

۴۹ حافظ احمد شاہ خان بہادر میر علی محمد شاد
کے مکان کے قریب رہنے والے تھے یہ بہت خوش لباس
خوبصورت خوش آواز خوش اخلاق آدمی گذرے ان کو
موسیقی میں پورا دخل تھا ستار و طبلہ بھی جانتے تھے خوب
گاتے بجاتے تھے ان کی چال چلن بہت متقیانہ رہی
مذہب کے پابند تھے اور موقت کے روسا میں انکا اقتدار
تھا خود بھی زمینداری رکھتے تھے اور بہت اچھی زندگی بسر کیا
ممدوح خلائق آدمی تھے ان کی اولاد بھی منجملہ انکے مولوی
برکات ہیں جو میونسپلٹی میں ملازم ہیں اور بھی اولاد ہے

ان کے داماد قاضی وجیہ الدین مرحوم برادر قاضی نجم الدین مرحوم
لودیکٹرہ تھے جو لاولد گذرے - ان کے بہنوئی مجید شاہ تھے
وہ تجارت زعفران وبری وچائے وغیرہ کی کرتے تھے
اور انہیں کے مکان میں رہتے تھے بہت بلغمی آدمی تھے
مگر سنجیدہ مذاق تھے ان لوگوں کا خاص جلسہ تھا رات دن
ان لوگوں میں گانے بجانے کا سلسلہ رہتا تھا اور
بہت ہی آسایش وآرام کی زندگی خوش خوش گذار
گئے ان لوگوں کی آمدنی تو متوسط تھی مگر آپس کے میل جول
خلوص کے وجہ کر ان کو تفکر نہ دیکھا انہیں خواجہ زادوں
کی مادہ ہمدردی وانسانیت بے حد پایا اور ان لوگوں
میں زیادہ حوس اور لٹ پٹ نہیں پایا اس لئے ان
لوگوں کی زندگی بہ آسایش گذر گئی ان لوگوں میں سلیقہ
تو کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے کم خرچ میں ہندوستانی
وضع کا آرام کا طریقہ ہے رہایش سادی مگر آرام کی ہوا
کرتی ہے زیادہ فیشن ٹھاٹ اور نمایش نہیں کرتے
آمدنی سے زیادہ صرف نہیں کرتے عورتیں خود کامی
اور پرسلیقہ ہوا کرتی ہیں اور بیکار زندگی برباد نہیں کیمی تی
ہیں کچھ نہ کچھ دست کاری خود ضرور جانتی ہیں دراصل
عورتیں اچھی ہوتی ہیں اسلئے پرورش اولاد اچھی ہوا کرتی ہے

اور والدین جابر رہتے ہین اسلئے ان لوگون کی اولاد سلیم الطبع
ہوا کرتی تھی اور بد صحبت سے بہت پرہیز کرتے تھے آپس
ہین اپنے مکان ہی مین ہر طرح کے دل بستگی کا سامان کر لیتے ہین
شطرنج گنجیفہ چاے کا مجمع چوسر گانا بجانا اور اپنے روزگار کا
سامان اسلئے ان لوگون کی اولاد کم خراب ہوا کرتی تھی
مجید شاہ کے لڑکے حافظ اصغر شاہ تھے یہ بھی پر مذاق آدمی
تھے راقم کے ہمسن تھے مگر پچاس کے اندر ہی قضا کر گئے
یہ مدفون حاجی پور مین ہے اور انگریزی بھی جانتے تھے ان
کے اولاد کی خبر ہمین نہین مل سکی حافظ صاحب سے اور خاندان
راقم سے بہت ربط تھا بلکہ روزمرہ آنکی آمدرفت قاضی
سید رضا حسین خان بہادر کے یہان رانی پور مین رہتی
وہ عجب وقت تھا روسا آپس مین خوب ملا کرتے تھے آج جو
تنگ لودیکٹرہ کا ہے یا شہر کا ہے یہ ویرانگی بھی روزمرہ کی
آمدرفت ایک دوسرے کے ایک دوسرے کے یہان تھی سب
کا وقت معین تھا اور پھر یہ انتظام تھا کہ ہر آدمی کا وقت
اپنے اپنے یہان بھی مجمع کا ضرور تھا اب تو شادی و غمی مین
جز و خاص و فرا بمد ا نہین ملتے اوس وقت اغیار روز
ملا کرتے تھے یہ ایک ڈیوٹی تھی جن لوگون نے اوس
سمان کو دیکھا ہے اور اب کا حال دیکھ رہے ہین اون کے

لئے نئی دنیا ہے یا شہر ہے اون کے روحانی ادلجھنون کا موازنہ
آپ لوگ نہین کر سکتے اور وہ صورت آپ لوگ اب نہین دیکھ سکتے
افسوس ایک کہانی رہگئی ہے وہ خلوص اب نایاب ہے اسی مکان مین
انہین لوگون کے قرابتدار عبدالمجید شاہ رہتے تھے یہ بھی بہت بلخی
آدمی تھے ان کی زندگی فقیرانہ رنگ کی رہی ان لوگون کا مقبرہ
میر اشرف کے مقبرہ مین ہے وہ بھی کوئی کشمیری ہی تھے اور انہین
لوگون کے آباداجداد سے تعلق تھا کیونکہ انتظام اوس مقبرہ کا
چندے راقم نے خواجہ حافظ احمد اللہ مرحوم کے ہاتھ مین دیکھا اور
بعض لوگون کو اسی مقبرہ مین مدفون ہوتے دیکھا عبدالمجید شاہ
کو توکل تو تھا مگر پرلطف آرام کی زندگی گذارتے دیکھا بہت
کم لوگون سے ملتے تھے اور بہت کم باہر نکلتے تھے اون کے
دارثان سے راقم کو موقع واقفیت کا نہ ملا ان لوگون کے
یہان اکثر کشمیریون کی آمدرفت بھی رہی اور اچھے اچھے لوگ
آیا کرتے تھے اب لڑکے سب مین بعضے تو ہم لوگون کو پہچان
بھی نہین سکتے نوجوانان بزرگون کی ملاقات سے نفرت
رکھتے ہین اور ملنا پسند نہین کرتے وہ بھی اپنی عزت سنبھالے
رہتے ہین دور دور رہتے ہین مرنے والا گیا اوسکے لوگ چھوٹے
ملاقات بھی دفن کردیجاتی ہے ۔

تذکرہ کاکل شاہ ایک پنجابی فقیر عرصہ ۲۵ برس سے

مدرسہ کی مسجد پر صغرا اسٹیٹ کے مکان کے ایک اوسارے میں
رہتے ہیں یہ بالکل خلاف شرع زندگی بسر کرتے رہے اور نہایت
ہی جی دار آدمی ہیں اور بہت گورے اور خوبصورت ہیں
رفتہ رفتہ اب سن پچاس کے اندر کا آگیا ہے شام کو بازار
نکلتے ہیں اور لوگوں سے کچھ مانگ لاتے ہیں اور اپنی روزی
چلا لیتے ہیں اور دن بھر رندانہ زندگی بسر کرتے ہیں ان میں غرض
داریکی اب تک کوئی کرامت ظاہر نہیں ہے مگر بڑا کمال تو یہ
ہے کہ اتنے بڑے میدان میں تنہا دریا کنارے ۲۵ برس گذار دیا
یہ کیا کم بات ہے کس کے مرید ہیں کچھ معلوم نہ ہو سکا نہ کسی کو پتہ
بتاتے ہیں اور نہ کسی رئیس کے گھر جاتے ہیں نہ کسی کے گھر
دعوت مدارات مولود کی تقریب شادی و غمی میں دیکھتے ہیں
شام کو ہم باہر نکلتے ہیں اور بازار میں اچھا کما لیتے ہیں سوال
بھی نہیں کرتے جس کو چاہا پکڑ لیا اور زبردستی اوس سے
وصول کر لیا کرتے ہیں لوگ دے بھی دیتے ہیں واللہ اعلم کیا بھید
ہے خدا بڑا روزی رسان ہے اور خدا کے بندے کس کس رنگ میں
رہتے ہیں راقم تو ان کو فقیر نہیں جانتا بلکہ ان کے پیر کا حکم ہے وہ
بجا لاتے ہیں زیر تعلیم ہیں ایک وقت آئیگا ان کے پیر سے
شاید ان کو کچھ مل جائے ہنوز وہ زیر ریاضت ہیں مگر اس پختگی کی
تعریف ضرور ہے کہ اب تک یکساں وہ شخص ثابت قدم ہیں اور

شہر بھر کو جلتے ہیں اور مجذوب بھی نہیں ہیں۔

۴۱۔ شاہ عبدالمجید مسکا شاہ یہ خاندان مولوی
ذوالفقار علی ساکن نگرہ سے تھے اون کے بھانجے ہیں اور
مولوی عبدالکریم جو راقم کے یہاں بچوں کو پڑھانے کو ملازم تھے
وہ مولوی ذوالفقار علی کے پوتے تھے اور یہ بھانجے تھے پہلے
یہ امین عدالت تھے اور اچھا کماتے تھے اور نانا قدس سرہ
کے مرید تھے ان کے ورثا اور اولاد وبی سب نگرہ مین تھے
ایک بیک اُنہوں نے ترک دنیا کیا اور مجذوب ہوگئے ان
پر کسی مجذوب کی نظر پڑگئی تھی یہ ڈاکخانہ جھاؤ گنج کے اسارے
مین مدتوں رہے شہر کے لوگ اکثر مانتے تھے اور لوگ مجذوب
فقیر سمجھتے تھے کبھی کبھی ہوش مین آجاتے تھے اور ہوش کی بات
بھی بولتے تھے ہر آدمی سے طالب بھی نہ تھے بعض بعض لوگ
مخصوص تھے جن سے یہ کچھ پیسے مانگ لیا کرتے تھے خود بخود
لوگ ان کو کھانا دیدیتے تھے پہلے مدرسہ کی مسجد پر مدتوں رہے
ڈاکخانہ ہی مین مرے۔ اسی خاندان مین محمد اعظم مولوی
عبدالکریم کے بھتیجے بھی مجذوب ہوگئے ہین اور تین ترا ہے
کی مسجد زینت شاہ کی املی مین رہتے ہین۔

۴۲۔ بابا سیمر سنگھ ایک وجیہ آدمی گدی نشین ہر مندل گلی
کے ہوئے ان کے وقت تک گدی اچھی چلی اور بہت ہی معقول

اور بہت خوبصورت گورے آدمی تھے ان کے وقت مین تیغا
سنگھ کار پرداز تھا اون سے سکھون سے بناؤ نہین رہتا تھا
ان کے وقت ہی مین آپس مین تکرار چلی بہت مقدمہ بازی رہی
ان کے بعد چند مہنتھ بیٹھے مگر مقدمہ بازی سے فرصت نہ ملی
ہر مندل مین جائداد بھی اچھی تھی مگر آپس کے نفاق مین برباد
ہوئی مہنتھ بابا گرو نانک شاہ کی خانقاہ ہے اون کا گرنت
اس خانقاہ مین ہے موجودہ گدی نشین کے وقت مین انتظام
سسملا ہے یہان راجہ راجاتے اور بڑے بڑے سکھ آتے ہین
اور گرنت کی زیارت کرتے ہین اور نذر چڑھاتے ہین ۔
بل صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ اس خانقاہ مین بہت جاتے تھے
اور کچھ مالی امداد بھی اس خانقاہ کی کیا تھا ان کی توجہ سے
یہان کی حالت درست ہوئی یہان کے گدی نشینون کا
اعزاز دربارون مین بھی ہے سکھون مین اسوقت بابو گرچرن سنگھ
وکیل نے ترقی کیا ہے یہ مذہبی آدمی ہین اور ممدوح خلائق
ہین ان کے خیالات موحدین کے ہین اور صوفیانہ ہین ان
سے راقم سے مذہبی گفتگو بہت رہی ہے سکھ مذہب مین
اسلامی عقائد کی بہتیری باتین ملی ہوئی ہین اور گرو نانک
شاہ کا گرنت توحید کو خوب بتاتا ہے بابو گرچرن سنگھ کے
وکالت اچھی ہے اچھا کماتے ہین طبیعت اصلاح کن ہے

ان کے مزاج میں انصاف پسندی دہیلت ہے با دیانت آدمی ہیں وضع
سکھوں کی ہے ان میں انگریزی تعلیم کا اثر بالکل نہیں ہے
پرانی وضع پرانے خیال پرانے ترکیب کے آدمی ہیں گاڑی
گھوڑا بھی ہے شہر ہی میں رہتے ہیں اور روز عدالت یہاں
سے جاتے ہیں صاحب اولاد ہیں بہادر سنگھ اب سکھوں
کے کارپردازی کرتے ہیں

۴۳۔ مولوی اسحاق صاحب پولس انسپکٹر

بہار کے اطراف کے کسی دیہات کے رہنے والے ہیں پرانی پور
کے مکان میں خان بہادر معین الدین کے یہاں یہ رہتے
تھے یہ پولس لائین میں مقرر ہوئے ترقی پاکر اسی شہر میں انسپکٹر
ہوئے اور خوش نام انسپکٹر ہیں آدمی با دیانت ہیں اور اپنے
کام میں ہوشیار ہیں اور کسی کی طرفداری نہیں کرتے وضع بالکل
سادی اور سیدھی ہے طبیعت کے نیک ہیں کچھ نمایش ظاہری
اور فٹ فاٹ ان میں نہیں ہے بظاہر سب سے میل جول تھے
پولس ماتحت سے بھی برابری کے برتاؤ ہیں مگر موقع وقت پر
قلم ان کا سخت اور غیر جانبدار تھے اسلئے ماتحتوں پر اندرونی رعب ضرور
ہے یہ کسی کے جھاڑ پھونک نہیں سنتے رعایت مروت نہیں کرتے
کام کے پورے ہیں اسی سلئے ان کی ترقی ہے خان صاحب

کا خطاب بھی ملا ہے صاحب اولاد ہیں منتظم آدمی ہیں یہ رستہ
پر سید نجم الحسن پسر اکبر راقم کے مکان میں برابر کرایہ دار رہے ہے
اور کرایہ دینے میں بہت کرتے آدمی ہیں معاملات کے بہت
صاف ہیں -

۲۲۴ مولوی خورشید علی ایک بنگالی انسپکٹر چوک
تھانہ میں ۳۰ برس گذرا ہو گا آئے تھے وہ ترقی کر کے ڈی
اس پی ہو گئے تھے کلکتہ میں جا کر سی آئی ڈی میں ڈی
اس پی ہو گئے تھے انہوں نے بڑا بڑا کام کیا راقم اور
مولوی یوسف حسین سے برابر ربط تھا ان کی اولادا ناث
تھی اب خبر نہیں ہے وہ لوگ کہاں ہیں بڑی آزادی اور زور
کی انسپکٹری اس شہر میں کر گئے بڑا رعب ۱ اب تھا شہر کے
بدمعاشوں کو خوب سر ہی کیا ہے تھے تو بنگالی مگر بلا کے ہوشیار
اور جی دار تھے اور بڑے با مذاق با اخلاق دوست پرست
آدمی تھے شہر کے بدمعاشوں نے ان سے شوخیاں بھی
کیں مگر آخر سب کو درست ہی کر کے گئے اب کوئی حال
ان کا نہیں معلوم ہوا کہاں ہیں دس پانچ برس گذرے
گواہی میں سیٹی کوٹ میں آئے تھے تو احباب سے بھی مل گئے تھے
انہوں نے آزاد زندگی بسر کیا اور آرام کی زندگی گذاری تھی
کلکتہ میں برابر ہم لوگوں کی دعوت کرتے تھے - جگرناتھ سنگھ

کو انہین نے سر کیا تھا۔

۴۵۔ شکور انسپکٹر چوکی تھانہ مین آئے اسی تھانہ مین وہ کورٹ منصرم رہے اور جہان گنج کورٹ مین مدتوں راقم کے اجلاس مین پانچ چھ برس کورٹ منصرم رہے پھر وہ ہڈ کانسٹبل ہوئے پھر سب انسپکٹر پھر انسپکٹر ہو گئے یہ صرف اُردو ہندی جانتے تھے اور بلا کے ہوشیار آدمی تھے ایک لفظ انگریزی نہین جانتے تھے مگر فقط تجربے کے بدولت یہ ہر ہر سے واقف ہو گئے تھے ہزارون مقدمات مین ان کو کامیابی ہوئی اور یہ ترقی کرتے گئے یہ کمہار سے قریب تر رشتہ داریان رکھتے تھے حکیم اسحاق صاحب کے قریبی رشتہ دار تھے ان کے نوکری کا زیادہ حصہ چوکی ہی تھانہ مین گذرا اپنے علاقہ سے بہت واقف تھے آبکاری کے مقدمات ان کے وقت مین سب کامیابی سے فیصل ہوئے اور یہی وجہ ان کے ترقی کی ہوئی یہ جوان ہی مر گئے ہمیشہ اُنہون نے اپنی وضع دیہاتی کی رکھا بغیر اردلی کے کبھی اُنہون نے پائجامہ نہین پہنا سادا کرتہ کوٹ و لنگی ان کی وضع رہی وردی بھی بہت سخت ضرورت کے وقت پہنا کرتے تھے یہ آدمی بہت کم سخن اور بلا کے چپ ہوشیار تھے مگر قلم سے بہت بولا کرتے تھے بظاہر تو بہت نیک تھے بہمہ ڈیوٹی کے ایسے پابند تھے کسیکے لئے رعایت مروت نہین کرتے

۳۴۶ منشی عبد الحکیم جوک تھانہ میں سب انسپکٹر
تھے یہ بہت جابر ہوشیار سب انسپکٹر تھے بہت نیک
آدمی تھے بے لوث اور بلا رعایت و مروت کام کرنے
کی وجہ سے انسپکٹر پولیس بھی ہو گئے یہ کسی دیہات کے
رہنے والے ہیں اور صاحب اولاد ہیں بہت کم سخن آدمی ہیں
راقم نے ایک لائے مجرم کی خبر دی گرفتار ہوا سزا پایا تو ان صاحب کا خط شکریہ ادا
پولیس میں چوہدری جو راقم کے پاس ہی اب کبھی دیہات میں یا دفتر میں انکا تماشا بہتر بن آتے عدہ میں ہے

۳۴۷ منشی ٹھاکر پرشاد دیہات کے رہنے والے
تھے یہ مدتوں جہانگیر گنج میں پیشکار رہے اور بڑے ہوشیار
پیشکار تھے اچھا کماتے رہے ان کو اجلاس ہی پر راقم کے
سامنے فالج آیا اجلاس سے اوٹھا کر رستہ میں گھر لے گیا
اور اچانک انتقال کر گئے ان کے بیٹے گنگا پرشاد بہت
کمسن تھے راقم نے اون کو بجائے باپ کے مقرر کرنے کو کلکٹر صاحب ضلع
کے پاس لکھا مستحقین مخالف ہوئے مگر اور دیگران کو نقل
نویسی میں جگہ دلوائی گئی اور پیشکاری میں فضل الرحمن
ولد شیخ امداد حسین ساکن برانوان کو رکھوایا گیا مدتوں وہ
رہے پھر میر شاہد حسین ولد میر واجد حسین ساکن رانی پور
مدتوں رہے پھر چند ہندو پیشکار برابر آیا کئے اور اب تک
ادلی بدلی ہوا کرتی ہے اب کے نئی پیشکار بندا بابو ساکن بادیکی ہیں علی امیر کے جاں دہر ساکن

مستقل نہین رہ سکا جو پہلے گذر گئے گنگا پرشاد کی شادی فریدپور
رتنی کے پاس کہین ہوئی یہ اور رنجیت بابو اس ڈپٹی اور
سب مجسٹریٹ پٹنہ سا رہو تھے رنجیت پرشاد کا انتقال
ہوگیا گنگا پرشاد ہنوز زندہ ہین اور اوسی عہدہ پر صدر
مین اب تک ہین میر شاہد حسین بھی ہنوز زندہ ہین جو ہم
کے نانی محمد نوراللہ کے سسر مین فضلو میان بھی زندہ ہین
جو دانا پور مین ہنوز پیشکار ہین ان کی شادی گورگانوان مین
میر وارث حسین کی لڑکی سے ہوئی تھی میر وارث حسین
میر ہاشم کے بھائی تھے ان دونون بھائیون نے گھرستی کے
خوش باش کی زندگی بسر کیا سب لوگ صاحب اولاد
ہین گورگانوان والون سے برادری کے تعلقات ہین
میر ہاشم سے مولوی حامد حسین صبا رئیس لودیکٹرہ سے بہت
آمدرفت تھی جانشینان شاید ان باتون سے واقف بھی
نہین ہون گے میر ہاشم تو گھوڑے سواری کرتے تھے میر
وارث حسین فن زمینداری جانتے تھے میر حامد حسین مذکور
کا کام بھی کرتے تھے فضلو میان کی شادی میر وارث حسین
کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ دونون بھائی بڑے پرمذاق تھے
ٹھاکر پرشاد کے پہلے بابو مرلی دھر ساہدہ پیشکار تھے جو مختار کاری
پاس کر کے جدا ہو گئے تھے وہ مالسلامتی علاقہ کے رہنے والے

تھے اون کے پہلے مولوی نثار حسین ساکن شیخوپورہ تھے یہ پٹنہ
کے آدمی نہ تھے قاضی رضا حسین خان بہادر کے یہاں رہتے
تھے پیشکاری چھوڑکر بمبئی گئے وہاں سے جہاز پر نوکری کر کے
ولایت گئے واپس آکر کسی صورتی بسکٹ کمپنی والے کے یہاں
شادی کرلی اور منیجر کارخانہ ہوئے اور دولتمند آدمی ہوئے
پھر ان کا حال نہ ملا کہاں ہیں کیا کرتے ہیں زندہ ہیں یا
نہیں صاحب اولاد ہوگئے تھے خط و کتابت بھی پھر بند
ہوگئی یہ کہانی ۴۰ برس کی ہے جہاں گنج انڈینڈنٹ بنچ
تھا استغاثہ بیان کیا جاتا تھا جب سے سیشن کورٹ کو اختیارات کم ہوگئے اب تو پتہ بالکل
ہوگیا فخر پہلے آنریری ان فسٹ میں مقرر کردیا گیا بینچ مجسٹریٹ کی وہ عزت بھی نہ رہی جو تھی

۳۸ میر احمد حسین ہرمتل گلی کے رہنے والے
تھے ان کی شادی میر رفیع الدین پیر دمڑیا کی لڑکی اور
محمد حبیب الدین صاحب کی بہن سے ہوئی تھی ان کے
بیٹے محمد عالم موجود ہیں جو رجسٹری میں کہیں محرر ہیں محمد عالم
کی شادی محمد نظیر رجسٹرار ساکن بتیا کی بہن سے ہوئی
محمد نظیر خواجہ سید حسن شاہ کی املی کی لڑکی سے بیاہے
گئے۔ محمد نظیر کے بھائی ڈاکٹر مختار احمد نواب سرفراز حسین
خان خان بہادر کے داماد ہیں میر احمد حسین خواجہ سید حسن
کے قریب تر رشتہ دار ہیں اور منشی ظہور کرار ان کے بھانجے

تھے منشی ظہور کی لڑکی سے مولوی حفیظ ولد مولوی غلام
قادر وکیل بیاہے ہین محمد شمس الدین لال املی رہتے تھے یہ
میر رفیع الدین کے ساڑھو تھے انکے بیٹے کی اولاد لال املی مین زندہ
ہین ان لوگون کے پاس تھوڑی موروثی جائداد تھی
اوس سے اوقات گذاری کیا خوش حال ہین دو برس
ہوا میر شمس الدین نے قضا کیا - مولوی حفیظ صاحب کی
لڑکی اوس لڑکے سے بیاہی ہے جو ولایت سے کچھ دستکاری
سیکھ کر آئے ہین یہ لڑکا مولوی حفیظ صاحب کے یہان مدتون
رہے پھر ولایت گئے آکر شادی ہوئی یہ دراصل پالی کے
ہین نام نہین معلوم ہے یہ عمر میان حکیم جہان آباد کے
قریب تر رشتہ دار ہین حکیم عمر صاحب مولوی عزیز الحسن
مرحوم وکیل خویش مولوی ولی عالم صاحب کے اپنے بھانجے
ہین میر احمد حسین کی آمدنی بقدر گذران اوقات تھی مکان
ہنوز موجود ہے محمد عالم سسرال مین بسے میر احمد حسین سے
خواجہ محمد رضا رجسٹرار سے قرابتداری تھی اور ہادی میان
کے خاندان سے لگا ؤ برادری تھا میر احمد حسین اوسط درجہ
کی زندگی بہ آرام گذار گئے ۲۸ برس گذرا ہو گا دہین مر گئے
۱۴۴ رائے سکھراج بہادر ایک متمول خاندان
کے آدمی تھے ان کا مکان احمد حسین مرحوم کے بغل مین

ہرسندل گگلی مین ہے یہ بڑے نامور آدمی گذرے جھاؤ گنج
مین مدتون آونریری مجسٹریٹ رہے زمینداری بھاری اور
وافر آمدنی تھی بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گذاری اعلیٰ طبقے
کے رئیسون مین شمار تھا فارسی کی قابلیت بہت اچھی
تھی شاعر بھی تھے ان کا دیوان بھی ہے مشاعرے کی
مجلس کا ایجاد اس شہر مین ان کے وقت سے ہوا دو مشاعرے
ایسے ہوئے کہ یادگار ہین اب ایسے مشاعرے غیر ممکن ہین
لکھنو دہلی آگرہ پنجاب تک سے شاعر بلائے گئے تھے
خرچہ دیا گیا تھا ایک بھاری تقریب ہوا کی ہندو رئیس کا
مکان اور مسلمانون کے جماعت کثیر کی مہمان نوازی
آسان بات نہ تھی اور ہر کے منصب کے مطابق خاطرداشت
کی گئی تین تین دن شبانہ یوم شاعری کا شغلہ رہا کیا یہ
بہت ممدوح رئیس گذرے اور بڑے باوضع خوش اخلاق
خوش غذا خوش لباس مہذب بوڑھے رئیس گذرے ان کو
اولاد نہ تھی انہون نے برادری کے ایک لڑکے جے راج
بہادر کو گود لیا اور اپنا جانشین بنایا انہون نے بات
تو حاصل نہ کی مگر لشتے نام لیوا ہے اون کے بیٹے اب
بابو جگدیش بہادر زندہ ہین ان کی روش زندگی [illegible]
ہے اور رہتا ہے جیسے پٹنہ کے نوجوانان رئیس زادہ

رہتے ہین ان کی بھی بسر ہوتی ہے ان کی بارات دھوم سے لکھنو گئی تھی ان مین بھی اخلاق اور داشت پرستی کا مادہ ہے آدمی منتظم ضرور ہین بعض اخراجات فضول ہین جسکو وہ خود اپنے سن پر آکر روکین گے ان کے گھر مین چار عورتین ہین اسکا آخری اثر دولت پر ضرور پڑیگا۔

۴۲۔ چھنو لال متھرا پرشاد یہ دونون حقیقی بھائی ہین ان لوگون کا مکان مچھر ہٹہ گلی مین ہے مگر دوکان ان لوگون کی عنبر کی مسجد کے نیچے ہے یہ لوگ سلجھی ہوئی چال کے آدمی ہین اور ملنسار ہین چھنو لال چوک وارڈ مین میونسپل کمشنر بھی ہین اور خیالات پبلک کو نفع پہونچانیکے ہین مگر میونسپلٹی مین رہکر کوئی میونسپل کمشنر پبلک کو نفع نہین پہونچا سکتا راقم خود میونسپل کمشنر ہا اور کچھ مفید کام نہ کر سکا آخر عاجز آکر گوشہ نشینی اختیار کر لیا میونسپلٹی مین کچھ صورتین اختلاف رائے اور خود غرضی کے فیلنگ کی پیدا ہو جاتی ہے جسکے وجہ کر ہمیشہ ایک پارٹی فیلنگ ہو جاتی ہے۔ متھرا پرشاد دوکانداری مین ہوشیار ہین چھنو لال جی کے مزاج مین یکسانہ باتین ہین اون سے دوکانداری پوری نہین ہو سکتی تاجر کو پبلک لائف مین آنے سے تجارت مین نقصان ہوتا ہے۔

۴۳ **خواجہ عنبر** کوئی تاجر تھے انہون نے اس مسجد کو بنوایا تھا ان کی تاریخ مفصل میر علی محمد شاد کی تاریخ پٹنہ مین ملی گی راقم کو ان کے دیکھنے کا موقع نہ آیا نہ ان کی پوری تحقیقات کر سکا ان کی یادگار مسجد پر سر سڑک واقع ہے اور کٹرے کی آمدنی کافی اندازاً سو روپیہ ماہوار کی موجود ہے جو مسلمانون کے زیر انتظام ہے اور وارثان اچھے خان منت خان کے ہاتھ مین ہے ان لوگون کو خاص قرابت بانی مسجد سے تھے مسلمانون نے معتبر تاجر جان کر انتظام چھنگے خان کے متعلق کر دیا ہے اب ان لوگون کا کارخانہ فیل ہو گیا ہے ہنوز انتظام انہین لوگون کے ہاتھ مین ہے یہ آباد مسجد ہے اور مہر مندل کے قریب ہے۔

۴۳ **بابو چھنی لال** کا مکان چوک کے تھوڑا پورب کچوری گلی موڑ پر ہے یہ بڑے بھاری مہاجن گذرے ان کے مکان مین راجاؤن کی شان تھی کمرون مین طلائی کام بنا ہوا تھا لوگ دیوالی مین اس مکان مین جایا کرتے تھے اندر باغ بہت سجا ہوا تھا انہون نے بڑے عیش کی زندگی گذاری اور آج تک انکا نام شہر مین مشہور ہے ان کے ورثا مین نوندراجہ تھے انہون نے بھی اپنی زندگی رئیسانہ بڑے آرام کی گذارا اور بڑا نام و نمود کیا راقم کے یاد مین

اون کا انتقال ہوا ہے اون کے ورثا میں ہنوز لوگ موجود
ہین اس خاندان کے تین لڑکے تھے خوب لال محبوب لال
عجوب لال ان تینون لڑکون کی پرورش رئیسانہ ہوئی اور
بہت عیش سے گذران ہوتا رہا مورث کے مرتے ہی اس
خاندان مین تکرار چلی یہ تینون لڑکے بہت پریشان حال
ہوگئے خوب لال نوجوان ہی غائب ہوگئے خوب لال نے
سخت تکلیف کی زندگی بسر کیا محبوب لال بھی بہت پریشان
حال ہوگئے ان لوگون کی گردش تقدیر جو راقم نے دیکھا وہ
قابل افسوس تھی اون کی ابتدا پر توجہ کرتے ہین اور ایسا تنزل
دیکھتے ہین تو بجز نوشتہ تقدیر کے کوئی چارہ نہین دیکھائی دیتا
ایک ان دونون مین سے بھی مرگئے ایک ہنوز زندہ ہین
جو دراب ٹوئی مین راقم کے زمین مین چنے دراب والے
مکان کو خرید کر کے اب رہتے ہین اور ان لوگون کی حالت
ناگفتہ بہ ہوگئی تھی ہنواری راجہ نوند بابو کے بعد جانشین ہوئے
یہ بڑے رئیس مزاج گذرے اون کے معقولیت کو راقم بیان
نہین کرسکتا اسی معقولیت کے بدولت جائداد ان کے
وقت ہی مین سب برباد ہوگئی اور منتقل بھی ہوئی ایک
زن بازاری لالن نامی کو ایک مالا موتی کا جسکی قیمت
ایک لاکھ تھی انعام دیا اسی سے اخراجات اور دولت کی

ناقدری کا موازنہ ہو سکتا ہے اور کبھی چہرے پر میل نہ دیکھا گو مالی
خرابیان پیدا ہو گئین تاہم مزاج مین کوئی فرق نہ آتا یہ بڑے
سیر چشم آدمی گذرے گھوڑون کا شوق بیحد تھا اچھی سواری جانتے
تھے ان کے پاس ایک سمند گھوڑا تھا جو اسقدر حسین تھا کہ ابتک
ویسا جانور راقم کے نگاہ سے نہین گذرا جس وقت یہ بازار مین
نکلتے تھے لوگ تماشہ دیکھتے تھے مذہبی پابندی بھی تھی کوئی
ملاقاتی بھی جائے مگر جب تک پوجا پاٹ سے فرصت نہ ہوتی
ملاقات نہ ہوتی وقت بندھا ہوا تھا دونون وقت پوجا
کرتے اور زیادہ وقت پوجا پاٹ مین گذرتا یہ باغ مین رہتے
تھے وہین مندل بھی تھی مرتے دم تک ان کو آسایش ملی کی
ان کے بعد جائداد بالکل خراب ہو گئی مکان جیتی لال والا نیلام
ہوا منجھلے نواب صاحب نے خریدا. ون سے منتقل ہو کر اللہ جلائی
رنڈی کو شہر کے دو معزز رئیسون نے دلا دیا اللہ جلائی بہت
ہی حسین رنڈی تھی اور بڑی خوش مزاج تھی جوان ہی مری بڑا
عیش اوس عورت نے چند ہی برسون مین اوٹھایا ابتدائی
زمانہ اون کا بھی دیکھا دو روپیہ فیس تھی انتہائی زمانہ بھی دیکھا
کہ طلائی کمرون مین رہین اور لاکھون کا اثاث البیت ہو گیا
اون کی والدہ نے اور بھائی نے سب تباہ و برباد کیا۔ جن
دامون آیا اونہین دامون گیا مان اوکی برباد ہو کر مرین

بھائی کی شادی ولایت حسین شاہ کی اہلیہ کے لڑکی سے ہوئی وہ
بھی طوایف ہوگئی اور تختہ و تاراج ہوکر کلکتہ چلی گئی میان ولایت
کے پاس کچھ روپیہ اندازی دو ہزار نکلے وہ سب روپے
اون کے ورثا پر تقسیم ہوئے مقدمہ بازیاں ہوا کین خود
وہ اپنی زندگی بہت خراب گذار گئے نہایت بخالت کی
زندگی گذاری لوگون کے یہان جاتے چائے ناشتہ کھانا
ادھر اودھر کھاتے اور مرتے وقت کوئی پرسان حال
نہوا مرنے کے بعد مال اسباب سب ورثا نے لیا جو کبھی اونکے
گھر نہین جاتے تھے اون کو ملا اس امر مذکورہ کے خاندان سے
بی لالن نے خوب روپیہ حاصل کیا پھر بگن بی بی نے خوب
پیدا کیا اور سوال کرتے ہوئے مفلوک الحال ہوکر برص مین
مبتلا ہوکر قضا کیا مذہب تبدیل کیا کربلا سے واپس آکر
مرین اسی خاندان سے بگن بی بی بھی رہین اور پھر بگو نے جو حاصل
کیا تھا سب برباد ہوا اسی خاندان سے مونگا بی بی بہین اور
بگو نے بہت عیش کیا اور تباہ ہوکر مرین اس خاندان کے
سوانح پڑھنے سے خدائی یاد آتی ہے کیسے کیسے عمدہ لوگ
تھے اور کس طرح تباہ و برباد ہوگئے اور کتنا بڑا گھر خراب
ہوا اور جن لوگون کے بدولت خراب ہوا اون کا بھی نام و
نشان باقی نہ رہا اون لوگون کی آخری زندگی کس طرح

برباد گئی اون کے ورثا بھی بھگت نہ سکے خدا جانے کس ظلم و ستم سے اور کس سبب سے بڑے بڑے گھرون کو لوگون نے ناس کیا جسکا خمیازہ اپنی اپنی زندگی مین لوگون نے پالیا۔

اللہ جلائی کے بھائی ولایت نامی ابھی زندہ ہین اور کسی طور پر اپنی زندگی بسر کرتے ہین اللہ جلائی کا مزار بکی درگاہ کے پھاٹک کے باہر ہنوز قائم ہے نوجوانان اون لوگون کی دولت کا موازنہ کرین اور طوایفون کے حال پر غور کرین اور عبرت پکڑین اسی خاندان کے امید بہادر ایک رئیس تھے اونہون نے بھی اپنی زندگی بڑے عیش کی گذاری اونکی جائداد بھی برباد ہوگئی اسی خاندان کے کمید بہادر تھے اونہون نے بھی بڑے عیش کی زندگی بسر کیا اون کی جائداد بھی قائم نہ رہی اسی خاندان کے موہا بابو و سونا بابو تھے ان دونون کی جائداد بھی برباد ہوگئی مکانات تک کھد گئے ان لوگون کا وقت راقم کے آنکھ کے نیچے گذرا ہے ان لوگون کی روش زندگی دیکھا مقدمہ بازیان دیکھین ان لوگون کا دارو دورہ اور عیش و عشرت دیکھا اور جائداد ونکا خراب ہونا دیکھا کسقدر افسوس ہوتا ہے وہ لوگ کدھر گئے اور اون کی جائدادین کیا ہوئین یہ محلہ کسقدر آباد تھا اور اب کیا ہوگیا ہے چنی لال کا مکان ایک مہاجن نے خرید لیا ہے

اور مرمت کر کے آباد کیا ہے جواب تک نام چلا جاتا ہے اور اکثر مکانات میدان ہو گئے اور بعض ذلیلہ حالت میں موجودہ ہیں آگے خبر نہیں ہے کسکے قبضہ میں ہے اور انکے کون کا کون وارث زندہ ہے۔

۴۴ اچھے خان و منت خان کا مکان دریا کنارہ تھا و گنج میں تھا ان کی والدہ کا نام پیارن بوڑھی تھا یہ بہت سن دار ہو کر مریں ان کو خانقاہ مغل تالاب بیرسے پیری مریدی کا تعلق تھا وہ راقم کے نانا مولانا امیر الحق قدس سرہ سے مرید ہیں انہیں کے ساتھ حج کو بھی گئی تھیں اونہوں نے راقم کی والدہ ماجدہ کو کھلایا تھا اس لئے ان کو اس گھر سے بہت تعلق تھا اچھے خان بہت غریب آدمی تھے چوک پر کھڑے ہو کر دو پلیا ٹوپی فروخت کیا کرتے تھے اور منت خان ان کے بھائی بھی یہی روزگار کرتے تھے چھوٹے خان ہادی میاں مرحوم کے یہاں عمر بھر کوچبانی کرتے رہے رفتہ رفتہ خدا نے اچھے خان کو فروغ دیا اور اونہوں نے ایک دوکان منہارہ کی کھولا پھر دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی پھر تو ۵۰ برس کے اندر یہ حالت ہو گیا اور ۱۲ سترہ لاکھ کا کارخانہ ہو گیا ایسی ایسی تعریفین ان کے یہاں ہوئیں کہ شہر کے روسا انکو سکے

یہ گاتے بھی تھے طبلہ ڈھولک خوب بجاتے تھے اور خیرات
بھی بہت کرتے تھے اس قارم نے دور دور ملکون مین
اپنا نام پیدا کیا کلکتہ مرغی ہٹہ مین احسان کریم صاحب
تاجر کی مسجد کے بغل مین سہ منزلہ مکان اب تک موجود
تھا کلکتہ مین مشہور قارم تھا اس گھر مین بڑی دولت
جمع ہو گئی تجارت کا راز خدا ہی جانتا ہے اسقدر آمدنی
بڑھی کہ جھاؤ گنج کے محلہ مین بہتیرے مکانات ان لوگون
کے ہوگئے سٹرک پر اکثر جائداد ہوگئی بانکی پور مین بڑی بھاری
دوکان بی ان کالج کے پاس تھی سکھالین کلکتہ مین ایک
مکان لیس مین تھا جسکی آمدنی چھ سو ماہوار منافع تھا
شب پور مین ایک باغ قابل دید تھا اچھے خان نے حج
بھی کرلیا اور بہتیری عورتون سے عقد کیا ہے سے اولاد کثیر
موجود ہے منت خان کی بھی چند بیبیاں تھیں یہ دونوں
بھائی اجمال سے ہے چھوٹے خان برابر جدا ہے اسلئے انکے
وارثون کو دولت نہ ہوئی نہ ان بھائیون کے ایسا آرام
ہوا ہر شخص کی تقدیر جداگانہ ہوتی ہے دو بھائی کی تقدیر
بر سر اوج رہی ایک بھائی غریب ہے مگر اچھے خان نے کچھ
روپیہ نقد چھوٹے خان کو بھی اپنی کمائی اور قارم سے
دیکر جدا کیا اچھے خان کی نیت بہت اچھی تھی اور بڑی

معقول آدمی گذرے اور اون کے مزاج مین بالکل غرور کا مادہ پیدا نہ ہوا اور سادی وضع رکھا باوجود عروج کے انکے مزاج مین نمایش شان و شیخی پیدا نہ ہوئی بہت ہی ہمدرد اور رحم دل آدمی گذرے ان کے تین لڑکے پہلی بیاہی بی بی سے تھے چھنگے خان گمانی خان ظہور خان یہ لوگ جب جوان ہوئے تو پھر بٹہ کی دوکان پر سنت خان بیٹھنے لگے اور اچھے خان معروف گنج مین گمانی خان کلکتہ کی دوکان پر ظہور خان چوک کی دوکان پر بیٹھنے لگے بیسون دوکان متفرق جگہ مین کھولا اکثر جگہ دوکان کی شاخین ہوگئین اور بہتیرے ملازم نوکر تھے ملازمین ان کے اچھے اچھے دوکاندار ہوگئے اور جدا ہو ہوکر اپنی دوکانین کھول لیا ان لڑکون کا اقبال خوب چمکا مگر ان لوگون نے سادگی چھوڑی کارخانہ بہت طول ہوگیا بڑے سرکار مجھلے سرکار چھوٹے سرکار کہلانے لگے اور بہت ہی شان و شوکت کی زندگی گذارنے لگے پھر ظہور خان نے برف گدام قایم کیا اور بڑا نفع اس فیکٹری سے ہونے لگا ظہور خان کا خون خراب ہوگیا تھا اونہون نے بڑے عیش کی زندگی بسر کیا اور جوان ہی مرگئے ظہور خان بڑے دوست پرست آدمی تھے اور بڑے شوقین تھے بہت خوش لباس اور خوش غذا تھے کھانے کھلانے کا بڑا شوق تھا رمضان مین روز

اپنے یہان امیر و غریب ملاقاتیون کی روز دعوت کیا کرتے تھے کبھی اکیلے افطار نہ کیا بہتیرے آدمی روزمرہ مدعو ہوا کرتے تھے رمضان بھر عمدہ عمدہ کھانا پکتا تھا اور لوگون کو کھلاتے بھی بہت تھے بہت سی خوبیان تھین مرنے والے مین یہ اور گمانی خان سارٹھو تھے ظہور خان لاولد مر گئے ان دونون کے سر جہان آباد مین رہتے ہین اور غربت سے اوقات گذارتے ہین پھر بعد مرنے ظہور خان کے گمانی خان برد کدام مین چلے آئے اور چھنگے خان کلکتہ رہنے لگے مرجانی گنج کی دوکان مین آگ لگی ایک لاکھ کا مال جلا گئی دن دوکان مین آگ ہی تین مہینے کے اندر گمانی خان نے مکان کبا درست کر لیا اور پھر اسباب سے دوکان کو سج دیا کہین پر ان لوگون کے منہ پر میل بھی نہین آیا ان لوگون کو گراموفون کمپنی نے اور کاغذ کمپنی نے بڑی مدد دیا جس سے یہ لوگ آتش زدگی کے اثر کو برداشت کر گئے اور اپنا منافع نکال لیا پھر حرمت رنگ کمپنی کی امداد سے بہت روپیہ بنا لیا اور پھر صابن کمپنی کے ایجنسی سے دو دو ہزار روپیہ ماہوار صرف کمیشن کا ملتا رہا پھر کسی سے نے زیورات اپنے اپنے گھر وقت مین بنا لیا اب ان لوگون کی زندگی مصرفانہ ہو گئی اور تجارت مین اکو منی لازمی بھی وہ نہ رہی ایک ایک لڑکا

گھر کلا اپنے کو شاہزادہ جاننے لگا آدمی بڑھتے گئے اور خرچ بڑھتا گیا
کافی آدمی پیدا ہوئے اخراجات غیر ضروری اور غیر شرعی اس
گھر میں ہونے لگے اور آپس کا نفاق پھیلا نتیجہ آخری یہ نکلا کہ
دس لاکھ کا اسٹیٹ قرار پایا اور چھ لاکھ دین آید ہوا اور
مہاجنون کے طرف سے تقاضا ہوا سنبھال نہ سکے اور
نیت میں بھی فطور پیدا ہو گیا آخری نتیجہ فارم کے فیل ہونے
کا ہوا اور یہ فارم انسولمنٹ ہو گیا جائداد ین نیلام ہوئین
برف گدام سب کے پہلے نیلام کرایا گیا مکانات کو ان لوگون
نے کوشش کر کے کم قیمت پر خود ہی خریدنا آغاز کیا جہان تک
بچا سکے خود حاصل کر لیا اور صاحب جائداد ہو گئے مہاجنو کا
روپیہ گیا اگر یہ لوگ جانتے اور نیت خالص رہتی تو یہ گھر
سنبھل سکتا تھا مگر آپس کے نفاق نے اس گھر کو برباد کیا
بعض حصہ دارون کے پاس روپے بھی ہین اور حصہ دار جو
غافل رہے بالکل برباد ہو گئے اس فارم نے اکثر واجبی حصون
کے حق کو ادا نکیا ترکہ نہ دیا اور شرعی حصہ داران کی حالت
غربت کی رہی لچھے خان کی اولاد اولادین جو دا قرا مین بہت
غربت کی حالت مین رہین اون لوگون کو فارم سے حصہ ملا
لچھے خان کے داماد حکیم فتح بہادر تھے اون کے لڑکے اور
حکیم جی کی بی بی بہت خستہ خراب حالت مین ہین فتح بہادر

تو مسلم تھے دو بھائی تھے ایک بارھو مین حکمت کرتے تھے
وہ بھی غربت کے حالت مین مرے ان لوگون کے والد
یا بو ہرک چند تھے وہ جب جاندا د تھے وہ گھر بھی برباد ہو گیا
ہرک چند اپنی زندگی تک اچھی گذار گئے ایک بی بی الٰہی بخش
میان دوکاندار چوک کی بہن تھین جنکی دوکانات چوک مین تھی
اوران کا مکانات کالی استھان مین تمام دوکان اچھی بقدر گذران
اوقات تھی اون کے بیٹے میان منظور ڈرایور ہین اور بھی
اولاد ہے جو کلکتہ مین ہے ان کی دوکان بھی آتش زدگی مین
خراب ہو گئی اور کچھ اولادون نے خراب کیا یہ لوگ ملازمت
و دیگر روزگار سے اوقات کاٹتے ہین بعض اولاد اچھے خان
کی بیرے حال مین ہے اور اکثر لڑکیان پریشان حال ہین
ایک لڑکی انکی شمشو خان ولد چھوٹے خان اپنے بھتیجے سے
بیاہی تھی مگر زن و شو مین میل نہ رہا شمشو خان کو باوجود
اولاد رہنے کے اس خاندان سے کوئی زیادہ تر نفع نہوا شمشو
خان اپنی دوکان بہی ساز ی کی کرتے ہین اور اپنی اوقات
خوش حالی سے بسر کرتے ہین گمانی خان کے لڑکے محمود خان
احمد خان و سلطان خان ہین احمد و محمود خان کی شادیان
کشمیر کے ایک پٹھان کی لڑکی سے ہوئی وہ جنگل کے
ٹھیکدار تھے دھنباد مین گل محمد خان اونکے بھائی تھے

ہین جو امریکا وغیرہ تمام سے ہوکر آئے ہین اونکا کاربار اچھا ہے
احمد خان و محمو خان نے بہت آسایش اور عیش و آرام کی
زندگی بسر کیا اور کلکتہ مین بڑی توابی سے گذران کیا اور
بہت روپے صرف کیے سلطان خان بہار مین مدا میان
کے یہان بیاہے گئے اور ننھے خان ولد منت خان بھی
وہین بیاہے گئے سلطان خان صاحب اولاد ہین اور
اب گھر ان کے سبب سے سنبھلا ہوا ہے یہ لڑکے فن تجارت
خوب جانتے ہین باوجود انٹولیمنٹ ہونیکے یہ لڑکے ان الزامات
سے پاک ہین اور بانکی پور مین ایک بڑی دوکان کرلیا ہے اگر
خدا فضل کرے تو یہ لڑکا آیندہ خاندان کی حالت کو سنبھال
سکتے ہین اس لڑکے نے اپنی وضع ہنوز تاجرانہ رکھا ہے امید
ہے کہ تجارت مین نفع ہو احمد و محمو کے پاس اور عورتین
عقد مین ہین وقتھین جن سے بھی اولاد ہے ان لوگون نے
دادا کی سنت ادا کیا ہے منت خان کی اولاد مین ننھے
خان لنرج سے واپس آکر قضا کیا اور منت خان بھی
مرگیے یہ بوڑھے ہوکر مرے منت خان کا بھی چند عقد ہوا
ایک بی بی میان وزیرا تاٹے وزیرا کی گھر کی تھین جن سے
اولاد موجود ہے اس عورت اور لڑکے کو بیس ہزار روپیہ نقد
وہ دے گئے تھے جو روپیہ غارم نے ہضم کرلیا اور یہ لوگ بھی

پریشان حال ہوگئے اس قارم نے حق داروں کا حق بہت
مارا جسکا نتیجہ قارم کو ملا ظہور خان نے فیکٹری آمدنی سے
مسافر خانہ بنانے کی وصیت کیا تھا اور فیکٹری کے بغل کی
زمین کو اس کام کے لئے پڑتی چھوڑ دیا تھا مگر اس قارم نے
اوس وصیت کو نہ مانا نہ ظہور خان کی بی بی کو ترکہ ملا۔
شمشو خان کی بی بی کا ترکہ بھی نہ دیا گیا اور مستحقین نے پورا
ترکہ نہ پایا الغرض جتنے ورثائے جائز ان لوگوں کے تھے
اکثروں کا حق ضائع کیا گیا جو وہ لوگ اسوقت تک
پریشان حال ہیں اور اب تک موجود ہیں خدا کے قانون
ترکہ میں جو اصلاح دینا چاہتا ہے خدا اوسکا فیصلہ یوں
ہی کر دیتا ہے کہ انسان کا سارا کیا دھرا سب برباد ہوکر
ادھر اودھر ہو جاتا ہے اہل حقوق کا حق مارنا آیندہ لوگوں
اور نسلوں کے لئے بجائے مفید ہونیکے مضر دیکھا گیا مہاجنان
جدا روتے ہیں اور قرابت داران جدا پریشان ہیں اب
حصہ داران خود جدا پریشان ہیں گو بقدر ضرورت انکے پاس
پیسے ہیں مگر قارم کا نام گیا وہ عزت گئی دولت گئی اعتبار
گیا ہوا گیا وہ امارت گئی وہ بے فکری گئی دشمنوں کو ہنسنے
کا حق پیدا ہو گیا اہل حقوق کی زبان کھل گئی راقم کے
سامنے اکثروں نے کہا کہ ہم لوگوں کا حق مارنا آسان نہ تھا

اس گھر میں سب سے زیادہ اقبال مند کمانی خان تھے ان کے
اقبال نے کلکتہ میں بڑا عروج دیا اور انہوں نے بہت سیر
بھی کیا اور بڑا عیش بھی کیا فقیر دل آدمی ہے ان میں استقلال
کا مادہ کم ہے اور کوئی روز آرام سے بیٹھ نہیں سکتے بہت صاف
دل آدمی ہیں اور بہت ہمدرد اور سخی شخص ہیں ان کے
یہاں ایک طرح کی خانقاہ ہے آئے گئے مسافر فقرا ادھر
ادھر کے نکمے لوگ محلہ والے سب آتے ہیں اور سب کے ساتھ
دامے درمے قدمے قلمے یہ ضرور سلوک کرتے ہیں بہت
بذلہ سنج آدمی ہیں مگر فوراً ان کو مٹھائی جھونک بھی آجاتا ہے
غصہ آتا ہے اور مٹتا ہے کینہ کش نہیں ہیں بہت صاف
آدمی ہیں دین لین کے بھی اچھے اور ایماندار ہیں ان کے
اولاد کثیر موجود ہے کینہ پرور مزاج نہیں ہی مگر فارم کے کام
سے ان کو کوئی تعلق نگرانی کا اوس وقت سے نہیں رہا
جب سے یہ فیکٹری میں رہے انہوں نے تھوڑی غفلت ضرور
کیا کہ فارم کے کام کو کبھی اول سے کر نہیں دیکھا نہیں لڑکوں کے ایمان
پر اور اپنے لڑکوں پر چھوڑ دیا اسلیئے یہ زیادہ تر گھاٹے میں رہے
مگر بازار کے دیون کے بابت یہ بھی ضروری جوابدہ ہیں
اور جو سب کا حال ہوا انکا بھی نام اوسی کے اندر شمار
کیا جاتا ہے اپنے اخلاق حمیدہ کے وجہکر اور سلوکات سابقہ

کیونکہ لوگ ان کو حقارت سے نہیں دیکھتے ہیں چھنگے خان بہت ہوشیار اور عقلمند آدمی ہیں اور معاملہ فہمی ان کی بڑے وکیل و مختار سے زیادہ ہے زمینداروں کو وہ باتیں نہیں سوجھ سکتی ہیں جو یہ سوچتے ہیں اور پابند روزہ نماز و مذہب کے ہیں اور اکثر مسجدوں کے منتظم و متولی ہیں اکثر اوقاف کے یہ امانت دار اور مشیر اور منتظم بھی اب تک ہیں انہیں کا کام تھا کہ گئی جائدادوں کو حتے المقدور جسقدر ہوسکا بچا لیا اور کوڑیوں کے دام انسولمنٹی آفس سے پھر بنام احباب خود خرید لیا ورنہ شریکدار ان کو رہنے کا گھر بھی نہ رہتا جس تدارہ پر معاملات اولجھ گئے تھے شب قوت کے لئے محتاج ہو جاتی منت خان اس قارم میں نصف کے شریکدار تھے نصف میں وارثان اچھے خان شریکدار تھے بعض اس میں عورتیں شریک ہیں ان لوگوں نے عورتوں سے معافی دین بھی کرائی قانونی طور پر استحفاظ جائداد کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا گیا مگر خدا کے نزدیک نفسانی خیالات کیا کام دیتے ہیں خدائی قانون کا اجرا ہو کر رہتا ہے ہمت خان منت خان کے پورے جانشین نصف حصہ دار ہوئے اونہیں کا زیادہ نقصان ہوا اگر قارم رہتا تو نصف نفع اون کا ہوتا نقصان بھی نصف

اون کا بھی ہوا اور ون کا بقدر حصہ خود نفع و نقصان تھا
ہمت خان کو سب سے زیادہ ہر طرح کا نقصان اس دنیا میں
پہونچا جو واقعات اون کے اوپر گذرے اونکا بھی جی
جانتا ہوگا دوسرا اوسکا موازنہ نہیں کر سکتا آدمی
جا بر ہین اون کا مال بھی بہت ضائع ہوا اور جو کچھ بچا کر
رکھ سکے اوسکے بھی ضائع ہونیکا دہ وہ سامان ہوا جو
انسانی وہم مین نہین آسکتا ان کی شادیان بھی چند
ہوئین شاہ پھیکو صاحب دیوان محلہ کے یہان ہوئی
اوس کے بعد مولوی حکیم دیوان محلہ کے یہان ہوئی ان کے
لڑکے کی شادی دریاپور مسجد کے بغل مین ڈاکٹر بس خان
کے یہان ہوئی چھنگے خان کے لڑکے کی شادی داروغہ
علی حسن ساکن سہسرام کے یہان ہوئی اس خاندان کے
اکثر شادیات ابھی باقی ہین۔

۱۳۵ نورا کاغذی ڈاکٹر بشیر والے مطب کے نیچے
ایک دوکان بہی کی تھے بہت بوڑھے متقی آدمی تھے وہین
پر ان کا مکان بھی ہے ان کے بیٹے کریم بخش ہو زندہ ہین
یہ لوگ ہمیں زندگی گذارتے تھے ان کے بھائی رحیم بخش
کو پڑھانے کو شاہ ریاض الدین مرحوم پدر مولوی مصطفے
صاحب ساکن اوکانوان ملازم تھے وہ راقم کے بھی

اوستاد فارسی مین تھے اور رات دن راقم کے مکان مین
رہتے تھے نورا بہت نیک آدمی گذرے ہے کریم بخش بھی اب
بوڑھے ہوگیے اب اچھے آدمی ہین جوانی زندگی مین گذار اتھا

۴۶ عبدالرحیم ایک شخص چوک پر دوکاندار تھے
یہ خان محمد دوکاندار کے بھائی تھے خان محمد کی دوکان
بہت اچھی چلی ہوئی تھی دونون بھائی خوش حال تھے
خان محمد کے مرنیکے بعد اون کا ترکہ راقم کے ثالثی سے
تقسیم ہوا سلطان گنج مین ان کی شادی ہوئی تھی ابھی
ان کے سسر نے مقدمہ بازی کی عبدالرحیم کو بھی ترکہ
ملا تھا پھر ان کی زوجہ سے عقد کرلیا پھر عبدالرحیم کی
دوکان جلی اور حال خراب ہوا اور بہت تکلیف سے
ان کی گذری عنبر کے مسجد پر پڑے رہتے بی بی مری یہ عورت
بھی مری لڑکی ان کی مغلپورہ مین تھی اوس نے پرورش
کی پرورش سے تر چل سکا لڑکا کچھ مدد کرنے لگا وہ کلکتہ
چلا گیا آخرکار دست سوال کھلا افسوس ہے انکو افیون کی
عادت ہے غریب آدمی ہوگئے افیون تو جان کے ساتھ
کا نشہ ہے اوسکا سامان معہ لوازمات انجام نہو سکا
دست سوال کھولنا پڑا اوس پر بھی پورا نہ ہو سکا۔
صحت خراب ہوگئی آخر بہت تکلیف اوٹھا کر انتقال

ہوگیا جسکو عرصہ ایک برس کا گذرا ہوگا سارا خاندان
گمنام و تباہ ہوگیا۔

۴۷ گھسیٹا دوکاندار چوک عبدالرحیم کی دوکان
کے بغل مین دوکان کرتے تھے ان کا مکان دوتندی
بازار مین تھا یہ فصاحت کی میدان والونکے قرابتدار
تھے بڑے پہلوان آدمی تھے ڈنڈ مگدر کشتی کا شوق تھا
ادھیڑ ہوکر اسی سال قضا کر گئے آدمی اچھے تھے انکے
لڑکے ہین جو ایک بڑی دوکان کرکے چوک پر رہتے ہین
ان کے وقت مین چھوٹی سی بساطی کی دوکان تھی۔

۴۸ عمر دراز میاں حکاک کا مکان کواکھوہ
مین ہے ان کی دوکان چوک کے پورب چنی لال والے
مکان کے سامنے ہے بقدر ضرورت یہ کما لیتے ہین
اور اپنے بال بچون کی پرورش کرلیتے ہین ادھیڑ آدمی ہین
زیادہ تحقیقات ان کے بابت نہین کی گئی۔

۴۹ میاں ولی درزی کا مکان ہیرالال
کاربرداز کے مکان کے بغل مین کواکھوہ مین ہے انہون
نے چندروز اچھی ترقی کیا اور روزگار بہت چلا ہوا
تھا اور سب بنیا ین سیتے تھے خوب چلایا ان کو شوق مشاعرہ کا
ہوا انہون نے ایک حلقہ باندھا واجد میاں کے لڑکے

اور چند نوجوان شاہ محمد امیر صاحب کے مرید ہوئے اور بعض
شاہ محمد کبیر صاحب کے مرید ہیں ان لوگوں نے قوالی و مجلس
حال و قال آغاز کی اور ایک مشایخانہ ترکیب پہلے روزگار
کو ان باتوں سے کیا واسطہ یہ لوگ ان کاموں کو نہیں
سنبھال سکے روزگار بھی خراب ہوگیا اور وہ راستہ بھی
جاتا رہا مواقعات بدلے پیسے کم ہوگئے اب درزی کی دوکان
کرتے ہیں آدمی معقول ہیں پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔

۵۰ راما ٹوپی والے کی دوکان چوک کے آگے
ہے یہ بھی اپنی زندگی بقدر گذران کے کما کر بسر کرتے ہیں
ان کا مکان نالے پر ہے ان کی برادری نالے پر ہے۔

۵۱ سنگجی یہ ایک سکھ ہیں چوک سے آگے ان
کی دوکان ہارمونیم مرمت کرنے کی ہے یہ پہلی دوکان اس
کام کی شہر کے اندر ہوئی تھی اب تک ہے اس کام کے
کاریگر اچھے ہیں۔

۵۲ تلسی رام بانات والے یہ آگرہ کے رہنے والے
ایک بھاری دوکاندار تھے ان کے وقت میں مہاجنی ہوا
کی اور دوکان بھی تھی جائداد بھی کمائی تھی بڑے دولتمند
لوگ تھے ان کا مکان و باغ قابل دید ہے پورا ایک
محلہ ان کا ہے یہ مکان دریا کنارے واقع ہے اور ادھر

چوک کے طرف پھاٹک اور کٹرا ایک بڑا بھاری حلقہ ہے ہنوز یہ
مکان قایم ہے اور دولت بھی قایم ہے ان کے بعد
سری رام جانشین ہوئے ان لوگون نے مہاجنی زندگی
بسر کیا اور بہت خوش حال ہے بڑی ترقی کرتے رہے
ان کے بعد راجہ رام و بلدیو رام جانشین ہوئے یہ دونون
بھائی تھے ان لوگون نے پٹنہ سٹی اسکول مین تعلیم پایا
راقم بھی اوسوقت ان لوگون کا کلاس فلو تھا یہ دونون
صاحب با اخلاق تھے اپنی جانشینی کے وقت اپنے کلاس
فلو لوگون سے برتاؤ وہی رکھا اور بڑے دشت کے
زندگی بسر کیا راجہ رام نے بڑی ترقی کی دیارہ نکربال دیا
کلکٹر صاحب سے خرید ادیارہ ایک مشہور لڑاکو جگہ ہے یہ مشکل حل
ہوا مسٹر بائی لوڈ صاحب منیجر مقرر ہوئے خوب خوب
فوجداریان ہوئین اور عدالتی مقدمات لڑے گئے آخر کار
سر ہوا اور ہنوز تکرارین ہوا کرتی ہین مقدمات مین لاکھون
لاکھ صرف ہوئے جب جاکر اس زمینداری کی آمدنی
بڑھی راجہ رام نے بہت مکانات بنائے اور باغ
سجا راقم اون کے وقت مین بہت جاتا تھا اور اچھا
برتاو رہا کیا ان کے یہان تقریبات بھی اچھی ہوا کی
مگر مہاجنی اصول پر فضول خرچیان نہین ہوئین اپنے ہستی

کے اندر اخراجات رکھے مسلمانوں کے طرح مہاجنان حیثیت
اور ہستی سے زیادہ خرچ نہیں کرتے کہ خاندان تباہ و برباد
ہو جائے راجہ رام کے روزمرہ کی دوست رمو مہراج تھے جو
ننی جی کے پوتا تھے رمو مہراج بہت خوبصورت اور پر مذاق
جوان آدمی تھے اور بالو مہراج کے بھائی تھے بالو مہراج آجکل
میونسپل کمشنر بھی ہو گئے ہیں اور خوب اسپیچ دیتے ہیں اور
ملنسار آدمی ہیں ان کو نام و نمود کا شوق ہے ملے جی ذات کے
برہمن تاجر تھے جو نواب فدا علی کی مسجد کے احاطہ کے اندر تھے ملے
جی بوڑھے آدمی تھے اوسوقت ملی جی بوڑھے تھے اور رمو مہراج کمسن
تھے ملی جی کو راقم نے دیکھا تھا رمو مہراج اور بالو مہراج کے
والد جوان ہی مرے اور ملی جی بھی مر گئے کارخانہ بند ہو گیا
رمو مہراج کو بی رمضو طوایف سے تعلق ہو گیا اور وہ لکھپتی
تھیں اون کا بہت مال رمو مہراج کو ملا رمو مہراج بھی جوان
ہی مر گئے بڑے یار باش دوست پرست خوش گپ خوش
مزاج خوش لباس آدمی تھے مسلمانوں سے بہت میل جول
رہا اور بڑے آزاد زندگی گذار گئے بالو مہراج مذہبی آدمی
ہیں ان کو حج ملکا ہے اور خوش زندگی گذارتے ہیں بابو
راجہ رام بھی جوان ہی مرے اندازی ۲۰ برس ہوا ہوگا
دونوں کا انتقال ہو گیا دونوں دوست چل بسے اور بابو

راجہ رام کے بعد بلدیو بابو سے مقدمہ بازی ہونے لگی بہت
اصراف سے کئے آپس مین تصفیہ ہوا بلدیو بابو جدا ہو گئے اور
بابو راجہ رام کے بیٹے بابو رام جی رام جانشین ہنوز زندہ
ہین اور مہاجنی زندگی بآسایش بسر کرتے ہین ابتک
دونون دربار قایم ہے مہاجنی اور زمینداری کرتے ہین
رام جی رام میونسپل کمشنر بھی ہوئے تھے اب گوشہ نشینی
کی زندگی گذارتے ہین لوگون سے کم ملتے ہین باہر کم
جاتے ہین اپنے گھر مین آسایش کے ساتھ بال بچون مین
رہتے ہین راقم کے ساتھ برتاو اچھا ہے یہ ضرور سمجھتے
ہین کہ راقم اون کے باپ کا دوست ہے ان مین تہذیب
کا مادہ اچھا ہے بے ضرر آدمی ہین ان کا مکان اور اچھے
خان منت خان کا مکان دیوار درمیان ہے ان لوگون
مین ایک دیوار کے لئے بہت مقدمہ بازی ہوئی پھر
دیوار منت خان کی قایم رہی ان کے باغ کے احاطے کے
اندر ایک شہید مرد کا مزار ہے اس مزار کے ساتھ کچھ ایسے
واقعات ہو گئے تھے جسکے وجہ کر بابو رام جی کے ایام
طفولیت مین ان کو بیماریان ہوئین اور بابو راجہ رام نے
اس مزار کی خدمت کی اور اچھے حالت مین رکھا تو بابو رام
جی رام تندرست ہو گئے اب تک وہ مزار موجود ہے بابو

رام جی بابو کے برادری اور شادی بیاہ آگرہ ہی کے طرف ہے۔

۵۳۔ کشوری لال عطار کی دوکان چوک ہی پر

اسی مکان کے قریب ہے یہ دوکان اسقدر چلی بلکہ ابتک کشوری لال کا نام چلا جاتا ہے یہ عطاری کی دوکان ہی شہر بھر کے حکیم میدِ اس دوکان سے دوا خرید کیا کرتے تھے کشوری لال نے دیانت سے کاربار چلایا اور ترقی پایا اب اس دوکان مین وہ بات نہین ہے جو کشوری لال کے وقت مین تھی اون کے جانشینان ہین مگر اب ویسا سودا بھی نہین رہتا اور ویسا کام بھی نہین چلتا تجارت مین دیانت کی سخت ضرورت ہے اب انداز ورثا کا اچھا نہین ہے جسے دن چلتا ہے چلے گا مگر ورثا کے حالات پر توجہ ڈالنے سے دوکان کا آخری نتیجہ ڈولتا ہوا نکلے گا ورثا کی چال چلن اب نہین رہی جو اون کی تھی۔

۵۴۔ ڈاکٹر ترکی ایک شخص اس محلہ میدسہ مین آکر مدتون سے ہے ان کا علاج عجب قسم کا تھا یہ کسی کی فوج کے ملازم تھے کسی خاص سبب کرمدتون اس محلہ مین رہے وضع اور ترکیب تو انگریزی تھی طبیعت ترکون کی سی اچھی مہمان نوازی ترکون کی خاص عادت ہے وہ ان مین موجود تھی آدمی متقی نہ تھے آزاد خیال تھے علاج

مین یہان کی دوا مین نہین دیتے تھے نسخہ مین دواون کا
نام ایسا رہتا تھا کہ دوائین بازار مین بہ مشکل ملتی تھین
یہ خود دوا منگا کر رکھتے تھے اور علاج کرتے تھے اسقدر
مفید علاج ہوا کرتا تھا کہ مریض کو فورًا شفا ہو جاتی تھی
ان سے شہر کے روسا سے ربط نہین رہا اور رؤسا کے
یہان علاج بھی کم کرتے تھے مگر غربا کا علاج بہت
ہوتا رہا دواؤن کی قیمت گران ضرور تھی مگر مفید بھی
ضرور ہوا کرتی تھی اسلئے ان کو دوا کی قیمت کی صورت
مین دقت نہین ہوتی تھی خوشی سے لوگ دیا کرتے
تھے ایک نوکر اور خود رہا کرتے تھے نہ کہین جاتے تھے
نہ اون کے یہان کوئی ملاقات کو جاتا تھا آدمی خلیق بہت
تھے مگر خشک تھے ضرورت سے زیادہ گپ بازی نہ تھی
کام کیا اور چپ ہو گئے شام کو دو چار محلہ والے ان کے
پاس جاتے اور چائے کا جلسہ رہتا تھا انہون نے
گذران اوقات سے زیادہ کمایا اور مرتے وقت جمع بھی
چھوڑ گئے جو محلہ والون کو بلا کر وصیت کر گئے اور کچھ
مسجد دن مین اور خیرات کے مد مین دے گئے محلہ والون نے
تعمیل وصیت بھی کر دیا سات برس گذرا ہوگا ان کا
انتقال ہو گیا کچھ پتہ نہ چلا کون تھے کہان کے تھے کیون

اس شہر میں رہ گئے کیا واقعہ ہوا تھا جو اس تنہائی کی زندگی
انہوں نے یہاں گذران کیا اور کتنے بڑے غامض تھے
جو مرتے دم تک اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کیا اور کوئی دوست
بھی ان کا ہمدم نہ ہو سکا ان کے سوانح سے پتہ چلا کہ غیر ملک
کے آدمی جفاکش اور غامض ہوتے ہیں اور پیٹ کے
ہلکے نہیں ہوتے ہیں جان جانے تک ان کا بھید نہیں
کھلتا ہندوستانیوں میں یہ بات نایاب ہے۔

۵۵۔ بابو کھرج لال یہ کچوری گلی کے رہنے والے
ایک مہاجن تھے ابتدائے شباب میں ان کے پاس
گاڑی گھوڑا تمتم تھا اور خوب عیش کی زندگی گذارا ادھیر
ہوئے لڑکے بالے جوان ہوئے تو ان کا رخ مذہبی ہوا تیرتھ
وغیرہ کرتے رہے اور اپنے بیٹے کو سونا چاندی کی دوکان
کھولدیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے ہنوز زندہ ہیں اور خوش
حالی کی زندگی مذہبی طور پر گذارتے ہیں دوکان برسر
ترقی ہے کلک کے اسباب زیورات چاندی سونے کے اسباب بھی
ان کے یہاں ملتے ہیں ان کے لڑکے سب روزگاری
ہیں اور خاندان کمانے والا ہے گو بہت بڑی دولت
نہیں ہے مگر خوش حال گھر ہے جوانی کا مزاج ایسا
نہ تھا جو اب ہے جوانی میں تو عیش میں رہتا ہوا وس

وقت سے مزاج کو مزاج ہی سمجھنا غلطی ہے وہ تو ندانی کا وقت
ہے خیال آیا اور گیا آدمی کا مزاج تو چالیس برس سن کے
بعد دنیا کی چالوں کو دیکھتے ہوئے رفتار زمانہ کی ٹھوکریں
کھانے کے بعد صاحب اولاد ہونے پر مواقعات زمانہ
سہتے سہتے ایک خاص رنگ پر آجاتا ہے اوسوقت آدمی
کا خال کھلتا ہے کہ آدمی کس رنگ کا ٹھیا رہوا یا تو
صاحب خلق منکسر ملنسار مذہبی آدمی ہوگئے ہیں انسانیت
بھری ہوئی ہے اس سے زیادہ حال راقم کو نہ مل سکا۔

۵۶ بابو تاراچند رجوہری بنارس کے رہنے والے
تھے بڑے وجیہ آدمی تھے اس شہر میں اکثر مدتوں رہ گئے تھے
نوابان گدری کے یہاں ان کا دار و دورہ رہا اور بہت
مال فروخت کیا اور بہت روپیہ پیدا کیا اچھی ٹھاٹھ
کی زندگی تاجرانہ طور پر گذار گئے اچھی رہائیش اچھا
کھانا اچھا لباس تھا چودہ برس گذرا ہوگا کہ اُن کا
انتقال ہوگیا ان کے وارثوں کا حال راقم کو نہ مل سکا
اس شہر سے باہر والوں نے ہمیشہ فائدہ اُٹھایا ہے۔

۵۷ بندھو لوہار مرمندل کی گلی کے رہنے والے
تھے ان کی دوکان محض معمولی تھی ادنہوں نے لوہے کا
کاروبار کیا یہ کاروبار کی تجارت ہی ترقی کرتے کرتے یہ لوہے کی

آڑھت ہوگئی اور بھاری دوکان اور تجارت ہوگئی اب یہ
گھرانہ بہ ترقی ہے اور ان لوگون کے پاس اچھی دولت ہوگئی
ہے ان کے لوگ ضرورت بھر انگریزی اور حساب کتاب جانتے
ہین آدمی کو جیسے دولت ہوتی ہے مزاج مین آدمیت اور
انسانیت بھی بڑھ جاتی ہے شاید ہی کوئی کم ظرف ہوتا ہے
جس مین غرور کا مادہ زیادہ پیدا ہوجاتا ہے اکثر جاہل
غریب روپیہ کو ہضم نہین کرسکتے اور ادبل پڑھتے ہین دو
چار سو روپیہ مین ایسا مزاج بدل جاتا ہے کہ آدمی فرعون
بے سامان بن جاتا ہے مگر ایسے آدمی کا اقبال بڑھتا ہوا
نہین ہوتا اور ایسے آدمی کے اقبال کو قیام نہین ہوتا
چند ہی روز مین اوس سے ایسی حرکت خود سرزد ہونے
لگتی ہے کہ اون کے مالی حیثیت پر زوال آجاتا ہے
اور اون کا نشہ ہرن ہوجاتا ہے اور اپنی جگہ پر آجاتے
ہین جسکو غرور کا مادہ نہین آتا سمل کر چلتے ہین اونکو
دن دونی رات چوگنی ترقی ہوکر رہتی ہے پورن لوہا کا
روزگار بھی کمتنگر گلی مین اچھا ہے اب مارواڑیون نے
بھی لوہے کا کاروبار کرلیا ہے اور ترقی ہورہی ہے۔
۵۳ سیوا بانو گورا۔ یہ ایک زمیندار اور مہاجن
ہین ان کی زمینداری جہان آباد کے علاقہ مین ہے

انکی آمدنی اچھی ہے یہ لڑکے بہت ہوشیار اور فن زمینداری
مین اچھا درک رکھتے ہین یہ خوب سمجھ کر چلے جائداد کو
نقصان نہین پہونچایا ادن کا گھر بھرا ہوا ہے اور
اچھی زمینداری کرتے ہین مکان بہت اچھا بنایا ہے
اور خوش زندگی بسر کرتے ہین ان مین وہ سب شوق
الکشن کا نہین ہے جسکے بدولت انسان بے ضرورت
بھی الکشن وغیرہ مین ہر تین برس بعد دو چار ہزار
روپیہ خرچ کرتے ہین ان کو زیادہ نمایش اور دیکھاوے
سے غرض نہین ہے زیادہ فنٹ فاٹ نہین ہے سیدھی
سادی زندگی گذارتے ہین اور آرام سے رہتے ہین جو
زیادہ نام و نمود چاہتے ہین وہی اصراف بیجا مین مبتلا
ہوتے ہین اور اون کی مالی حالت برباد ہو جاتی ہے
ہر بات ان کی اپنے ہستی کے اندر ہے نہ گاڑی ہے نہ
گھوڑا ہے نہ ٹھاٹھ ہے مگر ایک دربار بنا ہوا ہے نوکر
چاکر ملازم مکان باغ سب ہے پھر دیکھاوے کی غرض سے کوئی
کام طول نہین ہے جو باعث بربادی جائداد کا ہو انکا
خرچ زیادہ زمینداری مقدمات مین ہوا کرتا ہے تقریبات
بھی وہ اچھی طور پر کرتے رہتے ہے رہایش بہت اچھی ہے
ہمیشہ ان کو خوش پایا کچھ گمنام آدمی بھی نہین ہین

سوسایٹی مین عزت ہے بقدر حیثیت انکا کل کام انجام پا رہا ہے
نمبر ۵۹ چھوٹو مہراج گوراره پر ببوبابو کے مکان کے بغل
مین ایک مہراج جی ہین جوگا نا خوب گاتے ہین اور بڑے
مذہبی آدمی ہین گو یہ پوجا پاٹ کرنے کو گنگا کنارے دو وقت
جاتے ہین پان بہت ہی مزیدار لگاتے ہین اور دوا دارو
بھی کرتے ہین ان کے پاس جائداد بھی ہے ان کا اصل نام
کیا ہے راقم کو واقفیت نہو سکی یہ عمر میان ٹالے گوراره کے
مکان کے بغل مین رہتے ہین موسیقی کا بڑا شوق ہے آدمی بڑے
خلیق اور ملنسار ہین امرا بھی جانتے ہین جج منکا ہی ذریعہ گذران ہے
نمبر ۶۰ بھدو بابو باڑہ گلی مین رہتے ہین یہ ایک جوہری
تھے اسقدر حسین نوجوان تھے کہ لوگ ان کا تماشہ دیکھتے تھے
اسقدر خلیق اور ملنسار و منکسر مزاج تھے کہ لوگ ان سے
ملنے کو بے ضرورت بھی جایا کرتے تھے بہت ہی نوجوانی
مین قضا کیا ان کی ایک اولاد کو زندہ ہے نیک
باپ کا مزاج اور صورت پایا ہے یہ خاندان بعد انکے بادشہین ہو
عورتون نے گھر کو خوب سنبھالا حالانکہ لڑکا نابالغ تھا مگر
اس لڑکے کو خدا نے پٹنے کے تلون کی صحبت سے بچایا
او اس لڑکے نے اپنے وقت مین اپنے کو خوب سنبھالا اور
گھر کو درست رکھا ہے جس گھر پر خدا کا فضل ہوتا ہے

اوس گھر کے بچے درست رہتے ہین ان کے ایک ملازم
بہت خیر اندیش تھے اونہون نے خوب سمالا -
نمبر ۶۱ بابو شتاب چند بھی باڑھ کی گلی مین رہتے
تھے یہ بھی جوہری اور مہاجن تھے یہ بہت خوبصورت
اور خوش وضع آدمی تھے ان کا لباس بالکل مسلمانا تھا
انگہ چوڑیدار پاجامہ اور کتی دار پگڑی اور موسم سرما خواہ
دوشالہ پہنا کرتے تھے ان کے پاس ہمند کی جوڑی اور
فٹن بھی تھی جس سال اونہون نے اس جوڑی کو خریدا
اوسی سال کوٹھے سے گر کر مر گئے اور جوان ہی انتقال
کیا ان کے گھر مین اچھی دولت تھی اور جواہرات بھی تھے
ان کے دو نابالغ لڑکے تھے ان کے گھر کی عورتین بہت
سلیقہ مند اور ہوشیار ہین لڑکون کو خوب سمالا دونون
لڑکے اچھے چال چلن کے رہے سونا بابو بڑے لڑکے تھے
وہ بھی نوجوان ہی مرے عین شباب مین انکا انتقال ہوا
اون کی اولاد بھی اب نہین معلوم کوئی ہے یا نہین پدو
بابو دوسرے لڑکے ہین جو خود زندہ ہین - اچھے خاندان ہین
اگروالے خاندان مین اخلاق اور تہذیب بہت تھی
علی العموم اگروالون اور جوہریون مین تہذیب اور تربیت
اچھی ہوا کرتی ہے اور ان لوگون کا سرد کا نہ تجھم سے رہا

کرتا ہے شادی بیاہ بھی اوسی طرف ہوا کرتا ہے اوسی
طرف کی عورتین گھرون مین ہین اسلیئے ان لوگون کے
بچے اچھی تربیت پالیتے ہین اور مسلمانی تہذیب سے
واقف رہتے ہین رہایش ان لوگون کی عام ہندؤن
کی ایسی نہین ہے پچھم کے ہندون کی رہایش بنگال اور
بہار اور اڑیسہ سے بالکل جداگانہ ہے سنتھی مدراسی
پنجابی اور یوپی کے ہندون کی طرز معاشرت اور لباس
اور پوشاک اور صورت غذا مین بہت فرق ہے اور
جہان جہان اوس طرح کے لوگون سے لگاؤ ہے
تمام تربیت و تہذیب کا بین فرق معلوم ہوتا ہے
دراصل شاہی تقرب کے وجہہ کر جو لوگ پایہ تخت
کے قریب رہا کئے رسومات شاہی سے واقف رہے اب تک
اوسکا اثر چلا جاتا ہے صوبہ بہار اور بنگال کو پایہ تخت سے
دور ہونے کا موقع تھا اسلیئے اس مین وہ باتین پیدا
نہ ہوسکین اور گنگا پار کے اضلاع مین جہالت کا زمانا
زیادہ دن تک رہا اور تعلیم و تربیت کا موقع کم ملا اسلیئے
اب تک یہ اضلاع اوس زینہ ترقی کو نہ پہونچ سکا جو
ترقی شدہ اضلاع مین پائے جاتے ہین بنگال کو فوج
انگریزی تعلقات کا بہت پہلے ملا اسلیئے ان لوگون مین

شاہی علم اور طرز معاشرت بدلنے کا بہت پہلا اثر پذیر ہوا اور
موجودہ تہذیب و تربیت میں یہ سر برآوردہ ہو گئے مگر انسانی
تہذیب و تربیت کو نقصان پہونچا رفتہ رفتہ یہ تمائب
ہو جائیں گے اور ہوتی جاتی ہے اس خاندان میں مذہبی
احترام اور رواسم جاری ہیں جو ہریوں میں اور اگروالوں
میں علے العموم یہ بات ہے کہ ان میں مذہبی استحفاظ رکھتے
ہوئے پر بھی تہذیب اور تربیت ہوا کرتی ہے ان لوگوں
کا مجمع جب شادیات میں دیکھا گیا تو پھر تیجے اور مہذب
جماعت کا لطف آیا کیا ان لوگوں کو قومی جلسوں میں
اپنا قومی لباس پہنتے دیکھا اب تک یہ گروہ اور مارواڑی
ان باتوں میں اپنے کو پابند رکھے ہوئے ہیں تبدیل لباس میں
مسلمان البتہ اپنی قومیت کا کوئی خاص لباس ورانداز
قایم نہ رکھ سکے الغرض بفضلہ تعالےٰ یہ خاندان بھر
بے مثال ہے پھر اس خاندان میں گاڑی گھوڑا نہ ہو کیا گیا زمین
گھوڑا اور عورت ان تینوں چیز کی نحوست ہو کر اپنا اثر
دکھلاتے دیکھا گو مذہباً کوئی نہ مانے مگر اثر ضرور ہوا کرتا ہی اور
تجربے نے بہت دیکھا لیا ہے۔ بعض کے یہاں تو مذہباً
بھی مانا جاتا ہے۔

۶۲ بابو بشن چند رہی باڑہ کی گلی میں رہتے ہیں

یہ بھی متمول جوہری ہیں اور بفضلہ اب تک زندہ ہیں اوائل
عمر میں یہ بڑے شوقین تھے مگر سیدھی سادی ہوئی زندگی گذارنے
رہے خوش لباسی کا صرف شوق تھا پان تمباکو کا شوق
تھا مکان بھی ہندوستانی روش کا مگر صاف ستھرا رکھتے
تھے نوکر چاکر سب ہیں آسایش کی زندگی گذارتے ہیں
کھانا بھی ان جوہریوں کا اچھا ہوا کرتا ہے ان لوگوں
میں صفائی کا بہت خیال رہتا ہے علی العموم ہندوں
کا چوکہ تو بہت صاف رہتا ہے اور مکان کی صفائی
بھی بہ نسبت مسلمانوں کے ہندوؤں کے یہاں زیادہ
ہوا کرتی ہے ان لوگوں کی ظاہری طرز معاشرت میں
صفائی برتن اور جسم کا لحاظ بہت ہوتا ہے گو اسلامی
شریعت کے مطابق وہ صفائی پاکی کے حد کو نہیں ہو مگر
اچھے ہندو بھی استنجا کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں مگر
یہ علی العموم نہیں ہے غالباً پیشاب ان لوگوں کے یہاں
ناپاک چیز نہیں ہے ورنہ یہ لوگ خود بھی مذہباً طہارت
کو لازمی جانتے اب تو بہتیرے مسلمان خواندہ اور ناخواندہ
بھی پاکی ناپاکی کا لحاظ نہیں کرتے ہیں عوام تو دونوں گروہ
کی اس بلا میں مبتلا ہے مگر اچھے ہندوؤں میں صفائی
ظاہری کا بہت خیال رہتا ہے برتن تو ان کا ایسا منجا

ہوا رہتا ہے کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے عوام الناس کا برتن بھی ایسا صاف دھویا جاتا ہے کہ مسلمانات ویسی صفائی سے نہیں رہتے اب ان کا سن پچاس سے اوپر کا ہو گیا تندرستی ان کی خراب ہے ورنہ ان کا روزمرہ کا شام کو ٹھاٹھ سے نکلنا یاد ہے اب بوجہ علالت یہ زیادہ تر گوشہ نشین ہیں آدمی با اخلاق اور پر تہذیب ہیں ان کے ورثا کا حال نہیں معلوم ہو سکا۔

۶۳ حکیم صبغۃ اللہ اسی بارہ گلی میں رہتے تھے یہ داناپور کے رہنے والے تھے ان کو تعلقات دانا پور والوں سے تھا جامع مسجد کے قریب ان کا مکان تھا ان کا مطب پتھر کی سڑک پر ہوا پھر خانقاہ میں مدفون رہے ان کی چند شادیاں ہوئی تھیں ان کی اولاد تھی ان کے اوائل عمر میں ان کے پاس گھوڑا بھی تھا اوائل عمر ان کی عیش سے گذری کثرت ازدواج اور کثیر الاولادی نے ان کو آخر میں تکلیف دیا اور صحت نے بھی جواب دیا بارہ برس گذرا ہوگا انتقال کر گئے یہ نادر خاں شیخ جی کے شاگرد تھے صبغہ سعادت ان کی تصنیف ایک کتاب چھپی ہوئی ہے۔ آدمی پر مذاق با اخلاق تھے اور ملنسار تھے طبابت کو عروج نہ تھا ہندوؤں میں ان کا علاج بہت

ہوتا تھا اسی سے یہ اکثر ہندوؤں کے محلہ میں جاکر مطب کرتے
تھے اب ان کا نام و نشان ندارد ہو گیا اپنی زندگی اچھی
گذار گئے ان سے مارواڑیوں سے بڑا ربط رہتا تھا اوس سے
ان کا رازقہ چلتا تھا ان کے بزرگان کشتی کا کاروبار کرتے
تھے منشی سعادت دانا پوری ان کے قرابت دار تھے -
۶۴ وزیر عطار ان کی دوکان اب تک بارہ گلی
کے موڑ پر ہے اصل مکان ان کا اسہوا میں تھا یہ دو بھائی
تھے ایک کا نام محمد نظیر تھا اون کے تعلقات حکیم قربان علی
مرحوم باغ کالو خان کے خاندان سے تھے اون کو محمد منیر داماد
حکیم قربان علی مرحوم نے پرورش کیا تھا محمد نظیر میر وزیر
حسین لودیکٹرہ پدر مسٹر رضا کے یہاں مصاحبت میں
ملازم رہے نظیر میاں کی اولاد زندہ ہے حکیم قربان علی سے
راقم کی خوشدامن سے قریب قرابت داری تھی اون کی
لڑکی ہنوز زندہ ہیں جس سے راقم کے ورثا سے آمدرفت
ہے وزیر میاں نے لودیکٹرہ میں مکان بنایا تھا اونکی
اولاد موجود ہے اور ہنوز دوکان بھی موجود ہے وزیر میاں
نے دوکان سے اچھی ترقی کیا پختہ مکان بھی بنایا اور
تقریبات بھی کیا اور قرابت والوں سے ملا بھی کئے لڑکے
بالکل لاوارث بے پناہ ہو گئے تھے اور کمسن تھے مگر خدا نے

ان لوگوں کو درست رکھا اب یہ لوگ شعوردار ہیں اور
بقدر گذران کما لیتے ہیں محمد نظیر اور وزیر دونوں بھائی
بہت ہوشیار تھے اپنی اپنی ملنساری کے بدولت ان
لوگوں نے عافیت کی زندگی بسر کیا محمد نظیر توشوقین
آدمی تھے اور محمد وزیر سادی روش کے آدمی تھے ان میں
گھرستی کا مادہ بہت تھا انہوں نے گھر کو سنبھالا محمد نظیر نے
کوئی ترقی نہ کیا کمایا کھایا محمد نظیر کی بی بی اتوگیری کر کے
اپنی اوقات گذاری ہیں منجھ زیادہ ؟؟ در سررشتہ تعلیم میں ملازم ہیں۔
۶۵ رگھونندن سونار دو بھائی ہیں بڑکو اور
چھٹکو کہلاتے ہیں رگھونندن نے بڑی ترقی کر لی ہے
اون کے بھائی کو ویسی ترقی نہیں ہے رگھونندن بڑے
کاریگر ہیں گھڑی سازی بھی کرتے ہیں اور باجہ وغیرہ بھی
بناتے ہیں سوناری دست کاری سادہ کاری جانتے
ہیں اور گراں فروشی نہیں ہے جو زیادہ کاریگر ہوتا ہے
وہ مزدوری بھی زیادہ چارج کرتے ہیں اور اپنے ہنر
پر زعم رکھتے ہیں جو زیادہ کاریگر ہوئے ہیں وہ الکسی
ضرور ہوتے ہیں اون کے وعدوں پر پورا بھروسہ نہیں
کیا جا سکتا وہ ہرگز وعدیکے پورا نہیں ہو سکتے انہوں نے
پکا مکان بنا لیا تقریبات بھی اچھی کیا خوش حالی سے

ان لوگون کا گذران ہو رہا ہے ان لوگون کا مکان راج
ابیشری طوایف کے بغل مین تھا اونہون نے پٹنہ کے
رئیسون کی خوب دھجیان اوڑادین حالانکہ اون کی
مان نے بہت دولت کسی مہاراج کے یہان کی جیتو ا
تھا آخر کار رنڈ سے بڑے خاندان کے بہترین لڑکون
کو برباد کر کے خود ہی ایسا برباد ہوئین کہ مکان تک
بک گیا نام و نشان اس شہر سے مٹ گیا ہنوز وہ
زندہ ہین اور اون کے مارے ہوئے لوگ بھی زندہ
ہین اب یہ مکان آریہ سماج والون کے قبضہ مین آگیا
اور میدان ہو گیا یہان بدکاریان ہوا کرتی تھین اب
وہ مذہبی مقدس کامون کے مصرف مین آگیا خدا کے
قدرت کارخانے دیکھنے کے لایق ہین کیا سے کیا ہوتا ہے جو
دوسرون کو برباد کرتا ہے وہ خود کب بھگتا نہین ہے
انسان سمجھتا نہین ہے اسی دنیا مین سارا بدلا ہو کر
رہتا ہے جیسی چال رکھتا ہے وہ بہت ترقی یافتہ
نہین ہوتا سدھارن زندگی ٹھیک لیتا ہی جو زیادہ
لٹ پٹ کرتا ہے ظاہری ترقی کرلیتا ہے مگر ایسی تیاں
مابعد لوگون کے لئے قیام پذیر نہین ہوتی ہین ۔
۶۶ محمد امیر الحسن یہین پر کوچہ مین قابل

عطار رہتے تھے یہ ایک غریب آدمی تھے خواجہ زادگان
محلہ سے ان سے بہت ربط تھا ان کے دو لڑکے تھے
ایک کا عبدالقادر نام ہے اون کو عربی لباس کا بڑا
شوق تھا وہ اکثر عربی لباس مین رہے اور چھاپہ خانہ کر لیا
تھا جس سے گذران اوقات بھی اون کی اولاد بھی ہو گی
دوسرے کا نام محمد ناصر تھا اونہوں نے چمروڈیا مین
تمباکو کی دوکان کر لیا ایک چھوٹا سا پٹنیا یکہ ایک بدصورت
ٹٹو رکھے ہوئے تھے دوکان سے اچھا نفع تھا پہلے تمباکو
کی دوکان مین بڑا منافع تھا بہتیرے آدمی اس بدکار
سے مالا مال ہو گئے محمد ناصر کی زندگی نے وفا نہ کیا جوان
ہی مر گئے اور باپ کی زندگی مین مرے پھر عبدالقادر
میان بوڑھے ہو گئے آخر عمر مین روزگار دبا اور تکلیف
کی زندگی گذارنے لگے پانچ چھ برس ہوا قضا کر گئے۔
امین الحسن کو مرے ہوئے دس بارہ برس ہوا ہو گا۔ ان
لوگوں کی قرابت ماسلامی وارڈ مین زیادہ ہے۔
۲۷۶ تلسی تمولی یہ لودیکڑہ کے رہنے والے تھے
اونہوں نے الایچی لونگ اور کرانے مال کا ٹھیکہ نیپال
والوں سے لیا تھا نیپال کے ایک افسر نیپالی کوٹھی قلعہ
کے پاس رہا کرتے تھے ، اور ہنوز رہتے ہین اون لوگوں کی

خوشامد کر کے اُنہوں نے ٹھیکہ لے لیا تھا اوس سے یہ مالا مال
ہو گئے اور بہت روپیے حاصل کئے پہلے افسران خود بھی
دیدہ و دانستہ لوگوں کو فائدہ پہونچانا چاہتے تھے اب یہی
لوگ ہیں کہ اسقدر ہوشیار ہیں کہ کوڑی کوڑی کا حساب کر کے
وصول کر لیتے ہیں اب کیا فائدہ کوئی اوٹھا سکتا ہے اس
ٹھیکہ دار نے بہتیرے جائداد پیدا کر لیا اور متمول آدمی ہو کر
مرے اولاد ہے وہ لوگ آریہ ہو گئے ہیں اور دولت کے
وجہہ سے ان لوگوں کا دماغ بھی اونچا ہو گیا ہے اپنی زندگی
مذہبی طور پر گذارتے ہیں اور اشاعت آریہ سماج میں حصہ
لیتے ہیں اور کچھ پڑھ لکھ لیا ہے اب کوئی روزگار کیطرف
متوجہ نہیں ہے آمدنی ہے کھاتے ہیں اور اشاعت مذہب
کا کام انجام دیتے ہیں اپنی زندگی چین سے گذارتے ہیں
اپنے وقت تک وہ شخص منکسرانہ زندگی گذار گئے

۶۸ رحمت خان انسپکٹر پولس چوک تھانہ
میں سب انسپکٹر ہو کر آئے تھے یہ دیہات کے رہنے والے تھے
اور بہت وجیہ آدمی تھے اور بہت ہوشیار اور اپنے افسران
اور حکاماں وقت کے بڑے تابعدار رہے اور بہت ملنسار
تھے اور اپنے کام میں بہت سخت اور خشک تھے ایک
پولس افسر کو جیسا جو گوشیہ اور بے لوث ہونا چاہیے وہ باتیں

ان میں خداداد بیگ گورنمنٹ میں بڑے ممدوح افسر مانے گئے انپکٹر پولس ہو گئے لاٹ صاحب کے اڑدلی میں برابر رہا کیے جہاں کوئی ایسے ایسے ضروری کام ہوا کرتے تھے یہ چنے جاتے تھے انہوں نے مسوڑھی میں اور بہیڑا میں دو مسجدیں چندہ سے اپنی یادگار چھوڑا ہے یہ صاحب اولاد تھے ان کے لڑکے بھی زندہ ہیں اور پولس ہی لین میں ملازم ہو گئے ہیں یہ ممدوح انسپکٹر ہو کر مرے ہیں پانچ چھ برس گذرا ہوگا انتقال کیا ہے۔

۷۹ مردن داس کی ایک بہت پرانی بزازہ کی دوکان چوک پر ہے یہ فارم بہت پرانا اور مشہور ہے اطراف و جوار پٹنہ و گیا ضلع تک کے دیہاتی لوگ ہر طبقہ کے اس دوکان سے واقف ہیں تمام کی خرید اسی اسی دوکان سے ہوا کرتی ہے اس دوکان سے زیادہ شہر کے اندر کوئی چلی ہوئی دوکان نہ تھی لاکھوں لاکھ کی بکری لگن میں اس دوکان سے ہوا کی یہی ایک دوکان تھی جہاں سارے سامان شادی کے مہیا ہو جاتے تھے مردن داس خود بہت نیک بااخلاق باتمیز آدمی تھے اون کی زندگی تک بڑی ترقی رہی پھر سیکڑوں دوکان مارواڑیوں کی ہو گئیں تاہم بندھا ہوا عقیدہ اسی دوکان کو تلاش

کرتے ہوئے لوگ آیا کرتے اور اب تک وہ عقیدہ بندھا
ہوا ہے دیہاتی لوگ اور دوکانوں سے کم لیتے ہین
اب تک اسی دوکان پر ضرور جاتے ہین ابھی تک یہ
دوکان اچھی حالت مین قایم ہے اب ان کے داماد
دوکان سنبھالے ہوئے ہین گو وہ بابت اب نہین ہے تاہم
غنیمت ہے یہ بہت پرانی مشہور دوکان ہے دیہاتی مسلمان
تو اسی دوکان کو اب تک معتبر جانتے ہین۔
جھمو خلیفہ مغلپورہ کے رہنے والے ہین ان کی
قرابت داریان مغلپورہ میدان فصاحت اور مالسلامی
مین ہین یہ درزی کی دوکان چوک پر کرتے ہین اور پرانے
آدمی ہین ان کے متعلق ایک امام باڑہ بھی تھا یہ تعزیہ
داری بھی کرتے تھے اور اچھے خان مینت خان کے
قائم کے بڑے خیر اندیش تھے ان کو اس خاندان کے
لوگون سے بڑا ربط رہا اور ان کے ساتھ بانا رسے کے لوگ
رہتے ہین لوگ ان کو مانتے ہین پرانے دوکاندار ہین
آس پاس والے لوگ ان کو اچھی نگاہ سے دیکھتے ہین۔
روزہ نماز کے پابند ہین مذہبی جلسون مین ان کا گذر
ضرور ہوتا ہے ان کی قرابت دار محمد عظیم بھاگلپور مین
ہین مفید آدمی ہین اوس اطراف کے رئیس ان کو مانتے ہین۔

۱۷۱۔ ملئی جی یہ بوڑھے پنڈت تھے ان کے کار
بار کی آڑہت مرچیائی گنج مین نواب فدا علی مرحوم
مقتول کی مسجد کے پاس پھاٹک کے اندر تھی اچھا کار بار تھا
اسی خاندان مین رمو مہراج اور بالو مہراج ہین رمو مہراج
اور بالو مہراج دونون کمسن تھے ملئی جی کا انتقال ہوگیا
کار بار بند ہوگیا پھر ان لڑکون نے اپنی زندگی اچھے ڈھنگ سے
گذاری رمو مہراج ایک خوبصورت آدمی اور بڑے
بامذاق خوش وضع تھے ان سے بابو راجہ رام سے بہت
ربط تھا راقم سے بھی بہت ربط تھا ان سے مسلمانون سے
بہت میل جول تھا اپنے زمانہ تک بہت آزاد بے تعصب
رہے اور رندانہ زندگی بسر کیا ان پر شہر کی ایک نامی متمول
طوائف عاشق تھین انہون نے بہت عافیت اور
آسایش کی زندگی بسر کیا جوان ہی انکا انتقال ہوگیا
انکی اولاد ہے یا نہین راقم کو واقفیت نہین ہو سکی
ان کے مرنے کا غم اکثر مسلمان رؤسا کو ہوا اور ان
کے بعد بالو مہراج نے اپنی زندگی مذہبی گذاری ان کو
پولٹکس کا شوق ہوا یہ میونسپل کمشنر بھی ہین اور اسپیچ
کا بھی شوق ہے بولنے بھی لگے اور بے حجاب بولتے
ہین اکثر باتین مفید بھی بولا کرتے ہین شہر سکھاوے

کو توالی۔ کام کرتے کرتے بہتری باتین کام کی بھی کیتے ہین
ادمی جیدار بے تہذیب ہین اخلاق بھی اچھا ہو گیا ہے اور
ملنساری کا مادہ بھی آگیا ہے اب ان کی زندگی ایک کامی
آدمی کی زندگی ہے خوش لباسی اور خوش اصلوبی ست
گذران ہو رہا ہے ان کی جھنکا کی آمدنی بھی کافی ہے
گھر مین پہلی دولت بھی ہے اور رمو مہراج نے بھی جو کچھ
حاصل کیا تھا وہ بھی گھر ہی مین ہے رمو مہراج نے آزادی
مین بھی گھر کا مال صایع نہین کیا پنڈت لوگ تو
لینے والی گروہ ہے یہ اپنا خرچ فضول نہیں کر سکتے
یہ دونون بھائی دنیاداری کی عقل اچھی رکھتے تھے
بالو مہراج بھی گھرست ہین اور صاحب اولاد ہین۔
۲۔ رائے بابو نراین پرشاد ہیرانند ساہو کی
گلی مین رہتے تھے یہ وکیل تھے اور بڑا نام پیدا کر کے ادھیڑ
ہو کر مر گئے ان کا مکان دریا کنارے بہت اچھا خوشنما
بنا ہوا ہے یہ بہت گورے آدمی تھے اور خوش وضع آدمی
تھے انہون نے چند ہی عرصہ کی زندگی مین پڑھا لکھا دکھا ایت
کیا اچھا کچھ کما لیا بانئی پور مین کوٹھی بنا لیا الملک پشتہ بھی بنا لیا
ہے دریا کنارے کا مکان بہت آرام کا خوبصورت بنایا
لڑکون کی تعلیم کیا اہل خاندان کو پڑھایا لکھایا نوکر رکھوایا

خوش نامی کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ اپنی زندگی گذار
ان کو پبلک ایمان دار جانتی تھی قومی کام بھی کیا میونسپل
کمشنر ہوئے وائس چرمینی بھی کیا مذہبی خیالات بھی درست
دکھا بہت ہوشیار اور نصیب ور آدمی گذرے ان کے
ایک جوان اولاد جو خواندہ اور باسلیقہ ہونہار تھی اور
بہت خوش نما آدمی تھے نوجوان مر گئے یہ صدمہ اس خاندان
پر جان گداز تھا راقم کے سامنے ان کا عروج بھی ہوا
انتقال بھی ہو گیا راقم کے سامنے کتنے کمین لوگ ادبھرے
اور نامور ہو گئے خطاب بھی پالیا اور پاتے جاتے ہیں
اس راہ کے لئے جو صورتیں لازمی ہیں جو شخص اوس راہ پر
چلے گا نام نمود والا ہو جائیگا اور جو اوس راہ پر نہیں
چل سکا وہ دنیا میں نامور نہیں ہو سکتا یہ راہ ہی اوسے
پبلک کے خیر اندیشی کا تو نام ہوتا ہے در اصل اندرونی طور
پر اپنی خیر اندیشی پوشیدہ رہا کرتی ہے مگر بغیر اس راہ کے
چارہ بھی نہیں ہے جب تک پبلک سے سروکار نہیں رکھے گا
اور حکاموں سے تعلقات نہیں ہوں گے گورنمنٹ میں
ممتاز ہونا مشکل ہے اور حکاموں تک پہونچنے کا آسان
طریقہ پبلک تعلقات ہیں دنیا میں جب انسان سے
ہر کس چاہتا ہے کہ عزت افزائی ہو اور نام و نمود قائم

ہو یہ قطرتی بات ہے اوس کے حصول کے لیے زمانہ جس
راہ پر چلاوے چلنا لازمی ہے ورنہ کامیابی نہیں ہوسکتی
حکاموں سے دوبہتے سے ہرگز کامیابی نہیں ہوگی جن
لوگون کو اس کا شوق ہے اون کو لازم ہے کہ حکام سی
لو اپنا فرض منصبی جانیں اور جن لوگون کو اس کا حس
نہیں ہے اون کو گوشہ نشینی سے بہتر کوئی کوئی زندگی
نہیں ہے دنیا دار کو دنیا میں رہنا ہے تو زمانے کی
رفتار کے موافق چلنا چاہیے مذہبی لوگون کو ان باتون
کا خیال بھی کرنا فضول ہے دنیا مین رہکر جسکو جسقدر
موقع مل جاتا ہے اوتنا بھر نام و نمود اوسکا ہو جاتا
ہے یہ سب مواقعات وقت پر منحصر ہے اور قسمت
کا کھیل ہے مرنے کے بعد پھر کوئی یاد بھی نہیں کرتا ہے
ان کی زندگی تک کوئی مجمع ایسا نہ تھا جہان یہ ایک
رکن نہیں ہے سیتی اسکول کے سکریٹری ہے بہار ہتیاسی
لیبری کے افسر اعلی رہے کیا کیا نہ کیا زندگی گذری دنیا
ختم ہوئی اب کبھی نام بھی کوئی نہیں لیتا ہے جو کرگئے
وہ ساتھ گیا اور کاغذون پر تذکرہ رہگیا ان کے بھائی
بابو باسدیو نرائن ہنوز زندہ ہین جو مدتون راجم
کے بعد بلند ٹینو سپلٹی مین مشاہرہ دار اسسٹنٹ ہے اور بیٹا

میونسپلٹی کی آمدنی بڑھانے والے یہی شخص ہیں جس قدر
خیر اندیشی اور دیانت سے اُنہوں نے کام کیا ہے
ان کا ہی جی جانتا ہوگا یا منصف مزاج پبلک
واقف ہے ان کو میونسپلٹی سے خود جدا ہونا پڑا اب اُنہوں نے
دوکان بجلی کی کرلی ہے اور خود مختار زندگی بسر کرتے ہیں
اچھا کماتے ہیں اور خوش زندگی گذارتے ہیں یہ اپنی ڈیوٹی
کے بڑے پابند تھے بہت منکسر مزاج حق پرست دوستی کے
پختہ بادیانت آدمی سادی وضع کے ہیں اور پورے مذہبی
آدمی ہیں ایسے ہی کا کام بہت مشکل تھا مگر مروت دیانت
کے ساتھ دوستی کا لحاظ رکھتے ہوئے آمدنی بھی بڑھا ما اپنی
تجویز بھی لکھدیا اور جب ان سے دریافت کیا گیا انہوں نے
لوگوں کی مالی حقیقت پر توجہ کرکے اظہار حق بھی کردیا اور
لوگوں کا کام بھی نکلا انکی اولاد بھی موجود ہے اب یہ لوگ
خوش زندگی گذار رہے ہیں خاندان میں ہر کا نصیب جب اگتا
ہوتا ہے بابو نراین پرشاد کا سا آدمی دوسرا پیدا نہیں ہوا
یہ لوگ پرانے تہذیب و ترکیب کے آدمی ہیں اب تک اس
خاندان میں یہ اتا برتاؤ موجود ہے -

۷۳ بابو ایشری پرشاد کا مکان اسی گلی میں سرانند
ساو کی گلی میں تھا وہ ایک بوڑھے آدمی بہت نیک تھے

محمد نواب صاحب گذری کے کوٹھی چلتی تھی اور سیتق منیب تھے
ان کے زندگی تک محمد نواب صاحب کی کوٹھی بڑے عروج
پر تھی اور خوب کار بار چلتا رہا ان کو اولاد نہ تھی انہوں نے
قرابت کے ایک لڑکے بابو راما پرشاد کو گود لیا تھا۔ راما بابو
بہت عمدہ آدمی تھے راقم کے ساتھ سیٹی اسکول میں پڑھتے تھے
اور راقم کے ہم عمر بھی تھے۔ بڑی عمدہ زندگی ان کی جوانی
میں گذری بہت خوش اخلاق باتہذیب منظم آدمی تھے
ان کی شادی پادریکی حویلی میں ایک متمول خاندان میں ہوئی
انکا سسرال وہی ہے جو پادریکی حویلی کے پورب ایک بڑا
پھاٹک ہے اور وسیع کٹرہ ہے۔ ان کے دو لڑکے تھے ایک نوح
بنک اوف بنگال میں خزانچی ہو گئے تھے اور پھر کسی وجہکر وہ
جدا ہو گئے ایک لڑکے زمینداری دیکھتے تھے۔ بابو ایشری
پرشاد کے مرنے کے بعد کوٹھی محمد نواب صاحب بند ہو گئی
راما بابو چند روز ابائی جائداد پر رہے پھر رفتہ رفتہ ان کی
اوقات بسر نہو سکی یہ سسرال میں جا بسے وہاں کوئی مرد
باقی نہیں رہا لڑکے وہیں رہے راما بابو جوان ہی مر گئے
لڑکے چھوٹے تھے ان لوگوں نے تعلیم پایا اور گھر کو خوب
سنبھالا۔ کچھ جائداد نقصان بھی ہوئی مگر یہ گھر سنبھل گیا اب
بفضلہ اولاد در اولاد راما بابو کی خوش حالی سے گذران

کر رہے ہیں۔ یہ گھر پرانا گھر ہے اس گھر میں ابتک پرانی تہذیب و ترکیب و ملنساری بچے بچے میں پائی جاتی ہے گو فرق ہو گیا ہے جو بات بابو ایشری پرشاد میں تھی وہ راما بابو میں نہ تھی جو راما بابو میں تھی وہ لڑکوں میں نہ رہی جو اون لڑکوں میں تھی اب اون کے لڑکوں میں نہیں ہے تاہم نوخیز خاندانوں سے ان لوگوں سے بڑا بین فرق معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو برابر نوابوں اور مہذب لوگوں کے فیضان صحبت کا اثر ملا ہوا ہے اسلئے ان لوگوں میں ایک بات خاص پرانے خاندانی ہونے کے پائی جاتی تھی۔

ع۱۲۲ جے نرائن باج پئی و بیجے نرائن باج پئی یہ دونوں بھائی تھے۔ جے نرائن باج پئی بھی ہے۔ انند ساؤ کی گلی کے موڑ پر پرسوتم داس کی کوٹھی میں منیب تھے ان کے وقت میں کوٹھی کا کاربار خوب چلا۔ باج پئی جی نہایت مہذب اور متین ملنسار منکسر آدمی تھے اور بڑے بااخلاق تھے۔ بڑے گورے خوبصورت خوش لباس خوش مزاج آدمی گذرے ان کے بیٹے چزر تھے ایک تو پٹنہ میونسپلٹی میں کیشیر ہو گئے تھے وہ نوجوان بہت معقول طینت کے آدمی تھے کم سن ہی میں انتقال کر گئے اوس کے بعد سے پھر اس خاندان کا کوئی حال نہ ملا یہ لوگ کدہر گئے کیا ہوئے۔ بیجے نرائن باج پئی

رائے ایشری پرشاد کالی استھان کے ساتھ کلکتہ میں رہے
اور اکثر ان کو شہر میں آتے بھی دیکھا ہے۔ ہنوز وہ زندہ ہیں
مگر بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کا شباب دیکھنے کے لائق تھا
ان کا مزاج بھی پر مذاق اور مہذب ہے اس خاندان کے
لوگ فطرتاً نیک دل رہے اور بڑے ملنسار تھے۔ ان
لوگوں کی تہذیب بالکل مسلمان نما تھی اس شہر کے ہندو
بھی ہر طبقہ کے بڑے بر تمیز اور بے تہذیب ہوا کرتے تھے اور
آداب مجلس کا پتہ ہندوؤں کے یہاں کی تقریبوں میں کہلا کرتا
ایسا نہیں تھا کہ ہندوؤں میں تمیز داری نہو بڑے بڑے
سلیقہ مند بر تمیز لوگ اس شہر میں ہندوؤں میں موجود تھے
جنکے یادگار میں دو چار صورتیں اب بھی زندہ ہیں ان لوگوں
سے ملکر پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ پرانے زمانے کے رئیسوں کے
صحبت یافتہ ہیں اوسوقت کے رئیسوں کو اور لوگوں کے
داشت اور ملاپ اور ہمدردی اور طریقہ ملنساری کو
دیکھے ہوئے ہیں اوسوقت تو نہ اسقدر تفرقہ تھا نہ دلی نفرت تھی
اور نہ یہ فرقہ بندی تھی بلکہ ہر گروہ میں بھائی بندی تھی شادی
غمی میں آپسکا میل جول ایسا تھا کہ پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ
کون ہندو ہے اور کون دوسرا مذہب رکھنے والا ہے۔
رفتار زمانے نے اور موجودہ ترقیوں نے اون باتوں کا

زوال دیکھا یا ہے جو مدت العمر سے ہندوستان میں جاری تھا۔ دیکھئے یہ ترقی نما تنزل ہندوستانیوں کو کس حد تک پہونچاتی ہے وہ میل جول اب خواب و خیال ہے اوسکا وہم میں لانا بھی اب بیکار ہے اون باتوں کی جڑ ہی خشک ہو گئی کچھ ایسا مصالہ خلوص کے جڑوں کو سوختہ کرنے والا دیدیا گیا ہے کہ اب سوسل لائف کی شادابی غیر ممکن ہے۔

ع۵۶ رائے ایسری پرشاد راجہ رام نرائن سنگہ مہراج گھاٹ کے خاندان سے ہیں یہ رائے درگا پرشاد صاحب کے بھائی تھے۔ یہ چند بھائی تھے رائے درگا پرشاد اور راقم دونوں ایک ہی اوستاد سے فارسی پڑھتے تھے اون کا نام مولوی ریاض الدین تھا یہ اوگانوان کے رہنے ولے تھے اور تین جگہ نوکر تھے اور راقم کے نانا مولانا امیر الحق قدس سرہ سے مرید تھے بڑے باخدا آدمی تھے اور متقی مسلمان تھے ان کی صفت یہ تھی کہ انہوں نے بجز اپنی زوجہ کے دوسری عورت کا مونہ نہیں دیکھا ثبوت یہ تھا کہ ولادت کے وقت دروزہ میں اپنا ازار بند دیدیتے تھے کمر میں بندھا اور ولادت سہولت سے ہوا کی گو اسکے لوگ اسپر مضحکہ کریں مگر واقعہ یوں ہی تھا اور اب تاثیرات اشیاء سے ناسمجھ ہوا ہی پہلے آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا وجہ ہات پیدا کر سکتا ہے مولوی صاحب نور ا. کاغذی کے بیٹے

کریم بخش کو پڑھاتے اور رائے درگا پرشاد کو پڑھانے کو تھے اور راقم کے مکان میں مقیم رہتے تھے۔ ان کے بیٹے محمد مصطفے ہنوز زندہ ہیں اور مولوی حافظ معین الدین مر گئے اور انکی اولاد مونگیر میں زندہ ہے بعد مرنے باپ کے رائے صاحب کے والد سے اور رائے درگا پرشاد صاحب سے آپس میں نہ بنی آپس میں تقسیم نامہ ہوا رائے ایسری پرشاد صاحب نے کالی استھان میں آکر مکان بنا لیا اور مقیم ہو گئے ان کے دو بھائی اور تھے ان دونوں میں بھی بنا و نہ رہ سکا آخر کار وہ دونوں بھی جدا ہو گئے۔ رائے بھوانی پرشاد انکے بھائی کے بیٹے تھے ان سے باپ سے اختلاف ہوا یہ رائے ایسری پرشاد صاحب کے ساتھ رہنے لگے۔ رائے ایسری پرشاد صاحب نے کلکتہ میں ایک میم صاحبہ سے سول منرج کر لیا اوس سے اولاد ذکور موجود ہے اور یہ اور کی بی بی سے اولاد اناث زندہ ہے اولاد ذکور کے خواہش میں رائے صاحب نے میم صاحبہ سے مذہبی طور پر شادی کر لی تھی۔ بفضلہ دو اولاد ذکور مسٹر رائے میلکم سنہا اور رائے ٹنو سنہا دونوں لڑکے لائق اور تعلیم یافتہ ہیں ٹنو صاحب تو ولایت سے موٹر انجینیر ہو کر آئے اور وہیں ولایت ہی میں شادی بھی کر لی ہے صاحب اولاد بھی ہیں میلکم صاحب نے کانپور میں کسی بڑے مارسٹر صاحب کی لڑکی سے

شادی کرلی ہے اور وہ بھی صاحب اولاد ہیں۔ یہ لوگ اپنے ماں کے مذہب پر عیسائی مذہب ہیں اور روش بھی عیسائی ہے دونوں لڑکے لائق ہیں اپنے والد کے نام کو روشن کرنے والے ہیں اور انگریزوں میں بھی عزت دار ہیں اور ہندوستانیوں میں بھی اور اپنے والد کے قرابت داروں میں بھی اچھے اخلاق سے ملتے ہیں ممدوح ہیں۔ رائے صاحب نے میم صاحب اور ان اولادوں کو جائداد لکھدی ہے۔ رائے صاحب سنیاسی ہو گئے تھے۔ میر علی محمد شاد خان بہادر کے شاگرد رشید وہیں تھے دیوان بھی ان کا چھپا ہوا ہے انگریزی فارسی اردو اور سنسکرت اچھی جانتے تھے چار پانچ برس ہوا آرہ گئے تھے وہیں اچانک انکا انتقال ہو گیا۔ اس خاندان سے راقم کے خاندان سے برابر ربط رہا کیا ہے اور خانقاہ منگل تالاب کے گدی نشینوں کو یہ خاندان برابر مانتا چلا آیا ہے۔ رائے صاحب خود بھی مجالس وغیرہ میں بہت شریک رہا کرتے اور تخلیہ میں جناب مولانا رشید الحق صاحب قدس سرہ کے پاس جایا کرتے اور تصوف کی باتیں سنا کرتے ان کو تصوف کا بڑا شوق تھا۔ ان کو تعصب بالکل نہ تھا۔ انکی اہلیہ اور میم صاحب اور اولاد ہنوز زندہ ہے اور مالی حالت بھی اچھی ہے۔ رائے صاحب بڑے جیدار آدمی گذرے ہیں بہت بنیاز اور

انڈیپنڈنٹ خیال کے آدمی تھے فن زمینداری خوب جانتے تھے
ان سے بدمعاشان شہر سے خوب خوب مقدمہ بازیاں ہوئیں
اور انہوں نے سب کو خوب دبایا گو ان پر بہت مقدمات وارد
ہوئے اور بہت روپے صرف ہوئے مالی نقصان ضرور ہوا
مگر بڑے رعب داب سے انہوں نے اپنی زندگی باعزت
گذار لیا اور اخیر وقت میں اپنے عقیدہ کے مطابق موحدانہ
عقیدہ رکھتے ہوئے انتقال کر گئے۔ رائے بھوانی پرشاد بھی
بہت نیک دل اور نیک طبیعت آدمی گذرے ان کے کسی
دشمن نے ان کو زہر دیدیا تین برس ہوا ہوگا ان کا بھی
انتقال ہوگیا۔ ان کے مکان میں آگ بھی لگی تھی اور بہت
نقصان ہوا تھا۔ یہ بہت پرانا اور معزز خاندان تھا۔ راجہ
رام نرائن اس شہر میں صوبہ بھی رہے تھے مگر وہ زمانہ راقم نے
نہیں دیکھا۔ اس خاندان میں اخلاق و تہذیب و مطانت
ملنساری انکساری خوش اخلاقی پر تمیزی ابتک چلی جارہی ہے
پرانے خاندانوں میں اوچھاپن نہیں ہوا کرتا ہے۔ وہ امت کے
بو ضرور ٹپکتے ہے اور پرانی تربیت کا اثر مٹتے مٹتے چند پشت کے
بعد جب کوئی پرانا آدمی خاندان میں باقی نہیں رہے جب جاکر
زمانہ کی ہوا اثر کرتے کرتے اپنا رنگ جمائینگے اس لئے
پرانے خاندانی لوگ نئے خاندانوں سے اکثر باتوں میں

افضلیت رکھتے ہیں موازنہ کرنے اور حس کرنے سے صاف
فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ انگریز لوگ بھی پرانے خاندانی
لوگوں کی دل سے قدر کرتے ہیں۔

۷۷۔ نورالدین شاہ ایک مجذوب فقیر گذرے ہیں۔
ان کا مزار کانی استھان میں رائے ایسری پرشاد صاحب
کے مکان کے قریب میں ہے یہ پہلے نورالدین گنج علاقہ تھانہ
مالسلامی میں رہتے تھے اور ایک قبہ ویران جو میدان میں ہے
وہیں چند کتے اپنے ساتھ رکھکر رہا کرتے تھے بعد مدت کے
ان کو باقر حق جسکا مکان وہی تھا جس میں انکا مزار اب ہے
لے آئے وہ بہت معتقد تھے لاکر رکھا۔ یہ بالکل غیر متشرع
فقیر تھے ننگے بدن رہا کرتے تھے یہ بالکل بے نیاز آدمی تھے
لوگ ان کو زرکی ٹوپیاں اور دوشالے اوڑھاتے اور یہ لوگونکو دیدیا کر
پھر ننگے کے ننگے ہو جاتے منشیات کا استعمال بہت فرماتے اور
اول فول باتیں بولا کرتے تھے واللہ اعلم کیا مدامج تھے اسکو
صاحب دل لوگ پہچان سکتے ہیں۔ شہر کے عوام ان کے بہت
معتقد تھے۔ خواص میں ان کی قدر پوری نہ تھی مگر خواص کو
ان سے کوئی سروکار بھی نہیں رہا۔ راقم اور والد ماجد
اکثر ان کے پاس جاتے اور جب یہ ہوش میں رہتے اچھی
اچھی باتیں تصوف کی فرماتے یہ خوندہ آدمی تھے اور کہیں

ملازم سرکار تھے۔ کسی فقیر کی نگاہ پڑ گئی تھی جس سے انکا یہ رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ اکثر یہ خداؤں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر اپنے خدا کو سب خداؤں کا خدا اور بڑا خدا کہتے تھے اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ مشرک نہ تھے اور خدا کے قائل تھے۔ بعض وقت ان کی جذبی کیفیت بہت طول کھینچا کرتی تھی۔ کوئی کرامت ظاہری انکی نمایاں نہوئی تمام عمر ایک رنگ رہا مگر یہ کیا کم کمال تھا کہ اکیلے میدان سنسان جنگل بیابان میں رہا کرتے اور بالکل بے سر و ساماں تھے۔ کچھ اسباب ان کے پاس نہ تھا اور ننگے بدن ہر موسم میں گذران اوقات کیا اور کسی سے دست سوال دراز نکیا اسپر سے دایم الخمری کا خرچہ خدا پورا کرتا رہا اور کھانا پینا سب چلتا رہا۔ کتوں سے بہت شوق اور وہی ان کی جان کے محافظ تھے۔ ان کو حواس میں کم دیکھا گیا ہر وقت بدمست و سرشار رہتے تھے۔ ان کے انتقال کے وقت خاکسار موجود تھا۔ حالت انکی جب بہت خراب ہوئی تو راقم واپس آیا۔ ان کو خشکی بہت تھی زبان باہر نکل آیا کرتی تھی اوسوقت آثار دیگر ان کو تسکین دیا باقر حق نے ان کی بڑی خدمت گذاری کی اور اپنے ہی مکان میں دفن کیا اور سالانہ عرس وغیرہ بھی چندہ سے قایم ہے۔ بعد مرنے کے ایک کمال انکا نمایاں دیکھا محبوب نامی ایک سائیس

میر عمر دراز مرحوم رئیس کا پیادہ ان کی زندگی سے انکا چیلا تھا
ان کے مرتے دیر نہیں اونکی شکل وشباہت ترکیب وچلنن وہ
بالکل نورالدین شاہ کی ہوگئی۔ راقم کو اکثر شبہ ہوا کہ نورالدین شاہ
پھر کیونکر زندہ گھوم رہے ہیں تل بھر بھی فرق کسی بات اور کسی
رنگ میں نہ تھا۔ چند روز محبوب شاہ زندہ رہے وہ بھی
مرگئے اونکی اولاد میں بسم اللہ نامی ایک لڑکا تھا وہ بھی مرگئے
اب بسم اللہ کی جورو اوس مزار کی مجاور ہے۔
۷۸ مہابیر پرشاد کا مکان چوک شکار پور تھانہ
کے قریب ہے ان کے ایک بیٹے تھے جوان ہی مرگئے اونکے
بیٹے ڈاکٹر سمبو تھے وہ بھی اس سال مرگئے۔ مہابیر پرشاد
کی زمینداری اچھی تھی اور آبکاری کا ٹھیکہ تھا ان کی زندگی بڑے عیش
کی گذری۔ سمبو سے اون کے باپ سے مقدمہ بازی ہوئی
اوسمیں جائداد نقصان ہوئی باپ کا بھی انتقال ہوگیا
ڈاکٹر سمبو کی شادی مونگیر یا بھاگلپور میں ایک دولت مند
جگہ ہوئی تھی اونکی اولاد زندہ ہے۔ اس خاندان کے لوگ
نوجوان ہی مرا کرتے ہیں۔
۷۹ فخر حی یہ ایک امیدوار کشمیری مشایخ تھے۔
یہ بہت بوڑھے آدمی تھے۔ ان سے اور جناب نانا مولانا
امیر الحق قدس سرہ سجادہ نشین منگل تالاب سے بہت ربط تھا

یہ اکثر ملنے کو آیا کرتے تھے انکا مکان کالی استھان میں تھا
ان کے وقت تک کوئی خانقاہ کا سلسلہ نہ تھا ان کے
مریدان کلکتہ میں بہت تھے، وہ کچھ لوگ لہاسہ اور تبت میں
خلیفہ تھے۔ ان کے مریدان لہاسہ کی اور تبت کی مشک اور مردم گیاہ
جڑی لاتے تھے۔ سال میں ایک دفعہ ضرور ان کے مریدان
اور خلفا ان سے ملتے اور نذورات لاتے تھے۔ انکا کارخانہ
کلیتاً توکل پر تھا اور واقعی طبیعت بھی متوکل اور بے نیاز
تھی ان کو جو کچھ ملتا وہ سب اپنے احباب اور ملاقاتیوں کو
کھلا پلا دیتے۔ نمکین شیر چائے کا خرچہ تو مد نظر رہتا تھا اور
غذا میں کوئی تکلف نہ تھا اکثر چائے روٹی پر اکتفا کر لیتے
جو خود کھاتے وہ کھلاتے جو فقیروں کی اصل شان چاہیے
وہ ان میں موجود تھی۔ بہت رحیم منکسر سادہ طبیعت مہذب
خوش مزاج ملنسار آدمی گذرے۔ آپ کے دو لڑکے تھے
مولانا شمس الدین نے مولوی محمد عظیم ساکن مغنیورہ سے
کچھ کتابیں پڑھیں کچھ نانا شاہ علی امیر الحق صاحب مذکور سے
پڑھا یہ عالم ہو گئے پھر یہ تارک الدنیا ہو کر رہے۔ مدتوں برس برس
تک یہ اوس کوٹھری میں جو ان کے والد کا حجرہ تھا بند تھے
ضرورت سے باہر نکلا کرتے تھے ان میں جذب کی کیفیت
پیدا ہو گئی۔ پھر خود بخود ان میں سلوک پیدا ہوا۔ انہوں نے

اپنی شادی بار میں کیا جو پوجا صنع کے قریب ہے اور ایک ہفتہ
ہم بقیہ اپنی اہلیہ کے پاس رہے پھر تمام عمر زنانے سے سروکار
نہیں رہا خدا نے ایک لڑکی دیدی۔ اہلیہ کو کھانا خرچہ برابر
دیتے رہے اولاد کو بھی پالتے رہے مگر گھر کی زندگی سے پھر
ان کو سروکار نہیں رہا جب انکا آخری زمانہ آنے والا ہوا
تو دو تین برس مرنے سے پیشتر پٹنہ سے چلے گئے اور رانچی
میں جا کر مقیم ہو گئے۔ وہاں نتے لوگ ان کے مرید ہونے لگے
منشی مبارک علی وہاں میونسپل کمشنر اور منشی ریحان
ایک تاجر ان کے مرید ہو گئے۔ ان دونوں نے انکی بڑی
خدمت کی اور بڑی عظمت پایا۔ منشی مبارک علی نامور آدمی
ہو گئے مالی حالت عروج پر پہنچ گئی دو تین برس گذرا تھا کہ
منشی مبارک علی نے قضا کیا۔ منشی ریحان لاکھوں کے
آدمی ہو گئے۔ بڑی بھاری تجارت دور دراز تک ہو گئی
انکا کارخانہ تمباکو اور عطر کا تھا پھر انہوں نے تمباکو کی مشین
چلایا تین تین موٹر ان کے پاس ہو گیا عقیدتاً انکا خیال
جو کہ مولانا کی دعا سے ترقی ہوئی۔ مولانا کا انتقال ہوا
تو وہیں ایک مقبرہ میں مدفون ہوئے اور غوث بنگال مانے
جاتے ہیں۔ انکا عرس بڑے دھوم سے فروری میں ہوا کرتا ہے
چھوٹے اجمیر کا مزہ آتا ہے دور دور کے لوگ آتے ہیں چادریں چڑھتی ہیں

باجے اور روشنی کے ساتھ چادریں آتی ہیں۔ بڑی دھام دھام ہوتی ہے جہانوں و شائقوں و آنے والوں کو خرچہ اور رخصتہ ملتا ہے۔ بڑی بھاری خانقاہ بن گئی ہے اور بڑی عمدہ مسجد بن گئی بڑا عمدہ مقبرہ بن گیا۔ مزار پر مریض اور بھوت پریت والے آتے ہیں اکثروں کو فائدہ بھی پہونچتا ہے۔ انکا اقبال بعد مرنے کے ہوا اور بہت مقبول مزار ہو گیا۔ نیازات خوب ہوتے ہیں ایصال ثواب خوب ہوتا ہے۔ چند ختم قرآن کا بھی ہر سال عرس میں ان کے نام بخشا جاتا ہے۔ یہ شاعر بھی تھے مشاعرہ بھی ہوتا ہے جسقدر اپنے کو انہوں نے زندگی میں لذات سے محروم رکھا مرنے کے بعد کل لذتیں درگاہ پر سال بسال موجود ہے۔ عجب دلچسپ سماں رہتا ہے نقرا بھی اچھے اچھے آجاتے ہیں۔ راقم خود بہ چشم خود وہاں شریک ہو کر سب دیکھ آیا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں ہے کہ صاحب مزار بھی معمولی مقبولیت کے آدمی نہ تھے اسکا حس صاف طور پر ہوا کرتا ہے۔ جو کریگا وہ پائیگا خدا کسی کی محنت کو ضایع نہیں کرتا ہے۔ ان کے بھائی انکے انتقال کے بعد جسکو عرصہ ۲۰ برس گذرا ہوگا ان کے جانشین ہوئے۔ یہ کشمیری صورت اور طبیعت کے تیز اور چالاک ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے درساب جناب اعلی مولانا سید شاہ رشید الحق قدس سرہ سجادہ نشین منگل قادب پڑھا

اور ادھر ادھر عالموں سے بھی حاصل کیا۔ فارسیت تو
بڑی اچھی تھی شاعر بھی تھے۔ جوانی میں رندانہ زندگی بسر کیا
مگر آوارہ منش نہ تھے بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے فقیری کی روش بھی
طرف ابتدا میں تھی۔ راقم سے بڑا ربط تھا۔ روز مرہ کی آمد و
رفت تھی۔ جب ان کے بھائی نے قضا کیا یہ رانی گنج جاتے
تھے مگر سکونت پٹنہ ہی میں رکھا۔ رانی گنج میں ایک جماعت
صوفیہ مقرر کیا اور منشی ریحان کے بیٹے اپنے ایک مرید کو
سرگروہ بنایا اور خود نیپال سے بہت کچھ ان کو ملا کیا۔ نیپال
میں کسی بزرگ کا مزار عین حاطہ راجہ میں واقع ہے اون کو
انھوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ نیپال کی رانی کو اولاد نہ تھی
کسی طرح پر وہاں انکا گذر ہوا۔ یہ بلائے گئے۔ اون کا بیان
تھا کہ اون ہی بزرگ نے وہاں کی رانی کو خواب دیکھایا
کہ ظفر شاہ اندرابی کا لی استھان پٹنہ سے بلا کر تم دعا تعویذ کرو تو
اولاد ہو گی۔ اوسی خواب کی وجہ کر یہ بلائے گئے خطوط کا
جواب تو رہ تم نے اونکی طرف سے لکھا ہے اسلئے راقم کو
پوری واقفیت ہے وہ بلا کر گئے اور بہت کچھ ان کو ملا
مگر اونھوں نے نہ لیا اور وہیں پنڈتوں کو تقسیم کر دیا۔ یہ بڑی
مہربانہ کام کے گئے ارکین و تمام حاضرین دربار ان سے
مداح ہو گئے۔ وہاں سے کچھ الائچی وغیرہ لائے وہ احباب میں

تقسیم کیا بہار کا حال انہوں نے وہاں جا کر یہ کیا کہ مزار کا حاطہ درست
نیاز کیا اور اسکو ایک معزز اور متبرک شکل میں بنوا دیا جو سلطنت
کی طرف سے ہے اور ہر پنجشنبہ کو مسلمانوں کو فاتحہ خوانی کی
اجازت دلوایا اور اونکا عرس قایم کر دیا اور کشمیری محلہ میں
خصی کا گوشت بکنے کا حکم دلوایا اسکے بعد واپس آ رہے۔
چند عرصہ کے بعد وہاں اولاد کو رہو ئی پھر یہ بلائے گئے
اور بہت کچھ مدارات کے بعد انعام ملنے لگا تو انہوں نے
درگاہ رانی گنج کے بابت ماہانہ مقرر کر کے اسکی استدعا
کر دیا چنانچہ وہاں سے برابر روپیہ آیا کیا اور خانقاہ
اور مقبرہ اور مسجد کی بنیاد ڈال دی گئی۔ کچھ کچھ ان کے وقت
میں طیار ہو چکا تھا کہ یکایک بہار کے عرس میں گئے تھے
فصلی عارضہ میں انتقال ہو گیا۔ اندازی بارہ برس
گذرا ہو گا۔ اپنے والد کے حجرہ میں کالی استھان میں مدفون
ہوئے۔ انکی حالت بے نیازی کی ایسی تھی کہ تین جوڑہ کپڑہ
سے زیادہ نہیں رکھا۔ چارپائی پر سوتے نہ تھے ایک جوڑہ
بجائے تکیہ رہتا دوسرا بدن پر تیسرا دھوبی کے یہاں۔
لباس بالکل فقیرانہ تھا قادریہ کرتہ اور تاج سر منڈا ہوا
تہبند وہ مٹی کا رنگا ہوا ایک چادر سفید بدن پر۔ اور
زیر پائی تکمیں ترجائے کا بہت شوق پینے پلانے میں مشتاق

جو روپیہ آیا دوسرے دن نادار لوگوں کے ساتھ سلوک کر دیتے تھے اور خود محتاج ہو جاتے۔ بارہا اتفاق ہوا کہ راقم کیلئے کچوری اور ہار آئی اور نمکین چائے بنی چلینی کا پیسہ ان کی تحویل میں نہ ہا۔ کبھی سیکڑوں روپیہ تقسیم کرتے دیکھا۔ یہ بڑے حسن پرست آدمی تھے اور بہت ہی پرچھی اور چلبلی طبیعت کے آدمی بامذاق تھے اور بہترین فقیر دل تھے خود بھی وجیہہ آدمی تھے۔ بعد مرنے ان کی جماعت صوفیہ مذکورہ نے انکا عرس قایم کیا اور خانقاہ کی بنیاد ڈالدی اور مسجد جو پہلے سے بھی تھی درست کر لی۔ رانی گنج سے لوگ آتے ہیں اور انکا عرس دہوم سے چراغ کیطرح ہوا کرتا ہے۔ خدا نے ان کی بنیازی کو اور سخاوت اور نیک دلی کو مقبول کر لیا ثواب جاریہ سالانہ ان کو ملا کرتا ہے یوں بھی لوگ فاتحہ خوانی کو جاتے ہیں ان کے مزار پر۔ میاں الفت نامی ایک مجاور مقرر ہیں اور رانی گنج میں بھی موذن مسجد اور مجاور درگاہ تھے خراجات جماعت صوفیہ کے ذمہ ہے۔ ان کے بعد وہ رقم نیپال والی بند ہو گئی۔ انکا کوئی جانشیں نہیں ہوا۔ گدی پر کوئی نہیں بیٹھا۔ ان کے قریب بھائی افضل شاہ کشمیری ہیں اونکے بیٹے سے وہ لڑکی مولانا شمس الدین کے بیاہے گئے مگر اوس لڑکے میں گدی چلانیکی صلاحیت نہیں ہے

افضل شاہ ایک نیک آدمی ہیں اون سے گدی کا کام انجام نہو سکا۔ انکے ایک نانہالی قرابت سے مولوی عبد الحق بھائی ہیں وہ ان کے مکان میں رہتے ہیں اور اونہیں مریدوں کی بدولت ان کا ذریعہ روزی ہے۔ مولوی عبد الحق کی لڑکی منشی وارث علی کے لڑکے سے بیاہی ہے۔ منشی وارث علی مہاراجہ دیو ہونگا یا غالباً مقصود پور کے یہاں منیجر تھے۔ اور بڑی خوش حالی کی زندگی گذار گئے اون سے میر احمد حسین ہرمندل گلی اور منشی ظہور رکلانواں سے قریب تر رشتہ داریاں تھیں اون کے بیٹے نے ایک مکتب کھولدیا ہے وہی ذریعہ اوقات ہے۔ باپ بیٹے کی تقدیر کو درست نہیں کرسکتا تقدیر خدائی تحریر ہے جو خاص قدرت کے ہاتھ میں ہے باپ امیر ہے بیٹا فقیر ہے۔ باپ فقیر ہے بیٹا امیر ہے یہ دنیا کا تماشہ ہے کوئی باپ ہے جو اپنے اولاد کو اپنے سے زیادہ امیر اور آرام سے دیکھنا نہیں چاہتا مگر اوسکے ہاتھ کوئی اختیار نہیں ہے بچشم خود دیکھا ہے باپ نے کروڑوں کی دولت چھوڑا اور بیٹا اپنے وقت میں فقیر ہو گیا یہ بھی دیکھا کہ باپ بھیکہ مانگتا رہا اور بیٹا بے حد دولت اور عزت پر بیٹھ گیا یہ خدائی راز و حکمت ہے۔ ان امور کے طرف توجہ کرنا ہی فضول ہے جس بندہ کو جس طرح نوازے وہ اوسکا کرم ہے

واللہ اعلم انتم لا تعلمون خدا اپنی مصلحت خوب جانتا ہے
جسے انسان نہیں سمجھ سکتا جو خدا کی حکمت ہے وہ اپنی جگہ پر
ٹھیک ہے دنیا میں جو ہوتا ہے وہ حکمت الٰہی سے خالی نہیں
ہے۔ قدرت کا تماشہ دیکھنے کے سوا چارہ نہیں ہے جو کچھ
خدا دکھاتا جائے دیکھتا جائے انتظام الٰہی میں دم مارنیکی
جگہ نہیں ہے۔ صبر و استقلال سے ہر بات کو دیکھتا رہے
اور صحیح اور مناسب جانے تدبیر کرتا رہے پھر تقدیر پر نتیجہ کو
چھوڑتا جائے۔ اگر ایسا نکیا تو زندگی تلخ ہو جائے گی اور
اور رہ رہ ہر بات اپنے خیالات کے خلاف پائیگا تو زندگی سے
جی چھوٹ جائے گا جینا مشکل ہوگا اکثر انسان ہیں جنکو اپنی تدبیر سے
کچھ فائدہ نہ پہونچ سکا اور بہتیرے ویسے ہیں کہ بلا تدبیر
اونکے سامان خود بخود ہو گئے اسباب خود بخود مہیا ہو گئے موقع
آگیا اور ہو گیا جو وہم میں نہیں آیا وہ ہو جاتا ہے۔ فقرا
خوب ان باتوں کو سمجھ لیتے ہیں اور بے نیاز ہو جاتے ہیں۔
جسکا پھل مرنے کے بعد پاتے ہیں۔ مدتوں منشی ریحان
سرگروہ رہے وہ مر گئے اونکی اولاد ہے۔

۸۰۔ ڈاکٹر مصاحب علی فوجی ڈاکٹر تھے کالی استھان
میں ظفر شاہی خانقاہ کے بغل میں رہتے تھے پختہ دو منزلہ
مکان تھا۔ سال میں ایک دفعہ وہ آتے مجلس مولود کرتے

اور طعام داری کرتے تھے اور دعوت عام کرتے تھے۔
یہ بہت بوڑھے آدمی تھے ان کے بھائی سبحان علی خاں
تھے وہ بلوز گنج میں رہتے تھے اور یہ شیخ مودن کے برادری
کے آدمی تھے۔ ایک بھائی کی اولاد امام الدین خاں ساکن
مظفرپور تھے وہ ایک بارسٹر کے تائید تھے۔ امام الدین خاں
مظفرپور میں بہت مشہور نامی گرامی گذرے ہیں انہوں نے
بہت جائداد پیدا کیا وہ بیمہ کا مقدمہ لڑا کرتے تھے انکی
چند بیبیاں تھیں سب سے اولاد تھی امام الدین خاں نے
راحت کی زندگی بسر کیا خوب کمایا خوب کھایا خوب کھلایا
دوست پرستی میں اعلیٰ درجہ کے آدمی تھے۔ بے انتہا
سخی تھے۔ بے انتہا عقل معاش تھی تجارت بھی تھی فرام جی بوبل
شاعول جناب بودی کے شریک دار تھے۔ مکان اعلیٰ فرنیچر اعلیٰ کھانا
اعلیٰ درجہ کا رہائش انگریزی گاڑی گھوڑے فرسٹ کلاس
رندانہ زندگی بسر کیا۔ آخیر میں مولانا ابو نجیغاز بیودی
سے مرید ہو گئے تھے۔ چار برس گذرے ہونگے انتقال کیا
انکا ایک لڑکا آبکاری میں دارونہ ہے ایک لڑکا زمینداری
دیکھتا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد وہ سارا کارخانہ اولٹ
پلٹ ہو گیا وہ باتیں جاتی رہیں۔ خواجہ ابراہیم ڈپٹی
کی پہلی شادی ان کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ایک لڑکا

ان کا بخاندان میر شاہ حسین و فشی زراعت باسط مختار بیاہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اولاد ذکور نہ تھی ننہے خاں انکے نانی تھے جو شیخ مودن کے خاندان میں بیاہے تھے۔ ننہے خاں کی دوسری بی بی اور خود ننہے خاں خانقاہ منگل تالاب میں مرید تھے۔ ننہے خاں بھی مر گئے ڈاکٹر صاحب بھی اندازی ۳۰ برس ہوا مر گئے۔ ننہے خاں نے یہ مکان منشی حسن رضا سرشتہ دار کے ہاتھ فروخت کر دیا اوس میں منشی حسن رضا کی والدہ رہتی تھیں بعد مرنے اون کے یہ مکان کسی اور نے خرید لیا ہے۔ سبحان علی خاں عمر بھر جاڑ بیکے کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور بڑھے ہو کر مر گئے۔ اون کے ورثا کا حال نہیں معلوم ہو سکا کیا حشر ہوا۔

۱۸ ڈاکٹر سوامی جی ان کا مکان رائے ایسری پرشاد صاحب کے مکان کے قریب ہے یہ اسٹنٹ سرجن تھے۔ ان کو سنیاس کا شوق ہوا یہ فقیر ہو گئے۔ ان کی آمدنی اچھی تھی خوش مقدور کمانے والے آدمی تھے۔ ان کا سسرال مہراج گھاٹ میں ایک مشہور جوتی کے یہاں تھا وہ بھی مقدور والے آدمی ہیں۔ اب انکا مشغلہ تبلیغ کرنا ہے اور وعظ کہتے ہیں منگل تالاب پر۔ روزانہ صبح کو دو دیگر مندلوں میں اور متفرق جگہوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔

بالکل فقیری لبیس ہے اور فقیری طبیعت ہے اور بنیادی ہے اور جوشیلے آدمی ہیں. خیالات پاکیزہ ہیں اور موحدین کا عقیدہ ہے فقیری اختیار کرتے ہیں. بے تعصب آدمی ہیں. سچے اور اچھے خیال میں خدا جسے چاہے اپنی طرف کھینچ لے یہ خدا کی دین ہے اپنی کوشش سے مذہب کی طرف ترغیب نہیں ہوتی. راقم سے سوامی جی سے بہت ربط رہا اور یہ خاندان منگل تالاب کے بڑے قدرداں ہیں بہترین آدمی ہیں اور ملنے کے لائق ہیں. گیتا کا بیان خوب کرتے ہیں۔

۸۳۷ گنگو سنگھ راجہ صاحب کے مکان کے قریب رہتے تھے یہ بہت قوی اور وجیہہ جوان تھے۔ اور پہلوان نما تھے۔ بہت لانبا قد اور ہاتھ پاؤں کے قوی ہیکل تھے۔ صورت ہی دیکھکر رعب آجاتا تھا۔ قوی ہیکل گورے تھے۔ انہوں نے اپنی وجاہت کا مصرف رعب کا رکھا اور ایک گروہ اپنی اور اپنے شاگردوں کے طیار کر لیا۔ آخر کار پولس کے دفاتر میں ان کا نام برے لقبوں میں درج ہو گیا۔ اپنی زندگی تو گذار گئے خوب رعب داب رہا خوب مقدمہ بازیاں ہوا کیں ان کے بعد مواقعات جاتے رہے ان کے ورثا میں گروہ بات نہوئی اور اونکا جانشین کوئی ان کے گھر میں نہ ہوسکا نواب فدا علی مقتول کے مقدمہ خون میں یہ بھی ملزم قرار

دیئے گئے تھے مگر رہا ہو گئے تھے۔ یہ بہت ہوشیار لڑنے والے اور جرح کرنے والے تھے۔ بازار میں جب نکلتے تو جھومتے ہوئے بڑے ٹھاٹھ سے اور بہتر ہے چیلے چاپڑ انکے ساتھ رہا کرتے تھے۔ سڑک پر لوگ ان کی ترکیب کو دیکھا کرتے تھے اور مارے رعب کے اپنی اپنی عزت بچائے بیٹھے رہتے تھے۔ حالانکہ بے ضرورت کسی پر حملہ آور نہ تھے۔

۸۳۔ نرائن سنگھ مقتول کا مکان بھی اسی جگہ پر کالی استھان میں تھا یہ بھی ایک وجیہ قوی ہیکل آدمی تھے۔ یہ دو بھائی تھے۔ مہاجنی سٹہ بٹی چلاتے تھے۔ ان کے مزاج میں بہت صلاحیت تھی مگر آریہ سماج کے بڑے حامی اور مددگار تھے اور مذہبی جوش بہت تھا ان میں محلہ والوں سے میل نہ تھا۔ ان کے آپس کی تکرار کا نتیجہ آخر یہی ہوا کہ ہر مندل گلی میں چند آدمیوں نے ملکر ان کو مار ڈالا اور قصبہ میں لوگ پکڑے بھی گئے اور چھوٹ بھی گئے آدمی مہذب ضرور تھے اور قدرداں تھے انہوں نے کسی پر کوئی حملہ نکیا جو حملہ تھا وہ مذہبی تھا۔ زبردستی وبدمعاشی کا حملہ نکیا۔ مذہبی جوش میں انسان جو کرتا ہے وہ کوئی اخلاقی یا قانونی جرم نہیں ہے۔ اشاعت کیلئے

پوری کوشش کرتے رہے اور اپنے کاروبار کے اندر
سختی اور تیز زبانی اور رعب نکالتے رہے۔ خدا جانے کس وضع کی
عداوت اندرونی کس سے ان سے تھی جو قتل کا ارتکاب
ہوا۔ انسان کو زندگی اتنی ہلکی گزارنا چاہیے کہ وہ خود
کسی کا دشمن نہ ہو پھر اوسکا کوئی دشمن نہیں ہوسکتا۔ آدمی
در اصل اپنا دشمن آپ کھڑا کرتا ہے اور خود اپنا دشمن
آپ ہوتا ہے۔ انسان اگر اپنے کو سنبھال کر چلے تو اوسکا
دشمن پیدا ہونا دشوار ہوگا۔ بے وجہ کوئی عداوت جانی
نہیں کر سکتا۔ البتہ بغض بے وجہ بھی ہوتا ہے مگر وہ
اتنے بڑے ارتکاب جرم کا باعث نہیں ہوسکتا۔ ایسے
جرائم اوسوقت سرزد ہوتے ہیں جب کسی کی کوئی بات
ناقابل برداشت ہوتی ہے جسکی اصلاح بجز ایسے جرائم
کر دینکے دوسری ممکن نہ ہو۔ مگر یہ راز کھل نہ سکا آخر اونکو
مارے جانے کا کوئی سبب شدید ہوا تھا۔ جو کچھ ہوا وہ ہوا
مگر یہ ایک مفید قومی آدمی گذر رہے اور بڑے جید رہتے
اور راقم کے جانچ پڑتال میں اچھے آدمی تھے۔ برابر ہر کس و
ناکس سے صاحب سلامت کر لیا کرتے اور جھک کر ملا کرتے تھے
۹۷۔ سنگھ جی حکیم۔ یہ نوجوان حکیم ہر منڈل گلی میں
مطب کرتے تھے۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے یونانی

طب کا علاج ہندوؤں میں جاری کیا اور اسکے پہلے کوئی ہندو یونانی طبیب راقم کی نظر سے نہیں گذرا تھا یہ بہت دیکھا طب یونانی پڑھا ہوا مطب کرنے والا باقاعدہ طبیب نہیں دیکھا تھا۔ ان کے یہاں اچھا مرجوعہ ہونے لگا ہنود بہت خوشی سے اور ذوق سے علاج کرتے رہے انکو پانچ سات برس گذرا ہوگا یہ موجودہ زمانے کی ترقی کا نمونہ ہیں آدمی بہت ذی علم اور متین ذہین تیز فہم معلوم ہوتے ہیں اور طبیب کے لئے جو خوش مزاجی اور دلجوئی لازم ہے اسکو یہ برتتے میں ہمدرد ہیں راقم سے گفتگو کا موقع آیا ہے یہ بالیاقت ذی علم آدمی ہیں یہ جلدی ترقی پذیر ہونگے۔

۲۵۸ شمسو خاں کا مکان بھی کالی استھان میں رائے ایسری پرشاد صاحب کے بغل میں ہے۔ یہ چھوٹے خاں کے بیٹے ہیں اور اچھے خاں کے داماد تھے یہ بھی کی دوکان کرتے ہیں اور امبر کی مسجد کے پاس دوکان ہے۔ ان کا لڑکا حافظ ہوا ہے اور شاہ کمال خان بہادر کی مسجد میں تراویح پڑھتے ہیں۔ ان سے شاہ واجد سے جو کواکبوہ کے رہنے والے ہیں بہت ربط ہے۔ مفصل حال ان لوگوں کا اچھے خاں منت خاں کے ساتھ ملے گا۔ خوشحالی سے زندگی گزارنے میں سسرال والوں سے ان سے ساز نہ تھا۔

۸۶ـ میاں الٰہی بخش کا مکان بھی رائے صاحب کے
بغل میں تھا۔ یہ دوکاندار تھے چوک پر انکی دکان تھی۔ یہ
منظور ڈرائیور کے باپ تھے اور اچھے خاں کے دوست تھے۔
مفصل حال انکا اچھے خاں منت خاں کے حال میں ملیگا
منظور ڈرائیور کو رائے صاحب نے محلہ کاٹر کا جان کر تعلیم
دلوایا تھا اور ڈرائیوری سکھلوایا تھا مگر منظور ڈرائیور نے
ان کے یہاں ملازمت نہیں کی۔ یہ تجربہ ہے کہ ڈرائیور
یعنی موٹر بان گاڑیبان فیل بان یکہ بان اور ہر قسم کے وہ
لوگ جنمیں لفظ بان لگا ہوا رہتا ہے ان میں خاص ایک
شان آجاتی ہے اس گروہ کے آدمی دوست پرست مگر
محسن کش ہوا کرتے ہیں۔ یہ پیشہ ایسا ہے کہ جس میں متفرق
مزاج کے متعدد لوگوں کی صحبت رہتی ہے اور اکثر جاہل
ہی اس کام کو کرتے ہیں۔ اسلئے اچھے لوگ بھی برباد ہو
جاتے ہیں۔ یوں تو ہر نوجوان میں ایک نہ ایک طرح کی
شان بمقتضائے سن پیدا ہی کرتی ہے۔ پڑھے لکھے شریف
اونچے اونچے خاندان کے بچے بھی قدرتاً اپنی فطرتی شانکو
بہت کر دکھانا چاہتے ہیں تو غریب اور جاہلوں کی حالت
کو کیا پوچھنا ہے۔ بس دنیا کا رنگ دیکھنے ہی سے قدرت
مزہ ملتا ہے۔ ہر چیز کا شباب لاجواب ہوتا ہے ہر چیز کا

وقت زوال کباب کا مزہ دیتا ہے۔ میاں الٰہی بخش کے
اور اولاد کلکتہ میں ہے چھچھ چھوڑ کار کرکے اوقات گذاری کرتے ہیں کوئی پیشاہو
عـ۶۷ رام لال رستدگی کا مکان بر سر سڑک مہرمنڈل
جانے کی راہ پر ہے اور منگل تالاب کے سامنے پڑتا ہے
یہ ایک تاجر تھے ان کی آمدنی دوکان سے اچھی تھی یہ نیک
اور ملنسار آدمی تھے۔ ان کے پاس نہایت خوبصورت
عورت ان کے مکان میں تھی۔ وجنگلے سے اکثر جھانکا کرتی تھی
مگر وہ انکی ملازم تھی۔ بعد مرنے ان کے وہ کو ٹھے پر رہیں
اور ہنوز زندہ ہیں اور بہت پرتمیز اور روزہ نماز کی پابند
ہیں۔ اکثر پیشہ ور عورتوں کو روزہ نماز کا پابند پایا اور
خیرات کرتے دیکھا ناکاؤں کے گلے میں تسبیح ضروری ہے
نوجوانوں کیلئے دام تذویر ہے تجربہ خود ہو جائے گا یہ زور کمبے اور دام ہے
دھوکا وفریب ہے اسکا نام عبادت نہیں ہے کہ شریعت پر
چھری پھیرتے ہوئے عبادت اسلامی ادا کئے جائے۔ اس
قسم کی عبادت کو دھوکا ہی سمجھنا چاہئے۔ چاہے وہ کسی
رنگ میں ہو جبتک اسلامی شعار نہ ہو مذہبی وقار نہ ہو
تب تک وہ مذہبی عبادت نہیں ہے وہ دھوکے کی
ٹٹی ہے۔ ناتجربہ کار بچے مذہبی دھوکے میں آجاتے ہیں۔
ہر پیشہ میں یہ فریب بازی ہے۔ نمائشی عابدوں سے لوگ سخت دھوکا اٹھاتے ہیں

رام لال جی بہت اچھے آدمی گذرے بہت نیک دل و
نیک طبیعت اور ملنسار منکسر حسن پرست آدمی تھے ورنہ
اونکی قوای حالت ایسی نہ تھی کہ اونکو عورتوں کو ملازم رکھنا
ضروری تھا اون کا آب نہ دل اونکے ہر کاموں میں تکلیف دہ
تھا مگر دل بستگی کی غرض سے انہوں نے شغلاً ایک عورت
رکھ لیا تھا۔ انکا مکان ابتک موجود ہے اون کا کون وارث
ہے راقم کو نہیں معلوم ہو سکا مکان ابتک قایم ہے۔
۵۵ رحمت اللہ و عبد الرحیم راج ان لوگوں کا مکان
بر سر سڑک تھا۔ یہ لوگ بڑے شوقین تھے۔ چھوٹا سا مکان
اپنے ہاتھ کی کاریگری اوسپر سے چمن اور باغ سب تھا۔ یہ لوگ
کماتے اور کھاتے رہے۔ اس خاندان کے لوگ ابتک بہت
کاریگر ہیں اسی خاندان کے ایک آدمی نے ڈاکٹر عظیم صاحب
کا مکان خواجہ کلاں گھاٹ میں بنایا ہے جو ان کی کاریگری کا
پورا نمونہ اور نمایش ہے اور انکا ہنر ڈاکٹر عظیم صاحب ایک مشہور
آدمی ہیں اور بڑے شوقین آدمی ہیں۔ یہ حکیم عبد الحمید صاحب
کے ناتی ہیں۔ انکا مکان دیکھنے کے لایق ہے ان کی شوقینی
اور اوسکے بنانے والے کی کاریگری دونوں کا پتہ ملتا ہے
اسی خاندان کا لڑکا حکیم محمد اسحاق صاحب کے یہاں مدتوں
عطار رہے۔ یہ رئیسوں کے یہاں بوجہ اپنی چلن کے

عزت دار یکی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ابتک یہ گھر قایم ہے
ورثا ہیں یہ لوگ بڑے منکسر اور ملنسار اور روزگار پیشہ
تھے ادسیر سے مذہبی رسم کے پابند تھے۔ ۲۰ برس کے اندر
اس خاندان کے اکثر لوگ مرگئے اب بھی انلوگو نکے ورثا زندہ ہیں اس سے زیادہ راقم کو
واقفیت نہ رہی اس خاندان کی۔ رحمت علی میاں نے مولوی سراج الدین
وکیل جہان آباد کا مکان بنایا ہے کاریگری دیکھنے کے لایق ہے۔

۸۹ع سکنو بڑھی کا مکان ظفر شاہ کی خانقاہ کے
پاس تھا۔ اس شہر میں پالکی نالکی بارہ دری بنانے والا
ان سے زیادہ ادستاد کوئی نہ تھا تقریباً ہر کاریگر کے ادستاد
اس فن میں یہی تھے۔ ترین برس کا عرصہ گذرا ہوگا ان کا
انتقال ہوگیا اون کے ورثا اب ہیں یا نہیں راقم کو خبر نہیں ہے
مگر اوس مکان میں کچھ لوگ بڑھی کا کام کرنے والے ہنوز
موجود ہیں گمان ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ اسی خاندان کے
ہوں مگر یقین ہے کہ وہ لوگ خود اس نام کو نہیں جانتے
ہونگے اوسوقت راقم نے اونکو ستر برس سے کم سن نہیں
دیکھا ہوگا۔ اونکا سر ہاتھ سب ہلتا تھا آنکھیں بنی ہوئی
نہیں چشمہ یہ گول آتشی لگائے رہتے تھے۔ شہر میں جہاں
ضرورت عمدہ اور جہیز پالکی کی یا بارہ دری کی ہوتی تھی
یہی بنا کر دیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی بڑی عزت داری سے

نباہ لیا۔ کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی۔ کسی فن کا آدمی اگر کمال رکھتا ہے تو اوسکی قدر دانی ہر شخص پر ہر وقت پر لازم ہے۔ ذلیل سے ذلیل پیشہ دار بھی اگر اپنے پیشہ میں صاحب کمال ہے تو اپنی قدر ضرور کرا لیتا ہے۔ دنیا کا کوئی کام اونکا کمال والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا جسے کمال ہو جاتا ہے اوس سے بدنامی کا کام انجام نہیں ہوتا وہ اپنے نام و نمود کو غارت نہیں کر سکتا اوسمیں فطرتاً خود داری اور ایمان داری پیدا ہو جاتی ہے وہ ایسی حرکت نہیں کرتا جس سے وہ دنیا میں اپنے کو ذلیل کرا دے۔ جو کام دنیا میں کیا جائے وہ صاحب کمال سے لیا جائے اوسمیں دھوکھا نہ ہوگا گو گراں پڑیگا مگر کام پختہ اور اچھا ہوگا۔

۹۰ سید شاہ لال صاحب کا مکان منگل تالاب پر بنایا گیا۔ انہوں نے مینا ایک خوبصورت اور گانے والی عورت سے عقد کر لیا تھا۔ اونکے آرام کے واسطے یہ مکان بنایا گیا اس عورت سے ان کو اولاد نہ تھی ان کے بھائی مرزا نقی ہنوز زندہ ہیں اور ان کی اولاد بھی زندہ ہے۔ یہ بی بخا طوائف کی بہن تھیں مرزا نقی کے اولاد محمد عثمان ہیں جو اچھا گاتے ہیں اور ہارمونیم خوب بجاتے ہیں۔ بی مینا کی پوری دولت مرزا نقی بھائی کو بعد مرنے بی مینا کے ملی۔ مرزا نقی کی بہن

لاڈلے صاحب ایک مشہور اور سربرآوردہ مختار ششی کورٹ سے بیاہی گئیں ادن سے اولاد لاڈلے صاحب موجود ہے۔
لاڈلے صاحب کی بعض اولاد اچھے عہدہ پر یونیورسٹی آفس میں ملازم ہے اور بعض اولاد دوکاندار ہیں اور بعض اولاد انکی خوشنام نہیں رہی۔ لاڈلے صاحب کا مکان جو مغلپورہ میں ہے۔ انہوں نے خوب کمایا اور وہ صاحب زبان کہلاتے تھے۔ اردو فارسی انگریزی کی لیاقت اچھی تھی۔ دو تین برس گذرا ہے انتقال کر گئے۔ راقم کے کلاس فلو بھی تھے میر زبان گندھی کے ناتی تھے اور میر عابد حسین یا کوئی اور نام تھا اونکے بیٹے تھے۔ ان کے والد براتی میاں لو دیکٹر ھ کے یہاں بہت بیٹھا کرتے تھے۔ بڑے وضع دار آدمی تھے اور بوڑھے ہو کر مرے یہ عطر فروشی کا روزگار کرتے تھے۔ میر زبان گندھی اس شہر میں مشہور آدمی گذرے ہیں۔ لاڈلے صاحب کے والد بھی عزت داری کے ساتھ رئیسوں کے یہاں ملا کرتے تھے بی بنجا کی ماں بہت بوڑھی ہو کر مریں۔ بی بنجا کے یہاں کی تعلیم و تربیت ایسی مہذب اور عمدہ تھی کہ ان کے یہاں کی دوشت سے بہتر داشت بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگوں میں نہ تھی جو عمدہ گانے والی اور خوبصورت عورت تھیں۔ انکا وطن ٹانڈہ تھا۔ ان کے پاس دولت بالبور گھور ردیاں سوندھی

ساکن علاقہ مالسلامی کی بہت آئی اور بھی دوست محمد خاں پنجابی پولس انسپکٹر سے بھی بہت دولت حاصل ہوئی بی بی باندی انکی بیٹی نے بہت پیدا کیا اور بازار میں دو روپیا مکانات حاصل کئے۔ یہ صاحب جائداد ہیں اور اچھے دولت کی مالک ہوئیں۔ ان کی اولاد ذکور سب پڑھے لکھے اور قابل آدمی ہیں انہوں نے اپنا عقد بھی ایک شریف سید مولوی کبیر الدین صاحب ساکن ڈوم رانواں سے کر لیا تھا۔ مولوی کبیر صاحب پہلے زہد مشرب تھے پر وہ باخدا شخص ہو کر ۲۹ھ میں مرے اور خانقاہ منگل تالاب میں مدفون ہیں۔ مولوی کبیر صاحب کی پہلی بی بی کی اولاد بھی زندہ ہے اون کے بھائی پولس میں ملازم ہیں وہ بھی خانقاہ منگل تالاب میں مرید ہیں۔ باندی نے شباب میں بڑا نام پیدا کیا اور اونچی صحبت میں رہیں انکی لڑکیاں پہلی قبالمند ہوئیں اور بڑے مجمعوں میں ان کی بڑی قدر تھی۔ ان کے گانے کی تعریف نہیں ہو سکتی اور انکی صورت اور تہذیب کی بھی تعریف نہیں ہو سکتی۔ خدا نے ان کو نوازہ لڑکی بی سعیدہ ہیں جو سرکاری کی رانی کہلاتی ہیں اور دولتمند ہیں اور بڑی فیض رساں لڑکی ہے۔ بہتیرے لوگوں کو ان سے روزی ہو پہنچ رہی ہے۔ کبیر میاں کی بعض اولاد اس بی بی سے بھی ہے۔ بی باندی تائب ہو کر دین دنیا میں آرام کی

زندگی بسر کرنے والی ہیں دنیا بڑے عیش سے گذر رہی اور
دین کا سامان بذریعہ توبہ خدا نے نصیب کیا۔ خدا ایسی تقدیر
ہر مسلمان کی دے کہ دین و دنیا دونوں میں عیش میسر ہوا
اور اولاد بھی مفرح حال رہی۔ یہ بی نجا کی نیت کا پھل ہے
انہوں نے اپنی زندگی میں کسی بڑے خاندان کو تباہ و برباد
کرنے کا سامان نکیا بلکہ خود بھی ایک بی اے سے عقد کیا یہ بھی بڑی صورت
دار بہت عمدہ گانا گانے والی تھیں۔ شاہ لال صاحب خود
بھی اچھا گاتے تھے اور بڑے خوش آواز تھے انہوں نے
مکہ میں مدرسہ میں قرآن کی قرأت کی تعلیم پائی تھی اوسپر سے
خوش آواز تھے اور خود جامع زیب خوبصورت اور پیسے
والے تھے۔ ان سب باتوں نے ملکر ان کو بی مینا کی طرف
مائل کیا اور دل بستگی کے لئے انہوں نے عقد کر لیا بی مینا
نے بھی گرتے سن میں غنیمت جانا۔ شاہ لال مرحوم نے
نہایت دیانت اور انصاف کے ساتھ انکے ساتھ اپنا ہر سلوک کیا کہ مکان بناد
واثاثہ البیت اور زیورات بارام دیا نہ پریشان زندگی گذارا خوش رہے بہت کچھ
مہیا کر دیا کہ اونکا بھر اون کی بی بی کے گھر میں نہ تھا
ولد شان بی مینا نے تائب شدہ بی بی نذکور کا نام و نشان
قایم نہ رکھا۔ خود بھی یہ بی بی لاولد تھیں اپنی زندگی میں
دین و دنیا کا کوئی کام نکر سکیں جو انسان اپنی زندگی میں

اپنے ہاتھ سے خود اپنے خیال کے موافق کوئی کام نہیں کرجا
تو پھر کوئی وارث دینے کے بعد کے لئے کوئی ثواب رسانی کا کام
انجام نہیں دیتا۔ عمر بھر میں جو تجربہ ہوا وہ یہ ہے کہ جو الیف
تائب ہوگر بھی اپنے خاندان کے سوا کسی کی خیر اندیش نہیں
ہوا کرتی ہیں صرف بی محمدی جان ایک مستثنیٰ طوائف پایا
جنھوں نے دولت حاصل کرکے مسجد و مدرسہ بنایا ورنہ
ہر نے شوہروں کو تباہ کیا اور اپنے اقرباکو بنایا۔ جس نے
بازاری عورت سے عقد کیا عمر بھر پچھتا نے دیکھا خود بھی اوتم
ذاتی تجربہ پایا ہے۔ ناظرین عبرت حاصل کریں گے۔ لوگ
رسماً چہلم چہارم تجہیز و تکفین دنیا والوں کے الزام کے
خوف سے کردیتے ہیں مرنے کے بعد تو ملکیت دوسرے کی
ہوجاتی ہے وہ مفت کا مال دوسرے کے لئے کون صرف
کرتا ہے۔ بی بی مینا نے گو عقد کرلیا تھا مگر اپنا خیال اپنے لوگوں
کے طرف ہی رہا۔ شاہ لال مرحوم اس عقد سے خوش نہ رہے
اور ادنکو دلی آرام اور راحت میسر نہوا۔ راقم خود بھی
تجربہ رکھتا ہے کہ عورتوں کو مہر کے طرف زیادہ تر توجہ
رہا کرتی ہے صاحب اولاد ہونے پر شوہر کے گھر کو وہ
اولاد کا گھر جانتی ہیں۔ لاولد عورتیں دائماً شوہر گشں
ہوا کرتی ہیں اور شوہر کے گھر کو اپنا گھر متصور نہیں کرتیں

اور اپنی عافیت اندیشی سے کہیں زیادہ اپنے شوہر کی کینہ
پروری پر آمادہ رہتی ہیں اور شوہر کے مزاج کے خلاف
امور پیش آیا کرتے ہیں۔ ایسے شوہر کو دلی تکلیف ہوا کرتی ہے
راقم کو اپنے سیکڑوں دوستوں سے اسکا تجربہ ملا ہے اور
تذکرہ ہوا ہے اور راقم کا خود ذاتی تجربہ بھی ایسا ہی ہوا
ہے۔ راقم خود بھی ایسی ہی بلا میں مبتلا ہو چکا ہے اور
ابتک زندہ در گور رہا کرتا ہے نوجوان کو ان واقعات
سے سبق لینا چاہیئے۔ عشق را نازم کہ یوسف را بہ بازار آورد
ہم چو صنعان زاہدے را زیر زنار آورد۔ محبت کا آنا جادو گر ہے
جوانی کا جوش خوبصورتی کی قوت بڑھتی اور اداؤں کی
قوت مقناطیسی ناتجربہ کاری کی بدحواسی ورغلان شیطانی
کا اور منافقی کی برتاؤ اکثر لوگوں کو ان بلاؤں میں پھنسا
دیتے ہیں جو انسان کو عمر بھر رُلاتے ہیں اور تباہ برباد کرتی ہیں آخر کا نتیجہ ہمیشہ بد
نکلا کیا ہے۔ کرنے والوں کو عمر بھر خون جگر پینا پڑا اور خون
تھوک تھوک کر جان گئی۔ خدا ہر نوجوان کو ان بلاؤں سے
نجات دے۔ یہ ایک گردش ہے جو انسان پر آتی ہے اور
عمر بھر رلاتی ہے۔ میں نے پچاس رئیسوں کو سل کے مرض
میں مبتلا ہو کر مرتے دیکھا ہے جسکا تذکرہ میری کسی تصنیف
میں نام بنام مل سکتا ہے۔ الغرض بی بی مینا بھی دس برس

ہوا ہوگا مرگئیں اور جائداد سب منتقل ہوگئی اور برباد ہوئی
ایک کوٹھی جس میں اب بہار بنک ہے وہ بھی شاہ لال
مرحوم نے ان کے نام سے بڑے شوق اور محبت سے
بنائی تھی وہ بھی ضایع ہوگئی کوئی نام و نشان بی مینا کا
قایم نہ رہا۔ شاہ لال صاحب شاہ تبارک حسین صاحب
ڈبالواں کے بیٹے تھے اور شاہ مبارک حسین صاحب کے
بھائی تھے اور سید میاں نواده کے سالے تھے اور مولوی
ال صاحب ساکن روحالی کے داماد تھے۔ خان بہادر شاہ
کمال صاحب کے چچا تھے۔ عجب خوبی کے آدمی تھے۔ بڑے
نیک دل نیک سیرت خوبصورت پابند مذہب خوش عقیدہ
حاجی مخیر نوجوان رئیس تھے۔ راقم کے ساتھ بہ از برادری
ربط تھا۔ مولوی ال صاحب۔ مولوی وحید صاحب کے بھائی
تھے اور میر قادر علی برادر مولوی شبیر علی دادا مرحوم کے
داماد تھے۔ میر قادر علی کے بیٹے مولوی نصیر تھے فرید پور
علاقہ جہان آباد گیا میں انکا مکان ہے صاحب اولاد تھے اور باڑھ خاندان امیر علی خاں
صاحب ڈبانواں مگر نہسہ کراے پر سرائے تمام سے ان کو
تعلق قرابت رشتہ کا تھا اور نواده سالمیتہ باد وغیرہ تمام سے قرابت
داریاں تھیں۔ ان کی اولاد ذکور و اناث موجود ہے بیچورہ
سدن بابو کے خاندان میں دو لڑکیاں بیاہی ہیں عبد الرحمن

ان کے لڑکے شاہ کمال صاحب خان بہادر کے داماد ہیں
خلیل الرحمن ایک لڑکے ہیں انکی شادی کٹرہ میں ہوئی تھی
منان میاں ایک لڑکے ہیں وہ نہال میاں سلی کے داماد
ہیں۔ شاہ لال مرحوم کی ساس راقم کے والد ماجد کی اپنی
پھپیری بہن تھیں۔ یہ سب لڑکے خوش اخلاق اور باتمیز ہیں
مالی حالت کچھ خراب ہوگئی ہے وہ حیثیت نہیں رہی جو
شاہ لال مرحوم کے وقت میں تھی۔ بفضلہ خوش حال ہیں
اور سب پڑھے لکھے خوندہ ہیں۔ شاہ تبارک حسین کا
خاندان بڑا فیض بخش خاندان ہے ہزار دں آدمیوں کو
اس خاندان سے فیض پہونچا کیا ہے اور اب تک پہونچ
رہا ہے اس خاندان میں مروت اور سخاوت بچہ بچہ میں ہے
یہ خاص صفت خدا نے اس خاندان میں دیا ہے شاہ لال
مرحوم اپنی زندگی بہت اچھی گذار گئے اور بال بچوں کو بھی
تکلیف سے نہیں چھوڑا۔ اس عقد کے بعد کچھ قرضدار
ہوگئے تھے۔ اس گھر کے بنانے میں ان کا اپنا گھر کچھ مصیبت
میں آگرا تھا الحمدللہ خدا نے سنبھال رکھا ہے۔ مولوی آل صاحب
نے کشمیری کوٹھی میں ایک مکان بزد و غلام نبی خاں مختار
ہائی کورٹ کلکتہ بنایا اب اسی میں اولاد شاہ لال مرحوم
سب موجود ہیں۔ غلام نبی خاں کا مکان منیر میں تھا ان کی اولاد

واعظ الدین خاں اور قمر الدین خاں کے لوگ منیر میں زندہ ہیں۔
غلام نبی خاں عمر بھر مولوی ال صاحب کے مکان میں کلکتہ میں
رہے یہ مکان ولی الہ لین میں تھا ورثا نے اس مکان کو فروخت
کر ڈالا یہ مکان پٹنہ والوں کا اترہ گاہ تھا۔ مولوی سراج الاسلام
وکیل خان بہادر کلکتہ ہائی کورٹ کے مکان کے قریب یہ مکان تھا
یہ مکان دراصل مولوی فضل صاحب کا تھا مولوی فضل صاحب
مولوی ال صاحب کے ماموں تھے مولوی امین صاحب کو ترکہ مکان
ملا یہ مولوی ال صاحب سے قرابت خاص تھی مولوی امیر صاحب
مولوی ال صاحب کے بہنوئی تھے مولوی امیر صاحب کے
لڑکے مولوی حسین سب ڈپٹی ہیں۔ مولوی وحید کے لڑکے ڈپٹی
سید حسن ہیں وہ سر علی امام کے داماد ہیں یہ صاحب مولوی
وحید صاحب برادر مولوی ال صاحب کے بیٹے ہیں۔ یہ ڈپٹی
واجد حسین خان بہادر کے قریب تر عزیز ہیں۔ مولوی وحید صاحب
کی شادی بخاندان نواب امیر علی خاں صاحب بارہ ہوئی تھی۔ اس
خاندان سے نیورہ سے جزئیت خاص ہے۔ مولوی شرف الدین
صاحب جج ہائی کورٹ کے بھائی مولوی فخر الدین مرحوم کی
شادی نواب صاحب کے خاندان میں ہوئی۔ سر علی امام کی
پہلی شادی مولوی فخر الدین کے یہاں ہوئی تھی اوسی سے
لڑکے ہیں۔ سر علی امام کے داماد مولوی نجو صاحب ڈمری ہیں

مولوی فخرالدین ساکن نیورہ حسب شرف الدین و مولوی نصیر الدین وزیر
بھوپال کے بھائی تھے۔ ان لوگوں کی ہمشیرہ سر علی امام و مسٹر
حسن امام کی والدہ ہیں۔ مولوی وحید الدین خاں صدر اعلی ساکن
کراسے پرسرائے سر علی امام و مسٹر حسن امام کے دادا تھے۔ نواب
امداد امام ان کے والد ہیں شمس العلما مولوی وحید الدین خاں تھے
شمس العلما نواب امداد امام صاحب خان بہادر بھی ہیں۔
ان لوگوں کا تفصیلی حال نیورہ کے حالات میں لکھا جائیگا۔
نواب امداد امام صاحب کے بہن کی لڑکی سید نجم الحسن پسر اکبر
راقم کی اہلیہ ہے۔ ایک بہن راقم کے چچیرے چچا مولوی امام الدین
مرحوم سے بیاہی تھیں جنکے داماد مولوی وجیہہ الدین رجسٹرار
ہیں۔ مولوی وجیہہ الدین کے داماد جبو میاں ولد شاہ عدن صاحب
ساکن جوہری چک بہار شریف جبو میاں سید نظر الحسن پسر اصغر راقم کے
سالے ہیں۔ مولوی امام الدین قاضی مظہر علی کے بیٹے تھے۔
قاضی نجم الدین قاضی نظام الدین برادر قاضی امام الدین کے
بیٹے تھے۔ قاضی شمس الدین قاضی نجم الدین کے بیٹے ہیں۔ قاضی
وجیہہ الدین قاضی نجم الدین کے بھائی تھے اور حافظ احمد شاہ
مرحوم کے داماد تھے۔ قاضی نجم الدین کے دادا قاضی مظہر علی
اور اونکے نانا قاضی نیاز علی اور براتی میاں کے والد مولوی
اظہر علی اور راقم کے دادا مولوی شیر علی یہ سب چچیرے بھائی تھے

ان لوگوں کا مفصل حال خواجہ کلاں دار ڈمیں ملے گا۔ قاضی
نجم الدین کی شادی سالار پور میں ہوئی تھی۔ حافظ سید احمد
رضا خاں سکندر پور نواز جنگ حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج
تھے اون کے بھائی محمد یحیی تھے۔ حافظ صاحب کے نانی
سیدین تھے۔ بڑے سید اور چھوٹے سید یہ دونوں ظہیر بھائی
سالار پور کے داماد تھے اور مولوی عبد الحکیم وکیل نگرنہسہ بھی
ان کے داماد تھے۔ اون کے لڑکے بی اے میں پڑھتے ہیں۔
ظہیر بھائی کے لڑکے محمد وزیر تھے اور ایک لڑکے محل دوم
سے ظفر نامی پولس میں ملازم ہیں۔ حافظ صاحب مولوی
امان علی خاں کے خاندان کے ہیں۔ مولوی امان علی خاں و
مولوی افضل علی خاں مولوی شیر علی دادا مرحوم کے چچیرے
بھائی تھے۔ مولوی فخر الدین وکیل گیا حافظ احمد رضا کے چچیرے
بھائی تھے اور بہنوئی تھے۔ مولوی فخر الدین کے بھائی مولوی
یوسف بتول تھے اون کے بیٹے مولوی منظر ہیں مولوی یوسف کے
داماد خان بہادر شاہ کمال ہیں اونکے ایک داماد بہار کے
محمد سبحان تھے مولوی نعمان نگرنہسہ از خاندان مولوی ظہیر مرحوم
بھی اسی خاندان کے داماد ہیں محمد شکر اللہ بتول ولد مولوی
عبداللہ راغم کے بڑے داماد تھے جنکی اولاد محمد نصر اللہ تھے۔
ان کی شادی منشی وزیر علی ابدال چک کے یہاں ہوئی

وہ لڑکی لاولد مری دوا ولادیں ہو کر مری دوسری شادی انکی نگرنہسہ میں منشی غفار کی لڑکی سے ہوئی دوسرا لڑکا محمد نور اللہ راقم کا نانی میر شاہد حسین ولد میر واجد حسین رانی پور کے لڑکی سے بیاہا ہے اور صاحب اولاد ہے۔ حافظ احمد رضا کے بھائی محمد یحیی کے داماد مولوی محبوب جو مٹھ میں اون کے بیٹے محمد کلیم وکیل ہیں یہ شاہ جلال کے داماد ہیں شاہ جلال شاہ کمال خان بہادر کے بھائی تھے جنکے بیٹے شاہ اقبال ہیں۔ شاہ جلال کی شادی مولوی شیر علی داد امرحوم کی نتنی سے ہوئی. شاہ اقبال شاہ کمال کے داماد ہیں۔ شاہ جلال مولوی علی حسین پھوپھا مرحوم کے داماد تھے۔ مولوی علی حسین مسٹر نہال بارسٹر کے والد تھے. مسٹر نہال کے بھائی مسٹر جمال بارسٹر ہیں یہ بھی سید علی امام کے داماد ہیں مسٹر نہال کے بیٹے مولوی منظور وکیل ہیں ان کا نانہال موضع کریا میں ہے مسٹر نصیر صدر اعلی کی شادی بخاندان مولوی شیر علی دادا مرحوم ہوئی یہ مولوی صاحب کے نانی حافظ علی شبیر مرحوم کے داماد ہیں ان کے لڑکے جمو میاں ہیں۔ مولوی نصیر قاضی رشید کے بیٹے ہیں انکا مکان موضع کریا میں بھی ہے وہ مجرد تھے سادا لودیکٹرہ تقریبا ایک دوسرے کی برادری ہے اور صاحبان فرید پور سے ایک دوسرے کو قربت لگا ؤ ہے۔ فرید پور کے اصل مورث مولوی اسحاق مرحوم تھے جو راقم کے

کے دادا کے دادا تھے۔ ان لوگوں کا پورا حال مولوی مظفر علیؒ مرتب کیا تھا
اونکو دنیا کے پاس مع شجرہ کا رقم ایک جگہ لکھا تھا ممکن ہے کہ وارثوں کے پاس
ہو۔ برادری تو برابری سے جاری رہتی ہے شادیات میں
پہلے لوگ ضرور شریک ہوا کرتے تھے آپس میں ایک دوسرے سے
ملنا تھا قرابت تازی ہو جاتی تھی اور ایک دوسرے سے واقف
رہتا تھا لوگ اپنے برادری میں لڑکوں کو ضرور لیجاتے تھے تاکہ
قرابت والوں کو تلاش نسب میں آسانی رہے۔ وہ ہر ایک
جانتا تھا کہ فلاں کا لڑکا اہل قرابت میں موجود ہے نسب نامہ
جلدی ملاً دریافت ہو جاتا تھا اور کفو میں شادیاں ہو جاتی ہیں
اب تو دولت کی تمنا میں غریب بھائیوں کی لڑکیوں کے نسب
میں سخت دقت پیدا ہوا کرتی ہے۔ اہل قرابت ایک دوسرے سے
ناواقف ہوتے گئے آمد و رفت کم ہو گئی اسلئے اغیار کی طرح
حسب و نسب دریافت کرتے ہیں دقت پیدا ہوتی ہے اور غریب
اہل قرابت کی تو مٹی خراب ہے دنیاوی عروج جسکو ہے وہیں
مجمع ہے وہیں قرابت اور غیر قرابت والے جمع ہیں ورنہ اوسط
اور غریبوں کے یہاں باوجود قرابت قریب کون جاتا ہے رفتہ رفتہ
لالچ اور غیرت بڑھتی جاتی ہے اور ہمدردی کم ہوتی گئی اقبالمند
کی قرابت داریاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کی جاتی ہیں اور جسے
دنیاوی اقبال نہیں ہے باوجود خاص قرابت کے اوسے

قرابت سے چھانٹ دیا جاتا ہے پہلے خون کے لگاؤ پر لوگ جان دیتے تھے اور اب مال کی قدردانی کے سوا خون کا لگاؤ اور قرابت کا لگاؤ محض بیکار بلکہ باعث ذلت جانا جاتا ہے۔ اگر آپس میں لڑائی ہے تو مسلمان تو کمزور ہی ہوتے جائینگے بجائے نفع کے نقصان ہی ہوتا جائیگا مگر زمانے کے رخ کو خدا ہی پلٹے تو پلٹے گا انسانی طاقت سے تو باہر ہے یہ سب بوسیدہ خیال ہے ریفارمڈ خیالات جس رنگ پر چلائیں چلا جائے نفع و نقصان خود تجربے سے بتائیگا کیا کرنا اچھا تھا۔

غلا۔ منوہر داس نئی سڑک کے پڑاؤ کے پاس ایک مارواڑی بہت بوڑھے ہو کر مرے ابتدائی حالت میں یہ گھر معمولی مارواڑیوں کا سا تھا مگر ان کا اقبال تھا جن دنوں دن کی ترقی اللہ نے دی یہ کثیر الاولاد تھے اولاد در اولاد دیکھ کر بہت سن پاکر قضا کیا ہے اور سات آٹھ برس ہوا ہے ان کا انتقال ہوا ہے۔ انہوں نے رفتہ رفتہ بڑی زمین حاصل کیا بڑا بھاری مکان بنایا بڑا بکار خانہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ تجارت کرتے تھے گھر میں سونگ کی کثرت ہے اور سب کا خیال روزگار کی طرف ہے ہر آدمی محنتی اور کمانے والا ہوا ماشاء اللہ یہ گھر روبہ ترقی ہے مورث نے بوجہ سن و عدم صلاحیت کے جبکہ سب کام چھوڑ دیا تھا اور چپ سے رہا کرتے تھے مارواڑیوں میں مورث کی بڑی قدر

کرتے ہیں مارواڑی اور بنگالی مورتوں کو دیوتا جانتے ہیں۔
اور بہت آرام رسانی کا خیال رکھتے ہیں اسلئے آخر میں کو متی
نہیں رہتی اور بزرگوں کی دعا ملا کرتی ہے اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ
دونوں گروہ بہ عروج دکھائی دیتی ہے اور گروہوں میں تو
مورتوں کی ایسی ناقدری ہوتی ہے کہ اوسکی زندگی وبال جان
ہو جاتی ہے اوسکی نافرمانی اور دل شکنی کو لوگ فخر جانتے ہیں۔
ذیم اور اڈیں ہو کر رہتا ہے اوسکی تجربہ کار رائے رد ہونے مقابل
میں وہ بیچ بے مصرف کے کبھی ہوتی اوسکے ایذا رسی کی پروا نہیں
کی جاتی ان آنکھوں نے جانوں کو دیکھا ہے اور بوڑھوں کی
جو جو سزائیں دیکھی ہیں وہ ناگفتہ بہ ہے بلکہ زد وکوب کی نوبت
دیکھا فاقہ کشی دیکھی نارسائی تو علی العموم جاری ہے۔ پڑھے
لکھے اونچے لوگوں میں مارپیٹ تو نہیں ہے مگر بے پروائی
تو علی العموم ہے بوڑھے سے بیگار لی جاتی ہے اور وہ بیکار اور پرانے سامان کا سا کہا جاتا ہے
حالانکہ وہ معذور مجبور ہیں مگر وارث پیدا نہیں کرسکتا اپنے لیے عافیت اور
مزیداری میں سب ہی ہیں اور بوڑھے پر رحم نہیں کھاتے اوسکا
مال کھانے میں دستے گذشتہ محنت کا پھل پاتے ہیں اوسکی زندگی میں اسے تکلیف پہونچاتے ہیں
اور نا انصاف لوگ اوسکی خبر نہیں رکھتے۔ وہ دل سے بد دعائیں
دیتا ہے اور معذور کی مجبور کی دعا حق اجابت اور قبولیت
رکھتی ہے۔ گو وہ تکلیف جھیل لیتا ہے چند روزہ زندگی کاٹ لیتا ہے

پر وہ عادل احکم الحاکمین اسکا بدلا لے چھوڑتا ہے مگر انسان
نہیں سمجھتے آدمی میں انسانیت رحم و انصاف اخلاق ہونا لازمی ہے
دنیا کی زندگی چند روزہ ہے ایکدن ختم ہونا ہے اور کل چیز چھوڑ کر سب کو جانا ہے
پر لگانہ وہ پورا مالک رہ سکا نہ اسکا جانشین دنیا مالک رہ سکتا
یہ تو خدائی مال ہے آج میں منتظم رہا کل تم رہے پرسوں اور کوئی
منتظم ہوگا جو کرلیا وہ کرلیا جو برا کیا وہ برا کیا بھلا کیا وہ اچھا کیا
ان دو گروہوں میں لوگ سن پاکر ضرور تارک دنیا ہو جاتے ہیں
اور اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اچھا کام ثواب کا ضرور کرتے
ہیں۔ میری گروہ کو ان سے سبق لینا چاہیے آخری وقت میں
خدا خدا کریں زندی وہوس ما کی در عہد شباب دلی ہو جو لوگ
آخری عمر تک دنیا کو دانت سے پکڑے رہتے ہیں آخر زندگی میں وہ زوال
لیکر مرتے ہیں۔
نمبر ۱۱۱ بڑے گورکھ جی ان کو راقم نے سن وار دیکھا تھا
جسوقت یہ کاروبار چھوڑ کر مذہبی آدمی ہو چکے تھے یہ بڑے
مذہبی تارک الدنیا اور منکسر اور ملنسار آدمی تھے ظاہری وجاہت تو
بوجہ بوڑھاپے کے ان میں باقی نہ رہی تھی چرمر ہو گئے تھے
بڑے مخیر اور رحم دل آدمی تھے ان کے بیٹے نند و بابو کاروبار
کرتے تھے وہ بھی باپ کی طبیعت کے آدمی تھے۔ ملنساری
اور انکساری رحم دلی شیر دلی مخیر پن اس خاندان میں سب میں ہے

یہ لوگ بہت ہوشیار اور باقبال مند تھے۔ بوڑھے صاحب کو
لوگ اقتدار سے دیکھتے تھے اور سب مارواڑی ہاتھ جوڑ کر
سرکار سرکار کہتے تھے۔ یہ اقتدار اونکی دولت کا نتیجہ تھا دولتمند
اور بھی مارواڑی اوس وقت موجود تھے مگر انکا نیک دل ہونا اور
سن دار ہونا اور انکی صفات اور اخلاق حمیدہ نے ان کو عزت بڑھا دیا تھا
نندو بابو کا نام رسن لال تھا بہت خلیق ہوئے معتبر تھے چندے بہت دیا کرتے تھے
راے صاحب بھی ہو گئے مارواڑیوں میں اس شہر میں خطاب پانے
والے یہ پہلے شخص گذرے۔ میونسپل کمشنر بھی تھے۔ وہ جوانی ہی
مر گئے اون کے بعد راے صاحب بابو کشن جیلان جانشین ہوئے
انہوں نے اچھی ترقی کیا مالی اور آبرو کی ترقی اچھی ہوئی۔
جھاؤ گنج میں راقم کے ساتھ آنریری مجسٹریٹ تھے۔ دارو کا
کھولا مہتر کا کارخانہ کھولا۔ مسٹر روکس صاحب انجینیر کا مکان و
باغ باکی پور میں خریدا گورنمنٹ لائبریری کے ٹھیکہ دار ہو گئے قلعہ کا
مکان خریدا نایاب چیزیں خریدا کتب خانہ درست کیا کتابیں قلمی
جمع کیں قرآن مجید نایاب انکے گھر میں ہے شاہی نایاب تصویریں
خریدا ان کا مکان قلعہ ایک عجائب خانہ ہے۔ قلعہ کا مکان بہت
خراب حالت میں آ گیا تھا اچھی جگہ اچھے آدمی کے ہاتھ میں آئی
ان کے لئے قلعہ کا مکان موزوں تھا بہت ہوشیار اور دولتمند آدمی
ہیں انہوں نے خوب درست کیا۔ اس مکان میں گورنر کی پارٹیاں

ہوا کرتی ہیں اس کام کیلئے یہ جگہ خاص موضوع ہے اکثر بار پڑیاں
اور تقریبیں ہوائیں انتظام راجہ صاحب اخلاق بے انتہا انسانیت
اعلی درجہ کی برتا کرتے ہیں۔ ہندو مسلمان انگریز بنگالی ہر مذہب
اور ہر ملت کے آدمی بڑے سے بڑے اور ادنے سے ادنے
آدمی کی خاطر داشت ہوا کی۔ ان میں سلیقہ ہر بات کا کوٹ کوٹ
کر بھرا ہوا ہے۔ اقبال ہی بر سر اوج ہی۔ انسان کو جب
اقبال ہوتا ہے اوسکی ہر ہر بات پسندیدہ خلایق ہونے لگتی ہے
اور اوسکا دماغ بھی ایسے ہی کام کی طرف مائل رہتا ہے جس سے
خلایق میں ممدوح ہوجائے وہی شخص جب گردش میں آتا ہے
اور وقت بد کا سامنا ہوتا ہے ایسے حرکات سرزد کرنے لگتا ہے
کہ کوئی بیوقوف بھی ویسا نہیں کر سکتا۔ دنیا کا اتار چڑھاؤ راقم
کی نظروں سے بہت گذرا ہے۔ بیوقوف اور بدنام اور ناکارہ
آدمی کو جب اقبال آیا اوس سے وہ وہ عمدہ باتیں سرزد ہوئیں
کہ تمام دنیا تعریف کرنے لگتی ہے اور عقلمند سے عقلمند پر جب
برا وقت آتا ہے اوسکو دنیا بدترین آدمی کہنے لگتی ہے۔ یہ
اقبال وادبار خاص ید قدرت میں ہے۔ خدا ہر آدمی کو اقبالمند
بنائے اور مستقل اقبال رکھے۔ راجہ صاحب ہمہ وجوہ اپنی قوم و
گروہ و خاندان کے روشن کنندہ ہیں۔ سال میں چند پارٹیاں
جاڑوں میں ہوا کرتی ہیں اور ہر طبقہ کے آدمی شریک ہوا کرتے ہیں

باوجود ان سب باتوں کے رائے صاحب بہت مذہبی آدمی ہیں۔ ادسیر سے سوشل اور فن تجارت میں مشاق ہیں ان کو سیاست سے زیادہ شوق نہیں ہے یہ سوشل بالالف اور تجارتی بالالف زیادہ پسند کرتے ہیں اور ہر طبقہ کے آدمی سے ہمدردی ہے۔ مذہبی وقتوں میں اونکا مذہب جو کہتا ہے اوسکے مطابق برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہنوز کافی دولت ہے اور بہت سچے آدمی ہیں۔ کتابوں اور قرآن پاک کا احترام کرتے دیکھا انکے یہاں مسلمان ہندو سب نوکر ہیں ان کے ظاہری برتاؤ سے تعصب اور نفرت قومی مخالفت کی بو معلوم نہیں ہوتی ہے اسوقت شہر میں اچھی عزت کے آدمی ہیں۔ انند باغ اس شہر میں رائے راد ہاکشن بہادر کا ایک مشہور باغ مینن گھاٹ میں برلب دریا تھا پہلے وہ احباب جگہ اس شہر میں تھی اور رائے صاحب کے وقت تک۔ اوس میں گورنر اور حکام کی پارٹیاں رائے صاحب کیا کرتے تھے اون کے بعد سے وہ باتیں ختم ہوگئیں تھیں مگر اجیلال صاحب نے اونکی جگہ لی اور یہ دوسرے آدمی پیدا ہوئے جو وہ ترکیب پیش نظر آجاتی ہیں ورنہ یہ باتیں خواب وخیال ہو جاتیں شہر میں لوگ ہر دولتمند ہیں مگر اس طرف اون لوگوں کا نہ خیال ہے نہ ایسے موقعات کا اون کو موقع ملا ہے یا ملتا ہے ان کی ذات اس شہر کیلئے اسوقت غنیمت ہے لاثانی ہستی سے بانکی پور تک

دوسرا آدمی اس وضع کا موجودہ وقت نہیں ہے ان کی لائف
قابل الذکر ضرور ہے۔ ان کی رہائش بڑے بڑے جنٹلمین سے
کم نہیں ہے اور بہت عیش سے گذار رہے ہیں ۱۹۰۶ء کے دسمبر
میں انہوں نے بیٹے کی تقریب شادی کی وہ یادگار جلسہ رہگیا۔

ع ۱۱۲ چھوٹے گورمکھ انکا مکان بھی فرجالی گنج ہی میں تھا۔
انکی بھی تجارت اچھی تھی۔ ان کے لڑکے کے پاس ایک نہایت
عمدہ گھوڑا برابر رہا کیا۔ اپنے وقت تک انکا کارخانہ اچھا رہا اوس کے
بعد ان کے لڑکے کو جہان آباد میں پورن مل مارواڑی کے کارخانہ
میں ملازمت کا موقع آگیا پھر خبر نہیں ان کے ورثا کا کیا حال
ہوا۔ یہ ایک دولتمند آدمی تھے مگر ان کے وقت ہی میں لڑکوں کی
عدم توجہی اور عیش پسندی و غفلت کی وجہ کر انکا کارخانہ خراب ہونے لگا
تھا۔ بوڑھے ہو کر بیس برس ہوا ہوگا قضا کیا۔ ان سے بڑے
گورمکھ جی سے بہت ربط تھا۔ ان میں علمی قابلیت بھی تھی
اکثر مذہبی گفتگو بھی کیا کرتے تھے اور جواب کافی دیتے تھے قائل
نہیں ہوتے تھے اس سے ان کے دماغ کا موازنہ ہو سکتا ہے۔

ع ۱۱۳ بلاسی رام سنہی مل سرجو مل ان لوگوں کی دوکان
نواب فدا علی والے مسجد کے کٹرہ میں تھی۔ بلاسی رام کو مرے ہوئے
چند برس ہوگیا ہوگا راقم کی شادی میں جسکو اندازی ۵۵ برس
ہوا ہوگا ان سے سودا خریدا گیا تھا یہ بہت پرانے تاجر تھے۔

پھیری کر کے کپڑہ فروخت کرتے تھے۔ کچھ اسباب خود لیکر چلتے تھے
بڑھاپے تک پھیری کرتے رہے بڑے پر مذاق ہنس مکھ آدمی تھے
سودا خوب بیچا کرتے تھے۔ ان کو فن تجارت خوب معلوم تھا۔ بڑے
مانی آدمی تھے انہوں نے میر ابو سعید خان بہادر کے دربار میں ونکے
بیٹے محمد عمر کے ختنہ میں تاجروں کے مقابلے میں سیکڑوں گز
ٹیرنگا دو پیسے گز فروخت کر ڈالا اوسوقت کے تاجران اس رنگ
کو دیکھکر الگ ہوگئے خان بہادر نے تاجروں سے کہدیا کہ جس
شخص نے ان پر اسقدر خسارہ سہا ہے اب سارا سودا شادی کا
بجز آن کے دوسرے سے خریدا نہیں جائیگا۔ اوسوقت کے روسا
میں یہ خیال تھا کہ ایسے تاجر کو بجائے نفع نقصان ہوا ہے تو
نقصان مٹا کر اوسکو نفع پہونچانا چاہیئے چنانچہ ہزاروں ہزار کا
نفع ان کو پہونچایا گیا۔ آخر عمر میں بلاسی رام پھیری کے لایق نرہے
سنبھی مل نے دوکان کھولدی دوکان اچھی چلی بعد مرنے بلاسی رام
ذدوکان چل نہ سکی سنبھی مل کو ایک حافظ صاحب نے چوریکا لوٹ
دیدیا اوس مقدمہ میں بڑی ذلت ہوئی روپیہ صرف ہوا بھوا زبکیا
آخر کار دوکان اٹھہ گئی مالی حالت خراب ہوگئی سنبھی مل کی
اولاد ہوگی کچھ پھر خبر نہ مل سکی ان لوگوں کا کیا حال ہوا۔ سرجو مل
بڑے گورے لحیم و شحیم وجیہہ اور بہت خوش قطع خوش وضع
خوش طبیعت پر مذاق مہذب قدردان خوش پسند پہلے مالش

طبیعت کے آدمی تھے۔ یہ بھی مرگئے انکا لڑکا نہایت خوبصورت خوش وضع خوش طبع آدمی تھا۔ وہ کسی مارداری کے دوکانیں چاندنگی کاربار میں ملازم ہوگئے تھے۔ پانچ سات برس سے پھر کوئی خبر ان لوگوں کی نہ ملی بارہ برس کے اندر یہ خاندان برباد ہوگیا اور گم نام ہوگیا۔ اس خاندان کے لوگ بہت ہی اچھے اور ملنسار لوگ تھے۔ اس دوکان میں غالباً اسی خاندانکا کوئی مارواڑی دوکان دار ہوگا کیونکہ اسی دوکان سے کاربار محمد عمر مرحوم کا تھا یہ لوگ قدامت پسند تھے اور احسان فراموش نہیں تھے جن درباروں سے بنے اذنکا ادن کے ورثا کا احترام کرتے رہے۔

۱۱۴ مالی رام یا لی رام کی گدی بھی مرچائی گنج میں تھی ان کا بڑا بھاری کاربار غلے کا بہ نیل کوٹھی میں تھا گدام ہی لاکھوں کا بنا ہوا اسوقت تک موجود ہے اسوقت ان کے کاربار کے مقابلے میں کسی مارداری کا کام غلے کا ایسا نہ تھا یہ ریلی برادرس سے مقابلہ کرتے تھے۔ چالیس برس کے اندر انکا کام خوب چلا اور پھر کم ہوتے ہوتے اب گدام بند ہوگیا۔ ان کے جانشینوں کا حال مفصل راقم نے دریافت نکیا عروج و زوال ہر خاندانمیں ہوا کرتا ہے کم خاندان ایسے دیکھے گئے جسکا عروج یکساں رہا ہو۔ ان آنکھوں نے کیا کیا نہ دیکھا کتنے خاندان بنے اور بگڑے

کیا کیا عروج ہوا اور کیا کیا رنگ بدلا اس گدام کے پاس راستہ بند ہوا کرتا تھا اسقدر بیل گاڑیوں کا اور مال کا ہجوم تھا کہ ریلوے کمپنی کو سایدنگ بنانے کی ضرورت ہو گئی تھی۔ ان لوگوں کا عروج اس شہر میں بہت بڑا ہوا۔ خدا کی خدائی میں روزمرہ آدمی بنا اور بگڑا کرتے ہیں۔ پھلے پھولے اور مرجھا گئے باغ دنیا ویران نہیں ہوگا ایک گئے دوسرے طیار ہو گئے۔ یہ چمن یونہی رہیگا اور ہزاروں جانور اپنی اپنی بولیاں سب بولکر اڑ جائینگے۔ لوگوں کی سوانح عمری کہانی نہیں ہے اور نہ دنیا کی دوستی کا حال کہلتا ہے عبرت ہوتی ہے دنیا کی بیثباتی معلوم ہوتی ہے۔ اس سرا کا مسافر آتا اور جاتا ہے بڑے بڑے لوگ آئے اور گئے کوئی مستقل طور پر یہاں زندگی اور اقبال پر ڈٹے رہنا کس عقل کا کام ہے آپ لوگ غور کریں کتنے آدمی اور کیسے کیسے دولتمند کیا ہو گئے ہم آپ بھی ایکدن رہنے والوں میں نہیں ہیں۔

علا منکہ رام مشہور مارواڑی کا مکان ہنوز مرچائی گنج میں موجود ہے لاکھوں کا بنا ہوا مکان ہے۔ ان کے وقت میں بھی انکا اچھا عروج ہوا یہ بھی آدمی خوش اخلاق تھے۔ اپنی زندگی اچھی گذار گئے اور جوان ہی مر گئے۔ ان کے ورثا ہیں مگر راقم زیادہ ان لوگوں کے احوال سے واقف نہیں ہے راقم خود گوشہ نشین

ہو گیا تحقیقات کم کرتے اسلئے پبلک سے اب زیادہ واقفیت نہیں رکھا۔ اپنے شباب کے زمانے میں سب سے ملاقات تھی سب کا حال لکھتا رہا اسلئے ایک ذخیرہ راقم کے پاس جمع ہو گیا اور گذشتہ لوگوں کی یادگار آپ لوگوں کے سامنے پیش کر سکا

۱۱۶ جادو رائے کا مکان بھی ہرجائی گنج میں تھا ان کا کاروبار لوہا ڈھالنے کا کل دانا پور میں تھا۔ یہ دبلے پتلے آدمی تھے بروجہہ آدمی نہ تھے مگر اچھی دولت انہوں نے حاصل کیا اور بہت کچھ چھوڑ کر جوان ہی مر گئے ان کے بھائی اور ورثا ہنوز دانا پور میں ہیں اور کارخانہ بھی ہے ان کے مالی حالت پر بھی اثر آگیا تھا مگر ورثا نے سنبھال لیا۔ جادو رائے کا بھی اچھا گذر ہوا! انکا بھی نام شہر میں بہت مشہور تھا اب کوئی یاد بھی نہیں کرتا بہتیر سے تو نام بھی نہیں جانتے ہوں گے۔

۱۱۷ گروبیر چوبے کا مکان کھجوری گلی میں تھا۔ ان کے والد بوڑھے آدمی بہت معتدل آدمی تھے اور بڑے اخلاق مند مہذب بااخلاق غیر متعصب تھے اون کا نام راقم بھول گیا ہے گروبیر چوبے دو بھائی تھے انلوگوں نے بڑے ٹھاٹھ سے آرام کی زندگی باعزت گذار دیا۔ ایک بھائی بنک میں ملازم تھے دوسرے بھائی بھی کہیں ملازم تھے۔ اس خاندان میں ایک نوجوان اولاد ان دونوں میں سے کسی کی تھی۔ ان لوگوں کے

مرنیکے بعد یہ صاحبزادہ رندانہ زندگی گذارنے لگے اور شاہی ملی
میں ایک ایسے موقع کی آمد و رفت آغاز ہوئی جہاں جانے سے
اکثر خاندان تباہ و برباد ہو گئے ہیں اور کتنے نوجوان رئیس خراب
خستہ ہو گئے ہیں اور خود بھی وہ جگہ قائم نہ رہ سکی وہ لوگ بھی پریشان
حال ہو گئے ان صاحبزادہ کے وقت میں یہ گھر تباہ و برباد ہو گیا
درشاہوں گے مگر راقم کو کچھ خبر نہ ملی۔ اس خاندان سے راقم کو
بہت ربط رہا گرو ہرچو لیے اون کے بھائی اور والد سے بہت
آمد و رفت رہی صاحبزادہ بھی آیا کرتے تھے ۳۰ برس کے اندر
یہ سب لوگ ختم ہو گئے اور نام و نمود جائداد سب ختم ہو گئی پہلے
اس شہر کے ہنود میں بھی بڑا اخلاق تھا آپس میں ہندو مسلمان سے
بہت میل جول تھا آمد و رفت تھی دوستی تھی کھانا پینا دعوت
مدارات سب تھا شادی و غمی میں ایک دوسرے کا شریک ہوا
کرتا تھا۔ یہ خاندان پرانا خاندان تھا شہر کے اندر ہندو و مسلمان
کے پرانے اکثر خاندان نابود ہو گئے۔ ان لوگوں کی تہذیب بالکل
مسلمانوں جیسی تھی ان لوگوں کی رہائش بہت صاف ستھری
اوسط درجہ کی حیثیت کے آدمی کی تھی اون لوگوں کے وقت تک
خاندان اچھی حال میں رہا نوجوان اولاد نے اپنی زندگی بھی
پوری نہیں پایا اور جائداد بھی برباد ہو گئی عورتوں کو اس خاندان کی
کچھ مصیبت اٹھانی پڑی بہت اثاث البیت تھا بڑے شوقین لوگ تھے

ع۱۱۸ چتر کومہراج و جھنگو مہراج ان دونوں کا مکان پورن لوہار کے مکان کے پاس تھا یہ دونوں بھائی لکھنؤ والی لباس پہنا کرتے تھے بڑے وضع دار اور خوش وضع خوش لباس تھے پان تو یہ لوگ اپنے ہاتھ سے بناتے تھے مسلمان روسا ان سے پان مانگ کر کھاتے تھے پان کھانیکا حق انہیں لوگوں کا تھا ان لوگوں سے عام مسلمان رئیسوں سے گذری یا لودیکٹرہ و جاجکنج سب سے میل جول دوستی تھی۔ یہ لوگ بالکل مسلمان وضع تھے تھوڑی جائداد تھی کچھ جواہرات بھی بیچتے تھے ان لوگوں نے اپنی زندگی بہت ہی عیش کے ساتھ گذارا اور باعزت ممدوح مرے اندازی ۲۰ برس گذرا ہو گا دونوں بھائی چند ہی برس کے اندر قضا کر گئے۔ ان لوگوں سے نوابان گذری سے بڑا ربط تھا ان لوگوں کے دیکھنے والے ابھی تک زندہ ہیں ان لوگوں کے مرنے کا افسوس اسوقت کے تمام مسلمان رئیسوں کو ہوا تھا۔ خدا جانے ان لوگوں کے بعد انکے ورثا کا کیا حال ہوا

ع۱۱۹ سریسم سکھ داس کا کارخانہ پھولوری گنج میں تھا ان کا کارخانہ اچھی حالت میں ہے یہ لوگ متمول ہیں ان لوگوں میں طریقہ رہائش کم خرچ بالانشیں ہوا کرتا ہے تاجرانہ طور پر مارواریوں کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ یہ قوم روپیہ پیدا کرنا اور موقع سے روپیہ کا مصرف لینا جانتی ہے یہ گروہ محنتی ہوتی ہے

وقت و دولت کی قدر جانتے ہیں اور پکے تاجر ہوا کرتے ہیں
تاجرانہ زندگی سے اور تعیش پسندی سے بڑا فرق ہے۔ کما کر خرچ
کرنے والی قوم یہی ہے یہ لوگ اصول تجارت جانتے ہیں چھوٹے
چھوٹے بچے بچپن ہی سے فن تجارت سیکھتے ہیں اپنی عمر پر آکر
رموز تجارت سے ماہر ہو جاتے ہیں۔ تاجروں کو ظاہری سامان
بھڑک رکھنا لازمی ہے جب تک تاجروں میں ظاہری سامان
درست نہ رہیگا تجارت اور بیوپار میں نقص پیدا ہوگا۔ اس خاندان میں
سامان امارت سب موجود ہے تاجر جو سامان رکھتے ہیں وہ
ضرورت کے لحاظ سے رکھتے ہیں وہ نمائش کے لئے سامان نہیں
کرتے نہ تعیش کے لئے کرتے ہیں۔

<u>۱۲۰</u> راجہ پرتاب ان کا مکان بھی مارواری ٹولہ ہی
میں ہے۔ انکا کاروبار زیادہ گھی کا تھا یہ بابو جانکی داس ایک مشہور
مارواری کے سمدھی ہیں انکا نام و نمود ابھی اور مارواریوں
کے مقابلے میں نہیں ہوا ہے بہت بڑا کارخانہ ابھی نہیں ہے۔
مارواریوں کا بڑا ہو جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے ان لوگوں میں
تاجرانہ ہمدردی آپسکی ایسی ہے کہ ایک دوسرے کا مددگار ہے
آپس کے بیوہار ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔
ان لوگوں کا دستور ہے کہ کوئی غریب مارواری بھی جب
ملک سے غربت کی حالت میں آتا ہے تو ایک روپیہ اور ایک تھان کپڑ

ہر ایک ادنی دیدیگا اوس سے وہ نیا آدمی ایک مختصر سا تاجر
ہوجاتا ہے بعض تو پھیری کر کے اپنا سامان کر لیتے ہیں بعض
دوکان کر لیتے ہیں اور آپس کے لین دین میں یہ گروہ بہت صاف
رہتی ہے اسلئے اپنی گروہ سے ان کو مدد مل جاتی ہے اسمیں یہ لوگ
بے ایمانی نہیں کرتے اسلئے ان لوگوں کے کاروبار میں یوماً فیوماً
ترقی ہوجاتی ہے اور چند ہی روز میں بیوپار اور تجارت کو فروغ
ہوجاتا ہے ٹایم کی اسقدر پابندی رہتی ہے کہ وعدہ پر بھگتان
دینا لازمی جانتے ہیں ان سے لیا اون کو دیا غیروں کے روپیہ
سے نفع اٹھانا اور روپیہ کو دوڑانا یہ گروہ خوب جانتی ہے۔
ہنڈی پتری کاغذی گھوڑا ہے جو ادھر سے ادھر خوب دوڑتا ہے
دوسری گروہ ایسی تجارت سے محروم ہیں۔ مسلمان تو سود دینے
کی وجہ کر اور اپنی بدنیتی کی وجہ کر تجارت میں ترقی نہیں کر سکے
اول تو ان کو دیتا ہی کون ہے اور اگر ان کی امداد بھی ہوئی تو
وقت پر وصول نہیں دیتے تجارتی روپیہ کو یہ اپنی ضرورت میں
صرف کر دیتے ہیں مہاجنی کا مال ان کے ذمہ صرف ہوجاتا ہے چند ہی
روز میں انکا بیوپار خراب ہوجاتا ہے ابتدا میں زیادہ منافع
کی خواہش کرتے ہیں دوکان کی ترقی کرنا یہ نہیں جانتے مارواڑی
کوریوں کے نفع پر مال فروخت کرتے ہیں اور پھر مال تازہ لاتے
ہیں اور روپیہ کو بٹھا رکھنا وہ پسند نہیں کرتے بس تجارت

اونہیں لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ دو چار صنعت کا کارخانہ کھلا
مہینہ ہی دو مہینہ کے اندر ہزاروں کا کاروبار ہو گیا ہے اور کا
طریقہ وہی جانتے ہیں۔ در حقیقت امداد کی بدولت یہ لوگ ترقی
پذیر ہو جاتے ہیں۔ رام پرتاب بابو لچھم و سچم تحقیقی آدمی ہیں۔

۱۲۱ منشی ہزاری لال مختار کا مکان دسولپورہ میں تھا
اپنے وقت میں انھوں نے اچھا کمایا۔ جھاؤ گنج و صادق پورہ میں
ان کی مختارکاری کو اچھا عروج تھا جب سٹی قائم ہوئی پھر
سٹی میں کمانے لگے۔ اوس وقت اتنے مختار وکیل بھی نہ تھے۔
انہیں آجکل جیسی قانونی قابلیت تو نہ تھی مگر تجربہ کاری کی
بدولت کام اچھا کرتے تھے اور حکام وقت سے اچھے سلوک
سے ملتے تھے حکام کے ساتھ ان کا برتاؤ اس وضع کا نہ تھا
جو آجکل بزور لیاقت تیز زبانی ہوتی ہیں اسلئے کام نکلا
کرتا تھا اور پبلک ان کو مقدمات زیادہ دیتی تھی۔ اپنی زندگی
آرام سے گذار گئے راقم کے سامنے انہوں نے پاس کیا کام
آغاز کیا اور دس برس گذرا ہوگا انتقال بھی کر گئے۔ یہ خلیق و ملنسار
آدمی تھے بعد ان کے ورثا کا کوئی حال راقم کو نہ مل سکا۔ جہاں
کوئی مرا اوسکے ورثا سے یکدم تعلقات چھوٹ جاتے ہیں۔ آجکل
کے لوگ پرانی روش و قدامت پسندی کو بالکل پسند نہیں کرتے ورثا مرنے
والے کے پرانے ملاقاتیوں سے اپنے کو بالکل جدا اور بے مروت سرد مہر

کر لیتے ہیں اسلئے پرانے لوگ ہر خاندان والوں سے نابلد ہوجاتے ہیں مرنے والے کے ساتھ ہر ملاقاتی بھی مدفون ہی کردئیے جاتے ہیں۔ ورثا اون کے ملاقاتیوں سے ملنا پسند ہی نہیں کرتے یہ تو تجربہ ہوگیا ہے جو ملاقاتی مرگیا اوسکے ورثا سے پھر کوئی تعلق رکھا ہی نہیں جاسکتا۔ پہلے لوگ مورث کے مرنیکے بعد اوسکے دوست وملاقاتیوں کو ڈھونڈکر اپنا مورث جانتے تھے اوس سے امداد لیتے تھے مشورہ لیتے تھے اپنے مورث کا ملاقاتی جانکر اوسکا اعزاز کرتے تھے۔ اوسکو اپنا خیر اندیش جانتے تھے ہمراز بناتے تھے۔ لوگ بھی اپنے ملاقاتی کے ورثا کو اپنا عزیز مانتے تھے مگر ابتو بالکل اوسکا اولٹا ہے مورث کا ملاقاتی دشمن سے بدتر مانا جاتا ہے اور اوس سے بہت دور رہنا چاہتے ہیں بے حیائی سے اگر وہ ملنا بھی چاہتا ہے تو لوگ اوسکو ذلیل اور بے ضرورت اور مضر شخص جانتے ہیں اسلئے معذوراً و مجبوراً اوسی اپنے کو جدا رکھنا پڑتا ہے اور بے سروکار ہوجانا پڑتا ہے جب کوئی ملنے والا مرا اوسکا خاندان چھوٹ گیا رفتہ رفتہ ہر ملنے والے کے خاندان سے بے سروکاری ہوتی گئی۔ یہ تو ذاتی تجربہ ہے اور ہر کس وناکس کو بھی تجربہ ہوتا جائے گا۔ زمانے کی یہی روش ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

۱۲۲۔ مولوی محمد خلیل انسپکٹر پولس ہو کر چوک تھانہ میں آگئے تھے۔ یہ مرزاپور کے قریب کے رہنے والے تھے۔ ایم اے پاس تھے ترقی کرتے کرتے ڈی ایس پی ہو گئے تھے۔ ایس پی ہوئے تھے خطاب بھی خاں صاحب کا ہوا تھا۔ یہ شیعہ مذہب آدمی تھے اور مذہب کے بہت پابند روزہ نماز کے پابند اور بہت ہوشیار اور منکسر مزاج اور ملنسار آدمی تھے۔ اب وظیفہ پنشن پاتے ہیں انہوں نے شہر کے بدمعاشوں کو خوب سہر کیا بہت کم لوگوں سے ملتے تھے معدودہ چند آدمی سے ان سے ربط رہا۔ مولوی وصی احمد صاحب وکیل مرادپور اور راقم سے بہت ربط رہا مدتوں اس شہر میں رہے اور وطن چلے گئے۔ ہنوز زندہ ہیں صاحب اولاد ہیں ان کے ورثا کا زیادہ حال راقم کو نہ مل سکا۔ بلیا کے علاقہ میں کسی دیہات میں زمینداری اور کاشتکاری کر کے مقیم ہیں بہت معقول قابل ملاقات آدمی ہیں اور وجیہہ اور رجی دار آدمی ہیں اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔

۱۲۳۔ داروغہ اقبال حسن کا مکان کچی گھاٹ میں تھا یہ سرکاری ملازم تھے۔ انہوں نے بنارس میں عقد کیا تھا وہاں بھی مکان تھا اور یہاں بھی مکان بنا لیا تھا۔ یہ کہیں باہر کے آدمی تھے یہ شیعہ مذہب تھے ان کو اسباب اور بندوق کا بڑا شوق تھا بہت اسباب ان کے پاس تھا

اچھا کمایا تھا مکان وغیرہ پختہ بنایا تھا۔ راقم کے یہاں بھی آیا جایا کرتے تھے اور پنشن پاکر گنجی گھاٹ میں مقیم ہوگئے تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں قضا کر گئے۔ ان کے ورثا میں تکرار ہوئی جائداد کل بک گئی منشی شیو نرائن لال اور سید نجم الحسن پسر اکبر راقم نے ان کی جائداد خرید کیا باغ اور مکان راقم کے لڑکے کے قبضہ میں ہے ان کے ورثا چھتر بتر ہوگئے اب پتہ نہیں ہے کون ہے کہاں ہے مورث تو سب کر جاتا ہے مگر ورثا اسے رہنے کب دیتے ہیں شرکت کی ہانڈی چوراہے اور کورہ پر پھٹکی جاتی ہے۔ ہزاروں مورث نے ہزاروں الزامات دینی و دنیاوی اٹھا کر سیکڑوں کے حقوق پامال کرکے اپنے سر گناہ لیکر کیا کچھ نکر گئے مگر ان کے بعد خاندان والوں نے سب تہ و بالا کر دیا بہت کم خاندان ہیں جہاں کا انتظام قایم رہ سکا۔ پولس والوں کے خاندان کو اکثر تباہ و برباد ہوتے دیکھا۔ خدا جانے کس وضع کی کمائی ہوا کرتی تھی کہ مرتے دیر نہیں تختہ تباہ ہو جایا کرتے ہیں اکثر خاندان پولس والوں کے برباد ہوتے دیکھا غالبا ظلم کی پیسے میں برکت نہیں ہوا کرتی۔ مورث کی برائیوں کی سزا ورثا بھگتا کرتے ہیں بعض خاندان اچھے رہے جہاں نیک کمائی ہوا کرتی ہے مگر کرشمے بھی دیکھا ہے کہ بد کمائی کا نتیجہ خراب نکلتا ہے۔ ان کے داماد محمد نظیر ولد شاہ حفاظت حسین حاجی گنج میں ہیں اور عمر جی نے عیش کی زندگی گذرا اور عمر بے علم رہتا تھا

۱۲۴ داروغہ عبدالرحمن مونگیر کے علاقہ میں نوکر تھے۔ جوان خوبصورت وجیہہ آدمی تھے انہوں نے حاجیگنج میں آکر قیام کیا تھا پھر ملازمت چھوڑکر یہ حج کو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال کو تجی گھاٹ میں رکھدیا تھا۔ غیبت میں انکامال بہت نقصان ہوا اور اہل وعیال نے ان کی کمائی کو بہت ضایع کیا انکانام برباد کیا اور حج سے واپس آکر یہ زندہ رہے مگر اندرونی صدمات نے ان کی تندرستی خراب کردی جوان ہی مرگئے اون کے ورثا تھے اور مدتوں اس شہر میں رہے۔ ان لوگوں نے داروغہ جی کا نام روشن نہ کیا انکانام ونمود سب گم ہوگیا۔ مال واسباب مکان وغیرہ سب ضایع ہوگیا ورثا بھی اچھی حالت میں نہیں رہ سکے اب کچھ پتہ نہیں ہے وہ لوگ کہاں ہیں کس حال میں ہیں۔

۱۲۵ منشی احمد کا مکان للو بابو کے کوچہ میں تھا ان کے پاس کچھ جائداد بھی تھی یہ نیک آدمی تھے اور اوسط درجہ کی زندگی آرام کی گذارتے رہے۔ ان کے بعض لڑکے ڈسٹرکٹ بورڈ میں اورسیر تھے اور بعض ورلس کمپنی ہوٹل میں ملازم تھے اس خاندان میں اکثر لڑکے موجود تھے اور تھوڑا بہت سب خونده اور کمانے کے لایق تھے۔ منشی حبیب اللہ مختار کلکٹری ساکن بلغ ناوجان ان کے داماد ہیں حبیب اللہ مختار کی بارات کے روز راقم ہی گھوڑے کی لگام تھامے بارات میں گیا تھا۔ احمد میاں کی اردو زبان روشن زندگی

اچھی تھی پر چپے طور پر رہتے تھے۔ اب خبر نہیں وہ ہیں یا نہیں غازی تمام گڑھ کی اولاد بچی ہوگی اور اون کے لڑکے کس حال میں ہیں مگر یہ گھر ہنوز قایم ہے۔ ان لوگوں کی برادری باغ نانوخاں میں ہے۔

۱۲۶ء چھبے حلوائی دو بھائی چوک پر دوکاندار تھے ان کا ایک لڑکا بھی پہلوان تھا یہ لوگ بڑے گورے اور موٹے تازے بہت خوبصورت وجیہہ پہلوان تھے۔ گائے انکی چند پلی ہوئی سڑک پر چھوٹی رہتی تھی بر در وجاہت وقوت قومیت چوک پر۔ ان لوگوں نے اپنا خوب رعب جما رکھا تھا۔ مارواریوں کی بدولت اور شہر کے ہندوؤں کی بدولت ان کے دوکان کی بکری خوب تھی چیزیں بھی لاجواب بناتے تھے بالائی کی برفی رابڑی اور پھلوں کی مٹھائیاں تو پھر ایسا بنانے والا اس شہر میں نہیں آیا یہ لوگ بڑے مذہبی تھے اور اپنے مذہب کے بہت پختہ تھے اور متعصب تھے ان لوگوں نے خوب کمایا بڑی بڑی مقدمہ بازیاں ہوئیں ایک ترکی ڈاکٹر فصاحت کے میدان میں آکر اوترے تھے۔ اون کو دور سے ان لوگوں نے سودا دیا وہ سودا زمین میں گر گیا۔ ترکی ڈاکٹر اپنے ملکی رواج کے خلاف دیکھکر بگڑے اور اون لوگوں نے قیمت کے لئے تکرار کیا وہ قیمت دینے سے انکار کرتے تھے کہا کہ تم لوگوں نے خود سودے کو چھوڑا جو زمین پر گرا میں قیمت دینے کا مستحق نہیں ہوں اس میں

تکرار چلی ترکی مذکور اکیلے تھے۔ اور ایک بات کے تنہا تھے مگر
وہ فوجی ڈاکٹر تھے ایک عیسائی جرنیل کو ساتھ لیکر وہ اس شہر میں آ گئے تھے۔
اور بڑا نام پیدا کر گئے۔ اونکا مطلب فصاحت کے میدان میں تھا
انہوں نے پیار سے مرزا صاحب کی لڑکی سے عقد کر لیا تھا چند دن
رہے اور لاپتہ ہو گئے مسافروں سے عقد کرنے والا بہت پچھتاتا
ہے آخر کار وہ لڑکی کلفت میں مر گئی۔ ڈاکٹر مذکور سے ایک
گھنٹہ تک لاٹھی چلی اون کے ہاتھ میں صرف ایک بانس کی چھڑی
تھی اور حلوائیوں کی طرف سے مع پہلوانوں کی لاٹھیاں تھیں
وہ اکیلے لڑتے رہے اور بچتے رہے وہ قواعد جاننے والے تھے
آخر کار جب حلوائی کے ایک جن کی زخمی ہو گئے راستہ بند ہو گیا
تھا پولس کی نوبت آئی بمشکل یہ تکرار رکی ہزاروں تماشہ بین
سڑک پر تماشہ دیکھتے رہے اوس وقت ہندو مسلمانوں میں
ایسی اچھی فلنگ تھی کہ حلوائیوں کی طرف سے نہ تو کوئی ہندو
مددگار ہوئے نہ ترکی صاحب کی طرف سے کوئی مسلمان مددگار
ہوئے دو فریق جنکے ذاتی معاملات تھے لڑے اور کچہری میں
نالش دائر ہوئی آخر کار ترکی صاحب پر ایک انگریز سٹی مجسٹریٹ
کے اجلاس سے سو روپیہ جرمانہ ہوا۔ ترکی صاحب اس مقدمہ
کے بعد شہر سے چلے گئے اور آج تک لاپتہ ہو گئے خدا جانے
کون تھے کہاں سے آئے اور کیوں آئے اور کہاں گئے

ڈاکٹر پیارے مرزا صاحب کو دوستوں نے منع کیا تھا کہ وہ
اپنی کوانہ سی لڑکی کا عقد مسافر سے نکریں مگر ڈاکٹر صاحب
کی رہائش اسقدر رفت فاٹ کی تھی کہ ڈاکٹر پیارے مرزا صاحب
کو دھوکہ میں ڈالدیا اور بوجہ غربت انھوں نے غنیمت جانا۔
اور آخر کو خمیازہ اٹھانا پڑا اور پچھتانا پڑا ترہ کی ڈاکٹر کے یہاں
بڑا مرجوعہ ہوا اکثر ہر طبقہ کے آدمی رات دن جمع رہے علاج
بھی لاجواب کرتے تھے دوائیں بھی لاجواب ان کے پاس
تھیں آب نزول لحمی کا علاج تین دن میں کرتے تھے اور اکثر
آدمی کو تندرست ہوتے دیکھا بڑے بڑے سخت عارضوں
کا علاج انھوں نے کیا اور لوگوں کو فائدہ ہوا۔ یہ خواجہ اقبال علی
والے مکان میں مطب کرتے تھے بیس روپیہ ماہوار کا تو انگریزی
باورچی ملازم تھا اور کھانا عمدہ عمدہ کھاتے اور لوگوں کو کھلاتے
رہے راقم سے بہت ربط ہو گیا تھا عربی بھی خوب بولتے تھے
اردو بھی صاف بولتے تھے انگریزی بھی جانتے تھے انکے یہاں
روشن چوکی والے ملازم تھے سوتے وقت روشن چوکی بجا کرتی تھی
جب ان کو نیند آجائے روشن چوکی موقوف ہوتی۔ یہ مخمل کی
توشک پر سوا کرتے تھے چائے خوب چلتی تھی ان کے مطب میں
عجب لطف رہا کرتا تھا شہر بھر کی رنڈیاں جمع رہتی تھیں آدمی
رندمشرب تھے اس مقدمہ کے بعد وہ چلے گئے دو ہی تین برس

کے اندر چوبے حلوائی مرے اونکا بھائی بھی مرا دہ پہلوان "ٹرکا"
بھی مر گیا سب نیست ونابود ہو گئے مال واسباب ورثا سب لے گئے
اب پتہ نہیں ہے ان کا کوئی جانشین نہ ہوا۔ پیارے مرزا صاحب
بھی مر گئے اونکی اہلیہ بھی مر گئیں اب ان کا کوئی وارث نہیں ہے
یہ لوگ بے نام ونشان لاپتہ ہو گئے چند روز بعد ان لوگوں کا
جاننے والا بھی نہیں رہے گا بعض آدمی ابھی زندہ ہیں جو ان
واقعات سے واقف ہیں اور جنکا چشم دید واقعہ سب تھا۔

ع ۱۲۷ خان محمد کی دوکان چوک پر تھی انکی دوکان اچھی
چلی ہوئی تھی یہ عبدالرحیم کے بھائی تھے ان کے مرنیکے بعد انکا
متروکہ تقسیم ہوا عبدالرحیم کو ترکہ ملا عبدالرحیم بھی تباہ ہو گئے
دونوں کی اولاد خستہ حالت میں ہو گئی یہ لوگ روزنہ گار کرتے ہیں
مگر خان محمد کی سی مفرح حالی نہ رہی لڑکے اور لڑکیاں دونوں
خاندان کی ہیں عبدالرحیم کے داماد کہیں موغلپورہ میں رہتے ہیں

ع ۱۲۸ عبدالرحیم وعبدالحکیم دو بھائی گوالھوہ کے رہنے والے
تھے ان لوگوں کی دوکان مرچائی گنج میں ٹوپی کی تھی۔ چند سے
دوکان خوب چلی امروہے کی ٹوپی پہلے انہیں لوگوں کی دوکان
میں آئی ان لوگوں نے خوب نفع کمایا پھر دونوں بھائی جدا
ہو گئے۔ پھر عبدالحکیم کسی اور شہر میں دوکان اٹھا کر چلے گئے
عبدالرحیم افیون گدام میں ملازم ہو گئے افیون گدام جب اٹھ گیا

تو یہ لوگ پریشان ہوئے اوسوقت ظہور خان کے از شہر کیدار دواشۃ
اچھے خاں منت خاں نے اپنے فارم سے روپیے قرض لیکر اپنی نام
سنہ ۱۹۱۴ء میں ریلوے فیدر روڈ پر ایک برف گدام کھولا اور
منشی عبدالرحیم کو ملازم رکھہ لیا اوسوقت سے مرتے دم تک
سنہ ۱۹۲۶ء تک عبدالرحیم برف کل میں تیس روپیہ ماہوار پر منشی
مقرر رہے عبدالرحیم اور منشی کھدیرن ساکن قصبہ پہلواڑی
یہ دونوں برابر برف گدام میں ملازم رہے سنہ ۱۹۲۸ء میں برف
گدام نیلام ہو گیا اور بابو منالال بہار کے ایک مہاجن نے
نیلام خرید کیا تاہم کارخانہ برف گدام میں جو ملازم تھے سب ہی
اوسوقت گمانی خاں برف گدام کے منیجر تھے یہ دونوں منشی
اون کے ساتھ رہے لاوس صاحب انجنیر تھے جب کارخانہ
اچھے خاں کا فیل ہونے لگا، انجنیر صاحب کو جواب ہو گیا صرف
گمانی خاں بجائے انجنیر رہے اور رام لال مستری ان کے ساتھ
رہا جو ہشیار مستری برف گدام کل کا ہے سنہ ۱۹۲۹ء میں گمانی خاں
کو خریدار نیلام نے جدا کر دیا۔ عبدالرحیم کو فصلی ہوا اور انتقال کیا
ان کے ورثا ہیں۔ انہوں نے حج بھی کر لیا تھا روزہ نماز کے پابند
تھے درمیان میں ان کے داہنے ہاتھ میں زخم ہوا تھا تو ان کا
ہاتھ کاٹ دیا گیا یہ بائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اور تیز لکھتے تھے
خدا کی قدرت تھی بائیں ہاتھ سے انگریزی لکھتے ہوئے دیکھی

شخص کو دیکھا ایک ان کو دیکھا دوسرے ایک بنگالی وکیل
شوشی بھوشن بسواس ساکن بانکی پور کو دیکھا اونکا بھی داہنا
ہاتھ مفلوج تھا اپنی عمر میں یہ دونوں باتیں نایاب دیکھا انسان
کیا نہیں کر سکتا مشکل سے مشکل کام بھی انسان کر سکتا ہے۔
سر عبدالرحیم بھی بائیں ہاتھ سے لکھتے ہیں۔

۱۲۹ء مدو بابو خزانچی بنک اوف بنگال تھے انکا مکان
منگل تالاب کے دھرم سالے کے پاس ہے اپنی زندگی آرام وعزت سے گذار گئے
دولت مند آدمی تھے اور اون کے داماد شاعر تھے انکا مکان
چوہٹہ پر ہے اب اوسمیں عورتوں کا اسکول بنایا گیا ہے، اون کے
داماد بہت نیک آدمی تھے شعر گوئی کا بڑا شوق تھا ان لوگوں کی
زندگی بے فکری سے امارت سے کٹی ورثا زندہ ہیں۔

۱۳۰ء دیبی پرشاد مکند رلال مارواری ورشن پال
مارواری کے خاندان کے لوگ ہیں سجا تھ پرشاد کو انھوں نے
گود لیا تھا یہ ہوشیار آدمی تھے کلکتہ میں جاکر چاندی کا سٹہ
کیا اوسمیں ان کو نقصان ہوا مکند اکی دوکان چاندی کی تھی
یہ چوک پر تھی مکند اکا شباب بہت اچھا تھا رندانہ زندگی
چند روز گذارے اوسکے بعد انھوں نے اپنی دوکان کر لی
پھر مہابیر پرشاد نے کپڑے کی دوکان کھولی اب بہت بڑی
دوکان انکی بھولور گنج میں ہے اور بشن پال بابو کی دوکان

نتھو چودھری کے کٹرہ میں چھتر پرہردی پرشاد کام کرتے ہیں۔ شنبھا بو نے
نوجوانان لودیکٹرہ سے بہت فائدہ اٹھایا اور جائداد خرید کرکے
اب زمیندار ہیں اور بچو بابو کا کاروبار اچھا ہے یہ جین جین والے مشہور ہیں درگا دوریک جی
یہ لوگ اچھی ترقی کرکے اس خاندان کا عروج راقم کے سامنے
ہوا پہلے یہ خاندان مارواریوں میں اسقدر متمول نہ تھا۔ لودیکٹرہ
والوں کی زمینداریاں اس خاندان میں بہت ہیں اب اس
خاندان میں اچھی کافی آمدنی کی جائداد ہے۔ ان کے یہاں
گوبردہن نامی ایک راجپوت پیادہ تھا وہ لودیکٹرہ والوں
کے یہاں پیش پیش تھے بابو بنا کر باتیں کرتے دلالی کرکے جائداد دلوائی۔
۱۳۱ مولانا نور الحق کی خانقاہ منگل تالاب پر ہے۔
دراصل یہ گدی داحضرت عمادالدین قلندر کے ہیں یہ گدی
پھلواری میں تھی اور میاں صاحب اور لال میاں کی گدی
کہلاتی ہے اسی خاندان کے آدمی اس گدی پر بیٹھا کئے۔ مولانا
عبدالحق گدی پر نہ رہے وہ مرشدآباد چلے گئے وہیں اون کا مزار
ہے۔ اون کے بیٹے تھے مولانا نورالحق قدس سرہٗ بوجہ خانگی
جھگڑوں کے جو قرابت والوں سے پھلواری میں ہوا کے پھلواری
چھوڑ کر شہر میں آگئے میر اشرف کے مقبرہ میں چندے رہے
پھر میر عمر دراز صاحب والے مکان میں کچھ دن رہے پھر یہ
زمین خرید لیا جسمیں اب خانقاہ ہے پھر کچی خانقاہ بنی اور

جهوٹی سی مسجد جو اب پختہ بھی بنائی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ یہاں کے ساکن ہوگئے اون کے بعد حضرت مولانا ظہور الحق قدس سرہ گدی نشین ہوئے اون کی چند اولاد ذکور و اناث تھی۔ اولاد اکبر حضرت مولانا نصیر الحق قدس سرہ اپنے والد کے بعد گدی نشین ہوئے اون کو اولاد ذکور نہ تھی اس لیے اون کے ایک بھائی حضرت مولانا علی امیر الحق گدی نشین ہوئے وہ راقم کے حقیقی نانا تھے۔ اون کے بعد حضرت مولانا رشید الحق قدس سرہ بیٹھے اون کے بعد اب حضرت مولانا شاہ حبیب الحق صاحب گدی نشین ہیں اونکے بیٹے مولوی جمیع الحق صاحب ہیں۔ یہ محلہ پہلے شیخ مٹھا کی گڑھی کہلاتا تھا اور نہایت گندی جگہ تھی سارے شہر کا پانی اس وسیع گڑھی میں آتا تھا۔ منگل صاحب کلکٹر نے اسکو تالاب کی شکل میں لایا اب اس جگہ کا نام منگل تالاب ہوا ہے یہ تالاب راقم کے شباب کے وقت میں کھدا ہے اور اسکی صورت چالیس برس کے اندر بدلی ہے۔ موجودہ خانقاہ حضرت مولانا امیر الحق قدس سرہ کی جانشینی کے وقت میں بذریعہ اہتمام حضرت مولانا رشید الحق قدس سرہ بنائی گئی ہے۔ حضرت مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے وقت میں کچھ ہو چکی تھی اور عمارتیں بوقت مولانا رشید الحق قدس سرہ بنائی گئی ہے۔ اس خاندان کے گدی نشینوں میں علم ظاہر اور علم باطن دونوں ہوا کیا یہ خاندان بہت پرانا خاندان ہے

اسکا وجود پہلواڑی میں پیر مجیب اللہ کی خانقاہ سے پہلے بھی تھا
پیر مجیب اللہ قدس سرہ کو بیعت اسی خاندان میں حضرت خواجہ عماد الدین
قلندر سے تھی اونکے سلسلہ سے ہر کو تعلق اسی خاندان سے
ہے اور اس سلسلہ کے لوگوں کو بھی تعلق پیر مجیب اللہ سے
ہے شجرہ میں یہاں کے اور وہاں کے دونوں بزرگوں کا
نام ہے مگر جو تکرار با خود ہا سر مجیب اللہ قدس سرہ کے بعد سے
چلی ہے اوسکا سلسلہ بند نہیں ہوا اکثر جہلا مریدین ان دونوں
خاندانوں کو جدا جانتے ہیں درحقیقت دونوں ایک ہیں اور
ایک ہی بونٹ کی دو ڈالیں ہیں اور ماسبق بزرگو نکے تعلقات
برادری اور تعلقات روحانی اوپر جاکر حضرت عماد الدین قلندر
سے ملتے ہیں۔ مولانا ظہور الحق کے ایک بیٹے مولوی صفیر الحق
تھے جنکا مزار پیر بگہ میں ہے اون کے بیٹے مولوی نذیر الحق
تھے جنکے بیٹے مولوی محی الدین عرف تمنا عمادی ہیں مولوی
نذیر الحق کی شادی سرہد میں ہوئی تھی جسکی وجہ سے خواجہ
سید حسن کے خاندان سے شاہکی املی میں قرابت داریاں ہیں۔
اون کی لڑکی صفی پور میں خدا حسین مرحوم سے بیاہی تھیں
جو ڈاکٹر وارث حسن سول سرجن کی بھاوج تھیں اور لڑکی علی
میں بیاہی ہیں ایک لڑکی محی الدین میاں عرف کٹرو میاں سے
منقی گنج میں بیاہی ہیں۔ یہ حافظ احمد رضا خان کے سالے ہیں

جنکے بیٹے منا میاں ہیں ان شادی جان پور میں ہوئی ہے۔ میر
فضل احمد صاحب کے بیٹے۔ بکھنی میاں تھے اونکی لڑکی سے منا
بیاہے ہیں میر فضل احمد راقم کے والد کے حقیقی چچیرے بھائی
تھے دوسرے شادی محی الدین کی میر فضل احمد ندور کی لڑکی سے ہوئی
کی ایک لڑکی بتیا ہیں محمد نظیر رجسٹرار سے بیاہی ہیں محمد نظیر از
خاندان مولوی اسحاق رجسٹرار بتیا ہیں اون کے بھتیجے ہیں در
منظہر عالم ولد مولوی اسحاق رجسٹرار کے چچیرے بھائی ہیں منظہر عالم
کوری میاں کے پوتی داماد ہیں۔ مولوی تمنا کا ننھیال بھی خاندان
مولوی یحیی صاحب و مولوی منظور احمد صاحب و مولوی علی نعمت
صاحب پھلواری تھے انکی شادی قطب میں مولوی صغیر الحق صاحب قاضی
مخدوم عالم صاحب پھلواری کے داماد تھے مولوی نذیر صاحب
کی بہن مولوی احمد صاحب پھلواری سے بیاہی تھیں ایک
بیٹے مولانا ظہور الحق قدس سرہ کے مولوی فقیر الحق دلیل
ساکن چھپرہ تھے لاولد تھے اون کے عقد میں ایک خدمت گذار
عورت ہیں جو لاولد ہیں اونکا ترکہ حضرت مولانا رشید الحق قدس سرہ
اور مولوی نظیر الحق ندوی کو ملا ایک بیٹے حضرت مولانا ظہور الحق
قدس سرہ کے مولوی ظہیر الحق تھے اور ابتدائی زندگی اونکی
بڑی عیش سے گذری دوسری شادی نواده میں شاہ اکبر حسین
کی لڑکی سے ہوئی اون کے بیٹے شاہ ریاض الحق صاحب ہیں۔

جنکی اولاد نواده میں موجود ہے دوسرے بیٹے شاہ حسام الحق تھے
جو راتم کے بھائی کے ساتھ اور سید میاں نوادہ کے ساتھ
مدتوں ملازم تھے۔ اس خاندان کی جائداد خراب ہوگئی غربت
آگئی شاہ ریاض صاحب دعا تعویذ سے گذران کرتے ہیں۔
لڑکے کماتے کھاتے ہیں۔ شاہ حسام کی زندگی نے وفا نہ کیا
شاہ ریاض صاحب کی زندگی بہت عافیت سے گذر رہی ہے
اچھے اچھے اوسط آمدنی والوں سے انکی زندگی کم نہیں گذرتی
ہے ان کے لڑکے سب لائق ہیں ان کی اہلیہ بہت پرسلیقہ اور
عمدہ عورت ہیں جن سے ان کو بہت عافیت پہونچ رہی ہے اور خلیق ہیں
بدعورتکا سامنا مردکیلئے جہنم ہے۔ زن بد در سرائے مرد نیکو ہمدرین عالم است دوزخ او
جہاں زن و شو میں اختلاف ہوتا ہے اوس غریب کی زندگی
اوس پر بھاری ہو جاتی ہے جن لوگوں کے گھر میں زن و شو میں
ساز نہیں ہے اون سے زندگی کی تلخی کا حال پوچھیئے۔ عورت
ایک عافیت دہ چیز ہے اور بڑھاپے میں بی بی ہی ایک
چیز ہے جو عافیت رساں ہو سکتی ہے۔ بی بی کا مصرف جوانی
میں اجرائے نسل کا ہے اور بڑھاپے میں خدمت گذاری کا ہے
مگر آجکل کی عورتیں بوڑھے شوہر سے لاپروا ہو جاتی ہیں وہ
اپنی اولاد کی خیر اندیشی میں شوہر کی پروا ہی نہیں رکھتی ہیں
جو مرد کے لئے ایک نہایت تکلیف دہ معلوم ہوا کرتا ہے۔

بی بی اپنے پیٹ کے لہذا ور مادری محبت سے معذور ہے اوسکی
اولاد کی طرف رغبت بڑھی جاتی ہے اور شوہر کی عافیت رسانی
کی طرف بالکل توجہ نہیں رہتی یہ ناانصافی علی العلوم عورت کی
پیدا ہو جاتی ہے اچھی عورتیں پہلے شوہر کا لحاظ رکھتی ہیں وہ
سمجھتی ہیں کہ اولاد کو شوہر کی بدولت اوس نے پایا ہے وہ
جانتی ہیں کہ مذہبی طور پر شوہر کے کیا کیا حقوق ہیں شوہر کی عمدہ خدمت
اور دلجوئی کو فرض جانتی ہے اوسکی تابعدار رکھو نہ بہی تیز جاتی ہی شوہر کے جان مال کی
محافظ ہوا کرتی ہی مگر یہ باتیں اب نادر الوجود ہیں اسلئے اکثر مرد کی
زندگی وبال میں رہا کرتی ہے راقم کو خود بھی ذاتی تجربہ ہے
کہ شادی ایک جوا ہے اگر میزان ٹھیک تو سبحان اللہ سر کہ زن
ندارد آرام تن ندارد ہے اونکی زندگی عافیت سے گذر جاتی
ہے اختلاف ہوا تو نعوذ باللہ شادی خانہ آبادی نہوئی بلکہ شادی
خانہ بربادی ہوا کرتی ہی یہ مقدر پر منحصر ہے آرام نصیب ہو سکے
تو پو بارہ نہیں تو عمر بھر بیچ بارہ شاہ ریاض صاحب کے والد
کو آسائش نہو سکی وہ آخری وقت میں جب بہت بوڑھے ہوگئے
تھے اور بہت معذور تھے تو خانقاہ منگل تالاب میں نانا قدس سرہ
کے گھر بھائی کے یہاں مقیم دیکھا جب وہ بیمار ہوئے اور مرض
الموت میں پڑے تو نوادہ چلے گئے اور وہیں انتقال کیا اونکے بیٹے
عبدالحی میاں ہیں اوس لڑکی کی شادی مظفرپور سعید پور

میں ہوئی عبد الحی میاں کے دادا مولوی ناظم تھے انھوں نے
اپنی جائداد رندانہ زندگی میں ضایع کر دیا تھا عبد الحی میاں نے
اپنی زندگی آزادانہ بسر کیا اور آرام سے گذارتے رہے انکی
پہلی شادی پھلواری میں حکیم وحید صاحب کی لڑکی سے ہوئی
وہ لاولد مرگئیں دوسری شادی انکی بہہ آسے میں ہوئی ان کے
سسرالی برادی پیر بگہ میں ہے انکی پھوپھیو ان میں مولوی
شمس الحق سے بیاہی تھیں ان کے چچا ہنوز مظفر پور میں زندہ
ہیں انکی بہن کی شادی چھپرہ میں ہوئی تھی۔ ایک پھوپھا ان کے
منشی سراج الدین ولد میر قطبی صاحب مرحوم ہیں ان کی
قرابت داری چھپرہ میں مولوی علی حسین ولد مولوی امداد حسین
مرحوم سے بھی تھی مولوی امداد صاحب چھپرہ کے آدمی تھے اور ان کے
اباو اجداد مہدانواں کے ہیں وہ کثیر الاولاد آدمی تھے مولوی
عبد العزیز ان کے بیٹے چھپرہ میں میونسپلٹی کے وائس چیرمین
بھی تھے۔ منشی ابو القاسم مولوی عبد الوہاب اور مولوی ایوب
صاحب اور مولوی لطیف صاحب مہدانواں اور حاجی عبد الغفور
اور میر الطاف حسین سرانڈی یہ سب لوگ قرابت دار مولوی
امداد حسین کے تھے۔ مولوی ایوب صاحب مولوی امداد صاحب
کے پوتے ہیں مولانا وہ شاہ حبیب الحق صاحب گدی نشین کے
خسر ہیں اور مولوی علی حسین کے لڑکے محمد علی مولانا شاہ حبیب الحق

صاحب گدی نشین منگل تالاب کے داماد تھے۔ شاہ حسام صاحب
ولد مولوی ظہیر الحق صاحب مذکور راقم کے بڑے بیٹے مولوی
نجم الحسن کے سسر تھے اسی بی بی سے مولوی نجم الحسن کی اولاد ہے
پہلی بی بی سید نجم الحسن کی مولوی یحیی صاحب وکیل مدرسہ
کی لڑکی ہیں جو لاولد ہیں۔ مولوی محمد یحیی صاحب کا حال جدا
لکھا ہوا ہے یہ لڑکی سر علی امام و مسٹر حسن امام کی پھوپھی زاد
بہن ہے سر عبد الرحیم و مولوی محمد ہاشم و مولوی رضا کریم و
مولوی احمد حسین عرف نانہن ڈپٹی مجسٹریٹ سید نجم الحسن کے
ہم زلف ہیں اور ڈاکٹر دلی و سر علی امام موجودہ شادی سے
مولوی رضا کریم کے داماد ہیں اس کے علاوہ جدی قرابت بھی
ان لوگوں سے اوپر سے چلی آتی ہے جسکا تذکرہ اور جگہ کیا گیا ہے
شاہ حسام صاحب کے بیٹے محمد ضمیر الحق ہیں جو کلکتہ میں کہیں ملازم ہیں
شاہ حسام صاحب کی ایک لڑکی وحید میاں ولد مولوی یاور حسین
کہرانٹ راقم کے پھوپھی زاد بھائی سے بیاہی ہیں جنکے لڑکے موجود
ہیں ایک کا نام محمود میاں ہے اور بچے کمسن ہیں وحید میاں
خان بہادر مولوی معین الدین کے حقیقی بھائی ہیں۔ ننھو میاں
ولد علیم الدین میاں ولد میر دمڑی صاحب محلہ ساکن مرداد
بہار ان لوگوں کی بہن کے لڑکے ہیں اور خان بہادر مولوی
معین الدین کے داماد بھی ہیں جبو میاں ننھو میاں کے بھائی ہیں۔

مولوی معین الدین خان بہادر میر کچھو صاحب کے پوتی داماد ہیں
اور میر کفایت حسن ودیکٹرہ کے داماد ہیں خان بہادر کے لڑکے
مبین میاں اور مولوی قسیم الدین ڈپٹی ہیں مبین میاں مولوی
ولی صاحب عشن یا منصف ج پٹنہ ولد شیخ احمد علی صاحب کاغذی محلہ
بہار کے داماد ہیں قسیم میاں کی شادی ڈمکا کیطرف ہوئی ہے۔ میر
کفایت حسن کے لڑکے مسٹر امیر مرحوم مولوی یوسف حسن صاحب کے
داماد تھے اون کا انتقال ہو گیا اولاد ہے۔ میر دمری مختار
وعلیم الدین میاں کا بھی انتقال ہو گیا دمڑی مختار بہت مشہور
آدمی گذرے انہوں نے اچھا کمایا یہ یوسف میاں کے یہاں
منیجر تھے کفایت میاں کے بہنوئی مولوی معین صاحب ولد
میر ممتاز علی صاحب بہار بارہ دری تھے۔ چھیدی میاں
ولد مولوی عبد السبحان مرحوم کی شادی معین میاں کے بھائی
انور میاں کی لڑکی سے ہوئی تھی وہ لاولد مرگئیں۔ مسٹر منظر
اور مولوی علی اشرف وچند لڑکے حافظ علی مظہر صاحب کے ہیں۔
حافظ جی مولوی یاور حسین صاحب کے بھائی ہیں مسٹر منظر مسٹر
قمر الہدی بارسٹر ولد میر شمس الہدی اختیار پور کے داماد ہیں
مولوی بدر الہدی اور بعض لڑکے مسٹر قمر الہدی کے بفضلہ زندہ
ہیں اور وکیل ہیں مسٹر قمر الہدی کے بھائی مولوی نور الہدی
جج ہیں اور مسٹر نجم الہدی بارسٹر تھے مسٹر نجم الہدی مسٹر نہال

دوسٹر جمال بارسٹر راقم کے پھوپھیزاد بھائی کے بہنوئی تھے پھر انکی
شادی بہار مرواریں بخاندان نواب نصیر خان بہادر و
محمد محسن صاحب مروادمیں ہوئی مفصل حال ان لوگوں کا بہار
میں ملیگا۔ مولانا نصیر الحق قدس سرہ کی تین شادیاں مولوی
احمد عبد اللہ پھلواری کی بہنوں سے ہوئی یکے بعد دیگرے بیبیاں
مرتی گئیں اور سب سے اولاد موجود تھی مگر اولاد ذکور نہ تھی
ایک لڑکی تھنگرہ میں بیاہی تھیں جنکی لڑکی ستمل پور میں بابو سین
بیاہی تھیں اون کے بیٹے وحید میاں اور بھی چند اولادیں وحید میاں
کی شادی بخاندان مسٹر رضا بارسٹر کے ہوئی وہ لڑکی قضا کر گئی
پھلواری میں مدفون ہے دوسری لڑکی کی اولاد بخاندان
فرید پور سے تھی اور حافظ احمد رضا خان سکندرپور جنگ کے
قریب تر رشتہ دار تھے منشی امانت علی بیاہی تھیں انکے بھائی منشی عبد العلی
صاحب تھے اون کے بیٹے مولوی محمد یحییٰ تھے جنکے داماد خان بہادر
مولوی فضل امام ممبر کونسل تھے جنکے بیٹے ہینگو مرحوم تھے
جنکے بیٹے حیدر امام صاحب بارسٹر ہیں دوسرے لڑکے کالو
مرحوم تھے۔ ہینگو مرحوم مختار احمد صاحب اور فضلو میاں مرحوم ال
مولوی خیرات احمد انڈوس کے بہنوئی تھے حیدر امام صاحب
بارسٹر کی شادی مختار احمد صاحب کی لڑکی سے ہوئی۔ شاہ
وجیہہ الحق کی دو بیبیاں تھیں ایک کی اولاد محمد فصیح اور مبین میاں

ساکنان نگرنہسہ ہیں۔ شاہ وجیہ الحق صاحب میر عبداللہ مرحوم
نگرنہسہ کے خویش تھے۔ فصیح میاں کی شادی فتوحہ کے علاقہ
میں کسی دیہات میں ہوئی مبین میاں کی شادی کا حال راقم
کو معلوم نہ ہو سکا۔ شاہ وجیہہ صاحب کی لڑکی بھی کسی دیہات میں
بیاہی گئی راقم کو تحقیق نہ ہو سکی۔ میر عبداللہ نگرنہسہ کے دو لڑکے
تھے ایک کا نام یحیی دوسرے کا نام عیسی تھا ان لوگوں کا پورا
حال بوجہ کم آمد و رفت کے راقم کو نہ ملا ملاقات ضرور تھی یہ
لوگ جوان ہی مر گئے شاہ وجیہہ الحق کی دوسری بی بی کی اولاد
میں صغیر میاں ہیں انکی شادی بخشی محلہ میں ہوئی ہے ان کے
بڑے مہکار میں عبدالرحمن مائی بیاہے گئے لڑکیاں بھی تھیں
ایک کی شادی محمد برکات ولد میر شاہد حسین ولد میر واجد حسین
رانی پور سے ہوئی ہے محمد برکات محمد نور رشید راقم کے نانی کے
سالے ہیں محمد صغیر کی ایک بہن رانی پور میں بیاہی
تھیں وہ بیوہ ہو گئیں۔ بعض لڑکیاں ڈاکٹر عبدالرحمن درگاہ پر
شاہ ارزانی کے یہاں بیاہی تھیں دوسرے لڑکے کا نام شاہ
حمید الحق ہے وہ نواب نصیر حسن خاں مراد پور کی لڑکی سے بیاہے
تھے اور صاحب اولاد ہیں مین گھاٹ میں رہتے ہیں انکو
دولت کافی ملی تھی انہوں نے بہت عیش کی زندگی بسر کیا
اور اب تک کر رہے ہیں صغیر میاں بھی خوشحال ہیں

شاہ وجیہ الحق کی ایک بہن شاہ قمر الدین مرحوم سے بہار خانقاہ
محلہ میں بیاہی تھیں وہ مکہ میں جاکر مریں اور اونکی ماں
بھی وہیں مریں سنا گیا ہے کہ دونوں مدینہ منورہ میں مدفون ہیں
ایک بہن میر الفت حسین ولد میر الطاف حسین ساکن لیا سے بیاہی
تھیں جنکی اولاد محمد عزیز الحسن اور انیس الحسن ہیں ایک لڑکی محمد
ولد میر ابو سعید خاں مرحوم سے بیاہی تھیں اون کے داماد
محمود الحق ولد مولوی رشید صاحب ولد مولوی وجیہ الحق صاحب
سے پھلواری میں بیاہے ہیں ایک لڑکی مولانا کی لاولد مریں
جو چودھری عابد علی مرحوم داناپور سے محلہ چودھرانہ میں بیاہی
تھیں تینوں لڑکیاں حاجی تھیں مولانا امیر الحق کی شادی
پچھم میں کہیں ہوئی جنکے ورثا اب تک مونگیر محلہ توپ خانہ بازار
میں پائے جاتے ہیں اونکی اولادیں وہاب خاں ولد نواب
خاں ساکن رانچی یہاں بیاہی ہے بعض لوگ وکیل ہیں وہاب
خاں بہادر ایس جیرمن تھے اور انگلینڈ اسٹرن ہیں بعض
اولادیں مرزا عبد الغنی بیگ کی ہنوز موجود ہے بعض اولاد
کاظم خاں وغیرہ کی موجود ہے بعض اولاد کمہرا میں ہے
بعض اولاد سلطان گنج میں ہے بعض آرہ میں تھی اون
لوگوں سے بوجہ عدم آمد و رفت سلسلہ برادری قایم نہ رہ سکا
مگر راقم کو ان لوگوں کی واقفیت ہے۔ مولانا رشید الحق کی

ایک لڑکی رشید میاں ولد صدو بابو سے مظفر پور میں بیاہی گئیں صدو بابو ایک متمول رئیس اور مشہور آدمی مظفر پور میں تھے ان کا مکان چندوارہ میں تھا اب وہ میدان ہے۔ اس خاندان کی جائداد بالکل برباد ہوگئی صدو بابو کا زمانہ اعزاز کا تھا بڑے زور کی اونریری مجسٹریٹی کیا خوب تجارت کیا مظفر پور میں علم کا مقدمہ شیعہ بھائیوں سے خوب لڑا اوسمیں انکا روپیہ بہت ضایع ہوا ان کو مذہبی خیال بہت تھا یہ حافظ و حاجی بھی تھے بڑے متقی پرہیزگار آدمی تھے آخر زندگی ان کی رندانہ کٹی اور سخت مصیبت کی زندگی گذری صحت بھی خراب ہوگئی اور مالی حالت بھی بہت خراب ہوگئی کل جائداد برباد ہوگئی مکان تک اون کے وقت ہی میں بک گیا کچی سرا کے بھی متولی تھے اس خاندان کی کل جائداد امام الدین خاں کے یہاں بکی یہ مقدمہ سنت پرشاد ڈپٹی کے زمانے میں ان کے خلاف میں تجویز ہوا اور پریوی کونسل تک انکے خلاف ہوتا گیا اوس مذہبی مقدمہ میں انکی تباہی ہوئی مذہبی اور قومی لڑائیوں میں کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے جو پھنسا اوسکو برباد ہی ہوتے دیکھا ہے آجکل تو خدا جانے کتنے برباد ہو گئے اوسوقت بھی بہتیرے اس پھندے میں خراب ہوگئے بے عزت ہو گئے۔ صدو بابو کی بہن میر محمد حسین وندی بازار

کی بی بی تھیں اور میر محمد حسین کی بہن صدو بابت سے بیاہی
تھیں۔ رشید میاں کے بیٹے محمد احسان ہنوز بچا تھا منگل تالاب
میں موجود ہیں یہ جناب شاہ حبیب صاحب سجادہ نشین کے
بھانجے ہیں دوسرے لڑکے محمد سعید تھے وہ منشی عبد الغفار
ولد منشی الٰہی بخش مذکور کے ساڑھو تھے اون کی شادی
محلہ گذری منظفر اور میں منشی فرحت حسین کے یہاں ہوئی
اون کے سالے محمد حسین کی شادی محمد و میاں پدر مبارک
میاں عرف چھو میاں ساکن میدہ ٹولی جھم ہٹہ پٹنہ کے یہاں
ہوئی۔ صدو میاں تین بھائی تھے ہادی میاں ایک کا نام تھا
اونکی شادی چندوارہ منظفر پور میں ہوئی اونکی اولاد وہیں موجود
ہے اونکے سسرال والوں کی اولاد بھی موجود ہے۔ دوسرے
بھائی کا نام مدے میاں تھا اون کی اولاد بھی ہے ایک بیٹے
اون کے علی حیدر میاں ولد میر وزیر حیدر وکیل کے خاندانیوں
رانی پور میں بیاہے ہوئے ہیں یہ صاحبزادے ولایت سے
ہو آئے ہیں اور تجارت کرتے ہیں کلکتہ میں ہیں۔ صدو میاں
کے خالو نے ان کو جائداد کافی دی تھی اونکو لوگ میر کھنڈہ
کرکے مشہور کرتے تھے وہ لحیم و شحیم آدمی تھے ان لوگوں کا
مکان کچی سرا محلہ میں ہنوز موجود تھا اب کچھ کچھ جائداد اس
خاندان میں رہ گئی اور بہت ضایع ہوگئی انہیں سے مکان بچے

بغل میں راقم کے دادیالی قرابت کے لوگ کچھ رہتے تھے۔
وہ لوگ والد مرحوم کے ماموں کی اولاد تھے اون میں سے
حکیم علی حسن مرحوم کی آمد ورفت اونکی زندگی تک بہت رہی
اون کی اولاد اناث تھی اب اون لوگوں کا حال بالکل نہیں معلوم
نہ آمد ورفت رہی ہے کہ اب کچھ پتہ نہیں ہے وہ لوگ کہاں چلے گئے
صمد میاں تینوں بھائی مرگئے رشید میاں بھی مرگئے ہادی
میاں کے سسرال والے دمر میاں وغیرہ سب مرگئے ہدی ہے
کے سسرال والے بھی مرگئے میر محمد حسین بھی مرگئے اونکا لڑکا
امیر محمد شباب میں مرگیا۔ میر محمد حسین کی اولاد اناث محل ثانیہ
سے زندہ ہے وہ لوگ کسی دیہات میں بیاہے گئے ہیں اونکی
دوسری بی بی زندہ ہیں اور دوندی بازار میں میر محمد حسین کے
مکان میں ہیں اونکی بھی کل جائداد خراب ہوگئی۔ میر محمد حسین کے
ایک بہن حبو با میاں سے بخاندان ناظر ہادی علی خاں بیاہی تھیں
اون کی اولاد شکور والطاف زندہ ہیں حبو با میاں فقیر ہو گئے
تھے یہ نظیر میاں نون گولہ کے بھائی تھے نظیر میاں وشکور
میاں وببر میاں یہ لوگ قرابت دار قریب ہیں ان لوگوں
کی اولاد موجود ہے۔ نظیر میاں کے لڑکے نصیر میاں دسکھو
میاں اور اولاد بھی زندہ ہے خود بھی وہ زندہ ہیں شکور
میاں کا انتقال ہوگیا اولاد موجود ہے نظیر میاں کا ناناہال

شیعہ مذہب تھا اور اب تک ننہال والے برادری سب شیعہ
موجود ہیں مگر یہ لوگ سب سنی مذہب اور پکے مذہب کے
پابند ہیں اور بھی ان لوگوں کا منصل جان بالسلامی دار ڈیں
لون گولہ محلہ میں بلے گا الطاف دو دکانداری کرتے ہیں شکور
میاں آرہ میں ململی محلہ میں بیاہے ہیں۔ میر محمد حسین خاں کے
ماٹموں سید ہمایون مرزا اول میر الفت حسین حیدر آباد میں
بارسٹر ہیں اور نامی گرامی آدمی ہیں ان کی اہلیہ جرمن تھیں
ہو آئی ہیں اور اخباروں میں ان کی ایپیچ چھپی اور ان کی
تصنیف کتابیں بھی ہیں یہ خاتون حضور نظام کی قرابت دار
میں مشہور ہیں۔ شاہ الفت حسین مذکو شہر میں معزز آدمی
گذرے فریاد تخلص کرتے تھے۔ خان بہادر شاد کے ادستاد
بھی تھے ان کی سوانحعمری خود شاد مرحوم نے "حیات فریاد"
لکھی ہی جو شایع ہو چکی ہے۔ نواب والایت علی خاں صاحب
کے ادستاد تھے اور عمر بھر نواب صاحب ان کا لحاظ کرتے
رہے اور کفالت بھی کرتے رہے۔ ہمایون مرزا صاحب کی
تعلیم منجھلے نواب صاحب نے کرائی یہ کام منجھلے نواب صاحب نے
اپنی زندگی میں بہترین کام کیا ہمایون مرزا صاحب ریاقت
آدمی ہیں اور ادنکی تصنیفیں بھی ہیں شاعر بھی ہیں اور بہت
دوست پرست آدمی ہیں پٹنہ والے اگر حیدر آباد جاتے ہیں

تو بڑے اخلاق سے اور ہموطن جانکر بہت اچھی طرح ملتے ہیں انکی برادری بخاندان نواب بر. یار علی خاں ڈپٹی احمد علی خاں سے مونغلپور ہ میں ہے جب یہ آتے ہیں تو راقم کی دوستی کو پورا نباہتے ہیں اور ڈپٹی احمد علی خاں صاحب کے یہاں اترا کرتے ہیں۔ خورد مرزا صاحب اور انکی اہلیہ قابل تعریف لوگ ہیں انسانیت سے اور لیاقت سے بھرے ہوئے ہیں انداز رہایش انگریزی اور مزاج نوابی کا ہے۔ ڈپٹی احمد علی خاں اور ہینگو میاں دو بھائی ہیں یہ لوگ صاحب دلا دہیں شہمد میاں وکیل ہائی کورٹ ان کے بیٹے ہیں۔ ان لوگونکی قرابت داریاں شیخپورہ میں جو حسین آباد کہلاتا ہے اور ضلع مونگیر میں ہے وہاں ہے۔ نواب وحید الدین حیدر خاں بہادر جہپرہ انسپکٹر رجسٹری ان لوگوں کے قریب رشتہ دار ہیں ڈپٹی احمد علی خاں خان بہادر ہیں اور دولی گھاٹ نواب نجات حسن خاں سے ان لوگوں کی قرابت داریاں ہیں ناصر علی خاں رجسٹرار نجات حسن خاں کے پوتے ہیں تقی حسن خاں کی قرابت داریاں کشمیری کوٹھی والوں سے بھی ہیں پوتے تھے اور جہپرہ میں بخاندان مولوی محمد حسین انکے بیٹے دار وغہ اطہر حسن ان کے داماد تھے۔ مفصل حال اپنی اپنی جگہ پر ہے الغرض مولانا امیر الحق کے وقت میں راقم اور

شاہ وجیہ الحق مرحوم اور حکیم وحید الدین مرحوم خسر عبدالحی میاں
مذکور و لطیف میاں ساکن نوادہ صفی پور رنگمیا ٹولہ کا پہلا درس صاحب جو ہنوز
زندہ ہیں اور شاہ سید حسن سجادہ نشین کچھوچھہ شریف و واجد اشرف
مولوی یوسف کچھوچھہ ملا عبدالصمد امام داناپوری و مولوی مولا بخش
اوگانواں و مولوی محمد نور استھانواں و مولوی لیاقت حسین
حیدرآبادی جو ہنوز زندہ ہیں سب لوگ عربی ساتھ پڑھا کرتے تھے
بعدہ راقم نے مولانا رشید الحق قدس سرہ سے تفسیر ساتھ مولوی
لیاقت حسین مذکور کے ختم کیا۔ اس خاندان سے بہتیرے مولوی
طیار ہوا کئے مولوی غلام غوث چھپرہ خورم پور مولوی عزیز
مولوی معین خورم پوری مولوی سخاوت حسین بہاری عمادپوری
ملا امین الدین و استاد میر جان حسین اور بہت سے آدمیوں کو طیار ہو کر
نکلتے دیکھا اور اب تک نکلتے ہیں۔ شاہ حبیب الحق صاحب اونکے
بیٹے شاہ صبیح الحق شاہ حبیب الحق صاحب کے شاگرد و مولوی
حافظ جیبو وغیرہ کی دستار بندی کے جلسہ کے دیکھنے والے تو ابتک
زندہ ہیں یہ گدی طالب علوم عربیہ کے لئے بہت مفید ثابت
ہوا کی ہے۔ مولانا امیر الحق زندگی بھر اون کے بعد مولانا
رشید الحق و اب مولانا حبیب الحق ہیں چند پشت سے امام عیدگاہ
تھے وہیں مولانا امیر الحق و مولانا رشید الحق حج بھی کر آئے تھے
مولانا رشید الحق کا سفرنامہ دیکھنے کے لائق ہے غیر ممالک میں

عراق و بیت المقدس میں انکی دعوتیں افسران شاہی نے کیا بڑی توقیر کی
جنازہ ایسا نکلا جو یادگار ہی کسی دولت مند کو نصیب نہ ہوا
فوجی اور لاٹ صاحب کے ملازمین تک نے جنازے پر سلامی
دی اور شریک ہوئے۔ یہ لوگ سب پھلواری میں مدفون ہیں
سچے بے غرض مذہبی مقدس ہونیکا یہ ثمرہ ہوا کرتا ہے۔ مولانا
رشید الحق کے نانہالی لوگوں نے دور دور سکونت اختیار کی ہے
اور ان لوگوں کے اقرباؤں نے وطن اور عزیزوں کا لحاظ رکھا اور دور دور
شادیاں ہونے لگیں جناب مولانا امیر الحق نانا قدس سرہ کو
ایک اولاد ذکور جناب مولانا سید شاہ رشید الحق اور ایک اُم
کی والدہ ماجدہ تھیں والدہ ماجدہ کی شادی مولوی سید ظہور الحسن
ولد مولوی شبیر علی مرحوم سررشتہ دار افیون ساکن موضع فرید پور
پرگنہ اکل ضلع گیا حال مقام رانی پور سے ہوئی اور مولانا
رشید الحق صاحب کی شادی پوار میں ایک ڈپٹی صاحب
جنکا نام راقم کو یاد نہیں ہے یار میں ہوئی اون لوگونکو تعلق
نواب بریلی کے خاندان سے تھا جو رکھنگہ علاقہ میں ہے وہ
لاولد مریں تب دوسری شادی میر مبارک علی صاحب کی
لڑکی سے سوہ سرا بہار میں ہوئی اون کے بیٹے مولانا شاہ
حبیب الحق موجودہ سجادہ نشیں شکل تالاب ہیں۔ میر مبارک علی
کی اولادیں ہیں بعض کا نام وصی احمد اور علی احمد تھا ان لوگونکی

اولادیں بھی ہیں بعض کی اولاد امیرالدین میاں تلھاڑہ سے بیاہی ہے امیرالدین میاں کی پہلی شادی میر نورالعین پالی کی لڑکی سے ہوئی تھی میر نورالعین پالی کے لڑکے شمسو میاں ہیں اور احمد اللہ میاں تائید سر علی امام ابتدا میں تھے وہ بھی انکے داماد منشی نورالعین کے ہیں حاجی چند صاحب محسن پور کے ایک بوڑھے متمول رئیس بڑے بدماق اور عمدہ شخص ماموں صاحب کے سارھو ہیں اون کی لڑکی حقو میاں سے نتول میں بیاہی تھی حقو میاں شیخ عبدالقادر صاحب نتول کے بیٹے تھے حقو میاں کے بیٹے مولوی مسعود ہیں جو اپنے چچازاد بھائی بہاری میاں کے داماد ہیں اور اسوقت ایک ہونہار نامور کم سن آدمی ہیں اور فن زمینداری میں ہوشیار آدمی ہیں اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ ہیں اور خانقاہ منگل تالاب میں مرید ہیں ایک سارھو ماموں صاحب کے بہار میں شاہ فضل صاحب ہیں جنکے بیٹے معین میاں بصورت شاہ صاحب ہیں اور پیری مریدی کرتے ہیں ایک سارھو ماموں صاحب کے نواب کو نتھے ماموں صاحب کی ایک لڑکی اگانواں میں بخاندان حسینی میاں بیاہی تھی وہ لاولد مرگئیں شاہ حبیب الحق صاحب کی چند شادیاں یکے بعد دیگرے بوجہ انتقال اہلیہ کے ہوئیں پہلی شادی جناب حضور حضرت شاہ امین احمد صاحب کی لڑکی سے ہوئی

شاہ امین احمد صاحب کی شادی بارہ دری میں میر قاسم
جان کی لڑکی سے ہوئی تھی اوس سسرال سے جو لڑکی تھی اوس سے
شاہ صبیح الحق صاحب کی والدہ تھیں دوسری شادی میر
جلال الدین صاحب محسن پوری کی بیٹی سے ہوئی۔ فرید میاں
مونگلپورہ ان کے سالے اور نہال میاں سملی کے سارٹھو ہیں
شاہ صبیح صاحب کی شادی آنگلہ میں قاضی مظاہر امام صاحب
کی لڑکی سے ہوئی وہ صاحب اولاد ہیں۔ شاہ حبیب صاحب
کی لڑکی کی شادی موجودہ سجادہ نشین بہار کے بھائی مسیح
میاں سے ہوئی وہ صاحب اولاد ہیں تیسری شادی اسلام پور
قیوم میاں کی بہن سے ہوئی اوس سے اولاد ہیں ہیں چوتھی
شادی اب چھپرہ میں مولوی ایوب صاحب کی لڑکی سے
بخاندان مولوی امداد حسین مرحوم ہوئی ہے اسلئے مہدانواں
والوں سے قرابت داریاں ہوگئی ہیں مولوی ایوب صاحب
کے لڑکے میاں علیم ہیں۔ مولوی ایوب صاحب کے اور بھی
بھائی زندہ ہیں شاہ حبیب کے سارٹھو ایک وکیل صاحب
جنکا نام محمد صدیق ہے پھر پٹنہ میں کرایہ کے مکان میں ہیں۔
شاہ حبیب صاحب کی قرابت منشی عظیم الدین صاحب
سرشتہ دار سشن کورٹ سے بھی ہے ان کا مکان مرچاد
بہار میں ہے۔

۱۳۲ میر فقیر اللہ خانقاہ مذکور کے پھاٹک پر رہتے تھے یہ مولوی آدمی تھے ان کی دو لڑکیاں تھیں ایک تو پھلواری میں میر فدا حسین سے بیاہی تھیں۔ میر فدا حسین میر حبیب الدین ولد میر رفیع الدین ولد مولوی احمد عبداللہ کے قریب تر رشتہ دار تھے وہ لاولد مرے دوسری لڑکی میر اقبال حسین سے کسی دیہات میں بیاہی تھیں اون کے لڑکے محمد کمال ٹوپی والے تھے۔ محمد کمال کی لڑکیاں تھیں ایک شیخ ثابت حسین مرحوم سے بیاہی تھیں جو جیبی صاحب کے یہاں رہتے تھے اور یہ جون کے چیزوں کی پھیری کرتے تھے۔ شیخ ثابت حسین مظفرپور کے رہنے والے تھے اور یہ منشی الہی بخش مختار کے بھائی میاں حسین بخش کے نواسے تھے۔ منشی الہی بخش کے بیٹے میاں عبدالغفار ہیں جو ہنوز زندہ ہیں۔ ثابت میاں کے قرابت دار قریب اسلام پور محلہ میں زندہ ہیں منی میاں چپراسی ساکن آرہ ان کے قریب تر رشتہ دار تھے ان کی بہن اسلام پور محلہ میں بیاہی تھیں یہ سب لوگ مر گئے کمال کے بھائی نعمت تھے وہ بھی ٹوپی کا روزگار کرتے تھے اونکی اولاد ہے۔ زمین رنگی مکان افتادہ خانقاہ کے پھاٹک پڑے ہے اور رہنے والے سب چلے گئے۔ میر فقیر اللہ کی چھوٹی لڑکی میر اقبال کی بی بی ہنوز زندہ ہیں اور اولاد سب غائب ہو گئی در اولاد ہے

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اولاد رہیگی، در مورث مریگا مورث موجود ہے اولاد در اولاد سب مرتی جارہی ہے دنیا میں ہر قسم کی مثالیں موجود ہیں کونسی بات ہے جو دنیا میں انسان نہیں دیکھ رہا ہے دنیا میں انسان سب چیز دیکھ لیتا ہے۔ کل ممکنات نظر کے سامنے آجاتے ہیں، دنیا کی ہر چیز انسان چھوڑ کر جاتا ہے حتیٰ کہ اپنا جسم بھی چھوڑنا پڑتا ہے صرف جو اپنا ہی لیکر جاتا ہے دنیا والے اُسکی کل چیزوں کو چھین لینے والے ہیں فقط ایک ہی چیز ہے جسے دنیا والے نہیں لے سکے وہ اپنی موت ہے اوسکو نہ کوئی لے سکتا ہے نہ دے سکتا ہے اس چیز کے حقیقی مالک ہم ہی ہیں۔ یہ بار امانت خداوندی میرے دم کے ساتھ ہے اور دم لیکر جائیں گے یہی چیز اصلی ہے جو میرا ساتھ دینے والی ہے اور میری زندگی کی بھی محافظ ہے جو بے وقت لاکھ مصیبت پر بھی مرنے نہیں دیتی یہی چیز ہے جو میرے قبضہ سے باہر نہیں ہوگی اور ہم اوسکے قبضہ سے باہر نہیں جا سکتے ساری دولت جلے سارا علم جائے تمامی صحت خراب ہو جائے دنیا بھر کے رشتہ دار مرجائیں پر ہم وقت کے پہلے اپنی جان نہیں چھوڑ سکتے لاکھ تدبیر کریں ہزاروں مصیبت جھیلیں پر بغیر وقت مقررہ مر نہیں سکتے یہی عقیدہ تو ابکے مسلمانوں میں باقی نہیں رہی

ورنہ صحابہ کرام جیسے اور اگلے مسلمانوں جیسے ایمان والے نہ ہو جاتے
اور ویسی ہی لیے جیدار اور خدا پر بھروسہ رکھنے والے نہ ہوتے
ہم جھوٹے دعویدار اسلام میں میری حیات و موت تو خاص
ید قدرت میں رب العزت کے ہے ہمیں دنیا کی کوئی بھیانک
اور ڈراونی چیز خوفزدہ نہیں کر سکتی خوف کا آخری نتیجہ
تو موت ہے ورنہ خوف کسی جانور کا نام ہے۔ انتہائی خوف
کا بس آخری نتیجہ موت ہی ہے کہ ڈر سے مر جائیں گے۔
جب قبل از وقت مقررہ ہم مر ہی نہیں سکتے تو کون سی چیز
ہے جسکا خوف کیا جائے کوئی چیز ہمیں مار ہی نہیں سکتی
مگر اس دل کے لئے خدائی فضل کی ضرورت ہے یہ بات
آسان نہیں ہے ایسا ایمان پختہ ہو جاتا اب ذرا مشکل ہے
بھلا یہ اسکا اثر جلد ہو سکتا ہے پڑھے لکھے اگر مگر والے اس
عقیدہ کے نہیں ہو سکتے علم سے آدمی بزدل ہو جاتا ہے جہالت
سے شیر دل رہتا ہے علم والے عقل سے کام لیتے ہیں۔ جاہل
لٹھ مار ہو جاتے ہیں وہ اگر مگر نہیں سمجھتے اور آخری مآل
کی طرف توجہ نہیں کرتے علم و عقل دنیا چلانے کے لئے بہترین
چیز ہے جہالت زور دکھلانے کے لئے اور چیزوں پر قبضہ کرنے
کے لئے مفید چیز ہے پڑھے لکھے متفکر ہوا کرتے ہیں جاہل بے فکرے
ہوتے ہیں علم والے زندگی کا مزہ لوٹتے ہیں جاہل زندگی کا ذائقہ

پورا کر دیتے ہیں پڑھے لکھے انسان بنتے ہیں جاہل حیوان سے بدتر ہوتے علم کے ساتھ خدا پر بھروسہ رکھنا اور عقائد کا پختہ رکھنا اور مذہب کے عقائد کے مطابق سچے طور پر عقیدتاً ماننا اور ان باتوں پر بلا اگر مگر پورا بھروسہ کرنا ہی انسانیت ہے اور علم کی روشنی ہے پڑھ لکھکر مذہب ہی چھوڑ دیا اور آخرت خراب کی تو جاہل سے بدتر دائمی خسارہ میں رہے۔ اس خاندان والوں سے خانقاہ والوں سے بڑی آمد و رفت تھی۔

عـ۱۳۳ حسیب اللہ مختار کا مکان باغ مالو خاں کے مقبرہ کے اتر اور خانقاہ کے اتر ہے۔ یہ لوگ پرانے باشندے اس محلہ کے ہیں ان لوگوں کے خاندان سے خانقاہ والوں سے پرانی آمد و رفت ہے۔ یہ لوگ خانقاہ عمادیہ کے بڑے خیر اندیشوں میں برابر رہا کئے۔ ان کی دادی حاجی بی بی کو راقم نے دیکھا تھا وہ بہت بوڑھی ہو کر مریں۔ مختار صاحب کی ابتدائی تعلیم محلہ میں ہوئی اور کچھ خانقاہ میں ہوئی۔ ان کو خدا بخش خاں وکیل مرحوم سی۔ آئی ای نے مختار کاری کلکٹری پاس کرایا اور یہ بانکی پور میں رہے اور کچہریوں کا کام کرتے رہے ہوشیار ہو گئے پھر گوشہ نشین ہو گئے کھانے بھر سسرالی جائداد احمد میاں دھولپور سے یہاں سے ملگئی تھی اسی پر اکتفا کر لیا اور قناعت کی زندگی اوسط درجہ کی خوشحالی سے

گذارتے رہے۔ انکی صحت بھی خراب ہو گئی تھی۔ بیکاری کا شغل
انہوں نے کتب بینی کر لیا بزرگان دین کے احوالات کی طرف
ان کی توجہ بہت تھی انہوں نے دو کتابیں تصنیف کیں ایک تو
بزرگان دین کا حال چھپ گیا ایک خاص خاندان عمادیہ کا
پورا حال لکھا ہے وہ ہنوز زیر طبع نہو سکی دونوں کتابیں مفید
ہیں اور ذخیرہ معلومات۔ مشکل یہ ہے کہ چھاپنے میں اصراف زیادہ
اور پٹنہ میں تصنیف کی پوری قدر نہیں کی جاتی مصنفوں کا جی
چھوٹ جاتا ہے مالی حالت اجازت نہیں دیتی آدمی گھر چلائے
یا کتابیں چھپوا کر اپنا گھر کتب خانہ بنوائے۔ قوم اوسکی محنت
کی قدر نہیں کرتی بلکہ نکتہ چینی پر آمادہ ہے اور اوس مصنف
کی محنت کی داد نہیں دیتی اوسکو مشورہ نیک نہیں ملتا اوسکی
محنت و صرفہ سب ضایع اسلئے بہتیرے لوگ ایسے ہیں کہ اونمیں
صلاحیت تصنیف و تالیف موجود ہے مگر زمانہ مخالفت پر ہے
اپنے حوصلے کو دبا دبا کر مرجاتے ہیں اور کتنوں کا مسودہ اون کے
گھروں میں پڑا ہے علم کو ظاہر نہیں کرسکتے اور تبادلہ خیال کیونکر ہو سکے
کسی کے دماغ کا اوبھار سلک پر کیونکر ہو غیر ضروری اخراجات
میں اور رسم کی پابندی کی وجہ کر انسان کے روپئے بیجا صرف
ہو جاتے ہیں مگر اس مد کے لئے انسان کے پاس روپئے فاضل
نہیں بچتے کہ کتاب کے چھپوانے میں جو دقتیں پیش آیا کرتی ہیں

اوس سے پبلک واقف نہیں ہے۔ چھاپنے والے جانتے ہیں یا چھپوانے والے جانتے ہیں۔ کاتبوں اور پریسمین سے سابقہ پڑنے سے زحمت کا حال کھلتا ہے۔ بڑے بڑے لوگونکی تصنیف اور دیوان سب پڑے ہوتے ہیں اور سامان اشاعت نہیں ہوتا اور چھاپنے کے بعد بکری کے وقت دربدر خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں اور کتابیں بمشکل بکتی ہیں۔ ان جھگڑوں پر توجہ کرتے ہوئے اونکی بعض تصنیف شایع نہ ہو سکی جو خانقاہ منگل تالاب میں موجود ہے۔ اوس کتاب کا زیادہ تر تعلق ایک خاص خاندان عمادیہ سے ہے اسلئے عام بکری میں دقتیں بھی پیدا ہو سکی ہیں وہ مفید عام نہ ہو گی ان وجوہات سے وہ کتاب پڑی رہی۔ ان کے سسرال کا حال للو بابو کے کوچہ میں سے ملے گا۔ ان کا لڑکا موجود ہے جو باپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ انکی برادری دھولپورہ محلہ میں اور باغ مالو خاں میں ہے۔ ان کے خالو عبدالرحیم میاں تھے جنکی ٹکلی کی دکان پتھر سٹہ پر تھی۔ ان کے والد کو راقم نے نہیں دیکھا ان کی دادی کو راقم نے بہت بوڑھا دیکھا تھا اندازتی ۲۰ برس گذرا ہوگا کہ وہ مریں ہیں۔ انہوں نے اپنے وقت میں مکان بھی اچھا آرام کا بنا لیا ہے۔ انکے لڑکے شہر گھاٹی میں بیاہے گئے ہیں۔

ع ۱۳۴ مولوی عبداللہ پنجابی کا مکان اسی جگہ پر خانقاہ
کے دکھن ہے۔ یہ مکان جھلی اور ظہیر علی سوداگر کا تھا۔ مہر علی
بہت بوڑھے آدمی تھے خانقاہ میں ایک باورچن تھیں اونکے
عقد میں تھیں جھلی کے یہ والد تھے جھلی کی اولاد تھی۔ ڈاکٹر
محمد جان ہومیا پیتھ ڈاکٹر اسی خاندان کے تھے جو فصاحت
کے میدان میں بیاہے تھے اور حکیم کاظم حسن مرحوم کے مکان
میں مطب کرتے تھے۔ اندازی ۸ برس گذرا ہوگا مرگئے۔ ان کے
ورثا سے واقفیت نہیں رہی ان لوگوں کے مکان کو مولوی
عبداللہ کے سسر نے خریدا تھا وہ پولس میں ملازم تھے اون کے
دو لڑکے تھے اون لوگوں کا حال زیادہ نہیں معلوم ہوسکا
اون کے سسر کا انتقال ہوگیا مولوی صاحب بھی مرگئے مولوی
صاحب کو اولاد تھی ان لوگوں کا حال آگے نہیں معلوم ہوسکا۔

ع ۱۳۵ مہر علی رنگریز اسی جگہ پر تھے۔ اون کے بیٹے
ببو میاں تھے۔ ان لوگوں کا مکان وہ ہے جو زمین اب پڑی
ہے اوس میں فقیرا درزی رہتا تھا۔ مہر علی مرگئے اندازی ۵۰
برس گذرا۔ اون کے بیٹے ببو میاں کلکتہ چلے گئے وہاں دعا
تعویز کر کے کھانے لگے ۲۵ برس ہوا ہوگا یہ بھی مرگئے۔ مکان
والد ماجد نے خرید لیا ان لوگوں کا نام لیوا وارث لاپتہ ہے
فقیرا درزی ایک مضبوط پہلوان آدمی تھا اوسکے دو لڑکے تھے

فددا ایک کا نام تھا وہ درزی کا کام کرتے تھے۔ بعد ندو دوسرا
لڑکا بازاریوں کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے تھے۔ یہ سب لوگ
مر گئے اس خاندان کا نام لیوہ میرے علم میں اب کوئی نہیں رہا ہے
فقیرا کی بی بی مدتوں راقم کے یہاں باورچن رہی وہ بھی مر گئی
۱۳۶ شکردمیاں ایک دائی مہرن کے لڑکے تھے۔ یتیم
ہو گئے تو خلوت ہی میں حضرت مولانا امیر الحق قدس سرہ نے
بڑے نازنعمت سے پالا وہ جوان ہو گئے شادی کر دی مگر بی بی
سے ساز زیادہ مو غلپورہ کی تھی سکردھی جوان ہی قضا کر گئے
یہ مولانا کے منہ چڑھے تھے اور بہت شوخ تھے چونکہ انہوں نے
پالا تھا اسلئے خاندان بھر مخالف رہا یہ تجربہ ہے خاندان والے
ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کسی غیر کی قدر نہ ہو
اگرچہ وہ ثواب ہی کی نیت سے یا پالنے کی محبت سے کیوں نہ ہو
مورث کو الزامات کا مس بنا دیتے ہیں اور پالنے والے اور
پلنے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔
۱۳۷ محمد خان مولانا امیر الحق قدس سرہ کے خادم تھے
ان کا مکان حاطہ خانقاہ کے اندر دکھن والے پھاٹک کے پاس تھا
اس مکان میں مردانہ زنانہ مکان تھا اب کھیت ہے یہ پٹھان
تھے ان کے والد بھی مولانا نصیر الحق قدس سرہ کے خادم تھے
محمد خاں خود دستکار تھے اور بہت سلیقہ مند آدمی تھے

خود روزگار بھی کرتے رہے خدمت بھی کرتے تھے اور خلوت کے تعلق
پورا کارخانہ خانقاہ داری کا بھی کرتے رہے یہ بہت چپ اور
نیک آدمی تھے۔ ان کی زندگی بے ضرر تھی بلکہ یہ خود لوگوں کا
کام کر دیتے اور نفع پہونچاتے تھے یہ بہت غریب آدمی تھے انہیں
فیضان صحبت بزرگان سے بہتیرے صفات حمیدہ موجود تھے
ان سے سب لوگ خوش رہا کرتے تھے اور یہ سرپرست اور
خدمت گذار تھے بات بھی سنا کرتے اور برا انہیں مانتے تھے۔
جناب مولانا رشید احمد قدس سرہ کے سجادہ نشینی کے بعد بھی
یہ اونکے خادم رہے یہ بہت صابر اور قانع آدمی تھے ماموں
صاحب کے وقت میں وہ اختیارات نہ رہے مگر کہ اب امارت نو ساخت تاہم
یہ خدمت سے باز نہیں آئے محمد خاں کو مرے ہوئے ۲۲ برس
گذر رہا ہوگا۔ اون کے بعد نجو خاں ان کے بیٹے اونکی جگہ پر مقرر
ہوئے۔ یہ بھی اپنے باپ کی سی طبیعت کے آدمی ہیں۔ جو بوجھ
باپ کا پڑ تو پڑا ہے۔ نجو خان کی اولاد بھی ہے اور بی بی بھی
تھی اب یہ بالکل آزاد ہیں۔ انکی بہن غریب اللہ نامی ایک
پہلوان دیہاتی لڑکے سے بیاہی تھی۔ یہ کلکتہ میں کمانے کھاتے
تھے آخر عمر میں یہ مصیبت میں گرفتار ہوئے بیمار ہوئے اور
بہت تکلیف کی زندگی گذار کر ۲۵ء میں مر گئے انکی اولاد ہے
اون کے ورثا میں محمد خاں کی چند شادیاں ہوئیں ایک سالا ان کا

ملا قرآنی ہو گیا اور مولوی لیاقت حسین صاحب حیدر آبادی کے مکانیں
لودیکٹرہ میں مفلوک الحال زندگی گذارتے ہیں۔ ان کی ابتدائی
زندگی بڑی وضع داری سے گذری۔ یہ روزگار کرتے تھے۔
محذرات میں بہ ہیں کران پر افلاس آگیا۔ اکثر محذرات کے
عادی کو آخری وقت میں برے حال میں دیکھا چونکہ آمدنی
سے زیادہ ان کے اخرات ہو جاتے ہیں وہ اپنی ضرورت کو
پورا نہیں کر سکتے ہیں اور اپنے اخراجات کو محدود نہیں رکھ
سکتے۔ ملا وحی اور ملا قرآنی کو فلاحیت میں نہیں دیکھا کتنی ہی
آمدنی ہو مگر افلاس زدہ رہتے ہیں۔ ان کے اہل قرابت میں
عبدل ٹوپی والے اور امیر اٹوپی والے زندہ ہیں امیرا کی اولاد
اور عبدل کی اولاد ہے مگر وہ لوگ نکمے ہیں اور اولاد سے اللہ دین
کو کوئی امداد نہیں ملسکی یہ لوگ بہت آزاد اور لا پرواہ ہیں۔
کمانے والی اولاد نہیں ہے غربا کی اولاد کو اس وضع کا ہونا
خاندان کے بربادی کا باعث ہے۔ مسلمان غربا کی اولاد اکثر
نکمی اور لالچی نکلتی ہے اونکی بربادی کے سبب والدین میں
جو بازاری لونڈے بنا دیتے ہیں اور بے جا محبت میں تعلیم
نہیں دیتے۔

۱۳۸ے محمد عظیم منشی طفیل کریم مختار کے بیٹے تھے۔
مولوی طفیل کریم بین صاحب کے مختار تھے اور خواجہ انوار الحق

سسرا کے رہنے والے تھے ان کے بھائی حکیم علی کریم عرف حکیم پاچک تھے وہ بوتل میں پاچک بنا کر بیچتے تھے یہی ذریعہ زندگی تھا پاچک ان کا بہت مفید اور نفع کا تھا۔ اونکی شادی باڑھ کے علاقہ میں ہوئی تھی وہ حاجی پور میں مطب کرتے تھے ان لوگوں سے جناب مولانا رشید الحق صاحب سے سسرالی قریب برادری تھی۔ محمد عظیم کو شوق تصوف کا تھا۔ جوان ہی مرگئے۔ انہوں نے بڑے وظیفہ اور چھوٹے وظیفہ کے کتاب کی نقل بھی کیا اجازت بھی تھی دعا، تعویذ کا بہت شوق تھا انھوں نے سرپرستی کے ساتھ اپنے اوقات گذارا اندازتی ۲۲ برس گذرا ہوگا انتقال ہوگیا۔ حکیم علی کریم بھی مرگئے۔ منشی طفیل کریم بھی مرگئے اس کے بعد کا حال اب نہیں معلوم ان لوگوں کے ورثا کہاں ہیں کیا کرتے ہیں جو گئے بس گئے اون کے ورثا سے پھر کوئی تعلق نہیں رہتا یہ زمانہ کا حال ہے کوئی شکایت کی جگہ نہیں ہے۔ ان صاحبزادے نے جناب مولانا رشید الحق قدس سرہ اپنے پیر کی بہت خدمت اور خیر اندیشی کی اور ہر وقت کے حاضر باش رہے ان بردار مدار خلوت کا چھوڑ دیا گیا اور بوجہ آرام رسانی ان کے ساتھ توغل اور مدارت زیادہ کیا گیا لوگ ان کے مخالف ہونے لگے اور حکایت شکایت اور غیبت آغاز کر دیا یہ غریب بہت پریشان تھے زمانہ کا عجب

حال ہے جہاں کوئی مورث اپنے آرام رسان کے ساتھ کچھ
رعایت و مروت اور امداد کرنے لگا اولاد و متعلقین اوس کے
دشمن ہو جاتے ہیں اور سیکڑوں الزامات اوس آرام رسان پر
لگاتے ہیں جس سے وہ گھبرا کر بھاگ جائے نہ تو اوس طرح کی
خدمت اولاد کر سکتی ہے نہ دوسروں اور ملازموں کو کرنے دیتی
ہے یہ کیا غضب ہے کہ خود وہ لوگ اپنے اپنے مزاج کے موافق
کل کام خلاف مورثان کرتے ہیں اور مورث اپنے آرام کا
سامان بھی نہیں کر سکتا اور اگر کرتا ہے تو پریشان کیا جاتا ہے
راقم نے بہتیرے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا ہے کہ اون کے
بڑھاپے میں اونکی عافیت رسانی کا خیال کوئی اہل خاندان
نہیں کرتا اور وہ وقت معذوری اور مجبوری کا غریب بوڑھے
مورث پر آ گرتا ہے وہ تنہا پڑا رہتا ہے آخرکار اوسے کوئی
خادم یا خادمہ کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے جسکی وجہ کر اوسے
عافیت پہونچے پھر تو وہ الزامات نامناسب ہو جاتا ہے
اور ملازمین اور مددگاروں پر وہ وہ چٹکیاں چلائی جاتی ہیں
کہ گھبرا کر وہ جدا ہو جائے وہ معذوریاں متعلقین کے کم سننے
کی وجہ کر اون کے وہم میں بھی نہیں آتی ہیں اگر اونکا وہ وقت
آجائیگا اوس اسٹیج میں اون کو خود بھی وہی کرنا پڑیگا جو انہوں نے
اپنے مورث کو دیکھا تھا اور وہی سب باتیں آجائیں گی کہ

کردیہ یاقت ہاں البتہ اب حیات ہی کم ہوا کرتی ہے وہ وقت
ہی کم آدمی کو آئیگا مگر ہر بوڑھا واجب الرحم ہے ہر جوان بھی
معافی کے قابل ہے وہ اپنی جوانی کا مصرف کیونکر جانے بوڑھا بنکر
بوڑھوں کے ساتھ سستی ہو جوان کو اپنے مزاج کے موافق
لذت دنیا اوٹھانا چاہئے اوسمیں بوڑھوں کو دخل دینا بھی بد
فضول ہے وہ اپنی گذشتہ وقتوں کو یاد کریں تو اونکو الصافا
حق دست اندازی نرہے گا اور جوانوں کو بھی جب بے تعلق
ہوجائے اپنی زبان کو بند کرلینا چاہئے اور بوڑھوں کو اوسکے
مواقعات پر چھوڑ دینا چاہئے اسکے اندرونی سبب پر توجہ
ڈالنے سے پتہ ملا کہ نوجوان مورث کے زندگی میں اوسے معذول
کردینا چاہتے ہیں اوسکی حق ملکیت کو چھین لینا چاہتے ہیں
خود کمانیکی صلاحیت نہیں پیدا کرتے اور مورث کے مال پر
نوابی کرنا چاہتے ہیں مورث اپنا بھائی تو نہیں رکھتا کہ
اپنا مال بال بچوں پر تقسیم کردے اور خود متعلقین کا محتاج
ہوجائے اور اگر ایسا کر بھی دے تو خود در بدر بھیک مانگتا پھرے
ایک وقت کی چائے وناشتہ کا بھی متحمل کوئی ورثا میں سے
نہیں ہوتا ایک گلوری پان کا کوئی روادار نہیں ہوتا سیکڑوں
واقعات چشم دید دیکھے جنھوں نے اپنے اختیارات اپنے
ملازمین یا متعلقین کے ہاتھ میں دیا یا اون پر بھروسہ کیا

وہ تختہ تباہ ہو گئے اور بدترین زندگی بسر کرنی پڑی ابھی تک
ایسے لوگ زندہ ہیں جو اس عذاب میں مبتلا ہو گئے ، روپیہ اپنی
جان بچانے کو ہے اور جان مال پیدا کرنے اور اوسکی حفاظت
کیلئے ہے اولاد ایک اہل ہے جو دنیاوی خوشی دیکھانے کو ہے
بی بی خدمت گذاری اور ہر حالمیں ہمدردی کے لئے ہے سب سے
پہلے اپنی اسایش مقدم ہے اوسکے بعد اہل حقوق کا حق ادا
کرنا لازمی ہے۔ بالغ بچوں کا حق تو زائل ہو جاتا ہے بلکہ ہور لوگوں
کا حق اون پر عاید ہو جاتا ہے مگر زمانہ اولٹا ہوا ہے مورث
زندگی میں لاوارثی کا مزہ چکھتا ہے اور ورثا کا حق زندگی بھر
ادا کرتا رہتا ہے یہی باعث تکلیف و خرابی ہے جنکی اولاد سلف
سپوت ہو گئی ہے اونکو یہ دقتیں نہیں ہیں جو شخص جدا جدا
زندگی ایک دوسرے سے الگ اپنے اپنے طور پر زندگی گذارتے
ہیں اور فطرتی جوش کے موافق ادائے حق کرتا ہے پھر ایسے
گھروں میں مخالفت پیدا نہیں ہوتی ہر امیر و غریب کے گھر یہ
دقتیں موجود ہیں جہاں نکمے لوگ جمع ہیں وہیں ایسے قصے
ہوتے ہیں جہاں خود کمانے والے ہیں ایک دوسرے سے
بے غرض رہتے ہیں اب زمانہ اولاد کے ساتھ بھی رہنے کا
نہیں ہے بجز خدا اور روپیہ کے کوئی مددگار نہیں ہے۔
ع ۱۳۹ چھیدی درزی کا مکان منگل تالاب پیادہ پر

وہ محلہ ٹنس گرونڈ سیٹی اسکول کے اندر آیا اور میدان ہوگیا
اس محلہ میں درزی ٹولہ تھا بڑے بڑے کاریگر درزی اس
محلہ میں تھے انکی قرابت داریاں برکت میاں درزی سے
تھی وہ بوڑھے آدمی تھے بڑے کاریگر تھے ان لوگوں کی قرابت
داریاں عالم گنج محلہ میں تھی یہ لوگ قوم کے درزی تھے ان
لوگوں کی خائش گروہ اور ذات تھی آجکل کی طرح ہر قوم اور
ہر گروہ کے آدمی درزی پیشہ ہو گئے ہیں پہلے یہ نہ تھا۔ یہ
لوگ غیر آہن میں شادیاں نہیں کرتے تھے۔ پرانے روسا
کے یہاں انہیں لوگوں کا گذر تھا یہ لوگ ناخونی سلائی ہاتھ
سے سیتے تھے جو ناخون کے اندر گھس جاتی تھی وہ وہ ٹنکا ڈے
پھول پتیاں انگوں میں لگائی جاتی تھیں جواب مشین سے نہیں
بن سکتی ایک ایک انگہ کے سلائی دس دس روپیہ تو راقم
نے خود دیا ہے ایک ایک ٹوپی کی سلائی دو دو روپیہ لوگوں
نے دیا ہے اوسوقت بھی فیشن تھی لوگ دستکار تھے ان کی
بڑی قدر تھی۔ سنگر مشین نے دست کاریوں کا خاتمہ کر دیا۔
وہ علوم معدوم ہو گئے۔ چھ تکسیری کا چاول سستی کا زمانہ
ان لوگونکی اوائل زندگی خوشحالی سے گذری آخر زمانہ ان لوگونکا
تکلیف سے گذرا۔ ۱۲ برس گذرا ہوگا یہ لوگ سب ختم ہو گئے۔
چھیدی کا لڑکا جھونو زندہ ہے چھیدی کی پھوپھو نے راقم کی ماں کو

کہلایا تھا۔ اس خاندان کے آدمیوں سے راقم کے خاندان والوں کو اچھا برتاؤ رکھنا مناسب ہے چھیدی نے پھر واب ٹولی میں مرزا عبدالواحد بیگ کے مکان کے پاس مکان بنایا تھا وہ بک گیا۔ ان لوگوں کا خاندان برباد ہوگیا درزی ٹولی ہی ندارد ہوگیا بانکی پور میں درزی ٹولہ بہت آباد ہے اور پیسے والے لوگ ہوگئے ہیں مگر دستکار نہیں ہیں سب مشین کے محتاج ہیں۔

عنـ۱۴۰ سعادت خاں بہت بوڑھے آدمی کا مکان بھی اوسی زمین پر تھا جہاں چھیدی کا مکان تھا۔ اون سے مولانا امیر الحق قدس سرہ سے بڑا ربط تھا سعادت خاں روزمرہ خانقاہ میں آتے اور مغرب کے بعد جاتے ان کے ایک بیٹے حکیم محمود خاں تھے ان کا مطب مانسلامی وارڈ میں تھا انکی ایک بی بی فجا میاں میدان فصاحت کے خاندان کی ہیں دوسری دربھنگہ کے علاقہ کی ایک سیدانی ہیں جب سے خاں صاحب نے سیدانی بی بی سے عقد کیا ان پر زوال آگیا سیدانی عورتوں کو غیر قوم کے یہاں شادی ہونے سے شوہر وعورت دونوں پر اکثر موقع پر زوال دیکھا ہی۔ خاں صاحب کی روشنی گئی مطب خراب ہوگیا آخر عمر ان کی بہت تکلیف سے گذری مگر انہوں نے اپنے باپ کی سنت مرتے دم تک ادا کیا

جناب امون قبلہ مولانا رشید الحق قدس سرہ کے یہاں عصر کو
آئے اور عشا پڑھ کر جاتے ان کے بھائی تنے خاں تھے مدتوں
میونسپلٹی میں ممبر اسی رہے راقم کے ساتھ جب راقم بھی میونسپل کمشنر
تھا چند برسوں تک کام کیا ان کے بیٹے حافظ سعید تھے۔
انہوں نے بی شہزادی ایک متمول عورت اور گانے والی عورت
شاگرد تاج خاں مرحوم سے عقد کر لیا اور بہت اچھی حیثیت ہو گئی
مگر انہوں نے چند برسوں میں ساری دولت کو رئیسانہ ٹھاٹھ
میں اڑا دیا راقم نے بہت نیک مشورے دئیے مگر نہ مانا بالکل
رئیسانہ شان سے چند برس گذار لیں۔ دوکان کپڑوں کی
کھولا آخر کار اپنی جگہ پر واپس آنا پڑا اور ساری دولت خراب
ہو گئی آخر عمر میں ان کو امداد احباب کی ضرورت ہو گئی اور جوان
ہی مر گئے اور [illegible] ہی میں مدفون ہوئے ان کی ایک لڑکی
تھی وہ بھی مر گئی۔ بی شہزادی گلی سازی کر کے بنارس میں
باعصمت زندگی گذار رہی ہیں کلو سادہ کار [illegible] حافظ جی
کے سالے ہیں اب اس خاندان کا کوئی آدمی زندہ نہیں ہے
نہ گھر ہے نہ کوئی نشان ہے نہ قبر واقع ہے وہ ٹنس کے میدان
میں ہے جہاں پر شیخ مٹھا کا مزار قائم ہو گیا ہے وہیں پر
سیکڑوں مزار تھا حافظ جی کا مزار ان کے اوسار میں تھا
وہیں پر حکیم اسحاق صاحب کا مکان تھا امام بارہ تھا اکھارہ تھا

سب میدان ہوگیا
ع ۱۴۱ حکیم کاظم حسین صاحب کا مکان راقم کے مکان کے
بغل میں ہے ان کا مفصل حال حکما کے حصہ میں ملے گا۔ حکیم
مجوان کے نانی ہیں اور نواب صاحب دفعہ دار حکیم محمد کے
بہنوئی ہیں۔ حکیم محمد حکیم محمد جان کے داماد ہیں یہ لوگ میر
صاحب ایک معزز اور مشہور خاندان کے آدمی تعداد کے رحجہ ہیں۔
حکیم صاحب خیر نامی دست شفا رکھتے غریب نواز بہترین حکیم وقت تھے زندہ شریف
ع ۱۴۲ میر امیر جان صاحب میر پھاٹک کے خاندان کے آدمی
تھے۔ اس میر پھاٹک کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ خاندان بھر کا مکان
ایک حاطہ میں تھا اور بہت بڑا پھاٹک چوراہے کے مورچے
دکھن طرف لگا ہوا تھا۔ زمین کی تقسیم سے پتہ ملتا ہے کہ چوراہے
کی بیچ سے لیکر باغ مرلی دھر کے حاطہ تک ان لوگوں کا مکان
تھا راقم ہی نے بحیثیت ثالث اس زمین کو ورثا پر تقسیم
کیا ہے جس کا فیصلہ راقم کے دفتر میں ہنوز موجود ہے جسکی
وجہ سے تمام حالات خاندان اور جائداد سے واقفیت کا موقع
ملا ہے ان کی اولاد میں چند محل سے موجود ہیں ایک محل سے
بکلو میاں ابراہیم میاں پہلوان یعقوب میاں ہیں ایک محل سے
احمد جان میاں و علی جان میاں ہیں و غنی جان بھی بھیجان
بیٹے تھے اس خاندان کے لوگوں میں فضلو میاں سب اچھے

زندگی گذارتے ہیں اور خوش حال ہیں۔ ابراہیم میاں نے اپنی
زندگی بہت ہوشیاری و آرام دٹھاٹھ سے گذارا آخر عمر میں انکو
مصیبت اٹھانی پڑی۔ اکثر اولاد طبق کا روزگار کرتے ہیں۔
باپ کا نام کسی نے روشن نہ کیا بلکہ دفاتر سرکار میں سب اولاد
کا نام ملتا ہے۔ میر امیر جان نے اپنی زندگی اوسط آمدنی پر عزت
آبرو سے گذارا اپنے وقت کے رئیسوں میں برابری کی ملاقات
کیا لوگ ان کے یہاں آتے جاتے یہ بھی ادن لوگوں میں ملا کرتے
تھے پھیک میں بھگنی پانڈے کے شاگرد تھے اس فن کو خوب جانتے
تھے ان کی سب اولاد اس فن کو جانتی ہے انہوں نے حج بھی کیا
تھا مزاجکے عمدہ آدمی تھے ابتدائی زندگی رئیسانہ تھی آخر زندگی اچھی گذری
پھر مذہبی آدمی ہو کر مرے۔ ان کے دوست رام لال اننتو کے
باپ تھے ادن کو کبوتر کا بڑا شوق تھا اور یہی روزگار بھی تھا
اننتو کا بھی یہی روزگار تھا۔ رام لال کا اب کوئی وارث میرے
علم میں زندہ نہیں ہے اسی چورا ہے پر بسنتو اور ادن کے بھائی
رام سہلے کہار بھی ان کے دوستوں میں تھے یہ لوگ تکلی ساز کے
بڑے کاریگر تھے یہ لوگ اس چورا ہے پر دلدل بناتے تھے
اور خوب بناتے تھے شہر میں ایسی سجاوٹ کا دلدل نہ بن سکا
ادن کے خاندان میں جو اہر تھے ادن کی زندگی تک یہ دلدل
بنا ان لوگوں کی زندگی دو کانداروں کے جیسے گذری دستخط

درشاکی زندگی خوشحالی سے نہ گزرسکی اس خاندان کے لوگ
زندہ ہیں. میرامیرجان کے سوتیلے بھائی میرعبدالقادرصاحب
تھے ادن کے بیٹے مولوی غلام قادر وکیل تھے ادن کے بیٹے
مولوی حفیظ صاحب وکیل ہیں ادن لوگوں کا مفصل حال
خواجہ کلاں وارڈ دبانکی پوروارڈمیں ہے ایک لڑکے رضی حسن
میرامیرجان کے تھے جنکا لڑکا ظہور ہے ادسکی بہن دریاپور
میں ایک کمپونڈر سے بیاہی ہے. میرامیرجان کی برادری
ہادی میاں دہولپورہ کے خاندان سے ہے. خواجہ سید حسن
شاہکی اہلی کے خاندان سے بھی ہے مولوی حفیظ صاحب وکیل
کے خاندان سے ہے. میرامیرجان کی لڑکیاں بعض چہرہ
میں عبدالقادرمیاں سے بیاہی تھیں بعض شاہ محمدن صاحب
ساکن پھلواری حال مقامی رانی پور کے خاندان میں شاہ علی نعمت
سے بیاہی تھیں شاہ علی نعمت منشی عبدالناصر کے بھائی شاید تھے
منشی عبدالناصر کی اولاد زندہ ہے. میرامیرجان کا رعب محلہ میں
تھا آخر عمر میں روساان سے ملنے لگے. لوگوں کی سوانحمری
اگر انسان بغور پڑھے تو بہت نفع اوٹھا سکتا ہے ہر شخص کی
لائف سے عجب عجب واقعات معلوم ہوتے ہیں کوئی اوائل
میں اگر خراب ہے تو آخر اوسکا درست ہوجاتا ہے کوئی
اوائل میں بنا تو آخر میں بگر جاتا ہے کوئی عمر بھر بگرا رہتا ہے

دلی کے گھر میں برے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں اور برے کے گھر میں اچھے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں عجائب شان کبریائی دکھائی دیتی ہے دنیا میں ایکساں کسی کی زندگی نہ گذری زیادہ سن آنے سے آدمی ضرور معذور ہو کر ایک خاص رنگ پر آجاتا ہے۔

۱۴۳ میر سید علی صاحب بہت بوڑھے آدمی تھے انکا مکان دوندی بازار میں تھا ان کی آمدنی دو سو روپیہ ماہوار کے اندر کی تھی پہیڑہ موضع انکا تھا جو مشہور جگہ ہے وہاں تھانہ بھی ہے۔ اسی آمدنی میں گھوڑا تھا دو خدمتگار تھے لباس بڑا فاخرہ تھا مرتے دم تک عمدہ عمدہ شال دوشالے اوڑھا کرتے تھے روزمرہ خانقاہ منگل تالاب میں آمد و رفت تھی اور رانی پور منشی جمال الدین اور منشی امین الدین مرحومین کے یہاں روزمرہ کی صحبت تھی۔ ان کی شادی میر بھیا ٹانک کے خاندان میں ہوئی تھی ان کے بیٹے ڈاکٹر حمد و تھے جنکا تذکرہ اوپر ہوا ہے دوسری شادی شاہ الفت حسین کے یہاں ہوئی۔ میر محمد حسین کے ماموں ہمایون مرزا صاحب بارسٹر ہیں جنکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اس خاندان کا مفصل حال اوپر لکھا ہوا ہے۔ ان کے خدمتگار چندو تھے جنکو شادی کے بعد اپنی بی بی سے کوئی اولاد نہ ہوئی ۵۲ برس کے بعد ان کو

دو ہولڑا دوسری پہلی بی بی سے ہوئی ایک کا نام دمڑی تھا جو طبق
کو پہونچا تھا پھر وہ ملزم بھی ہو گیا تھا دوسرے کا نام یاد نہیں ہے یہ خدا
کی قدرت کا ایک نمونہ تھا اور خدا کی دین کا دکھا دینا۔ اونکی
ایک ملک کے دو لڑکے تھے ایک کا نام چندو تھا یہ بڑا خوش وضع
لڑکا تھا اور بہت خوش آواز تھا جوانی اس لڑکے کی بڑی ٹھاٹھ
سے گذری بہت خوش لباس تھا پھر اسکو احباب نے مخدرات کا
عادی کیا اب اسقدر ژولیدہ حال ہے اور بھیک مانگتا ہے
حالت خراب ہو گئی خدا جانے مخدرات میں کونسی لذت ہے
جو انسان سب مصیبت کو جھیلتا ہے اور چھوڑ نہیں سکتا کیا
تاثیر ہے جو عادی ہوا عمر بھر رہا۔ راقم نے مخدرات چھوڑنے
والا اس محلہ کا ایک لڑکا بھنگو نامی دیکھ کیا کیا نتیجہ اوس کی
صحبت پر پڑا جان پر آبنی تھی پھر رخ نکلیا۔ یہ لڑکا ابتک زندہ
ہے اور پوری صحت میں ہے۔ چندو کا بھائی نورا تھا دونوں
سائیسی میں کماتے تھے نورا کا انتقال ہو گیا بھنگو پیران کلیر میں
جا کر ولی شہ ہوا یہ تصرف اون بزرگ کا تھا کہ اسکی طبیعت
پھر گئی گو پیروں کی کرامت کو کوئی نہ مانے وہ آدمی زندہ ہے
دیکھ لیجیے کرامت سن لیجیے پوچھ لیجیے

ع [illegible] مہندی میاں زردوز کا مکان منشی کشن لال
کے بغل میں چوراہے کی گلی میں تھا یہ دکھائی تھے مہندی میاں

کا دربار بادشاہ نواب صاحب۔ نواب گذری کے یہاں تھا
یہ برابر وہیں کام کرتے رہے اور عزاداری تکلی پنکھے سپر کے
سہرے وغیرہ سال بھر بنایا کرتے اور دمڑی میاں مختار بہار
کے یہاں تھیٹر کا لباس بناتے رہے اسی میں انکی اوقات
گذاری تھی ان کے بھائی کا لڑکا ہینگو میاں تھے جنکا تذکرہ موجود
ہے اسی لڑکے نے ترک مخدرات کیا۔ منہدی میاں کے بیٹے
نور الحسن دندان ساز ہیں وہ وزیر میاں ساکن چاند مارکا گڑھا
کے داماد ہیں اور منیر میاں ٹائپسٹ کے بہنوئی ہیں وہ صاحب
اولاد ہیں کلکتہ میں رہتے ہیں مکان بک گیا تھو پیادہ راقم
کی اولاد نے خرید کیا۔ تھو پیادہ ۳۰ برس راقم کے یہاں ملازم
رہا اور یہیں مرا تھو پیادہ شریف خاندان کا بذات خود ایک
آدمی تھا اوسکی اولادیں سب اسوقت صاحب اقبال ہیں سب
بھائی بسکٹ کا کاروبار کرتے ہیں بعض کا نام جگن بعض کا بوبا
و بھاگن و رنگو ہے دشبراتی ہے بعض انہیں کے باپ کے نام
کو روشن نہیں کر سکے۔ اب ویسے ملازم نصیب نہیں جو ایک
دربار میں زندگی ختم کریں مشاہرہ اوسوقت آٹھ روپیہ خشک تھا
۱۲۷۵ منشی سکھن لال کا مکان اسی گلی میں تھا اون کے
بیٹے منشی موا لال تھے اون کے بیٹے منشی مہادیو لال دبابو
کنول پرشاد مختار ہیں ان لوگوں کے پاس جائداد بھی تھی

موغلپورہ میں ایک ٹھاکر باری ہے وہاں انکی قرابت دار لوگ
متولی ہیں پہلے انہیں لوگوں کے ہاتھ میں تھا۔ منشی موالال کا
لڑکا رادھے کشن عرف بچی ہے اب انلوگوں کا مکان میدان
ہے کیول پرشاد کچی گھاٹ میں ہیں کرایہ کے مکان میں دارو غہ
اقبال حسین کے رہتے ہیں اون کے ساتھ دو لڑکیاں مہادیولال
کی زندہ ہیں۔ یہ گھر بھرا ہوا تھا اون لوگوں نے اپنی زندگی اچھی
گذارا منشی مہادیولال کے وقت میں سب بربادی ہوئی۔ یہ
کار پردازی کرتے تھے اکثر لوگوں کا کام خراب بھی ہو گیا وہ
لوگ آہ کرتے تھے منشی مہادیو کا آخری وقت بہت خراب گذرا
اور رہا سہا بھی جاتا رہا حالانکہ کمسن آدمی تھے ان کی زندگی عبرت سے
گذری آہ غریباں اپنا اثر کرکے رہتی ہے برے وقت میں اقربا
کام نہیں آتے احباب ساتھ دیتے ہیں راقم نے اون کے آخری
وقت میں شریفانہ بے تعصبانہ خدمت گذاری کی اوسوقت
ہند و مسلمان کا تفرقہ کہاں تھا یہ تو اب ہوا ہے۔

۱۷۶ منشی مہیش لال و منشی گنیش لال دو بھائی تھے۔ ان
لوگوں کی اولاد میں بین لالہ تھے جو پوسٹ اوفس میں نوکر تھے
اون کے بھائی بیجناتھ لال تھے وہ جوان مرے اونکی اولاد میں
منشی بچولال تھے جو عالم گنج میں رہتے تھے اونکی اولاد میں منشی
جگدم سہائے دارو غہ تھے اونکی اولاد میں منشی کملا سہائے ہیں

جو مونگیر کے کسی دیہات میں رہتے ہیں وہ جگدم سہائے کے
بیٹے ہیں۔ بین لال کے بیٹے منشی راج کشور لال معروف بہ لالہ رتی
چور نے لودیکٹرہ کے اوپر مسجد میر بھیا تک کے کٹرہ میں دوکاندار
تھے وتائیدی کچہری میں کرتے تھے ۱۹۲۵ء میں وہ مر گئے۔
بین لال کے بیٹے نندی لالہ دیوان محلہ اپنے سسرال میں رہتے ہیں
ایک بیٹے جگل لال ہیں جو بغداد وغیرہ سے بذریعہ ملازمت
ہو آئے ہیں انہوں نے کمپوزیٹر اسکول کھولا تھا اس کام میں
اوستاد ہیں۔ راج کشور لال نے اپنی زندگی زندانہ بڑے عیش
کی گذارا یہ کم آمدنی وحیثیت کے آدمی تھے مگر کوئی حوصلہ ان کا
باقی نہ رہا تھیٹر وغیرہ کا شوق تھا اپنے مکان میں قایم کیا باغ کا
بہت شوق تھا بلا کے آدمی تھے اتنا محنتی آدمی کم ہوا کرتا ہے
اکیلی ذات سے کیا کیا نہیں کیا باغ اور تھیٹر تلنگی بنانا نقل تراجمہ
کرنا تائیدی کرنا دوکانداری کرنا خود سے پکانا اور رکھوانا بازار
کرنا گھر کا کام کرنا رات کو تھیٹر کرنا اور مکان کی صفائی کرنا یہ سب
روزمرہ کا کام تھا دوکانداری خانداری و سیر تماشا مکان رکھتے تھے اور آرام
سے کھا پکا کے بےفکری سے زندگی گذار گئے۔ اسی خاندان میں
منشی رام لال ماسٹر تھے انکی اولاد سب مر گئی انکے ورثا
میں جگدم سہائے دارو غہ کا لڑکا کملا سہائے صرف زندہ ہے
جو گوتیا کا لڑکا ہے اور سوتیلے بھائی کا لڑکا ہے بین لال

چچیرے بھائی تھے ببن لال کی اولاد چچیرے گوتیا ہیں منشی
رام لال کے بیٹے نرسنگھ سہائے تھے وہ بی اے پاس کر گئے تھے ان مرگئے دوسرا
لڑکا کمسن مرگیا ان کی بی بی بدل پور کے دولتمند خاندان کی تھیں اونکے سالا آرہ
میں وکیل تھے اون کے خاندان میں دیو کی بابو ہنوز مشہور زمیندار
ہیں زندہ ہیں۔ منشی رام لال لو دیکٹرہ اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے
اور راقم کے پرائیوٹ ٹیوٹر تھے انھوں نے ماسٹری کی
بدولت اچھا کمایا اور اچھی زندگی گذار گئے۔ رؤسا کے یہاں
خانگی طور پر لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ یہ انٹرنس بھی پاس
نہ تھے مگر لیاقت ایسی تھی کہ اوسوقت کے بی اے تک کو
یہ تعلیم دیا کرتے تھے ترجمہ تو لاجواب تھا اوسوقت کی پڑھائی
بالیاقت ہوا کرتی تھی اوسوقت کا علم کھوکھلا نہ تھا۔ ان لوگوں کا
مکان اب تک ہے جسکا مالک ایک جگدم سہائے جنگل لال رہتے ہیں۔

ع۱۴۷ اس محلہ میں امجد آتش باز ایک مشہور آدمی
گذرے یہ بہت سیاہ فام لمبے قد کے آدمی تھے مگر آتشبازی
بنانے میں اوستاد تھے اور مذہبی آدمی تھے۔ انکا مکان منشی
محمد امیر مرحوم کے مکان کے قریب تھا اون کے اولاد ہے
شاہ عبدالحی کی تکیہ پر میر بھیا جنگ کے مقبرہ گوزعبار ہ کے پاس
بر سر سڑک جو مسجد ہے اور منشی محمد امیر کے مکان کے پورب
ہے اوس مسجد کو اچھی حالت میں لانے والے یہی تھے جب سے

وہ آباد ہے ۳۰ برس ہوا ہوگا یہ مرگئے۔ مذہب کی عزت
غریب ہی کرتے ہیں۔

۱۴۷۸ع لالو مال ساد ہو۔ یہ ایک بنیان کی دوکان کرنے
والے بہت نیک اور لکنت والے آدمی تھے بہت روپیہ کمایا
اور لکڑی کا روزگار بھی تھا تمام لودیکٹرہ بھر میں ان کی دوکان
سے کل کام چلتا تھا اسی میں مالامال ہوگئے بہت مکانات
خریدے اون کا لڑکا موہن شاہ ہنوز زندہ ہے اس لڑکے نے
ترقی نکیا جائداد قایم رکھا ہے ان کے لڑکوں نے نقصان کیا
اب وہ بیچارہ اولادوں کے ہاتھ میں ہے والدین فطرتاً
معذور ہیں اولاد جب جوان ہوجاتی ہے بوڑھے معذور ہوتا
ہیں ٹک ٹک دیکھتا ہے اور اولاد کی خلاف رائے کچھ کر نہیں
سکتا ہندو مذہب میں تو اولاد شریکدار بنکر مورث کو ہیچ بنا دیتی ہے
مسلمانوں کے یہاں بھی اسکا اثر ہوگیا ہے لڑکے اپنے کو شریکدار ہی
جانتے ہیں الغرض اولاد دیکھکر بڑھاپے میں کسی کو خوش نہیں
دیکھا اچھے مذہب کے باہر قدم رکھتے ہیں حالانکہ مسلمان باپ کے وقت میں بالکل حق نہیں
رکھ سکتے۔ باپ کی کمزوری بھی الٹی کے ساتھ ہے مگر اولاد کو دیا نہیں کرتی اولاد بیلا ہو جاتی

۱۴۷۹ع مولوی امین اللہ دوندی بازار کا مفصل حال
علماء کے حصہ میں لکھا ہوا ہے ان کی لائیف قابل دید ہے
ہر فن مولی تھے اور معتمد دستکار ندوی ڈاکٹر شہد ابجد صاحب

نیک آدمی خوبصورت اور خوب سیرت تھے۔

۱۵۰ء میر جون پوری لکھنؤ کے اطراف کے رہنے والے عطر فروش پتھر کے کٹڑہ میں انکی عطر کی دوکان تھی بکری بھی اچھی تھی مال بھی اچھا رکھتے تھے بڑے خوش گپ آدمی تھے اور بہت بد مذاق تھے انکا انتقال ہوگیا پھر دکان اٹھ گئی جانشین کا پتہ نہیں ملا۔

۱۵۱ء حکیم میر علی دوندی بازار کا حال پورا حکما کے حصہ میں لکھدیا ہے یہ محمد شکور میاں ولد کلو میاں کے چچا تھے اور میر سید علی کے مکان میں رہتے تھے اور راہ نہیں کے شاگرد بھی تھے۔

۱۵۲ء پیارے مرزا صاحب کا حال میر سید علی کے ساتھ حکما کے حصہ میں مفصل ہے۔

۱۵۳ء شاہ مظہر میاں کا مکان اصل نوادہ میں تھا ان کے والد منشی امیر الدین نوادہ گئے تھے۔ انکا سسرال میر اسمعیل صاحب صدر گلی کے یہاں تھا۔ مظہر میاں میر اسمعیل کے نانی تھے مظہر میاں کی شادی میر جعفر علی کے یہاں ہوئی وہ بہت دولتمند آدمی تھے دوندی بازار میں انکا مکان ہے ایک مسجد ہے جسمیں جائداد وقف ہے مظہر میاں کی ایک اولاد تھی جو نوادہ ہے۔ بخاندان واجد حسین خان بہادر بیاہے گئے

اور جوان ہی مر گئے مظہر میاں کی بی بی بہت متحیر تھیں
اون کو دوسری اولادنہ تھی اون کی بہن بھی لاولد ہیں
کل جائداد مظہر میاں کی بی بی کے پاس آگئی مظہر میاں
نے مولوی فضل امام کی لڑکی سے شادی کرلی چند روز
بعد خود مر گئے بانکی پور لین میں کوٹھی تھی جو مسٹر عزیز
کا مکان سے توڑ کر مسٹر عزیز نے بنایا اور تاسکتہ وقت
میں بھی ان کی جائداد میں بہت تکرار ہوئی اور جائداد
برباد ہونے کا سامان ہو گیا مقدمہ بازیاں آغاز ہوئی
تھیں مظہر میاں کی والدہ اور بہن صاحب کی ادبی
دونوں بہن تھیں مظہر میاں خود بھی متحیر تھے مگر قومی
کام یا مذہبی کام ثواب جاریہ کے طور پر کچھ نہ کر گئے
اگر زندگی میں کچھ کر جاتے تو ثواب جاریہ رہتا اور جائداد
بھی خراب ہوتی ان کا ترکہ بہتیری جگہ پہونچ گیا اون
لوگوں کو ترکہ پہونچا ہے جو اون کی زندگی میں ان کے
گھر نہیں آسکتے تھے الطاف میاں نواده ان کے گیا
تھے اون کی اولاد ڈاکٹر ہاشم اور محمد سالم کو ترکہ ملا۔
ڈاکٹر ہاشم مولانا فاضل صاحب کے داماد ہیں مولانا فاضل
صاحب کے بیٹے مولوی ابوالبرکات ہیں مولانا فاضل صاحب
شاہ حبیب الحق صاحب کے سادھو تھے اور شاہ امیر احمد صاحب

بہار کے داماد تھے یہ بڑے عمدہ صاف دل آدمی گذرے
منظر میاں کا نام مقدمات میں اب ملے گا کوئی یادگار
ان کی نہین رہی اون کی جائداد بہت جگہ تقسیم ہوئی
اور غیر غیر لوگون کو فائدہ پہونچ گیا جن امیران کو دولت
ہے اون کا خیال مذہبی اور قومی کام کا کم ہوا کرتا ہے
آخر نتیجہ جائداد کے بربادی کا ہے لا ولد لوگون کا مال
زیادہ غصبیہ گان کو پہونچتا ہے اکثر لاولد کوئی ثواب
جاریہ کا کام انجام نہین کرتا یہ قدرت خدا ہے اور یہی
روزی رسانی کا ذریعہ ہے۔

۱۵۳ ڈاکٹر وارث صاحب کا مکان رائے پورہ
فتوحہ مین ہے یہ نہال میاں سملی کے پہلی شادی سے
سالے ہین اور جمی میاں رائے پورہ فتوحہ ان کے
بڑے بھائی ہین ان لوگون سے شاہ مظفر حسین
کے خاندان سے قریب تر رشتہ داریاں ہین مگر آپس
مین بڑی خانہ جنگیاں رہین جیسا کہ ہر دیہات مین
دستور ہے اہل قرابت مین خلوص نہین رہتا اور
بغض بیشتر ایک دوسرے سے ضرور رہتا ہے یہ وجہ
بھی اہل قرابت سے تکرار رہتی ہے کچھ ایسے اسباب
حکومت کے باعث پیدا ہوجاتے ہین کہ معذورًا

آپس میں پیچ ہوتی جاتی ہے شاہ صیف الدین بستی ی
میں ہیں ڈاکٹر صاحب کی طبیعت اوس زندگی کو
پسند نہ کر سکے اور مولوی امین اللہ صاحب مرحوم کا
انتقال ہو گیا سسرال میں کوئی مرد نہ رہا یہ اسی
مکان کے باشندے ہو گئے ان کا لڑکا بڑا ذہین
ہوشیار تھا جوانی ہی قضا کیا ڈاکٹر صاحب نے
اپنی روش زندگی کو بدل دیا گوشہ نشین ہو گئے اور
صحت نے بھی جواب دیدیا ان کی ایک لڑکی بختی بیاہ
میں ڈاکٹر غیاث الدین مرحوم کے لڑکے سے بیاہی
ہے یہ لوگوں کا علاج مصیبت میں بلا غرض صرف
ثواب جانکر کرتے ہیں اور بوجہ کمزوری کہیں آتے جاتے
بہت کم ہیں خاص خاص جگہ علاج معالجہ کرتے
ہیں اور بہت تجربہ کار ڈاکٹر ہیں رات دن کتاب
ہی کا شغل رہتا ہے آدمی پرہیزگار ہیں مولوی امین اللہ
کے خاندان میں ذہانت بھری ہوئی تھی بچہ بچہ ذہین
ہوا کرتا تھا شاہ وحید صاحب کو اس خاندان سے ربط تھا
وہ خدا پرست آدمی اور بہت خوش مذاق آدمی
گذرے وہ کسی دیہات کے تھے برادری قریب بھی
لوگ اون سے مذاق کرتے تھے وہ دو بھائی تھے

شاہ وحید شاہ فضل اللہ صاحب حیدر آبادی کے مرید
تھے شاہ فضل اللہ صاحب حیدر آباد میں بہت مشہور تھے
شاہ وحید صاحب مولوی امین اللہ صاحب کے سالے تھے مولوی انور صاحب وکیل جو پہلے ڈاکٹر

۱۵۴ چھپی داب بہت مشہور اور پیسے والا
آدمی داب ٹولی میں تھے ان کے ورثا میں ہزاری
وغیرہ تھے داب لوگ دولتمند ضرور تھے مگر آپس
میں ان لوگوں میں مقدمہ بازیاں بہت ہوا کرتی
تھیں اسی میں یہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے دولت
آتی ضرور ہے ان لوگوں کے روزگار میں منافع
بہت ہی اسلئے ان لوگوں کو خرچ کرتے ہوئے روپے
کی قدر کم ہے یہ روزگار بہترین منافع کا ہے۔

۱۵۵ مولوی شرف الدین وکیل بلیجی کا
مکان دونڈی بازار میں راقم کے خاندانی مقبرہ
کے نزدیک ہے ان کا اصل وطن غریبی چک میں
ہے ان کی جدی برادری قاضی رضا حسین مرحوم
خان بہادر سے تھی ان لوگوں کا جدی تعلق منشی
شیخ امیر اللہ کے خاندان سے تھا خاندان بابو عبدالکریم
و شیخ تفضل حسین عرف بیچا مرحوم بھی تھے وہ ساکن موضع
خواجہ پورہ سے تھے یہ لوگ تفضل حسین عرف بیچا مرحوم کے عصبہ وارث

مین جائداد بھی پایا ہے ان لوگون کے تعلقات برادری
بیدرآباد ہر سائین مین بخاندان خواجہ علی تمسو میان کے
ہے ظفر نواب گیا کے خاندان کے منجہ ہین غریبی چاک
مین اصل وطن تھا جہان زمینداری راقم کے متروکہ کی حیثیت
سے بہ حیثیت متولی آگئے ہے ان لوگون کا تعلق برادری
کرڈئی لہسنا کر یلسے ہے ان کے چچیری بھائی مولوی
محمد نور وکیل ول مولوی نگن مرحوم اچھے عمدہ وکیل
اور تیز بہت کمانے والے اور فوجداری مین خوب
کام کرنے والے گذرے مگر وہ غیر مستقل زندگی گذار
گئے کمایا کھایا کھلایا وضع رندانہ اور دل فقیرانہ
لاپروا بے نیاز مگر با اخلاق آدمی گذرے چند برس
پٹنہ مین چند برس حیدرآباد مین رہے چند برس
چمپارن مین چند برس چھپرہ مین الغرض تمام
رہے اور تمام وکالت بھی اور روانہ ہوگئے یہی
مذاق رہا بلخی لوگون مین استقلال کم ہوتا ہے
اون کی شادی مولوی فضل الرحمن صاحب ڈومری کے
لڑکی سے ہوئی تھی وہ علی شیر بھائی کے سارھو
تھے اون کے بیٹے مسٹر ضیاء الدین ہین جو کہ لین سکول
مین ہین انگلینڈ بھی گئے تھے ان کے ایک سارھو

مولوی ظہور مرحوم تھے جنکا مکانات باقر گنج مین ہو نجو بابو
کے مکان کے قریب ہے اُنہون نے اپنی جائداد علی شیر بھائی
کی بی بی کو لکھدیا مولوی نور صاحب نے بڑے دھوم دھام
کی تقریب ضیاء الدین مذکور کی رائے پور ہ مین کیا تھا
جس مین بڑے بڑے عمائدین شہر شریک تھے اور اچھے
اچھے گانے والے بلائے گئے تھے بی حیدر لکھنو کی ایک
گانے والی عورت تھی گانے مین ان پر ختم مریون کا گانا ختم
تھا اپنی زندگی بڑی آزادی اور خوش بسر کر گئے
یہ بڑے کینہ پرور سخی با اخلاق آدمی تھے اور اچانک
موت ہوئی پچاس کے سن کے ہوکر انتقال کر گئے
مولوی شرف الدین بلخی کے بھائی ڈاکٹر غیاث الدین
مرحوم تھے ان مین تیزی ذہانت بالا کی تھی یہ حاجی
تھے شہر سے ایک عورت کو عقد کر کے لائے تھے
پھر میراں تیزی اوسکو واپس کرنا ہوا غیر ملک
و غیر قوم کی عورت سے نباہ ہونا مشکل ہے اسی
لئے کفو کی تاکید مسلمانوں مین اور ہندوؤن مین
ہے ان کی شادی بختی محلہ مین بخاندان مولوی
عبد الحئی مرحوم ہوئی وہ حافظ احمد رضا سکندر نواب
جنگ سے تعلق قرابت قریب کی رکھتے تھے اون

اولاد موجود ہے نام تو لڑکون کا یاد نہین ہی مگر بعض
لڑکے کو جانتے ہین ایک کا نام مولوی حفیظ اللہ ہی وہ بھی
باپ کی طرح بلا کے ذہین ہین اور ویسے ہی غیر مستقل
زندگی گذارتے ہین آجکل وہ افریقہ مین ہری بابو
دل دیوان جے پرکاش لال دیوان ڈومراؤن کے
بیٹے کے یہان ملازم ہین پہلے یہ قانون گو تھے بہت
نوکریان لین اور چھوڑا پھر تجارت کے اصول پر پوری
چلایا پھر اسے چھوڑا دوسرا کام کیا الغرض کوئی کام
استقلال سے نہ کیا ورنہ یہ بڑے شخص ہوجاتے ان کے
ایک بھائی سیٹی اسکول مین مولوی ہین ایک بھائی
گھر پر رہتے ہین ان لوگون کی سکونت اب بخشی محلہ
مین ہے پہلے غربی چک مین تھی ہنوز زمین مکانات کی
موجود ہے ڈاکٹر حیاۃ کی بعض تصنیف حفظان صحت اور خود انکی
طرز معاشرت کے بابت چھپی ہوئی ہے وہ عربی بھی
بولتے تھے مولوی شرف الدین کے لڑکے قمر الدین مختار
تھے اون کے لڑکے بھی موجود ہین جو ڈسٹرکٹ بورڈ کے
ملازم ہین اور مولوی شرف الدین کو تھوڑی جائداد تھی
اوسی سے گذران کیا پھر قمر الدین مختار نے کمایا سیٹی
مین اچھے مختارون مین اور کمانے والون مین تھے

دو تین برس ہوا قضا کیا مولوی شرف الدین کی اوائل
زندگی خوش گذران ہوئی آخر عمر مین ان کو تکلیف ہوئی
پندرہ برس تک مفلوج پڑے رہے ان کے حواس مین
بوجہ سن کے فرق آگیا تھا یہ قریب سو برس کے ہو کر
انتقال کر گئے زیادہ سن بھی انسان کو تکلیف دہ ہوتا
ہے گو زندگی رہے مگر بیکار رہے سخت تکلیف سے گذران
ہوتی ہے اور اسقدر بوڑھے آدمی کو کوئی پوچھتا نہین
ہے اوسکو ذاتی لذت بھی نہین رہتی قوا سب جواب
دیدیتے ہین نہ کھانے کی لذت نہ کہین آنے جانیکی
لذت نہ کسی کو پہچاننے کی صلاحیت الغرض انسان
زندہ درگور رہتا ہے حیات اوتنی ہی اچھی ہوتی ہے
جب تک ملتسات دنیا کی لذتون کا حس رکھتا ہے
جب دنیا کے ہر محسوسات سے بیکار ہو گیا تو زندگی کا
کوئی فائدہ نہین رہتا یہ قاضی رضا حسین خان بہادر
پھوپھا راقم کے قرابت قریب کے لوگ تھے اور برتاؤ بھی
اچھا ہی رہا ان لوگون کا مقبرہ جھٹلی مین بچی درگاہ پر دریا
کنارے ہے اور بعد رشا سب بھائیہ کی نندہ ہین اس خاندان سے
مولوی ابو البرکات صدر اعلیٰ اور مولوی ابو الحسنات وکیل
دہی سے تعلقات قرابت قریب کی ہے یہ لوگ قاضی ضیاء حسین

کے ہمیرے بھائی مولوی لطیف جہان آباد کے زلزلے کر ہین
ان لوگون مین خاندانی ذہانت ہے ایک ایک بچہ ذہین
اور عقلمند ہوتا ہے مگر خاندان بلیجی مین ایک طرحکی شان
ہے وہ لااوبالی پن ہے یہ حضرت مخدوم مظفر بلیجی کا
فیضان ہے اون کی ہر اولاد مین شان کا ہونا لازمی
ہے اور لاپروا ہوا کرتے مین راقم نے جتنے آدمی بلیجی
خاندان کے دیکھے اون مین یہ مادہ ضرور پایا ورنہ وہ
بلیجی خاندان کا نہین ہے۔ راقم کی خوشدامن اور دیہ
اور بلیجی تھین موجودہ اولاد ذکور واناث راقم بھی اسی
خاندان بلیجی کے ہین اون لوگون مین بھی بے نیازی
سخاوت لاپروائی ضرور تھی بلیجی خاندان والے شاہی
دماغ رکھتے ہین مدبر ہوتے مین خوش اخلاق منکسر
اور سخی ہوا کرتے ہین یہ راقم کے پچاسون برس کا
ذاتی تجربہ ہے بوجہ قرابتداریون کے سیکڑون آدمی
اس خاندان کے دیکھے سب مین مذکور بصدر صفت
کم وبیش پایا ہے۔

۱۵۶ وزیرامیان دوندی بازار کے
موڑ پر رہتے تھے یہ غریب آدمی تھا دلی ہاتھ پیش
امیرانہ تھی اون کا روزگار بظاہر نہ تھا مگر بڑے

ٹھاٹھ کی زندگی گذار گئے اور بڑا رعب داب تھا شہر کے
رؤسا اور غربا ان سے دبتے تھے آخر میں کچھ جواہرات
کی تجارت کرنے لگے تھے جو ایک معمولی حیثیت کی تجارت
کا نام تھا ان کے بھائی زلفی تھے جو بوٹی بوٹی کرکے رانی پور
تالاب پر مقتول ہوئے اون کے قاتلوں کا پتہ نہ لگا۔
اون کی اولاد میں محمد حسین وغیرہ موجود ہیں زلفی کی
لڑکی سے ڈاکٹر بشیر نے عقد بھی کرلیا تھا اولاد بھی ہے
اور وزیر میاں والا مکان ڈاکٹر بشیر کی بی بی کے لئے
بنایا گیا ہے وزیرا میاں کے بیٹے اچھو میاں میونسپلٹی میں
چپراسی ہیں آخر عمر وزیرا میاں کی تکلیف سے گذری
بیس برس ہوا ہوگا ان کا انتقال ہوگیا جائداد تو نہیں
تھی مکان تھا بک گیا اولاد پریشان ہوگئی بی بی بچے
تکلیف سے گذران کرنے لگے اب اچھو نوکر ہیں اور
کماتے کھاتے ہیں زلفی اور وزیرا قریب تر بھائی تھے
وزیر کے حقیقی بھائی امیر رفوگر تھے یہ بھی اچھے داشت
سے زندگی گذار گئے غربت کے ساتھ ان میں بڑی
داشت تھی اور وضع بھی آخر تک رہا آخرکار آخر عمر میں
تکلیف سے گذران ہوئی اون کے لڑکے حسنو اور
ایک اور زندہ ہے جو رفو گری مع ملازمت کرکے گذر

اگرسکے ہیں غریب کی داشت نہ نہیں سکتی مگر عادتاً غربا امرا
کی نقل کرتے ہیں اون کی برابری کا حوصلا کرتے ہیں جسکی
نباہ اون کے مالی حیثیت کے اندر غیر ممکن ہے اسلئے غربا
کو آخر عمر میں پریشانیاں ہوتی ہیں اور تکلیف دہ
ہوا کرتی ہیں آدمی کو اپنی حیثیت کے اندر چلنا ہے
اچھا رہتا ہے دنیا میں ایک سے ایک امیر پڑے
ہیں کس کس کا مقابلہ کیا جائے آدمی کو لازم ہے، ایاض
قدر خود بشناس، جو آدمی اپنی حیثیت سے باہر کام
کرتا ہے اور اپنی ذاتی مالی اقتدار کا موازنہ نہیں کرتا وہ
دنیا میں بجائے معزز کہلانے کے ہنسا جاتا ہے اور خدا
اُسے گرا کر دکھا دیتا ہے۔ ایکہ شیران را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج۔ ضرورت انسان
کو گرا دیتی ہے جان و مال سب پر زوال آجاتا ہے اس
خاندان کے لوگوں میں اب تک بزرگوں کی داشت
اور وہی ترکیب اور مزاج موجود ہے خود بھی آپس میں
ان لوگوں کے دمی جھگڑا فسادلے دن ہوا کرتا ہے
اسی مزاج کے وجہ کر زلفی مقتول ہوئے اور وزیر بابا
ہوئے امیر میاں کو آخری عمر میں تکلیف اوٹھانا پڑی
ان لوگوں کی قرابت داری فصاحت کے میدان

والون سے ہے یہ محلہ میدان شاہ نصاحت مشہور تھا اب
اس محلہ کا نام میدان فساد ہے روزمرہ اس محلے مین
بے ضرورت بھی فساد ہوا کرتا ہے اس محلہ مین تعلیمی اثر
کم ہوا اور لوگ تعلیم پانا بھی نہین چاہتے راقم نے
حکیم خواجہ کی تحریک پر ایک مکتب کھلوا دئے تھے اور سر
فخرالدین منسٹر کے مدد سے سرکاری طور پر مشاہرہ و اخراجات
مدرسہ کے لیے کچھ بھی مقرر کرا دیا مگر لڑکے داخل کم ہوئے
اور جو ہوئے وہ بازاری لڑکون کے تھے خود بھی ان لوگون
نے پڑھنا پسند نہ کیا اور والدین بھی اس امر کو قبول کرسکے
لڑکے ہوشیار ہوئے آٹھ دس برس کے ہوئے ان سے
گوشت پیٹھا بننے کا کام لیا جانے لگا دو چار آنے کی مزدوری
ہوگئی اسی کو والدین غنیمت جاننے لگے آخرکار مدرسہ
ٹوٹ گیا اور بچے اسٹریٹ بوائے ہوکر رہے اسلئے اس
محلہ مین فساد ہوا کرتا ہے اور آپس مین جھگڑے بیضرورت
اور ادنے ادنے بات مین ہوا کرتی ہے یہ تو شان جہالت
ہے اسکو ہوکر رہنا چاہیئے جہان علم و صحبت و تربیت
سمن ہے وہان تو فساد لازمی چیز ہے بعض بعض
خوندہ جو ہین ان کی زندگی بھی تلخ ہے جہلا دولت
کیلئے رنج کو برداشت نہین کرسکتے اسکے لئے عالی ظرفی

کی ضرورت ہے دو چار ہی روپے کی حیثیت اگر غربا کی ہو جاتی ہے تو وہ اڈبل پڑتا ہے اور اپنے کو خدا جانے کیا سمجھنے لگتا ہے لباس نقل یا ریاکی انسان کو برباد کرنے والی چیز ہے جس گروہ کا لباس انسان نے استعمال کیا بس اس میں گروہ کی شان دکھانے لگتا ہے مسلمان اگر لنگی پائجامہ پہنتے تو وہ اپنے کو رئیس جاننے لگتے ہیں اور اعلیٰ طبقہ کا آدمی شمار کرتے ہیں حیثیت ہو نہ ہو شان آجاتی ہے کمنا کوٹ پتلون پہننے لگے صاحب بن گئے اور خودداری ہو گئے سستی پیدا ہو جاتی ہے اپنا منصبی کام چھوڑنے لگتے ہیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں صرف ٹھاٹھ دیکھیے اندر اندر سب کھوکھلے ہی ہیں بیسے کسی کے گھر نہیں ہیں لفافہ درست درست مضمون ندارد ہے لباس کا اثر اخلاقی اور انسانی باتوں پر بہت گرتا ہے مالی حالت خراب اور نمائشی چالیں اور پھر اسی سے آخر نتیجہ خراب نکلتا ہے اپنے حوصلے پورا کرنے کی غرض سے انسان جرائم کا مرتکب ہو جاتا ہے اور ناجائز طریقوں پر بھی زیادہ ہوتا ہے اچھا آدمی بھی خراب ہو جاتا ہے لفافہ کے اندر خراب خراب مضمون کا پتہ چلتا ہے لباس دھوکے کی ٹٹی

ہے اسکو پولس خوب جانتی ہے کہاں کہاں کس کس
لباس مین کیا کیا جرایم ہوا کرتے ہین اور اس لفافہ
دارون مین کیسے کیسے مضمون پیدا ہوتے ہین
انسان کے لفافہ پر نہین جانا چاہئے اونکی اندرونی حیثیت
پر پہلے توجہ کرنا چاہیئے اگر حیثیت سے باہر کام کرتا ہے
تو وہ آدمی ایک دن مخدوش نکلے گا کم از کم لوگون
کا مال مار کر مفلسی مین درخواست دیگا غربت مین
خودداری پھر کہان رہ سکتی ہے ضرورت تنگی انسان
سے ہر کام کرا سکتی ہے اسی مین اچھے اچھے آدمی
خراب ہو گئے اور بدنام ہو گئے موجودہ زمانے مین
لفافہ عمدہ اور مضمون خراب رہتا ہے۔

۱۵۷۔ **مظفر حسین** سوداگر لکھنؤ کا مکان دراب ٹولی
مین تھا لکھنؤ سے آئے کرایہ کے مکانون مین رہے
پھر مکان خرید لیا دو قطعہ مکان تھا ایک سکاری ہس
چوکی کے پاس تھا جو مہابیر پرشاد کلوار کے مکان
کے سامنے تھا اس مین ان کا عطر کشی کا کارخانہ
تھا مظفر حسین نے اپنی زندگی خوش حالی اور
خوش خوراکی کے ساتھ گذار دیا بڑے با مذاق پچاس
برس کے آدمی تھے تمام رئیسون مین انکا گذر تھا

اچار چٹنی مربے تیل عطر سکنجبین اور عرقیات متعلق بیماریون
کے ان کے یہان فروخت ہوتی اور خوب بکری تھی اور
سال مین دھوم سے مولود کرتے اور عام لوگ مدعو ہوتے
رؤسا شریک ہوا کرتے اچھی طعام داری کرتے رہے
متقی پرہیزگار نمازی آدمی تھے شہر مین عقد بھی کر لیا تھا
۲۵ برس گذرا ہوگا مر گئے ان کے داماد مرزا عبدالواحد
بیگ بھی اوسی انداز طبیعت کے آدمی ان کے جانشین
ہوئے اور اسی انداز کی زندگی گذارتے اون کے ایک
بھائی اور تھے وہ ریحان کمپنی رانی گنج مین نوکر تھے
غالباً اون کا نام وزیر بیگ تھا وہ بھی مر گئے مرزا عبدالواحد
بیگ نے دونون مکان راقم کے ہاتھ بیچا اور دراب ٹولی
والا مکان ہری چرن حلوائی کے ہاتھ راقم نے فروخت
کیا اب اسمین ہری چرن حلوائی رہتا ہے اور حلوائی گری کے
کام مین ہوشیار ہے مرزا عبدالواحد اندازی ۲۵ برس
یہان رہے اور لکھنو جا کر مر گئے اون کا لڑکا عبدالعزیز
ہنوز زندہ ہے اور لکھنو ایک چچا کے یہان شادی کی
ہے اور حیدرآباد مین کسی رئیس کے یہان رہتے ہین
اون کے چچا زاد دو عم بطیخ ہین مرزا جی کی اولاد ہے
جو مرتضی خان کے خاندان مین لکھنو مین بیاہے گئے

مرتضےٰ خان کے لڑکے مرتضےٰ خان مصطفیٰ خان وغیرہ
ہیں جو میراصغر علی کے مشہور کارخانہ عطر فروشی کے اب
مالک ہیں میراصغر علی کی برادری میراحمد علی پٹنہ سے تھی
میراحمد علی کی اولاد میر علی احمد اور میر عبدالرحمٰن تھے
حافظ میر علی احمد کے بیٹے منشی سید علی حسن اور منشی سید محمد حسن
چھاپے خانے والے ہیں جو شاہ کی املی میں ہیں جس مکان
میں مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رہتے تھے۔ زندہ ہیں
میراحمد علی خانقاہ منگل تالاب کے بغل میں رہتے تھے
میراصغر علی کے بیٹے محمد علی تھے اونکی بہن میر قمر علی
ولد میر نجف علی وکیل سے بیاہی ہے میر قمر علی کی لڑکی
مرتضےٰ خان کے بیٹے سے بیاہی ہے اوسکی اولاد لکھنؤ
میں زندہ ہے اس خاندان سے مرزا عبدالواحد بیگ
سے سروکار قرابت داری تھا اور چھوائی ٹولہ میں انہیں لوگوں کا
مکان تھا میر نجف علی کے داماد خواجہ فخرالدین سخن
تھے اور خواجہ صاحب کی اولاد میں خواجہ عبدالمجید
دیوان محلہ میں رہتے ہیں انہی سے مرتضےٰ خان کے
بیٹے کی قرابت داریاں اس شہر میں ہیں اور وہ اکثر
ایلکے آئے اور راقم کے مہمان رہے راقم بھی اونکا مہمان
لکھنؤ میں رہا ہے یہ سب کہانیاں ہیں جو چشم دید ہے

اب ان یاقوت کی نہ دید ہے نہ شنید ہے اللہ بس باقی
ہوس خواب تھا جو کچھ کے دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔
۱۵۸ رام دیال رم پرتاب کا مکان بھی دریا ٹولی
میں تھا یہ سب معقول شریف النفس آدمی تھے اور
مالی حالت بھی اچھی تھی یہ پھر چھوٹے اوبچے لوگوں
سے ملا کرتے تھے۔
۱۵۹ امراؤ ہزاری بھی اسی محلہ میں رہتے
تھے ان لوگوں کا بھی نام یادگار رہے گا ان لوگوں
نے اپنی زندگی میں خوب عیب داب رکھا ہزاری
کا تو کاغذ کے مثلوں میں نام ملے گا۔
۱۶۰ جواہر نامی ایک لڑکے کو جو وزیر کے
شاگرد تھے کسی نے دو دفعہ بازار کے ٹوبر شیخ علی کے مکان کے پاس
چھری ماردی وہ بڑا خوبصورت پہلوان نوجوان
۱۹ برس کا مقتول ہوا اور پتہ نہ مل سکا کون قاتل
تھا حالانکہ اغیار کا کام نہ تھا آپس ہی والے ایسے
کام کرتے ہیں اور ہمارا ہی لوگوں سے خون یا دو
تر ہوا کرتا ہے نوجوان لوگ سب کو اپنا دوست
ہی جانتے ہیں دوستی کس جانور کا نام ہے جب
جب خون میں سفیدی آگئی ہے قرابت اور

قریب تر رشتہ دار اپنے ہی ہاتھوں برباد بھی کر دیتے ہیں
اغیار کیا برت سکتے ہیں شاید ہے ہزار میں دو ایک
مثال ملے گی نوجوانوں کو ان کے ناتجربہ کاری دھوکہ
دے رہی ہے سیکڑوں خون اپنے یاد میں سنے گئے زیادہ
تر ہمرازوں کے ہاتھ سے سرزد ہوئے چوتھائی سے
بھی کم دشمنوں کے ہاتھ سے ہوئے دشمن بھی دوست
ہی ہوا کرتے ہیں یا اقربا اغیار بے سروکار نہ دوست
نہ دشمن بعض بعض خون لالچ میں ہو گئے ہیں دوست
ہی تو ہمراز بنکر سارے بھید کو کہتے ہیں چور کو کہیں چوری
کا اور سادھ کو کہیں جاگتا رہ خفیہ پولس ڈیپارٹمنٹ
محکمہ ابکاری پولس ڈیپارٹمنٹ کی کامیابیاں دوستی
ہی پر منحصر ہیں مقدمات کا پتہ احباب ہی سے چلتا
ہے جرائم کا پتہ احباب ہی سے کھلتا ہے دوستی نایاب
اور لاوجود چیز کا خیالی نام ہے ملاقات دنیا چلانے
کے لئے ہے اور پولس بھید ہے کے لئے ہے برتاؤ اور ربط
کا نام لوگوں نے غلط فہمی سے دوستی رکھا ہے یہ
منحوس اور مضر چیز ہے آدمی کو اپنا ہمراز بنانا دشمنی
پیدا کرنا ہے خدا کے سوا ہمراز ہونے کے لائق دوسرا
نہیں ہے وہ ستار عیوب ہے انسان میں ستاری کا

آمادہ نہین ہوگا یہ صفت کم انسان مین پائیگا اور برائی
چھپ کر چڑھکر آواز دیتی ہے لاکھ پوشیدگی سے برائی
کے فعل کیجئے وہ ظاہر ہو کر رہے گا یا تو برائی سے جو
بے حسی کرے برائی مشہور ہو کر رہے گی اور چھپ نہ سکے گی
قانونی سزا یہ مین آئے نہ آئے ہر اعلیٰ صفت ظاہر
ہو کر رہتی ہے مگر دنیا تعریف پر آمادہ نہین ہے دنیا نکتہ چینی پر تیار ہے
سلطان ادراب ٹولی مین ہمیشہ ٹولی کا مکان
تھا اسکی مان دولتمند تھی اس نے اپنے وقت مین
اپنا نام دفاتر سرکاری مین چند بار درج کرائے پتہ بھی بدلا
اور پھر یکدم ترقی جسکا پتہ کاغذات سے مل جاتا ہے ٹولی
کی دوکان بدچلنون کا کلب ہوا کرتا ہے نوجوانون کی
آرامگاہ چنڈوخانہ چائے خانہ مکھانہ قہوہ کی دکانات بدیونکے گوشے
اور تمولیون کی دوکان پر ہے ان جھونپڑیوں مین شباب
کا اوبھار اور جرائم کی بہار ہے اب تو لیچی ہوٹلوں
مین بھی انگریزی سرفروش عورتین ہوگئی ہین اور جرائم کے
پتہ لگانے والے بھی ایسا نہین جنھون نے رمز کا پتہ
لگا لیتے ہین یہ جگہین شب کے وقت بیکارون کے وقت
کاٹنے اور جی بہلانیکے لئے مخصوص ہین ان صحبتون
مین انسان بیکار ہو جاتا ہے اپنا آپ ہی دشمن

ہوجاتا ہے یہ جگہین جرایم اور جھوٹھ کیلئے بہین بو ئی جاتی ہین اور انہین جگہون مین اوس کی سیرابی اور شادابی اور داب رسانی کا سامان ہوا کرتا ہے جو باتین یہان ہوا کرتی ہین وہ اخبارون سے زیادہ شایع ہو جاتی ہین یہان کے اطوار بالکل پوشیدہ نہین رہ سکتے بعض بعض پوشیدہ باتون کا اظہار یہین سے ہوا کرتا ہے ساری صلاحین تخلیہ مین انہین جگہون مین ہوا کرتی ہین ہمنے بعض کانسٹبل کو بھی کہ جمع مجرم لاتے پایا خفیہ پولس کو انہین جگہون مین شریک دیکھا ہے دوست بنے ہین ہمنشین اور شریک بھی ہم نوالہ ہم پیالہ ہم عادت بھی ہین ورنہ ہزارہا کام بھی پورا پورا اپنا انجام دے رہے ہین احباب کے ہمراز اور اپنی نوکری کے ذمہ دار ہین الغرض دنیا مین کیا کیا نہین دیکھا اور پھر ہر بندہ کی لائیف سے کیا کیا فائدہ نہ اوٹھایا پر اچھی بھلائی کا راستہ بتاتا ہے وہ بھی خلائی میدان کا ایک اوستاد ہی ہوتا ہے خود اپنی پریشانیون سے دوسرون کو ہوشیار بنا دیتا ہے۔

۱۶۲ دوندی بازارین حمیدی نامی

ایک شخص تھا گویہ محض گمنام آدمی تھا مگر اسکی سرنخ

عمری ایک مفید تر باتین بتاتے ہین اسلیے تذکرتا
اسکا حال لکھنا نامناسب نہ ہوگا یہ شخص بچپن مین
نہایت گورا خوبصورت آدمی تھا اسکی مان اور دو
بہنین بھی بہت حسین عورتین تھین ان لوگون کا
شباب دیکھنے کے لایق تھا ابتدائے عمر مین اس لڑکے
نے راجی کا کام سیکھا اور ہوشیار کاریگر ہوا بہتیرے مکان
اس نے بنائے اور مکانات کے اندرونی قطعات
سے یہ آگاہ تھا جب کچھ سن آگیا مان مرگئی گھر کی باقی
عورتین اپنے پورے شباب پر آگئین اور خودمختار ہوگئین
اس شخص سے جدا ہوگئین اور بعض کلکتہ گئین اور
بعض اسی شہر مین نوجوانون کے زوجہ اور نعمت
غیر مترقبہ ہوگئین اون دونون نے اپنی اپنی جوانی کو
خوب روندا اور نوجوانون کی خوب خبر لی اون کا
شباب کثرت بدکاری کے وجہکر ڈھلا اور قوا نے
نے جواب دیا ایک تو مرگئی ایک بھائی کے گھر رہی
بے حیائی اور بدکاری کا بیسہ کھانے سے وہ لڑکا
بھی بے حیا ہوگیا اور اوس کی فطرت بھی بدلی
غیرت اور حمیت اوس سے جاتی رہی دن بھر
وہ راجی مین کماتا اور رات کو یاردوست جمع

بہتے اور خاصہ گور ہٹہ تمام مکان مالزادیون کا سا ہوگیا رفتہ
رفتہ تیس برس کے عمر مین چھوٹی چھوٹی چوریون کا عادی
ہوا پھر تو بڑی بڑی چوریان کرنے لگا اور اس فن مین
پہلے درجہ کا مشہور استاد ہوگیا اور دن بھر گھر بیماری شکل
شکل بنائے بیٹھا رہتا اور چند احباب ساتھی بہا کرتے
اور بظاہر سخت بیمار معلوم ہوا کرتا دن کو بھی رات کو
آخرکار ایک دن بمکان منشی محمد امیر مرحوم بوقت مولوی
محمد قایم رجسٹرار جب وہ اپنے ملازمت پر تھے اونکے عقب
مین بذریعہ نقب آپ اس مکان مین تشریف لائے
منشی منور علی محمد قایم صاحب کے خالو اس مکان کے
انچارج محافظ تھے اوسوقت اون کی عمر قریب ساٹھ
برس کے ہوگی بوڑھے آدمی مگر جوانی سے وہ پہلوان تھے
اوس وقت کے امیر و غریب تہ کشتی بحیثیت فن پہلوانی
مین ضرور کچھ نہ کچھ دخل رکھتے تھے) آخرکار دونون مین
ایک گھنٹہ تک دھکم دھکی ہوگئی اور اس نے بھی وار کرنا
آغاز کیا وہ غریب بوڑھے یہ جوان اور تروتازہ کا پیشہ ور مشاق
وہ اپنے کو بچاتے ہی رہے وار کا موقع نہ ملا جب انہوں نے
اپنے کو پریشان پایا لوگون کو پکارنے کا قصد کیا اوس نے
ان کو یاد دلایا اگر پہلوان مرد ہو تو لوگون سے مدد کیون

چاہیے ہو اور کچھ شوخیان ہین وہ نہایت شریف طبیعت
مزاج آدمی تھے اونہون نے کسی حکمت سے اسپر قبضہ
کر کے اسے پٹ گرایا اور کمر پر ٹھیکرا اوسکے ہڈی پر ایسا ضرب
دیا کہ وہ بیکار ہوگیا اور عمر بھر کے لیئے بیکار کر دیا گیا وہ
برداشت نہ کرسکا چلایا لوگ جمع ہو گئے پولیس آئی اوپر
چوری کا مقدمہ اور ان پر بیکار کرنے کا مقدمہ چلا راج دو
ے **۱۶۳ مہیش ناوہ** کا مکان دراب ٹولی مین تھا
لکڑی کا روزگار تھا چند بیس روزگار کرنے کرتے اچھی حیثیت
ہوگئی اب اوس کے وارثان زندہ ہین سونڈی بنیے
تیلی تمولی بڑہی لوہار سنار گوالے اور دیگر شودر قوم
آجکل خوب پیسے والے ہوتے ہین وہی روزگاری ہوتے ہی
بیوپاری ہین وہی خدمت گذار ہین اون کو کسی کا عذر نہین
عار نہین ہے محنت کرتے ہین دولت پیدا کرتے ہین
مسلمان نکمے بنکر کھاتے ہین اور مزے اوڑاتے ہین انکو
دنیاوی ترقی کیا ہو سکتی ہے ہر بات مین ان کو شیخی ہے
بھیک مانگنے کو عیب نہین جانتے ہین کماکھانیکو عیب
جانتے ہین کرین خدمتگاری او باو گالدان ملنے کو جب
جائین جھاڑو دینا برا جانین ان کو افلاس ہوگا تو کسلو
ہوگا ہر بات تو عیب مین داخل ہے تو کیا انکو مصاحب

بنا کر خدمتگاری کی نوکری دیجائیگی ڈرائیور تو چھری بھائی
نہیں حقیقی بڑے بھائی ہونیکا دعوے رکھتے ہیں معیاً تجھے
تو تجھا ہی بننا چاہتے ہیں جس طرف توجہ کیجئے گا مسلمانوں
کی غربت ٹلنے کا کوئی سامان مہیا نہیں ہو سکتا قومی
نکبت نے ان کو کسی کام کا نہیں رکھا آیندہ دیکھئے
کس حد کو ان کا غرور ان کو تہ نشین کرتا ہے ان کو اپنی
موجودہ منصب کا بالکل خیال نہیں ہوتا ہر ایک
اپنے کو محمود غزنوی ہی جانتا ہے کیونکر ترقی ہو سکتی ہے
ہر لاین کو تو یہ خود چھوڑے جاتے ہیں ابھی تک تو صرف
کو تحصیل روزگار کیطرف توجہ دیکھتے ہیں یعنی صرف یان
کی دوکان بہت کرتے ہیں بقیہ روزگار کیطرف سے یہ جدا
میں ہندوؤں کے یہاں ادنیٰ تم ذات تو نشہ خوار بھی ہیں نہیں
اور مذہباً ناجایز جانتے ہیں مگر مسلمان سادات تاریدن
رات چرٹھے پائے جاتے ہیں جسوقت سرداران قوم
کی اولاد کا حال دیکھتا ہوں شرم سے ڈوبتا ہوں اور
خدا سے پناہ کی دعا مانگتا ہوں جب سرداران کی ذات
کا یہ حال ہے تو اور گروہوں سے کیا امید ہو سکتی ہے
مسلمان اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر اپنا پیٹ بھی نہیں پال سکتے اپنی ذاتی
ضرورتوں کو خود پورا نہیں کر سکتے دنیا جگی ہے خواب غفلت میں ہیں

انڈکس فہرست حضرات علاقہ چوک وارڈ
حصہ اول
بقید نمبر شماری صفحہ از تا صفحہ مندرجہ کتاب

نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	از صفحہ	تا صفحہ
۳۶	ڈاکٹر مہندر ناتھ صاحب	۸۱	۸۲	۵۸	میر احمد حسن صاحب	۱۱۵	۱۱۶
۳۷	ڈاکٹر بشیر صاحب	۸۲	۸۶	۵۹	سکھراج بہادر صاحب	۱۱۶	۱۱۸
۳۸	حافظ احمد اللہ صاحب	۸۶	۸۹	۶۰	چھجو لال متھورا پرشاد صاحب	۱۱۸	۱۱۹
۳۹	خواجہ امان اللہ صاحب	۸۹	۹۱	۶۱	خواجہ عنبر	۱۱۶	۱۱۹
۴۰	خواجہ احمد علی صاحب	۸۹	۹۱	۶۲	بابو چینی لال	۱۱۹	۱۲۲
۴۱	خواجہ محمد خلیل صاحب	۹۱	۹۲	۶۳	اچھے خاں ہمت خاں گامی خاں صاحب	۱۲۲	۱۲۳
۴۲	خواجہ امین صاحب	۹۲	۹۳	۶۴	نور احمد کاغذی	۱۲۳	۱۳۰
۴۳	خواجہ بادشاہ	۹۳	۹۴	۶۵	عبدالرحیم	۱۳۰	۱۳۰
۴۴	بابو خان	۹۴	۹۵	۶۶	گھسیٹا دوکاندار	۱۳۶	۱۳۶
۴۵	مولوی یحییٰ وکیل و خواجہ صاحب وزیر آباد	۹۵	۹۹	۶۷	قمر دراز	۱۳۶	۱۳۶
۴۶	شیخ خان عبداللہ خاں صاحب	۹۹	۱۰۰	۶۸	میاں دلی درزی	۱۳۶	۱۳۷
۴۷	رسول شاہ و عبدالصمد عبدالعزیز وکیل صاحبان	۱۰۱	۱۰۱	۶۹	رامالو ٹوپی والے	۱۳۷	۱۳۷
۴۸	شیو نرائن چودھری	۱۰۲	۱۰۳	۷۰	سنگھ جی باجے والے	۱۳۷	۱۳۷
۴۹	حافظ احمد شاہ	۱۰۳	۱۰۶	۷۱	منشی ... نبات والے	۱۳۷	۱۳۹
۵۰	سائیں شاہ	۱۰۶	۱۰۷	۷۲	کستوری لال عطار	۱۳۹	۱۴۱
۵۱	حکم شاہ عبدالمجید صاحب	۱۰۷	۱۰۸	۷۳	ڈاکٹر ترکی	۱۴۱	۱۴۳
۵۲	بابا سمیر سنگھ	۱۰۸	۱۱۰	۷۴	بابو کھڑک لال	۱۴۳	۱۴۴
۵۳	مولوی اسحاق انسپکٹر	۱۱۰	۱۱۱	۷۵	بابو تارا چند جوہری	۱۴۴	۱۴۴
۵۴	مولوی خورشید انسپکٹر	۱۱۲	۱۱۲	۷۶	بدھو لوہار	۱۴۴	۱۴۵
۵۵	شکور انسپکٹر	۱۱۲	۱۱۲	۷۷	بچہ بابو گوردارہ	۱۴۵	۱۴۷
۵۶	منشی عبدالحکیم سب انسپکٹر	۱۱۲	۱۱۳	۷۸	چھجو مہاراج	۱۴۷	۱۴۷
۵۷	منشی ٹھاکر پرشاد	۱۱۳	۱۱۳	۷۹	چھوٹو بابو	۱۴۷	۱۴۸

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

اللہ بس باقی ہوس

اس کتاب میں شہر پٹنہ کے ہزاروں امیر و غریب معزز و غیر معزز لوگوں کی سوانح عمری اون کے حالات اون کے تعلقات برادری لکھی گئی ہے اوس کے ساتھ ہی ساتھ مذہبی ہدایتوں کا پہلو بھی موجود ہی اصلاح قومی کیطرف توجہ دلائی گئی ہے تمدن و سیاست پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے بہتیرے معلومات کا ذخیرہ ہی

موسوم بہ

یادگار روزگار
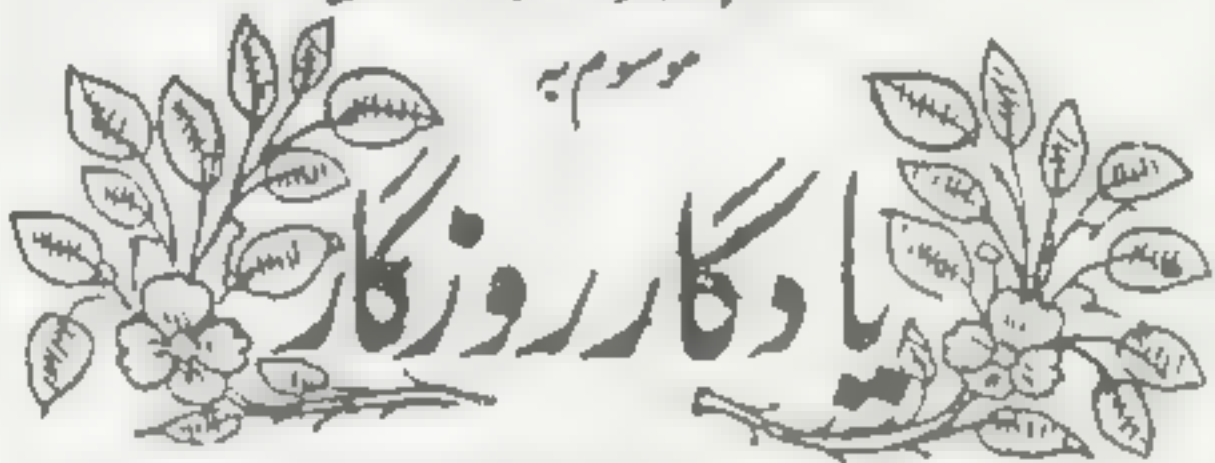
یہ پہلا حصہ خواجہ کلاں وارڈ کا ہے بقیہ باقی لوگوں کا حال حصہ دوم میں ہے جو زیر طبع ہے یہ کتاب چھ وارڈوں پر لکھی گئی ہے۔ مالسلامی۔ چوک۔ خواجہ کلاں۔ عالم گنج۔ سلطان گنج۔ باکی پور مع بہوڑ۔ اس کے ساتھ بہت سے ضمیمہ ہیں جس میں علما۔ مشائخ۔ ڈاکٹران۔ اطبا۔ جراحاں۔ اطراف پٹنہ کے بہتیرے خاندان کا حال اور مذہبی نصیحت آمیز باتیں درج ہیں ہر وارڈ کی قیمت جدا جدا ہی

مرتبہ

سید بدر الحسن سینر اعزازی مجسٹریٹ سٹی کورٹ و رئیس محلہ لودیکٹرہ شہر پٹنہ ہے

یہ کتاب بغرض نفع نہیں لکھی گئی ہے بلکہ بغرض فائدہ رسانی خلق اصلی لاگت پر بکے گی چونکہ اور حصے زیر طبع ہونے والے ہیں اسلئے مفت کسی کو نہیں دی جائیگی

قیمت خواجہ کلاں وارڈ حصہ اول مع ضمیمہ طیار شدہ ہے

جس کتاب پر مولف کا دستخط نہوگا وہ مال مسروقہ سمجھا جائیگا کوئی صاحب رکھنے کا قصد نہ فرماویں گے ورنہ نفع کی جگہ نقصان اوٹھائیں گے۔

ملنے کا پتہ مولف کے نام سے ہوگا

دلکش پریس گذری بازار پٹنہ سٹی

انڈکس فہرست حضرات علاقہ خواجہ کلاں وارڈ

حصہ اول

خواجہ کلاں وارڈ محلہ لودیکٹرہ وغیرہ

۱۔ مولوی شبیر علی مرحوم کا اصل وطن موضع فریدپور رتنی پرگنہ اکل ضلع گیا علاقہ جہان آباد میں تھا یہ مولوی محمد اسحاق مورث اعلیٰ کے خاندان کے آدمی تھے یہ بستی بر سر سڑک ہے۔ یہ چند بھائی حقیقی تھے اور چند چچیرے بھائی بھی تھے۔ ایک بھائی کا نام مولوی نظیر علی تھا ایک کا مولوی وارث علی تھا۔ ایک کا مولوی قادر علی تھا ایک بہن تھیں جو سید آباد پرسائیں میں بیاہی تھیں۔ اون کے بیٹے میر لطیف حسین میر راحت حسین میر فضل حسین تھے۔ میر فضل حسین کے بیٹے محمد محسن تھے جو کاکو میں بشارت مختار کے بہنوئی تھے اون کے بیٹے شمس الدین تھے وہ کوئیں میں ڈوب کر پٹنہ ہی میں مرے۔ دوسرے بیٹے میر احسن التوحید ہیں جو لکھنؤ میں منشی عبدالکریم کے لڑکی سے بیاہے تھے اون کی کل اولاد و بی بی مر گئے اون کا ایک ناتی زندہ ہے جو منشی احمد رضا مختار ساکن حال مغلپورہ کے بھائی کا لڑکا ہے۔ میر راحت حسین کا لڑکا گھیسو مرحوم تھے اون کی شادی شاہو بیگہ میں ہوئی تھی اون کی اولاد اناث بخاندان میر عبدالرحیم سید آباد میں بیاہے گئے۔ ایک لڑکا ہنوز زندہ ہی جو جہان آباد میں رنگریزی کا کام کرتا ہے اون کا نام امامی ہے۔ میر لطیف کی اولاد پرسائیں میں

موجود ہے ان کے خاندان میں میر الطاف حسین میر رحمان حسین
مولوی افضل حسین وغیرہ ہیں اون لوگوں کے اولاد در اولاد
موجود ہے۔ مولوی عبدالوہاب وکیل گیا اور مولوی عبدالصمد
وغیرہم ہیں۔ ان کی اولاد میدو میاں برارے اور حلیم میاں
کاکو کے یہاں بیاہی تھی ان لوگوں کی در اولاد موجود ہے
میر الطاف حسین کے بھائی میر ضمیر صاحب تھے اون کے
بیٹے محمد تقی صاحب تھے اون کے بیٹے وکیل ہیں میر ضمیر صاحب
کی شادی پالی میر یعقوب حسن صاحب کے بہن سے ہوئی
تھی۔ میر الطاف حسین کے خاندان کے لڑکے میر واجد حسین مختار
ہیں اون کے والد میر برکت حسین تھے وہ راقم کے چچیرے
ساڑھو تھے۔ میر واجد حسین مختار کے بیٹے مولوی عبدالعزیز تھے
جو افیوں میں بتیا میں گماشتہ تھے وہ بھائی محمد عمر صاحب
پھلواری کے داماد تھے۔ ان کی لڑکی حسین میاں پھلواری کی
بی بی تھیں۔ مولوی عبدالعزیز کا لڑکا بھائی عمر صاحب کا ناتی
اب پھلواری میں جانشین بھائی عمر صاحب محرر روڈ سس کے
زندہ ہیں اور زمینداری زندگی گذارتے ہیں۔ مولوی عزیز صاحب
سے سر علی اور حسن امام صاحب سے نہایت دوستی تھی وہ لوگ
عبدالعزیز مرحوم کو بہت یاد کرتے ہیں اون کا انتقال ہو گیا اور
چند ہی آدمی مذکور الصدر میں کے زندہ ہیں سب مر گئے۔ میر فضل حسین کی

لڑکی راقم کی بی بی تھی جس سے راقم کی موجودہ و مردہ اولاد تھی راقم
کو کسی اور بی بی سے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی راقم نے غیر کفو میں
بغرض آسائش دو عقد کر لیا تھا مگر موافقات نے آرام ہونے نہ دیا
آخر تجرد مجبورًا اختیار کرنی پڑی اور آزادانہ زندگی گذارنی پڑی
مولوی شیر علی نے بہت کمایا اچھی دولت چھوڑا ہر لڑکے کو آٹھ آٹھ
سو روپیہ بچت کی آمدنی متروکہ میں ملا۔ ان کی چند شادیاں ہوئیں
ایک شادی ان کی قطب پور میں ہوئی وہ لاولد مریں اور اس
خاندان کی جائداد ان کو متروکہ ملی۔ وہ لوگ قطب پور والے ان کے چچا
کی اولاد ہیں ہنوز اس خاندان میں شاہد حسین علی حسین و میر گوہر علی
از خاندان میر تھو زندہ ہیں۔ شاہد حسین میاں کے خاندان میں حمید میاں
ولد میر یوسف حسین لودیکٹرہ کے شادی ہوئی ہے اور اولاد موجود ہے
ایک شادی منظفر پور نیز سہرا کے پاس ایک محلہ ہے وہاں ہوئی۔
جن کے رشتہ کا حال اوپر لکھ چکا ہوں اس خاندان کے صرف
نیمہ تقی حسن مرحوم زندہ تھے جن کی اولاد اناث تھی اب ان لوگوں کا
کوئی نشان نہیں معلوم کیا ہمنے معلوم تو اب تک دو تین برس
پہلے تک ان کے ہاتھ میں کچھ زمینداری تھی۔ ان لوگوں کے پاس جائداد
تھی اور خوشحال لوگ تھے سب خراب خستہ ہو گئے و نابود ہو گئے
[illegible] بات میہ نور محسن مرحوم چچا حقیقی راقم کے لاولد مرے
[illegible] محسن مرحوم تھے جن کی یادگار باقی ہے

پٹنہ جنکشن اسٹیشن میں ایک مسجد موجود ہے جو اب مسلمانوں کے انتظام
میں ہے اور بہت آباد ہے۔ راقم صرف اوس کا متولی ہے۔ والد
ماجد کی شادی مولانا سید شاہ امیر الحق قدس سرہ سجادہ نشین
خانقاہ عمادیہ منگل تالاب کی لڑکی سے ہوئی اس خاندان کا مفصل
حال چوک وارڈ کے حصے میں موجود ہے۔ راقم کے دو بھائی زندہ
رہ گئے تھے اور اولادیں والد مرحوم کی سب مر گئی تھی۔ راقم کی دو بہن
خورد سالہ اور قمر الحسن مرحوم اور ایک اور بھائی خورد سالہ سب دوندی
بازار کے مقبرے میں مدفون ہیں۔ سید شمس الحسن مرحوم کی شادی سیدانی کے
مسجد کے پاس حکیم احمد حسن مرحوم کی لڑکی سے مظفر پور میں ہوئی۔ حکیم احمد حسین
آرہ کے ملکی محلہ کے رہنے والے تھے اون کے لوگ آرہ میں محبوب میاں
وغیرہ موجود ہیں اون کے بعض لوگ منشی احسن التوحید و حافظ عبد الغنی
و عبد العزیز سب مظفر پور میں رہتے تھے احسن التوحید کے بیٹے بدر الحسن
تھے اون کی شادی مغلپورہ میں بخاندان مولوی ظفر امام صاحب ہوئی تھی
بھائی مرحوم کو اولاد نہ تھی وہ ۲۸ برس کی عمر میں قضا کر گئے بہت مذہبی
آدمی تھے اور جوان صالح بہت خوبصورت آدمی تھے اون کی بی بی نے
اپنے سوتیلے بھائی کی اولاد کو پال لیا اون کے بھائی کا نام بنیادی میاں
تھا۔ اون کی اولاد نے بعد مرنے اہلیہ شمس الحسن مرحوم کل جائداد ضائع
کر دیا وہ علی رضا میاں پھلواری کے داماد ہیں ہنوز زندہ ہیں۔ بنیاد
میاں کی لڑکی خان بہادر مولوی نور صاحب کے بیٹے شمس الحق مرحوم سے

بیاہی گئی شمس الحق مرحوم نے اچھا نمود قائم رکھا تھا۔ جوان ہی مرگئے جائداد اون کے حصہ کی قائم ہے اور بہ انتظام مولوی نور خاں بہادر ہوگئے۔ مولوی شیر علی کا وہیں مکان منظفر پور میں ہے جس میں یہ لوگ رہتے تھے۔ متروکات تقسیم ہوئے اور حصے خرید لے گئے مردانے مکان میں مولوی نظیر احمد وکیل رہتے ہیں اور مکانات ورثا نے فروخت کردیا جس میں اب پادری لوگ رہتے ہیں وہی بلغ مولوی شیر علی مرحوم کا تھا۔ تعلقہ بسنت پور مسائل کی اور بھی دیہات اون کے ورثا کے حصہ میں ہے۔ راقم کے حصہ میں بھی محال پوجھا اسٹیشن بھگوا نپور کے پاس کرہری نیل کوٹھی کے قریب ہے۔ والد ماجد بہت مذہبی اور نیک دل آدمی گذرے اور بہت سن پایا اون کا انتقال سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوا اور والدہ مرحومہ کا انتقال سنہ ۱۹۱۰ء میں ہوا، والد کا انتقال ۳ شوال کو ہوا اور والدہ ماجدہ کا انتقال ۳ ربیع الثانی کو ہوا۔ مولوی شیر علی مرحوم کی ایک شادی شاہ رستم علی صاحب کے یہاں بازیت پور میں ہوئی اس وجہکر ڈمری والوں سے قرابت داریاں ہوگئیں اون لوگوں سے قریب رشتہ داریاں تھیں۔ اس محل سے مولوی صاحب کو چھ بیٹیاں تھیں بڑی لڑکی میر محبوب ساکن محسن پور سے بیاہی تھیں اون کے بیٹے حافظ علی شیر و حسن شیر تھے یہ جوان ہی لاولد مرگئے۔ حافظ علی شیر مولوی فضل الرحمن صاحب ڈمری کی لڑکی سے بیاہے تھے۔ مولوی

فضل الرحمان کے بیٹے مولوی طفیل صاحب تھے اون بیٹے کے بیٹے
مسٹر احمد شیر بارسٹر تھے جو قیر دری میں بیاہے گئے' ون کے بیٹے
محمود شیر وکیل ہیں اور محمود شیر مبارک بہن ذکو مرحوم ولد
سید سراج الہدیٰ سے بیاہی تھی دوسرے بیٹے محمد شیر تھے
وہ نواب سرفراز حسین خان کے داماد تھے اور ڈاکٹر مختار احمد
ساکن بیتیا کے ساڑھو تھے اور کاظم میاں بارسٹر ولد میر انور علی
بارہ دری کے ساڑھو تھے اور محمد نظیر ولد مولوی شمس الدین
بنارس کے ساڑھو تھے۔ دونوں لڑکے اولاد چھوڑ کر مر گئے مسٹر محمد کے
دو لڑکے ہیں ایک کا نام تو غالباً احسن شیر ہے' ور ایک بھائی کہیں
شوگر فیکٹری میں ملازم ہیں آمد و رفت نہیں ہے اس لئے مفصل
نام یاد نہیں ہے دونوں لڑکے پڑھے لکھے ہیں اور ننہال میں رہتے
ہیں ان لوگوں کی شادی کہاں ہوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہوا۔ ایک
تو غالباً بنارس میں بیاہے ہیں۔ محمود شیر وکیل کے ایک بھائی اور ہیں
اور ہمیں جنکا نام یاد نہیں ہے۔ محمود شیر وکیل بہار میں بیاہے ہیں۔
علی شیر بھائی کی ایک بہن شمس العلما حافظ محب الحق سے بیاہی تھیں
وہ لاولد مریں۔ دوسری بہن بارہ دری میر محمد شیر مرحوم سے بیاہی
تھیں اون کی اولاد موجود ہے۔ قمرو میاں بدرو میاں صدرو
میاں اور اولاد ان مرتضیٰ شیر صاحب اسی لڑکی کے خاندان کے
ہیں۔ ایک بہن حافظ شاہ نظیر صاحب سے بیاہی گئی جنکی اولاد میں

مسٹر ظہیر بارسٹر اور چھوٹن اور عجن میاں و ظہور میاں وغیرہم ہیں
صدرو میاں وکیل کی شادی اسی خاندان میں ہوئی ہے۔ اس
خاندان میں جائداد بہت نقصان ہوئی اور اس خاندان کا مال
زیادہ شاہ کی اغی کے ایک خاندان میں زیادہ تر صرف ہوا الحمد للہ
ابھی تک یہ لوگ خوش حال ہیں۔ میر محبوب شیر مرحوم کی وجہ کر
محسن پور سے برادریاں ہو گئی ہیں۔ میر محبوب شیر کے بھائی میر قاسم شیر
تھے۔ اون کی اولاد بھی ہے۔ میر اکرم شیر کے اور میر بلاقی شیر کی
اولاد بھی ہے یہ سب لوگ آپس ہی کے قرابت دار ہیں۔ مرتضیٰ شیر
صاحب کا ننہال بھی براتی میاں کے خاندان میں تھا اور مولوی
نسیم باڑھ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور قرابت داریاں
قریب ہیں جس کا مفصل حال باڑھ کے حصے میں ملے گا۔ ایک لڑکی
قاضی رضا حسین خاں بہادر سے بیاہی تھیں وہ لاولد مریں جن کا
ترکہ موضع عمران پورہ و تعلی پور راجہ کو بھی ملا اور شبہ ہے
قاضی رضا حسین کی لائف تذکرہ کے لائق ہے وہ سنائیں ہرلا
کے رہنے والے تھے اور ان کے والد صدر الصدور تھے۔ یہ دو
بھائی تھے ایک میر کاظم حسین منصف تھے اون کی شادی کھدو بڑا میں
خاندان منشی امیر علی و ابو سعید خاں بہادر مرحوم ہوئی تھی۔ قاضی صاحب
کا زمانہ اوائل زمانہ غدر ایسا ستارہ شیب بجانب تھے جبرۃً مرتد
ہو گئے اور دو نادری بازار ہوا تھا۔ میر المحسن مرحوم کے صحبت میں

پہلے کالج پڑھایا اور صوفیت کا شوق ہوا تہبند باندھ لیا چند سے
بعد سرسید احمد خاں کے اخبارات و تصانیف دیکھا اور شہر میں
پہلے نیچریت تین آدمیوں میں پیدا ہوئی مولوی فضل الرحمان ڈمری
اور میر احمد حسین ڈاکٹر سجاد کے والد اور قاضی رضا حسین مرحوم
ان تینوں کا خیال پلٹا اور کچھ کچھ میر شمس الہدیٰ مرحوم یہ چار
آدمی شہر میں ریفارمر خیالات ہوئے۔ سرسید خود آئے مہمان
ہوئے اور خوب تبادلہ خیال ہوا پھر ایک پارلیمنٹ کے ممبر جو
تبریٰ تھے و مکہ میں بارہ برس رہ چکے تھے معہ میم صاحب آئے اور
قاضی صاحب کے مہمان ہوئے پھر تو قاضی صاحب کا خیال
بالکل انگریزی وش ہو گیا اور یہ حامی سررشتہ تعلیم ہوئے اپنی
جائداد وقف کیا اور تعلیم میں دیا کتنے کو انگریزی پڑھایا کئے لوگوں کو
مشاہرہ دیا۔ ان کی صحبت پولیٹکل کے ہو گی میونسپل کمشنر ہوئے
اونریری مجسٹریٹ ہوئے فیلو آدت یونیورسٹی ہوئے طرز معاشرت
بدلی انگریزی انداز ہوا میز کرسی چھری کانٹا سب کرنا پڑا اوسی
انداز کے لوگوں کی صحبت رہی زمانے کے موافق خوب نام پیدا کیا
اپنی یادگار میں ریلوے فیڈر روڈ بنوایا رانی پور کی سڑک چوڑی
کرائی علی گڈھ میں بعض کمرے ان کے اور مولوی فضل الرحمان کے
نام کے بنے ہوئے ہیں۔ انگریزی تعلیم کی بہت امداد کیا۔ اوسوقت
سے انگریزی تعلیم کا چرچہ شہر میں خوب ہوا۔ ان کی صحبت کی جھکر

شمس العلماء مولوی محمد حسین صادق پوری ان کے ہم خیال ہوئے
میر شمس الہدیٰ مرحوم بھی ان کے ہم خیال ہوئے مدرسہ عجالہ ناقع
قائم ہوا۔ مولوی امین اللہ کا مدرسہ قائم ہوا۔ لودیکیڑہ اسکول
میر شمس الہدیٰ مرحوم نے قائم کیا پھر تعلیم کا چرچہ خوب ہوا۔ میر شمس الہدیٰ
مرحوم نے ابتداءً مسٹر نور الہدیٰ جج کو ولایت بھیجا پھر مسٹر
قمر الہدیٰ دوسرے بیٹے کو بھیجا پھر مسٹر نجم الہدیٰ بارسٹر کو بھیجا
پھر سراج الہدیٰ صاحب ولایت گئے۔ الغرض دیکھا دیکھی ولایت کا
راستہ کھل گیا پھر تو سینکڑوں ہندو مسلمان بنگالی ولایت جانے
لگے۔ نیورے سے جسٹس شرف الدین گئے اب یہ راہ کھل گئی۔
پھر قاضی صاحب کا آخری زمانہ آیا اور بیمار رہنے لگے طرز معاشرت
وہی رہی مگر خیالات پلٹے دنیوی سانچوں کا مجمع زیادہ ہونے لگا مثنوی
مولانا روم کی دفتر کھلے قرآن کی تفسیر ہونے لگی یہ بھی دوسری
شاخ تعلیم کی تھی ان کا مذاق ہی تعلیم کی طرف تھا۔ مرتے دم تک
یہی شغل رہا۔ ان کو لاولدی میں جائداد کافی ہاتھ میں تھی ملازمین
سب زیر حکم رہے خوش دامن مانتے رہیں دولت کافی ہاتھ میں
تھی جو چاہا سو کر گذرے کوئی مزاحم نہ تھا اس لئے انہوں نے
اپنے خیال کے موافق کل کام کو اچھی طرح انجام کر لیا لاولدی
خدا کی ایک نعمت ہے انسان ہزاروں جھگڑوں سے بری رہتا ہے

نہ غم و زدنہ کالا ہے ۔صاحب اولاد کیا کرے پرورش کرے
بیمارداری کرے۔ تعلیم و تربیت کرے ۔شادی بیاہ کرے۔ متروکہ
چھوڑے تمام عمر خاندان بھر کو پلے یا قومی کام کرے یا خدا کی
کام انجام دے اور ثواب جاریہ کا کام کرے کیا کرے کیا نہ کرے
صاحب اولاد کی جان تو ہزاروں بلاؤں اور غم آلودگی میں پھنسی
رہتی ہے اوس کا یکسو ہونا ہی دشوار بات ہے اوسپر سے متوسط
حیثیت والوں کو تو اور مشکل ہے وافر دولت ہو تو کچھ کر بھی سکے
اوسپر بھی جتنی آمدنی وتنا خرچ ویسا پوزیشن ویسے خیال وہ ہی
پریشان حال رہتا ہے ۔اسی لئے قرآن میں آیا ہے اولاد اور
ازواج بلا ہیں بھاگو بھاگو اور اگر ہوں تو صبر و شکر و تحمل سے کام لو
خدا اجر دیگا۔ اگر نہیں ہے تو لوگ شکر کریں اور اگر ہے تو خدا کی
نعمت جانیں صبر و شکر سے دنیا چلائیں اپنی حیثیت سے باہر
حوصلہ نہ بڑھائیں تو شاید زندگی چین سے گذرے ؎

اگر دنسیلہ نباشد دردمندیم
وگر باشد بہ مہرش پائے بندیم

اور ترقی و تنزلی افزائش عزت تو مقدر اور مواقعات
زمانے پر منحصر ہیں اسکے لئے اعلیٰ پیمانہ کی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے
جس کو جتنا ہو کر رہنا ہے وہ ہو کر رہے گا مواقعات سے آجائیگی

تدبیریں ویسی سوجھنے لگیں گی دماغ ویسے خود ہو جائیں گے انگریزی
تعلیم پہ دماغ اعلیٰ ہونا ضروری نہیں ہے سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ بابو
بہاری سنگھ سون پور نے چھ روپیہ ماہوار کے آمدنی سے لاکھوں لاکھ
کی جائداد چھوڑا۔ بابو لنگٹ سنگھ نے بھومیار کالج تک مظفرپور میں
قائم کردیا۔ ان لوگوں کا ایجوکیشن تو اعلیٰ پیمانہ کا نہ تھا۔ کمال پاشا سپاہی سے
بادشاہ ہوگئے۔ نادرخاں کی پہلی لائف دیکھئے اور کابل کی بادشاہت
ملاحظہ کیجئے یہ سب خدا کی قدرت ہے۔ ہندوستانی جاننے والے جو
بالکل ایسا ہی خیال والے ہندو مسلمان تھے اور انگریزی تعلیم بالکل
نہ تھی اون لوگوں نے مذہبی اور قومی کام کیا نکیا ہزاروں خاندان
موجود ہیں جہاں اولاد رہتے ہوئے اوقاف موجود ہیں جو ثواب جاریہ
اور قومی امداد کے کئے گئے ہیں اپنے اپنے خیال کے مطابق کتنی مسجدیں
بنائیں کتنے کوئے بنائے کتنی سرائیں بنیں کتنے پل بنے کتنے دھرم سالے
ہر ہر اسٹیشن پر موجود ہیں کتنے مسافرخانے اور مدارس کا وجود مدتوں سے
پایا جا رہا ہے سب باتیں گذشتہ زمانے سے چلی آرہی ہیں اپنے اپنے
زمانے کے روش کے مطابق کام کرتے چلے گئے موجودہ زمانے کے رفتار
کے موافق قاضی صاحب نے بھی کیا جو قابل الذکر تھا۔ انکا نام اوسی
اولاد میں ہے مگر اولاد والوں سے زیادہ انکی یاد کرنے والے ہیں
اور رہیں گے اولاد والوں کا نام تو گم بھی ہو جاتا ہے قومی کام کرنیوالوں

یاد رہ جاتی ہے یہ خیال اور تجربہ بہت مفید پایا گیا ہے۔ آخر عمر میں
یہ بہت پیر پرست اور اخلاق حمیدہ سے موصوف ہو گئے تھے اور
آدمی کی قدر دانی ان میں پیدا ہو گئی تھی اسی لئے گورنمنٹ و پبلک میں شہر کے معزز
لوگوں میں آپکا شمار تھا ہر طبقہ کے آدمی انکو مانتے تھے اور معزز جلتے
تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے انکے یہاں غربا کا گذر بمشکل ہوتا تھا۔
مگر پڑھنے والے غریب کے ساتھ ان کا برتاؤ بڑا اعدہ تھا یہ نکمے
اور پست خیال غریبوں کے ہمدرد نہ تھے۔ غیر مستحق کے ساتھ
خوشامد سے سلوک نہیں کرتے ان کے یہاں شہر کے اپاہج کا گذر
نہ تھا۔ اعلیٰ پیمانہ کی سوسائیٹی رہی علمی مشغلہ تھا۔ رانی پور میں ہر قسم
بڑے بڑے لوگوں کی آمد و رفت تھی۔ دادا مولوی شیر علی کے
نام روشن کرنے والی اولاد میں یہ بہترین آدمی گذرے
ان کے وقت تک وہ مکان آباد و روشن رہا۔ رانی پور
والا مکان باوجود کثیر الاولادی کے اب ویران ہوتا جاتا ہے
مولوی شیر علی کا نام تو بہت روشن ہے مگر اسقدر وافر اولاد
بفضلہ ہے کہ اب ایک دوسرے سے بہت دور ہوتا جاتا ہے
برادریاں بڑھتی گئیں ہمدردیاں کم ہوتی گئیں اور مغائریت بہت
پیدا ہو گئی حالانکہ ابھی قریب رشتہ داران زندہ ہیں۔ ایک
لڑکی مولوی شیر علی مرحوم کی مولوی یاور حسین کھرانٹ گماشتہ

افیون سے بیاہی ہیں اور سب بہنیں مرگئیں یہ ہنوز زندہ ہیں
اور معذور محض ہیں یہ چند بھائی تھے دلاور حسین ایک کا نام
تھا جن کے بیٹے نصیر میاں ساکن حال بارہ دری بہار ہیں وہ بھی
صاحب اولاد ہیں ان کے لڑکے مولوی معین الدین خاں بہادر
کی ساس ہیں اور میر کفایت حسین ولد میر کھجو صاحب ساکن
بارہ دری بہار کی بی بی ہیں۔ مولوی یاور حسین کے بیٹے وحید
میاں ہیں جو راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن کے ساڑھو ہیں
وہ صاحب اولاد ہیں مولوی غفور مرحوم ایک لڑکے تھے جن کی
شادی نتول میں مولوی بشیر صاحب کی لڑکی سے ہوئی ان کے
بیٹے مولوی ولی رجسٹرار ہیں۔ جن کی شادی حافظ علی مظہر صاحب
ڈپٹی مجسٹریٹ پنشن یافتہ کی لڑکی سے ہوئی۔ حافظ علی مظہر صاحب
مولوی یاور حسین کے بھائی ہیں اس خاندان کو اچھا اقبال ہوا۔
علم و دولت و عزت سب اس خاندان میں ہے۔ حافظ علی مظہر صاحب
کے لڑکے سب قابل نکلے مسٹر منظر بارسٹر ہیں سید علی اشرف
ڈپٹی ہیں اور ایک لڑکا پولس افسر اعلیٰ ہیں۔ حافظ علی مظہر صاحب
نواب امیر حسن خاں پریسیڈنسی مجسٹریٹ کلکتہ کے داماد ہیں
نواب صاحب کی شادی بہار ہیں مسٹر احسن الدین ولد نواب
امیر علی خان بہادر ساکن باڑھ کے خاندان میں ہوئی تھی یہ لوگ

معزز متمول پرانے خاندان کے پرانے لوگ بڑے بڑے نامور
گذرے ہیں۔ انلوگوں کے تعلقات اعلی طبقہ میں تھے۔ خان بہادر
معین الدین کی اولاد سب قابل ہیں بلکہ مبین میاں بھی ملازم ہیں یہ
یہ مولوی ولی صاحب صدر اعلی بہار کا غذی محلہ کے داماد ہیں
قسیم میاں بھی ڈپٹی کلکٹر ہیں اور بڑی جگہ بیاہے جا رہے ہیں
نبو میاں بھی آبکاری کے ڈپٹی ہیں وہ خاں بہادر کے بھانجے اور
داماد ہیں جنبو میاں نبو میاں کے بھائی بھی پڑھے ہوئے ہیں
اور امید ترقی ہے۔ یہ لوگ بہار مرداد میر دمڑی صاحب مختار
کے پوتے ہیں اور علم الدین میاں کے بیٹے ہیں اور لڑکیاں مولوی
بادر حسین کے بھینسا سور بہار میں ولایت مرحوم ولد میر عنایت
حسین سے بیاہی تھی اون کی اولاد ہے آمد رفت نہیں ہے نام
یاد نہیں ہے۔ غفور میاں کے بیٹے وصی میاں ہیں وہ بھی صاحب
اولاد ہیں یہ مولوی نثار احمد صاحب کے داماد ہیں اور مولوی
نثار احمد مولوی اظہر علی مرحوم کے داماد تھے۔ مولوی اظہر علی
مولوی شیر علی مرحوم کے چچیرے بھائی تھے ایک بیٹے مولوی
شیر علی مرحوم کی مولوی اظہر علی مذکور چچیرے بھائی کے بیٹے مولوی
منظر علی سے بیاہے ہیں جنکے بیٹے مولوی ابو العاس ہیں یہ مولوی
ضمیر صاحب خان بہادر ساکن صدر گلی کے داماد تھے ان کے

داماد منظور میاں ولد مسٹر نہال حسن مرحوم ولد مولوی علی حسین
ساکن دیاوہیں پھر مولوی ابوالعاص کے ایک شادی مولوی
غنی حیدر وکیل گیا کی لڑکی سے ہوئی اوس سے اولاد ہے پھر
اب کے شادی کلور میں عبدالواسع میاں کے خاندان میں ہوئی
مولوی ابوالعاس اور مولوی امتیاز کریم صاحب وکیل ساڑھو ہیں
ایک لڑکی مولوی شبیر علی مرحوم کی مولوی علی حسین ساکن دیاؤ سے
بیاہی ہیں اون کے بیٹے مسٹر نہال بارسٹر تھے اون کے بیٹے منظور
میاں وکیل ہیں مسٹر نہال کی شادی بخاندان مولوی علی اعظم
صاحب اون کے بیٹے اولاد سے ہوئی وہ لوگ کریا میں
رہتے ہیں مسٹر نہال کے بھائی مسٹر جمال بارسٹر کی شادی
سر علی امام نیورہ کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ سب لوگ مرفہ حال
اور علم والے اور عزت والے لوگ ہیں اور اونچے طبقہ کے آدمی
ہیں اور چوٹی کے آدمی گنے جاتے ہیں مولوی شبیر علی کا خاندان
مشہور اور مفخر اور معزز خاندان بولا جاتا ہے۔
مسٹر نہال کی ایک بہن مسٹر نجم الہدیٰ بارسٹر سے بیاہی تھیں
وہ لاولد مرگئیں۔ ایک بہن جلال مرحوم ولد شاہ مبارک
حسین برادر شاہ کمال خان بہادر سے بیاہی ہیں جن کے بیٹے
شاہ اقبال ہیں اور مولوی کلیم ولد محبوب میاں چھپرہ وکیل ہیں

وہ داماد شاہ جلال مرحوم ہیں۔ محبوب میاں مولوی یحیٰ برادر
حافظ احمد خان بہادر کے داماد تھے۔ ایک بہن بڑاتی میاں والد
مولوی اظہر علی برادر مولوی منظر علی سے بیاہی تھیں جن کے
بیٹے ظفیر میاں ہیں ان کے بہنوں کی شادی بہار میں کہیں ہوئی
ہے راقم کو پورا پتہ نہ ملا۔ ایک لڑکی مولوی شبیر علی مرحوم کی
پھلواری میں بخاندان میر ہمت علی صاحب مولوی علی اعظم
صاحب کے لڑکے مولوی ولی عالم سے بیاہی ہوئی تھی۔ مولوی علی اعظم
کا حال مفصل پھلواری میں ملے گا وہ دولت مند خاندان تھا
مولوی ولی عالم کا مکان اب میدان ہے۔ جسٹس کلونت سہائے
نے جو مکان گورپرشاد مس وکیل کا بنا لوٹہ میں خریدا ہے
اوسی کے سامنے تھا۔ اور شام نرائن بابو وکیل کے بغل میں
تھا۔ اب وہ زمین موسی میاں ٹڈیانواں نے خریدا ہے اوکے
قبضہ میں ہے اور ہنوز میدان ہے۔ مولوی ولی عالم صاحب کو
مقدمہ بازی کا بڑا شوق تھا اپنی ماں سے اور بہنوں سے
بہت مقدمہ لڑے اور سارا خاندان برباد ہو گیا۔ انکی والدہ کے
دربار میں ایک لالہ جی دیوان تھے اونہوں نے اس خاندان کو
لڑا کر برباد کر دیا۔ بڑی آمدنی کی جائداد اس خاندان میں بھی
میر ہمت علی نے بہت پیدا کیا تھا اور وافر آمدنی کی جائداد

چھوڑا تھا مولوی اعظم علی صاحب کے وقت تک کل جائداد قائم رہی مگر منشی جی
نے خاندان کو خوب لڑا چھوڑا جہاں ان حضرات کو موقع ملتا ہے اس کو
مونڈھی چھوڑتے ہیں جو دربار گیا وہ ملازموں کے بدولت گیا مولوی ولی عالم
صاحب بہت وظیفہ پڑھتے تھے اور بڑے مخیر آدمی اور مہمان نواز تھے مگر
مقدمہ بازی کا شوق تھا ان کی آخر زندگی تکلیف کی گذری ان کے یہاں
مولوی احمد حسین وکیل خان بہادر مظفر پور نے رہکر پڑھا تھا وہ لاولد مرگئے
بڑا عروج مظفر پور میں ہوا کونسل کے ممبر بھی تھے مگر بڑے شریف النفس
مہمان نواز تھے آخر وقت میں مولوی ولی عالم صاحب کو لیگئے وہیں
اُن کا انتقال ہوا مقدمہ بازوں کا آخری وقت بہت خراب گذرا کرتا ہے
ہزاروں مثلیں چشم دید دیکھا کچہری تنخا حسین کو بھیک منگا چھوڑتے ہیں
ان کے بیٹے محمد اکرم تھے ان کی زندگی بھی کچہری کے میدان میں گذرتی
اُن کا بھی وہی مذاق تھا جو باپ کا تھا اُن کے شادی بہو بہو کی اُدلا دے
ہوئی اُن کے لڑکے محمد ظفر عالم تھے اُدس لڑکے نے. بی. اے تک پڑھا
اُنکی شادی محمد حافظ فیروز کے لڑکی سے ہوئی برس دن کے اندر میں وہ
لڑکا مرگیا دوسرا لڑکا امیر عالم نافی زندہ ہیں ان کے پھوپھو مولوی
عزیز الحسن وکیل ساکن ہتیا نو ان سے بیاہی ہوئی ہیں دربا پور میں ابھی ہیں
مولوی عزیز الحسن مرگئے مولوی عزیز الحسن محافظ دفتر عدالت تھے انہوں
نے وکالت چھوڑ دیا تھا اور گوشہ نشینی کے زندگی گذاری بہت کم لوگوں سے
ملتے تھے ان کے انتقال میں بہت کم لوگ شریک ہوئے راقم نے تجہیز تکفین

کیا اہل قرابت شریک نہ تھے دفن کے قریب خاص خاص آدمی شریک تھے
اہل قرابت میں صرف راقم اور حافظ محب الحق اور منشی عبدالرحمان خان
اور ملازم اِن کے اور ایک نوکر اور امیر عالم شریک لاش تھے پھولوں
مین کچھ قرابت والے شریک تھے مولوی نور صاحب حافظ زاہد کے
خاندان میں بیاہے ہیں اُسی دن مولوی نور صاحب کے لڑکے کی
بارات حافظ علی مظہر مذکور کے لڑکی سے تھی شادی انجام ہوئی لڑکے
چندہی روز میں مرگئے ان سے شادیاں مبارک نہیں ہوئیں تجربہ سے
ایسا دیکھا ہے اب ان باتوں کا خیال نہیں ہوتا پہلے اقربا ان امور کا
لحاظ رکھتے تھے اہل قرابت قرب میں اگر کوئی میت ہوئی تو تاریخ شادی
چہلم کے اندر مقرر نہیں ہوتی یہ بھی ایک نئی بات دیکھا بڑا بھائی مرتا ہی زیر
زمین مدفون ہوتا ہے ایک بھائی کے اولاد کی بارات جاتی ہے اور نتیجہ یہ
نکلتا ہے کہ غریب دولہن برس کے اندر ہی مرجاتی ہے پرانے لوگ بے
وقوف نہ تھے تجربہ سے دیکھکر ہر بات کا لحاظ رکھتے تھے بعض شادیاں
مبارک نہیں ہوتیں برس کے اندر کوئی موت ہوجاتی تو لوگ اس کو نا
محمود جانتے تھے ظفر عالم بہت ہونہار عمدہ لڑکا تھا راقم نے تجربہ سے
یہ دیکھا کہ ہر پھوپھی راقم کی دولتمند کثیر الاولاد ور اولاد دیکھکر مریں
مگر کسی دولت آور اولاد سے نفع اوٹھاتے نہین دیکھا اُن لوگوں کی زندگی
آسائش سے نہیں گذری ان لوگوں کے دولت سے اولاد اور شوہر
ہی کو نفع ہوئی کیا ان لوگوں کے شوہر کا گھر آباد نہوا سب کے سب نیہر

ہی میں رہیں اور وہیں مریں ان لوگوں کے سسرالی مکان آباد نہ ہو سکے
شوہران سب کے سسرال ہی میں رہے صرف مولوی ولی عالم صاحب
بانکی پور میں تنہا رہے اور اسائش خانہ داری کے لئے ایک عقد کر لیا
مولوی منظر علی کا مکان قریب میں تھا وہ اپنے گھر رہے مگر اہلیہ اُن کی
اکثر نہیر میں رہیں اپنے اہلیہ کے بعد اونہوں نے دانا پور شاہ ٹولی میں شاہ
جلیل صاحب کے خاندان میں شادی کر لی یہ شادی بہت سن رسیدہ ہو کر
کیا اوس سے اولاد چند ہیں اب کوئی پھوپھا راقم کے زندہ نہیں ہیں انکے اولاد
در اولاد سب زندہ ہیں مگر ہر شخص قرابت و مورث کے ساتھ دور دور کے صاحب
سلامت رہ گئی ہے حالانکہ سب ایک ہے مورث کے ہیں اور قرابت
قریب کے ہیں مگر اب آپس میں بھی ان لوگوں کے فرق مراتب نہ رہا راقم
چونکہ اس خاندان میں سب سے بڑا ہے خودداری ضرور ہے اس نے خود
گوشہ نشینی کر لی اور کم ملتا ہوں اس لئے اکثر عزیز قریب تر کو پہچان
ہی نہیں سکتا نہ وہ لوگ ملتے ہیں کہ اس کا موقع ملے مولوی شیر علی کے
دونوں لڑکیاں والد ماجد کے حقیقی بہن تھیں ایک خواجہ پورہ بابو عبدالکریم
کے بیٹے شیخ تفضل حسین سے بیاہی تھیں بابو عبدالکریم مولانا محمد سعید
مغلپورہ کے خاندان میں بیاہے تھے بابو عبدالکریم منشی مسیح اللہ کے نانا
کے بھتیجے ان کو لگاؤ برادری قریب تر غوثی حیثیت کے تھے اسلئے ان سے متروکہ
شیخ تفضل حسین کا وارثان منشی مسیح اللہ مرحوم کو بحیثیت عصبہ پہونچا
اور مولوی شرف الدین شاہ وہ ندی بازار منشی محمد کریم ساکن

مولوی نورالدین ۔ ملکی عزیتی چک ۔ ولد مولوی منگلن صاحب وڈاکٹر غیاث
الدین مرحوم نے پایا بابو تفضل حسین لاولد گئے اون کے ذاتی جائداد
بابت حصّہ میں عزیتی چک والوں کو متروکہ ملا اور خاندان خواجہ علی
پر سائیں جس خاندان کے شمسو میاں میجر ظفر نواب صاحب تھے ہیں
وہ سب قرابت دار بابو تفضل حسین مرحوم کے تھے ان کو ہاتھی گھوڑے
کا بہت شوق تھا اور بڑھی کا کام موچی کا کام اور گھوڑے سواری
اور فیل بانی خوب جانتے تھے رات دن یہی شغل تھا غصہ ور مگر دل کے
بہت نیک تھے انہوں نے مولوی تمنا عمادی کے سوتیلی پھوپھو سے
عقد بھی کیا تھا مگر اولاد کسی بی بی سے نہوئے خاندان مولوی محمد سعید سے
بھی قرابت داریاں تھیں ۔ راقم نے خواجہ پورہ والی اپنے حقیقی لاولد پھوپھی
کا ترکہ پایا اور خواجہ پورہ میں سکونت کا یہی سبب ہے منشی مسیح اللہ نے
خاندان کے برادری والے اور قرابت دار شیخ صاحبان کا ایک خاص
حصہ ہے وہ گھر پہلے سربرآوردہ نہ تھا جس کا مفصل حال خواجہ پورہ
کے حصہ میں ملے گا اب اس خاندان میں علم و دولت عزت روپیہ کی
ترقی ہے ۔

دوسری حقیقی پھوپھو راقم کی فریدپور میں رہیں وہ قاضی ظہیر الحق ولد
قاضی کمال احمد ساکن قاضی چک سے بیاہی گئیں اور ایک بہن قاضی ظہیر
الحق کے میر نورالحسن لاولد حقیقی چچا سے راقم کے بیاہی ہیں دوسری بہن
اون کی منشی امیر حسن رمضانپور تھے سے بیاہی تھیں اونکے بیٹے قاضی انیس

ہیں اُن کی شادی ٹمالی میں منشی مسعود زاہد وثیقہ نویس جہان آباد کے
لڑکی سے ہوئی مسعود زاہد شاہد میاں کارپرداز ساکن ٹمالی کے بہنوئی تھے
انیس میاں کے لڑکی حمدہ میاں فرید پور راقم کے پھوپھیرے بھائی کی
اولاد محمد عمر سے بیاہی تھیں وہ لڑکے جوان مرگئے اولاد ہے چھوٹی پھوپھی
مذکورہ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھیں بڑے بیٹے قاضی نعمت مرحوم
تھے اونکی شادی تکیہ پر جناب شاہ میاں جان صاحب کی لڑکی سے
سے ہوئی ایک لڑکی جناب شاہ امین احمد صاحب سے بیاہی گئی وہ بھی
صاحب اولاد تھیں اون کے اولاد موجود ہیں اور مظفر پور میں بابو جمال
کے خاندان میں بیاہی ہیں بابو جمال علی نوازن کے خاندان میں تھے بی نورن
صاحبہ نے حسینہ صاحبہ کے بہن تھیں بی حسینہ صاحبہ حکیم احمد حسین مرحوم
مذکور کی اہلیہ تھیں اور راقم کے بھائی کی خوشدامن تھیں بابو جمال کے
خاندان میں میر ولایت حسین ساکن نوادہ کی بعض اولاد بیاہی گئی جناب
شاہ میاں جان صاحب میر اقبال علی صاحب شہباز پور کے داماد تھے
میر اقبال علی صاحب کے ایک داماد منشی مبارک محرر گنگا دھر بابو
وکیل تھے دوسرے داماد منشی محمد باقر صاحب شاعر ساکن گورہٹہ
تھے اون کے بیٹے مولوی امیر صاحب ہیں یہ شاہ میاں جان قدس سرہٗ
کے پوتی داماد ہیں شاہ امیر صاحب شاہ میاں جان صاحب قدس سرہٗ
کے بیٹے اور جانشین تھے ان کی شادی شاہ امجد حسین صاحب سجادہ
نشین منیر شریف کے لڑکی سے ہوئی تھی امیر میاں صاحب کے سالے

شاہ فرید صاحب سجادہ نشیں تھے اونکے بھائی کی اولاد گدی پر تھی اور ایک برس ہوا شاہ امان مذکور کا انتقال شاہ گھسیٹا صاحب کے خانقاہ میں ہوگیا اب اُن کے بھائی گدی پر ہیں امیر میاں مذکور کے بیٹے شاہ محمود صاحب اب تکیہ پر کے گدی نشیں ہیں اون کے بھائی جنو میاں ہیں اونکے بہنوی شعیب میاں ہیں یہ سب لوگ صاحب اولاد ہیں قاضی نعمت کے دو بیٹے ہیں ایک ارشاد الحق عرف ننھاں ہیں اِن کی شادی لطف اللہ خاں ساکن محی الدین نگر کے لڑکی سے ہوئی ننھا میاں کی لڑکی حاجی واحد حسین ولد حاجی شبراتی مرحوم کے لڑکے سے منڈگی میں ہوئی ہے اس خاندان میں محی الدین نگر کے اور لڑکیاں بھی بیاہی ہیں مرتضیٰ شیر مرحوم رانی پور کے ایک شادی اسی خاندان میں ہوئی اور ایک شادی محی الدین نگر میں ہوئی ہیں وہ لڑکی بھی اسی خاندان میں بیاہی گئی اس خاندان میں علم اور دولت اور اقبال اور خوش چلنی سب موجود ہے ہر لڑکا تاجرانہ خیال رکھے ہوئے کمانیوالے ہیں مولوی یوسف وکیل اس خاندان کے ایک ممبر ہیں اور لطیف میاں حاجی بھی ہیں وہ سب معقول طبیعت کے خوش اقبال آدمی ہیں حاجی واحد حسین گوشہ نشیں ہیں اِن کو تعلق رشتہ داری منلپورہ میں میر جلال الدین مرحوم کے خاندان میں ہے میر جلال الدین کو تعلق بہ خاندان مولوی اظہر علی مرحوم تھا اور ہے اُن کو تعلق برادری نستانہ لیاب عرف نواب صاحب فخرا سے

بھی ہے بشیر میاں دوسرے لڑکے قاضی نعمت مرحوم کے اپنے چچا
کی لڑکی سے قاضی حمدو صاحب فرید پور کے یہاں بیاہی ہیں
صاحب اولاد ہیں اور خواجہ پورہ میں رہتے ہیں قاضی حامد
رسول عرف حمدو میاں نے اپنی شادی میر طہارت حسین مفتی گنج
کے لڑکی سے کیا وہ بخاندان حکیم قطب صاحب ہیں حکیم
قطب صاحب کے بھائی کی لڑکی حمدو میاں کے بیٹے
محمد یحییٰ سے بیاہی گئی ہیں میر طہارت حسین کے بیٹے درگاہ
شاہ ارزانی صاحب کے سجادہ نشین کے والد شاہ واجد حسین
کے لڑکی سے بیاہے گئے اولاد تھی اسی خاندان میں ممو میاں
حکیم نجو صاحب سونار ٹولی کے ایک عزیز بھی بیاہے ہیں اسی خاندان
میں میاں خان کے بیٹے نواب خان داروغہ کے بھائی بھی
بیاہے ہیں جو مونسپل کمشنر بھی ہیں اون کا نام غفور خان ہے
اسی خاندان سے اسی خاندان کے لڑکی بودا میاں کی شادی
بخاندان حسینی میاں شملی میں بخاندان محمد حکیم امیر ہوئی ہے۔
مولوی اظہر علی کا مکان لودیکٹرہ میں ہے ان کی چند شادیاں
ہوئیں جنکے اولاد میں کی مولوی واعظ الحق تھے اس خاندان کے لوگ
مسیح میاں کرئے پرسرا ہیں مسیح میاں کے بیٹے سعید میاں داروغہ
ابکاری اور مولوی صبیح الحق وکیل ہیں بڑے لڑکے شاہ غفور تھے جو شاہ صاحب
ہو گئے تھے انکا عرف چھدو ہوتا ہے [illegible] کے نانا عثمان میاں فرید پوری تھے

عثمان میاں کے بہنوی مولوی نصیر صاحب ولد میر قادر علی مرحوم تھے مولوی
نصیر کی بہن مولوی آل صاحب کی بی بی جنکی لڑکی شاہ لال مرحوم کی
اہلیہ تھیں شاہ لال مرحوم کی لڑکی کشمیری کوٹھی میں موجود ہیں جنکا تذکرہ
چوک وارڈ میں مفصل ہوچکا ہے مولوی اطہر علی صاحب کے خاندان
میں میر جلال الدین مغلپورہ تھے جو امام الدین ڈپٹی کے والد تھے اسی
خاندان کے داماد مولوی نثار احمد تھے جن کے بیٹے مشرف میاں محی وی
بشیر اور انوار میاں ہیں وصی میاں ان کے داماد ہیں اسلم میاں ولد
مولوی ولی عالم مرحوم بھی اسی گھر کے داماد تھے جنکے بیٹے اجمل اور
افضل میاں ہیں ان دونوں کی شادی مولوی عبدالرحمن وکیل کی
بہن سے ہوئی مولوی عبدالرحمان سر فخرالدین کے داماد ہیں سر فخرالدین
کی لڑکی سنگر یا نواں میں سید میاں کے لڑکے سے بیاہی گئی سید میاں مولوی
ولی عالم پھوپھا ہی کے داماد ہیں اور مولوی عزیز الحسن وکیل مرحوم کے قریبی
رشتہ جدی پہلے سے ہے اب سارے ہو گئے سید میاں کے لڑکے اختر حسین
وکیل ہیں دوسرے کا نام یاد نہیں ہے مولوی عزیز الحسن منشی امیر حسن سرشتہ دار
صدر اعلیٰ کے بھلنجے تھے و سید میاں سرشتہ دار صاحب کے نواسے ہیں ان
لوگوں کا مکان سنگر یا نواں میں ہے سبزی باغ اور دریاپور میں بھی
چند قطع مکان ہے سب خوندہ لوگ ہیں مولوی اطہر علی مرحوم کے بیٹے
مولوی لطف الرحمان تھے انکے لڑکے مولوی خلیل مرحوم بی۔ اے مترجم
کلکتہ ہائی کورٹ تھے خلیل میاں دو بھائی ہیں دونوں مر گئے خلیل مرحوم

کے سالے بھی بہت معقول امیر الدین مرحوم تھے وہ بھی مر گئے مولوی
اظہر علی مرحوم کے لڑکے مولوی حبیب الرحمان تھے یہ مولوی ظفر امام
صاحب منگلپورہ کے بہنوئی تھے مولوی ظفر امام کے لڑکے مولوی
حاجی فضل الرحمان ہیں جو کاشانہ میں ہیں اور مولوی رسید رجسٹرار
کے داماد ہیں اور مفصل مولوی سعید صاحب کے حالات میں علما کے
حصے میں ملے گا میر حبیب الرحمان کے بیٹے ظہور میاں ہیں مولوی
مذکور کے پوتے اور مولوی شیر علی مرحوم کے ناتی مولوی ابو العاص ہیں
مولوی مذکور کے بیٹے براتی میاں تھے جنکے بیٹے نذیر میاں لودی کٹرہ میں
ونکی بہن سب بیاہی ہوئی زندہ ہیں ایک لڑکی مولوی حبیب صاحب کی حافظ حمید الحق سے بیاہی گئی
میں بیاہی تھیں جنکے داماد یہی صاحب ہیں حافظ وحید الحق میر لطیف
حسین تحصیلدار کے بیٹے تھے میر لطیف حسین داروغہ فدا حسین شاکر گوپاموی
کے بھائی تھے اور داروغہ فدا حسین مرحوم حافظ فضل حق آزاد
اور شمس العلما حافظ محب الحق کے والد تھے حافظ محب الحق
کے لڑکے سب ولایت سے ہو آئے ہیں اور خوندہ لوگ ہیں مسٹر
نوبار سٹر ولد فضل حق آزاد ہیں اور لڑکے متفرق لائن میں پاس کئے ہوئے ہیں مسٹر
محمدی کی شادی ڈمریں میں مولوی فضل الرحمان صاحب کے پوتی سے ہوئی
حافظ محب الحق مسٹر عزیز الحسن بارسٹر کے بہنوئی ہیں مسٹر عزیز الحسن
حکیم حفاظت حسین صاحب خیورہ کے لڑکے ہیں براتی میاں کی والدہ
نگر ڈسنہ کی تھیں مولوی ابراہیم کے خاندان کے ہیں براتی میاں کی شادی

مولوی شبیر علی مرحوم کے نبیتے اور مولوی علی حسین کے لڑکی
سے ہوئی شاہ جلال مرحوم لوڈ یکیٹرہ مسٹر نجم الھدیٰ مرحوم
بارسٹر براتی میاں یہ لوگ ساڑھو تھے مولوی اظہر علی مرحوم
مولوی شبیر علی مرحوم کے چچیرے بھائی تھے یہ سب لوگ
خواندہ اور مفرح حال گذرے اور اپنی اپنی زندگی ارام کی
گذار گئے۔ ہنوز سب کے پاس زمینداریاں ہیں سب لوگ
خود مختار زندگی گذار رہے ہیں۔

۳۷۔ قاضی مظہر علی و قاضی نیاز علی یہ دونوں بھی
مولوی شبیر علی کے چچیرے بھائی تھے اور قاضی مظہر علی و قاضی
نیاز علی دونوں اپس میں سمدھی تھے قاضی مظہر علی کے دو
بیٹے تھے قاضی نظام الدین و قاضی امام الدین قاضی نظام
الدین کے بیٹے قاضی نجم الدین عرف ضیاء اللہ شاہ تھے جن کے
بیٹے قاضی شمس الدین ہیں قاضی نظام الدین قاضی نثار علی
کے داماد تھے قاضی نثار علی کا مکان مغلپورہ میں تھا جو قبضہ
قاضی نجم الدین بہ حیثیت ترکہ ورا آیا قاضی نظام الدین بہت
ہی نیک اور رند مشرب زندگی گذار گئے اس خاندان میں جائداد
بڑی تھی قاضی نجم الدین کے وقت میں شاہجی ہی ضایع ہوئی اب مکان تک
کھد گیا۔ مکان قاضی شمس الدین کے وقت میں کھد گیا دوسرے
لڑکے قاضی نظام الدین کے قاضی وجیہہ الدین تھے وہ حافظ

احمد شاہ حاجی گنج کے داماد تھے وہ لاولد مرے
ایک بیٹے قاضی مظہر علی کے قاضی امام الدین سے تھے
جن کی شادی مولوی وحید الدین خاں صدر اعلیٰ کے
لڑکی سے ہوئی تھی اون کے داماد مولوی وجیہہ رجسٹرار
کرائے پر سر اُٹے ہیں اور کثیر الاولاد ہیں اون کے سب لوگ
قابل اور خوندہ موجود ہیں اون کے داماد حکیم حسیب تھے
ایک داماد جبو میاں ولد شاہ عیدن جوری چک بہار میں جو
راقم کے چھوٹے بیٹے نظر الحسن کے سالے ہیں اور مسٹر شرف
کے ساڑھو ہیں اور مسٹر نور الہدیٰ جج کے بہنبجر ہیں قاضی
مظہر علی کے داماد میر اظہار حسین مرحوم تھے میر اظہار حسین میر
برکت کے خاندان کے تھے۔ میر برکت کے خاندان
سے میر ہانڈی صاحب کو تعلق برادری قریب کا تھا
میر ہانڈی کی اولاد میں مجو میاں لیاقت میاں لکڑی فروش
رانی پور ریاست میاں کے والد تھے اون کے
بڑکو و چھکو دو چایاں لڑکے تھے لیاقت میاں کے
چند اولاد ذکور تھے و اناث اولاد تھی
ریاست حسین و محمد حسین بھی اون کے بیٹے ہیں
ان لوگوں کو تعلق میر اظہار حسین کے خاندان سے ہے
میر اظہار حسین کے بیٹے مولوی لیاقت حسین ہیں جو حیدر آباد میں

ملازم تھے وہیں شادی بیاہ ہوا دمن کے ساکن ہیں صاحب
اولاد ہیں اور راقم نے اور اونہوں نے ۶ بی ساتھ حاصل کیا
وہ حاجی ہیں اور خدا پرست آدمی ہیں بہت نیک طینت
آدمی ہیں اون کے بھائی حافظ ابراہیم تھے اون کے بیٹے
شبلی میاں ہیں جو ٹالی میں بیاہے ہیں اور نامدار شاہ اور ڈاکٹر
عبدالکریم سے قرابت داریاں قریب ہیں اس خاندان میں
جائداد سب شبلی میاں کے وقت میں ضائع ہوئی ایک
بیٹے مرزا ظہار حسین مرحوم کے سکو میاں تھے یہ اور شبلی
میاں سارٹھو تھے انہوں نے اپنی زندگی تعیانہ ؟ تھوری
آمدنی میں اچھی گذرا اور مر گئے ان کی اہلیہ نے جائداد
بربلو کیا اب ان لوگوں کا وقت آیندہ مشکل دکھائی دیتا
ہے قاضی مظہر علی و قاضی نیاز علی کے دو اولاد وسیع
وقت میں ان لوگوں کے جائداد تلف ہو گئے اور
ورثا کا مالی حال خراب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے
سکو میاں لاولد مرے ۔ سکھو میاں اور شبلی میاں
نامدار شاہ ڈاکٹر عبدالکریم سب کو تعلق ٹالی والوں
سے ہے بشیر میاں ولد وزیر علی نصر اللہ میاں راقم
کے نانی کے حقیقی سالے کے شادی ٹالی ہے میں شاہد میاں کا
رہبر داز کے نتیجے سے ہوئی ہے ـــ

۴۔ مولوی امان علی خاں مولوی شیر علی کے

چچیرے بھائی تھے اور مولوی افضل علی خاں مولوی امان علی خاں کے اپنے بھائی تھے یہ سب لوگ فریدپور کے تھے اور مولوی محمد اسحاق مورث اعلیٰ کے لڑکے ہیں ان دو بھائیوں کے اولاد میں حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ اور مولوی فخر الدین وکیل گیا اور مولوی یوسف نتوں منظر میاں کے والد اور مولوی یحییٰ کلیم میاں کے نانا اور سیدین اور ظہیر میاں اور وزیر میاں سالارپوری ہیں یہ سب لوگ ایک ہی خاندان کے ہیں تفصیلی حال اسی کتاب میں جابجا سب کا موجود ہے جو اپنے اپنے موقع پر مل سکتا ہے۔

۵۔ مولوی نظر علی کی اولاد فریدپور میں

موجود ہے۔ درگاہی میاں مولوی نظر علی کے ناتی ہیں اور میر فضل احمد کے داماد ہیں میر فضل احمد مرحوم مولوی نظر علی کے بیٹے تھے دوسرے لڑکے میر مجرمو صاحب ہنوز زندہ ہیں اور بہت سن رسیدہ ہیں انکی اولاد اناث و ذکور موجود ہے ان کے چند محل تھے۔ پہلی شادی ان کی راقم کے خسر میر فضل پرساپئی کے بھانجے میر امیر احمد کی لڑکی سے ہوئی تھی اس سے حکیم حمید امتخوا کی بی بی ہیں اور

قاسم مختار کی بیٹی ایک داماد جہان آباد میں ہیں میر فضل احمد کی شادی جان پور میں سجاندان میر نواب جان ہوئی اون کے بیٹے بکنی میاں اور رمضانی میاں ہیں۔ بکنی میاں ہی جان پور ہی میں بیاہے گئے اور رہے اون کی اولاد بتیا میں نظیر الحسن رجسٹرار سے بیاہی ہے اور ایک منا میاں مولوی تمنا عمادی کے بھانجے سے بیاہی ہے اولاد ذکور بھی ہیں اور زیادہ حال ان لوگوں کا بوجہ انقطاع آمد رفت نہ کھلا۔ رمضانی میاں کا زیادہ حال راقم پر بوجہ انقطاع آمد رفت ظاہر نہ ہوسکا میر فضل احمد و میر بڈھو صاحب والد ماجد کے حقیقی چچیرے بھائی تھے۔ ان لوگوں کے وقت تک آمد رفت اور خلوص پورا قائم رہا بلکہ حسب دستور زنانی اور مردانی آمد رفت رہی۔ راقم سے اس خاندان کے کل بڑی بزرگ عورتیں سامنے ہوائیں اور میرے یہاں کی عورتیں اپنے عزیزوں سے سامنے ہوتی رہیں شادی و غمی کے شرکت زنانے و مردانے برابر رہی مگر رانی پور والوں سے آمد رفت مولوی شیر علی مرحوم کے مرنے کے بعد سے بالکل منقطع ہوگئی۔ راقم کے پھوپھیوں کی اولاد در اولاد فرید پور والوں سے شاید ہی کوئی واقف ہو اور پہچانتا بھی نہیں ہے۔

حالانکہ وہ لوگ خوش حال ہیں کوئی آدمی انتساب محتاج
کسی کا نہیں ہوا ہے کم و بیش حیثیت سب رکھتے ہیں
درگاہی میاں کے والد موضع دوریکے مولوی عبدالغفار صاحب
تھے وہ شہر میں آتے جاتے تھے اور درگاہی میاں کی
بعض اولاد پھلواری اور بانکی پور گول گھر کے پاس بیاہی
ہے۔ اور اون کے بھائی الو میاں کے تعلقات پٹنہ سے
بخاندان شباب میاں شیخ و خود اون کی بی بی منیر کے از خاندان
حافظ عبدالکریم ہیں اس لئے ان لوگوں کو بعض اہل قرابت سمجھے
جاتے ہیں منشی سراج الدین وکیل جہان آباد اسی خاندان کے
ہیں۔ مولوی نظر علی کے ناتی میں بعض لوگ جہان پور میں ہیں
ایک بیٹے خدا بخش مرحوم تھے صلی اولاد تھے خدا بخش
مرحوم منشی سراج الدین مذکور کے حقیقی ماموں تھے منشی
سراج الدین منشی امامی مختار جہان آباد کے داماد ہیں مولوی
نظر علی مولوی خیر علی کے حقیقی بھائی تھے

۶ مولوی وارث علی مولوی خیر علی کے

حقیقی بھائی کی اولاد کوچ کا مریس میں اور عثمان میاں کا
خاندان ہے اس خاندان کے لوگوں کو تعلقات برادری
زیادہ تر خاندان مولوی اظہر علی مرحوم سے رہا اور اسی خاندان کے

تعلق قرابت داری کا خوشدامن میر شمس الہدیٰ مرحوم
کو رہا۔ مولوی مظفر علی اور مولوی شیر علی کا خاندان بہت پھیلا ہوا
ہے اور مولوی امان علی خان و مولوی افضل علی خان کا
خاندان بھی بہت پھیلا ہوا ہے تعداد جمبران خاندان کے
کثیر الاولاد کی وجہکر بہت سے دور دور دیہات دیہات
برادریاں پھیل ہوئی ہیں سبحان کابر کے خاندان میں
ہنوز لوگ موجود ہیں جن سے آمد رفت نہیں ہے محمد حسین
پولس میں تھے وہ آئے تھے۔

۷۔ میر قادر علی چھوٹے بھائی مولوی
شیر علی کے تھے ان کا لگاؤ زیادہ تر روحانی والوں
سے تھا اور ہے ان کے لڑکے مولوی آل صاحب روحانی
سے بیاہے گئے گھر میں مقیم رہے ان کے قرابت داریاں
دیہات اور شہر میں زیادہ پھیل گئی جس کا تذکرہ اوپر
ہوچکا ہے پنچورہ اور روحانی اور لودیکٹرہ اور سملی
تمام در اولادوں کے تعلقات ہیں جو اپنے اپنے
جگہ پر لکھا گیا ہے۔

۸۔ قاضی تبارک حسین شہر گھاٹی بھی فریدپور کے
بھی ہم جد ہیں اون کے بیٹے قاضی نور صاحب جلد راعلیٰ تھے

اون کے بیٹے مولوی انوار احمد خان بہادر پٹنہ میں ڈپٹی تھے اونکے
بیٹے مسٹر زبیر صاحب ڈپٹی ہیں ہنوز فرید پور میں ان لوگوں کے
مکان کے زمین موجود ہے اور حصہ بھی جائداد میں ہے حاجی
تبارک حسین کی شادی شہر گھاٹی میں ہوئی وہیں کے باشندے
ہو گئے کل تعلقات وہیں ہیں میر انور علی رجسٹرار بھی وہیں بس گئے
اور میر فضل حسین کے لڑکے مولوی فضل حق صاحب ڈپٹی
پٹنہ میں ہیں یہ سب حال جانتے ہیں قاضی نور صاحب اور قاضی
انوار احمد صاحب ڈپٹی کے وقت تک آمد و رفت قائم رہیں
بوجہ دوری سکونت بالکل انقطاع آمد و رفت و ترک برادری ہے
یہ سب لوگ ایک بونٹے کے دو ڈال ہیں۔
شیخ امداد علی مرحوم راقم کے مکان کے متصل میں ایک دولتمند
رئیس کا گھر ہے ان کی برادری اور تعلقات دیہات سے بھی
خاندان شیخ برکت اللہ و شیخ احمد اللہ و منشی محمد میر سے برادری
خاص ہے ان کی دو بیبیاں تھیں بی بی کا جو جیری ڈومری کی
تھیں دوسری بی بی نہری کی تھیں ان کی آمدنی بہت ہے
قریب لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی اس گھر میں تھی ان کے ایک ہی
داماد میر ابو سعید صاحب خان بہادر مرحوم تھے جن کے بیٹے
محمد عمر تھے اور جن کے داماد محمود الحق ولد مولوی رشید الحق
ولد مولوی وحید الحق داماد ہیں ان کے ایک داماد قاضی فرزند

احمد خان بہادر سیتھ ایک وہاب مرحوم کٹرہ آئن کے تین
داماد تھے نواب مرحوم وہاب مرحوم کے لڑکے شاہ منعم صاحب
کے خاندان میں بیاہے گئے مولوی رشید مرحوم ولد میر یعقوب
حسین کٹرہ بھی اُنہیں کے داماد تھے یہ ابو سعید خان بہادر کے
بھانجے بھی تھے اور داماد بھی تھے مولوی رشید صاحب
پھلواری مولوی محمود الحق کے والد ہیں تینوں داماد تھے شیخ وزیر
کی لڑکی مسماۃ بی بی فصیحن تھیں جن کے لڑکے کلیم الظفر ولد مولوی
عبدالسبحان ہیں ہر ہر آدمی کا حال اس کتاب میں اپنے اپنے جگہ
پر مفصل ملے گا اس دربار میں اچھی دولت رہی اور مقدمہ
بازی اور فضول خرچی میں کئی لاکھ روپے برباد ہوئے ترکہ
بٹے تاہم متعدد ورثا اس وقت بھی مفرح حال ہیں سنیوں میں
اس آمدنی کا کوئی گھر نہ تھا کس طرح پر جیتر بتر ہو گیا اب سنی مذہب
کا کوئی دولتمند پچاس ہزار روپیہ سالانہ کے آمدنی کا اس شہر
میں باقی نہ رہا دو چار ہی گھر ایسوں کا تھا لودی کٹرہ میں شیخ
امداد علی شیخ نثار حسین عرف شیخ چھبہ میاں ندکنواں و مولوی
شیر علی رانی پور میر اسمٰعیل علی صدر گلی پیارے صاحب کنگھیا ٹولہ
اور حاجی گنج میں خاندان گوہر علی خاں تھا ان سب گھروں کے
مالی حالت بوجہ اخراجات متروکات و مقدمات و شادیات
بیماردار یوں و غفلت انتظام و لاپروائی و نمک حرامی ملازمین

و عادت خبیثہ ہمراہ ہر ایک امیر خاندان بوسیدہ حال میں ہو گیا
اب لوگ امیر تو ہیں اپنے مفرح حال بیچ جو رفتہ رفتہ اگر اضافہ نہ
کرینگے تو آئندہ نسلیں مفلوک الحال ہو کر رہیں گے ابھی تک تو
جائداد منتقل کرنے والوں ہی کو دیکھتے آئے کسی خاندان میں
خریداری جائداد نہیں دیکھا اب رجسٹری آفس کا تجربہ ہے کہ مقرر
زیادہ دیکھائی . دیتے ہیں جائداد میں منتقل ہو کر اغیار کے
پاس جا رہے ہیں آپسمیں بھی رد و بدل ہو کر نہیں رہ سکتی افسوس
ہے اپنا کوئی چارہ نہیں ہے ایسے میں تو مہاجن بن گئے اور رؤسا
بگڑ گئے کہیں کچھ وجہ ہوئی کہیں کچھ وجہ ہوئی مگر جائداد خراب ہوتی
گئی تھے بڑے دربار و اب دربار اوسط درجہ میں آگئے آنسو
پونچھنے کو بعض گھر لکھنؤ کے نوابوں کا قائم ہے اوس میں بھی اکثر
دربار شیعہ مذہب کا بھی خراب ہو گیا منجھلے نواب بادشاہ نواب
الطاف حسین خان رتن صاحب بھی چار گھر سے جدا یہ کمالات کے لائق
رہ گئے ہیں بارسٹروں میں مسٹر علی امام و حسن . نام جناب ڈسٹر یونس مسٹر
عبدالعزیز یہ لوگ خود سید الرحمٰن اور امیر کہلا سکتے ہیں ملازموں میں
سر فخر الدین خواجہ محمد نور جسٹس فضل علی آنریبل سید ارتضیٰ ہیں دوسرے سلطان احمد
وائس چانسلر جو مشاہرہ دار او [illegible] ہیں ورنہ مسلمانوں میں سارا شہر
اوسط درجہ میں آ گیا اور آ رہا ہے اور مسلمانوں کو اس طرف بالکل توجہ
نہیں ہے آخر کار اس گروہ کا کیا حشر ہوگا۔

چھوٹی شیخائن کا خاندان تو شیخ امداد علی ہی کا
گھر تھا اور اسی خاندان کی شاخ ہے۔ اور اسی گھر کی دولت ہیں
ان کی لڑکی میر کھجو صاحب بہار بارہ دری سے بیاہی تھیں
میر کھجو صاحب کے بھائی میر دمڑی یا پارین بہار .. میں تھے اون کی لڑکی
عاسف مرزا صاحب کے والد سے بیاہی تھیں عاسف مرزا
صاحب خاندان گذری کے آدمی ہیں۔ ان کے والد اور چچا
منجو صاحب اور سنجو صاحب دو بھائی تھے اور مہدی نواب
صاحب گذری کے خاندان سے تعلق تھا یہ سب لوگ
میر عبداللہ کے خاندان کے تھے۔ عاسف مرزا موجود ہیں
مہدی نواب صاحب کے داماد تھے۔ میر دمڑی صاحب کا
گھر ویران ہو گیا ہے۔ ورثا میں میر کھجو صاحب کے بیٹے
مولوی کفایت حسین اور مولوی یوسف حسین اور نیری
مجسٹریٹ تھے اور لڑکی معین میاں بہار ولد میر ممتاز علی
سے بیاہی ہیں۔ میر ممتاز علی میر کھجو صاحب کے بہنوئی تھے
میر کھجو صاحب اور میر ممتاز علی دونوں پرانے وضع اور
خیال و چلن کے رئیس تھے بہتیرے لوگوں کو فیض پہونچا
یہ لوگ عیش کی زندگی گذار کر مر گئے۔ معین میاں بہاری

زندگی بڑے عیش کی گذرتی ہے وہ بہت منتظم فن زمینداری
میں ہوشیار ہیں اور بڑے وضعدار اور خوددار آدمی ہیں
با اخلاق ہیں۔ ان کے لڑکے بخاندان سید میں سکندر منزل میں
بیلیہے ہیں اون کا نام سید نظام ہے۔ معین میاں کے داماد
فرید بابو ولد مولوی یوسف حسین اوزیری مجسٹریٹ ہیں
ایک داماد میر کفایت حسین کے بیٹے امین میاں ہیں ـــ
معین میاں نے اپنے دونوں سالوں کے ایک ایک اہل ذکور
سے اپنی لڑکیوں کو بیاہا۔ اسی سے معین میاں کے مدبر دماغی
اور کفت پسندی کا اور عقلمند ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ آدمی
کس طرح اپس میں آیندہ کا لحاظ کرتے ہوئے قرابت داریوں کا
سلسلہ قائم کرتا ہے۔ کفایت میاں کے ایک لڑکے شمس الدین
ہیں جو چھاپہ خانہ بنام شمسی کرتے ہیں۔ کفایت میاں کے
ایک سوتیلے بھائی محمد امیر ہیں جو دست کاری کرتے ہیں۔ کفایت
میاں کے قرابت دار حسن جان مرحوم تھے جن کا لڑکا ہے جو
طبق کا روزگار کرتے ہیں۔ کفایت میاں کے ورثا وخان بہادر
مولوی معین الدین اون کے خاندان کا مفصل حال اوپر
ہوگیا ہے۔ مولوی یوسف حسین کے اولاد ذکور میں مسٹر

محمد سعید ہیں اور ان کے بھائی بابو ملن ہیں جو بہو تھی ایک کا انتقال
ہو گیا - ایک لڑکا محمد ابراہیم ایک محل سے تھے وہ بھی مر گئے
ایک محل سے حمید میاں ہیں - مولوی یوسف حسن کے
ایک داماد مولوی نثار علی صاحب رجسٹرار ساکن مرداد
کے ایک بیٹے ہیں جو منصف ہیں راقم کو نام یاد نہیں ہے
ایک داماد میر کفایت حسن مذکور کے بیٹے مسٹر منظور تھے
وہ صاحب اولاد ہو کر مر گئے وہ میر یوسف حسن کے حقیقی
بھائی کے بیٹے تھے اچھے نیک لڑکے تھے - ایک لڑکے مولوی
یوسف حسن کے مولوی شکور مختار ساکن محسن پور کی لڑکی سے
بیاہے گئے - لڑکی زندہ ہے داماد کا ان کے انتقال ہو گیا وہ
صاحب اولاد تھی اولاد بھی مر گئی - یوسف میاں کی زندگی
رعب داب عزت آبرو اور عیش سے رندانہ گذری اور مرتے
وقت بھی موت اچھی ہوئی بہت عمدہ آدمی گذرے - کفایت
میاں بھی بڑے نیک دل تھے - خاندان میں باوجود تقسیم
متروکات ورثا کو خوش حالی موجود ہے - مگر ان لوگوں کا
جانشین کوئی نہ ہو سکا - یوسف میاں کی شادی چاند پورہ میں
شاہ عسکری صاحب کی لڑکی سے ہوئی اور میر کفایت حسین کی

شادی کا حال اوپر لکھا ہے مولوی یادر حسین پھوپھا کے
بھائی کی لڑکی سے ہوئی ہے ۔

۱۱۱ شاہ تبارک حسین کا مکان ڈیانواں میں تھا

ان کی پوری قرابت داریاں ڈیانواں والوں سے ہیں ان کے
بیٹے شاہ مبارک حسین تھے۔ شاہ مبارک حسین مولوی احسن
صاحب ڈیانواں کے داماد تھے۔ مولوی احسن صاحب شیخ
احمد اللہ ولد شیخ برکت اللہ کے داماد تھے۔ خان بہادر شاہ
محمد کمال و شاہ جلال مولوی احسن صاحب کے نواسے تھے
مولوی ولی الحق ۔ مولوی احسن صاحب کے بیٹے ہنوز
موجود ہیں۔ شاہ کمال صاحب کے خالہ حکیم نصیر صاحب
بانکی پور کی اہلیہ ہیں۔ شاہ کمال خان بہادر کے لڑکے مولوی
رفیع وکیل ہیں یہ چھیدی میاں ولد مولوی عبد السبحان مرحوم
کے داماد تھے اولاد ہے بی بی کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے
لڑکے بھی تعلیم یافتہ ہیں نام یاد نہیں آتا ہے۔ خان بہادر
مذکور کے داماد شاہ اقبال ان کے بھائی کے لڑکے ہیں
اور شاہ لال میاں کے لڑکے عبد الرحمٰن میاں ایک داماد ہیں

شاہ کمال صاحب مولوی یوسف صاحب نتول کے داماد ہیں
اور منظر میاں نتولی کے بہنوئی ہیں۔ شاہ لال صاحب ان کے
چچا تھے جن کا مفصل حال جداگانہ موجود ہے اور شاہ جلال و
شاہ اقبال کا بھی حال لکھا ہے۔ ان لوگوں کی قرابت اوس میں
ملے گی۔ سید میاں نواده شاہ مبارک حسین و شاہ لال میاں کے
بہنوئی تھے۔ ان کے بیٹے مسٹر آل حسن مرحوم تھے یہ خان بہادر
کے بہنوئی تھے اور اون کے بیٹے بنو میاں و جھبو میاں جو تھے
ہرداس بیگہ میں جاکر مقیم ہوئے ہیں۔ سید میاں کے ایک بیٹے
مظہر میاں تھے جو نوادہ میں رہتے تھے اور وہ رشتہ میں
میر امیر حیدر وکیل کے داماد تھے یہ لوگ جوان ہی مر گئے۔ ہرداس بیگہ
میں ایک بھانجے شاہ کمال خان بہادر کے زندہ ہیں ایک
لڑکے سید میاں کے ہنوز نوادہ میں زندہ ہیں جن کا نام بوجہ
عدم آمدرفت راقم کو یاد نہیں آتا ہے غالباً عمرو میاں ہے
شاہ کمال خان بہادر کی زندگی بڑی عیش کی گذری انہوں نے
لاکھوں لاکھ روپئے خود صرف کئے اچھا کھایا اچھا پہنا اچھی
عزت حاصل کی۔ بہتیرا اخراب کیا۔ نہایت سچے آدمی ہیں
رندانہ زندگی بسر کر کے آخر عمر میں حج کیا اور مرید ہو گئے۔

اور مذہبی زندگی گذارتے ہیں۔ شیخ احمد اللہ کے والد شیخ
برکت اللہ وکیل تھے اور امیر آدمی تھے اون کے بیٹے
ایک محل سے منشی محمد امیر سرشتہ دار جج تھے انہوں نے
بڑے زور کی سرشتہ داری کی بڑا نام پیدا ہوا اچھا کمایا
آخر میں گوشہ نشیں ہو گئے۔ شیخ احمد اللہ کا ترکہ پایا انہوں نے
خود اپنے ترکہ میں سے اپنی بہن کو ترکہ دیا حالانکہ اون کو
اوس ترکہ سے سروکار نہ تھا۔ اوس وقت ایسے بھی بھائی
تھے کہ اپنی دولت اپنی بہن کو بے وجہ لکھدیتے تھے حالانکہ
یہ صاحب اولاد تھے ان کے بیٹے منشی محمد قائم رجسٹرار
تھے یہ بہت خوبصورت جامہ زیب خوددار نوجوان تھے
یہ داناپور میں رجسٹرار تھے۔ اور رجسٹری میں انسپکٹر بھی
ہو گئے تھے۔ ڈپٹی مجسٹریٹ بھی تھے ان کی شادی پھوپھو کی
لڑکی سے ہوئی اون کی لڑکی سرفراز حسن خان کے لڑکے سے
بیاہے تھے ان کی لڑکی قاسم میاں خان بہادر متولی صغرا
اسٹیٹ سے بیاہی تھے محمد قائم کی اولاد محل اولی کی زندہ
نہ رہی بی بی بھی مر گئیں خود بھی مر گئے جائداد بھی خراب ہو گئی
مکان تک بک گیا اوسی مکان میں خان بہادر مولوی حسن الدین ہیں

دور خرید کیا ہے یہ مکان بڑا اچھا گوان ہے جو رہا اقبال مند رہا
راقم کے چچا لاولد میر نورالحسن مرحوم اسی مکان میں
مرے تھے - قائم میاں اور منشی محمد امیر صاحبان کی زندگی
اس شہر میں بڑی عیش سے گذری - ان کے محل دوم کے
بطن کی اولاد ہے جسے بعد مرنے ان کے اون کے احباب نے
پرورشس کیا وہ کہیں محرر ہیں - باپ کی زندگی میں بڑی
عیش کی پرورش ہوئی اور بعد مرنے باپ کے تکلیف سے
گذران ہوا اون لوگوں کا کچھ حال نہیں معلوم کہ کہاں گئے
داناپور کی کوٹھی انکا باغ مرلی دھر کل باغ سب بک گیا
باغ مرلی دھر راقم نے خریدا اثاث البیت اور مکان
سب اون کی زندگی میں بک چکا تھا - منشی محمد امیر
حج کو گئے و سمندر میں جہاز پر مر گئے - خان بہادر مولوی فضل امام
نے جہاز روک کر بوشہر میں دفن کیا - محمد قائم جیٹھلی میں
گڑے ہیں مزار تک پختہ نہ بن سکا - ان لوگوں کی زندگی کو
یاد کرتے ہیں ، اون لوگوں کی رہایش پر غور کرتے ہیں
اور اون کے بعد کے واقعات کو جو دیکھا ہے یاد کرتے
ہیں تو خدائی یاد آتی ہے اور رقم نامی کو دیکھکر دنیا

یہ سچ معلوم ہوتی ہے جو کر گئے وہ ساتھ گیا جو بھگت لیا
وہی کام آیا بعد از سر من کن فیکون شد شدہ باشدم نیوا لیکو
کیا کیا نہ کیا گذر گئی اور اون پر کیا گذر گیا۔ کسی نے کچھ کیا تو
کیا نہ کیا تو کیا۔ قائم میاں کے پھوپھا میر تفضل حسین تھے
وہ داروغہ تھے وہ چند بھائی تھے ایک کا نام فدا حسین تھا
اور دوسرے کا نام یاد نہیں ہے مگر سب صاحب اولاد تھے
یہ لوگ پُن پُن کے علاقہ کے کسی دیہات کے رہنے والے تھے
شاید نوری چیاب کے تھے۔ داروغہ جی کے بیٹے منشی حسن رضا
سررشتہ دار تھے جو ابراہیم میاں کمتولیہ و علی حسن میاں کمتولیہ
کے بہنوئی تھے وہ لاولد مرے ان کی کل دولت اون کے
سالوں کو بعد مرنے بی بی کے ملی۔ ابراہیم میاں کے لڑکے
فضلو میاں مختار اور عثمان میاں وکیل ہیں۔ فضلو میاں کی
شادی اپنے چچا علی حسن میاں کی لڑکی سے ہوئی اولاد ہے
عثمان میاں کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے۔ علی حسن میاں کی
شادی پوجہا کے پاس کے دیہات میں ہوئی ہے۔ ابراہیم
میاں کی شادی بتیا میں مولوی اسحاق رجسٹرار کی لڑکی سے
ہوئی۔ مولوی معروف مختار بتیا انکے ساڑھو ہیں۔ منشی حسن رضا کے

بھائی علی رضا مرحوم تھے اون کا خون خراب ہو گیا تھا وہ لاولد
مرے اون کی شادی میر الفت حسین مرحوم کے بہن سے ہوئی نیم تلے
والے وہ مشہور ہیں وہ عزیز الحسن وانیس الحسن ولدان میر الفت
حسین کی پھوپھی تھیں عزیز الحسن کی بہن عمر میاں ولد ابو سعید خاں
مرحوم کی بی بی اور محمود الحق میاں پھلواری کی ساس ہیں ایک بہن
حکیم زبیر صاحب پھلواری سے بیاہی تھیں ایک بہن مسٹر مارٹن سے
بیاہی ہیں مسٹر مارٹن چیتی دلیل الدین خاں کے ناتی ہیں و بیٹے دلیل
الدین خاں حیدر آباد میں بہت اعلیٰ افسر تھے نشی حسن رضا اور
نشی محمد امیر اور اون کی گھر بھر کو بیعت خانقاہ عمادیہ میں تھی
نشی حسن رضا اون کی بی بی پھلواری میں راقم کے مقبرہ کے چبوترے
کے پچھم چبوترے پر مدفون ہیں کچھ جائداد موقوفہ خانقاہ میں نشی لکھ
گئے ہیں داروغہ تفضل حسین سے میر شاہد حسین خسر محمد نور اللہ
ناتی راقم کے خاندان جدے سے قریب تر رشتہ داریاں ہیں میر علی
حسن کی لڑکیاں خواجہ سید حسن کے لڑکوں سے شاہ کی املی میں
بیاہی تھیں اولاد بے زندگی میں نشی جی کا خاندان بڑا مشہور تھا
گمنام ہو گیا۔

(۲) شیخ نثار حسین عرف شیخ کواں کا مکان تیا ٹنڈ کواں پر تھا یہ بہت
دولتمند آدمی تھے ان کا نام لوگوں نے بوجہ دولت کے شیخ چھپے
رکھدیا تھا ان کے پاس وافر خزانہ تھا اِن کو لوگ شیخ کنواں بھی

کہتے تھے ان کے بیٹے شیخ فضل الرحمان تھے یہ بھی میر ابو سعید خان
بہادر کے ایک داماد تھے اور بھی شادیاں اون کی ہوئیں یہ
شادیاں کسی دیہات میں ہوئی تھیں یہ کم سن بھی تھے جب ان کے
والد نے قضا کیا جائداد کا انتظام ان کے ماموں منشی امانت علی
کے ہاتھ میں رہا وہ بھی دہات کے رہنے والے تھے اون کے
وقت تک اون کے والدہ حیات تھیں جب یہ خود مختار ہوئے
ان کی روش زندگی رندانہ ہوئی ان کے یہاں ایک لالہ جی منشی
کالی پرشاد تھے وہ مغلپورہ کے رہنے والے تھے اون کے بیٹے
منشی پانچو لال تھے ان لوگوں نے خوب کمایا اور فضلو میاں کے
وقت میں کل جائداد نقصان ہو گئی متروکات بھی تقسیم ہوئے
اب مکان تک کھو گیا فضلو میاں آخر عمر میں کرایہ کے مکانوں
میں رہے ان کو سسرالی جائداد بھی ملی تھی وہ بھی سب
برباد ہوئی آخری عمر اونکی تکلیف سے گذری اون کے بیٹے خدو
میاں تھے اونکی شادی موسیٰ کمپنی تول میں ہوئی اون کے ۴ لڑکے
تھے محمد ظہیر ہنوز زندہ ہیں اور پوتی محمد یحییٰ خاں ولد اقبال
علی خاں نہر کے لڑکے سے بیاہی گئیں اور ایک لڑکی مولوی
طاہر بار و وکیل ہائی کورٹ کے خاندان میں بیاہے گئے فضلو
میاں کی بہن حافظ فضل حق ولد داروغہ فدا حسین مرحوم شاہ جگہ
سے بیاہی گئیں حافظ فضل حق آزاد بڑے شاعر ہیں اور بڑے

نامور آدمی ہیں اون کے بیٹے شمس نور الحق ہیں اون کی شادی
بخاندان مولوی شیر علی مرحوم اون کے ایک نتنی سے ہوئی تھی وہ
لاولد مریں پھر ان کی شادی میر جواد حسین گیا کے لڑکی سے ہوئی
یہ لڑکے گیا میں ہیں حافظ فضل حق آزاد نے بانکی پور میں مکان
بنا لیا تھا وہ مکان ہسپتال میں خرید لیا گیا میدان سے اب
بہت بوڑھے ہو کر شاہو بگہ میں رہتے ہیں حافظ فضل حق کے والد
داروغہ فدا حسین ٹیکاری میں دیوان تھے بڑے نامور آدمی
گذرے اون کے بھائی لطیف حسن تحصیلدار تھے جنکی لڑکے
حافظ وحید الحق تھے جو ببن صاحب کے سسر تھے اور وہ
براتی میاں لودی کٹرہ کے بہنوی تھے ببن صاحب گنگھیاٹولہ
کی ساس ہنوز زندہ ہیں ببن صاحب کے دادا پیارے صاحب
کنگھیاٹولہ میں تحصیلدار صاحب عمر بھر رانی پور بدربار مولوی
شیر علی ملازم رہے تحصیلدار صاحب کی بی بی اور راقم کی خوشدامن
قریب تر رشتہ کی بہن تھیں یہ بہت کنبہ پرور آدمی گذری ہیں
ان ہی کی وجہ کر شاہو بگہ کے لوگوں کی آمد رفت شہر پٹنہ میں
زیادہ ہوئی اور لوگوں کو موقع تعلیم کا ملا کیا یہ بڑی دبدبہ
اور دبدبہ کے آدمی تھے اور بادیانت اسے منیجری چلائی
اس دربار میں جہاں رہے بہت اچھا انتظام کیا۔ داروغہ
فدا حسین کی لڑکی جسٹس شرف الدین ہائی کورٹ کے جج سے

بیاہی تھیں۔ جسٹس شرف الدین حسن امام صاحب وسر علی امام
کے حقیقی ماموں تھے۔ جسٹس شرف الدین کے لڑکے مسٹر
احمد شرف الدین بارسٹر تھے وہ مجید میاں ٹیڑھی گھاٹ
ولد میر احمد حسین مرحوم ولد میر اسمعیل صاحب صدر گلی کے
داماد تھے۔ اون کی دوسری شادی بنارس میں ہوئی جس سے
اولاد ہے۔ تحصیلدار صاحب کے بھائی منشی عبد الحکیم تھے
وہ بھی برابر سائیں میں قاضی رضا حسین خاں بہادر راقم
کے پھوپھا کے یہاں منیجر رہے اور راقم کے دربار کے
چند مواضعات کے عمر بھر ٹھیکہ دار رہے اون کے بیٹے
حافظ عنایت کریم وکیل تھے وہ راقم کے حقیقی چچیرے
سالے مولوی ضمیر کے پوتی سے پالی میں بیاہے گئے وہ
اظہار وکیل کے بہنوئی تھے۔ مولوی اظہار کے والد محمد تقی تھے
وہ نواب الطاف حسین خاں گذری کے یہاں در سیر تھے
جوان ہی مر گئے۔ مولوی ضمیر پر سائیں کے بیٹے اور میر یعقوب
حسن پالی کے بہنوئی تھے۔ فضلو میاں کی اپنی آمدنی بعد
تقسیم متروکات کے بھی ستر ہزار روپیہ سالانہ کی ہوگی
آخری وقت میں چھ سو روپیہ سالانہ کی آمدنی بمشکل رہ گئی
تھی انہوں نے دولت کی کچھ قدر نہ کی بہت خراج آدمی

گذرے وہ خزانہ ان کے والد کا اب تک نہ نکلا کسی کو خبر نہیں ہے کہاں تھا کیا ہوگیا خدا جانے کس کے قسمت کا ہے۔ ان کا مکان میدان ہوگیا اب اوس میں مسٹر محمد جناح بارسٹر کا باغ ہے۔ شیخ کو ان کی یادگار ایک امام باڑہ ہنوز قائم ہے جہاں سال میں ایک دفعہ مجلس عزا ہوتی ہے۔ ظہیر میاں فضلو میاں کے پوتے متولی ہیں غالباً امام باڑہ کے تعلق کی جائداد ہی رہ گئی ہے۔ وقف کی جائداد کا محافظ خدا ہی ہوا کرتا ہے۔ متولیان تو اسکو بھی منتقل کردیا کرتے ہیں کتنے جائداد موقوفہ منتقل ہو گئی مورثان بغرض حفاظت خاندان ہی جائداد وقف کیا کرتے تھے جس کی بدولت اکثر خاندان کے ورثا کی زندگی چل رہی ہے۔ بہتیرے وقف ہیں جنکا اصلی منشاء صرف حفاظت جائداد اور پرورش خاندان تھا۔ پرانے لوگ بڑے دوراندیش تھے۔ کچھ کچھ جائداد ہر خاندان میں وقف ضرور تھے جسکی بدولت آیندہ کی تباہ شدہ اولاد کی پرورش ہو رہی ہے۔ مورث کے نیت بھی یہی ہوا کرتے تھے اور یہ مذہباً بھی جائز ہے ذوالقربا کے رہتے ہوئے اغیار کیوں فائدہ اوٹھائیں گے۔ اگر متولیان موجودہ وقت میں صلاحیت ہے تو بیشک

مال ہو تو وہ کھانا حرام ہے جب خود وہ محتاج ہے تو اپنے ابائی
جایداد کیونکر دوسروں کو کھلا سکتا ہے اور خود بھیک مانگ
سکتا ہے فطرت کے خلاف کیونکر برداشت کر سکتا ہے عقل
کو متولی بھی نہیں رہنا چاہیئے اور اگر ہے تو اوسپر الزام بھی
نہیں ہو سکتا مرتا کیا نہ کرتا مورثان وافقان ہوتے تو وہ اپنی
سچی نیت کو بتا دیتے اور اونکی اندرونی خیالات کیا تھے
استحفاظ جایداد اور خاندان اون کی اصلی نیت سے یا نہ تھے
فضلو میاں کا بھی دو تین برس ہوا انتقال ہو گیا جب اونکا مکان بک گیا تو
راقم اون کو اٹھا کر اپنے مکان میں لے آیا اور آٹھ برس تک
پورا ایک مکان کرایہ اونکی مصرف میں رہا آرام طلب امیرادی
کچے مکانوں میں کیسے گذر کر سکتے تھے راقم نے اون کے گذشتہ
حالات پر غور کر کے اونکو یہ جگہ دی تھی۔

۱۳۔ شیخ طہارت حسین کا اصل مکان سیلپور مین تھا اون کی شادی
امیر علی خاں صاحب کے یہاں ہوئی تھی امیر علی خان کا مکان
شاہ کمال خاں بہادر کے بغل میں ہے امیر علی خاں و عبدالرحمان
خان و بہادر علی خاں بہادر بازہ و ننھے خاں یہ لوگ غریب
تر لوگ تھے شیخ طہارت حسین سسرال ہی میں زیادہ رہے

ان کے لڑکے فصیح احمد میاں نور احمد میاں علی احمد میاں ہیں
فصیح احمد میاں نے سبل پور میں مکان پختہ بہت اچھا اٹھایا
اونہوں نے اپنے والد کے وقت سے ترقی کیا حالانکہ متروکہ
تقسیم ہوا انہوں نے آرام کی زندگی گذار دیا جوان ہی مر گئے
لڑکوں کی تعلیم اعلیٰ درجہ کے دیا اولاد موجود ہے یہ بہ
مذاق اور گویا آدمی تھے نور احمد و علی محمد میاں کی زندگی
آجکل کے نوجوانوں کی طرح بہت آزادانہ بسر ہوا انکی انلوگوں
نے ترقی نہ کیا بلکہ کچھ جائداد ضایع ہوئی آرام کی زندگی گذارتے
ہیں اور آزاد ہیں شیخ طہارت حسین بہت نیک اور کم سخن
آدمی تھے اور بے ضرر زندگی گذار گئے پچاس کے اندر ہی
مر گئے امیر علی خاں صاحب بہت منتظم تھے تھوڑی آمدنی پر
بڑی ٹھاٹھ سے اپنی زندگی گذار گئے ان کے یہاں لودی کٹرہ
کے رئیسوں کا مجمع رہتا تھا خوب چائے چلتی تھی ان کا کل انتظام
مردانہ میں رہتا تھا ان کی مزاج میں صفائی بہت تھی اور عمر
بھر فاخرہ لباس پہنتے رہے ان کے تعلقات برادری شیخ
احمد اللہ مرحوم سے بھی تھی اور قاضی حمید کے گھر سے تھے یہ
لوگ قرابت دار ہیں ان کے ایک ناتی واسع میاں آرہ کے

رہنے والے ہیں امیر علی خاں صاحب جج بھی کراُسنا تھے تھوڑی آمدنی پر بیوکماں کرتے تھے روپیہ بھی جمع کرتے تھے انتظام کسا ہوا موقع موقع کا خرچ تھا مکان عمر بھر اچھی حالت میں درست رہا سال سال مرمت کرتے رہے رہائش ہندوستانی تھی ہندوستانی رہائش میں جگہ بھی وسیع معلوم ہوتی ہے اور کم خرچ میں دری چاندنی قالین تکیہ اِن سب چیزوں کا صفائی کے ساتھ انجام ہوجاتا ہے انگریزی طرز معاشرت بہت خرچ کی چیز ہے میز کرسی فرنیچر وغیرہ میں اس قدر بے ضرورت اصراف ہوتے ہیں کے کم آمدنی والا برداشت نہیں کرسکتا اور اگر نقل بازی کرتا ہے تو محض ہیٹیچر صاحب کی زندگی گذران کریگا ہندوستانی زندگی بسر کرنے والے ایک ہی خدمتگار رکھتے تھے اون کا سارا سامان صاف ستھرا رہتا تھا اور آسائش کی زندگی گذرتی تھی انگریزی طرز معاشرت میں بیرا۔ خانساماں۔ باورچی بشتی جھتر تو ضروری نوکر ہیں جو چھ گونا خرچ بڑھجاتا ہے چپراسی اور چوکیدار اگر غیر ضروری بھی رہی تو آٹھ گوناں اسراف ہوگا اوسط درجہ کے آمدنی والے اگر انگریزی طرز معاشرت رکھتے ہیں تو تباہ حال ہوجاتے ہیں

ہندوستانی طرز معاشرت والے آج بھی مفرح حال ہیں اور آرام انگریزی طرز معاشرت والوں سے بہت زیادہ اٹھاتے ہیں ان کو اتنے نوکر کی ضرورت نہیں ہے ایک کہار دن کے سادے کاروبار کے لئے کافی ہے بی بی اگر نہیں ہے تو ایک باباجی باورچی کافی ہیں ہندو خواہ مسلمان جو صاحب انگلش طرز معاشرت کے طرف راغب ہوئے اونکو وہ عیش جو کم آمدنی والے اوٹھا گئے میسر نہیں ہوسکتا اس معاشرت کے آدمی کا صرف کے بھر بار سے ہو اس کہاں درست رہتا ہے ہندوستانی اصول کے آدمی کو ایک دولائی کس قدر آرام دیتی جو اور کوٹ والوں کو نصیب نہیں ہے ایک کان ڈھپی ٹوپی سارے منہ و سر کی حفاظت کر سکتی ہے جو ؟ میں طیار ہو سکتی تھی اب اوسکی نقل ضرور ہوی مگر کسقدر گران پڑتی ایک مرضائی روئیدار میں جو عافیت ہے وہ ہرگز کوٹ والوں کو نہیں ہے لباس و پوشاک کے اصراف کو غور کیجئے خورش و نوشس پر غور فرمائیے اسباب آسائش پر توجہ ڈالئے سگریٹ چرٹ کے اصراف کو چھوڑئے نیشن پر جان دینے کو دیکھئے مکان کے ضرورتوں کو ملاحظہ کیجئے ایک آدمی کے سئے کئے کمرے درکار ہیں ملاقات کا کمرہ سونے کا کمرہ آرائش کا کمرہ کھانا کمرہ غسل خانہ

اسباب کمرۂ آفس برآمدہ باغ بغیرلن اسباب کے اور اس کے
سجاوٹ کے اور اس کے ضرورتوں کے رفع کرنیوالے نوکروں
کے کوئی صاحب جنٹلمین ہو ہی نہیں سکتا دھولائی میلای جوتوں
کے تعداد، صفائی ہر کمروں کے روشنی مالی وغیرہ کے اصراف
ذرا غور سے انصاف کیجئے کس قدر ماہوار اصراف کی ضرورت
ہے اوپر سے طرہ یہ ہوا کہ ہر شئی کی گرانی ہوگئی پھر کسی آدمی کو
کم حیثیت رکھکر کیوں کر گنجائش ہو سکتی ہے ہندوستانی طرز معاشرت
والے سیکڑوں راقم کے نظر سے گذر گئے جو سو روپیہ ماہوار
کی آمدنی میں اس قدر عمدہ زندگی گذار گئے ویسی زندگی اب اعلیٰ
عہدہ داروں کی بسر نہیں ہو سکتی نہ ہوتی ہے گذشتہ لوگوں کے
لائف پر توجہ کرنے سے اور اُن کی لائف پر غور کرنے سے پتہ
ملتا ہے کہ آسمان اور زمین کا فرق ہے وہ لوگ آرام سے
گذار گئے اور اب پریشان زندگی گذارتے ہیں اس کے لوبیات
پر توجہ کرنے سے پورا پتہ چلتا ہے کہ اپنے چال ڈھال کو چھوڑنے کا
نتیجہ بھگت رہے ہیں اور فیشن بازی کی نقل کرنے کی سزا میں
جل رہی ہیں اسائش کی زندگی گذارنا وہ ضرورت زندگی میں
داخل ہے۔ اور فیشن بازی کرنا تعیش میں داخل ہے لوگ تعیش

ضرور ہیں مگر آنکھ نہیں کھلنے اور زمانیکے رو میں بھی انکو مجبور کرتی ہے اسلئے ان باتوں میں تقلید معذورًا مجبورًا شوقیہ ان باتوں میں ہر آدمی فورًا تقلید کرلیتا ہے۔

۱۳۸ قاضی عبدالحمید صاحب کا اصلی وطن باڑھ ہے یہاں ان کی قرابت داریاں باڑہ میں ابھی تک ہیں خان بہادر قاضی عبدالمجید صاحب کو سرو کار اس خاندان سے ہے قاضی عبدالحمید بہت سادے روش کے آدمی تھے ان کے پاس بہت وافر روپیہ موجود تھے یہ مہاجنی کرتے تھے آمدنی کافی ان کے پاس تھی منتظم جایداد بخاندان شیخ احمد اللہ مرحوم رہے ان کو قرابت خاص اس خاندان سے بھی تھی قاضی صاحب کی زندگی بڑی آرام کی ساری گذر گئی وہ ادھیڑ ہوکر چند اولادیں چھوڑ کر مرے دونوں لڑکے خوندہ نکلے اونمیں سے ایک قاضی وحید تھے یہ مذہب کے پابند نکلے اور بہت متشرع آدمی تھے اون کی سرو کار گھسو میاں بخاندان شاہ مبین صاحب سے کا کوی بھی تھے شاہ مبین صاحب کے لڑکے شاہ عبدالغفور صاحب و شاہ گھسو صاحب بھی اس خاندان کے قریب تر رشتہ دار ہیں اہلیہ شیخ احمد اللہ مرحوم سے تھے قاضی ددو صاحب کی برادری ہے قاضی وحید کے لڑکے تعلیم یافتہ ہیں اور سب لوگ اس گھر کے خوندہ

اور قابل نکلے اس خاندان کے کل لوگ بڑے ذہین اور گویا گذرے
دولت علم و عزت اس خاندان میں ہنوز موجود ہے اس خاندان
سے سر وکار قرابت قریب کا کاشانہ والوں سے ہے اور مولوی
رشید اللہ صاحب وکیل سے اب ہو گیا ہے پوری تفصیل بالتحقیق نہو سکی اس سے
زیادہ حال نہ لکھ سکا جس گھر میں انتظام و علم و اچھی تربیت رہتی ہے
وہاں اقبال مندی رہتی ہے جس خاندان کے لڑکے بے علم و ہنر ہوتے ہیں ابائی
جائداد کو برباد کر دیتے ہیں اور خود تکلیف اوٹھاتے ہیں عیش کا
یہ مزہ نہیں ہے کہ مفت کی دولت پاکر متروکہ ابای جائداد کی
قدر نہ کی جائے چند روز تو خوب لطف زندگی اوٹھایا جائے
اور آخر میں مفلس قلندر بن جائے اور باپ دادا کا نام مٹایا جائے
ناکارے نوجوانان اپنے آپ دشمن ہوتے ہیں اور قوم کے ذلت کے
باعث بنتے ہیں خدا جس خاندان کو قائم رکھنا چاہتا ہے وہاں کے
بچے تعلیم یافتہ نکلتے ہیں اور تعلیم کا اثر رکھتے ہیں اس خاندان کا
تین رنگ دیکھا قاضی عبد الحمید کے سادگی اور انتظام دیکھا قاضی
وحید کا پختہ پن دیکھا اور لڑکوں کا صاحب بن دیکھ رہے ہیں
خدا ان لوگوں کو بھی اوسی خیالات کا بنادے کہ جائداد قائم
رہے اگر صاحبیت میں فضول خرچیاں ہوئیں تو باوجود علم نظام دولت

مشکل ہو گا۔

(۱۵) مولوی شکور مختار کا اصل مکان محسن پور میں تھا ان کے
نانا میر ناظر حسن صاحب کارپرداز چھوٹی تحصیل تھے وہ بوڑھے آدمی
دہاتی وضع کے تھے اور برابر شہر ہی میں اُس مکان میں رہے جو ایک
کوٹھا ابتک قائم ہے جس کے پاس میدان میں دوسادہ لوگ
اب مقیم ہیں انہوں نے اپنی زندگی دیہاتی وضع پر سادی گذاری
آدمی ہوشیار اور منتظم تھے ۲۵ اور ۳۰ برس گذرا اُن کا انتقال
ہوا اُن کے بیٹے مدی میاں تھے اسی خاندان میں مرتضی اشیر صاحب
نے اپنی شادی بدمزے محل اولی سے کیا تھا وہ مر گئیں میر صاحب
کے ناتی مولوی شکور صاحب ہیں یہ مولوی یوسف حسن صاحب
اونری مجسٹریٹ کے یہاں ابتداء اوائل سے رہے ہیں پڑھا لکھا مختارکاری
پاس کیا ان کی مختار کاری ابتدا میں اچھی چلی تھی آخر عمر میں تندرستی
خراب رہی مختار کاری میں وہ بات قائم نہ رہی گھر کی جایداد بقدر
گذران ہے اور کچھ مختار کاری سے کماتے ہیں ۔ پٹنہ میونسپلٹی اور
ڈسٹرکٹ بورڈ کے طرف سے مختار مقرر رہے ان کی شادی حکیم
جو صاحب بہاری کے خاندان میں ہوئی محمد اسمٰعیل جو گیا میں کارپردازی کرتے
تھے ان کے سالے تھے دوسرے سالے اکرام الدین تھے جو سرنجوا

اونہیں کے یہاں شمشو میاں وکیل نگر نہسہ و ندموسی میاں کی شادی ہوئی ہے
اکرام الدین میاں کو تعلق خلاء میاں برادری کے خاندان سے اس مختار
صاحب کے لڑکی مولوی یوسف حسن اونربری مجسٹریٹ کے بیٹے سے
بیاہی گئی وہ لڑکا بھی اوس کا لڑکا بھی مرا غالبًا اوس لڑکے کا نام ولن
تھا بعد مرنے اوس کے مختار صاحب کی لڑکی کو ترکہ بھی مولوی یوسف
حسن کے خاندان سے ملا ہے مختار صاحب مشایخوں کے قدردان
ہیں ہر خاندان کے مشایخوں سے ان کو اعتقاد ہے اور ہر خاندان
کے مشایخوں سے عقیدتمند ہیں مختار صاحب کے یہاں یعقوب
قوال اور اوس کے چوکی کے بہت قدر ہے اس چوکی کا گانا ان کو
بہت پسند ہے مختار صاحب کو تصوف کا شوق ہے بعض بعض
کتاب تصوف کے بھی پڑھا ہے اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور اپنی
زندگی آرام سے گذارتے ہیں ضرورت کے وقت لوگوں سے
ملا بھی کرتے ہیں کچہری بھی جاتے ہیں مشایخوں کے صحبت میں فرصت
کے وقت جی بہلاتے ہیں ان سے کسی کو ضرر نہیں پہونچتا ہے آدمی
منتظم ہیں دولت کی قدر رکھتے ہیں جو کچھ ہے اوسکی حفاظت کرتے
ہوئے سادی زندگی گذارتے ہیں انہوں نے صاحبی ٹھاٹھ نہیں رکھا
اس لئے ان کے پاس چار پیسے بھی ہیں اور آرام کی زندگی بھی
گذر رہی ہے اگر یہ بھی طرز و انداز نباہی کرتے تو نباہ سکتے تھے
مگر یہ عافیت بے فکری نہ ہوتی مختار صاحب سب مشایخوں سے

زیادہ مولوی لاڈلے صاحب کے معتقد ہیں اور واقعی مولوی لاڈلے کا علم بہت اچھا ہے اور بڑے منکسر ہیں یہ غلام حسن میاں کے لڑکے ہیں اور اسی محلہ کے رہنے والے ہیں بہت منکسر آدمی اور سیر سے عمدہ علم رکھنے والے ہیں ابھی علم کی روشنی موجود ہے عجب کا مادہ پیدا نہیں ہوا ہے بہت پرہیزگار آدمی ہیں چھپرے کا روزگار کرتے ہیں محنت کی مزدوری سے اپنی اوقات گذاتے ہیں ان سے مختار صاحب ہی سے تو بڑا ربط ہے مختار صاحب شاہ نعمت اللہ صاحب کا عرس کرتے ہیں ان بزرگ کا مزار ان کے مکان کے قریب ہے گو مختار صاحب کو اس خاندان سے سروکار نہیں ہے مگر حسبنا اللہ عرس کر دیتے ہیں اور مجلس سماع بھی کرتے ہیں ان کا مکان زینخ بخشے ویخ کوں کے ہام بارٹے کی بستی میں اب بنا ہے وہیں مجلس اور عرس ہوتا ہے مختار صاحب بالکل بے تعلق اور آزاد ہیں ضرورت کا کام انجام کر لیتے ہیں بڑے بے سروکار رہتے ہیں۔

۱۶۔ چھوٹو درزی کا مکان وہیں پر ہے یہ دو بھائی ہیں کھانا پکانے کا فن اچھا جانتے ہیں دونوں بھائی میں ساز نہیں ہے اس لئے جدا ہو کر گنگھیا ٹولہ میں چلے گئے ہیں دوسرا بھائی جدی مکان میں ہے چھوٹو انگریزی کپڑوں کا تراش و سلائی بہت اچھا جانتے ہیں ان کا بھائی باورچی کا کام اچھا جانتے ہیں۔

۱۷ عبدالرحمان خاں مرحوم کا مکان باغ کالو خاں میں تھا یہ بہت گورے اور خوش وضع قلیل آمدنی کے آدمی تھے شاید سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہو گی اور چھوٹا سا مکان مگر پختہ تھا اس قدر صفائی سے اور خوش انتظامی سے رہتے تھے جس کا جواب نہیں تھا عمر بھر خوش غذا اور خوش لباس رہے ہفتہ میں ایک دن ان کے یہاں جانے کا بھی جلسہ ہوتا تھا تلنگی کا بھی شوق تھا وضع اور طرز معاشرت بالکل ہندوستانی حقہ بہت عمدہ تمباکو لاجواب استعمال کرتے تھے ایک خدمتگار بھی برابر رہا چند روز یہ رجسٹرار بھی رہے پھر پرچون کی دوکان بھی کر لی تھی ان کا مکان وہی ہے جس میں اب میر وزیر حیدر وکیل مرحوم مذکور کی بی بی اور میر وصی حیدر ولد میر وزیر حیدر مرحوم رہتے ہیں اور اسی مکان میں مبارک میاں عرف اچھو میاں ولد شیخ محمد مرحوم رہتے ہیں خاں صاحب کے بیٹے بنے نواب مرحوم تھے وہ حافظ احمد اللہ مرحوم ساکن مدرسہ کے داماد تھے وہ جوان ہی مر گئے اولاد نہ چھوڑا ان کی شادی عرفی بڑی دھوم سے ہوئی تھی ان کا زنانہ مکان اب میدان ہے یہ مکان وہی مکان جو اسوقت ایک اونچی سی قبر امام باڑہ کالو خاں کے سامنے میدان میں واقع ہے اوسی مزار کے دکھن جو زمین افتادہ ہے وہی مکان بہت عمدہ پختہ بنا ہوا تھا عبدالرحمان خاں نواب فدا علی مرحوم مقتول کے

بہنوئی تھے اور نیکھی داد علی سوداگر کے خاندان کے داماد تھے اِن کی برادری
خان بہادر بہادر علیخاں باڑھ کے یہاں بھی خان بہادر ایک مشہور
امیر آدمی گذرے ان کی اولاد محمد حسین خان احمد حسین خاں یوسف
خاں بہادر اور ایک صاحب مسٹر عزیز بار سٹر ہیں اِسی خاندان
کے سنا میاں باڑھ میں اون لوگوں کا مفصل حال باڑھ کے حصے
میں ملے گا عبد الرحمان خاں سے قربت قریب امیر علی خاں مرحوم
مذکور ساکن لودی کٹرہ سے تھی عبد الرحمان خاں کے ایک بھائی
ننھے خاں تھے وہ کامدانی کا روزگار کرتے تھے وہ بالکل ہم
شکل عبد الرحمان خاں تھے خان مذکور بڑے خلیق آدمی تھے
اور جلے مزاج کے صاف گو تھے جوان ہی مر گئے ۵۵ کی عمر میں
مرے ہوں گے تجربہ سے یہ دیکھا گیا کہ ۵۰ کے اندر کی نوبت
بہت دیکھا پچاس کے اوپر کا سن بہت کم لوگوں کا دیکھنے
میں آیا اسی زندگی کے لئے دنیا میں کیا کیا نہیں ہوتا ہے اسی
پچاس کے عمر میں دس بارہ برس تو بچپن اور پڑھنے میں
صرف ہو جاتا ہے یہ زمانہ تو بے شوری کا ہے ۱۴-۱۵ برس
کے سن تک تو دنیا کی لذتوں کا حس پورا نہیں ہوتا ۱۲ گھنٹہ
کے حساب سے ۲۵ برس تو سونے میں ختم ہو جاتا ہے ۳۵ برس
زندگی کے مفت گذر جاتے ہیں اگر پچاس برس کی عمر مانا تو کل
پندرہ برس کی زندگی ملی اسی میں پڑھنا لکھنا شادی بیاہ بچے

بی بی کی خدمت اور دنیا کے سیر تماشے اور سارا کام کرنا
پڑا اسی کے اندر دنیاداری دین داری سب ختم کرنا ہے اسکے
اندر رنگی بدی بھلائے بُرائے سب کر کے اس جسم کو چھوڑ کر
سفر کرنا پڑتا ہے مگر دنیا کس رنگ پر جاتی ہے اور کیا آئند ہو بڑا
ہوا ہے سب چیز چھوڑ کر جاتا ہے اور ترقی ملکیت پر کس کس طرح
جان دی جاتی ہے مگر کیا دھوکا ہے موت کا وقت معلوم نہیں ہے
ایسے اُمید حیات پر وقت معینہ کا پتہ نہیں چلتا اور دنیا چل رہی ہے
آدمی آدمیت چھوڑ کر شیطانیت کے طرف مایل ہیں جس مجمع میں
جائیے جوانوں کی تعداد بہت ہے اور بوڑھے گنتی کے دکھائی
دیتے ہیں اسی سے انداز ملتا ہے زیادہ سن والے کم ہوا کرتے ہیں
جس موقع کو سوچئے جن سے گذشتہ سال ملاقات ہوئی تھی انہیں
کے بہتیرے آدمی دوسرے سال ندارد بعض بعض خاندان
کے پانچویں پشت دیکھ لیا چار پشت ندارد ہو گئے ذرا غور
سے اپنے اپنے حیات پر بھروسہ فرمائی اور انقلابات پر توجہ
کرتے جائیگا اس کتاب کے لکھتے وقت پتہ ملا کہ کتنے آدمی جوان
مر گئے۔

١٨٧ حافظ عبدالغفور کا مکان منہدم قائم ہے یہ حکیم قربان علی کے
مکان کے قریب ہے حافظجی کے لڑکے محمد شکور مرحوم تھے انکو
آمدنی بہت مختصر تھی یہ نواب فدا علی مقتول ولد نکمی واحد علی

سوداگر کے سسر و سالے تھے حافظ صاحب کی لڑکی سے نواب فدا علی بیاہے تھے ایک داماد منشی علی حسین ساکن نوادہ تھے اونکی اولاد سے اونلوگوں کا حال کچھ نہ مل سکا ایک داماد منشی عابد حسین ولد میر رفیع الدین ولد مولوی محمد عبد اللہ پھلواری تھے عابد حسین میر حبیب الدین ساکن ڈنکہ کی املی کے حقیقی بھائی اور شہاب الدین و شاہد حسین و وجیہ الدین) مرحوم کے حقیقی چچا تھے حافظ صاحب بوڑھے ہوکر مر گئے محمد شکور جوان ہی مر سے عابد حسین نے مختارکاری چند ہی روز کیا اور جوان ہی مر گئے اولاد تھی وہ بھی مر گئی عابد حسین و علی حسین کی دونوں کی بارات یک روز ہوئی تھی اور نواب فدا علی مرحوم کے مکان میں بڑا جلسہ ہوا تھا محفل ہوئی تھی اس خاندان کا نام و نشان بالکل گم ہو گیا کچھ عورتیں زندہ ہیں ۔

ع۱۹ عبد الرحمان مختار ہزاری باغ کے علاقہ کے رہنے والے تھے یہ بہت کالے آدمی تھے جھاؤگنج سیٹی کورٹ میں مختار تھے اردو داں تھے مگر بہت تجربہ کار اچھا کمانے والے تھے اور بوڑھے آدمی تھے ان کے پاس چند بیبیاں یکے بادیگرے رہیں اور زندگی میں اکثر عورتوں کو طلاق دیتے رہے یہ بہت متقی آدمی تھے اور روزہ نماز کے بہت پابند اور وظائف خوب پڑھا کرتے تھے مذہبی آدمی تھے انہوں نے وہی مکان مچھرہٹہ گلی میں منگل تالاب کے موڑ پر بنایا جس میں اب وارثان شاہ ظفر مرحوم ہیں جس کا تذکرہ اوپر

ہوا ہے اسی مکان میں مولوی حمید پور اللہ کی والدہ مدتوں کرایہ
میں رہیں اب تک مکان موجود ہے مگر مختار صاحب جنھوں نے بنایا
نہ رہے آدمی چلا جاتا ہے چیز رہ جاتی ہے بڑے شوق اور خرچ
سے یہ مکان بنایا گیا اور بہت روپیہ مختار صاحب نے خرچ کیا
ساری کمائی مکان ہی میں لگا دی آخر میں پربت نامی ایک عورت
جو زن بازاری تھی اور اوس کے ساتھ لکھنو کے ایک آدمی میرن
صاحب جو اچھے خاندان سے تھے برابر رہے میرن صاحب کے
پاس پربت کی خالہ تھیں میرن صاحب کے لڑکے لکھنو سے اس
شہر میں بھی آئے تھے میرن صاحب بہت عمدہ آدمی تھے اون کے
اطوار سے شرافت ظاہر تھی سن دار آدمی تھے اس شہر کے اکثر
آدمی سے اُن سے ربط تھا اون کے معرفت مختار صاحب کا
عقد ہوا اور دین مہر میں بیع مقاشہ لکھا گیا اوس کاغذ پر راقم
اور مولوی سید یوسف حسن وداو نزیری مجسٹریٹ کی گواہی تھی
اور بھی شہر کے معزز لوگوں کی گواہی تھی راقم نے اونکو بیع مقاسہ
لکھنے کو بہت منع کیا راقم نے سیکڑوں مثالیں دیکھیں ہیں جس نے جائداد
کسی کو بھی لکھا وہ آخر میں پچھتایا جب کے اولاد کو بھی جس نے لکھا وہ
آخر عمر میں پچھتایا اپنا اختیار اپنے زندگی میں جس نے دوسروں کو
دیا وہ سکی زندگی برباد ہوتے دیکھا اور عمر بھر اوسے روتے دیکھا ایک
مثال بھی ایسی نہ دیکھی کہ اپنا مال و اختیار دے کر کسی کی زندگی خوش گذری

ہو مختار صاحب مکان سے جدا کئے گئے دس برس مقدمہ لڑا مختار
صاحب کو آخر میں رو رو کر مرنا پڑا داناپور کے کسی عورت سے
جو مولوی ضمیر الدین خان بہادر کے یہاں رہتی تھیں عقد کرنا ہوا
جو مرتے وقت اونکی خدمت کر سکی چھیدی میاں کے مکان میں
مدتوں رہنا پڑا بہت خدا پرست آدمی تھے یہیں چار برس گذرا
مرسے یہاں میرن صاحب مرگئے پر بہت میرن مکان بھی بک گیا سارا
قصہ سب نیست و نابود ایک خواب تھا دیکھ لیا۔
۲۲ شیخ مودن صاحب جسامت نامی اور جسیم شحیم آدمی تھے اِن کا مکان ہنوز موجود
ہے اور خان بہادر شاہ محمد کمال صاحب کے مکان کے
قریب ہے وہ پرچون کی تجارت کرتے تھے اس شہر میں دو تین
آدمی کی بڑی دوکان پرچون کی تھی ایک اِن کی اور دوسری
حاجی شبراتی مرحوم کی تھی شیخ صاحب بہت بوڑھے اور
نیک آدمی تھے کچھ جائداد بھی خرید کیا تھا موضع دان پور میں
اِن کا حصہ تھا جو اب نیوٹون میں خرید لیا گیا اور پوری
بستی کھد گئے اور میدان ہے اِن کے بیٹے شیخ ملکھی تھے
وہ والد ہی سے جیسے نا ٹے گول بدن کے آدمی تھے اور بوڑھے
ہوکر انتقال کیا اِن کی اولاد ہے اِن کی شادی اور تعدق
مرحوم اِن کے بھانجے کی شادی داناپور میں حاجی پیر محمد کے یہاں
ہوئی تھی حاجی پیر محمد بھی ایک تاجر تھے اور بہت مشہور آدمی داناپور

میں گذرے ہیں حاجی صاحب کی اولاد ذکور بھی تھے وہ لوگ
آرہ میں رہتے تھے اب کچھ ان لوگوں کا حال زیادہ
نہ مل سکا حاجی پیر محمد کے بعد اس خاندان کی مالی حالت درست نہ رہی
ہنوز مکان بصورت مبدلہ ہے راقم ان کے یہاں کے تقریبات
میں خود شریک ہوا کیا ہے یہ بڑے خلیق آدمی تھے تاجروں کو
علی العموم خلیق دیکھا تجارت کے لیے خلیق ہونا لازمی چیز ہے اگر وہ
لوگ اخلاق نہ برتیں تو تجارت میں اور کاروبار میں نفع نہیں اٹھا سکتے
یہ اصول تجارت میں داخل ہے تاجر کو ایمان داری اور زبان کی
پابندی اور پختگی اور محنت کی سخت ضرورت ہے ان باتوں کو
جس نے نہ برتا اوسکی تجارت خراب ہو جاتی ہے اور بازار کا
ہوا ر بند ہو جاتا ہے شیخ للمی کی اولاد ہنوز زندہ ہے اسی خاندان
میں شیخ مودن کے داماد میر برکت علی تھے اون کے بیٹے تصدق
حسین مرحوم تھے جن کو موجودہ وقت کے کم سن لوگوں نے بھی دیکھا
ہوگا سات آٹھ برس گذرا ہوگا ان کا انتقال ہوا ان کی آنکھ
جاتی رہی تھی آخر عمر میں ان کو مالی تکلیف ہوئی جوانی آپ کی بڑی
عیش سے گذری بڑھاپا بہت تکلیف سے کٹا اون کی اولاد بھی
ہنوز موجود تھی شیخ مودن کے ایک داماد مولوی جان تھے یہ شاہ
منعم مختار برتلے کے خاندان کے آدمی تھے بہت نیک آدمی گذرے
اونکی اولاد بھی ہے ایک داماد میر فدا حسین تھے جن کے بیٹے اسمٰعیل مرحوم

تھے اسمعیل مرحوم کو مرے ہوئے پانچ چھ برس ہوا ہے اِن کو موجود
وقت کے کم سن لوگوں نے بھی دیکھا ہوگا اون کے اولاد بھی تھے
شیخ مودن جب مرے تو لکھی میاں کم سن تھے تمام گھر کا چارج
میر برکت علی کے ذمہ رہا جب اونکی آنکھ گئی تب مولوی خان بھی
جب وہ نہ رہے تب فدا حسین مرحوم کے ذمہ رہا اِن کے وقت
میں بڑی ترقی ہوئی جب وہ نہ رہے تب لکھی مرحوم کے بھائی
وحید مرحوم اور محمد اسمٰعیل مرحوم دونوں کے ذمہ چارج رہا
کیا لکھی مرحوم کو تجارت کے طرف شغل کم رہا اون کی صحت
اور معمولات ایسے تھے کے اونکو تجارت کا موقع نہ تھا گاہ گاہ
دوکان دیکھتے اِن دونوں لڑکوں نے تجارت کو سنبھال رکھا
تھا اِس خاندان کے کل لوگ بہ حیثیت اجمال رہے اور ہر آدمی
اور ممبران خاندان کو بقدر گذران مشاہرہ ملتا رہا تجارت
والے اکثر اجمال رہتے ہیں اس لئے کارخانہ سنبھلا ہوا رہتا ہے
جہاں آپس کا تفرقہ ہوا اور اشیا منقولہ تقسیم طلب ہوا پھر تجارت
قائم نہیں رہتی اور اس نفاق کے بدولت آدمی کا زندہ بھی
نہیں ملتا جس گھر کو برباد ہوتے دیکھا اوسکا پہلا سبب یہی ہوا آپس کا
نفاق ہوا دوسرا سبب تقسیم ترکہ پایا اور مسلمانوں میں یہ باتیں
خاص کر بہت دیکھا جاتا جنوں میں کئی کئی پشت تک کارخانہ اجمالی
رہتا ہے اس لئے اون کی ترقی پائی جاتی ہے گو اب تک اس خاندان

میں تقسیم تو نہیں ہوئی مگر نہ ادستینے لوگ ہیں نہ کہلا ہوا اتفاق ابھی تک
پیدا ہوا ہے اسلئے ہنوز نام شیخ مودن دلکھی کا چل رہا ہے لکھی
کی اولاد دوکان و خاندان کو چلا رہے ہیں لکھی میاں کے وقت
میں شیخ مودن کا نام پرانے لوگ جانتے ہیں اور اب اونکا
نام جانتے ہیں رفتہ رفتہ شیخ مودن کی دوکان کو کوئی نہیں سمجھتا ہے
اب لکھی کی دوکان مشہور ہے یہ دوکان پہلے مکان سکونتی
میں تھی اور اب چند سے محمدی جان کی مسجد کے بغل میں اونہیں
کے کٹرہ میں اندازی پندرہ بیس برس سے ہے اسی خاندان
کے تھیمے خاں دلال بھی تھے جن سے اس خاندان کو چند طرحکے
قرابت داریاں تھیں جس کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب علی ساکن
کالی استھان کے ساتھ ہوا ہے ڈاکٹر صاحب کے یہ نانی تھے اور
ڈاکٹر صاحب کو بھی اس خاندان سے پہلے سے رشتہ داریاں
تھیں دنیاد انکل خارنح کا سرشتہ ہے جو آیا اُس کا نام چلا جو گیا اوسکا
نام مٹا۔

۲ محمدی لال کا مکان شاہ کمال خان بہادر کے مکان کے
قریب بغل میں ہے یہ ایک متمول آدمی تھے اور اپنی زندگی عیش
سے گذار گئے ان کے لوگ ہنوز زندہ ہیں اور اچھے حال میں
ہیں یہ جبو ن پوری تیلی کہلاتے تھے ہندوا جمال خاندان ہونے
کے وجہکر ہنوز قائم ہیں۔

سلسلہ ۲۱ شاہ اقبال صاحب کا مکان وہی جو شیخ برکت اللہ و شیخ احمد اللہ کا تھا یہ اوسی خاندان کے ہیں اُن کا مفصل تذکرہ بہ خاندان شاہ تبارک حسین و شاہ مبارک حسین و خان بہادر شاہ کمال کے ساتھ ملیگا یہ لڑکے شاہ جلال مرحوم کے بیٹے ہیں اور شاہ کمال خان بہادر کے بھتیجے ہیں اور راقم کے پھوپھوزاد بہن کے بیٹے ہیں یہ بہت منتظم ہیں اور آمدنی اچھی ہے ابھی تک ان کو ترقی مالی کا خیال ہے اور انتظام سے اپنی زندگی بعافیت و آرام گذارتے ہوئے جائداد کو بڑھائے جاتے ہیں اِن کو شہر والوں کی ہوا نہیں لگی ہے مگر شہر میں رہکر انسان کہانتک بچنے کا خیال کر سکتا ہے ہر طرف یکساں ہو رہی ہے خیریت ہے کہ بہت ہوشیار اور اپنے گھر کو برباد ہوتے دیکھ چکے ہیں اسلیے سنبھل کر چلتے ہیں

سلسلہ ۲۲ لٹو ساو کے دوکان بننے کی ہے چند روز پیشتر یہ دوکان معمولی تھی مگر اس دوکان میں دو صفت ایسے ہیں کہ یوماً فیوماً اچھی ترقی ہوگی اولاً مال بھی عمدہ آتا ہے جو جانچ کر آتا ہے دوم یہ کہ عمدہ چیز اور بازار سے کفایت ملتی ہے اس لیے لوگ خریداری پر ٹوٹ پڑتے ہیں تجارت کا اصول ہے کہ کم نفع پر جو کاروبار کریگا اوسکی بکری زیادہ ہوگی اور اوس کا روپیہ بیٹھا نہیں رہے گا مال بکا اور نفع گھر میں آیا اصل مال بازار میں گیا پرانا مال گیا نیا مال آیا پھر تو لین دین پلٹا کھانے

یا کوئی ایسا پیشہ اختیار کریں جسمیں نہ کسے لگے دھیٹکری بے محنت
پانچوں انگلیاں گھی میں رہیں دراصل میری قوم محنت کی مزدوری
لینا نہیں چاہتی یہ کلکتہ میں کہیں ملازم ہو گئے ہیں مولوی قدیر اس
کے خاندان میں بیاہے گئے قدیر میاں کی بہن راقم کے نانی محمد نصر اللہ بیاہے گئے تھے لڑکی لڑکی دو
اولاد بھی تھیں وہ بھی مرگئے قدیر میاں پیرو زبیر علی ابدال چک کے بیٹے ہیں یہ عالم ہیں
بشیر میاں انکے بھائی ہیں راقم کے مکان میں رہتے ہیں۔

۲۲۱ بخشی میاں کا مکان چھوٹا غلام پیر پر موجود تھا یہ متمول آدمی
تھے ان کا اکھاڑہ ہنوز موجود ہے غلام پیر بھی کوئی متمول آدمی تھے
محض یوں ہیں معلوم ہے سنا ہے کہ ان لوگوں میں کچھ قرابت داریاں
ہیں اسی سے مسجد کا انتظام چندے بخشی میاں کے ہاتھ میں تھا
بخشی میاں کے بعد انکے ورثا نے مسجد اور امام باڑہ کا انتظام
اچھا نہ کیا مسلمانوں نے مسجد و امام باڑہ کا انتظام لے لیا امام
باڑہ تو میر کفایت حسین کے ہاتھ میں رہا اور مسجد کے بابت کئی
روساء نے ملکر اسکا انتظام مولوی محمد حسین ایک ملازم میر یوسف
حسین اونریری مجسٹریٹ کے ذمہ کردیا وارثان بخشی میاں میں
سے میاں بلاقی اور ان کی اولاد ہنوز زندہ ہیں جن میں صلاحیت
انتظام کی بالکل نہیں پائی گئی انہوں نے مقدمات وغیرہ بھی کی
اور بہتیرے دعوی کی مگر عدم صلاحیت کی وجہ کر لوگوں نے
پسند نہ کیا اور مذہبی امور میں وراثت کی کوئی دعوی ہو ہی نہیں

سکتا۔ اکھاڑیکے اندر بخشی کا مزار ہے ورثا جو نا قابل ہوتے ہیں
تو خاندان کا نام گم ہو جاتا ہے

۲۵ خواجہ سید حسن صاحب کا مکان شاہ کی املی میں بولا جاتا ہے

اِن کی قرابت داریاں بخاندان ہادی میاں مرحوم ڈھول پور
اور موضع سرہدہ اور علی حسن میاں سکتو پیاو نظیر میاں رجسٹرار
ساکن بتیا اور میر بضاعت حسین و میرامیر جان صاحب
بودی کٹرہ سے ہے اِن کے ایک داماد مولوی غنی حیدر
وکیل گیا و لدمیر تبارک حسین مرحوم ساکن سکریچہ کے یہاں ٔ
عظیم الدین وکیل تھے جنکی اولاد تھے وہ جوان ہی قضا کر گئے
خواجہ صاحب کا گھر خواجہ ذاکر حسین کا بولا جاتا ہے جوانی میں انہوں
نے برابر منیجری منتظمی جائداد کی ملازمت کی مولوی حامد حسین
و دیکٹرہ و بدر یا پیارے صاحب ڈھول پورہ اور بھی
دیگر لوگوں کے جائداد کا انتظام کیا اِن میں مادہ انتظام ہر قسم
کا ہے پر سلیقہ آدمی ہیں تقریبات بھی اچھی اور انتظام سے
کیا جائدادوں کا انتظام جہاں جہاں رہے اچھا کیا یہ مخرب
مالکان و برباد کنندہ لوگوں میں نہیں ہیں نہ اپنے کو برباد کیا
نہ اپنے آقاوُں کی جائداد نقصان ہونے دیا بڑے مدبر
اور عقلمند آدمی ہیں اِن کی اولاد ذکور و اناث ہے بعض
کا نام محمد نذیر ہے اور بعض کا نام وزیر حسن ہے اور بعض کا نام

راقم کو معلوم نہیں ہے اسی خاندان کے ایک لڑکے کریم الدین
حمید اتھے خواجہ صاحب کو بقدر گذران جائیداد بھی ہے ان
کے حاطہ کے اندر ایک بھاری مقبرہ ہے ایک مسجد بھی ہے مکان
بڑا وسیع اور آرام کا موجود ہے جو راقم کے مکان سے اچھا ہے
مکان دیکھکر وسعت دماغ کا پتہ ملتا ہے ان کے اوپر کے لوگوں کو
بہت اچھا تھا اور وسیع الدماغ لوگ تھے جنہوں نے اوس
زمانے میں ایسا عمدہ آرام کا مکان بنایا جو اس زمانے کے
موجودہ روش میں بھی لائق پسند ہیں گو یہ خاندان خواجہ کہلاتے
مگر یہ لوگ چند روز کے باشندے مسافر نہیں ہیں بہت پرانے
باشندے اس شہر کے ہیں اور تعلقات برادری اکثر خاندان سے
پشتا پشت سے چلے آتے ہیں اب بوڑھے ہو گئے اور بیکار
ہو گئے ہیں آمد رفت کے لائق نہیں ہیں راقم سے کچھ بڑے
ہوں گے۔
۲۶ شیخ میاں جان شیشہ گر بہت مشہور اور استاد فن کئے
جاتے تھے پندرہ بیس برس گذرے مرے ہیں ان کا کارخانہ
گورنمنٹ تک میں معلوم ہے انہوں نے تحفے حقے چلم سرپوش
گڑگڑی اوگالدان لوٹا پاندان اور مشکل مشکل چیز شیشہ کے
ڈھال ڈھال کر نمائشوں میں بھیجا انعام پائے سارٹیفکٹ
ملے اس لئے استادوں میں مشہور تھے آدمی مذہبی مزاج تھے

علم تو حاصل نہ کیا اس لئے مزاج میں غصہ تھا اور جلد بگڑ جاتے تھے
اچھا کچھ پیدا کیا اور عزت و آرام سے گذر کر مرے انکے بیٹے
شیخ احمد ہیں وہ صاحب اولاد ہیں اونکے بیٹے کا نام راقم کو معلوم
نہیں ہے شیخ احمد نے بھی اپنے والد کا نام قائم رکھا اب یہ کارخانہ
ویسا نہیں ہے جو پہلے تھا گذران اوقات کے موافق آمدنی ہے
ب شیشہ کی قدر کہاں ہے یہاں کی دست کاری اور بناوٹ اور
جاپان کی کفایت شعاری اور صفائی اور کلوں کے ذرایع
کیونکر دستکاروں کو نفع نہیں ہوسکتا اونکو پڑتا نہیں پڑتا کوئی
روزگار ہندوستان میں مقابلہ نہیں کرسکتا غیر ملکوں سے اشیا
یہاں آکر سستے بکتے ہیں اور یہاں کی بنی ہوئی اشیا گراں پڑتی
ہیں باہر کے مالوں سے ہندوستان والے تقابل نہیں کرسکتے
اور یہاں کی کوئی بھی تجارت فروغ نہیں پاسکتے نہ یہاں کی مزدور
کو دستکاری سے مہیا کرسکتے ہیں یہ فقط حوصلہ ہے اور باہر
کی مالوں کا نہ خریدنا اور اپنے اپنے دنوں پر قابو کرلینا یہ بھی
امر محال اور خلاف فطرت انسانی ہے یہ ایک طرح کا ناممکن
الوقوع مسئلہ ہے مذہب کے قانون کے خلاف باتیں ہورہی
ہیں ملکی اور مذہبی دونوں قانون اپنا اثر نہیں کرسکتے اور ملک
اوسکی وفاداری اور اطاعت پر آمادہ نہو سکا تو سارا ہندوستان
ہمت کرسکتا ہے کہ باہر کا مال استعمال نہ کیا جائے اور یہ نہیں

ہوسکتا ہے پہلے یہاں کی غربت توقع ہونے سے کے ملکی اشیا کی قیمت
کو برداشت کرسکیں سستی چیزیں چھوڑ کر فطرت کے خلاف
آدمی گراں خریداری کو پسند کریں نئے دستکاریوں کو تو ایسی
ترقیاں ہوجائیں سے کے ملک کی ضرورتیں پوری نہ سکیں اور دستکاروں کی
گذران اوقات بھی تو ہو سکے مگر کتنے ہنرمند باوجود ہنرمندی
بے روزگار مارے پھرتے ہیں اور کتنے کارخانے بند ہوگئے
الغرض جاپانی مالوں نے شیشہ گروں کا دیوالہ نکال دیا یہ غریب
اب کیا بنائیں اور کون لیتا ہے اور کون اونکی محنت کی قدردانی
کرکے مزدوری دے سکتا اس سے بہتر مال بازار میں غیر ملکی
بنا ہوا بہت کم قیمت بہت صاف بہت خوشنما بہت نازک مل رہا ہے
تو ملکی مال کون خریدتا ہے الغرض شیخ احمد کے داماد شیخ سوہن ہیں
جو جواہرات کا اب روزگار کرتے ہیں اور بفضلہ اچھی حیثیت ہوگئی
ہے چند مکانات بھی خریدا ہے جو بازار میں ہے اور کرایہ کی
آمدنی قائم ہوگئی ہے خوش حالی سے گذر ہو رہا ہے یہ کثیر الاولاد
آدمی ہیں ان کا لڑکا اختر حسن ہے شیخ سوہن صاحب جوانی
میں اول بگلا بھلے آدمی تھے لوگ ان کو بیکار جانتے تھے مدتوں
راقم کے ساتھ رہے مدتوں ببن بابو کے ساتھ رہے ان کی
شادی محمد نواب کے مکان میں کسی عورت سے ہوئی ان کو
اولاد نہ ہوسکی ان کے مزاج میں شرم و حیا کا مادہ تھا یہ ابتدا کے

بیکار وفضول آدمی نہ تھے مالی مشکلات کی وجہ کر کم سنی سے مصیبتوں کی دقت کو برداشت نہ کرسکتے تھے اس لئے متفکر زندگی تھی راقم ان کو کلکتہ لے گیا اور تجارت کی طرف رجحان دلایا چند ہی روز میں ان کو خدا نے تجارت کی بات دیدیئے اور نفع کثیر ہونے لگا بیس روپیہ کے کیپٹل سے انہوں نے آغاز کیا دو چار مہینہ کے اندر پانچ سو کی پونجی ہوگئی دماغ روشن ہوگیا اور تجارت کا راستہ معلوم ہوگیا پہلے انہوں نے دست فروشی کی اور کچھ قیمتی چیزیں فروخت کیا پھر پرانے برتن اور چیزیں خریدا اور بیچا پھر رفتہ رفتہ زیورات پرانے خریدے بیچے پھر جواہرات بیچنے لگے مواقعات آتے گئے خدا کی دین ہے ۲۵ برس کے اندر سوہن میاں جوہری مشہور ہوگئے کلکتہ بمبئی دہلی اور بڑے بڑے شہروں میں نام ہوگیا دور دور کے جوہری آتے اور سوہن میاں کے ساتھ گھومتے اور مال بیچتے شیخ سوہن نے مکان پختہ بنایا سال میں چند دفعہ کبھی قل اور کبھی میلاد اور کبھی نیاز بزرگان دین کرتے تھے احباب اور ملاقاتی اور غربا کی دعوت کر دیتے ہیں جب خدا اقبال دیتا ہے از خود دماغ میں روشنی پیدا ہوجاتی ہے اوسکو جو کام سوجھتا ہے اچھا ہی ہوا کرتا ہے بڑھنے والے کی ادائیں دور ہوتی ہیں اوس میں اخلاق وانکسار نیک چلنی بردباری مطانت عمل الغرض اکثر صفات حمیدہ خود بخود

پیدا ہو جاتی ہیں اور جانے والے اور برباد ہونے والے کو ٹھیک اوس کا اوسا ہوا کرتا ہے جو بات سوجھتی ہے وہ اوٹ پٹانگ چلتا ہے وہ کچھ تو ترتیب ہوتی ہے وہ بد نما مگر عجب تماشے کچھ نہ تھے یہ باتیں لازمی ہو جاتی ہیں جیسے خدا بنائے چاہتا ہے اوسے ممدوح خلائق بناتا ہے جیسے برباد کرنا چاہتا ہے پہلے خلائق کا منہ دل اوسکی طرف سے پھیر دیتا ہے اقبال کی جلی نخ یہ ہے کہ خود اوس کا اپنا دل ہر وقت ستھرا رہے کسی کا دباؤ اوسکے دل پر نہ ہو سکے چاہے کوئی بھی ہو اوسکے دل کو دبانہ ڈے سیری ہے اوس وقت تک اوسمیں مادہ اقبال موجود ہے جس دن اپنا دل کسی سے دبے بس اقبال رخصت ہوا گردش مندی کے وقت میں بھی اپنا دل پژمردہ اور دبا ہوا رہتا ہے الغرض شیخ جی مولوی بھی پرہیزگار آدمی ہیں اور خوش اقبال جن دھن دونوں خدا نے دیا ہے ایک تکلیف کی بات یہ ہے کہ یہ بالکل ان پڑھ ہیں اقبال ہونے سے عربی اور فارسی کی غزلوں کی معنی سمجھنے لگے صورتا اور سیرتا بھولے بھالے ہیں اور اپنے دنیاوی امور میں بہت ہی تیز و چالاک و ہوشیار آدمی ہیں ان کا بڑا لڑکا اختر حسن دوسرا نصیر تیسرا البشیر ہے یہ لوگ بھی ابھی تک نیک چلنی ہیں ان کے نانا شیخ محمد علی شیشہ گر تھے وہ بہت بوڑھے ہو کر مرے ناٹے قد کے گول بدن کے آدمی تھے اور اسی محلہ لودی کٹرہ کے آدمی تھے اور ان کی چند بیبیاں تھیں ایک بی بی ان کی عورتوں میں بارہ روپیہ بنکر خوب تماشے بنایا کرتی

تھیں اور مرنے بعد اپنے شوہر کے بھی کام کرتی تھیں راقم کے یہاں بہت
آتیں اور رہتی تھیں اور تمام رؤساء کے گھروں کے لڑکے اور
لڑکیاں ان کو شوق سے دور دور سے بلاتیں تھیں شیخ [illegible]
کے والد کا نام ہمیں یاد نہیں ہے مگر اسی محلہ کے رہنے والے
تھے اور روزگار کرتے آدمی تھے شیخ سوہن کے [illegible]
لوگ اس محلہ میں ہنوز موجود ہیں فدا حسین حلوہ والے اور
ابن حسن لڑکا [illegible] فدا حسین مرحوم سے برادری تھی فدا حسین
کی ماں ہنوز زندہ ہیں فدا حسین مرحوم سے خاندان میر مہدی حسین
وغیرہ یعنی حسین و عارف حسین صاحب سے لگاؤ و قرابت داری
کا تھا فدا حسین خانقاہ نگل تالاب میں مرید تھے صدیق نواب صاحب
کی بارات کے دن انتقال کر لئے ان کو فصلی ہو گیا تھا ابن حسن
لڑکا یتیم ہو کر مدتوں راقم کے ساتھ رہا اب کلکتہ میں اچھی حالت
میں ہے اور کسی انگریز کے یہاں ملازم ہے ابن حسن کی دادی
ابھی تک آتی ہیں شیخ صاحب کا برادری محی الدین نگر میں
بخاندان شاہ واجد حسین مرحوم تھے شیخ ولایت علی سوداگر مرحوم
سے بھی قرابت داریاں تھیں شیخ ولایت علی سوداگر کی اہلیہ
اور لڑکی راقم کے یہاں بہت آتی تھیں اور عورتوں میں خوب
عمدہ عمدہ کہانیاں کہتی تھیں شیخ ولایت علی کی لڑکی ابھی
دو تین برس ہوا ہے مری ہیں آخر عمر میں غربت آگئی تھی لوڈی

لیئق کے لڑکوں کو یا میر علی حیدر رانی پور کے یہاں ملازمت
کر کے گذران اوقات کر کے قضا کر گئیں سیٹھ سوہن کا مکان خواجہ
سید حسن صاحب شاہ کی املی کے مکان کے پاس ہے یہ ماموں تیلہ کے مرید ہیں
۲۷ گلاب شاہ کا مزار شاہ کی املی کے ایک مقبرہ میں ہے
جو بوچی و چوبیا طوائف کے مکان کے قریب ہے یہ مذکور الصدر
عورتیں منیا برج کی ہیں ان لوگوں کے مورثہ نام دار بیگم تھیں
جو بوجہ تعلقات منیا برج کچھ وظیفہ بھی بنک سے برآمد کرتی تھیں
یہ بغرض وصولی وظیفہ محمد اکرم ولد مولوی ولی عالم مرحوم راقم
کے پھوپھی زاد بھائی کے عقد میں رہنا مشہور کئے ہوئے تھیں اون
کے زندگی تک وظیفہ بنک سے برآمد ہوا کیا اوس کے بعد کا حال
راقم کو نہیں ملا یہ دربار عام تھا شہر بھر کے نوجوان ہندو
مسلمان کی آمد و رفت تھی اس گھر میں یہاں کے متمول لوگوں
کا مال بہت صرف ہوا اور بہتیرے لوگ برباد ہو گئے یہ مدرسہ
عشق مشہور نام تھا اوس وقت بی لڈن اور بی بچی کا وقت بر سر
اقبال تھا اون کے زمانے کا انقلاب ہوا کچھ سن زیادہ ہوا تو پھر
بی چوبیا کا اقبال ہوا پھر ان لوگوں کی لڑکیوں کا اقبال چلا میرے
علم میں پٹنہ کا شاید ہی کوئی گھر بچا ہو گا جہاں کی دولت اس
گھر میں کسی نہ کسی عنوان سے یہاں نہ پہونچی ہو اس گھر میں عزا
داری اس دھوم سے ہوا کی اسوقت میں اور راقم کے چشم دید زمانے

میں نہ اس قدر خرچ کہیں ہوا کرتا تھا نہ اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا یہاں
چینی کی رکابیاں بھی کسی کسی سال ہوا تق میں تقسیم ہوا کیں شہر کے
لوگ ٹوٹے پڑتے تھے اور یہاں نوحہ ہوا کرتا تھا جہاں شہر بھر کی
طوائفیں جمع ہو کر ماتم اور نوحہ ادا کرتی تھیں ایک بڑا مجمع رہتا
اور فیضی فیر کا لطف آتا رفتہ رفتہ زمانے نے پلٹا کھایا اور اقبال
مندوں کا بڑھاپا آغاز ہوا جوانوں کے جوانی نے جواب دیا زمانے
نے اپنا رُخ بدلا اب اس مدرسہ کا حال وہ نہ رہا بلکہ مکان بھی اب
قائم نہیں ہے جن داموں دولت آئی اونہیں داموں گئی عقل میں
کوئی بات نہیں آتی اور سمجھ سے باہر ہے جہاں اس قدر دا فر
دولت کئی پشت کے کمائی سے آئی وہ کیونکر اس قدر جلد ہوا
ہو گئی تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ دولت کی ناقدری کرنیوالوں کے
پاس دولت کو قرار نہیں ہوتا جس بے رحمی سے دولت حاصل ہوا
کرتی اوسی طرح سے بے وقری سے واپس جاتی ہے ابھی تک لوگ
اس خاندان کے زندہ ہیں الغرض ضروری بیان کرنا یہ ہے کہ
گلاب شاہ غالبًا باہر کے رہنے والے تھے اور انداز سے
معلوم ہوتا تھا کہ وہ ... ام پور کے تھے یہ برابر اکیلے نواب فدا علی
والی مسجد کے کٹرے کے اوپر ایک کمرے میں اکیلے رہتے تھے
اور گلابی تہبند اور گلابی کرتہ پہنتے تھے ان کے یہاں زیادہ اکثر ملنے
کو جاتے یہ بہت خلیق اور منکسر آدمی تھے اور خوش گپ تھے

پرچاے بہت عمدہ بناتے تھے اور حقہ بہت نفیس پیتے تھے پر بالکل متوکل آدمی تھے مگر کسی سے سوال نہیں کرتے لوگ خود ان کے اخلاق کی وجہ کر خفیہ طور پر ان کی امداد کرتے ایک کی خبر دوسرے کو نہ ملا کی اس وقت کے تو لوگ نمائشی سلوک کسی کیساتھ کرنیکو برا اور گناہ جانتے تھے اون کے خود ملاقاتیوں کو تعجب تھا کے شاہ صاحب کی اوقات کیونکر گذرتی ہے جو لوگ سلوک بھی کرتے تھے کر اونہوں نے تو اس قدر سلوک نہیں کیا ہے جس سے اونکی اوقات اس خوش حالی سے بسر ہو سکتی ہے مگر یہ عذر کرتے تھے ان کو تھوا اور ٹکاری راج سے بہت کچھ ملتا تھا ان کے پاس وہ دہ کمخواب تھا جو اس شہر میں کم لوگوں کے پاس تھا کیسے کیسے عبا اور کیسا کیسا چغا قیمتی ان کے پاس تھا اور بیش قیمت انگوٹھیاں تھیں اور بہت بیفکری سے انہوں نے اپنی زندگی بسر کیا بہت سن دار آدمی تھے مگر بہت مضبوط بال تو سفید ہے مگر خضاب لگاتے تھے کبھی کسی نے تمیز نہیں کیا کہ ان کے بال سفید ہیں سر میں کاکل اور گلابی قصابا باندھتے تھے اکثر ننگے سر رہتے داڑھی بہت لانبی مونچھ کی ترکیب کڑی کڑی رام پور والوں کی فیشن کی رکھے تھے ان کو زیادہ تر ربط خواجہ زادوں سے تھا اور نواب فدا علی مرحوم آپ کو بہت مانتے تھے بعد نماز صبح بارہ مہینہ راقم کی والد ماجد سے ملنے آتے اور دس منٹ ٹھہر کر

میر نورالحسن میدان فصاحت کے یہاں جاتے اور دس پندرہ منٹ
وہاں ٹھہر کر نواب فدا علی مرحوم کے یہاں جاتے یہ اُن کا روز مرہ
تھا غالباً صبح کے ہوا خوری کی وروزش قرار دیا تھا اندازی تیس
برس گذرا ہوگا ان کا انتقال ہو گیا یہ متقی آدمی لنگوٹ بند فقیر تھے
اِن سے کسی کو بگڑتے نہیں دیکھا نہ اِن کو کسی سے رنجش دیکھا ان کے
مرنے بعد اِن کی چیزیں دوستوں نے نیلام کرکے اُن کا چہلم چہارم
اور تجہیز و تکفین کیا اور گلابی پختہ قبر بنا دیا جو ہنوز وہ موجود ہے
جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا اوس کے احباب وارث ہو جاتے ہیں
یہ اُسوقت تھا اب زمانہ بدلا ہوا ہے تاہم بعض بعض انگریزی داں
بھی جنھیں مذاق مذہبی ہے تو بڑے ہمدرد نکل آتے ہیں ابھی تک اِن باتوں
کا وجود ہے رفتہ رفتہ ان باتوں میں کمی آتی جاتی ہے اب تو زمانہ
بالکل خود غرضی کا آگیا ہے اپنی بھلائی دنیاوی کے سوا اپنے
ماقیت کی بھی خبر کوئی نہیں لیتا غیروں کو کون پوچھتا ہے۔

ع ۲۸۵ لکھی واحد علی تاجر تھے اور بہت مشہور آدمی تھے ابتک انکو لکھی
نام مشہور ہے مجھے صحیح تحقیق ہوئی بعض کہتے ہیں کہ شیخ لکھی اور شیخ واحد
علی دو بھائی تھے بعض کہتے ہیں شیخ لکھی اور واحد علی کا کاربار اجمال
تھا اس لئے اس کارخانے کا نام لکھی واحد علی پر گیا جی سے دو متفرق
آدمی کا نام فارم کے حیثیت سے ایک نام ہو کر مشہور ہو گیا
جیسے اچھے خاں منت خاں لچھمی رام مدن گوپال وغیرہ وغیرہ

مگر جہاں تک راقم کو سمجھی علم ہوا ہے درحقیقت یہی ٹھیک
معلوم ہوتا ہے اس کی خاندان کے متعدد ممبروں کو دیکھا اون
کے خاندان والے ہنوز موجود ہیں اون کو پوری تحقیق
ہو گی اسی خاندان کے سید علی ہیں ابتدائی زمانہ اون کا
بہت فروغ پر تھا اور آخر زمانہ ان کا وہ نہ رہا کو تکلیف
نہ ہوئی مگر محض مختصر زندگی ان کو گذارنا پڑا ان کی یادگار
میں ایک صاحب شیخ گدڑی ہنوز زندہ ہیں جن کو تازندگی
شیخ سید علی اون کے ساتھ دیکھا اور بعد مرنے شیخ سید علی
اور نواب فدا علی اون کے اسباب اور کپڑے ان کو استعمال
کرتے دیکھا ان کو کسی وضع کا تعلق اس خاندان سے ہوگا
شیخ سید علی بہت نیک اور گوشہ نشین آدمی تھے
یہ بہت کم نکلا کرتے تھے ان کو تقریبات میں دیکھا کرتے
تھے اس خاندان کی مسجد پھولپوری گنج میں اب تک ہے
جس کے متولی وصی حیدر میاں ہوں گے اس مسجد کے متعلق
جائداد وقف تھے اور چوک پر کا ایک کمرہ وقف ہے بعد
مرنے شیخ سید علی اور نواب فدا علی میر وزیر حیدر بنام میر
وصی حیدر سے ایک مقدمہ تولیت کا لڑا نواب امیر علی کو دعوی
تولیت تھا اور میر وزیر حیدر کو بھی دعوی تولیت تھا
مکسول صاحب جو کہ مجسٹریٹ کے وقت میں یہ مقدمہ دائر تھا

اور راقم اس مسجد کا رسیور مقرر ہوا اور متولی الگ ہو گئے اور
مسجد کا بہتر انتظام ہو گیا فوجداری اور دیوانی میں خوب خوب
مقدمے رہے اب یہ مسجد وارثان میر وزیر حیدر مرحوم
کے تعلق ہے اس مسجد میں نواب فدا علی کی تولیت کے وقت میں
بہت آبادی رہی رمضان میں ختم تراویح اور افطار میں لوگ
مدعو ہوتے تھے اور دھوم دھام سے ختم تراویح
ہوا کرتی تھی اور مسجد اور اوپر کے سب کمرے جنمیں
مسافرین اوترا کرتے تھے سب درست رہا رفتہ رفتہ
اوپر کے مکانات سب برباد ہو گئے کسقدر موجود ہے
اور اب مسجد بھی کچھ مرمت ہوئی ہے اسی خاندان کے نواب
واجد علی ایک شخص گذرے جو گھونگھر والے بال رکھتے تھے
اور شاہ لیاقت علی مرحوم نابالغ کے سسرالی خاندان میں
بیاہے تھے شاہ لیاقت کا حال دیوان محلہ میں ملے گا
اونکا سسرال کسی دیہات میں سرہدہ کے پاس تھا نواب واجد
علی کارپردازی کرتے تھے اسی خاندان کے نواب امیر علی مرحوم
تھے جن کے پاس بھی وقف کی آمدنی تھی جو نماز وغیرہ کے لیے
مخصوص تھی رسیوری کے وقت راقم کے نظر سے گذرے
ہیں چوک پر کا ایک مکان اوس وثیقہ میں درج ہے نواب
امیر علی نام کے قد کے آدمی بہت نیک شخص گذرے

تیس چار برس گذرے ہیں انہوں نے انتقال کیا ہے اون کی اولاد
ابھی تک زندہ ہیں انہوں نے کالو خاں کے باغ میں اپنا مکان
بنایا جو ہنوز موجود ہے اون کے ورثا کے قبضہ میں ہے یہ مکان
میر محمد کلیم مرحوم کے مکان کے آمنے سامنے ہے میر محمد کلیم
صاحب کے پوتے مولوی مجید وکیل ہیں جو یتیم خانہ کے سکریٹری
ہیں لکھی واحد علی کے خاندان میں ایک شخص ننہے تھے
جن کے چہرے پر بہت نشانات چیچک کے تھے ان کو
بھی جایداد بھی ضایع ہوئی آخر عمر ان کی تکلیف سے گذری
اسی خاندان میں محمد میاں تھے جو بیدہ ٹولی میں رہتے
تھے گو آمدنی تھوڑی تھی مگر بڑے ٹھاٹھ سے اوقات
گذاری کیا بہت خوش وضع خوش اخلاق
ہنس مکھ آدمی تھے ان کے پاس برابر ایک بہت چھوٹا
اور خوبصورت ٹٹو اور ایک پٹنیا یکہ رہا کیا شام کو
خود ہانکتے اور اکیلے بیٹھکر نکلا کرتے یکہ پر وسعت
ہی ایک آدمی کی رکھا تھا اون کے دو لڑکے تھے
ایک کا نام خراتو میاں غالباً یاد آتا ہے جو جوان ہی مر گئے
سنا ہے اون کی اولاد ہے واللہ عالم کمی علم ہوا ہے دوسرے
لڑکے مبارک میاں عرف اچھو میاں تھے جو میر وزیر حیدر و میر
وصی حیدر والے مکان میں رہتے ہیں صورتاً اور سیرتاً

اپنے والد جیسے ہیں اور سال میں مجلس مولود چند دفعہ کرتے ہیں اور ایک دفعہ طعام داری بھی کرتے ہیں یہ بہت عقلمند آدمی ہیں اور اقبال مند ہیں انہوں نے ہر بات میں اپنے والد کے وقت سے ترقی کیا اور بہت آرام سے بے ضرر زندگی بسر کرتے ہیں اور رہائش بہت بہتر جمی ہے یہ بھی گوشہ نشیں ہیں اور بڑے منتظم ہیں ان سے راقم اور مولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ اور حاجی محمد کبیر اور میر محمد کلیم مرحوم سے بہت ربط رہا اور ہنوز قائم ہے انکی قرابت داریاں مولوی نور الحسن انسپکٹر رجسٹری آفس ساکن دربھنگہ سے ہے اور پیارے صاحب رجسٹرار سے ہے انکی قرابت داریاں بہار میں خیراتو میاں بہ خاندان حاجی عبداللہ صاحب کے یہاں بہار شریف گڈھی پر ہے نواب امیر علی کے عقد میں جبابی تھیں جبابی کی بہن بی لالن عقد میں نواب بہادر سید امیر حسن خاں پریسی ڈنسی مجسٹریٹ کے تھیں اور بی شرفو ایک بہن بی لالن کی عقد میں میر ابو محمد کے تھیں بی شرفو کو اولاد نہ تھی اور دو بہنوں کے اولاد تھی۔ لکھی واحد علی کے خاندان میں عبد الرحمن خاں صاحب کی شادی ہوئی تھی۔ اسی خاندان کے نواب فدا علی مقتول تھے جن کا تذکرہ جداگانہ لکھنا ضروری ہے۔ نواب فدا علی کے بھائی نواب واحد علی تھے جن کا مکان صدر گلی والا گاڑی خانہ ہے اور بعض آدمی اسی خاندان کے

گم نام رہ گئے نواب واجد علی کے نا یابی کے وقت اُن کے یہاں
ایک شخص کالے مگر بڑے وضع دار اور خوش لباس منور میاں
رہتے تھے اونہیں کے وقت میں نواب واجد علی کی جائداد برباد
ہوئی اور یہ زیر نگرانی منور میاں پرورش پائے جوانی میں خودہی
نواب واجد علی نے نقصان کیا یہ حضرات نام کے نواب بولے
جاتے تھے۔ کوئی شخص اس خاندان کا خطابی نواب نہ تھا
شہر میں جہاں کوئی نوجوان آزاد زندگی بسر کرتا ہے اور ٹھاٹھ
نکالتا ہے تو شہر والے اوسے نواب کا خطاب دیدیتے ہیں چنانچہ
راقم نے سیکڑوں نوابوں کو دیکھا جنکی مالی حالت خراب ہوگئی
اور نام نواب کا رہ گیا یہ قومی خطاب شہر کے لوگ تعظیماً دیا کرتے
ہیں اور تنزیہ خطاب بھی دراصل اس خطاب کا مطلب یہ ہے
کہ یہ حضرات آیندہ بگڑنے والے ہیں اور اکثر کیا بلکہ یہی ہوا کیا
آخر میں نواب صاحب کے خرابی دیکھا کئے۔ چنانچہ راقم جب بتیا میں
از اوادہ خیال لیکر گیا تھا لوگ راقم کو بھی بیٹنہ والے نواب کے
خطاب سے پکارنے لگے راقم کو بہت تنبیہ ہوئی اور راقم نے
علمی توخ بدلات لوگوں نے مولوی صاحب کہنا آغاز کیا شاہی
وقت میں بلکہ اس وقت بھی سلطنت موجودہ کی طرف سے
لفظ نواب خطاباً استعمال ہوا کیا۔ اور خطاب یافتہ ممتاز اور
معزز گنے جاتے ہیں اس لئے ہندوستانی لوگوں کو یہ لفظ

پسند آیا۔ بہتیرے لوگوں کے نام میں لفظ نواب بلا منظوری
شاہی بھی پیار سے یا افتخار کے لئے لگادیا ہے۔ جب تک
بمنظوری بادشاہ وقت نہو اس لفظ کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔
بلکہ دنیا والے تنزیہ خراج اور لاؤ بالی غیر منظیم آدمی کو نواب صاحب
پکارا کرتے ہیں۔ بہت خاندان ایسے ہیں جہاں خاندانی خطاب
نوابی نہیں ہے مگر گھر والے اور شہر والے از خود اس لفظ کو نام کے
ساتھ لگادیتے ہیں جو بالکل بے اثر ہے اکثر ایسا ہی ہے کہ کوئی
مورث نواب بولا گیا تو پھر خاندان بھر نواب ہی کہلاتا ہے بعض
ہی خاندان میں کوئی خطاب نسلاً بعد نسل شاہی منظوری سے
ہوگا موجودہ وقت میں بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے
چھوٹا خطاب ہے ذاتی خطاب ہوا کرتا ہے اس لفظ کے لگا دینے
یا کسی خطابی لفظ کے ضم کرنے سے افتخار نہیں ہوتا بلکہ شاہی
حکم سے جو لفظ نام کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے تب افتخار ہوا
کرتا ہے اسی سے ہزاروں ہزار روپیہ خرچ کر کے اور لاکھوں
تدبیروں اور خوشامد کے بعد حکاموں کو خوش راضی
کرنے کے بعد خطاب ملتا ہے وحاصل کرتے ہیں دنیا
اسی پر مرتی ہے اور بڑی کوشش اور محنت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے
شہر والے خود نام زد کر دیتے ہیں جو بالکل آسان ہو گیا ہے
اور خطابی لوگوں سے مقابلہ کرنے کو آمادہ ہیں۔

ہزاروں دیکھا ہے اور ایسے ایسے لوگ نواب پکارے جاتے ہیں
جنکی حیثیت اس لفظ کی مستحق نہیں ہے سبھے ہوئے نواب
یا نامی نوابوں کا اعزاز پبلک اور گورنمنٹ میں بالکل نہیں ہے
ہزاروں ہزار نام کے نواب ملیں گے بہتیرے بگڑے نواب
آج بھی شہر میں موجود ہیں بیڑی والے نواب۔ کامدانی والے
نواب۔ پانی بھرنے والے نواب گوشت بیچنے والے پیچیدوالے
پیشہ ور نواب الغرض جدھر دیکھئے نواب ہی نواب ملتے ہیں
حقیقی نواب تو وہی ہے جسے خدا نے نواب بنایا ہے جس نے
شاہی عزت پایا ہے ورنہ میرے پیارے نواب تو بہتیرے ہیں
ان باتوں پر توجہ کرنے سے اپنی کوتہ خیالی پر خود ہنسی آتی ہے
جب حیثیت نہیں تو نوابی کیسی جب دولت نہیں تو نام کا راجہ کیا
میں نے رنڈیوں اور ڈھاڑیوں کا نام راجہ میاں۔ بیبی راجہ وغیرہ
وغیرہ دیکھا ہے اور سنا ہے۔

۲۹۔ نواب فدا علی مرحوم مقتول کی سوانح جداگانہ
لکھنے کے لائق ہے یہ اسی خاندان شیخ لکھی نواحد علی کے تھے
یہ سانولے رنگ کے گول بدن کے آدمی تھے ان کے ہاتھ میں
خاندانی اوقات کافی تھے جس کا مصرف اونہوں نے اچھا لیا
صورت اصراف مطابق نیت واقف ہویا نہو کاغذ میں کیا کیا
مذہبی بات ہے یاد دینی ہے۔ گو بوقت تکرار میر وزیر حیدر

و نواب امیر علی بوقت ربیوری راقم نے دیکھا ضرور تھا اس قدر یاد آتا ہے کہ کچھ اخراجات تعلق مسجد پھولوری گنج لکھا تھا اور کچھ نیازات کا مد تھا اور بقیہ مدات یاد نہیں ہیں اوسی روپیہ سے اور نیز اپنی آمدنی ملا کر انہوں نے اہل قرابت واحباب کو بہت فائدہ پہونچایا یہ بڑے خلیق ہنس مکھ پر مذاق آدمی تھے اوسط سن کے آدمی بڑے خوش لباس اور خوش غذا تھے رہائش ان کی امیرانہ تھی بالکل ہندوستانی طرز معاشرت تھی اور بڑے منتظم تھے ان کا مکان ایک طرح کا ہوٹل کلب تھا پانچ بجے شام سے ان کے یہاں امیر غریب متوسط معزز لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوتی اور دس بجے تک روزمرہ سیکڑوں آدمی جمع رہتے متفرق جگہوں میں جدا جدا چوکیوں کا فرش آراستہ رہتا اور پچاس پچاس صراحی اور گلاس الماریوں پر سجا رکھا رہتا جسکو ضرورت ہوئی وہ خود اوٹھا اور پانی جا کر پی آیا دو خدمتگار رہتے تھے وہ اون کے انتظام کو درست رکھتے دس بارہ حقہ اور تمباکو و چلم و نگی درست کیا ہوا ایک چوکی پر رکھا ہوا رہتا تھا ہر ایک مجمع کے پاس حقہ بھر کر نوکر رکھدیا کرتا تھا دس بیس کرسیاں موقع موقع سے رکھوا دیجاتی تھیں اور خود یہ ایک پلنگ پر بیٹھے یا لیٹے رہتے تھے اور کوئی معزز آگیا تو اوٹھکر پلنگ ہی پر بیٹھ جاتے وہیں سے کچھ بول لیتے اور

دو چار منٹ اخلاق کر لیتے اور پھر چپ ہو جاتے اس مجمع کا
لطف لیا کرتے خواجہ عزیز اللہ ایک بہت خوبصورت کشمیری
تھے جو بادی میاں دھول پورہ کے بہنوئی تھے اور آخر عمر
میں گیا بیمار رہتے اون کی اولاد تربت میں ہنوز موجود ہیں
یہ چائے عمدہ بناتے تھے اور شال کا روزگار کرتے تھے
ان کے متعلق چائے بنانا اور چائے لوگوں کو پلانا مقرر تھا
ایک شخص عبدالقادر خاں تھے جنکا مکان خواجہ سید حسن شاہ کی
املی کے مکان کے پیچھے بنا ہوا تھا وہ کپڑہ لیکر دن بھر پھیری
کرانے تھے اور خود مزدور کے ساتھ جاتے اور رکھا کھاتے
رؤسا ان کی خاطر سے ضرور خرید لیا کرتے تھے شام کو یہ
اپنی ڈیوٹی تقسیم چائے پر آجاتے اور چائے بنا کر پلاتے ان کے
دیکھنے والوں میں تین چار آدمی ابھی زندہ ہیں خاں صاحب
کے دو لڑکے تھے نام تو بھول گئے ایک اون کے حیات ہی میں
مر گئے دوسرا لڑکا خاں صاحب کے بعد دوست محمد خاں ایک
کابلی انسپکٹر خفیہ پولس کے یہاں خدمتگاری کرنے لگے اونکی
مرنے کے بعد یہ لڑکے منجھلے نواب صاحب گذری کے یہاں ملازم
رہے جسکی دیکھنے والے علی حسین میاں ہنوز زندہ ہیں وہ ان کا
ماتحت تھا اور بھی دیکھنے والے اون کے پرانے دربار میں ہنوز
زندہ ہیں یہ مقدر کی بات ہے جس کے باپ کے ساتھ رؤسا تقابل

سے بیٹھا کی اوس کے لڑکے کا یہ حشر ہوا یہ فقط عدم تعلیم کا نتیجہ
ہوا کرتا ہے اور والدین کے بے جا محبت کی وجہ سے اگر بچے تعلیم
نہیں پا سکتے تو آخرش ایسے بچوں کا حشر تو خراب ہوا ہی کرتا ہی
شہر میں سیکڑوں شریف کے لڑکے اپنی جہالت کی وجہ کر نکمے
رہ گئے اور نکمے ہو ہو کر چنڈو خانوں اور افیون کی صحبت پاکر دردوز
بڑی فروش کا مدانی بنانے والے ہو گئے نکھے پن پر اوتارو ہو گئے
اکثر رئیسوں کے بچوں کے مصاحب ہو گئے اور بعض برائیوں
کے اوستاد بن گئے بعض رئیسوں کے مسخرہ ہو گئے بعض رئیسوں کے
یہاں اون کی بڑی ضرورتوں کو پورا کرنیکے دلال بن بیٹھے
اچھے اچھے خاندان کے بچے کن کن نشوں میں مشغول ہو گئے کے
دیکھکر کبھی افسوس آتا ہے اور کبھی اونکی بدنصیبی پر رحم آتا ہے
اور کبھی اونکی غفلت پر ہنسی آتی ہے اور اونکی سزائے اعمال
پر خوشی ہوتی ہے کردہ خویش آید پیش وہ لڑکا بہت ہوشیار
باتمیز خوبصورت ذہین اور ہونہار آدمی تھا مگر مخدرات کا
عادی ہو گیا تھا صورت سیرت بہت بدل گئے اور بہت
تکلیف کی زندگی گذارا اور تیس برس کے سن میں انتقال کر گیا
بعد آگے اس خاندان کا کچھ حال نہیں معلوم ہو سکا الغرض عبدالعماد
خاں اور خواجہ عزیز اللہ مذکور کے ذمہ چائے پلانا تھا سماوار
چار چار طیار رکھے پانی پر پانی بدلا جا رہا ہے لوگ آ رہے ہیں

جاے چل رہی ہے ایک ایک پیالی چاۓ اور ایک ایک بسکٹ
لوگوں کو مل رہا ہے دس بارہ جگہ پر نششت تھے اپنے اپنے
جوڑ میں بوڑھے نوجوان ایک ایک مجمع میں بیٹھے ہیں کوئی شطرنج
کھیل رہا ہے کوئی چوسر کھیل رہا ہے کہیں پر گنجیفہ ہو رہا ہے
کہیں نار ہو نم ع رہا ہے کہیں کوئی گا رہا ہے کسی مجمع میں مسائل
چھٹ رہے ہیں ہر طبقہ ہر خطہ و ہر حیثیت کا آدمی موجود ہے
اور کوئی تفرقہ منصبی یہاں نہیں ہے اپنے اپنے منصب کے موافق
اپنے اپنے جوڑ میں خود بخود لوگ بیٹھے ہیں اور اور اپنا اپنا جتھہ
جدا جدا قائم کر لیتے ہیں کوئی بات خلاف خودداری و
خلاف پوزیشن نہیں ہے اگر کسی نے غیبت کی ایک آواز بھی
نکالی اور فدا علی مرحوم زور سے جھڑپے جناب یہ مجمع غیبت
کے لئے نہیں ہے اب کل سے معاف کریں اس مجمع میں نہ آئیں
اوسی وقت بڑے تور سے روک دیتے اون کو اس کی پروانہ
تھی کے کون خلاف ہو گا وہ فقط مجمع کی لطف اوٹھاتے تھے اون
کو کسی کے ذاتی خاطر داشت کی بالکل پروانہ تھی سب کو
یکساں جانتے ادر سب کو برابر سمجھتے تھے اون مین کنٹرول
کرنیکی طاقت بہت تھی نہ غریب اپنے منصب سے باہر کوئی کام
کر سکتا تھا نہ امیر کسی غریب کو حقارت سے دیکھ سکتا تھا
اوسط والوں کی ایک چوکی خاص تھی اور غریبوں کی چوکی خاص تھی

امیروں کی کرسیاں اون کے پلنگ کے پاس رہتی تھیں جس کا جو منصب
تھا اوس کے مطابق خود لوگ اپنی جگہ تجویز کر لیتے تھے بعض آدمی
اوس وقت بھی خواہ مخواہ دولے کے دھسوڑنے والے ایسے تھے جیسے
آجکل نمائشی لوگ ستھرے بندر بہتر پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ اپنا منصب
تجویز نہیں کر سکتے یا جان بوجھ کر اپنے کو اوس ہستی سے پیش کر کے
دیکھانا چاہتے ہیں جس کے لائق وہ نہیں ہیں اگر کبھی کوئی موقع
ایسا آگیا تو پہلے وہ ملایمت سے کہدیتے جناب یہاں پر
کچھ مشورہ کی باتیں ہیں آپ فلاں چوکی پر تشریف رکھیں بعض
بے حیا ایسے بھی ہوتے کہ کہنے پر نہیں ملتے اور اون کی خواہش
اونچے طبقہ والوں کے ساتھ بیٹھنے کی رہا کرتی ہے تو نواب صاحب
مذکور غصہ کو ضبط کر کے ٹہلنے لگتے تھے اور آوازہ پھینکا کرتے تھے مجھکو
وہ شخص جدا ہوتا کہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو برا نہ معلوم ہو دو چار
ہی منٹ بعد وہ ایسا موقع نکال لیتے کہ وہ مجمع اوس جگہ سے
منتقل کرا لیتے اور کمرے میں اوٹھا کرلے جاتے اور وہیں اون اگلی
طبقہ والوں کی جائے آجاتی اور وہ شخص اپنے غرض کو حاصل
نہیں کر سکتا اکیلا پڑ جاتا اور اوس جگہ کو معذوراً چھوڑنا پڑتا
اور مجمع ہی میں کہدیتے فلاں صاحب اونکی جگہ وہاں ہے جہاں
آپ بیٹھے ہیں پھر اوس مجمع کو کیوں آپ برباد کرنا چاہتے ہیں ان
لوگوں سے تو آپکو سروکار نہیں ہے آپ کیا چاہتے ہیں کہ معزز

مجمع یہاں کا ٹوٹ جائے تو پھر آپ لوگوں کا مجمع بھی قائم نہ رہیگا
بہت استقلال کے ساتھ تمام عمر ایسی ٹھاٹھ کی زندگی گذار گئے
فرسٹ کلاس گاڑی گھوڑا اردی دار سائیس اور ملازم
خود بھی لباس فاخرہ قیمتی پہنکر اکثر بازار میں نکلتے یا مسجد
میں پھولوری گنج ملاحظ کو جاتے احباب کی مدد کرتے فقرا
کو بھی دیتے اہل قرابت کو بھی مشاہرہ دیتے رہے کنبہ پرور
آدمی تھے روزہ نماز کے بہت پابند زندگی بھر ان کے ایک پیش
خدمت بھی ایک چھوٹی ذات کی عورت تھی جسپر سارا دار
مدار خانہ داری اور رہائش کا تھا وہ عورت مفرح حال
نہ تھی ان کو اوس نے بہت آرام دیا اور ان پر بوجہ آرام
دہی حادی ہوگئی سارا اتالا کنجی اوس کے ذمہ آگیا اب وہ
مجمع کو توڑنے کا سامان کرنے لگی اور خالص دوستوں سے
پھٹہ بازیاں کرنے لگی اور بصورت خیر اندیشی ان اخراجات
کو فضول بتانے لگی اور نواب صاحب پر پورا وثوق اپنا جما
لیا حالانکہ یہ چیز تہ کا ادنی نسخہ تھا جب نواب صاحب پر پورا
قبضہ کرلیا تو ایک مسافر جو نواب صاحب کے یہاں مغلوک
الحال آنا ہوا تھا جس کا نام اکبر خاں تھا وہ رام پور کا ایک
آدمی تھا اوس کی سفارش کرکے اوس کا کھانا اور رہائش کا
سامان کردیا عورتوں کی سفارش کسی مرد کے بابت بلا وجہ بھی ہو تو مرد

کو ہوشیار ہو جانا چاہئے اور سوچنا چاہئے کے اوس کے اندر کیا
کیا رموز آئندہ پوشیدہ ہیں اور کیا کیا واقعات ہو سکتے ہیں ہندوستانی
عورتوں کو ہندوستانی مرد پر وہ قابو نہیں ہونا چاہئے جو یورپین
گروہ میں ہیں اون کی تعلیم اور ہے رہائش اور ہے اون کے
عادات اور ہیں اون کے کاروبار اور ہیں اور اون کا رعب
داب اور ہے اون کی عورتیں سارے گھر کی مختار ہیں اون پر
سارا دار مدار گھرستی کا رہتا ہے اونکی عقل اور ہے اور اونکی
نقل ہم ہندوستانیوں کو کرنے میں دھوکا اوٹھانا ہوگا جبتک یورپینیا
نیر زندگی نہ ہو جائے سوسائٹی کا رنگ پورا ویسا نہ ہو جائے
ہرگز ہندوستانیوں کو عورتوں پر دار مدار زندگی چھوڑنا خلاف
عقل ہے چشم دید مواقعات پیش نظر کرتا ہوں اور آئندہ بیسوں
مواقعات اس کتاب میں آپ پائیں گے جس سے پڑھنے والے
خود نتیجہ نکال سکتے ہیں خان صاحب مذکور بہت خوبصورت گورے
مضبوط چھیلے نوجوان آدمی تھے رہنے لگے اور کھانا بھی دسترخوان
ہی پر کھانے لگے برس چھ مہینہ کے بعد اون پر وثوق بڑھتا گیا
وہی نواب صاحب سے ہمدردی کارڈ مقرب ہو گئے نواب صاحب
شوقین آدمی کپڑے بھی درست ہو گئے اچھا کھانا اچھی رہائش
نے ان کی قوت بڑھا دی اچھے برتاؤ نے ان میں تازگی بخشی
اندرونی اختیارات سے جس کی خبر نواب صاحب کو نہ ہو سکی

اِن کا حسن دوبالا کردیا وہ عورت درپردہ اِس سے ہوگئی اور تعلق کرلیا اور رات دن نواب صاحب اوس مکان میں رہیں اور اتنا بڑا مجمع ہوتا ہے مگر کسی کو یہ راز معلوم نہیں ہوسکا یہ دوسرا ادنی النسخہ چرتر کا ہے نواب صاحب کے بعض مخلص دوستوں نے جو بہ کٹے اور دنیا کی ٹھوکر کھائے ہوئے تھے ترکیب رہائش دیکھکر مخدوش ہوئے اور نواب صاحب کو پوشیدہ لفظوں میں ہوشیار کرتے گئے مگر مشیت نے آنکھوں پر پردہ ڈالدیا تھا نوابصاحب کو وثوق نہوا کچھ ایسا جادو چلا ہوا تھا جس نے اِن کی عقل پر حجاب ڈالدیا تھا یہ تیسرا پردہ چرتر کا تھا کہ خیر اندیش کا اثر ہونے ندیا اور ایک محدث پر اثر جادو نے مار رکھا نواب صاحب تکیہ شاہ گھسیٹا قدس سرہٗ کے سجادہ نشیں شاہ میاں جان قدس سرہٗ کے مرید تھے یا شاید اونکے بیٹے شاہ امیر صاحب کے مرید ہوں راقم کو تحقیق نہیں ہے مگر اوس گدی کے مرید ضرور تھے وہاں کسی بزرگ کا عرس تھا وہاں وہ گئے اوس کے تین چار روز قبل نواب صاحب کے یہاں دس ہزار روپیہ کہیں سے آگئے تھے جو اونکی خادمہ کے تحویل میں تھے خادمہ مذکور نے پہلے سے خاں صاحب کے معرفت قاتلوں کا بندوبست کر رکھا تھا خاں صاحب اور نواب صاحب عرس میں گئے وہ کام میں پھنسے اور دسترخوان پر لوگوں کو کھانا کھلانے میں مشغول ہوئے خانصاحب قاتلوں کے مہیا کرنے میں مشغول ہوئے چند بدمعاشوں کو پہونچا کر نوابصاحب

سے مکان میں پوشیدہ رکھ آئے اور خادمہ مذکور کے سپردگی میں رکھا ئے
خادمہ مذکور نے ایسا انتظام کر رکھا کے وہ سب اوسی مکان میں رہے
اور کسی کو خبر نہ ہو سکی ضیاد ای دوسری خادمہ کا نام تھا اوس کے لڑکے
باہر کے خدمتگار اور دو ساد اور چند بائیاں سب تھے مگر کسی کو پتہ نہ
ملا یہ چوتھا پردہ جو تر کا تھا یہاں کا سارا انتظام درست کرنے کے بعد
خاں صاحب نواب صاحب کے پاس حاضر تھے راقم ایک بجے اون سے
رخصت ہوا اور دروازہ پر نواب صاحب نے کھانے کو روکا نواب صاحب

پر موت سوار تھی میں نے بہت معذرت کی مایوس ہو کر کہا بھائی موت
حیات کیا ٹھکانا پھر کہاں ہم کہاں تم کو لند چاہئے جو تمہیں پھر کھانا کھلائیگا
اس کہنے کا راقم کو بڑا احسن ہوا اور اون کی خلوص پر غور کر کے نفس
پر زور ڈال کر راقم کو کھانا پڑا گو راقم کھانا نہیں چاہتا تھا اور
جی بھی نہیں چاہتا تھا اور بھوکھ بھی نہ تھی مگر کھا کر واپسی میں رخصت
ہوا اور بہت خوش اور مشکور ہوئے مگر اونکے چہرے پر شادابی نہ تھی
ہوائی سی اوڑ رہی تھی راقم نے اون کی محبت کے طرف خیال کر کے
پوچھا پریشانی کیوں ہے اونہوں نے جواب دیا دستر خوان ختم نہیں ہوتا اور
جی مکان جانیکو بیقرار ہے چھوڑ کر جا بھی نہیں سکتا راقم مکان واپس آگیا
نواب صاحب دو کے قریب مع خاں صاحب اپنے قاتل کے پیدل گھر واپس
آگئے امیر آدمی آرام طبیعت شخص بہت پریشان آئے پیاس بہت تھی
خادمہ سے شربت منگا دو چار گلاس شربت بنا پہلے اونہوں نے اپنے

قاتل کو خوب سیر ہوکر پلایا اوس کے چہرہ پران سے زیادہ ہوائی اوڑی
ہوئی تھی وہ اپنے کامیابیوں کے فکر میں پریشان تھا اوس کے گناہگار
اور چور دل اوسے پریشان کئے ہوتے تھا گو اوسکو خوف نہ تھا اگر
راز کھل بھی جاتا تو نواب صاحب زندہ بھی ہوتے تو اکیلے کیا ہو سکتا
تھا یا کیا ہوا جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا نواب صاحب مذکور کمرے میں
جاکر خستگی سے وجہکر فوراً سو رہے اور خادمہ مذکور نے پاؤں دبانا
آغاز کیا ضیا دائی نے پنکھہ باہر سے کھینچنا آغاز کیا جب بے خبر ہوگئے
تب خادمہ مذکور نے آخری چہرہ نزکا پردہ اوٹھا پہلے کمرے کے کل دروازوں
کو چٹکیوں سے بند کیا اور قاتلوں کو ایک دروازے سے بلایا اور
خود دوسرے کمرے میں تماشا دیکھتی رہی قاتل مذکور نے تلوار سے کام
لیا وہ پہلی ضرب ہاتھ پر پڑی نواب صاحب جاگ اوٹھے آدمی
نہ زور رکھتے پہلے اوٹھکر بھاگے جس دروازہ پر جاتے ہیں وہ بند پایا
آخر میں اوس دروازہ کی طرف چلے جہاں محافظین قاتل کھڑے
تھے جوں ہی دروازہ کے قریب پہونچے ویسے ہی قاتل نے وار
پر وار تلواروں سے لگانا آغاز کیا مگر وہ زندہ تھے ساتھیوں
میں سے ایک نے لاٹھی مارا کھیجا نکل پڑا اور گرے جان بحق تسلیم
کردیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن منیا کو شک ہوا اوسنے جھلملی سے
سارا تماشا دیکھا اور چلانے لگی مالی مزدور جو دور پر تھے دوڑے
قاتل بھی نکل چکا تھا اور نواب مذکور بھی مرحوم ہو چکے تھے تمام کمرہ خون سے

الو وہ تھا پولیس میں مینا مظہر ہوی مقدمہ خون چلا اصل قاتل نکل
گیا مددگاران شہر میں گرفتار ہوئے یہ تین بجے دن کا وقوع ہے
اِن کے قتل کا شہرہ تمام شہر میں ہو گیا وہ وقت مولوی جنت حسین
خاں ساکن اورنگ آباد کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹی یا اعلی افسری کا زمانہ
تھا اونہوں نے بمشکل شہادت حاصل کیا اور خادمہ کو چودہ برس سزا
دلوایا جو کچھ واقعات اوپر ہین سب کی مثل مقدمہ میں موجود ہے دس
برس بعد اس واقعہ کے اکبر خاں اصل قاتل گرفتار ہو گئے اور یہ روز جیل
میں ان کی شناخت کیے گئے راقم خود اوس مقدمہ کے تجویز میں فوری
جوریوں کا تھا ایک رحم دل ہندو جوری نے جو سمجھا کہ پھانسی سے
اختلاف کیا آخر کار وہ بھی دائم الحبس کئے گئے یہ وقت شکور انسپکٹر
پولیس کا تھا جنت حسین خاں صاحب یاور حسین خاں صاحب وکیل گیا
کے بھائی تھے اونہوں نے گیا میں بڑی اچھی وکالت کیا اونہوں نے
کلکتہ میں کئی زبان سیکھی تھی بہت مذہبی آدمی تھے دونوں بھائی نیکی
گذرے ان لوگوں کی اولاد میں وکیل صاحب کے اولاد میں غفار خاں
سب انسپکٹر پولیس ہیں اور قادر خاں ہنوز کالج اسٹوڈنٹ ہیں اور آج
کل پٹنہ ہی میں غفار خاں اچھے پولیسوں میں شمار کئے جاتے ہیں انکی
بہن مولوی نہال حسان کے بی برادر ابو سعید خاں ساکن سہسرام اور بخشی ٹ
محلہ عالم گنج کے رہنے والے ہیں ابو سعید خاں معزز اور مقبول آدمی
ہیں بہنسال خاں مظفر خاں اسمٰعیل خاں سب بھائی ہیں اور سب صاحب

اولاد ہیں اوس مقدمہ کے بعد سے رام پور والوں سے اس شہر کے آدمی
دور بھاگتے ہیں اور خوف کرتے ہیں اوسوقت عبدالعزیز خاں اور
بدھن خان دونوں کرنیل جوان اس شہر میں مرادآبادی برتنوں کے
دوکان کرتے تھے اور مکل فروخت کرتے تھے یہ لوگ بڑے وجیہ
تھے خوش لباس و خوش خوراک تھے بہت اچھی دوکان تھی مارے
خوف کے ان لوگوں سے سبھی لوگوں نے ملنا بند کر دیا اور خریدنا
بھی بند ہو گیا دوکان خراب ہو گئی آخرش یہ لوگ رام پور چلے گئے
بدھن خان دو چار برس بعد آئے مگر شہر کا رُخ دیکھکر واپس جانا
پڑا اوس وقت غلام حضرت خاں ایک رام پوری بھی رہتے تھے
اون سے بھی لوگوں نے ملنا بند کر دیا اور لوگ خوف زدہ ہو گئے
آخر اون کو گوشہ نشینی کی زندگی گذرانی پڑی اور مالی حالت
خراب ہو گئی اون کے بیٹے گورے خاں کے ساتھ چند در چند مقدمات
ہوے اون کو شہر چھوڑنا پڑا خبر نہیں وہ کہاں ہیں اوسوقت سے
لوگ پٹھانوں کی دوستی اور ملاقات سے گھبراتے ہیں اور ان
لوگوں کے غصہ اور آنکھ بدلنے سے بہت اپکو بچاتے ہیں اور دور
دور کی ملاقات رکھتے ہیں ایک بُرائی کرتا ہے اور قوم بدنام ہوتی ہے
راقم کو بہت پٹھانوں سے تعلقات ملاقات رہا ہو اور ہوا کیا مجھے
فقط اس قدر تجربہ ہوا کہ جب تک یہ گروہ غصہ میں نہیں آتی بہترین
انسانیت برتتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے پھر یہ اپنے

ہوش میں نہیں رہتے اپنے بھی جان کو جان نہیں سمجھتے دوسروں
کی اُن کو کیا پرواہو سکتی ہے ایک قوی اور جی دار قوم کی یہی
صفت ہے کہ جب اوس کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو وہ
اپنی جرات دیکھا دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے ان لوگوں میں
تحمل کا مادہ کم ہوا کرتا ہے اچھے برے ہر قوم میں ہیں یہ قوم نمک حلال
بھی بہت ہے بعض اگر نمک کا خیال نہیں کرتے تو اکثر مسلمان
بھی اس بلا میں مبتلا ہیں شکایت یہ البتہ ہے کہ جوان مرد دھوکے
سے نہیں مارتے یہ بزدلوں کا کام ہے جری قوم کا آدمی بزدلی
سے نہیں مارتا یہ حرکت قابل مذکور سے بری ہوئی بقول "نمک
خوردن نمک داں راشکستن" اور سمتے میں ایسا نہیں کرتا
تھا نواب صاحب کو مالش ہے کہ کیلے مضروب ہو کر تھوڑی دیر
تک وہ مقابلہ کرتے رہے اور قاتل نے اکیلے نہیلے وار نہ کیا بلکہ
ایک کے مقابلے میں بارہ آدمی تھے گیارہ مجرم تھے جس میں
اکثروں کی سزا ہو گئی بعض رہائی پا گئے اس دن دھاڑیکی
خون کا علاج پولیس کے ہاتھ میں کیا تھا پھر بھی پولیس قابل تحسین نہیں تھی
جس نے مجرموں کو سزا دلوایا جس کی موت جس بہانے تھی گئی
اس کا افسوس نہیں مگر ان کا مرنا شہر کو سنسان کر گیا ان کے گلے
پر چھری نہ چلی بلکہ سوشل لایف قتل ہو گئے پھر وہ سماں نہ دیکھا
سب باتیں خواب خیال ہو گئیں سوسائٹی کا رنگ بھی بدل گیا

وہ باتیں پھر نہ دیکھ سکے ان کا مرنا قومی خون ہوگیا ایسا مفید اور فیض
بخش مخیر آدمی پہلوگوں سے جدا ہوگیا جسکی زندگی ایک مغتنم تھی
اور یہ ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی مسافروں سے زیادہ خلا ملا
کرنے والے ہمیشہ دھوکھا کھاتے ہیں اور چھوٹی قوموں پر بھروسہ
کرنے والے بے طرح پریشان ہوا کرتے ہیں دوستی برابر والوں
کی نبھ سکتی ہے اونچ نیچ کی دوستی اچھی نہیں ہوتی ناسی سے اعلیٰ
طبقہ والے خودار ہوجاتے ہیں اور اپنے سے نیچے سطح والوں سے
ریزرو ہوکر ملا کرتے ہیں آدمی کو غیر ملکوں سے بیداری اور ہوشیاری
سے ملنا چاہیے اور اپنا ہمراز نہیں بنانا چاہیئے ورنہ آخری نتیجہ برا
نکلتا ہے بدکار عورتوں پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاسکتا ایک سے
جب دو ہوئے تب لطف یکتائی نہیں دنیا میں شوہر ایک ہوا کرتا ہے
جس سے پہلی شادی ہوتی ہے اور بی بی بھی وہی ایک ہوا کرتی
ہے زنا و شوہر تو یعنی محبت ایک ہی زن و شوہر میں ہوا کرتی ہے
اس کے علاوہ خودغرضیاں پوشیدہ رہتی ہیں۔

سلسلہ ۳۰ میر محمد حکیم صاحب کا مکان نواب فدا علی مرحوم مقتول کے
بغل میں ہے ان کو تعلقات قرابت داری قریب از خاندان مولوی
ولی عالم اور مولوی علی اعظم صاحب پھلواری سے تھے اور بھی ان کی
قرابت داریاں میر نور الحسن مرحوم میدان فصاحت سے بھی یہ مسٹر
نور الہدیٰ جج کے پھوپھا تھے اور میر شمس الہدیٰ مرحوم لودی کٹرہ

بہنوئی تھے ان کے قریب تر رشتہ داریاں چودھرانہ محلہ دانا پور میں
بخاندان چودھری عابد علی مرحوم تھے چودھری عابد علی شاہ
وجیہہ صاحب کے خالو تھے منشی علیم صاحب سے قرابت داریاں
تھیں اون کے بیٹے محمد نصیر میر نور الحسن مرحوم کے داماد تھے
و محمد کلیم صاحب کے دو بیٹے تھے ایک حاجی محمد کبیر مرحوم جو لاولد
تھے دوسرے محمد امیر مرحوم جنکے بیٹے مجید میاں وکیل سکریٹری
یتیم خانہ انجمن خادم الاسلام ہیں دونوں بھائی کی شادی مولوی
ولی عالم پھوپھا مرحوم کے بہنا سے ہوئی تھی مجید میاں وکیل کے
بہنوئی مولوی باقی صاحب ہیں یہ لوگ صاحب اولاد ہیں امیر محمد
کلیم صاحب نہایت منتظم آدمی تھے عمر بھر باہر رہے پژمردہ دلی
کے ساتھ گذران کیا دولت زیادہ بی بی کی تھی لڑکے بادی سے
ان کو سسرالی دولت کا لطف نہ ملا غالبا یہی باعث پژمردگی
کا ہوسکتا ہے گوشہ نشینی کر کے رات دن کتب بینی کرتے ہوئے ادھیڑ
ہو کر انتقال کر گئے اب مکان و دولت ورثا کے پاس ہے امیر
مرحوم نے بڑی ٹھاٹھ کی زندگی گذران کیا یہ گاڑیوں کا اگرا
رکھے ہوئے تھے اور پرچون کی دوکان کیا تھا میر عمر دراز مرحوم
چچیرے ماموں سے ان کو بڑا ربط تھا اور وہ ان کو بہت چاہتے تھے
دونوں بھائی ملنسار خوش اخلاق تھے حاجی کبیر صاحب بہت
پینک دل آدمی تھے اور امیر مرحوم زندہ دل با مذاق رند مشرب

آدمی گذرے پھلواری میں تپھرشن کا مزار ہے جو بر سر راہ سے اور پیر مجیب کے چبوترے کی چہار دیواری کے بغل میں ہے۔

ع۱۳۱ میر اسمٰعیل علی صاحب ایک پڑلنے اور بڑی آمدنی کے رئیس صدر گلی میں تھے اِن کے دو بیٹے تھے میر واجد حسین صاحب اور میر احمد حسین صاحب اور ایک داماد منظر میاں نوادہ کے والد تھے جنکا نام شاید مولوی امیر الدین تھا اون کا مفصل حال کسی جگہہ پرچوک وارڈ میں لکھا ہے دوسرے کا نام پیارے صاحب کنھیا لوکر تھا میر واجد حسین بھی بہت متمول آدمی تھے اور حاجی بھی تھے بعد اپنے والد کے اُنہوں نے دریا کنارے پتھری گھاٹ میں مکان بنا لیا تھا اور مکہ ہی میں شادی کر لی تھی اونکی پہلی شادی نوادہ میں بخاندان شاہ قاسم صاحب کے بہن ہوئی اونکے بھائی شاہ واجد حسین مرحوم تھے وہ لاولد تھیں وہ بی بی حج میں ہمراہ اپنے بھائی شاہ واجد حسین مرحوم راقم کی ہمسفر تھیں وہ بالکل معذور تھیں بمشکل اوٹھ بیٹھ سکتی تھیں بوجہ کسی عارضہ کے کمر سے نیچے بالکل بیکار ہوکر لوتھ ہوگئی تھیں اون سے کوئی اولاد نہ تھی عربی بی بی مکہ والی سے اولادیں تھیں اون کے بیٹے حاجی مولوی ابراہیم ہیں جو عربی خوب بولتے ہیں یہ شاہ اقبال حسن صاحب بہار کے داماد ہیں اور خان بہادر بابو حمید شیورا ساکن شاہ پور۔ چوڑی کے بہنوی ہیں اور خان بہادر محبوب حسن خان والس چیرمین مظفر پور ساکن رسول پور بخاندان دیوان مولا بخش کے پوتیکے سارٹھو ہیں دیوان

مولا بخش بہت مشہور آدمی گذرے ہیں ۵۷ء کے غدر میں انہوں نے
بڑا بڑا مفید کام قوم کے جان بچانیکے غرض سے کیا اور پٹنہ میں چند
روز کے لئے ٹیلر صاحب کمشنر کی جگہ پر کام کیا اور سرکار انگلشیہ
کے بہی خواہوں میں تھے یہ وقت راقم نے نہیں دیکھا مگر معزز لوگوں
سے سنا ضرور ہے محبوب حسن خان بیرسٹر تھے اور بہت حسین اور
خلیق منکسر ملنسار منس مکھ بہترین آدمی تھے جوان ہی مر گئے
اون کی اولاد مظفر پور میں ہیں اونہوں نے اپنی زندگی بہت
عیش و آرام سے گذران کیا دولت بھی اچھی تھی اون کے خاندان
کے ظفر حسن خاں اور اعجاز حسن خاں اور اون کے بھائی محمد حسن خاں
زندہ ہیں سب لوگ صاحب اولاد ہیں اور علم دوست ہیں ظفر
حسن خاں نے اپنے جائداد کو نقصان کر دیا اور لوگوں کے پاس
جائداد موجود ہے ظفر حسن خاں کے بہنوی سعادت علی خاں دربھنگہ
پیغمبر پور کے رہنے والے تھے شاہ اقبال حسین مرحوم کے ایک بیٹے
حکیم سعید صاحب ہیں جو طبیہ کالج میں ملازم ہیں یہ پہلے صاحب
رجسٹرار ساکن دربھنگہ اور مولوی نور الحق انسپکٹر رجسٹری
کے خاندان میں بیاہے ہیں ان کو اچھو میاں ساکن باغ کالوخاں
سے قرابت کے تعلقات ہیں ایک لڑکے شاہ اقبال حسین مرحوم کے
کہیں داروغہ ہیں اس خاندان کے لوگ سب کمانے والے ہیں
اور باخوش اخلاق ملنسار اور احسان کرنے والے لوگ ہیں

سب خوش زندگی گذارتے ہیں اور ممدوح خلایق ہیں مولوی
ابراہیم صاحب بھی نیک مزاج پرہیزگار بہت گورے اور حسین
آدمی ہیں انہوں نے بورنگلان احباب کلکتہ میں ارھت چرہ
کھولی تھی اوس میں ان کو بہت نقصان ہوا اور اوس نقصان
کے پورہ کرنے میں چند سے جائداد مورد خطر میں آگئی مگر انتظام
کرنے سے جائداد سنبھر گئی سال میں ایک مولود ہوتا ہے شہر بھر
کے لوگ کھاتے ہیں عام مولود ہوتا ہے صبح سے کھلاتے کھلاتے
مغرب ہوجاتی ہے ان کے بھائی مسٹر یوسف مرحوم بارسٹر تھے
جو مسٹر شفیع کے بہنوی اور سر فخرالدین کے ساڑھو تھے ابھی ایک
برس گذرا ہے ان کا انتقال ہوگیا بالکل ہی نوجوان مرگئے اوسکے
چند ہی روز بعد اون کی والدہ کا انتقال ہوا یہ بڑی مخیر خاتون
تھیں یہ گھر بفضلہ اچھی حالت میں قائم ہے عرب لوگ بہت آتے ہیں
اور مہمان رہتے ہیں مکہ میں یہ خاندان ممیز اور مشہور ہے میر
احمد حسین دوسرے لڑکے میر اسمٰعیل صاحب کے تھے اون کے
بیٹے حفیظ میاں عدر گلی میں جو آبائی مکان میں ہیں اور رشید
میں وزیر حمید روکیل کے داماد ہیں اون کے اولاد تھے میر صاحب
نے بڑی اچھی زندگی متقیانہ خود داری کے ساتھ گذارا اون کی
شادی بہار میں محل پر ہوئی اور شاہ سجاد حسین وغیرہ سے قرابت
قریب ہے اون کی دو شادیاں ہوئیں دونوں قرابت ہی میں

ہوئی اون لوگوں سے اولاد موجود ہے بڑے لڑکے مولوی مجید صاحب
ٹیڑھی گھاٹ ہیں وہ سسرال کے قریب حبا کر رہے یہ اپنے
چچا میر واجد حسین کے داماد ہیں چند بیبیاں مرتی گئیں اوسکے بعد
دیگرے اوسی خاندان میں شادیاں کریں برابر سالیوں سے بیاہے
گئے ہندوستانی ساس ہوتیں تو دوبارہ دوسری لڑکی نہ دیتیں
مگر لڑکیاں مرتی گئیں تاہم ساس نے دوسری لڑکی سے عقد کر دیا
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجید میاں کو اون کی ساس بہت مانتی
تھیں اور مجید میاں کا حسن اخلاق اور چلن اور زن و شو کا
اچھا برتاؤ ثابت ہوتا ہے اون کی وفاداری ثابت ہوتی ہے
اور اون کی ساس کے عقیدہ کا پتہ ملتا ہے کسقدر پختہ اسلام تھا
کہ اونہوں نے باوجود مرنے لڑکیوں کے بھی ہندوستانی عورتوں
کی طرح اپنے عقیدہ کو نہیں بدلا اور خدا پر بھروسہ کرکے اونھیں
سے دوسری لڑکیوں کو بیاہتے گئیں یہ آسان بات نہیں ہے اولاد
نقصان ہونے کے بعد ہندوستان کی عورت اپنے داماد کی دشمن
ہو جاتی ہیں اس برتاؤ سے اون کی محبت اور پختگی مذہب کا
ثبوت ہوتا ہے مجید میاں صاحب اولاد ہیں ایک داماد مسٹر
احمد ولد جسٹس شرف الدین کے تھے یہ شادی بڑی دھوم سے ہوئی راقم نے
مجید میاں کی شادیاں دیکھیں اون کی اولاد کی شادی دیکھا نیکی
صدمات بھی دیکھ لیا سارے انقلاب دیکھے میر احمد حسین کی پہلی شادی

بخاندان میر کلو مرحوم ساکن بارہ دری ہوئی تھی اسلئے میر کفایت حسین
ومولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ سے و مجید میاں سے قرابت
داریاں قریب ترتھیں بخاندان میر ممتاز علی صاحب بہار بارہ دری
سے بھی قرابت داریاں قریب ترتھیں بعد مرنے بی بی کے مسٹر احمد بارسٹر
ان کے خویش نے بنارس میں شادی کرلی ہے جس سے اولاد بھی
چھوڑ کردہ بھی نوجوان ہی مر گئے جسٹس شرف الدین شمس العلما
حافظ محب الحق کے بہنوی تھے اور مسٹر محمد بارسٹر کے پھوپھا تھے
اور مسٹر محمد بارسٹر ولد حافظ محب الحق مذکور کے ماموں مسٹر
عبدالعزیز بارسٹر ہیں جو حکیم حفاظت حسین صاحب مرحوم کے بیٹے
ہیں میر احمد حسین صاحب مرحوم کے اور اولاد میں مولوی شکور صاحب
ومولوی عبدالرزاق صاحب صدر گلی ہیں جو حق القائم ہیں اور
اچھے حالت میں ہیں شکور میاں کی شادی بہار ہی میں اپنے قرابت
ننہال میں ہوئی اور مولوی رزاق کی شادی مولوی حامد حسین نودیگڑہ
کے یہاں بخاندان عالم میاں ہوئی ایک بھائی ڈاکٹر عبدالغنی جو ولایت
سے پڑھکر آئے پروفیسر ہوئے تھے جوان ہی مر گئے ایک بھائی بہت
ہی حسین نابالغ مر گئے جبی صاحب کنگھیہ ٹولہ برادر ہن صاحب
ازخاندان پیارے صاحب پہلے شکور میاں کے بہن سے بیاہے تھے
پھر شکور میاں کی لڑکی سے بعد مرنے بی بی کے بیاہے گئے میر محمد حسین
صاحب کے داماد خان بہادر مولوی ضمیر صاحب ساکن مرداد بہار شریف

تھے مولوی ضمیر صاحب مولوی امیر صاحب نواب نصیر صاحب مولوی کریم الدین
صاحب یہ لوگ بھائی تھے خان بہادر محمد محسن اور مسٹر ظہیر مرحوم بارسٹر
اور مسٹر ظہیر کے ایک اور بھائی مسٹر شرف مرحوم سب لوگ ایک ہی خاندان
کے ہیں مودی میاں ولد مسٹر ظہیر اور بھی اس خاندان کے لوگ
زندہ ہیں سید بدر الدین حسین وکیل ولد مولوی ضمیر الدین حسن
خاں بہادر بھی زندہ ہیں اور صدر گلی میں اوس مکان میں ہیں جو
سونانوان ملک فضل کا تھا خرید لیا اور کوٹھی بنا لیا ہے مولوی ضمیر
صاحب مولوی امیر صاحب نواب نصیر صاحب سب نے قضا کیا
صرف مولوی کریم صاحب زندہ ہیں جنکے بیٹے مولوی معین سینی کورٹ
میں سب ڈپٹی تھے اب وکیل ہیں مولوی کریم صاحب کا سسرالی
تعلق رسول پور والوں سے بھی ہے مولوی احمد رضا وکیل ہائی
کورٹ ولد میر وزیر حسن لودی کٹرہ و برادر مسٹر محمد رضا صاحب
وائس چیرمین کی شادی اسی خاندان میں ہوئی ہے بہار شریف
میں مرداں میں یہ خاندان مولوی کرامت حسین صاحب کا مشہور
و معروف ہے سب لوگ خوش مقدور اور ذی علم اور پیسے والے
گذرے ہیں میر اسمعیل صاحب مرحوم بہت منتظم اور بالکل ہندوستانی
مزاج و ترکیب کے آدمی تھے راقم اون کے زندگی میں برابر مولود کے
تقریبات میں حاضر ہوا کیا ہے اون کا پورا حلیہ یاد ہے موجودہ مکان کی
بہت بدلی ہوئی ہے آنگن کے دکھن طرف مردنی دار پردہ پر آراستہ تھا

اور امام باڑہ نما مکان تھا اور پورب پچھم دو صحنچیاں تھیں اوسی میں
میر صاحب رہتے تھے اور صبح کو اپنے ضرورتوں سے فراغت کرکے
باہر دالان اوسارے میں بیٹھتے تھے اور آنگن میں چوکیوں کا فرش
رہتا تھا اور میر صاحب کچہری کرتے تھے پرانے لوگ پرانی ترکیب
خرچ کم آمدنی زیادہ گھروں دولت جمع رہتی تھی حوصلا بھی زیادہ
نہیں سدھارن زندگی گذار جاتے تھے اب جیسی زندگی نہ تھی لمبا
لفافہ اور اندر مضمون ندارد دان کی زندگی تو توکل کی اور فقیرانہ
زندگی ہے جس نے دیا ہے تن کو وہی دیگا کفن کو سیکڑوں مثالیں
ایسی دیکھا کے مرنے بعد چہلم چہارم اور خیرات تک کے لئے ایک پائی
نہ بچی اور ملکی رواسم کے موافق اور مذہبی قواعد کے مطابق بوجہہ
ناداری کوئی کام انجام نہ ہوسکا کچھ سوٹ نکلے کچھ جوتوں کا ڈھیر کچھ
اخباروں کا کاغذ اور کچھ فرنیچر نکلا اور کرایہ والوں اور نوکر
کا پاؤناں نکلا یہ بکا وہ بکا زندگی تو خوش ضرور گذری پھر بعد
پھر کیا گذری جینے والے دیکھتے ہیں زمانا ہے بدلا ہوا ہے طرز معاشرت
ہی بدل گئی ہے سوسائٹی ہی ایسی ہو گئی ہے کہ انسان مجبور ہے
مرنے بعد الامرا اور پردہ فاش ہوا مذہب جدا گیا دولت جدا
گئی اولاد و ورثا الگ پریشان ہوئے ہیں کئی جگہ دین یعنی ادا کرنا
پڑا دہ روش زندگی اب تھوڑی رہی کے مورث مرا اور کئی
یک پشت کے لئے بے انتہا دولت چھوڑ گیا کے مابعد لوگ امیر کہلانے

سکے ابھی تک بیسیوں خاندان موجود ہیں جہاں پر دادا کی کمائی
کی برکت ہے اور صاحب لوگ عزت سے اوقات گذار رہے
ہیں جس نے جایداد کی قدر نہ کی وہ بڑا ناشکر گذر ہے اور بڑے
دھوکے میں پڑا آخر کار پچھتانا پڑیگا مورثوں کے چلن کا خاکہ
اوتارنے سے عین الیقین کی حیثیت سے خاندان چند پشت تک
اچھے حال میں رہتا ہے مگر جب مذہبی خاکہ رسول اللہ کے چلن کا
نہیں اوتر سکتا ہے تو دنیاوی خاکہ مورثوں کا کیا اوتر سکتا ہے
یہ قومی بدنصیبی ہے مسلمانوں کے ہاتھ سے دولت و عزت کا
تلف ہونا ہے اسکو کون روک سکتا ہے علم ہوا دولت نہ رہی
تو کیا بجز غلامی کے کون سی صورت اوقات ہو سکتی ہے خود
مختار زندگی کے سب صورتیں بدل دیجاتی ہیں پھر آخر حشر
کیا ہو سکتا ہے ایک تو تقسیم ترکہ کی وجہ کر مالی کمزوریاں ہوتی
گئیں ایک بڑی دولت چند چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم
ہو گئیں اور وہ مال غنیمت تھی مفت کا نہ جان کر فیشن داری
کے صدقے لیا گیا پھر باقی کیا رہا بنیوں اور تاجروں اور بازاروں کی
دیکھئے بنگالی و فلاں کو دیکھئے کیا کیکر وہ آگے ہیں اور کیا کچھ چھوٹا
جاتے ہیں افسوس ہماری قوم کیا کیا پاتی ہیں اور کس طرح برباد
کر جاتی ہیں حاصل کیا کرتے نصیب کی چیز کو بھی غارت کر دیتے
ہیں پھر خود ہی پچھتاتے ہیں۔

پر مرتے ہیں مگر اس کو نہیں سوچتے کہ کئی دن فاقہ ست کاٹ سکتے ہیں ہر چیز
کو وہ از خود دوسروں کے حوالہ کر دیا اور مسافر وار زندگی گذارنے
لگے کمایا اور دوسروں کو پیسہ دیا انہوں نے سودے دئے تو
کھایا نہ دیا تو فاقہ اور کھائی از خود بھوکوں مرنا پڑیگا کپڑے کا روز گار
چھوڑتے جاتے ہیں اگر غیر ملکی لوگ کپڑے نہ مہیا کریں تو ننگے
رہنا پڑے گا اور بے کفن گڑنا ہوگا گاندھی جی نے جو چرخ کی
آندھی چلائی تھی وہ اسی دن کے لئے تھی کہ غیر ملکی تجارتوں کی
محتاجی نہ ہو مگر مسلمان اس پر بھی نہ سمجھے کہ وہ ملک کو جگا رہے
ہیں غیر ملکوں کی قبضہ سے باہر ہونا چاہتے ہیں مسلمان تو دانا پانی
کپڑہ سب ملکی ہی لوگوں کے ہاتھ میں از خود دئے جا رہے ہیں جا
گھاٹ سے یہ کو گھاٹ ہو رہے ہیں کنواں یہ خود نہیں کھود سکتے
کوئی پیشہ یہ خود بھی نہیں کر سکتے ہر ہر ضرورت میں تو یہ دوسروں
کی محتاج ہیں کون سا کام ہے جسے یہ از خود کر سکتے ہیں کیونکر اپنی
زندگی یہ آئندہ بسر کر سکیں گے اگر سرکار انگلشیہ ان کے سر پر
نہ رہتی تو ان کا ہر ہر کام ضروریات زندگی کا بند ہو جاتا غلہ انگریزی
تجار پہونچا رہے ہیں کپڑہ انگریزی تجار مہیا کر رہے ہیں پانی واٹر
ورکس مہیا کر رہا ہے اور قدرت کا فیضان نالہ ندی سے مل
رہا ہے مسلمان کو ہر لائن کی تجارت میں ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ہر حرفہ
کو بطور فرض حصی انجام دینا چاہئے چند ہی عرصہ میں ان کی مالی

حالت درست ہوسکتی ہے اور قومی حالت پر بھی اچھا اثر آجائیگا
اپنی کمزوری قومی پر توجہ نہیں ہے بالکل ناکارہ اور بیکار و بے
فکر ہوگئے ہیں کپڑے کی تجارت بالکل نہیں ہے اس تجارت سے
لالہ جی سیٹھ جی بن جاتے ہیں مسلمانی تجارت تعیش کی تجارت ہے جیسے
پان بیڑی اس میں ہی غور کریں کہ کتنے کی اوقات بسر ہو رہی ہے
حالانکہ یہ ضروریات زندگی میں داخل نہیں ہے اگر ضروریات
زندگی کی چیزوں کی تجارت ہو گی تو کس قدر آدمی بن جائینگے
دیکھئے قصائی چمڑے اور چمڑے والے کتنے کتنے بڑے بڑے
آدمی ہوگئے کونسا قصائی ہے جو پیسہ والا نہیں یہ خوراکی
کا ایک ادنی خدمت جس کے تجارت میں یہ فائدہ ہے گھی تیل
غلہ اس کی پوری تجارت مارواریوں نے اپنے قبضہ میں لے
لیا ہے بہت کم غیر قوم ہیں جو اس لائین کا بڑا تاجر ہے پوری
بازار اور ہر ایک پیٹ پر ان لوگوں نے ہاتھ رکھدیا ہے
جس بھاؤ اور جس نرخ سے چاہیں فروخت کر سکتے ہیں اور
جسکو چاہیں فاقہ دے سکتے ہیں کپڑہ کا بھی یہی حال ہے
مکان کے متعلق آپ کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے بڑھئی لوہار
کمہار موچی کے لئے جان ہے اور اس میں سے مسلمان ایک
نہیں ہے اگر یہ کام کریں تو اب ہندوستان میں کے لکڑی کے
تاجر آپ نہیں بانس کے تاجر آپ نہیں رسی کے تاجر آپ نہیں

پہونچ تک کے تاجر آپ نہیں کھانا کر رہ رہنا سب دوسروں
کے قبضہ میں ہے یہ تو حالات ہوئے افسوس میری قوم نے خود
بخود قیدی ہو کر رہنا پسند کر لیا اگر یہ حال رہا تو بے شک ملک
چھوڑ کر از خود بھاگنا پڑیگا دنیا کا رُخ جیسا پلٹ رہا ہے وہ
رنگ لائیگا اور جیسی غفلت چھائی ہے وہ آفت ڈھائیگی شاہی
کوئی نقصان نہیں ہے ملکی نقصان ہوگا اور قومی تباہی ہوگی بڑی
سخت غلامی کرنی پڑے گی پڑھنا کم ہو مضائقہ نہیں پڑھنے والے
پڑھیں وہ عقل کی روشنی دیں جتنے دولت والے ہیں وہ علمی
روشنی پھیلائیں عوام الناس حرفہ اور خورا کی اور چھوٹی چھوٹی
کام کی طرف متوجہ ہو جائیں جب ہے تو دس بیس برس میں مسلمانوں
کی حالت درست ہو سکتی ہے ورنہ سخت بُرے نتیجہ کو پہونچیں گے
دولت گئی تجارت گئی ضرورت اپنی پوری نہیں کر سکتے عزت
وعصمت شرافت جانے کا سامان بھی بندھ گیا شادیات کی
قید کا آخری نتیجہ بہ ہیئت نظر آئیگا دو تین ہی برس کے اندر جو خرابیاں
ہوں گی وہ سامنے آجائینگے میرے پاس صرف فیشن رہجائیگی ذرا
غور طلب بات ہے ادنیٰ ترین قوم ڈوم چمار دو سادھ بہتر
بھیل تیلی تمبولی سب تو صاحب نما ہو گئے ہیں اور فیشن پر جان
دیتے ہیں ادنیٰ ادنیٰ ملازم سوٹ پہنتے ہیں پھر کام کو لاکریگا
سب حاکم نما ہی ہوں گے تو محکوم کون رہے گا یہ تو قدرت سے

رڈناہے کیا یورپ میں پیشہ ور نہیں ہیں کیا باوجود ہم مذہب ہم دنیا ہم وطن ہم رہائش ہونے سے کوئی کام بند ہے یا کسی ملک میں بھی بند رہ سکتا ہے کیا عرب و ترکستان ایران خراسان بلوچستان چین و جاپان جرمن فرانس یا دنیا کے کسی حصہ میں کہیں بھی ایک وزن اور ایک تقدیر اور ایک کاروبار کے آدمی ہیں یا ہو سکتے ہیں ہر کام دنیا کا ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا انتظام عالم میں فرق نہیں آسکتا ہے قومیں نیچی اونچی ہوا کرتی ہیں اور ہوتی رہیں گی کوئی ابھرینگے اور کوئی دھنس کے ابھرنے والی قوم چونکتی ہے ڈوبنے والی قوم پر غفلت آتی جاتی ہے یہ خدائی کرشمے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کو پستی میں آنا ہے اوسکے سامان بند ہو رہے ہیں کوئی خواب غفلت سے نہیں چونکتا اپنے چلن کو درست نہیں کرتا کسی سے نہ لڑنے کی ضرورت ہے نہ لڑائی دنگا فساد کی ضرورت ہے اپنے کو درست کرتے جائیں اپنی ضرورتوں کو خود پورا کرنے کا سامان کریں پھر کسی کے محتاج نہیں رہیں گے ایک اسلام قلی ہی کو دیکھئے غریب خدمتگاری میں بوڑھا ہو گیا اب وہ خود دوکان پر ملک بنا بیٹھا ہے دو چار نوکر اوسی کے ہیں اور ترقی ہو رہی ہے ایک پیادہ نتھو راقم کے یہاں ۲۵ برس رہا جس کے پانچ لڑکے اسوقت جوان زندہ ہیں گجن وغیرہ نام ہے پانچوں نے ملکر صرف بساط کی دوکان

کھولی ہے اس وقت وہ لوگ صاحب جائداد ہیں چند قطع مکان خرید اہے سب کی شادیات عرفی ہوئی سب کے بدن پر شال چادر ہے اور بہت سے لوگوں کے مثال موجود ہیں جنہوں نے دن دونی رات چوگنی ترقی کرلی ہے تجربہ سے دیکھا ہے کہ پہ چون والوں سے زیادہ ترقی ہو مالک مکان کی تعمیرات معاون رینت والوں چوبدوالوں سرخی کوبیٹے والوں اور ضروریات زندگی مہیا کرنے والوں کو زیادہ ترقی ہے اور بہت جلد ترقی کرتے ہیں دیکھا گیا یہ سب تجارت کی ہے کنجڑے قصائی کی تجارت باوجود سے کے کچی ہے مگر یہ لوگ مالامال ہیں عبدل جگن بھاگن اور ددو اور کتنا ہی بیت گئی سب میں اقبالمند بڑا کا ہے۔

۳۴ کھسیٹا کنجڑا صدر گلی میں رہتا تھا اور ترکاری کی دوکان تھی چند ہی روز میں اس نے اپنا مکان بنایا دو دو گاڑیاں خرید کیا اور کرایہ چلانے لگا اور تین چار برس میں مفرح حال ہو گیا اپنی حیثیت کے مطابق اچھا کچھ چھوڑ کر جوان ہی مرا اولاد بھی مگر چند ہی روز میں بک بکا کر اب لالہ گاڑی بان کے یہاں ملازم ہے ہندوستان میں دو ہی پیشہ آسان ہے ملازمت یا بھیک

۳۵ لالہ گاڑی بان ایک محض غریب آدمی تھا چند برسوں کے اندر پانچ چھ جوڑیاں گاڑی ہو گئی اس کا مکان صدر گلی ہی میں ہے اور اسی روزگار سے جو ضروریات زندگی کے اندر ہے اور

سواری کی محتاجیاں دولتمندوں کو ہوا کرتی ہے اسی کے بدولت
اس آدمی کے پاس اچھا کچھ جمع ہوگیا جائداد خریدا اور بلڈنگ بنوالو کا
اور بگڑ بنوائے نوجوانوں کا مال گرور ہو ہو کر جمع ہوگیا اب
ہزاروں ہزار کا آدمی ہے بہرا آدمی اور جاہل مطلق ہے مگر
اقبال ہے اور مزاج میں بحد انکسار ہے ظرف اچھا ہے بہتیرے
تو روپیہ ہضم نہیں کر سکتے دو چار دس روپیہ میں اپنے ہستی کو
بھول جاتے ہیں۔

۳۶ رائے جی گاڑیبان صدر گلی ہی میں رہتے ہیں ان کی پہلی
حالت اچھی نہ تھی لالہ کی اور ٹھیٹا کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی گاڑیاں
کرلیں ان لوگوں کے نصیب سے گاڑیاں زنانے اسکول میں عرض
ہوگئیں فی گاڑی ماہوار ملنے لگا گاڑیاں اسکول کے وقت
جاتی اور پھر واپس آجاتی اور بقیہ وقتوں میں باہر کرایہ چلتی ہے
آمدنی کافی ان لوگوں کو ہوجاتی ہے اور یہ لوگ چھوٹی سی تجارت
سے جلد جلد پیسے والے ہوگئے تجارت چھوٹی سی چھوٹی ہو ہمیشہ
مفید ہوا کی ہے انہیں لوگوں کی دیکھا دیکھی شاہ منیر ولد شاہ
وجیہہ الحق صاحب نے بھی گاڑی کا روزگار کیا حالانکہ وہ ہنرمند
آدمی ہیں گھڑی سازی و سادہ کاری میں بہت ہوشیار ہیں مگر ان
کاموں کو ترک کر دیا اور اسی گاڑی گھوڑے کی روزگار سے
بہت روپے کمائے اور مالا مال ہوئے اس چھوٹے سے روزگار سے

کتنی مثالیں آپکے سامنے موجود ہیں گوہر کوچبان نے بھی جو قاضی وحید
کے مکان کے پاس رہتے تھے اپنی ہستی اسی روزگار سے بنا لیا
تھا پھر کسی وجہ کر اس کاروبار کو اوٹھا دیا اب ملازمت کوچبانی کا کرنے
لگے اور بدر بار چھیدی میاں ملازم ہیں اسی کاروبار سے حاجی رمضو
دولت مند ہوگئے پانچ پانچ چھ چھ ہزار روپیہ لوگوں کو قرض دینے
لگے اور مہاجنی کرنے لگے اور تین تین سو کی شال چادر اوڑھنے لگے
اور اچھی حیثیت پیدا کرکے گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے لگے عابد
کوچبان نے بھی اسی روزگار سے اپنی حیثیت بنائی دیکھنے میں
چھوٹا روزگار ہے مگر فائدے میں بڑا ہے سخاوت کوچبان گوالکوہ
کے رہنے والے تھے انہوں نے رئیسوں کی نوکری بھی کیا انکو
ٹھاٹھ کا شوق رہا جو کمایا ٹھاٹھ میں خرچ کر دیا کچھ مالیت چھوڑ سکی
نعمت کوچبان نے برابر نوکری کی عمر گذر گئی بلا تجارت کے ترقی نہ ہو سکی
ہنوز زندہ ہیں اور گاڑیوالحسن کا مقابلہ نہ کر سکے پیر و کوچبان عمر بھر
مارواڑیوں کے یہاں نوکر رہے کچھ ترقی نہ ہو سکی کمایا کھایا مستی
کوچبان نے برابر ملازمت کی اور ترقی نہ پایا حالانکہ خواجہ گوہر علی خاں
کے یہاں بڑے دربار میں رہے خدا بخش کوچبان بانکی پور میں رہتے ہیں
اور بڑے بڑے حکام اور بڑے بڑے درباروں میں رہے
ہنوز زندہ ہیں مگر ترقی یافتہ نہ ہوئے نادر خاں عالم گنج کے رہنے
والے کوچبان بہت مدل ٹھاٹ نکلا کرتے تھے انکو ٹھاٹھ ظاہری کا

شوق تھا میر عمر دراز صاحب مرحوم اور مولوی حامد حسین ناسک یہ بھی
عمر بھر ملازم رہے کپڑے تو خوب پہنے مگر حیثیت درست نہ کر سکے
امیر خان ان کے قرابت دار بہت مشہور کوچبان تھے وہ بھی
عالم گنج ہی کے رہنے والے تھے رئیسوں کے یہاں ملازم ہی رہتے
عمر گذر گئی کمایا اور کھایا میر الال سوار چھتر پور کے رہنے والے
تھے رئیسوں کو گھوڑے کی سواری سیکھاتے رہتے لنگڑے سے لنگڑا
گھوڑا خوب بناتے تھے راقم کے بھی اوستاد تھے مگر کمایا اور
کھایا خاکی شاہ سوار کی زندگی بھی (دیکھی) گذری کماتے کھاتے انکی بیٹیاں زندگی بھی یہی
گذری کمایا اور کھایا خاکی شاہ اور انکے بیٹے سید میاں شاہ لال میاں خون بہادر شاہ کمال
صاحب کے یہاں بہت رہے یہ لوگ خوب واقف تھے اوستاد فن ہونے پر صرف
کماتے کھاتے رہے اور نئے گھوڑوں کے بنانے میں جان کا سامنا رہتا ہے
اسی روزگار میں رحیم اللہ پچھم کے رہنے والے گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے
اور حکیم محمد امیر صاحب مرحوم کے یہاں دو دو مہینہ آکر رہتے تھے
دس دس گھوڑے لاتے اور اپنا کھاتے کھلاتے رہے اور ہزاروں
ہزار پیدا کرتے رہے اور امیرانہ زندگی گذارتے رہے اور مر گئے
راقم نے بلا روزگار والیکو ترقی پاتے نہیں دیکھا جس لائن میں ہو کاروبار
خوب چیز ہے نوکری والوں کو کماتے کھاتے دیکھا پس ماندہ نہ کر سکے
غلامی میں برکت نہیں پایا مہاجن سود میں اور مسلمان تجارت میں
بڑھتے ہیں تجارت میں اصل کر ضرورت ملکی اور شہری بھی صحیح تجویز

کرتا ہے زمانے کا رخ کدھر جاتا ہے کون سی چیز چلتی ہوئی ہے جسکی
بکری زوروں پر روزمرہ ہوا کرتی ہے کس چیز کی ضرورت اوس جگہ کے
لوگوں کو پیش ہے جہاں وہ تجارت کرنا چاہتا ہے اُس کا موازنہ
کرنے پر اگر صحیح اندازہ کے موافق کار بار کریگا یقینی کامیابی ہوگی
فینسی چیزیں اندھی تجارت کہلاتے ہیں بازار میں نرخ کھلا ہوا
نہیں رہتا جو پہلے مال لایا ایک کا دس بنا سکتا ہے جب بازار میں
اوسکا نرخ کھلجاتا ہے مال کثرت سے آجاتا ہے پھر سارا نفع کوڑی
کا تین ہوجاتا ہے غیر ملک والے مالوں سے وہ بھرمار کر دیتے ہیں کہ
قریہ قریہ یہ چیز وافر اور بکثرت پھیلا جاتی ہے ریلم ریل ہوجاتی ہے
اس لئے پرچون میں اب نفع کم ہے اور نازک اشیا کے ٹوٹنے
پھوٹنے سے نقصان ہوجاتا ہے یہ غیر ضروری تجارت ہے روز
مرہ کی بکری اس کی نہیں ہے مگر لوگ لالچ میں اسی طرف
پاتے ہیں اس کا میل لگانا آدمی کو اوبھا دیتا ہے اسلئے اکثر لوگ
فیل ہوجاتے ہیں اصل پکی تجارت وہ ہے جو قبضہ میں ہے جس وقت چاہا
ایک دن میں سارا مال بک کر روپئے نکل آدیں اور مال خراب
نہوا ایسے تجارت فقط خوراکی پوشاکی اور رہائش سے متعلق کے
چیز لوہا لکڑ تانبا پیتل یا دھات کی چیزیں یا پتھر کے جواہرات میں
چھوٹے چھوٹے تاجروں کو ضروری اشیائے خوراکی اور رہائش
کی چیزوں کی بکری میں نفع ہے اور بڑے تاجروں کو گرم پوشاکی

کپڑوں میں پوشیدہ نفع رہتا ہے مگر بکری کم ہے جس شئی کی مانگ
زیادہ ہے اوسکی بکری زیادہ ہے سو لنگیاں بک گئیں تو ایک بنارسی
مال بکے گا بنارسی مال چھ مہینہ میں بکا اور دس روپیہ نفع ہوا تو
چھ مہینہ تک سو لنگیاں روز بکیں پانچ روپیہ منافع ہوا تو کس قدر
گردش روپیہ کی ہو سکتی ہے اور کتنا پلٹا روپیہ کا ہو جاتا ہے کوئلہ اینٹ
چونہ وغیرہ کی بکری روزمرہ کی ہے -

۴۷ عبداللہ بمبئی والے فینسی کپڑے لیکر اس شہر میں آئے پینتالیس[۴۵]
برس کے اندر اونہوں نے یہاں سے لاکھوں لاکھ کما لیا جائداد میں خریدا
بی بی بچہ لے آئے گھر دھرلال کا کٹرہ خریدا جو صدر گلی میں موجود
ہے اب جو کپڑہ تین روپیہ نمبر ہے وہ کپڑہ سولہ روپیہ بیس روپیہ
فروخت ہوتا تھا اوس وقت مارواڑیوں کا رُخ ادھر نہ تھا بس
ان کے پاس دیسی مال ہوتے تھے جو بازار میں تھو جس دام کو چاہا
بیچا اب مارواڑیوں کے رُخ بدلنے سے گلی گلی ہر قسم کا مال موجود ہے
اس لیے اب کوئی ویسا نفع اوٹھا نہیں سکتے عبداللہ میں خوش نصیبی
کا مادہ بہت تھا زمانے کے رخ ورفیشن کو خوب جانتے تھے عبداللہ
نے راقم کی شادی میں مال بھیجا تھا جسکو ۵۵ برس کا اندازہ ہوا ہے
راقم کی شادی کی مادہ تاریخ : دریادگار بہتی ہے کہ پہلی شرتیں لیا
کی جو بائی پوتے کبھی تھی نواسہ راقم کی برات گئی تھی وہ بھی آباد [illegible] تہاں آیا
سے حیدرآباد پرستان [illegible] ہاتھی [illegible] گاڑی [illegible]

نئی ہوا لڑکوں میں موجود ہوا ان لوگوں کو راقم تو پہچان بھی نہیں سکتا نہ وہ لوگ واقف ہونگے مگر آجتک
مستری جی کا یہ خیال ہے کہ ابتدائی کاروبار راقم ہی سے ہوا اور یہ راہ چھکڑا داری کی الف یا
ہوئی تھی وہی خیال وہی برتاؤ وہی داشت آجتک ہے الغرض مکانات اب ان کے
قبضہ میں ہے عبد اللہ کے پندرہ لڑکے تھے ثانیاً بعض دوکان ان کے لڑکے نے
لڑکوں میں کھولا تھا کہاں معلوم پیشہ کا کوئی پیشہ والا ایسا نہیں ہے
جو ان سے ناواقف ہے ورکوئی شاید ہی بچا ہو جس نے سودا ان سے
خریدا ہو محمد ابراہیم کی دوکان کا بھی یہی حال تھی چند روز خوب
چلی اوس کے بعد بازو وازیوں نے بازار میں دیسی مال بھر دیئے
ابراہیم تھے بہت گورے قد آور نوجوان تھے آنکھ تو موتی جیسی
بہترین آنکھ تھی مزاج سس تھا مزاج بڑا عمدہ تھا نوجوان ہی مر گئے
اب اونکے بھائی دوکان پر ہیں اب دوکان اوس زور پر نہیں ہے
[illegible] ملکی جان [illegible] عمدہ ہو [illegible] کی ماں کا مکان تھا
جسکو وہ رشان حاجی شبراتی نے خریدا اور اب اوس میں اون لوگوں کا
زنانہ ہے وہ مکان دراصل ملکی جان کا تھا ان کے پاس ایک نئی بور
موضع تھا جب ملکی جان مریں بی عمدہ سے مقدمہ پڑا اوسی میں وہ
جائداد کچھ مولوی نور الدین بلخی کے گھر پہونچی کچھ مولوی محمد یحیی وکیل
راقم کے سمدھی کے گھر پہونچی اور مکانات حاجی شبراتی مرحوم کے
وارثوں کے قبضہ میں آگئے کسی نے مفت نہ لیا بلکہ اپنے اپنے روپیہ
کے عوض میں خریدا بی عمدہ کے ہاتھ میں کاغذ بیگی تھا ۔ منشی محمد اعظم

مرحوم ولد منشی بدیع الدین مرحوم ساکن بارہ گھروا رانی پور کے
عقد میں آگئی تھیں اونکی اولاد بھی تھی الغرض جس وضع سے دولت
آئی تھی اوسی وضع سے فوراً دو برس کے اندر ہوا ہو گئے اب نہ
کمی جان نہ بی عمدہ کو کوئی جانتا ہے بی عمدہ منشی عورت تھیں خط
گلزار شیشہ پر لکھا کرتی تھیں بعض بعض گھروں میں یادگار ہے بعد
مرنے ان کے پریشان ہوئیں بہی روزگار رہا بعد مرنے منشی اعظم
مرحوم کے بی عمدہ کا گذر بذریعہ اسی خط گلزار کے ریاست رام
پور میں ہوا اور وہیں وہ رہیں اونکے ساتھ ایک نوجوان شخص
اسی شہر کے ست گئے تھے یہ سن دار تھیں اوس نوجوان نے انکی
جائداد وغیرہ کو بکوا دیا چنانچہ وہ موضع منی پور ہنوز خریدار ونکے
پاس ان کی یادگار موجود ہے مثل بازاری سو برس بھی عقد میں اور
پردہ میں رہینگی جب موقع ملیگا پردہ کے باہر ہو گی مثل مشہور ہے
بازاری عورت اور چھک تو نکلکر رہینگی فطرت تو ہر ذی روح
کی آزاد پسند ہے وہ قید کو کیونکر پسند کر سکتی ہے عورتیں زبردستی
پردہ میں ہیں ہرگز وہ پردہ پسند نہیں کرتی ہیں بازاری عورتیں
آزادی کا لطف اوٹھائی رہتی ہیں کیونکر وہ پابند رہ سکتی ہیں جن
لوگوں کو اپنے بدنصیبی سے اون لوگوں سے سابقہ ہو چکا ہے اونکو
خون تھوک تھوک مرنا پڑا ہے چالیس آدمیوں کو تو راقم نے خود بچشم
خود دیکھا ہے کہ بڑے دولتمند تھے مگر اس مصیبت میں مبتلا ہو کر

رسل کے عارضہ سے مرے مگر چونکہ خلاف تہذیب ہے اسلئے میں
نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا اشارتاً بتاتا ہوں کہ زیادہ تر ہندو مسلمان
رؤسا ہی تھے اور بعض متوسط لوگ بھی اس گروہ نے شہر اور اطراف
کے کتنے بڑے بڑے گھروں کو خاک سیاہ کیا ہے جسکی تعداد میں سے
راقم کے پیش نظر ہے اور راقم نے نوٹ کرلیا ہے انکے گھروں کی
ورثا ہنوز زندہ ہیں اور مفلوک الحال ہیں اور جن لوگوں نے اون
لوگوں کو تباہ و برباد کیا ہے اون میں کا ہر ایک بجز ایک گھر کے سب
خود بھی تختہ تاراج ہو گیا اور نیست و نابود ہو گیا لاکھوں لاکھ دولت
آئی اور گئی جسکا نوٹ نام بنام راقم کے پاس موجود ہے جسکا شایع
کرنا مناسب نہ جانا مگر نوجوانوں کو اس کوچہ سے دور رہنے کی ہدایت
ضرور کرتا ہوں اور بتاتا ہوں کے اس کوچہ میں جان و مال و عزت
سب کا خطرہ ہے راقم کو ذاتی تجربہ ہے اور خود بھی ان بلاؤں کو
جھیل چکا ہے اور تازیست اپنے بدنصیبی پر رو رو کر مرنا پڑیگا جسکا
علاج بجز فضل خدا دوسرا نہیں ہو سکتا جو دقتیں پیش آجاتی ہیں وہ
آپکو عورتوں کے چرتر کے حصے میں ملے گا راقم نے سات سو چشم دید
واقعات چرتر لکھدیا ہے اگر شایع ہو سکے تو لوگوں کے نظر سے گذریگی
اگر موقع اشاعت نہ ملا تو میری کتب خانہ میں اوسکا مسودہ مل سکتا ہے
یہ کوچہ عشق بڑا پر لطف اور بڑا مزہ دار کوچہ ہے مگر بہت ہی پرخطر
ہے زہر باد کا مادہ ہے دل کا گھن ہے دولت کے لئے دیمک ہے

عزت کا دشمن صحت کے لئے مضر انسانیت کو برباد کرنے والا حیوانیت
کو بڑھانیوالا بے حیائی کا نسخہ تباہی کا باعث مخرب اخلاق دین و
دنیا کا خراب کنندہ ہے تا درنہ ائی در نہ یابی اندر این کا کھیل
ہے دیکھنے کا ہے چکھنے کا نہیں ہے صورت اچھی سیرت بری ذائقہ
لذیذ خاصیت جان لینے والے ہیں۔

۳۹ ہنگو میاں عرف جرمن صاحب ایک مختصر سے دوکان دار تھے
پیچم پٹہ پر دوکان برف کی کرتے تھے اور سوتا گولی کا روزگار
تھا یہ نائے قد کے آدمی تھے داڑھی جرمنی فیشن کی رکھے تھے آمدنی
بہت نہ تھی مگر چھوٹی سی کاروبار میں اپنی زندگی سادی مگر خوشحالی
سے گذار گئے یہ بڑے دھنی اور عقلمند آدمی تھے یہ پانی سے پیسہ
پیدا کرنے والے تھے برف کی دوکان بھی کرتے تھے دنیاداری
کی عقل بہت تھی متقی آدمی گذرے ان کی اولاد ہنوز زندہ ہیں اور
تکیہ شاہ گھسیٹا پر مدفون ہیں زیادہ راقم کو یاد نہیں ہے زیادہ حال نہ
مل سکا اپنی اچھی گذار گئے جوان ہی مرے سات برس ہوا انتقال ہو گیا
رئیسوں کے یہاں درخور تھا۔

۴۰ حاجی رمضو ایک شخص تھے جو مولوی یوسف حسن صاحب آنریری
مجسٹریٹ کے یہاں رہتے تھے اور پہلے لکھنو کا پلا بیچتے تھے پھر برف
کا کاروبار کرنے لگے ان کو مرگی کا فٹ آتا تھا جوان ہی مر گئے اس
عارضہ والے کی زندگی کم ہوا کرتی

(۲۱) بندر لال عرف اپنے صاحب چوری نگھ کے رشتہ دار تھے
اور جنگلی راجہ وغیرہ سے قرابت دار تھے ان کو بہ مختصر سی جائداد بھی
تھی ابتدائی عمر میں رندانہ زندگی گزارا جائداد برباد ہوئی کسی وجہ
کہ انہوں نے تبدیل مذہب کیا مسلمان ہوگئے اور گھربار چھوڑا اور
میر کفایت حسین صاحب لودی کٹرہ کے مکان آئے اور ان کے ساتھ
مصاحبت میں آئے تھے مذہب آدمی نیک نہ تھی کھانا دربار میں اٹھا مگر کھانا تو
ظاہری لباس ہو نانک اور رہائش تھی میر کفایت حسین مرحوم سے
کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے ایک کوٹھری میں یہ رہتے تھے مگر
اس قدر صاف ستھرے طریقے پر رہتے تھے اور ناخوش وضعی
سے رہے کہ لوگ ان سے ملنے جاتے تھے پان ایسا بناتے تھے
کہ اکثر روساء ان کو دس دس روپیہ ماہوار دیتے اور ہر ایک ایک
ڈبہ پان بنا کر رئیسوں کو روز دیتے گویا رئیسوں نے پرورش کا
ایک ذریعہ نکال دیا تھا انہوں نے عمر بھر کبھی کسی سے اپنی ضرورت پیش
نہ کی بڑے خوددار تھے گزار گئے اور نو مسلموں کی طرح
مسلمان ہو کر بھیک نہ مانگا اب تو مسلمان ہونا ایک شامت ہے جو
نومسلم ہوا اس کی روزی کی بھیک پر ہو جاتی ہے اور نو مسلموں کی
شان سوال کنندوں کی ہو جاتی ہے اور ذلیل ترین پیشہ اختیار
کر لیتے ہیں لوگ بھی حقارت سے دیکھتے ہیں تجربہ سے دیکھ لیا عورت
کہ تبدیلی مذہب کرنے والوں کی قدر کسی گروہ میں نہیں ہے بلکہ لوگ

حقارت سے دیکھتے ہیں مذہبی مقدس لوگ کچھ ہمدرد ہوتے ہیں دنیا
دار تو بالکل اونکے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اسی لئے اشاعت
مذہب کو کامیابی نہیں ہے اسلام میں تو داخل مذہب ہونیوالوں
کی بڑی قدردانی بتایا ہے اور بڑی ہمدردی اور بھائی
چارگی بتایا ہے نہ عقیدہ کی حیثیت مذہب کی تحقیقات کرکے
اوس مذہب کی بھلائیوں کو سوچکر کوئی تبدیل مذہب کرتا ہی
نہ مذہب کو مذہب جانتا ہے فقط تبدیل مذہب کسی وجہکر لیتا
ہے اسلئے خدا اونکو اچھا بدلا نہیں دیتا کوئی کھانیکی غرض سے
کوئی افلاس کی سبب سے کوئی عورتوں کی عشق بازی میں
کوئی کسی مجبوری سے کوئی غصے میں الغرض کسی نہ کسی دنیاوی
غرض اور مصیبتوں کے وجہکر مذہب بدلتا ہے اوس کا پھل پاتا ہے
ورنہ بندۂ خدا کی وحدانیت اور رسالت کا قائل ہو اور
دل سے بہتر مذہب جان کر داخل مذہب ہوتا ہو اوسے خدا
ذلیل کراوے اور بھیک منگواوے سمجھ سے باہر بات ہے
اگر تبدیل مذہب کا یہی صلا ملتا ہے تو کوئی کاہیکو اس بدنصیبی
میں داخل ہوگا مقدس بزرگان جو تبدیل مذہب کراتے ہیں اونکا
فرض منصبی ہے کہ اوسکے عقائد کو پہلے جانچیں اوسکے دل پر وزن
مذہب جمادیں اسباب و وجہ تبدیل دریافت کریں تشفی کے بعد
داخل مذہب کرکے اوسکی آسائش اور بقیہ زندگی کی گذران کا

معقول راستہ نکالیں نہ کے بھیک منگوا دیں یا یہ کون سی خوشی کی بات ہے کہ غیر مذہب والے کو داخل مذہب کرکے اوسکو مصیبت کی راہ دیکھا دیں اور اپنے مذہب کو بدنام کرا دیں اور اوسے پچھتاوے کا موقع دیں اغیار نئے داخل شدہ لوگوں کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا برت رہے ہیں اوس سے ہلوگوں کو سبق لینا چاہیئے الغرض ایسے صاحب نے اوسوقت کے رئیسوں میں مل جل کر اپنے زندگی ٹھاٹھ سے گذارا لوگ ان سے سودا خرید واتے یہ دلالی بھی کرنے لگے بیس روپیہ کی گنجائش ان کو ہوگئی تھی اوسکو اس طرح پر پہلا کر دیکھایا کے سو روپیہ ماہوار میں بھی اسوقت کوئی ٹھاٹھ نہیں دیکھا سکتا یہ نیک دل آدمی تھے دو عورتیں ان کے عقد میں رہیں ایک نورائے جی گاڑیبان کی سالی تھی اوس عورت نے انکو نیک جان کر بہت پریشان کیا آخر کار جدا ہوے دوسری عورت سے عقد کیا اور میر کفایت حسین بڑے بیٹے کے مرنے کے بعد آخر عمر میں ان کو تکلیف ہوئی بی بی بچے ہوے خرچہ رئیسوں کے موت آ گئے صرف شاہ کمال صاحب ان کے مددگار رہے اسلئے اون کو تکلیف ہوا کی مگر ظاہرا کسی بات میں فرق نہ آیا قاضی وحید صاحب کے مکان کے پاس کرایہ کے مکان میں رہے پانچ چھ برس گذرا ہے انتقال کرگئے اولاد ہے آگے ان لوگوں کا حال نہیں معلوم ہو سکا اور ضرورت بھی نہ تھی۔

۲۲ لیاقت حسین قوال کا مکان بہار میں تھا یہ غفور و امداد علی بھان قوال ساکن بہار کے ماموں تھے غفور رہا مرحوم دانے بنیپت مرلنگ کے شاگرد بین اچھا بجاتے ہیں اور راجہ رجواڑوں میں گاتے ہیں علی جان کو بیعت خانقاہ منگل تالاب میں مولانا امداد علی صاحب قدس سرہ سے تھی وہ گانا بجانا کم جانتے تھے غفور اور نذیر دونوں لڑکے مرحوم مولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ کے یہاں رہتے تھے یہ لوگ گنپت راؤ کے پاس گئے اور گانا بجانا سیکھا لیاقت حسین بھی گانا بجانا کچھ نہیں جانتے تھے یہ کھانا تو مولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ کے یہاں کھاتے تھے اور بڑے ہی وضع دار آدمی تھے دبلے پتلے آدمی مگر لباس پوشاک نہایت نفیس پور پور انگوٹھیاں جواہرات کی رکھتے دراصل ان کی یہ تھی نہ تھی مگر رنڈیوں کے یہاں ان کو روز گھومنا اور لوگوں کے انگوٹھی لاتے اور نوجوان رئیس زادوں کے ہاتھ فروخت کرنا بھی روزگار کرتا تھا اور گھر گھر والے بال اور خضاب لگانا اور پان تو اچھے صاحب مذکور سے کم نہیں لگاتے تھے ان کا روزگار بھی پان سے دراصل تھا ایک ڈبا پان ان کا رئیسوں کے یہاں مقرر تھا اور دس روپیہ ماہوار پان کی قیمت ان کو رئیسوں کے یہاں سے ملتے تھے اس وقت کے لوگ کس طرح پر لوگوں کی پرورش کرتے تھے سیکڑوں آدمی ایسے دیکھے جو ٹھاٹھ میں رئیسوں کا مقابلہ کرتے تھے ہستی کچھ نہیں دوسروں کے سر کھانا مگر انداز رہائش ایسا کر

اب سکے رئیس زادوں کو نصیب نہیں ہے باہر نکلے تو وہ کھانا کھاؤ کے اجنب
آدمی الیو تکو نواب زادہ جانتے تھے ایسے لوگ بھی لفافہ داں اب
بھی بہت ہیں جو فقط لمبی لفافہ داریں اور ہستی کچھ نہیں ہے کمانیوالوں
سے زیادہ ہمانت کی زندگی نکموں اور بیلے فکروں سے اسوقت بھی
گذرتی تھی اور آج بھی گذرتی ہے در اصل الجھن کی چیز بال بچہ ہے
اسوقت بھی آج بھی اہل وعیال والے پریشان زندگی گذارتے ہیں
لنڈورے اکیلے ذات تو بڑی آرام سے گذار لیتے ہیں ان کا آخری
حصہ عمر بہت برا گذرتا ہے لنڈورے جب مرض الموت یا بیمار
یوں میں مبتلا ہوتے ہیں اوسوقت بجز خدا کے ان کا کوئی پرسان
حال نہیں رہتا اور سخت مصیبت میں پڑتے ہیں یاقت جب مرے کوئی
پرسان نہ تھا مولوی محمد حسین مولوی یوسف حسین مذکور کے صاحب
نے جو گورکھپور یا اعظم گڈھ کے رہنے والے خدا پرست آدمی
تھے اونہوں نے تجہیز وتکفین میں پوری مدد کی اور یہ زیر زمین
ہوئے پیسہ والوں کا دائما عمر بھر یہی دستور دیکھا کر لاش کو کتے
سے بدتر جانتے رہے اور ہم نے کسی امیر خود مختار کو کسی کی لاش
مدفون کرتے نہ دیکھا مقبرہ تک بمشکل جاتے اکثر تو نماز تک میں
شریک نہیں ہوتے قبر میں اوتارنا تو بلا ہے عورتوں کے لاش
کو غیر محرموں نے قبر میں اوتارا جیتے اور پیسہ والے محرم نہیں اوتارتے
ذالدین کی لاش کو اولاد نہیں اوتارتی ملازموں پر سارا دارومدار

دیکھا قرابت والے چھونا نہیں چاہتے حالانکہ خود اون کا بھی وہی
حشر ہوا اون کے ساتھ بھی جو ہی برتاؤ کیا گیا جس دن سے لوگ ڈرا
کرتے ہیں وہ سامنے آجاتا ہے دنیا دی جتنی ترقی ہوسکے لوگ کریں
مگر موت کے نتیجہ سے نجات نہیں ہے جو پیدا ہوا ہے نابید ہوگا ڈرو
تب بھی نہ ڈرو تب بھی راہ عدم طے کرنا لازمی ہے سوٹ بوٹ
ہو خرقہ ہو یا شاہی لباس ہو ننگے آنا ننگے جانا ہے کر لو سنگار رچتر رہے
البیلی ساجن کے گھر جانا ہوگا۔ چند روزہ ہر کجا خواہی برو ؎
بازگشتہ آخری کارت منم ہے۔

نمبر ۴۳ کریم باورچی مولوی یوسف حسین کے قریب نان بائی
کی دوکان کرتے تھے تجارت سے کچھ روپے ہوگئے تھے روپیہ کو
ہضم نہ کرسکے اور اچھے کڑیل جوان تھے اونہوں نے روپیہ اور
قوت کا اچھا مصرف نہ لیا لوگ محلہ والے خوش نہ رہے جوان ہی
مرگئے اونکا لڑکا رجوا ہے وہ بھی آبائی پیشہ اور چلن پر ہے
خانقاہ سنگی تالاب پر مرید بھی ہو اور روزگار دیتا ہوا ہے یہ لوگ
جاڑوں میں نہاری لاجواب پکاتے تھے اور فروخت کرتے
تھے کھانا بہت لاجواب پکاتے تھے یہ لوگ محبت میاں باورچی
ساکن منگلپورہ کے شاگرد تھے حاجی محبت کی اولاد منگلپورہ میں ہے
ایک ناتی ان کا حافظ ہے اور خوش آواز آدمی ہے دوکان بھی کر
لی ہے، نانبائیوں میں لال محمد کی دوکان مشہور تھے جو گورشہ میں

تھی بڑا نام مارے ہوئے تھے دوکان کی بکری بے حد تھی شہر بھر
میں اومسی کے شاگرد شہر کے نانبائی ہوئے دو دو دوکان نانبائیوں
کی مشہور تھی چوک میں خواجہ امین مرحوم تھے اور خواجہ کلاں میں
لال محمد کی دوکان تھی دلو باورچی کریمن کے شاگرد ہیں جو لودی کٹڑہ
میں قاضی نجم الدین کے مکان کے قریب رہتے ہیں یہ بہترین کھانا
پکاتے ہیں اولاد ہی مگر باپ کی بات نہیں ہے اب یہ پیسے والے
ہوگئے ہیں اور مکان پختہ بنا لیا ہے کریم نامی ایک باورچی تھا جو
گورسہ میں تھا راقم کے پاس ملازم تھا سیر کی ساٹھ روٹیاں پکاتا
تھا جو مثل دھنے ہوئے روئی کے ملایم ہوا کرتی تھے ویسی روٹی چپاتی
عمر بھر کسی دوسرے کی ہاتھ کی نہ مل سکی راقم نے ویسے پکاتے
دیکھا وہ گرم پانی میں سات بجے صبح کو آٹا گوندھکر چھوڑ دیتا تھا اوس کی
لوئی بناکر ٹھنڈے پانی میں کل آٹا چھوڑ دیتا تھا گوندھتے وقت آدھ
گھنٹے سے کم صرف نہ ہوتا گویا کشتی لڑتا تھا اوسے پسینہ آجاتا تھا
پانی چھینک کر اوسے لوئیاں بناتا اور بلا بلنا چوکی کے ہاتھ پر روٹی
بڑھایا اور پکاتا جاتا ہے اور بیچتا جاتا ہے بس وہ روٹی زود
ہضم ہوا کرتی تھی اور بس ایک ہی لقمہ ہوتی تھی فی کس کیسب کاغذ
سے زیادہ پتلی نہ تھی پکانے کی ترکیب یہ ہے کہ وہ چھری پر پکاتا
تھا ڈالا اور ایک منٹ میں پلٹ دیا داغ کا نام نہیں جس روٹی
پر داغ آگیا وہ دسترخوان پر نہیں بھیجتا تھا وہ آدمی جوان ہی مرگیا

بڑے بڑے باورچیوں کو فرمائش کی مگر وہ بابت پیدا نہ ہوئی
خاص صفت وہ اپنے ساتھ لے گیا دوسرا باورچی یہ تو لکھنؤ کا
آدمی ہے اب وہ ڈاکٹر افضل خان بہادر کے یہاں ملازم ہے
بھئی ناظم کے پاس تھا سلیقہ مند آدمی ہے وہ صرف باورچی نہ تھا
کو جہاں وہ جانتے ہیں ہر کا کام وہ جانتے ہیں ہر کرسی وہ صاف
رکھتے ہیں بڑے وہ پہناتے ہیں کھانا وہ پکاتے ہیں کھلاتے ہیں
آدمی کیا ہیں نورتن کی چوٹی میں سر میں تیل وہ لگاتے ہیں بدن وہ
دبا دیتا الغرض اکیلا آدمی وہ سپر سارا کام لطف یہ تھا کہ دس
بجے رات کو بانکی پور سے روزانہ کو شہر آنا اور پانچ بجے صبح
کو بانکی پور پہنچنا پیدل آنا پیدل جانا کس وقت وہ آدمی سوتے تھے
کیا کرتے تھے۔ تم نے ایسا آدمی نہ دیکھا لکھنؤ کے آدمی اپنے مالک کو
خوش رکھتے ہیں صوبہ بہار کے ملازم ویسے نہیں ہوتے جیسے پچھم
والے ہوا کرتے ہیں صوبہ بہار والے شیخی باز اور بڑے بہت
سست ہوتے ہیں اور دیانت بھی پوری نہیں رکھتے پچھم والے ملازم
ڈبل تنخواہ لیتے ہیں مگر ایک آدمی آرام رسانی کو کافی ہوتا ہے
گورکھپور بلیا کے علاقہ کے نوکر محنتی اور ڈیوٹی کے پابند ہیں مگر
پر سلیقہ کم ملتے ہیں بیرے کے لائق گورکھے ہیں اور کاموں کے لئے
پر سلیقہ نوکر پچھم کا ہوا کرتا ہے اس شخص نے ڈاکٹر صاحب مذکور کے
یہاں کے کسی عورت سے شادی کر لی ہے اسلئے یہ دوسری

دوسری جگہ نوکری کے لائق نہ تھے وہیں رہتے ہیں ان کی اولاد ہے ان سے
بڑھے ہوئے لکھنؤ کے ایک میر صاحب کو سول سرجن ڈاکٹر محمد وارث
حسین کے یہاں دیکھا جو اس شخص پر بھی ترجیح رکھتے تھے وہ پڑھے
لکھے شریف آدمی تھے کارپردازی بھی کرتے تھے تحصیل وصول
بھی کرتے تھے لڑکوں کے اتالیق بھی تھے اور سارا دارومدار ڈاکٹر
صاحب کا اون پر تھا کل کام وہ انجام دیتے تھے کھانا بھی پکاتے تھے
ایک لکھنؤ کا نوکر مولانا سلیمان صاحب کے پاس پھلواری شریف میں
ہے اونکو بھی اوس ایک آدمی سے بڑا آرام ہے کل کام پر سلیقہ ہے
مولانا مذکور کو کسی قسم کی ضرورت نہیں ہے ایک دوسرا بھی اونھیں
کے پاس دیکھا جس کا نام وکیل تھا وہ سارا کام اونکا سنبھالے ہوئے
تھا اور بڑا پر سلیقہ آدمی تھا اوس نے لکھنؤ میں شادی کر لی تھی اور
آرام دہ آدمی ضرور مالک کا منہ چڑھا ہوتا ہے ورثا اوسکے مخالف
رہتے ہیں اسلئے استقلال مشکل ہو جاتا ہے راقم کے پاس بھی چند ملازم
آرام دہ رہے منہ چڑھے ہو گئے ورثا سے پٹری نہ بیٹھی آخر جدا کرنا
پڑا یا وہ لوگ خود جدا ہو گئے نوکری لی اور تھوڑا حسب خواہ ملنا
نصیب کی بات ہے افسوس ہے ملازمین اپنا وزن قائم نہیں رکھتے جہاں
آرام دینے لگے گھر بھر کو دبانے لگتے ہیں کچھ پیسے اون کے پاس ہوئے
دماغ بدلنا شروع ہو گیا جب کبھی کسی کو تھوڑا روپیہ ہوا برداشت
نہ کر سکا اسی بدہضمی کا نتیجہ ہے کہ استقلال سے ایک جگہ ملازم نہیں

رہتے اور اہل حرفہ کا پیسہ برباد ہو جاتا ہے کسی بات میں کمال ہوا اور شیطان سر پر سوار ہوا بجائے شکر خداوندی ایسی حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں کہ جو باعث بداقبالی ہے مولوی یوسف حسین لودہی کٹرہ کے پاس کالا نامی ایک باورچی تھا جو خوب عمدہ باورچی ہے جاڑوں میں میٹھا گھی بناتا ہے مگر غیر مستقل ہے۔

ملک رگھوبر کسیرا اس شہر میں مشہور ہے صدر گلی میں گذرے ہیں یہ سماور کے کاریاب اور نقاشی زیورات آساسونتا میں بہترین کاریگر تھے سماور تو ایسا بنایا کہ غیر ملکی سماور رشین ورشین سماور سے مقابلہ کر دیا اس کام کو شہر میں ان سے بہتر کسی نے نہیں کیا بہت گورے دبلے پتلے خوبصورت آدمی تھے بہت پیسہ ہو گیا تھا مزاج بھی بہت متین تھا پچاس برس کے سن ہی میں قضا کیا ان کے انتقال کو اندازی ۳۰ برس گذر گیا اولاد ہے مگر وہ بات جاتی رہی نہ وہ پیسہ رہا نہ وہ کاریگری رہی ان کی یادگار ایک کتابی سماور خانقاہ منگل تالاب پر ہے۔ جو ٹکرہ ٹکرہ ہو کر ہینڈ بیگ میں بند ہو سکتا ہے اس وضع کا سماور جناب ماموں صاحب قبلہ مولانا رشید الحق قدس سرہ نے بنوایا تھا یہ اونکی خاص ایجاد تھی ایک تو مولوی علی حسین ساکن کنتولیا کو اونہوں نے دیدیا دوسرا اچھوٹا اون کے گدی نشیں کے پاس ہے ایک چوکی

پاپخانہ کی ماموں صاحب قدس سرہ نے سفر حج کے لیے بنوائی تھی
یہ سماور اور ویسی چوکی راقم کے علم میں شہر میں دوسری جگہ
نہیں ہے ماموں صاحب مذکور کو دماغی قوت ایجاد بہت تھی
اون کو کاریگر بھی ویسے ہی مل گئے تھے ہر قوم ہر گروہ ہر پیشہ میں
کوئی کوئی دماغ قوت ایجاد رکھتا ہے سب میں یہ مادہ فطری نہیں
ہوتا کسی چیز کا نمونہ دیکھکر بنانا بہت مشکل بات نہیں ہے اپنے خیال سے
کسی امر کی ایجاد کرنا یہ قابل تعریف بات ہے جو فطرت کا فیضان
ہے سیکھنے سے نہیں آتا ہے۔

۴۵ میاں حسین بخش کا مکان باغ مالو خانیوں میں ہے حسین بخش نان بائی
کی اب دوکان ہے یہ نکلی سازی کرتے تھے انہی کے بغل میں میاں
دمڑی رہتے تھے وہ ان کے برادری کے آدمی تھے حسین بخش کے داماد
میاں واجد تھے وہ جوان ہی مر گئے اون کے بیٹے عبدالرحیم ہیں جو حکیم اسحٰق
صاحب کے یہاں عطار ہیں ان کی شادی امیر جان میاں جوتے والے
ساکن مغلپورہ کے یہاں ہوئی تھی اون کے بیٹے خانقاہ کے موڑ پر فیدہ
والی زمین کے بغل میں رفوگری کرتے ہیں اچھے کاریگر ہیں حسین بخش
و دمڑی میاں کا مکان بک گیا، ان لوگوں سے دبی واقف ہیں جو
اوس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں امیر جان میاں حاجی واحد علی
جونتہ وا لے کے بھانجے تھے حاجی جی لاولد تھے اونھوں نے اپنا چہلم
چہارم سب اپنے زندگی میں کر لیا تھا اور ان کی دوکان مرجائی کی ...

میں بھی حاجی جی تقی آدمی تھے اچھی حیثیت تھی اپنی زندگی اوسط درجہ کی با
آبرو گذار گئے ان کے بعد امیر جان نے دوکان چلائی مگر چل نہ سکی دوکان
اوٹھ گئی واجد میاں نے آخر عمر میں رفوگری کا کام چھوڑ دیا تھا آنکھ کام نہیں
دیتی تھی تو چند سے راقم کے ساتھ رہے ان لوگوں کے آس پاس عبدل
میاں رہتے تھے اون کی زندگی خوش نہیں گذری ہیں پر واحد علی رہتے تھے
اون کی زندگی زیادہ تر مولوی آل صاحب کے پاس گذری آخر عمر میں
ان کو تکلیف ہوئی ان سے لوگ خوف زدہ رہتے تھے محمد قاسم کا مکان
بھی ہیں پر تھا یہ لوگ ٹکلی کا روزگار کرتے ہیں اور اچھی زندگی کاروبار سے
گذارتے ہیں ان روزگار والوں کو تکلیف نہیں ہوئی روزگار میں جو نوابی
کرتے ہیں جو محنت سے بھاگتے ہیں وہی پریشان ہوتے ہیں ہیں پر عبداللہ
رہتے تھے اون کی عمر سو سے زیادہ ہوئی تھی ہیں پر لچھمی نرائن کے باپ
کا مکان تھا اچھی حیثیت کے بنیا تھے ان کے تین لڑکے تھے باپ کے بعد
ان لوگوں نے کلکتہ میں تجارت کی گوبند ایک لڑکا وہیں رہتے تھے
مگر آخر میں جائداد کل بکی اور راقم نے خرید کی اور کچھ زمین خانقاہ
منگل تالاب میں درآئی جناب ماموں صاحب قبلہ نے خرید کیا اوس
زمین کا نام بارہ سیا رکھا ارضی بارہ سو میں راقم نے فروخت کیا ابھی تک
اوسی جگہ پر لچھمی نرائن رہتے ہیں اور چھوٹی سی دوکان کر کے اپنی
اوقات گذارتے ہیں جب تک کچھ حیثیت تھی لچھمی نرائن اور ان کے
بھائی لوگ راقم سے بہت مقدمے لڑے اسی جگہ پر ایک زمین تھی

اوس میں راقم کا ایک مکان تھا جس میں فقیرا درزی رہتے تھے یہ
پہلوان تھے مولوی عبدالسبحان مرحوم جب اس محلہ میں صاحب عروج
ہوئے تو اون کے مارنے کو یہی شخص مستعید ہوئے تھے مگر مولوی صاحب
اقبال مند آدمی تھے کسی سے کچھ بن نہ پڑی پھر محلہ والے سب اون کے
مطیع ہوگئے تھے مولوی صاحب چھیدی بابو کے والد تھے اور ابراہیم
میاں مولوی صاحب کے قرابت دار ہیں مولوی صاحب کے بھائی
بھی تھے اسی جگہ لالہ گنگا پرشاد کا مکان تھا وہ بہت بوڑھے آدمی
تھے مولوی عبدالصمد پنجابی والا مکان لالہ جی کا تھا لالہ جی بہت معاملہ
فہم آدمی گذرے اون کے ورثا کا پتہ نہیں ہے کچھ جائداد ان کی راقم
کے یہاں بھی کاغذات میں ان کی بزرگوں کا نام ملتا ہے یہیں پر محمد علی اور
مہر علی طبق گر کا مکان تھا جس میں اب ڈاکٹر معین صاحب ہیں، وہی مکان
ان لوگوں کا تھا، اسی خاندان کے ڈاکٹر محمد جان تھے، جو فصاحت
کی میدان میں بیابے تھے اور حکیم نجو کے مکان میں مطلب کرتے تھے اسی
جگہ نزاں کو ٹری تھے اچھی حیثیت تھی اب ورثا میں وہ حیثیت نہیں رہی
یہیں پر امرت جی سونڈھی تھے ان کا خاندان بھرا پڑا تھا پیر استھان
کے قریب ہے اب اوس خاندان میں ایک لڑکے گنگا کر کے مشہور ہیں
نیک ہیں اسی جگہ پر سیتا تیلی طلق تیلی کی برادری کا آدمی اکبر علی اور
پٹے کا روزگار کیا چند ہی روز میں مالا مال ہو کر مکان خریدا اور کیولی
گوالے کا مکان لیا اور ہزاروں روپئے کا بیوپار کرتے ہیں اور شبو تیلی کے

قرابت دار ہین بلقی تیلی کا مکان راقم کے مکان کے سامنے
ہے بلقی کا باپ بہت نیک آدمی تھا بلقی کے دو لڑکے تھے
ایک لڑکا کلکتہ چلا گیا وہ پھر واپس نہین آیا دوسرے لڑکے کا
نام شاید بہاری تھا اسی کا لڑکا اکاشیو ہے اس لڑکے کا نام
دفاتر سرکار مین بہت مشہور ہوگیا ہے اس خاندان کے
لوگ جیسے گرہست تھے اور نیک تھے اوس کا بالکل برعکس
یہ خاندان اب ہے اسی جگہ پر میوا ساہ تھے انھیں کے خاندان
کا لڑکا بال گوبند ہے جس کا نام = دفاتر سرکار میں مشہور رہے یہ پھیک
میں اوستاد تھے اور دیگرہ اکھاڑہ اون کے وقت تک آباد تھا وہ
مرگئے اب ویران ہوگیا وارثوں نے دوسرا لائن اختیار کر لیا
اسی جگہ پر مہتاب جی کا مکان تھا اون کے وارثوں میں منی جی وغیرہ
ہنوز زندہ ہین شکل کا روزگار مچھر ہٹہ میں ہے چھاؤس محلہ میں بہترین انسا
اس خاندان کے ادمیوں میں تھی اور اب بھی جو زندہ ہیں اونھیں
بھی ہے قبر اسکے دو بیٹے تھے بھورو اور قدو یہ لوگ آزاد وضع
کے گذرے سب مرگئے اور جوان ہی مرے ہیں پر حمرو راجوت کا
مکان تھا جو راقم کے اصطبل میں در آیا یہ مکان ٹھیک سڑک سے پچھم راقم
کے کمرے اور تروای کے سامنے تھا یہ بہت خوبصورت گورا پہلوان
نوجوان تھا اپنے مورث کے بعد تین برس کے اندر کل پیسے کو برباد کردیا
خوب رئیسانہ عیش کیا ٹم ٹم یکہ گھوڑا شال دوشالے استعمال کیا تین ہی

برس کے بعد کل حیثیت غائب ہو گئی جوان ہی مر گئے ورثا نے مکان
رام قسم کے ہاتھ فروخت کر دیا اسی جگہ پر منسی مالی کا مکان تھا بالکل اونما
غلش ادن تھے محلہ والے ان سے دبتے تھے گانا خوب گاتے تھے ہنوز
اون کے مکان کا ایک کونا قائم ہے اور بقبضہ ورثا ان جھولال تمباکو
والے کے ہے ان کے لڑکے گھسیٹا مالی تھے جو رانی پور میں جا کر رہتے
وہ دلالی کرتے تھے باپ سے کہیں اچھا آدمی نکلا مگر اوس کا خون خراب
ہو گیا وہ جوان ہی مر گیا منسی مالی کا بھائی بھورا تھا جو اب بڈھی میں تھا
اوس کا ناتی جیتن مالی ہنوز زندہ ہے اور منسی مالی کی لڑکیاں زندہ ہیں
جو رانی پور میں زیر مکان مولوی شیر علی مکان بنا کر رہتی ہیں پر
کیول گوالا تھا اوس سے لوگ بہت خوف کھاتے تھے اوس کے دو لڑکے
تھے گنیش مہیش یہ دونوں بھی باپ جیسے تھے مہیش بگھا گوالہ کا دادا
تھا بگھا گوالے کا مکان اسی جگہ پر تھا اور ہنوز بھی اوس کے لڑکے
بلتی تھو بنے تھے یہ لوگ بس قوم کے گوالے ہیں محلہ والے دبتے ہیں
بتی کا لڑکا میوہ مصری کندھائی سونا ہے ان لوگوں کا کنبہ
بہت ہے چند سو ان کے ایک گھر میں ہیں ہر کس و ناکس ان سے مقابلہ
نہیں کر سکتا اسی جگہ پر بم بم حلوائی ہے یہ تیل کی چیزیں بیچتا ہے اون
ہستی زیادہ نہیں ہے میر ابراہیم و کلو میاں وغیرہ کے خاندان کا مکان
خریدا ہے یہیں پہ گوری شنکر حلوائی رہتا تھا یہ ہندوانہ کھانا بہت اچھا

بہت اچھا بناتے تھے آدمی بہت نیک اور سخن شنو تھا یہیں پر چنتامن
پاسی تھا جو دفاتر سرکار میں مشہور آدمی ہیں ان سے محلہ والے دبتے
ہیں اور یہ لوگ پورا کا پورا آباد کئے ہوئے ہیں تاڑی کی دوکان ہے یہیں
پر جلد اگی کی دوکان ہے وہ روہی کہار کا لڑکا ہے روہی کہار عمر بھر
حکیم نجو صاحب سونار ٹولی کے یہاں ملازم تھا چند لڑکے اس کے ہیں روہی
بہت معقول آدمی گذرے سب لڑکے پان کی دوکان کرتے ہیں متعلق
جگہ پر ان لوگوں کی دوکان ہے پان کی دوکان پر ہر تمبولی کے یہاں نوجوانوں
کا کلب رہتا ہے اوس سطح کے لوگوں کی نشست رہتی ہے اور ہر مزاج و
ترکیب کے لوگوں کا مجمع رہتا ہے جدا گی جوان ہی مرا اوسکا بھائی رام
اوتار مسجد کے کمرہ میں دوکاندار ہے متولیان مسجد کو اکثر جگہ احترام مسجد
نہیں ہے مذہبی جھوٹ نہیں کیونکہ اگر ناخواندہ اور چھوٹے گروہ کے لوگ کرایہ دار خود
رکھتے ہیں مسجدوں کے کمروں میں تو نمازی کرایہ دار رکھنا چاہئے ہندو
کبھی اپنے معبد گاہوں میں غیر اقوام کو نہیں رہنے دیتے اور پورا احترام
معبد گاہ کا رکھتے ہیں یہیں پر کشوری جنیا ولد بابو لال ولد پیارے جنیا
ہیں چھوٹی سی دوکان کرتے رہتے ہیں بابو لال نے بڑی ترقی کیا پیسے
والے ہو گئے ۲۵ برس کے اندر محلہ کے اکثر مکان خریدے اور اچھی ہستی
چھوڑا جب پیسے ہو گئے مزاج بدلا کشوری کے وقت میں دوکان و
آمدنی کا اضافہ ہو رہا ہے مگر اخراجات کا بھی اضافہ ہے اور مذہبی باتوں
کا بھی اضافہ ہو رہا ہے جب پیسے ہوتے ہیں تو خود بخود خیالات بھی

اونچے ہونے لگتے ہیں اور کبھی گھٹنے لگتے ہیں اور دماغ بھی بڑھ جاتا ہے
قوت برداشت کم ہوجاتی ہے انسان کسی اسے دب نہیں سکتا ہے چند
وہاں ہیں جو سب سادہ کاری کا کام کرتے ہیں اور بگھڑی سازی
کرتے ہیں یہ لوگ دولی چند کے شاگرد ہیں دولی چند بڑے کاریگر تھے
اور لود یگر دوکی کے اوپر بھی بسر رہتے تھے اون کے نزد شاہ مولوی
یوسف حسین اور نری مجسٹریٹ کے مکان کے پاس ہنوز موجود
ہیں جمنا بستر پر ٹکا گھمیں اون دماغ ہے قوت ایجاد بے جگ ہوں مستری گندرکا
موٹروالے کا ... ہے سری چند سادہ کار بھی مشہور آدمی تھے جو بہترین کاریگر
گذرے ہیں پرنا سونار تھا جو خوش حال تھا باپ کے بعد اوس نے
کل چیز نقصان کیا اور ذی شان میاں نرنک کے تاجر کے ساتھ
کلکتہ چلا گیا یہاں کا کل کارخانہ تختہ تاراج ہوگیا اور کلکتہ میں جاکر مسلمان ہوگیا
اور میاں کلو میاں کے صحبت میں یہ بابا میاں فوت کے مقدمہ میں کالا پانی چلے گئے یہ فرار ہوگئے کچھ پتہ نہیں
کہاں ہیں ان کے بھائی سید تمانند کے کوئی آپنا اپنا روزگار کرتے ہیں پہ چار دغانی کا گھر ہے جو بہت
اچھا ڈھول دکھانج بجاتے ہیں اون کا باپ لطیف حسین
بہت نیک آدمی تھا یہیں روشن باجے والے کا گھر ہے ظہیر و
غفور روشن باجہ والے کے بیٹے ہیں روشن نے بینڈ اور بیک
پائپ میں بڑی ترقی کیا اور اچھا کمایا شہر میں اچھے باجے
والوں میں مشہور تھے یہ لوگ مرلی دھر کے باغ میں رہتے ہیں
شیخ امیر جان کا مکان اصطبل کے پیچھے تھا راقم کے اصطبل

کے بعد ٹھیک گلی تھی اوس کے بعد کالہ تیو پہ شادلال کے بھوئی بیجناتھ لال کا مکان تھا اوس کے بعد ایک گلی تھی اوس کے بعد شیخ امیر جان کا مکان تھا جو ہنوز ہے اون کے بعد تارا چمار کا مکان تھا شیخ امیر جان کی قرابت داریاں عالم گنج میں ہے ان کے چچیرے بھائی درگاہ شاہ ارزاں کے قریب ترپولیہ پر رہتے ہیں کچھ لوگ مغلپورہ میں ہیں ان کی شادی صدگلی میں ننھے آغا میاں کے بہن سے ہوئی ان کو اولاد نہیں ہی انہوں نے اپنے سادھو کے لڑکوں کو پالا تھا عابد حسین نامی ایک لڑکے تھے ان کو پڑھا لکھا کر طیار کیا وہ عمر میاں کے دربار میں کار پرداز تھے اون کے تباہ و برباد ہونیکے بعد امرا اور دربار میں کار پردازی کرکے اچھا کچھ کمایا اور بڑے عیش کی زندگی گذار گئے انہوں نے جو کچھ کمایا تقریباً نصف حصہ خود ہی برباد کر گئے۔ اولاد چھوڑی ہے ان کی شادی چھپرہ میں بخاندان قاسم علی ہوئی اون کے سالے ڈسٹرکٹ بورڈ میں سیسا تمہ ورسیر ہیں عابد حسین کے بیٹے حسن ہیں جو اسٹوڈنٹ ہیں اور جمال لوروز رک شوپ میں پڑھتے ہیں اور ایک زیتون ہیں اور لڑکیاں چھوڑ کر جوان ہی مر گئے آغا میاں اور ننھے میاں امیر جان میاں کے سالے ہیں اون لوگوں کی حیثیت اچھی تھی اونلوگوں نے جائداد نقصان کیا آغا نے جوتہ کی دوکان کرلی تھی ننھے بھی کسی جوتہ کے دوکان میں

ملازم ہیں دونوں صاحب اولاد ہیں شیخ پیر علی ساکن شاہ گنج
کے داماد تھے شیخ پیر علی کے لڑکے جنت حسین تھے ان کے
ورثا موجود ہیں اس خاندان میں شاہ واجد حسین صاحب کے
لڑکے کی شادی ہوئی ہے شاہ واجد حسین کے ایک لڑکے سجادہ
نشین درگاہ شاہ ارزاں ہیں شیخ کی ایک لڑکی شاہ واجد حسین
سے بیاہی تھی شیخ پیر علی کے پاس کافی جائداد تھی، ہنوز
ان کا مکان قائم ہے شیخ امیر جان متوسل میر عمر دراز رئیس
لودیکٹرہ کے یہاں رہے بعد مرنے ان کے زردوزی کا روزگار
کرتے رہے اور کارخانہ کھولا اکثر کاریگران کے یہاں رہے
یہ پر حوصلے آدمی تھے اچھا کمایا اچھی حیثیت ہوگئی تھی مگر انہوں
نے تقریبات میں بہت حوصلے کئے اور ہر تقریب میں اپنے حوصلے
میں حیثیت سے زیادہ خرچ کیا گھر میں کچھ موتیں ہوئیں بیماریاں ہوئیں
سن گرا تو شیخ بدلا ادی تو بلا کے ہوشیار ہیں ان کو زمینداری
حاصل کرنے کا شوق ہوا کچھ ٹھیکہ داری لکھائی کچھ میاں عابد
مرحوم نے مقدمہ بازی ٹھیکہ پیشہ کی شرکت داری کی کرنے لگے رفتہ
رفتہ نقصان آتا گیا جو کچھ حاصل ہو چکا تھا اور گھر بھر چکا تھا
خالی ہونے لگا روزگار بھی دبتا گیا آخر عمر میں ان کا اقبال
دبا عمر بھر انہوں نے آرام کی زندگی گذاری عادات بدل گئے
آرام طلب ہو گئے آمدنی بند ہو گئی اور اخراجات قائم رہے آخر کار

کچھ مکان اور زمین فروخت کرنا ہوا گھر میں لوگ کم ہونے لگے
جن لوگوں کو پالا ادیب نہیں نفاق پیدا ہوا گھر ہوٹا اور اقبال
گیا پروردہ لڑکے جدا ہوگئے یہ اکیلے رہ گئے اور سن بھی نستر
سے بالا ہوا بیماریوں نے قوی کمزور کر دیا عابد کے مرنے نے
ان کے دل کو چور کر دیا وہ لڑکے خود صاحب اولاد تھا
پوری امداد نہ کر سکا مجو ایک لڑکا پروردہ جو ان کا برادری
ہے اور نظیر مجو کا بھائی ان لوگوں نے خانہ داری جدا کر لی
مجو و نظیر کے شادیات کیا ان کی حوصلے اور خیالات کے خلاف
امور وقوع میں آئی جی ٹوٹ گیا صدمات ہوئے مجو کی شادی
رحیم خان سامان گوہر علی خاں کے یہاں ہوئی تھی پھر مولوی افروز
کے یہاں بخاندان عبدالمجید تعزہ نویس ہوئی عبدالمجید نے ریل میں
دب کر جان دیدی مولوی افروز بوڑھے ہو کر مرگئے مجو کے بی
بی بھی قصہ کیا وہ مولود خوانی کرنے لگے نظیر اپنے سسرال میں
رہنے لگے، ان کی امیدیں بالکل اپنے خیال کے خلاف میں وقوع میں
آنے لگیں کارخانہ اوٹھانا پڑا مارواریوں نے مسلمانوں سے
مدد و زری کا کام لینا اکثر جگہ بند کر دیا غرض زمانے کی مخالفت
نے ان کو تکلیف پہونچایا وہ بات جاتی رہی اب گویا بے کار رہتے
ہیں اور زندگی گذارتے ہیں آدمی تجربہ کار اور بہت دور تک
سوچنے والے ہیں اور بہت ہوشیار ہیں مگر زمانہ جب مخالفت

کرتا ہے ساری عقل بیکار ہوتی ہے انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے اپنی تدبیر کام نہیں دیتی ہے جب زمانہ مخالف ہو تو انسان کو اپنے گذشتہ اعمالوں پر توبہ کرنے اور خدا سے پناہ مانگنے کے سوا چارہ نہیں ہے تقدیر پر حوالہ کرکے صبر سے رہنا پڑتا ہے۔

۱۴۷ لالہ بیجناتھ لال کا مکان مختصر سا تھا۔ ان کے پاس جورو لڑکا کچھ نہ تھا انہوں نے اسوجہ کر شادی نہ کیا کہ وہ کہتے تھے کہ اون کا روزگار اس وضع کا ہے جس سے وہ خوف زدہ تھے کہ ہر وقت اون کا پیر جیل میں ہے عمر بھر بہت کمائے اور کھائے اور کچھ پینے میں صرف کیا اور اپنے بھانجے لالہ شیو پرشاد کے ذات میں صرف کیا وہ مشبہ نویس تھے اس فن میں وہ اسقدر ہوشیار تھے کہ ہر شخص کا حروف بجنسہ وہ اوتار دیتے تھے اور اس امر میں وہ یکتا آدمی گذرے دو چار صفحہ بھی کسی کا لکھا ہو تو وہ ویسا ہی حروف لکھ سکتے تھے عجیب قسم کے لاجواب منشی گذرے خدا نے اون کے ہاتھ اور آنکھ میں ایسی قدرت دی تھی کہ اون کو اس کام میں وقت نہیں ہوتی تھی اس کام کو وہ بدقت نہیں کرتے تھے بلکہ جلدی اور تخلیہ میں کرتے تھے یہی روزگار تھا اور اپنے زمانہ میں وہ مشہور آدمی تھے مقدمہ پرداز آدمی اکثر اونکے پاس آتے اور بہت وافر مزدوری لیتے تھے اور علمی آدمی تھے اور شیو پرشاد لال بھی اون سے مشابہ تھے وہ پچاس کے عمر میں قضا کر گئے

شیوپرشاد جوان ہی مر گئے مکان و اسباب ورثا نے فروخت کر دیا اب کوئی اونکا
نام لیوا نہیں ہے اس زمانہ کو ۵۵ برس سے کم نہیں گذرا ہوگا اونکے دیکھنے والے نقل
کے سننے والوں میں اب تک شیخ امیر جان زردوزی والے ہنوز زندہ ہیں لفظ (وقلم)
ہنر سے فائدہ و نقصان دونوں ہوا بعض بن گئے بعض بگڑ گئے اِن کا مکان
میدان ہے جو راقم کے اصطبل میں دب آیا۔

۴۸ بستو و رام لال جو امر لال چوڑیے لودی کٹرہ کے رہنے والے
تھے اور دہلو گوں نے اپنا اپنا روزگار (اولّ) گلی سازی کا رکھا تھا دونے اپنی زندگی عیش سے
گذار گئے اس چوڑے پر (کے گھر) ان کا ڈل ڈل مشہور تھا جب سے یہ لوگ مر گئے دل
دل کا کوئی کاریگر نہ رہا ہنوز مکان قائم ہے اور ورثا بھی زندہ ہیں۔

۴۹ بھیکھن چوڑی ساز بہت سن دار آدمی قریب نوے (۹۰) کے سن کا
اس چورا پر تھے اِن کے خاندان کے لوگ سب بہت سن دار ہو ہو کر مرے
ایک نئی بات اِن کے بیچ میں دیکھا اِن کو تین دفعہ دانت نکلا ایک دودھ کا
دانت ٹوٹا دوسرا جوانی کا دانت ٹوٹا تیسرا دانت ستر برس کے عمر بعد ہوا
چھوٹا اور گھنا تھا جوان کے عمر تک گیا راقم نے بچشم خود اِن کو دیکھا (تھا) اِن کے
خاندان میں ہر آدمی کو تتلا پایا چنانچہ تین چار عورتوں کا تتلا پن دیکھا اس
خاندان سے عورت رانی تو بہن تھی اب جس مکان میں وحید میاں برادر مولوی
معین الدین خان بہادر ہیں وہ اسی عورت کا تھا شبرن نے بھی بہت سن پایا
وہ بھی اسی خاندان سے تھے نوے کی عمر میں مر گئے ہوں گے ان سب کا قوی اچھا
تھا۔

نمبر ۵۰ نیاز احمد خان جمعدار رہنپور کے رہنے والے بڑے وجیہ اور
قوی ہیکل آدمی مدتوں لودی کٹرہ چوکی میں رہے اوسوقت پولس کے اختیارات
اختیارات وسیع نہ تھے جو اب ہیں مگر ان کا وہ رعب تھا کہ اب ویسا کسی
کسی انسپکٹر کا بھی نہیں ہے ان کی صورت سے لوگ خوف زدہ رہتے تھے
ان کی ڈپٹ غضب کی تھی ڈھیٹ پرہیزگار خوش گفتار آدمی تھے
شرفا اور رؤسا سے بہت ربط تھا اوسوقت یہ محلہ جرائم سے خالی تھا
اوسوقت نہ اتنی آزادی تھی نہ اسقدر شریر نوجوان زیادہ تھے۔
نمبر ۵۱ عبدالغفور جمعدار کا مکان حسین گنج اسٹیشن گولی گھر کے
پاس تھا وہ بہت نیک مگر ڈیوٹی کے بہت سخت آدمی تھے اون کے
وقت میں بھی محلہ امن سے رہا اور سٹہ وغیرہ جرم کم ہوا ان کو عقل
سیاست کی خداداد تھی ان سے پبلک راضی بہت رہی ان کی سختی
ڈیوٹی مشہور رہے جس کا رعب پڑا ہوا تھا بے لوثی سے کام کرتے
رہے اور پنشن پاکر مرے ان کے لڑکے مدتوں جھاؤ گنج میں کورٹ
منشی راقم کے اجلاس میں تھے اور ہنوز پولس لائن میں ہیں نام یاد
نہیں ہے پولس جب غیر جانب دار اور ایمان دار رہتی ہے تو جرائم خود
بخود کم ہو جاتے ہیں اور تفتیش مقدمات میں کچھ دقت نہیں ہوتی ہے کچھ دنوں
بعد نور نبی ساکن علاقہ بہار اس چوکی لودی کٹرہ میں آئے وہ بہت
قد آور وجیہ اور پہلوان آدمی تھے اور رہتے گویا تھے ان کے زمانہ قیام
میں بھی ظاہری وجاہت اور باطنی دیانت نے بہت با اثر جمعداری کی

ان تینوں پولس کے وقت میں لوگوں کی شرارت دبی رہی لوگ تو ہر زمانے میں تھے اور رہتے ہی ہے مگر اچھا آدمی اچھا اثر ڈالکر اپنا کام چلاتا ہے اور شر و فساد کو روکتا ہے بعض آدمی تو اپنی ترقی کے لئے مقدمات پیدا کر دیتے ہیں اور خوف خدا نہیں رکھتے اکثر غیر مجرم قانونی چکر میں آ جاتے ہیں اور مفت سزا پا جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں خاص خاص باتیں قابل تعریف تھیں اسلئے مذکور لائق تھا ایک زمانہ دار وغہ واجد حسین ساکن بدول کا تھا جب وہ خواجہ کلاں میں تھے انہوں نے بھی جتنے زور سے دار وغائی کیا اور اچھا حاصل کیا اون کے ایک بھائی عمر بھر لودی کٹرہ چوکی میں کانسٹبلی کی نوکری کا نام محبوب حسن تھا یہ بہت نیک اور متقی کانسٹبل تھے یہ تقدیری امر تھا یہ بہت گورے اور حسین آدمی تھے اور دار وغہ جی بہت کالے آدمی تھے مگر اونکی تقدیر اون سے کہیں اچھی تھی وہ افسر رہے اور یہ کانسٹبل ہی رہے دار وغہ جی بہت ہوشیار تھے اونکی اولاد میں لوگ موجود ہیں اور اونکے بھائی کی اولاد بھی۔ دونوں نے پنشن پالیا تھا۔

۵۲ منشی کشن لال و بابو کیشو لال و گوبند پرشاد ان لوگوں کا مکان اسی لودی کٹرہ میں چوراہے کے پاس تھا منشی کیشو لال دہلی میں کہیں چلے گئے تھے مدتوں اون سے ملاقات ہنو سکی کچھ سال اون کا راقم کو نہ ملا گوبند پرشاد مصوری کرتے تھے وہ بھی محلہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے مصوری میں بہت خلاق تھے بابو کشن لال نے

اوائل زندگی بہ تکلیف گذارا مگر متانت اور سنجیدگی ان میں ابتدا سے
رہی کم سخن آدمی تھے خدا نے ان کو اچھا اقبال دیا بدربار فقیر چند
ساؤجی میتن گھاٹ میں ملازم ہوئے آخر کار منیجر ہوئے مہاجنی
کار بار تھا۔ زمینداری ستی اچھا حاصل کیا اور آقا کی خیر اندیشی
بھی کرتے رہے اور اوپر سے اپنے عقل اور اقبال کے زور سے
کماتے رہے انگریزی بھی تھوڑی جانتے ہیں نہ یہ ولایت گئے
نہ بی اے پاس کیا نہ وکالت کیا نہ کوئی دولتمند آدمی سے تھے
سلف میڈ مین ہیں از خود ترقی یافتہ ہوئے اسوقت اون کی حیثیت
بہت اچھی ہے۔ ہزاروں جونیر وکلا اور سیکڑوں ملازم سرکار سے
اچھی زندگی خودمختاری کی گذارتے ہیں اور ممدوح خلائق اور
بے ضرر آدمی ہیں محلہ والوں کو ان پر بھروسہ ہے۔ عوام آپس کے جھگڑوں
میں فریقین برابر ان کی ثالثی پر اعتبار کرتے ہیں یہ پابند مذہب بھی
ہیں بے تعصب بھی ہیں اور مزاج میں بردباری کا مادہ بھی ہے۔ خدا جسے
اقبال دیتا ہے تو صفات حمیدہ اوس میں خود بخود پیدا ہو جاتے
ہیں۔ آدمی کا نصیب پتہ کے نیچے ہے موقع آجانا شرط ہے۔ ہوا
بدلی رخ پلٹا۔ جو لوگ انگریزی دانی پر ترقی کا انحصار رکھتے
ہیں وہ باوجود تعلیم یافتگی کے مذہب سے جدا ہیں خدا پر اونکو
بھروسہ نہیں ہے۔ ہزاروں ہزار مثالیں اسی شہر میں ہیں
جو نہ بی اے نہ انٹرنس ہیں مگر لاکھوں لاکھ کے آدمی ہیں

گروجی کے پاٹ شالے کے پڑھے ہوئے قسمت کے ایسے تیز ہیں
کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ سیکڑوں اون کے ملازم ہیں۔ میری گروہ کے
اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا اگر یہ دماغ ہے کہ اون میں کوئی نایاب
جوہر ذاتی پیدا ہو گیا ہے اور دنیا والوں سے وہ افضلیت
رکھتے ہیں تو اون کو غور کرنا چاہئے کہ زیادہ تر حضرات کو ملازمت
ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے اونھوں نے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر
کیا حاصل کیا ایک صلہ غلامی کا حاصل ہوا اتنے محنت اور
جان فشانی سے کیا پایا تلاش روزگار انگریزی پر اگر روزی کا
دارمدار ہے تو غیر انگریزی داں مورثوں نے کیونکر اون سے
زیادہ روزی پایا تھا۔ اگر علم کا نتیجہ مصرف ہونا ہے اور عجب
پیدا ہوتا ہے تو وہ علم حجاب اکبر ہے علم کی روشنی دماغ میں نہ آئی
تو وہ علم کیا ہوا اعلیٰ تعلیم یافتوں کو بردبار متین منکسر مذہبی
اعتقاد رکھنے والا ہونا چاہئے اور بالکل خدا پر بھروسا رکھنا
چاہیئے۔ حصول علم کی تو تاکید رسول اللہؐ نے فرمایا ہے حاصل
کرو علم اگرچہ چین جا کر ہو اعلیٰ تعلیم پا کر اپنے مذہب سے ناواقف
رہنا اپنے مذہبی عقائد سے پھرنا خدا پر روزی کا بھروسہ ترک کرنا
کس تعلیم نے بتایا ہے قرآن پاک تو ام الکتاب ہے اوسکی
تعلیم کا اثر لیکر اگر دنیاوی تعلیم ملا کرے تو زمانے کا یہ رنگ
نہ رہے آدمی آدمی ہو جائے ما آخر خدا اپنے ہر بندوں کو

تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ کس کس طریقہ پر روزی دیتا ہے تعلیم و تربیت تو دنیا میں عقل معاش کا ایک ذریعہ ہے ایک آلہ ہے علم پر روزی ہرگز موقوف نہیں ہے جن نوجوانوں کو اس ناچیز کی تحریر پر شبہ ہو وہ بازاروں میں بہ نظر غور ملاحظہ کرتے جائیں روزی رسانی کے کتنے ذرایع وہ خود دیکھ سکتے ہیں اور پھر وہ ملان کرتے جائیں کہ ملازمت والوں کی زندگی سے اور خود مختار لوگوں کی زندگی سے کتنا آسمان زمین کا فرق ہے اور کس کی زندگی آسایش کی گذرتی ہے اور کون خوش زندگی گذارتا ہے اور کون پس ماندہ چھوڑ جاتا ہے اور کس میں قدرت اور صلاحیت پس ماندہ چھوڑنے کی رہتی ہے چھوٹے سے چھوٹے حرفت اور صنعت والوں سے ملئے اور تجارتی دنیا کی سیر کیجئے اور بنئے مہاجن مارواڑی اور چھوٹے چھوٹے دوکانداروں کے طرف توجہ فرمائیے آپکو خود پتہ مل سکتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتگی کے بعد آپکو کس لائن میں آنا چاہئے اور کیا کرنا چاہئے اور در حقیقت کون لائف اچھی ہے مثل مشہور ہے " اوتم کھیتی (بہترین پیشہ کاشتکاری ہے) گرہستوں کی لائف بیل والوں سے ملکر اونکی فیکٹریوں کو ملاحظہ فرمائیے ایک نواب کی زندگی بسر کرتے ہیں چھوٹے چھوٹے کاشتکار کیسی خوش زندگی اور کتنی محنت کے بسر کرتے ہیں اور کیا برکت ہے اور اون کا گھر ضرورت کی چیزوں سے بھرا ہوا رہتا ہے جو لائف اونکی ہے اوس کے لئے اونکا سرمایہ

کافی ہی دس میں آدمی کے وہ پرورش کر لیتے ہیں گو فٹ فاٹ نہیں ہے
مگر جس حوصلے سے وہ مہمان نوازی بلا تکلف کر لیتے ہیں بڑے لوگوں سے
نہیں ہو سکتے وہ بلا جبر بے تکلف انجام کر لیتے ہیں اور خوش رہتے ہیں فٹ فاٹ
والے پریشان ہو جاتے ہیں۔ ملہم بان (گرہستی کے بعد بہ مجبوری تجارت
ہی) ترتیبی شیوہ (ملازمت مکروہ بات ہی) بھیک ندان (بھیک بدترین کام
ہی) مگر دنیا ٹھیک اولٹا جا رہی ہی۔ قدرت کے فیضان سے ہم کو جد آرہے
ہیں۔ زمین ہی سے بنے زمین ہی میں ملیں گے زمین ہی پر رہتے ہیں زمین
ہی سے غلے میوے پھل پیداوار دوا پھول پتے کی خوشنمائی دے رہی ہی
اوسی سے نفرت ہی میری ساری ضرورت زمین سے مہیا ہوتی ہے
مگر ہم زمین سے بھاگنا چاہتے ہیں گورنمنٹ زمیتوں کو میرے گلے
میں بذریعہ قانون باندھ رہی ہے مگر ہم اوس کی خدمت
نہیں کر سکتے اور اوس سے فائدہ نہیں لیتے جن کے پاس کچھ ہی
بھی تو جن داموں ہو سکتا ہے پھیکتے جاتے ہیں اب گویا ہند کی
زمین فی الواقع میری نہیں ہے کل خدمت گذار قوم کے ہاتھ میں
ہے میرے پاس رہنے اور گڑنے کی جگہ بھی نہیں ہی کرایہ کا مکان نہ ملے
تو رہ نہیں سکتے شاید درخت کے نیچے رہنا پڑے گو رعیاں نہ ہو تو
مرنے کے بعد گڑ بھی نہیں سکتے۔ کھیتی سے یوں گئے
گذرے۔ بڑی تجارت کے لئے روپیوں کی ضرورت ہے
وہ میسر نہیں ہے تقاریب اور رواسم کرنیکے لئے

قرض کرکے کریں گے۔ تجارت کے لئے روپیہ ندارد۔ قرض حسنہ
تو دینے کا نام نہیں اپنا بینک ندارد۔ بیوپار کی عادت نہیں
تجارت کو ذلت کی نگاہ سے دیکھیں رادھا کو نہ نو من تیل ہو
نہ رادھا ناچیں ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں کمپنی کا اصول
نہیں اپس میں میل نہیں آپس میں ہمدردی نہیں ایک دوسرے کا
مددگار نہیں باخود انکا بیوپار نہیں تجارت یوں ہوا اور غیر ممکن
گھر کا آٹا گیلا کرکے علی ڈگریاں حاصل کیں تو ڈگریوں کے ساتھ
ڈگری کی عدالت بھی لازمی رہی اصراف طول اور طرز رہائش
فضول تھیں ڈگریاں گویا مرتے دم کے ساتھ ہوئیں ایک تو
علمی دوسرے مہاجنوں کی تیسری عمر بھر فیشن و اصراف
بے جا کی تعلیم پانیکے بعد دو راستے ملے یا قانون پیشہ یا ملازم
پیشہ۔ قانون پیشہ بنے تو مدتوں جونیر رہکر سیکڑوں دقتیں
اوٹھانی پڑی دس بارہ برس پڑھا اور پانچ چھ برس
سٹرافٹ فاٹ سے رہو ظاہرداری درست کرو کتابیں خریدو
دلالوں کو دو۔ فیشن سے رہو پوزیشن سنبھالو۔ تھرڈ کلاس
پر مت چڑھو یکہ لوری چھوڑ دو گون پہنو منشی رکھو گاڑیوں
پہ کچہری جاؤ جب کماؤ تب ادا کرو قرض لو یا جائداد بیچو
یا والدین کا سر کھاؤ تقدیر یاور ہوئی تو چلی نہیں تو ملازمت
تلاش کی جائے بدشواری، سفارش مزید اگر موقع ملا اور

ملازمت ہوئی تو تیس ۳۰ برس جلا ئے وطن رہو ملکوں ملکوں مارے مارے پھرے ہزاروں مصیبتوں او تکالیف اجنبی لوگوں میں رہے کوئی ہمدرد نہیں ہو سکتا ملک سے جدا رہنا پڑا ریزہ روڈ زندگی گذری محدود دائرہ افسران میں ملتے رہے کوئی بدلا کوئی ادھر گیا کوئی اودھر گیا نہ یار رہے نہ مددگار رہے مرتے جیسے کوئی شریک نہیں بال بچے اور ملازمین کے ساتھ بے خان مان کوارٹروں میں کرایہ کے مکانوں میں گذران کرنا ہوا اسٹیشن ہو نہ پسند کے لائق مکان ہو نہ ہو رہنا ہی پڑتا ہے۔ پوزیشن کے مطابق اسباب رکھنا بھی ضرور ہے سرکس والوں کی طرح آج یہاں کل وہاں معہ اسباب ادلتے بدلتے رہے نقصان اسباب ہوا اخراجات میں مجبور ہوئے تیس برس بعد مکان واپس آئے تو مکان ندارد سامان ندارد اسباب ندارد آبائی انتظام اور گرہستی سب برباد جو کمایا وہ کھایا اور گھر کا مال سب گنوا دیا۔ آمدنی تہائی اور اخراجات بے انتہائی۔ اب کیا کریں بھائی برادری اور متعلقین سے تو عمر بھر کٹ اوف رہے۔ اب نئے سرے سے دنیا چلانی پڑی انرجی غائب مالی حالت خراب وطن میں آئے بھی تو مسافروار رہنا پڑا جب تک روش زندگی درست کریں وہاں پیغام موت سر پہ سوار ہم گئے اور مابعد کے لئے کچھ سرمایہ نہ چھوڑ سکے وہ بیچارے پریشان حال ہو کر رہ گئے خوب غور فرمائیے یہ کوئی

لائف ہوئی کما یا کھایا یہ تو خدا کی شان ہے کہ دنیا چل رہی ہے
ملازمت کا پھل اندرائن کے پھل کا مزہ دیتا ہے جو ہیں وہی سمجھ
سکتے ہیں کیسی کیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں اور رفع نہیں کر سکتے غریب
تڑپ تڑپ مرتے ہیں شرکت ندارد۔ بے چینی اور مصیبت کو وہی جانتا ہے
جس پر گذر جاتی ہے کہاں پیدا ہوا کہاں پلا کہاں گڑتا ہے۔ تابعداری اور
غلامی کی حقیقت تو یہ ہوئی اب دو پیشے رہ گئے تجارت خواہ بھیک
تجارت ایک غیر مستقل پیشہ کا نام ہے۔ ہوا ج پر چلی تو لاکھ ہوا پلٹی
تو لیکھ رہجاتی ہے پتہ بھی نہیں ملتا کہ کہاں پہنچے اور کس مقام پر اگرے
تجارت کرنا کچے سوت میں بندھا رہنا ہے یہ دولت مستقل دولت
نہیں ہے مگر مال میں بلا تجارت کے اضافہ نہیں ہو سکتا جسکی روش
زندگی تجارتی اصول پر رہی ہے وہی ترقی پذیر ہوتا ہے۔ مگر تجارتی
اصول میں پہلی چیز کفایت شعاری لازمی ہے۔ آمدنی زیادہ اور خرچ
کم جتنا شو کا کام کیا جاتا ہے اوس کے اندر منافع کا خیال پوشیدہ
رکھا جاتا ہے ظاہری بھڑک تر کھا جائے تو تجارت بڑھتی ہوئی دکھائی
نہ دیگی۔ اونچی دوکان اور پھیکا پکوان ہوا کرتا ہے۔
چھوٹی دوکانوں میں جو مال سستا ملتا ہے بڑی دوکانوں
میں وہی مال بہت گراں بکتا ہے۔

دوسری شرط ایمانداری ہے ہواری دنیا میں ایک
دوسرے پر بھروسہ کرنا لازمی بات ہے۔

تیسری شرط وعدہ کی پختگی ہے خلاف وعدگی ہوئی اور بازار بند۔ اعتبار میں فرق آیا۔
چوتھی شرط محنت ہے غفلت کی تو تجارت بیٹھ جائیگی۔
بھیک ندان یہ زندگی بدترین زندگی ہے یہ نکموں کی زندگی کہلاتی ہے اس میں پہلے بیحیائی ضروری ہے اور وقت کی بالکل قدر نہیں رہتی ذاتی عزت خودداری بالکل نہیں رہ سکتی مگر بے محنت مفت کا مال ہاتھ آتا ہے سوال کرنے میں ترا ہچک نہیں ہوتا اسکی صورتیں سیکڑوں ہیں زیادہ تر مذہبی دھوکے کے شکلوں میں یہ کام انجام پاتا ہے۔ حالانکہ ایسی خیراتیں ہرگز ثواب میں داخل نہیں ہیں بلکہ حرمان حق مستحقین کا گناہ ہوجاتا ہے۔ خیرات اور سلوک کے مستحق معذور لوگ ہیں نہ کہ ہٹے کٹے جو کمانیوالوں سے زیادہ آرام کی زندگی گذارتے ہیں۔ ہندوستان میں بیسوں لاکھ آدمی فقیری پیشہ ہیں جنکی محنت سے کچھ بھی دنیا کو فائدہ نہیں پہونچتا اون کو خیراتیں دیجاتی ہیں وہ پیسے ضائع جاتے ہیں ایسے لوگ مصر قوم ہیں اور لائق امداد نہیں ہیں مگر یہ رسمی خیراتیں ہرگز دو ہیں سو جو وجہ ہے معذور مجبوروں کی پوری امداد نہیں ہوسکتی اون کا حق مارا جاتا ہے۔ بوڑھے اندھے لولے لنگڑے اپاہج بیمار کوڑھی لاوارث یتیم بیوہ عورتیں کوانتی بچیاں محروم رہتی ہیں عقلمند حکا دری کس کس بھیس میں کیسی کیسی عنوان سے

عیش کی زندگی گذارتے ہیں وسلوک خیرات مشتاق کیا کرنا فعلاً
اور نہ ہٹانا ناجائز ہے بہترین امداد اہل قرابت کے ساتھ نمبر اول
میں داخل ہے اوس کے بعد یتیموں کا حق ہے اوس کے بعد معذوروں
کا چوتھے نمبر میں اون سائلوں کا جو حقیقتاً قابل امداد ہوں
مستحق لوگ مصیبت کی زندگی گذارتے ہیں مشتاق لوگ لاکھ
پتی ہو ہو جاتے ہیں نصیب در کھانے والے منشی جی کے طرح کماتے
ہیں خدائی دین ہے جس ہاتھ چاہے دے سکتا ہے -

۵۲۲ میاں ریاض مرحوم کا وہی مکان کشمیری کوٹھی میں تھا
جس میں اب عبدالحی میاں نواده نے مکان بنایا ہے یہ ایک
غریب متوسط آمدنی کے آدمی تھے پٹنہ کے رئیسوں کے صحبت
میں اکثر جا بیٹھتے تھے اور اوس وقت کے رؤساؤں کی ذریعہ
سے چیزوں کی خریداری کراتے تھے اور یہی صورت آمداد
کی ہوتی تھی اس میں اون کی اوقات گذران ہوا کی ایک
شریفانہ زندگی بسر کر گئے اور سفید پوشی سے زندگی بھر
رہے کبھی کبھی مولود بھی کرتے لوگ ان کے یہاں جاتے تھے
مگر بڑے بڑے خوددار رئیس پہلے غریبوں کے یہاں کسی
تقریب میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے اوسط درجہ آمدنی کا سے
ملا کرتے تھے اس وقت بھی اعلیٰ طبقہ والے امرا اوسط درجہ والوں سے
سے بھی تمسک کرتے ہیں اور خودداری برتتے ہیں راقم

نے اسوقت کے بعض بعض معزز لوگوں سے اعتراضاً سوال کیا تھا کہ آپلوگ غربا کو تحقیراً دیکھتے ہیں یہ خلاف مذہب بات ہے تو ان لوگوں نے جواب دیا تھا کہ یہ ہندوستان ہے یہاں کی تعلیم مذہبی وہ نہیں ہے جہاں مساوات برتا جائے یہاں کے لوگ ملکی مصالح کے رو سے دبا و پرست ہیں ان کے دماغ میں وہ صلاحیت نہیں ہے جو مساوات کا استعمال کر سکیں اگر مساوات برتا جائے تو ان میں شوخیاں بڑھ جائیں یہ اپنے منصب کو بھول جائیں اور اپنے سطح سے بہت دور ہو جائیں جو دوسرے اونچی سطح والوں کے لئے مضر اور باعث بے عزتی ہوگا غربا کیا ہر کس و ناکس اس قدر خود غرضیوں میں وابستہ ہے کہ خدا واسطے کوئی کسی سے نہیں ملتا کچھ نہ کچھ پوشیدہ اغراض دل میں ضرور لیئے رہتا ہے اسلیئے اعلیٰ طبقہ والے صرف مالی امداد تک اپنے کو محدود رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً انہوں کی ضرورتیں پورا کر دیتے ہیں ہر طبقہ اور سطح کے لوگوں کا چلن دوسرا ہے اکثر وہ ناجائز امداد کے خواہاں ہوتے ہیں جو اونچے طبقہ والے کے خودداری کے لئے مضر ہو جاتا ہے ورنہ دل میں تحقیر کرنا خلاف مذہب ہے اور گناہ ہے ذہنی مساوات رکھنا اور ہمدردی کرنا انسانی فرض ہے حیوان تو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایک برنا مار کر چھوڑتے

تو سیکڑوں برنے جمع ہو جاتے ہیں ایک کو امصیبت میں آتا ہی
تو سیکڑوں کوے جمع ہو جاتے ہیں ایک کتا ہو کتا ہے تو دور
دور تک کے کتے بولنے لگتے ہیں انسان کیا جانور سے بد تر
ہیں جو اتنا بھی ہمدردی اور اظہار ہمدردی نہ کر سکیں گے
یہ تو فطرتی بات ہے ہر گروہ ہر قومی وقت پر جوش میں آجاتی ہی
اور اپنے اپنے گروہ کی خیر اندیش ہر کوئی کتنا ہی بد چلن ہو فاسق
ہو فاجر ہو مگر خدا کی قدرت ہے موقع پر اوسے مذہبی جوش
آجاتا ہی اور انسان متعصب ہو جاتا ہے مگر روزمرہ کی
زندگی میں خودداری اور فرق مراتب دنیا داری کا ضرور
کام ہے انسان اگر خوددار نہ رہا وہ دنیا میں بے عزت ہو کر
رہے گا جو بڑے کو بڑا اور چھوٹے کو چھوٹا نہیں سمجھتا وہ بد
تہذیب اور بے اصول آدمی ہے پیغمبر اور عوام الناس برابر
نہیں ہو سکتے حاکم اور مجرم کا رتبہ برابر نہیں ہی جج جج رہے
پولیس پولس ہے منصب کا فرق کے بغیر دنیا چل نہیں سکتی اگر
سب آدمی برابر سمجھیں جائیں اور اونچ نیچ کا فرق نہ رکھا جائے
تو باپ بیٹے میں کیا فرق رہیگا دونوں دوست ہی بن جائیں گے
آقا ملازم برابر حق رکھیں تو کوئی ڈیوٹی دنیا کی ادا نہ ہو سکے گی افسر
اور ماتحت اگر مساوات برتیں تو بدرعبی ہوگی حاکم و محکوم کا
فرق نہ رکھا جائے تو انتظام ملکی میں خرابیاں پیدا ہو جائیں استاد و

شاگرد برابر ہوں تو تعلیم میں نقصان ہوگا علیٰ ہذالقیاس اسلیے
لوگ اپنے کو الگ تھلگ رکھتے ہیں اور خود غرضوں سے اپنے کو
بچاتے ہیں گر فرق مراتب نہ کینی زندہ نقی ہے برابر والے آپس میں
خوب ملتے ہیں جہاں بالکل مساوات برتا جاتا ہے وہاں خود
غرضیاں نہیں رہتی ہیں اور اوسیکو تباہ ہے خود غرض اپنے حاجتوں
کے بدولت اپنے دل میں خود اپنے کو ذلیل جانتا ہے ضرورت
مجبور کرتی ہے آنکھ پہ پردہ حجاب ضرور آجاتا ہے اور وہ
خوددار رہ سکتے ہیں مجھے یہ جواب اونلوگوں کا تجربتاً صحیح ثابت ہوا

۵۴ پیارے صاحب گھوڑے سوار کا مکان ریاض میاں
مذکور کے بغل میں تھا یہ ایک اوسط آمدنی کے شریف آدمی تھے
اس خاندان میں میر واجد حسین مرحوم ساکن حاجی گنج کے لوہو پہلا
کی شادیات ہوئیں تھیں ان سے یہاں کے شرفا سے آمدورفت
تھی لوگ اِن کو شریفانہ نگاہ سے دیکھتے تھے یہ بڑے وضعدار
تھے یہ بالکل لکھنو وال ٹھاٹ کی زندگی گذار گئے روزگار صرف
گھوڑے سواری کا تھا یہ ہندوستانی مذاق وقت کے موافق گھوڑ
پھیر کر بناتے تھے اوسوقت روسا کے پاس زین سواری کی گھوڑے
بہت تھے ہر شخص کو گھوڑے سواری کا ذوق تھا اندازی ۳۵
برس کے ہوا ہو گا مر گئے یہ اور ریاض میاں دونوں شیعہ مذہب
تھے اوسوقت کے روسا بجز شرفا کے اور کسی ذات کے آدمی کو اپنا

اوستاد کسی فن میں بنانا معیوب جانتے تھے۔ اسلئے ماہران فن زیادہ غریب شریف ہی ہوا کرتے تھے کوچبان اکثر میر صاحب یا خاں صاحب یا برہمن و راجپوت کے سوا دوسرا نہیں ہوتا تھا کسی معمولی ذات کے آدمی کے پیچھے سواریوں پہ بیٹھنا قبول نہیں کرتے تھے جب سے اس کی قید جاتی رہی ہر ذات کے لوگ ہر قسم کا پیشہ کرنے لگے اور طرح طرح کی اب شرارتیں ہر پیشے میں موجود ہیں۔ ہمارے صاحب میر واجد حسین حاجیگنج کے سمدھی تھے اور وزیر نواب مرحوم کے سسر تھے ادھیڑ ہو کر مرے۔

۵۵ شیو بابو کا مکان کشمیری کوٹھی میں تھا

وہ بڑے معقول پہلوان خوش وضع خوش لباس خوش خوراک اوسط درجہ کے آمدنی کے رئیس تھے اون کا مکان ہنوز موجود ہے۔ راقم کے علم میں اون کو اولاد نہ تھی مختصر سا مکان تھا جس میں پوجے پاٹ کی اسباب کے ساتھ ساتھ رہایش کے اسباب شوقینی کے ساتھ بھرپور کے ہندوستانی مذاق کے موافق موجود تھے فرش و فروش صاف ستھرا کھانا ہندوانہ رہایش بالکل مسلمانہ تھی اوایل زندگی آزادانہ کٹی آخر عمر میں مالی نقصانات ہوئے اونہوں نے اپنی روش زندگی بدلا اور بقیہ زندگی پوجا پاٹ میں گذار کر پچاس کے سن کے اندر

انتقال کر گئے اندازی ۲۰ برس گذرے ہوں گے وہ مذہبی زندگی
گذار کر مر گئے اون کے ورثا مکان میں ہوں گے۔ راقم کو بعد
اون کے پھر کوئی صحیح خبر نہ ملی ان سے مسلمانوں سے بڑا ربط
تھا۔ جب تک انسان خراچی کی زندگی گذارتا ہے سینکڑوں
یار دوست چکھی میں ساتھ رہتے ہیں اوسوقت احباب کی
کیا کمی ہے جب مالی حالت خراب ہوتی ہے اوسوقت ایک
ملاقاتی بھی نظر نہ آتے ہر مصرف نوجوانوں کے احباب ہر زمانے
میں بہتیرے پیدا ہو جاتے ہیں ایسے احباب دستر خوان کے
بلی کہلاتے ہیں انگریزی کی ایک مثل ہے عقلمند کھا جاتے
ہیں اور بیوقوف کھلاتے ہیں جہاں کی یہ تعلیم ہے وہاں بجز
کھانیکے کھلانیکا سامان اب کون کرتا ہے اسوقت بھی متمول
نوجوانوں اور اسٹوڈنٹوں کے کتنے کھانے والے احباب پیدا
ہو جاتے ہیں اسکولوں میں جا کر ملاحظہ کر لیجیے کھانے والے
اکثر غریب کے بچے ہیں اور اوسط طبقے کے لوٹ ہوا کرتے
ہیں اعلی طبقہ کا لڑکا اوسوقت بھی کھلانیوالا ہوا کرتا تھا
اور آج بھی وہی بات ہے دراصل صحبت کو برباد کرنیوالے
ادنی طبقے والے ہوا کرتے ہیں اونکی توجہ دماغی اپنے
منافع کی طرف دماغ کو لے جاتی ہے وہ حضرات قومی اصلاح
کی طرف توجہ نہیں کرتے اوسط طبقہ والے اپنی حیثیت پر

نہیں چلتے اون کے ملنے والے اعلیٰ طبقے کے لوگ ہوتے ہیں
وے دوست بنکر اونچے طبقے والے سے ذاتی اغراض رکھتے
ہوئے اپنی سطح میں کھینچ لاتے ہیں اسی لئے اپنے اپنے
سوسائیٹی کے مطابق احباب رکھنا ہی مناسب ہے جہاں
اونچ نیچ ہو وہاں دوستی نبھ نہیں سکتی ایک نہ ایک دن کھٹکے گی
کسی ایک کو ذلت وخواری اوٹھانا ہوگا۔ جو سنبھل کر نہیں
چلے گا آخر عمر میں اوس کو زندگی بدلنا پڑیگی سیکڑوں واقع
نظر سے گذر گئے عصمت بی بی از بیچارگی ہے چامہ ندارم
دامن از کجا آرم۔ جو عقلمند ہیں وہ مذہبی رخ پکڑ لیتے ہیں جو
ستار عیوب ہے جو بدنصیب ہیں وہ مفلوک الحال ہو جاتے ہیں
بعضے مذہبی دھوکہ باز مقدس بن بیٹھتے ہیں بگڑے رئیس مکار
فقیر بنکر زندگی گذارنے لگتے ہیں۔ بعضے کا رخ حقیقتاً پلٹ
جاتا ہے وہ اپنا مُنہ خلق اللہ کو دیکھانا نہیں چاہتے گوشہ
نشیں خدا پرست ہو جاتا ہے۔

شیو بابو کا امام باڑہ ہنوز یادگار کشمیری کوٹھی میں موجود ہے
اوسوقت موجودہ فیلنگ نہ تھی مسلمان ہندؤں کے
پرب میں مدعو کئے جاتے تھے بسنت ہولی جنم اسٹمی
شادی وغمی میں شریک ہوا کرتے تھے۔ راقم خود بھی
ہر موقع پر شریک ہوا کیا۔ چونکہ قبرستان میں ہندو دوستوں کی

مٹی میں شریک دیکھا اور خود تین چار آدمی کے لاشں کے ساتھ دریا تک گیا ہوں ۔

مسئلہ حسن نواب صاحب کا نام باغ والے نواب کرکے مشہور تھا۔ آپ کا مکان کشمیری کوٹھی میں ہنوز موجود ہے۔ جس میں اب محمد نواب صاحب کے از قرابت دار قریب حسن نواب صاحب کے ساکن ہیں حسن نواب صاحب بڑے خوبصورت گورے آدمی تھے آمدنی بھی اچھی تھی یہ شیعہ مذہب تھے ان کی زندگی رندانہ گذری اس محلہ میں جو کشمیری کوٹھی بولا جاتا ہے اکثر خاندان شیعہ مذہب لوگوں کی موجود ہیں جو آپس میں سب قرابت دار ہیں۔ ابتدا میں یہاں کشمیری ہی لوگ آکر بسے تھے اس لئے اسے کشمیری کوٹھی بولتے ہیں ان لوگوں کے شادیات پہلے آپس ہی میں ہوا کرتے تھے رفتہ رفتہ مغلپورہ دیوان محلہ نون گولہ میں قرابت داریاں ہوگئیں اور اب باہر بھی ہے پھر گذری پر سے بھی تعلقات ہوگئے ہیں اس مکان میں مولوی آل احمد صاحب راقم کے چچیرے پھوپھا مدتوں رہے اور اس مکان میں بڑا بڑا جلسہ اور مجمع رہا کیا جسقدر یہ مکان اور محلہ آباد تھا ویسا ہی اب سناٹا ہے ہر گھر اس محلہ کا متمول تھا اور ایک سے ایک آدمی پرسلیقہ اس محلہ میں تھا اب تک جو ہیں وہ پرسلیقہ لوگ ہیں کشمیری لوگ

کسی حال مین رہکر مگر سلیقہ مندی ان لوگون کے فطرت
مین ہے عورت و مرد سب سلیقہ مند مین حسن نواب مرحوم
بہت سب حضرا اور بڑے ہنس مکھ اور پرمذاق آدمی ادھیڑ
ہوکر مرے اندازی ۲۰ برس گذرا ہوگا انکا انتقال ہو گیا اب
تک انکے احباب اور دیکھنے والے زندہ ہین ان کے
ایک بھائی یا اخص قرابت کے جعفر میان ہنوز زندہ ہین جو
بوجہ علالت بالکل گوشہ نشین ہوگئے ہین اور مجرد زندگی
گذارتے ہین ان کی مالی حالت پہلے اچھی تھی اخر مین کچھ نقصان
ہوگئے انہون نے گوشہ نشینی کرلی محمد نواب صاحب و علی نواب صاحب
بھائی سے تھے انکے والد مسلطپورا مین رہتے تھے انکے ایک
بھانجے یا قریب تر رشتہ دار نہایت خوبصورت ادمی
تھے جو مغلپورہ مین رہتے تھے افسوس ہے کسی نے انکو
مخدرات کا عادی کردیا پھر تو انکی تندرستی نے ایسا جواب
دیا کہ اونکی شکل بالکل بدل گئے دیکھنے والون کو افسوس
ہوتا تھا اونکا سارا حسن جاتا رہا اخر کار جوان ہی مر گئے غالباً
اولاد بھی راقم کو تحقیق خبر نہ ملی مگر شہر والون کو اون کے
مرنیکا افسوس ہوا حالانکہ اُن سے لوگون سے ربط بھی زیادہ نہ تھا
مگر انکی صورت اور خوش نمائی جامہ زیبی اور نیکی سب وجہ بھی
یاد کرکے دیکھنے والے افسوس کرتے ہین علی نواب صاحب

اون کے والد اور محمد نواب صاحب نے اپنی اپنی زندگی بے
ضرر گذاری آمدنی بقدر گذران تھی اور بہت دھیمی چال
سے چلے علی نواب جوان ہی مر گئے محمد نواب صاحب ہنوز
زندہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں یہ بڑے سنجیدہ آدمی ہیں
اور دست کار ہیں ان لوگوں میں ایشیائی تہذیب و
ترتیب کا بہت اثر تھا شیعہ مذہب والوں کو لکھنؤ والوں
سے ملاقات آمد و رفت کے رہا کرتے ہیں اسلئے اب تک انگریزی داں
نہیں ہیں وہی تہذیب و ترتیب کا اثر رکھتے ہیں اور انگریزی
دانی میں بھی کچھ اثر سوسائٹی کا ہنوز موجود ہے ملنے جلنے کا طریقہ
لکھنؤ والوں سے ملتا جلتا ہے ان لوگوں کی ترکیب ملنساری کو
دیہاتی اور ملکی لوگ ہرگز نہیں پا سکتے ہیں ان لوگوں کی عورتوں
میں بھی جو طریقہ رہائش ہے وہ دیہاتی عورتوں میں متمول سے
متمول گھرانوں میں نہیں ہے سب طرز و انداز گفتگو مردانے اور
زنانے میں دلی و لکھنؤ کی ضرور ہیں زبان کا بھی خیال ہے تانیث
و تذکیر کا بھی لحاظ اس مذہب والوں میں دیہاتیوں سے کہیں
زیادہ ہے یہ لوگ چونکہ تعداد میں کم ہیں آپس میں میل جول
مجمع کے وقت ضرور دکھاتے ہیں۔
سادات مرزا الیاس حسین لکھنؤ کے ایک آدمی کشمیری کوٹھی میں
رہتے تھے وہ بڑے مذاق والے آدمی بہت گوشے بانکی دیہین

رنگ کے آدمی تھے بہت تھوڑی آمدنی کے آدمی تھے مگر بہت آزاد آدمی گذرے ہر وقت ہنسی مذاق میں ان کی زندگی خوش گذری وہ وہ نقلیں کرتے تھے کہ آدمی ہنستے ہنستے لوٹ جاتا تھا جوان ہی مر گئے اون کے ایک عزیز قریب جو محدث کر کے مشہور ہیں اب تک زندہ ہیں اور ملازمت اور دیگر تجارت سے اپنی اوقات گذارتے ہیں مرزا الیاس کو مرے ہوئے ۱۵ برس گذرا ہوگا۔

۵۲ میر نثار حسین ایک بوڑھے آدمی کشتیہ فنا کوٹھی میں بہت ریاضی دان آدمی گذرے ہیں انہوں نے کیا کیا چند قسم کا ایجاد کیا تھا اور گورکھ دھندا سیکڑوں قسم کا بناتے تھے اون کے دماغ میں قوت ایجاد خدا نے دیا تھا حالانکہ انگریزی بالکل نہیں جانتے تھے اون کے لڑکے تھے ایک نظر میاں دوسرے کلو میاں والد کے وقت تک ان لوگوں کی زندگی اچھی گذری اون کے بعد ان لوگوں کے سنگت کورٹھ والوں سے ہوئی اور منشیات کے عادی ہو گئے اور پریشان زندگی گذری وہ لوگ بھی صاحب اولاد تھے مگر پھر کچھ حال نہ معلوم کلو میاں کا تو انتقال ہو گیا نظر میاں کا کچھ حال معلوم نہ ملا حالانکہ دونوں صاحبوں نے اپنے فن کی تعلیم دی یا تھا اور دونوں اپنے اپنے فن میں ہوشیار تھے اور کچھ جائداد و مکان بھی چھوڑا تھا مگر بعض یاروں نے ان لوگوں

کے ساتھ دوستی کے پیرایہ میں دشمنی کرکے ان لوگوں کے آئندہ
زندگی برباد کیا دوستی کا جانچنا آسان نہیں ہے حقیقی دوست
وہی ہے جو اچھی راہ بتائے دشمن وہی ہے جو بری راہ چلائے
مگر نوجوانوں کو بلا تجربہ پتہ کہاں ملتا ہے کہ اچھی راہ کون ہے
اور بری راہ کون ہے میں مختصر طور پر
ظاہر کر دیتا ہوں کہ جوانوں کو دقت نہ ہو جو بات مطابق عقائد
مذہبی جائز ہے وہ اچھی راہ ہے اور مذہبی مقدسوں سے دریافت کریں
اور جو بات عقیدتاً اور مذہباً منع ہے وہی بری راہ ہے یہ بھی مذہبی
مقدسوں کو معلوم ہے عوام الناس سے مشورہ نہ لیں اور اپنی
رائے پر بھروسہ نہ کریں مذہبی مقدس اپنے جی کی بات نہیں بتائیگا
وہ خدائی قانون بتائیگا خطائی الاجتہاد ہو گا مگر قانون خدائی نہیں
ٹوٹے گا جب تک ۴۰ برس کی عمر نہ گذرے اور دنیا کی ٹھوکر
نہ کھائے اپنے رائے پر چلے گا وہ ضرور دھوکے کھائے گا والدین
اگر خواندہ اور سن رسیدہ ہیں تو وہ بہترین مشیر ہیں اون سے بڑھ
کر کوئی خیر اندیش نہیں ہو سکتا دنیاوی اور علمی اوستاد تعلیم دے
سکتے ہیں مگر دین کی اچھی بری راہ مذہبی مقدس ہی بتا سکتے ہیں
میر سید فرحت حسین صاحب نال الٰہی حقیقی چچازاد بھائی تھے اور
بہنوئی بھی تھے میر عنایت حسین صاحب ولد میر فرحت حسین
یکے از اہل خاندان ہیں وہ اس خاندان کا حال زائد تم سے زیادہ

جانتے ہیں۔

۵۹ ۔ بینے صاحب بھی ایک بوڑھے آدمی کشمیری کوٹھی ہی میں گذرے ہیں یہ بھی متوسط آمدنی کے آدمی تھے تجارت بھی کچھ کرتے تھے اون میں ایک خاص کمال پگڑی کے بندش کا تھا ایرانی پگڑی جو شادیات میں پہلے باندھی جاتی تھی اور استعمال ہوتی تھی ان سے بہتر شہر میں کوئی بھی باندھ نہیں سکتا تھا شادیات میں سب لوگ ان سے پگڑی بندھوایا کرتے تھے جو بلا معاوضہ یہ باندھتے تھے شہر بھر میں دو ہی آدمی اس کام میں استاد تھے ایک مولوی کاظم حسین ہیڈ مولوی پٹنہ سیٹی اسکول اور ایک یہ تھے مولوی صاحب تو ادیب تھے راقم نے پوری الف لیلا عربی میں مولوی صاحب سے پڑھا تھا یہ ادس فن کے آدمی ۔ تھے اگر کوئی ایک کام بھی کسی کے ہاتھ میں مکمل ہو جو مفید خلائق ہو تو وہ انسان بہ نظر عزت دیکھا جائے گا کوئی کام ہو تکمیل کے ساتھ حاصل کرنا باعث فخر ہے بینے صاحب نے اقتدار کی زندگی گذارا

۶۰ ۔ مولوی ظہیر شوق نیموی یہ نیمی سالارپور کے رہنے والے ہیں اور شاہ کی املی میں رہتے تھے یہ حکیم اور مولوی دونوں تھے شاعر بھی تھے ان کے تصنیفات ان کی یادگار ہے مطب میں پورا فروغ تو نہ تھا مگر غربا ان کے زیر علاج رہے امیروں میں ان کا علاج کم رہا ان کو شغل پڑھانے اور شاعری کا زیادہ

تر۔ اپنا زیادہ وقت یہ انہیں کاموں میں صرف کرتے
رہے کتابیں لکھتے رہے اور عبادت کرتے رہے اس لئے
یہ امرا سے ملتے رہے تھوڑی آمدنی میں اپنی اوقات گذار
کر جوان ہی مر گئے جو آدمی اپنے وقت کو کاموں میں صرف
کرنا چاہتا ہے اور عبادت گذار ہوتا ہے وہ دنیا کی الجھن سے
اپنے خود دور رکھتا ہے اور زیادہ لوگوں سے نہیں ملتا ہے
ضرورت دنیاوی سے ضرورت کے وقت اپنا وقت
دنیاوی کاموں میں بسر کرتا ہے بقیہ اوقات کی حفاظت کرتا
ہے جو آدمی اس وضع کی زندگی گذارتا ہے اوسکو گپ بازی
اور امرا کی مصاحبت کا موقع نہیں ملتا ہے ایسے ہی آدمی دنیا
میں کچھ کام کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں جو لوگ امرا سے ملا کرتے
ہیں اون کو بہتری باتیں فضول بھی کرنی پڑتی ہیں امرا کی صحبت
سے ہوس بڑھ جاتی ہے لباس و پوشاک اور وضعداری رکھنا
پڑتی تھی ملنے لفافے کی ضرورت پڑ جاتی ہے بازار کے سیر و سیاحت
کے ضرورت اور امرا کے صحبت سے بچنے کی تاکید مذہب نے
بتایا ہے دنیاداری اور لالچ سے بیداری اور لالچ سے ایسے لوگ
زندگی میں گمنام مرنے بعد اپنا نام چھوڑ جاتے ہیں۔

۱۶۱ سید ظہیر حسن سالار پوری کا مکان تالاب پیر شاہ کی گلی
میں تھا یہ از خاندان قدیمہ پور رکھتے ان کا اصل مکان سالار پور میں تھا

ان کی پوری قرابت داری زید پور رسالدار پور لودیکٹرہ
منتی گنج والوں سے تھے حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز
جنگ مولوی فخر الدین وکیل گیا اور مولوی یوسف مرحوم وکیل
ان لوگوں سے قرابت خاص تھی ان کے بیٹے بھیرے وزیر مرحوم
تھے اور لڑکے ان کے دوسری محل سے بھی تھے بعض اولاد کا
نام حسن تھا کہیں پولیس میں ملازم تھے اور بہت لائق لڑکے
تھے : زبیر مرحوم نے بھی اپنی زندگی رندانہ گذارا اور عیش کی
زندگی گذار کر جوانی ہی انتقال کیا اندازی ۱۵ برس گذرا
ہو گا وہ مر گئے اولاد تھی آگے کا حال نہیں معلوم ہے ظہیر بھائی
بہترین اخلاق مند بھی اور ملنسار منکسر آدمی تھے ان کی
زندگی عمر بھر رندانہ گذری نماز روزہ کے بھی پابند تھے جائداد
کافی تھی مگر بہت ضائع ہوئی فدو مرحوم مقتول جو بلوائیوں سے
مارے گئے تھے اوس مقدمہ میں خون کی شرکت کا الزام ان کے
پر لگایا گیا تھا میر امام الدین مرحوم قاضی نجم الدین مرحوم کے چچا
اور میر حبیب الرحمان مرحوم ولد مولوی اظہر علی و دیگر چند
اشخاص کو پولیس نے ملزم قرار دیا تھا اور اُس مقدمہ میں لودیکٹرہ
کے اکثر اہل قرابت اور رؤسا پریشان ہو گئے تھے اوس وقت
آپس کی ملت اور قرابت ایسی تھی کہ ایک ایک فرد قرابت
والا پیروی جانی اور مالی سے یاد نہیں رہا آخر کار کامیابی ہوئی اور

اور گرے صاحب جج کے اجلاس سے بے جرم سب کی رہائی ہوئی ظہیر
میاں کی لڑکی سیدین سکندر منزل سے بیاہی گئی تھیں
دوسری ایک مولوی عبدالحکیم وکیل نگرنہسہ سے بیاہی تھیں سیدین
احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ کے ناتی تھے ایک صدر اعلیٰ
ہو کر مر گئے دوسرے ڈپٹی مجسٹریٹ ہو کر انتقال کر گئے دونوں
صاحب ملنسار برادر پرور تھے ان لوگوں کی تعلیم حیدرآباد
میں ہوئی پھر ولایت گئے دونوں بارسٹر تھے پھر ملازم ہو گئے
بعض نے پنشن بھی نہیں پایا از خود بوجہ علالت آپنے استعفا
دیدیا اور بعض ملازمت ہی میں مر گئے ان لوگوں کے انتقال
کو دو تین برس سے زیادہ نہیں گذرا ہے یہ لوگ سب صاحب
اولاد ہیں منشی عبدالحکیم کے بیٹے بھی ہیں اونکی دو لڑکیاں
مولوی یوسف حسین اونریری مجسٹریٹ کے دو لڑکوں سے بیاہی
ہیں محمد سعید اور اون کے بھائی سے شادی ہوئی ہے سیدین
کی شادی راقم کے اہتمام وانتظام سے لودی کٹرہ میں ہوئی تھی
پھر حافظ صاحب سکندر منزل میں چلے گئے غدر سے
ایک بڑا انقلاب روش زندگی میں ہر شخص کے پیدا ہو گیا اب
قرابت داری کا لطف جاتا رہا اب فقط ربط برادری باقی
ہے اور برادری تو ہمیشہ سے برابری پر تھی اور رہیگی امیر
وغریب سے برادری کیسی یہ پرانے لوگوں کا کام تھا کہ وہ اخوت

اور مساوات برتا کے اور خود ی الف جا پر جان تیج رہے
اب سیدین کی اولادین ہین اور وکیل صاحب کے اولاد
بھی ہین جو بعض تو راقم سے بہ حیثیت قرابت ناواقف ہین
اور راقم بھی بعض لڑکون کو نہین پہچان سکتا اب تو وہ زمانہ
ہے کہ جسے کچھ اقبال اور پیسے ہین وہی اہل قرابت مین ہے
اور جسے کچھ اعزاز ہے وہی سب کچھ ہے بناوٹ اور کھچاوٹ
کی ہے ادریان اور رشتے قائم کئے جاتے ہین بیس پشت پہلے کا
لگاؤ کھینچ کھینچ کر بتایا جاتا ہے اور قریب تر لوگون سے بے تعلق
رہتی ہے انقطاع برادری کا یہ نتیجہ ہے کہ آپس کی ہمدردی مین
فرق آگیا ورنہ راقم کو ظہیر بھائی کے مقدمے کا زمانہ یاد ہے
سارے لودیکڑہ کے عورت و مرد اس مقدمہ مین پریشان تھے
اور ہر طرح کے امداد مین موجود تھے افسوس ہے اگر شاد خان بہادر
زندہ ہوتے تو وہ بہترین گواہ ہوتے اونہون نے اوسوقت کی
ہمدردی اور بے چینی کو دیکھا تھا بعض عزیز تو اسوقت بھی زندہ
ہین جو اون ہمدردیون سے آگاہ ہین بنارس کے رہنے والے شیخ عبدالرحمان
ایک غریب تاجر دوست نے کیا کیا ہمدردیان جانی اور مالی
دیکھایا تھا اوسکا بیان فضول ہے اون کے بھانجے محمد لطیف
بھی اگر زندہ ہوتے جو ابھی تین چار برس گذرے مرے ہین لوگ اون سے

پوچھے فقط دوستی کا کیا اثر تھا اور ایک شیخ عبدالرحمٰن کے بدولت سارا بنارس ہمدرد ہو گیا تھا اور اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ بانچے ملنے والے دادا کے ملنے والوں اور دوستوں پر لوگ تمسخر کیا کرتے ہیں اونکو ایک بیکار شخص جانتے ہیں اسقدر آپس میں مغائرت برتی جاتی ہے۔ کہ خوددار غریب سے ملنا جلنا خود پسند نہیں کرنا اور مقابلے والے کو خود کسی کی کیا پرواہ ہے بس آمد رفت میں فرق آجاتا ہے۔ رسوائیاں میں کمی پیدا ہو کر آپس کے چند احباب کی ایک ایک چھوٹی چھوٹی جماعت جدا جدا ہو جاتی ہے اور قوم کی کمزوریاں نمایاں ہوتی ہیں اسلام نے اخوت و قرابت داریوں کے حقوق سے خاندان کے اور دیہاتیوں کے خاندان کے اور شہر والوں میں اسقدر استحفاظ قرار دیا ہے کہ واسطے درمے قدمے قلمے سخنے ایک دوسرے پر واری اور پروانہ تھا جب جاکر قومی مجمع ہر موقع پر نمایاں تھا مع سخت تاکید فقط تمدنی اور قومی مصالح کے رو سے بڑی تاکید کی گئی۔ اہل حقوق اور ذوی القربا کے بابت خدا نے مذہب اسلام میں قرآن پاک میں آیتیں اتاری ہیں۔ آپس میں قرابت والے اگر مغائرت برتیں گے تو خلاف حکم خدا ہے۔ مسلمانوں نے ترک اخوت کیا۔ اس لئے یہ کمزوریاں محسوس کرتے ہیں اور آیندہ کریں گے

ہے ۶۲ مولوی اظہر علی اور مولوی شیر علی ــــ راقم کے دادا اور مولوی نیاز علی

اور قاضی مظہر علی و مولوی افضل علی و مولوی امان علی و قاضی تبارک حسین
کے والد اور میر مبارک علی یہ سب لوگ چچیرے بھائی تھے
مولوی اظہر علی کے بیٹے مولوی لطف الرحمان تھے جن کے
بیٹے مولوی خلیل الرحمان تھے وہ بی۔اے تھے اور کلکتہ مین۔
ٹرنسلیٹر تھے اونکی شادی شیخ پورہ مین ہوئی تھی اونکے ایک
چھوٹے بھائی تھے وہ جوان مر گئے اونکا نام راقم کو خود یاد نہین
آتا میر لطف الرحمان کی اہلیہ ابھی مرین ہین جنکو موجودہ قرابت
کے لڑکون نے خود دیکھا ہوگا مولوی لطف الرحمان صاحب نے
بہت سادی زندگی گذارا ہمین سنا ہوگا مر گئے خلیل میاں بھی مر گئے
دوسرے لڑکے مولوی منظر علی تھے جو راقم کے حقیقی پھوپھا تھے
اونہون نے اپنی زندگی زیادہ تر زمینداری مین گذاری ان کی۔ اخراجات
مقدمہ مین بہت تھے زمینداری کرٹی تھی ان کو اتنی ہی فرصت
نہ ملی کہ وہ اپنی زندگی مین اپنا جداگانہ مکان بنا سکتین عمر بھر
اونہون نے اپنی زندگی اپنے بھانجے محمد عثمان ساکن فرید پور
کے مکان مین گذاران کیا جب وہ مکان گرا تو اپنے بھائی
براتی میاں کے مکان مین رہتے تھے اور یہین انتقال ہوا۔ انکا سن
بہت ہوا یہ قریب نوے کے مرے ان کے بیٹے مولوی سید ابو العاص
ہین جو مولوی ضمیر الدین صدر گلی کے لڑکی سے بیاہے گئے

وہ چند روز آنریری مجسٹریٹ بھی تھے اونکی لڑکی مسٹر نہال
بارسٹر ان کے خلیرے بھائی کے لڑکے مولوی منظور وکیل سے
بیاہی گئی۔ ان سے اور انکے داماد کے متروکہ کے بابت مقدمہ بازی
بھی ہونیکو تھی جو پیروئے تصفیہ سطے ہوا مولوی ابوالعاص کی
دوسری شادی مولوی غنی حیدر ولد میر مبارک حسین ساکن سرکچہ
کے لڑکی سے ہوئی اوس سے اولاد ہی تھے اس شادیمین
راقم خود سمدھی بنکر گیا تھا۔ بعد مرنے اس بی بی کے پھر جائداد
متروکہ دینا پڑا۔ اب پھر ایک شادی کوئلورمین بخاندان محمد
واسع صاحب ہوئی ہے اور مولوی امتیاز کریم وکیل ساکن
بربگہ ان کے اب ساڑھو ہین مولوی مظہر علے صاحب کا
قوی بہت ہی عمدہ عمارات کو وہ موم بتی جلاکر قرآن مجید
برابر روزمرہ تلاوت کرتے رہے اور خفیہ طور پر انکی خیرات
جاری رہی گاڑی گھوڑا بھی تھا ان کے خیالات بہت پرانے
ترکیب کے تھے آدمی بہت سادے وضع کے تھے انہون نے
کبھی انگریزی وضع کا کوئی لباس استعمال نہ کیا ان کے طرز
معاشرت مین کبھی کوئی اثر نئے زمانے کا نہین آیا بہت ہی پختہ
مزاج آدمی گذرے انہون نے دانا پور مین ایک شادی
بخاندان شاہ جلیل صاحب شاہ ٹولی مین ستر برس کے عمر کے

بعد کیا جس سے ان کی چند اولادین موجود ہین نمبر ے لڑکے
مولوی اظہر علی مرحوم کے مبر حبیب الرحمان تھے یہ بہت ہی
معقول یار باش ادمی گذرے یہ ہڈیان خوب جوڑتے تھے اور
مالش اعصاب اوپھوڑون کے بہترین طور پر کرتے تھے جب کبھی
کوئی مریض آیا اوس کو مطلقاً تکلیف بوقت مالش نہین ہوتی
تھی انہون نے اپنی زندگی دوستون مین گذاران کیا احبابون کے
پھندے مین آکر مخدرات مین مبتلا ہو گئے ظہیر بھائی سالار
پوروالے مقدمہ خون مین یہ بھی پھنس گئے تھے اوس مقدمہ
مین نیز دیگر ضرورتوں مین ان کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی
تھی یہ مولوی ظفر امام مغلپورہ کے بہن سے بیاہے ہوئے تھے
ان کے بیٹے ظہور میان ہین وہ بھی اپنے والد جیسی نیک طبیعت
رکھتے ہین اور موروثی جائداد پر اپنی اوقات گذاری بلا ضرر
گذارتے ہین ان کو فوٹو کا کام بہت خوب معلوم تھا اور مچھلی
کے شکار کا شوق رہا اُن کے اولاد تھے انکی ایک بہن تلہاڑہ
مین ایک رئیس سے بیاہی تہین شاید اون کا نام محمد وصی
یاد آتا ہے وہ صاحب اولاد تھے ایک بہن حنو میان مسٹر شریف
بارسٹر کے بڑے بھائی سے بیاہی تھین حنو میان کے والد
میر فضل حسین ــــ تھے جو مسٹر نور الہدیٰ صاحب کے بہنوئی تھے

مسٹر شریف کی پہلی شادی کالو خان کے باغ مین بخاندان
میر محمد کلیم صاحب ہوئی تھی غالباً امیر مرحوم کے لڑکی سے ہوئی ہو گی
دوسری شادی مولوی وجیہہ رجسٹرار ساکن کرا پر سرائے
کے یہان ہوئی تہی اس شادی سے سید نذر الحسن پسر اصغر
راقم کے سالے میر حبیب اللہ ولد شاہ عیدن صاحب چوریک
مسٹر شریف کے ساڑہو ہوتے ہین یہ لوگ صاحب اولاد ہین
مولوی اظہر علے مرحوم کی چند شادیان ہوئیں. ایک شادی
سے مولوی واعظ الحق لڑکے تھے عثمان میان فرید پور مولوی
اظہر علے کے نانی تھے عثمان میان کی بہن • مولوی نصیر مرحوم
ولد میر قادر شاہ فرید پوری کی بی بی تھین میر قادر علی کے
داماد مولوی آل احمد صاحب مرحوم تھے جن کے داماد شاہ لال
مرحوم تھے میر قادر علی راقم کے دادا مولوی شیر علے مرحوم کے
حقیقی بہائی تھے مولوی واعظ کے اولاد اور ان کے والدہ کی
اولاد مین ہنوز لوگ موجود ہین مجید مرحوم گیا انکے خاندان مین تھے
مسیح میان کرا پر سرائے مولوی اظہر علی کے خاندان کے نانی ہین مسیح میان
کی اولاد ہین محمد سعید داروغہ آبکاری ہین جو صاحب اولاد ہین اور
ڈاکٹر محمد وارث سول سرجن کے وہ داماد تھے ایک لڑکے کہین ملازم ہین جن کا نام راقم کو
نہین معلوم ہے ایک لڑکے خورشاہ مرحوم تھے جو شاہ صاحب ہو گئے تھے جوان ہی مر گئے وہ نیے وضع

کہ شاہ صاحب تھے پیری مریدی بھی کرتے تھے لاٹ صاحب کی پارٹیوں میں بھی شریک ہوتے کچھ بھی کہا
مرنے کے بعد عرس بھی ہوتا ہے اخباروں میں ان کا نام اور تحریریں بھی تھا بہت ہوشیار اور
گویا اور تیز آدمی تھے اور ان کا مزار کرائے پر سڑک میں ہے دھوم سے عرس ہوا کرتا ہے
مسیح میاں کی چند شادیاں ہوئیں ایک شادی ان کی دانا پور شاہ ٹولی میں ہوئی ہے ان سے
مسیح میاں کیل ہیں صفی پور میں فخر الدین وارث حسین اور میر قمر حسین کے خاندان میں ہاشم میاں
سے ان کی لڑکی بیاہی تھی میر شفاعت حسین سے ان قبل کی قرابتداری بھی ہے ہاشم میاں کے والد مولوی علی احمد
مسیح میاں کے والد غالباً میر اصغر حسین تھے ٹھیک نام یاد نہیں ہے اگر غلط ہے تو ورثا
معاف کر کے صحیح خبر دیں گے۔ مسیح میاں نے اپنی جائداد سب خراچی اور تعلیم اطفال میں صرف کیا
اولاد سب قابل نکلی اور لائق ہیں تو وہ آجتک آزاد طبیعت ہیں اور عمر بھر وہ آزاد
طبیعت رہے خوش اقبال آدمی ہیں اور مولوی وحید صاحب مرحوم اعلیٰ سر علی امام کے دادا
اور مسیح میاں ہم جد ہیں۔ مولوی اظہر علی کی اولاد میں میر براتی صاحب ایک بیٹے نگر نہسہ والی
بی بی سے تھے جو مولوی ابراہیم صاحب مگر نہسہ خاندان کی تھیں براتی میاں کی شادی راقم کے
پھوپھی زاد بہن سے ہوئی براتی میاں اور شاہ اقبال حسین کے والد شاہ جلال ساتھ ہو
تھے۔ مسٹر نہال اور مسٹر جمال بارسٹر ان کے بہن سے شادی ہوئی ان کی بہنوئی تھے
وہ مولوی علی حسین ساکن ویاؤ کے داماد تھے براتی میاں کی زندگی بڑی ہی
خودداری سے گذری انہوں نے اچھا کھایا اچھا پہنا غریبوں کے ساتھ سلوک
برتا اور ان کے یہاں جانے کا خرچہ ہا کرتا غریبوں کو رحم کی آنکھ سے دیکھا کبھی
بے ضرورت گھر سے باہر نہیں جاتے اور بے ضرر آدمی تھے امیروں سے کم ملا کرتے تھے

جوان ہی مر گئے ان کے دیکھنے والے اور صحبت میں رہنے والے ہنوز موجود ہیں مگر ایسے
روش زندگی کے آدمی لودیکڑہ میں نہیں رہے ویسی صحبت نہ رہی غربا
انکو بہت یاد کرتے ہیں ان کے بیٹے محمد ظفر ہیں تقسیم ترکہ کی وجہ کر مالی حالت
ویسی نہ رہی اور آپس کے کچھ جھگڑے رہے باپ کی سی زندگی گذار نہ سکے
پڑھے لکھے انگریزی داں آدمی ہیں گوشہ نشینی کے ساتھ باعزت اپنی اوقات
گذارتے ہیں۔ ان کی شادی کسی دیہات میں ہوئی ہے صاحب اولاد ہیں
ایک بہن انکی کسی وکیل سے بیاہی ہیں جن کا نام راقم کو نہیں معلوم ہے۔ براتی میاں
کی بہن میر لطیف حسین تحصیل دار ساکن شاہو بیگہ از خاندان دارو غہ فدا حسین
میر وحید الحق سے بیاہی تھیں جنہوں نے اپنا مکان جداگانہ
دوندی بازار کے موڑ پر متصل مکان حکیم محمد جان مرحوم حاجی عبد الحی
مرحوم ساکن پوناکسا سے خرید کر لیا اور وہیں مقیم رہیں۔ وحید
مرحوم کی لڑکی بہن صاحب کنگسیا ٹولہ سے بخاندان پیارے صاحب
مرحوم بیاہی گئی بہن صاحب کی لڑکی پورنیہ کی طرف بیاہی گئیں
ہیں۔ مولوی اظہر علی صاحب کی ایک لڑکی میر نثار حسین نگر نہسہ سے
بیاہی تھیں اون کی روشن زندگی بہت سادی تھی
ان سے سسرال والوں سے بابت متروکات بہت
لڑائیاں رہیں اس لیے ان کی زندگی میں ان کو
عافیت کم ملی مقدمہ بازی کی زندگی تو بد ترین متردد زندگی
گذرتی ہے۔ ان کو مکان تک درست کرنے کی فرصت نہ ملی۔ لڑکوں کی تعلیم

تو نہ تھی تب مقدمہ کا خرچہ خانداری وغیرہ وغیرہ کے علاوہ ان کو عیش و آرام کا
موقع نہ ملا بہت منظمانہ طور پر گذران اوقات کرتے ادھیڑ
ہو کر مر گئے ان کی اولاد ہے مولوی بشیر کے اسکول
میں نوکر تھے مولوی تھے اون کی اولاد میں آرزو میاں انتقال کر گئے اونکے
اور بھائی زندہ ہیں انوار میاں شرفو میاں اور ایک بھائی اور ہیں
جنکا نام راقم کو یاد نہیں آتا ہے یہ لوگ سب متروکات
سے آمدنی پر اوقات گذاری کرتے ہیں ان لوگوں سے
آمد و رفت کم ہے اس لئے زیادہ حال نہ مل سکا مولوی
نثار سے یہاں وہی میاں ولد مولوی غفور مرحوم راقم کی پھوپھو
زاد بھائی کے لڑکے اور مولوی ولی رجسٹرار کے بھائی کی
شادی ہوئی ہے وہ صاحب اولاد ہیں اسی خاندان میں ہیں ۔
محمد اسلم ولد مولوی ولی عالم برادر محمد اکرم راقم کی پھوپھو
زاد میاں کی شادی ہوئی ہے لڑکے محمد اجمل محمد افضل ہیں محمد اجمل و محمد افضل
کی شادیاں مولوی عبد الرحمن وکیل بانکی پور کے یہاں سے
ہوئی مولوی عبد الرحمان سر فخر الدین کے داماد ہیں محمد اسلم
محمد اکرم بھی مر گئے اونکا لڑکا ظفر عالم بی اے میں تھا وہ بھی جوان
ہی مر گئے ظفر عالم کی شادی محمد حافظ ساکن فیروزی کی
لڑکی سے ہوئی تھی ایک لڑکا محمد اکرام امیر عالم ہنوز
زندہ ہے ایک لڑکی مولوی اظہر علی کی نسبت جلال الدین

مرحوم ساکن مغلپورہ سے بیاہی تھین اونکے بیٹے ڈپٹی امام الدین تھے
اسی خاندان سے تعلقات قرابت داری قریب تر حاجی شبرانی
مرحوم کے اولادون سے بھی ہے میر جلال الدین مرحوم سے قرابت
داریان میر الفت حسین ساکن کمتولیہ سے بھی تھین سب لوگ
خوشحالی سے گذار گئے جو زندہ ہین وہ بھی سفید پوش ہین
کسی کے دست نگر نہین ہین

۶۳۔ قاضی مظہر علی کے بیٹے قاضی نظام الدین تھے

ان کی شادی قاضی نیاز علی ساکن مغلپورہ کے یہان ہوئی تھی اوس
شادی سے قاضی نجم الدین اور قاضی وجیہ الدین دو لڑکے
تھے قاضی نجم الدین کے بیٹے قاضی شمس الدین ہین انکی شادی
دربھنگہ کے علاقہ مین ہوئی ہے قاضی وجیہ الدین حافظ احمد شاہ
ساکن حاجی گنج کے داماد تھے یہ لاولد مر گئے اور جوان مرے
قاضی نظام الدین نے اپنی زندگی رندانہ گذاری آخر مین متقی
ہو گئے تھے قاضی نظام الدین نے اپنی جوانی اچھی طرح گذاری
اور بڑے عقلمند اور شوقین آدمی تھے محلہ والون سے بہت
رابطہ رہا بہت اخلاق مند تھے پھر یہ پھوپھیرہ خاندان شاہ علی حسین
مرید ہوئے خلیفہ ہوگئے شاہ صاحب ہو گئے اور حقیقتاً شاہ تمام
ہو گئے تا اور سیر تا ہو گئے اونھون نے بہت ایثار کیا آخر عمر مین
بہت تکلیف برداشت کیا۔ حج بھی کر لیا تھا مگر پیری مریدی مین

عروج دنیاوی نہین ہوا عبادت گذار آدمی گذرے قاضی وجیہ الدین سے
زندگی مختصر آمدنی پر گذری قاضی شمس الدین کے وقت مین
مکانات وغیرہ میدان ہو گیا آمدنی نہ تھی قاضی نجم الدین کے
یہان کوئی زیارت انکو حاجی مہدی صاحب کے خاندان سے
ملی جسکی زیارت وغیرہ بھی ربیع الاول مین یہ کرایا کرتے تھے
اپنے وقت مین مصطفےٰ بازار بھی لگاتے تھے اچھی وجاہت
انکی مالی حالت بھی خراب ہو گئی تھی آدمی بہت ہی خلیق تھے
اس عالم تکلیف مین بھی کوئی شخص بلا چائے ناشتہ کے
واپس نہین جاتا امیر وغریب سے برابر ملا کئے بہت کام کے
ہمدرد آدمی تھے ایک مسلمان کو جو فقیر دلی اور انکسار
چاہئے وہ اُن مین بزدر عبادت پیدا ہو گیا تھا ان کے چچا
میر امام الدین تھے وہ مولوی وحید صاحب صدر اعلےٰ
ساکن کرائے پرسرا کے داماد تھے اور نواب مولوی امداد امام
شمس العلما ساکن نیورہ کے بہنوئی تھے اونکے داماد مولوی و
رجسٹرار ساکن کرایپرسرا ہین جو صاحب اولاد ہین اور انکی اولاد
ذکور سب خوندہ ملے اونکے داماد سید بدر الحسن کے سالے میر حبیب اللہ
ولد شاہ عبیدن صاحب چوری چلک بہار ہین اور مسٹر شریف بھی
ایک داماد ہیں ایک حکیم صاحب مدرسہ میں مطب
کرتے تھے اون کا نام یاد نہیں ہے وہ بھی ایک داماد
تھے قاضی نجم الدین کے پھوپھا میر اظہار حسین مرحوم تھے

ان کو جعفرہ والوں سے قرابت تھی جعفرہ علاقہ گیا میں تعلقات
ہیں جائداد ہے ان کو حکیم مہدی صاحب ساکن جعفرہ سے بھی تعلقات
برادری کی تھی، راقم کی ساس سے بھی قرابت تھی میر صاحب کے
بیٹے مولوی لیاقت حسین ہیں یہ راقم کے ہم سبق تھے اور عربی راقم نے
اور اون نے خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں مولانا سید شاہ علی
امیر الحق قدس سرہٗ سے اور بھی بعض دیگر بزرگوں سے ساتھ پڑھا
پھر انگریزی میں مائنر تک دونوں نے ساتھ پڑھا گیا تھا ان کی شادی
حافظ سید احمد رضا سکندر نواز جنگ کے ماموں کے لڑکی سے
ہوئی اور اب وہ حیدرآباد ہی میں ساکن ہو گئے ہیں صاحب اولاد
ہیں یہ شادی پٹنہ میں ہوئی تھی یہ شادی اور سیدین مذکورین کی
شادی بیک وقت و بیک روز بہ اہتمام راقم ہوئی تھی اس کو اندازاً
چالیس برس کا گذرا ہوگا اس ۴۰ برس میں کیا کیا انقلاب ہو گیا اور
کئی پشتیں لوگوں نے دیکھا شادی کے بعد لڑکے جوان ہو کے ولایت گئے
پاس کیا ملازم سرکار ہوئے بیمار ہوئے مر گئے حافظ صاحب گئے
مولوی لیاقت حسین کے خسر گئے سیدین صاحب اولاد ہوئے
لڑکے لڑکیاں جوان ہو گئے شادیات ہوئی بعض صاحب اولاد ہیں
تحسین میاں بہادر کے بیٹے نظام میاں اسی خاندان سیدین میں بیاہے
گئے مولوی لیاقت حسین حیدرآباد میں ملازم رہے پنشن پا پاچ کو
گئے بوڑھے ہو گئے اور حیدرآباد ہی کے ساکن ہو گئے وہ شاہ حبیب الحق

سجادہ نشین منگل تالاب سے مرید ہوگئے اور بہت باخدا
اور نیک دل آدمی ہین اور کنبہ پرور ہین دنیا کا دستور ہے وطن
کی محبت کبھی کبھی جوش کرتی ہے دو چار برسون کے بعد یہ
آتے ہین اور قرابت والون سے مل جاتے ہن دنیا مین بیٹی کی
کم گھر آباد ہوتا ہے جدھر دیکھو اوسط آمدنی والے کی اولاد ذکور
سسرال ہی مین بس جاتی ہے اور آبائی مکان ویران ہو
جاتا ہے عورتون مین کیا کشش مقناطیسی ہے کہ وہ اپنے نیہر
کے طرف شوہرون کو کھینچ لیتی ہین کم گھر ہے جو اولاد ذکور سے
آباد پایا عمر بھر یہی دیکھتے آئے کہ شادی ہوئی اور بیٹے سسرال
باشی ہوگئے البتہ دولتمند لوگ بعض بعض آبائی مکان کو
آباد کر سکے ورنہ اوسط آمدنی والے اور غربا واکثر سسرال
باشی ہوا کئے ہزارون آدمی نظر سے گذر گئے یا سسرال مین یا
نانہیال مین ہین دادھیال سے لوگ اکثر بے تعلق ہو جاتے ہین
آبائی مکان ویران ہوگئے جدّی لوگ چھوٹ گئے غور کیجئے گا
تو آپ لوگون کو خود تجربہ ہوگا کم گھر پائیگا جہان جدّی مکان آباد
ہو سکے عورتون کے آبائی مکان آباد ہوا کئے اس سے پتہ چلتا ہے
کہ عورتین قوی الاثر ہوا کرتی ہین اور مرد اون کے زیر اثر ہو
جاتے ہین اولاد وغیرہ ہو جانے سے مرد محبت مین مجبور
ہو جاتے ہین عورتین ساس کی دباؤ کو پسند نہین کرتین اور

ساس مغایریت برتنے لگتی ہے نند سے بنا ؤ نہیں ہوتا
والدین لڑکیون سے زیادہ محبت رکھتے ہین بہوؤن کے
طرف رغبت کم رہتی ہے انہیں وجو بات سے لڑکیاں اپنے
نیہر کو مرجح رکھتی ہین اور مرد مجبور ہو کر جلائے وطن ہو جاتا
الغرض مولوی لیاقت حسین حیدر آباد ہی مین بس گئے
جدّی مکان مین جو نالہ پر واقع ہے تالا بند ہے اون کے
بھائی سکھو میاں جو لاولد مر گئے اونکی بی بی کبھی کبھی رہتی ہیں۔
سکھو مرحوم بہت نیک اور باخدا آدمی جوان ہی مر گئے
سکھو میان کی شادی ٹالی کناری مین غضنفر میان کے یہان
ہوئی تھی اسی خاندان مین شبلی میان بھی بیاہے ہین شبلی میان کے
والد حافظ محمد ابراہیم تھے وہ بھی بہت نیک آدمی تھے اونہوں نے بھی
اپنی زندگی سادی گذاردی اور لڑکون کو قرآن حفظ کرا تے رہے
اونکی شادی استھوا مین بخاندان نامدار شاہ ہوئی تھی نامدار شاہ کے
لڑکے بھی اسی خاندان شبلی میان مین بیاہے ہین ڈاکٹر عبد الکریم بھی
اسی خاندان مین بیاہے ہین ڈاکٹر صاحب ڈپٹی عبد الصمد صاحب کے
بھائی ہین نامدار شاہ کی شادی غازی آباد مین ہوئی تھی شبلی میاں کی
وقت مین جائداد نقصان ہو گئے سکھو میان کے وقت مین
اوقات اچھی طرح انتظام گذاری اب یہ گھر اچھی حالت مین نہیں
نیہران خاندان مین موقع تکلیف کا دکھائی دیتا ہے اگر کوئی
لڑکا ادھا گر تو خیر ورنہ مصیبت کا سامنا دکھائی دیگا۔

اس خاندان میں صرف مولوی لیاقت حسین کی زندگی بھر کا سامان پنشن موجود ہے اور جائیداد بھی بچی ہوئی ہے قاضی مظہر علی کا مکان اب کھد گیا اور تمام اثاث البیت خراب ہو گئے بہت اسباب قاضی نجم الدین کے پاس تھا قاضی صاحب عجیب با اخلاق اور عام لوگوں کے محسن تھے

۶۳ میر الطاف علی بڑتلے یہ ایک اوسط درجہ کے آمدنی والے رئیس تھے بہت نیک آدمی تھے اور سادی زندگی دیہاتی روش کی گذار گئے ان کو خانقاہ عمادیہ میں راقم کے نانا قدس سرہٗ سے بیعت تھی اور بہت آمد رفت تھے انکی ایک ہمشیرہ تھیں جن کے اولاد اناث تھی اونکے داماد مولوی مظہر امام تھے یہ گیا ضلع کے رہنے والے قابل آمدنی کے آدمی تھے بعد شادی کے اونہوں نے انگریزی حاصل کیا اور گیا میں وکیل بھی ہوئے گیا میں وکلا کیلئے اچھا میدان کھلا ہوا تھا ہستامئی و انندو بھی رہ گیا میں ٹیکاری راج اور دیو مونگا و چند دیگر راج ہیں زمینداریاں بہت بھاری بھاری راجپوتوں کے اور مسلمانوں کی ہیں وہاں وکلا کو جلد فروغ ہو جاتا ہے مولوی مظہر امام نے خوب کمایا اور اچھی عزت حاصل کیا اور ایک بڑی کنبہ پروری کیا اور اچھی خاصی آمدنی جائداد حاصل کر کے انتقال کر گئے اندازی ۲۵ برسوں سے۔

زیادہ گذرا ہوگا اوس کے دیکھنے والے ہنوز بعض بعض
موجود ہین اون کے دو بیٹے ہنوز گیا مین موجود ہین بڑھ خاندان
خان بہادر میر ابو صالح بیاہے گئے بعض بیرسٹر ہین ایک
دیوا مین فقیری پسند ہو کر رہتے ہین دوسرے لڑکے جا تعداد
دیکھتے ہین اور گیا مین نام ور رئیسون مین شمار کیے جاتے ہین
نام تو راقم کو یاد نہین آیا گو اس خاندان سے بہت ربط تھا
مگر آمد و رفت ایسا بالکل نہ تھی اسلئے نام تک نہین معلوم ہوا
میر الطاف علی کا مزار پھلواری مین درگاہ میان صاحب کے
احاطہ مین ہے ان کے بیٹے فضاو میان تھے جن سے راقم سے
بہت ربط تھا وہ بعد نماز صبح روز آتے اور چوسر چلتی دو
ایک بازی کے بعد وہ خانقاہ چلے جاتے بڑے گورے خوبصورت
آدمی تھے اور بہت نیک منکسر ملنسار تھے وہ بھی جوان ہی
مر گئے اُن کے بیٹے خان بہادر ڈاکٹر سید حسن ہین جو پٹنہ
ہسپتال مین ڈاکٹر ہین اور فن جراحی مین اچھے ڈاکٹر مشہور ہین
وہ بھی صاحب اولاد ہین دوسرے لڑکے میر الطاف علی کے
شکور میان تھے یہ بھی بہت نیک مزاج آدمی تھے یہ لوگون سے
کم ملا کرتے تھے اور بہت استقلال سے اپنی زندگی آرام سے
گذار گئے ۱۹۲۹ء مین اون کا انتقال ہوا یہ پچاس سے اوپر
سن پا کر مرے ہین انکی شادی چچازاد ڈاکٹر محمد اسحاق

علاقہ نوادہ ضلع گیا کے طرف ہوئی اون کے داماد مولوی رؤف صاحب
وکیل ہین اب ان کا مکان مولوی عبدالرؤف صاحب کے وجعفر
آباد بیت لودی کٹرہ والون سے اکثر گھرون سے قرابت دار یان
ہین اب اس خاندان سے آمدرفت ہم لوگون سے بالکل کم ہے
پرانے لوگ مرے پرانی بات گئی۔

۶۵ شاہ محمد منعم ۔ کے والد بہت عزیب آدمی تھے ۔
اور میر الطاف علی مرحوم ساکن بڑتل کے بغل میں ان کا مکان تھا
ذوالفقار علی نام تھا اسی جگہ پر لوگ راسخ مرحوم شاعر کا مزار
بتاتے ہین اور یہیں پر عمر دراز رئیس کا مکان تھا یہیں پر ۔
آغا حیدر علی رئیس کا مکان تھا شاہ منعم صاحب نے بڑی
ترقی کیا پڑھ لکھ کر انہون نے صرف کار پردازی سے یہ مطلق انگریزی
نہین جانتے تھے صرف اردو فارسی جانتے تھے ان کو
اللہ نے اقبال دیا خوب کمایا یہ بدربار منشی محمد امیر و میر علی
امیر نواب الطاف حسین خان مختار مقرر تھے انہون نے
اپنے عقل کے زور سے اتنا کمایا کہ اچھے خاصی آمدنی سے جائداد
وکافی مال لوگون کے لیے چھوڑا مکان بھی پختہ بنایا مالکون کو خوش
بھی رکھا سب کے دربار مین ممدوح رہے اور سب نے مرتے
دم تک ان کو پناہ دیا ان مین چند صفت تھی معاملہ فہمی لکھت پڑھت
وثائق خوب لکھتے تھے قانونی سمجھ بہت تھی متعین دماغ تھا یہ خرابی

بات تھی اوسوقت کے وکلا انکی عرضی نالش و بیان تحریری کو مان لیتے
تھے اور سیر سے بادیانت تھے اپنے حقوق مالکوں سے علم سے لیا کرتے تھے انکو اولاد ذکور
نہ تھی اولاد اناث دو اولاد موجود ہیں بعض لڑکیاں نیوڑہ میں بیاہی ہیں تراب میاں کرہ
اسی خاندان میں بیاہی گئے اور بعض لڑکیاں دہلی میر علی وکیل باڑہ گلی کے خاندان میں بیاہی گئی بعض
ان کے بھائی مولوی جامع فکبر و میاں تھے جنکی تصویر ہم لوگوں نے کھینچی تھی وہ مولوی یوسف حسین
اونریری مجسٹریٹ کے البم میں بھی اندر ہوگی نشاد منعم ہوئے
ہوکر مرے ہیں غالباً پندرہ بیس برس ہوا ہوگا ان کے دیکھنے والے
بہت سے ہنوز زندہ ہیں بالکل ہندوستانی وضع تھی اور بہت ہی
سادہ روش کی زندگی گذار گئے بہت منتظم دماغ پایا تھا جس
دربار میں رہے وہاں بھی انتظام اچھا کیا ان کے دماغ میں انتظامی قو
فطری تھا آمدنی کی طرف توجہ بہت کرتے اسراف بے جا وغیرہ
ضروری کو روکا کرتے تھے اسی نے انکی مالی حالت کو ترقی دیا
نماز روزہ کے پابند تھے میاں جی کرنے والے بھی اقبال مند
ہو گئے ہیں اقبال علم پر موقوف نہیں ہے متمول ہونے کے لئے
انگریزی ضروری نہیں ہے دولت و عزت تقدیری بات ہے۔
نمبر ۶۶ آغا حیدر علی۔ بڑے رئیس کا مکان بہن پر تھا
وہ نامی گذرے وہ ستار خوب بجاتے تھے راقم نے ان کو
اپنے صغر سنی میں دیکھا ان کی صورت تو یاد ہے بہت وجیہ
آدمی تھے مگر موقع دریافت حالات کا نہ ملا اگر انکے بیٹے پیارے

نواب صاحب سے تو بہت بڑھا ہوا اوس وقت کے رئیسون مین
انکا شمار بہترین خوبصورتون مین تھا اور بڑے جامہ زیب تھے
ظاہری وجاہت بہت تھی مردانہ روش کے خوبصورتی تھی آج کل کے
نوجوانون کے طرح زنانہ پن کا نکھار بناو سنگار نہ تھا جتنا کام تھا تھے
مردانہ وار تھا ڈنڈ مگدر کشتی بیٹھک لکڑی الاٹھی گدکا سب جانتے
خاصے پہلوان آدمی تھے آدمی بڑے سخی کھانے کھلانے کا بڑا شوق
کارخانہ کل مردانہ مین رہا یہ برابر ملازمون کے ذریعہ سے آرام
اوٹھاتے رہے دو چار آدمی ہمیشہ انکے ساتھ رہتے آغا صاحب
کے بعد اکثر مدود آباد محی الدین نگر کے قریب اپنے نفیس مکان
نفیس باغ بر سر سڑک بے ضرورت نہ کوئی آتا نہ جاتا دو چار ملازم
کے ساتھ رہتے بہت عافیت کی زندگی باسلیقہ گذار گئے مذہب کے
پابند مگر متعصب نہین سنی لوگون سے بڑا ربط انکی مجمع مین کبھی
مذہبی گفتگو نہ ہے افیونیون کا جمگھٹا رہتا تھا مگر حقہ مین بیٹھے تھے سب
مجمع پاک رہا بیٹھے رہتے مگر ملازمون کی ہمت نہ تھی کہ بغیر بلائے
اون کے پاس اجائین مساوات کا یہ نقشہ تھا کہ جو کھائین وہ سب
نوکرون کو برابر کھلائین اور ساتھ کے بیٹھنے والون ملازمون کو
دسترخوان پر ساتھ کھلاتے رہے اس اخلاق سے لوگ انکی جان
دادہ رہے اور بیماری وغیرہ مین ان کی بڑی خدمت ہوا کے
مدتون مظفرپور مین رہے آمدنی بہت کافی تھی مظفرپور میں

بہت خرچ بھی کیا کچھ جائداد نقصان بھی ہوئی تاہم کافی آمدنی
چھوڑ کر مرے۔ ایک امام باڑہ حاجی گنج میں
اِن کی تولیت میں بھی تھا اپنی زندگی میں
آباد رکھے ہوئے تھے مجالس بھی ہوا کرتی تھی ان کے قرابت داربان
مظفر پور میں بھی بعض ان کے بیٹے باقر حسین ہیں وہ اب اس محلے سے
تعلق نہیں رکھتے مکانات وغیرہ مولوی احمد صاحب وکیل کے ہاتھ
فروخت کر دیا وہ اکثر لکھنو میں رہتے ہیں غالباً وہاں شادی کر لی ہے
مدود آباد بھی اب وہ مدود آباد نہیں ہے آمد رفت بالکل نہیں
اس لئے زیادہ حال نہیں لکھ سکتا وہ چار برس پر کہیں کہیں ملاقات
ہو جاتی ہے یہ لڑکے بھی باپ کے فوٹو سے اور مزاج بھی قریب
قریب ویسا ہی تھا مگر جوانی ہے اس لئے بوڑھوں سے ملنا بہ
بہ تقاضائے سن سب دستور ہے بیچارے نواب صاحب کا انتقال حال ہی ہوا اندازی
دس برس ہوا ہوگا اس محلے سے آغا صاحب کا نام مٹ گیا مکان ویران ہو گیا
۶۷ خواجہ جلیون ایک بزرگ کشمیری کوٹھی میں تھے
غالباً جہاں تک یاد آتا ہے اسی خاندان کے خواجہ مظہر حسن خواجہ اظہر حسن تھے یہ دونوں بھائی
بہت حسین تھے خواجہ مظہر حسن سیری پاس تھے اور خواجہ اظہر حسن زمینداری پر اوقات گذار گئے یہ
دونوں بھائی پچاس برس کا بھی سن نہ پاسکے اپنے اپنے زندگی اچھی گذار گئے
ان لوگوں کو مالی تکلیف نہ ہو سکی خواجہ مظہر تو بہت ہی نیک بے ضرر

آدمی گذرے خواجہ اظہر نے رندانہ عیش خوب کیا اسی خاندان کے
مہدی نواب صاحب ہنوز زندہ ہین ان کے وقت مین جائداد کا
نقصان ہوا یہ غالباً اون لوگون سے بھانجے ہین اور پیر میان
ولد ناظر ہادی علی خان ساکن نون گولہ کے لڑکے ہین اسی خاندان سے
ایک صاحب اصغر حسین بھی تھے ان لوگون کا مقبرہ کنٹمری کوٹھی
مین موجود ہے اور بعض قبرین ان لوگون کے قرابت والون کی خان بہادر
مولوی معین الدین کے پھاٹک کے باہر ایک چبوترہ پر تھی اب وہ غیر
نمایان ہوتی جاتی ہے ورثا مرنے کے بعد مورثون سے بالکل بے تعلق
ہوجاتے ہین جو مرا وہ مرا جو رہا اپنے مزے مین پھنسا ورثا سے
کیا امید وفا ہے —

۶۸۲ — حاجی اسمٰعیل ایک دیہات کے رہنے والے ہین —
اونھون نے وزیر میان کے کٹرے مین بنئے کی دوکان لے لی ہے انھون نے
اپنے تجارت کی کمائی سے اور بنئے کے دوکان کی بدولت حج بھی کرلیا
اور ہوشیار آدمی ہین دوسرا حج بدل کا مولوی عبد السبحان مرحوم
کے طرف سے اُن کے بیٹے چھیدی میان نے ان سے ادا کرایا ان کی
لائف سے یہ پتہ چلا کہ آدمی چھوٹی تجارت سے بھی ترقی
کرسکتا ہے اور ترکاری فروش کی دوکان گو بظاہر بہت معیوب
دکھائی دیتی ہے اور مسلمان اسکو حقارت سے دیکھتے ہین
مگر اس کام مین بڑی برکت ہے بنئے چند ہی دن مین سیٹھ ہوجاتے ہین

اسمیں استقلال اور محنت کی ضرورت ہے برکت کیوجہ یہ ہے کہ دو چار کم
والے خریداروں کا کام چلا کرتا ہے ان کچہری فروشوں کے محنت کے
بدولت غریباؤں کو بہت آرام ہوتا ہے اون کی ضرورتیں رفع ہوتی ہیں
اس لئے خدا ان لوگوں کو برکت دیتا ہے اور انکی محنت کا صلہ دیتا ہے دن بھر میں
ایک ایک کو کروں پر پچاسوں دفعہ اوٹھنا بیٹھنا تولنا پڑتا ہے اور کوڑی کوڑی نفع ہوتا ہے بنیا خود بھی
کوئی بھی کھاتہ نہیں لکھتا مگر خدا کے بھروسے پر تجارت ہے حساب و کتاب نفع و نقصان
جانچنے کا کوئی سامان نہیں مگر تقدیر کی کھیل ہے اگر خریدار صاحب
ایمان ہوں اور روپے ادھار میں پھنس نہ جائیں تو ہر گز بنئے کو نقصان
نہیں ہوتا چوہے چونٹی چونٹے بیسرے کیڑے اور کتنے جانوروں کی
خوراک ان بنیوں کے بدولت بلا معاوضہ مہیا ہوتی ہے جس کے بدلے میں
خدا کسقدر دیتا ہے اور برکت دیکھاتا ہے ایماندار کچڑی فروشوں کو بدحال کبھی دیکھا
نہیں گیا جس نے بے ایمانی کی تجارت کی نیت میں بل آیا اور تاس ہوا
تجربہ تو ایسا ہی ہوا کیا ہے جن بنئے نے تول میں مول میں جنس میں
فرق ڈالا گاہک ہٹتے گئے اور تجارت خراب ہوتی گئی جتنے تجار فیل ہوا
کرتے ہیں وہ صرف اون کی نیت کا پھل ہے کوئی بے وجہ فیل
نہیں ہوتا تجارت کی تاکید مذہب نے کی ہے مذہب
کوئی مضر بات نہیں بتاتا ہے ۔

۶۹۷ میان خان ایک معقول آدمی اودبکٹرہ میں گذرے ہیں
یہ بہت ہنس مکھ پر مذاق تھے انکی زندگی میں ان سے کسی کو ایذا نہیں پہونچی

انکا شاکی کسی کو نہین یا یان کو مختصر سی آمدنی تھی اور بادشاہ نواب صاحب
کے دربار مین کچھہ مواضعات ٹھیکہ کے تھے اوس سے ان کو کچھہ منافع
بچنا تھا اپنی زندگی بہت ازادی اور آرام سے گذار گئے انکے
بڑے لڑکے نواب خان پولس مین سب انسپکٹر ہین غفور خان
شاہ واجد حسین درگاہ شاہ ارزان کی لڑکی سے بیاہے گئے
دھمو میان چھوٹے لڑکے میونسپلٹی مین ملازم ہین غفور خان میونسپل
کمشنر چند دفعہ مقرر ہوے محمد واعظ مختار سے ان کی قرابت خاص تھی
محمد واعظ مختار جوانی مین بہت یار باش آدمی تھے اور پر لطف
زندگی گذاری رئیسون سے اون سے بڑا ربط تھا اچھا کماتے رہے اچھا کھاتے رہے
ابھ ان کی صحت خراب ہو گئے ضعف سے معذور ہو گئے ہین چلنا پھرنا
دشوار ہو گیا ہے یہ راقم کے ہم سن ہونگے میان خان پچاس
برس کے اندر ہی مر گئے ان سے اکثر لوگون سے مذاق ہوا کرتا تھا
چونکہ بے ضرر زندگی تھی ان کے مرنے کا دوستون کو اور غیر لوگون کو
بھی افسوس ہوا یہ مغلپورہ مین قاضی نجم الدین مرحوم کے مقبرہ مین
مدفون ہین ان کے بغل مین محمد سعید مرحوم ساکن بیتیا جو راقم کے سالے
ہوتے تھے مدفون ہین ان لوگون کے مرے ہوئے پندرہ برس
گذرا ہوگا اون کے دیکھنے والے ہنوز موجود ہین میان خان کے خاندان سے
مسٹر ظہور صدر علی برادر ڈاکٹر بشیر سے قرابت خاص ہے
مسٹر ظہور پنشن پاتے ہین اور مہندرو مین رہتے ہین۔

بہت بابو کنہیا لال۔ اگروالے سونار ٹولی مین رہتے
ان کا کاروبار زیور بنوانے کا تھا شادیات مین دور دور کے
لوگ یہان آتے اور زیور انکی معرفت بنواتے اور کچھ تبرکیہ
دار چیزون کو بھی یہ فروخت کرتے رہتے یہ آدمی اگرواون مین
بہت نیک اور خدا رسیدہ تھے ان کو مسلمانون سے بہت ربط
اور مسلمانون سے ان کے کاربار بہت رہتے بادیانت آدمی تھے
اس لیئے ان کو فروغ تھا ان پر لوگون کا اعتبار تھا مدتون یہ مشیر
اسلام پور اسٹیٹ رہتے وبدبار چودھری واحد علی مرحوم وچودھری
ظہور مرحوم جو ایک نامی اور مشہور متمول دربار تھا اونکے یہان
کل کاربار دیکھتے رہتے بعد مرنے چودھری ظہور صاحب
انہون نے کام چھوڑ دیا اور گوشہ نشین ہو گئے
اوس دربار سے اچھی خاصی تنخواہ ان کو برابر ملا کی
انہون نے اپنی بستی اچھی بنالی تھی گوشہ نشینی
کے وقت ان کا شغل کلام مجید سے رہا اور تسبیح
پڑھا کرتے تھے لوگون سے بے ضرورت ملنا بھی
چھوڑ دیا تھا وہ آخر عمر مین بنارس چلے گئے
اور کاشی باشی ہو گئے مرنے کے وقت وصیت کی
کہ سنیاسی ہین لاش اونکی جلائے نہ جاوے
بلکہ صندوق مین رکھکر بیچ دریا مین چھوڑ دی جاے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

بابو ہیرا لال میونسپل کمشنر ہیں راقم نے ساتھ ساتھ پبلک میں قدم رکھا
تھا اور میٹی اسکول میں ہم سبق تھے اس خاندان سے راقم کو ذاتی ربط رہا
و اس خاندان والوں کو راقم کے نانا قدس سرہ خانقاہ منگل تالاب سے عقیدت
مندی کے ساتھ ربط رہا کیا ان کے تین لڑکے تھے ایک کا نام یاد نہیں ہے وہ جوانی
ہی میں قضا کر گئے دوسرے بابو مہادیو پرشاد ڈپٹی کے یہاں مظفرپور میں بیاہے تھے
وہ مظفرپور ہی میں جا بسے بابو ہیرا لال بڑے لڑکے ہو بہو باپ کے انداز چلتے
ہیں وہی روزگار اپنے والد کے یادگار ہیں ان کو بھی شوق میونسپلٹی کا ہے
چنانچہ ان سے زیادہ پرانا کوئی میونسپل کمشنر پٹنہ کا نہیں ہے دونوں گروہ
ہندو اور مسلمان میں ممدوح ہیں ان کی فطرت احسان کی ہے رات
دن لوگوں کی خدمت کرکے ہر کس و ناکس کو مشکور بنانے کی کوشش
میں رہتے ہیں یہ بہت مفید قومی آدمی ہیں اور بالکل بے تعصب ہیں ہر میونسپل
کمشنر کا خرچ الکشن میں ہوا کرتا ہے تیس برس سے یہ بلا خرچ ہر سال
ہوتے ہیں اور سیکڑوں کا کام لوگوں کا نکالتے ہیں اسپتال کے ممبر و
سکریٹری تو مدت سے ہیں اور منگل تالاب کے باغ کے کام ان کے
سپرد رہے جب تک باغ ان کے ہاتھ میں تھا بہت اچھا رہا راقم کے بعد یہ
باغ ان کے ہاتھ میں مدتوں رہا خوب آباد تھا اس میں بڑا اچھا لیمپ نیا [illegible]
سال میں ایک دفعہ ہر کام کا جھنڈ کوٹھی سیر کرنے چلتا تھا جب سے ان کے ہاتھ سے گیا اب تو مویشیوں کا
چراگاہ و دھوبیوں کا گھاٹ ہو گیا سور چرنے لگے سڑکیں خراب ہو گئیں روشیں ٹوٹ پھوٹ
گئیں لڑکوں کے فٹ بال کا میدان ہو گیا مگر کرا دو عمارت تو ساخت

ہو گیا مگر بابو ہیرا لال کے استقلال کی تعریف ہے وہ راقم کے ہم سن اور ہم
سبق تھے مگر تیس برس سے اب تک پبلک کاموں میں دلچسپی لے رہے ہیں
اور یہ لطف اونکی دل سے نہ ہٹ سکا یہی اونکا شغل ہے یہی دلبستگی ہے یہی
کام ہے ان کا وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے اور آمد و رفت میں
اپنا کرایہ بھی صرف کرتے ہیں اور ہر ایک پبلک کام میں ان کو پوری
دلچسپی ہے دونوں کے وقت بلا تعصب گذر رہے اپنے گروہ کے
خلاف بھی ووٹ دیا کرتے ہیں میونسپلٹی میں ان سے زیادہ خیر اندیش
کوئی نہیں ہے جو قوم کی بھلائی پر جان دیتا ہو ان کو اس کا ایک خاص
مذاق ہے قوم نے تو ضرور قدر دانی کی کہ ہر الکشن میں باوجود مزاحمت پر
برابر کامیاب ہو جاتے ہیں مگر تیس برس کے اندر ان کے کاموں کا صلہ گورنمنٹ
سے کچھ نہ ملا ان کے سامنے کتنے خطاب یافتہ ہو گئے مگر ان کو نہ ملنا تھا
نہ مل سکا حالانکہ یہ میدان میں موجود تھے دو ہی آدمی محروم الخطاب ہو کر
رہ گئے ایک تو میں خود جس نے بہت پبلک خدمات کی مگر کوئی نتیجہ خیز صلہ نہ ملا
بھلا میں تو ان کاموں سے بہت دور ہو گیا میں نے اس راہ
ہی کو چھوڑ دیا اس راہ کے لئے جو جو ضرورتیں تھیں ان کو میں پورا
نہ کر سکا مگر بابو صاحب نے اس راہ میں جو جو ضرورتیں تھیں سب کو ادا کر کے ان کاموں سے
وابستہ رہے گو گورنمنٹ نے بھی کبھی کبھی ان کی تعریف بعض بعض موقع پر
فرمایا مگر کوئی نتیجہ محنت کا ان کو گورنمنٹ سے نہ مل سکا راقم کے سامنے
سیکڑوں خطاب یافتہ ہو گئے بابو ہیرا لال کے

لایف میں بجز نفع رسانی کی راقم کے علم میں کوئی ضرر رسانی کا مادہ
دکھایا نہ گیا مگر قدر دانی نہ کی گئی یہ فقط دولت کی کمی کا باعث
ہے مگر یہ کیا کم خوشی کی بات ہے کہ قوم میں اتنا تو حس پیدا ہو گیا ہے کہ کام
کرنے والوں کے اب وہ قدر کرنے لگے ہیں جہاں پیسے خرچ کر کے
لوگ جیتنے جاتے ہیں وہاں یہ بے پیسے ہر الکشن میں ضرور جیت جاتے ہیں
تو یہ حس کا پتہ ضرور چلتا ہے ان کے ممدوح ہونے سے پتہ ملتا ہے کہ جو خدمت
کرے گا نفع رسان ہوگا وہ ممدوح خلایق ضرور ہوگا اس کے خدمت کا
صلہ اوسکی قدر رسان ہے وہ ان کو ملا کرتا ہے ان کی لایف اور ہستی
بے ضرورت اور بیکار نہیں ہے یہ زندہ مثال ہیں کہ بے تعصبی سے کام پبلک کا انجام
دیتے ہیں اور پھر اپنی گروہ کے اندر ہیں اور اون کے لیے بھی مضر نہیں ہیں قومی
دشمنوں میں یہ اپنے کو جدا رکھتے ہیں۔

حکیم نصیر صاحب کا تذکرہ علما اور حکما کے ساتھ مختصر ہے
اسلئے بیان مفصل لکھنا ضرور ہے یہ حکیم عبدالحمید صاحب قریب رشتہ
دار بھائی تھے ان لوگوں کا اصل وطن صادق پور میں تھا حکیم صاحب
حکیم حاذق تھے اور عالم تھے اور صابر و شاکر اور عابد و زاہد بھی
تھے ان کے علم کی قدر دانی تھی یہ طبی کانفرنس کے وقت
جب حکیم اجمل خاں صاحب دہلی تشریف لائے تو صرف حکیم صاحب کے مطب میں ملنے
آئے اور کسی طبیب کے یہاں وہ نہیں گئے نہ کھانا قبول فرمایا اور کسی کے
یہاں نہ گئے نہ دعوت قبول کی ان سے صادق پور والوں سے قرابت

خاص ہی یہ لوگ ہم جد ہیں وہ بہت بوڑھے ہو کر مرے اندازی دس
برس گذرا ہو گا ان کا انتقال ہوا ہے ان کے بیٹے حکیم نظیر الدین عرف
حکیم بچے اس وقت طبیب شہر ہیں ان میں بعض صفت خاص ہے جو شہر
میں کم لوگوں میں ہے یہ وضع کے پختہ ہیں دوستی کے پختہ ہیں پرانی
روش کی چلن ہے اور خیالات نو رکھتے ہیں رہائش اب تو دہ
ہے اور مزاج ایشیائی ہے اور انگریزی نہیں جانتے مگر گھر
میں لڑکے بچے اہل قرابت سب انگریزی تعلیم یافتہ ہیں مگر ان لوگوں پر
لباس کا تو زمانے کے رفتار سے اثر ضرور پڑا ہے مگر تہذیب کا اور تربیت کا حکیم
صاحب کا اثر زمانہ کے رفتار و کرنٹ کے خلاف دلوں میں پہونچ
رہا ہے یہ بڑی تاثیر ہے کہ ہندوستانیت سے مزاج کا کوئی باہر نہیں ہو
سکا ان کا دماغ مدبر ہے جس سے خاندان کے لڑکوں پر پوری
جبروتیت جما رکھا ہے جس کسی سے جس وضع سے ابتدا سے ملتے آئے ہیں
انہیں فرق نہیں آتا جہاں ایکدفعہ نفس ملا عمر بھر لیں گے اور جہاں ایکدفعہ نہ ملا عمر
بھر نہیں لیں گے آمدنی وافر ہے پریکٹس اچھی ہے مکان عمدہ بنایا -
تقریر میں لاجواب کیا جانا ہے ادب میں بدیہی دل شریف بے نیاز ہیں چھچھوری طبیعت کے آدمی نہیں
ہیں انکو پیر کی اور مقدر پروا نہیں ہے البتہ آدمی کی قدر کرتے ہیں اور آدمیت کی قدر
کرتے ہوئے انسانیت برتتے ہیں ہمدردی کا مادہ ہے کنبہ پرور ہی بہت ہے
اعزاز دنیا دی ہی محمود خلائق بھی ہیں عافیت کی زندگی گذارتے ہیں
موٹر بھی ہے نوکر چاکر بھی ہیں منتظم بھی ہیں بے جا بے موقع صرف

نہیں ہے کارخانہ بند صاہوا ہے موقع وقت بھی دیکھتے ہیں وقت پڑے دم
کی پروا نہیں کرتے موقع پر خرچ بھی کر دیتے ہیں ان کو پانچ چار
گھروں سے خاص دلی تعلق ہے راقم کے ساتھ پورا خلوص خاندانی برتتے ہیں
اور ذاتی طور پر مجھے بہت دوست رکھتے ہیں خانقاہ متصل بالا کے سجادہ نشین
کی خدمت کرتے ہیں ان کو دوستی اور کنبہ والوں کا بہت خیال و لحاظ ہے تمام
قریب تر کنبہ والوں کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا سب کو نوکریاں دلوائیں
سب کی روش زندگی درست کر دی اپنے قریب تر رشتہ داروں کی
اولادوں کی شادیاں ان کے ذریعہ او خرچ سے کر گئے ان کو عربی کا علم
بھی ہے یہ مذہب کے پکے حنفی ہیں اور عقیدہ دنیا کا ابائی نہیں ہے ان کے
تمام بزرگان غیر مقلد تھے نماز روزہ کے پابند ہیں صوفیائے کرام کے
معتقد ہیں یہ گدی شاہ گھسیٹا صاحب تکیہ پر کے خالص دوست ہیں تمام تقریبوں
اور اعراس میں باوجود ہجوم کار کے شریک ہو کرتے ہیں ہر غریب امیر کے یہاں
تقریبوں میں ضرور شرکت دیتے ہیں جہاں تک ان سے ممکن ہے اسلامی اخوت برتتے ہیں اچھے
والد کے ایسے نمونہ ہیں اور محمد عمر خلائق میں بنا فرزند میاں ان کو چندی ٹو
دیوان محلہ کے خاندان سے بہت ربط ہے ان کی شادی لوادہ میں ہوئی ہے خسرو نور
لوادہ میں شاہ ریاض صاحب کے مکان کی بغل میں ان کی سسرال ہے ان کے لڑکے قطبی یہاں ہیں
جو لوہے پڑھتے ہیں لڑکی شادی بخاندان شمس العلماء مولوی جلال الدین وکیل ساکن موچی
پورہ کے یہاں مولوی وصی الدین کی لڑکی سے ہوئی ہے اکثر
بھانجے محمد رفیع ولد رفعت حسین کی شادی

باغ کا لوخاندان میں میر اصغر حسین مرحوم نیجبر کی لڑکی سے ہوئی ہے اصغر مرحوم
بھوٹان میں ملازم تھے اور اچھا کماتے تھے محمد رفیع پٹنہ یونیورسٹی میں ملازم ہیں
محمد رفعت حسین طبابت کرتے تھے اونکے بھائی عالم گنج میں رہتے تھے اور
پٹنہ ٹریجوری میں ملازم تھے اب وہ کلکتہ کے طرف رہتے ہیں محمد رفیع کی بھائی
کی شادی نظیر میاں ساکن نون گولہ کے خاندان میں غالبًا نصیر میاں کے
لڑکی سے ہوئی ہے نصیر میاں نظیر میاں کے بھتیجے ہیں اس لڑکے کا نام نہال
میاں ہے یہ بیتی کوٹھی میں نائب سٹ ہیں ایک لڑکا اس خاندان کا درگاہ شاہ
ارزاں پر شاہ واجد حسین صاحب کے یہاں بیاہا ہے بعض لڑکی حکیم صاحب کے
خاندان کی ڈاکٹر عبدالرحمن ساکن سادہ گنج کے یہاں بیاہی ہیں اس خاندان میں
نواب حمید اللہ شاہ وجیہہ الحق مرحوم ساکن کشمیری کوٹھی جال بھائی مستین گھاٹ
کی بعض لڑکیاں بیاہی ہیں نواب حمید کی بہن اونکی سالی بھی اسی خاندان میں بیاہی
گئی ہیں ڈاکٹر صاحب خلیق اور متحمل آدمی ہیں اور اونکے خاندان کی لڑکی سب تعلیم یافتہ ہیں
خود بھی وہ ملنسار منکسر ممدوح آدمی ہیں اور خوب کماتے ہیں حکیم صاحب کی ہستی
غنیمت ہے ایک مرد مسلمان کو جیسی زندگی گذارنی چاہیے اوسکا نمونہ ہیں حکیم صاحب کا
جیسا اقبال اور آمدنی ہے اوسکا منشا تو غرور و تکبر اور تفاخر کا تھا مگر اللہ کا
فضل ہے کہ ان میں عجب شان شیخی پیدا نہ ہوا اپنے والد کے نیک نیتی
اور تربیت کا فیض تھا حکیم صاحب نے باوجود دولت و موٹر وغیرہ
کے کبھی انگریزی کپڑا نہیں پہنا اور طرز معاشرت نہیں بدلا شہر میں کون
ہے جو ایسی سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہو زمانہ کا اثر سب پر پڑا ہے

لباس سب کے بدل گئے ہیں تہذیب سب کی بدل گئی ہے صرف دو مثالیں قبل ظہور کے
بیان کے لائق ہیں ایک حکیم صاحب دوسری سر فخر الدین منسٹر ہیں ان دونوں پر زمانے کے
جھونکوں کا اثر نہیں پڑا یہ خود تو انگریزی نہیں جانتے اور سر فخر الدین تو
راتدن انگریزوں کی صحبت ہی میں اور اعلیٰ طبقہ کے افسروں میں ہی
رہتے ہیں۔ ہندوؤں میں بابو گنیش دت منسٹر ہیں جنہوں نے باوجود
اس اعلیٰ عہدہ کے کبھی اپنی وضع نہیں بدلی اور ان لوگوں نے
باوجود دولت اور عزت اور تعلیم یافتگی کے ایشیائی اور آبائی
چلن کو نہیں چھوڑا دنیا بھر کا کام کیا کرتے ہیں اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ
کی سوسائٹی میں ملتے جلتے ہیں مگر ان لوگوں پر کوئی اثر زمانہ کا نہ پڑ سکا
پختگی اسکو کہتے ہیں ان تینوں ہستی کو خاکہ بنانا چاہئے خواہ محمد نور بھی قابل
اللہ کریں وہ بھی پختگی میں کم نہیں ہیں یہ لوگ قابل تعریف ہیں قابل تحسین ہیں
قابل توصیف ہیں انسان اگر چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے دولت و عزت
و علمیت و مذہب کے انقطاع کا اثر نہیں ہے یہ بدنفسیاں ہیں کہ غربا امرا اپنے
چلن کو چھوڑتے جاتے ہیں اور زمانے کے اثرات پر الزام دیتے ہیں کیوں
انلوگوں پر زمانہ کا اثر نہیں پڑا کون سی چیز مانع تھی انلوگوں کی الا یف زندہ
شان ہے جو دہری یہ لوگ مذہبی لیڈر بھی نہیں ہیں پھر وہ کیا ہے۔ مذہب کے اندر رہکر
کیونکہ دنیا کا بڑا بڑا کام چلا رہے ہیں اور بڑے بڑے جوابدہی کا کام انجام دیتے
ہوئے اپنے ایشیائی تہذیب و ترکیب کو برت رہے ہیں اپنا اپنا استحفاظ
مذہب کر رہے ہیں نماز روزہ عقیدہ لباس و پوشاک رہائش سب اپنے

چونکہ یہ ہم نوجوانوں یہ ہستیاں کیسی قابل سبق ہیں یہ ہستیاں قابل تقلید ہیں کیا ہم لوگ کی
تعلیم ترقی و دولت ان لوگوں سے زیادہ ہیں تبدیل لباس و طرز معاشرت و تبدیل
عقائد و طرز معاشرت دنیاوی عروج کے لئے لازمی چیز ہے راقم تو تین چار
ہستیاں پیش کرتا ہے جو سب کی نظر کے سامنے ہیں آپ لوگ خود ملاحظہ کر
سکتے ہیں یہ وجود ثبوت جو ہم کہیں ڈھونڈھنا بھی نہیں پڑیگا اسی شہر کے اندر
ہے اور روزمرہ اہل لوگوں کے آنکھ کے سامنے ان لوگوں کے بعد انہیں کو بھی
زندہ مثال کم ملیں گے آئندہ نسلوں تاریخوں میں ڈھونڈھنا پڑیگا ہر ایک قابل ترین معزز محترم کو
ایشیائی تربیت تہذیب کا [illegible] اور جو ابدہی ہم مسلمان [illegible] مذہب ہوں مانند اور جوابدہ
ہیں یہ باتیں ساتھ جسم اور زندہ نہیں ہیں ان کو حق چیزیں ہیں بے زبان ہیں
ان کا تحفظ انکا پاسداری آئندہ اور موجودہ لوگوں کے سپرد ہیں زندہ
رکھی جائیں [illegible] گلا گھونٹ کر نکال دیا جائے اب عقائد طرز معاشرت
مذہب تربیت اور رسم ایشیائی سب تو بستر مرگ پر پڑے
ہوئے ہیں زمانے کی مخالف آب و ہوا کسی اصلاح و تدبیر کو اثر
پذیر ہونے نہیں دیتے بجز حفاظت خداوندی کوئی بات اسے روک
نہیں سکتی ان چیزوں کے بدلنے کا اثر جو قوم پر آگرا ہے اور جس
پر غور کرتے جائے جانی مالی عزتی قومی گردشوں میں پھنس
گئے لائیف کیسا ہے کہ ایک وبال جان ہے ایک
طوفان مایوسی ہے ایک گردش تقدیر ہے کس بلندی
پر تھے کس پستی میں آگرے اور کس امن کی زندگی گذری تھی

کس مصیبت میں آپھنسے۔ دولت گئی۔ صحت گئی۔ عزت گئی۔ ہمت گئی حرمت گئی۔ خودداری گئی۔ دلداری گئی۔ خلوص گیا۔ یاری گئی مذہب گیا۔ ملت گئی۔ عقائد گئے۔ آرام گیا چین گیا یقین گیا صرف اَمر میں تو رہ گیا۔ زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے۔ ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے۔ ان قومی بیماریوں کا علاج یا حکیم صاحب فرمائیں یا ملکی منسٹران بچائیں ہم لوگ کہاں جائیں کیا کھائیں کیونکر کمائیں مر کر کدھر جائیں۔ جنت پائیں یا دوزخ میں جائیں مذہبی قوانین کے رو سے تو ہم لوگ بالکل خدائی باغی ہیں اور ملکی مصالح کے رو سے یکدم لاغی ہیں وطن بھی گیا دنیا بھی گئی سب کے دل تو داغی ہیں ؎

کہاں لے جاؤں دل دونوں جہاں میں سخت مشکل ہے
یہاں پریوں کا جھرمٹ ہے وہاں حوروں کی محفل ہے

۲۷۔ مولوی عبدالقادر کا مکان بھی گوریا میں تھا

یہ میر امیر جان مرحوم ساکن لودی کٹرہ کے بھائی تھے۔ اور خاندان میر بھا ٹاک مرحوم کے یادگار تھے ان کا مکان وہی تھا جہاں پر راقم کے مکان کی سیڑھی ہے انہوں نے اس مکان و دروتی کو راقم کے والد ماجد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خود بھی گوریا میں جا بسے یہ حاجی بھی تھے۔ یہ مذہبی آدمی تھے اپنی ذریعہ زندگی

اور طریقہ معاش بطور حلال دست کاری سے رکھا تھا یہ ٹین کی
لال ٹین سماور لوٹے ڈھبری وغیرہ بناتے اور بیچتے اور اوسی کو
کھاتے رہے۔ ایسے لوگ اب کہاں پیدا ہوتے ہیں جو اپنے محنت
کی مزدوری سے کما کر اکل حلال کھائیں اور اپنی زندگی عبادت
میں گذاریں ایسی ہستیاں نایاب ہیں اس وقت ویسی ہستیوں کا
ہونا نادرات میں داخل ہے نہ وہ لوگ ہیں نہ وہ وقت ہے انہوں نے
عمر بھر ریاضت جسمانی کر کے گذران اوقات کیا گو اور ذریعہ
روزی کی بقدر گذران تھی اوس آمدنی سے بال بچے کی پرورش
کیا۔ آخر میں مفلوج ہو گئے تھے اور معذور ہو گئے تھے نہایت
سادی زندگی بسر کر گئے انہوں نے زندگی کا ماحصل عیش نہیں
جانا تھا بلکہ مال زندگی آخرت کا سنبھالنا جانا تھا خوردن برائے
زیستن کھانا جینے کے لئے ضروری جانتے نہ کہ جینا کھانے کے لئے
جانتے تھے۔ بس دنیا میں مسافروار زندگی گذارا ضرورت کی
سب چیزیں تھیں مگر بہت سادی فٹ فاٹ نہ تھا مگر تکلیف بھی
نہیں اوٹھایا اون کے اکیلے بیٹے مولوی غلام قادر وکیل تھے یہ بہت
دوست پرست تھے انہوں نے خوب کمایا اور سب خرچ کیا
صرف دوست پرستی اور کھانے کھلانے میں صرف کیا پس ماندہ
نہیں چھوڑا یہ ممدوح خلایق زندگی بسر کر گئے ان کو ملاقات کا
بہت پاس تھا۔ ملاقاتیوں کا سیکڑوں کام مفت کیا کرتے تھے

ان سے لوگ خوش تھے جوان ہی مر گئے ان کے بیٹے مولوی حفیظ وکیل
ہیں ان کا اقبال والد سے زیادہ ہوا مزاج کی ترکیب بھی وہی ہے
بہت اچھا کماتے ہیں اور بڑی عمارت بنائی ہے قدم کوا ں
میں ان کا مکان ہے ان کے والد کے موکل تھے ان کو وکالت
چلانے میں کوئی دقت نہ ہوئی منتخا صمین دلال سب تو موجود ہی
تھے بہت جلد ان کو فروغ ہوا ان کے والد کے احباب اور خود
ان کے احباب موجود تھے زمانہ موافق ہوا مواقعات ملتے گئے
چند ہی دن میں یہ فیلو آف یونیورسٹی ہوگئے. مونیل بورڈ کے
پریسیڈنٹ ہوگئے وکالت بھی عروج پر آگئی ان کی شادی
کوراتواں منشی ظہور صاحب کے یہاں ہوئی وہ دولت مند آدمی
تھے اون کا انتقال ہوگیا. ساس نے ان پر دارمدار جائداد کا
چھوڑا اون کے یہاں کے ملاذمین زیر نگرانی انکی رہے. ان کی
لڑکی کی شادی حکیم عمر صاحب جہان آباد کے خاندان میں ایک
لڑکے سے ہوئی جو ولایت سے ہوئے آئے ہیں اور کلکتہ میں کوئی کام
کرتے ہیں انسان کو جب اقبال ہوتا ہے اوس کے ہر کام خود
بخود درست ہوتے جاتے ہیں جب زمانہ موافق ہوتا ہے تو
ہر بات اوس کی مزاج کے موافق ہوا کرتی ہے. لاکھوں تدبیر
خود بخود سوجھنے لگتی ہے جس کام میں ہاتھ ڈالئے حسب خواہ
ہو کر رہتا ہے جب زمانہ ناموافق ہوتا ہے جو سوچئے وہ اولٹی

سونچ ہی ہوگی کبھی سیدھی بات اوس کے دماغ ہی میں نہیں آئیں گے
تدبیر اولٹی اور تقدیر پلٹی ہونے والی بات کی تدبیر بھی موافق
پڑا کریگی نہیں ہونیوالی بات کی تدبیر بھی اولٹا اثر دکھائیں گے
تدبیر دراصل اپنی قوت سے نہیں ہے بلکہ تقدیری قوت سے
ایسے راستے نکلتے رہتے ہیں جس سے دماغ ہی بدل جاتا ہے مواقعات
ہی ایسے آجاتے ہیں یہ کسی کی ذاتی پر کھارت نہیں ہے لوگ اپنی
تدبیر بتاتے ہیں اپنی طرف اپنے عقل و دماغ کی طرف منسوب
کرتے ہیں۔ اپنی محنت کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ غلط ہے
یہ سب الات ہیں سبب ہیں کوئی ذریعہ کوئی سبب کوئی خیال
کوئی موقع ایسا ہی آجاتا ہے جو مرضی کے موافق دنیا سے نرالی
بات ناممکن بات بھی ہوکر رہتی ہے جو کسی کے وہم وخیال میں
نہ آئے وہ ہوکر رہتا ہے۔ جو نہیں ہوتا ہے اوس میں بھی ازخود
رخنہ اندازیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایسے مواقعات آجاتے ہیں
کہ انسان کا چھکا چھوٹ جاتا ہے تدبیر میں انسان مختار ہے
اور تقدیر سے لاچار ہے۔ حضرت علیؑ کا قول ہے کہ خدا کے
ارادوں کو انسانی ارادوں پر فضیلت ہے۔ میں نے خدا کو اسی سے
پہچان لیا کہ میرے ارادوں کے مخالف باتیں اکثر ہوا کیں
میرے اختیاری ارادوں کو اوس نے توڑ دیا بس معلوم ہوا
کہ مجھ سے زیادہ قوی الحکمت اور قوی الارادہ قوی الحکم

کوئی پوشیدہ شئے ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے نہ سمجھ سکتے۔
بس وہی ہے جو ہمیں معذور کرتا ہے وہی خدائی قوت ہے
یا وہ ہے قدرت ہے۔ ہزاروں بی اے ہزاروں وکیل سیکڑوں
بارسٹر موجود ہیں سب کا علم برابر سب کے امتحان یکساں سب کے
لیاقت برابر سب کا کام ایک مگر سب کی تقدیر بالکل جداگانہ ہے
سب کی دولت جداگانہ سب کی کمائی جدا سب کی عزت جدا سب کا مرتبہ جدا سب
کی تقدیر جدا جُدا ہے بس اپنی سی کئے جاؤ بنی تو بنی نہ بنی اس کے
سوا دنیا میں چارہ نہیں ہے اسی میں عافیت ہے اسی کا نام قناعت
ہے صبر ہے، تحمل ہے، استقلال ہے دُھن رہے دھنیا اپنی دھن
دنیا کی دھنیکا کیا فائدہ اپنی سی کئے جائے جو ہونی ہے ہو کر
رہے گی السعی منی والاتمام من اللہ میرا کام کوشش کا
ہے خدا کا کام انجام کرنے کا ہے روزمرہ کے زندہ لوگوں کی اِن لف
پر غور کرتے جائیے اصلاح نفس خود بخود پیدا ہوتا جائیگا۔ آپ کا
نفس خود ماسٹری کرتا ہوا پوشیدہ سبق اندرون دل پڑھاتا
جائیگا۔ ناکامی، مایوسی، محرومی، مصیبت یہ کتابیں جو خاص
تصنیف قدرت ہیں بہترین تعلیم آپکو دینگی دنیاوی کتابیں آپ
خود ردی جاننے لگیں گے زمانہ بہترین استاد ہے جیسے بچے نیستے
سے ہستی میں آتے ہیں معصوم نکلتے ہیں ویسا ہی جسمانیات اور
روحانیات دونوں میں ملایمیت معصومیت ظاہر ہوتی ہے

پھر شادابی دیتی ہے اور جس سے لذات پیدا ہوتی ہے وہ زمانہ شباب ہے پھر زمانہ پیری آتا ہے جو قدم قدم پہ ہر طرح پر روحانی ٹھوکریں کھلاتا ہے زمانے کا اوتار چڑھاؤ جس طرح ابتدا سے ہوتا آیا ہے ایسا ہی ہوتا رہے گا کوئی بڑھا کوئی گھٹا یہ تو رفتار زمانہ ہو مگر جس محتاجی اور لاچاری سے انسان دنیا اوسی محتاجی اور لاچاری سے جاتا ہی نہ آتے وقت خود مختاری تھی نہ جاتے وقت خود مختاری رہتی ہے آنا و جانا دونوں وقت محتاجی کا ہے اور معذوری کا درمیانی زمانے میں انسان ہو چاہے کر لے سکتا ہے کتنا ہی کوئی معزز ہو معظم ہو اوسے یہ دونوں وقت ضرور پیش آتا ہے بچے رہے تو معصوم اور مرنے بعد مرحوم ان دونوں لفظ میں ایک راز پوشیدہ ہے معصوم اس لئے کہ وہ راز الٰہی کو ظاہر نہیں کر سکتا وہ پردہ پوش رموز الٰہیہ ہے بے ضرر ہے وہ اپنے ضرورتوں کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا کسی پر اپنا توجہ نہیں ڈالتا کیا قدرت خدا ہی کہ اوسکی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے سارے سامان قبل از وقت موجود رہتے ہیں اور خدا کی بندگی خود بخود خیر مقدم کو حاضر ہو جاتی ہیں اور وہ معصوم آزاد آتا ہی ساری ضرورتیں ساتھ لاتا ہی اور بے فکر ہے اور جاتے وقت اپنے کل ضرورتوں کو رکھتے ہوئے ایسا کچھ معذور و مجبور ہو جاتا ہے واجب الرحم اور بے بس جاتا ہے ساری موجودہ و محصولہ چیزیں رکھتے ہوئے

خود اس قدر محتاج جاتا ہی کہ دوسرے اس کی امداد کو خود
بخود حاضر ہو جاتے ہیں اور اپنی سے کچھ نہیں کر سکتا اپنا کل انتظام دو
سروں کے ذمہ چھوڑنا پڑتا ہی ان دونوں کے بیچ کا زمانہ
البتہ ہر مسافر کے اختیار میں ہے جو انتظام چاہیں کریں جس قدر
عیش و آرام چاہیں کر لیں جتنا اچھا برا کام چاہیں ختم کر لیں
بس زندگی کے انتظامات ہر آدمی کے ذمہ ہو جاتے ہیں زندگی
کے مقررہ زمانیں بجائے ساٹھ ستر برس کے لئے دنیا میں ہے
کیا کیا کرنا پڑتا ہی اور کتنے الجھنوں میں بسر کرنا ہوتا ہے اسکو
جینے والے ہی برداشت کر لیتے ہیں یہ زمانہ بھی سب کے لئے
برابر نہیں کٹتے وہ بھی مشیت اور تقدیر کے حوالے ہیں جلد
اور جس طرح جس طرف مقدرات کھینچ لے جاتے ہیں وہی انجام
پاتے ہیں اور شدنی ہے سامنے آتی ہے مگر دنیا دار الاسباب
ہے ہر چیز کے لئے ایک سبب پیدا ہو جاتا ہی انہیں اسباب میں
انسانی زندگی اور بلکہ ہر ذی روح کی زندگی ختم ہو جاتی ہے
۲۷ - عبدالحمید صاحب ایک نامی گرامی طبیب شہر اور
معزز اور مفید آدمی گذرے ہیں جسکو راقم نے دیکھا تھا اور
ان کا زیر علاج رہا کیا ہے ان کا مطب خواجہ کلاں گھاٹ
میں تھا در اصل یہ صادق پور کے خاندان کے تھے صادق
پور کا خاندان مشہور خاندان تھا وہ لوگ غیر مقلدین

تھے اور ۱۸۵۷ء کے واقعات کے متعلق جو کتابیں ہیں اونیں پورے
حالات اس خاندان کے ہیں مولوی عبدالرحیم صاحب نے جو حالات
اپنے اور اپنے خاندان کے اور اپنے کالا پانی جانے کے متعلق لکھا
ہے اور ۱۸۵۷ء کی مصیبتوں کو لکھا ہے اس میں مفصل حالات
ظاہر ہونگی ان لوگوں کا ابتدائی زمانہ علم و دولت سے مالا
مال تھا۔ زمانہ کے رفتار نے جب رخ بدلا اکثروں نے محلہ
چھوڑ دیا ادھر ادھر رہے حکیم صاحب کو بھی محلہ چھوڑنا پڑا
حکما کے حصہ میں ان کا مفصل حال لکھا ہوا ہے یہ عالم تھے۔
طبیب تھے بہت قابل آدمی تھے بہت معزز آدمی تھے فارسی
میں اوستاد وقت تھے علم ہندسی حساب فلکیات عقائد اصول
فقہ علم حدیث اسماء الرجال علم الادیان علم الابدان سب
میں کامل تحقیقات رکھتے تھے بڑے ذہین اور گویا بے حد پر مذاق
شخص تھے بہت سادی وضع ہندوستانی ترکیب و مزاج اور رہائش
کے آدمی گذرے شاعر بھی تھے مگر ان کا تذکرہ نقش پائدار
مؤلفہ خان بہادر علی محمد شاد میں ہیں مانا خاں اور جلدوں
میں ہوگا اخبار البنچ میں ان کی تحریریں بہت چھپی ہوئی تھیں
یہ بھی پٹنہ میں ایک خاص ہستی تھے یہ خان بہادر میر علی محمد
شاد کے ہم اثر تھے دور دور راجہ راجواڑہ بڑے بڑے
حکام ان کی قدر علمی او تجربہ کی کرتے رہے اوس وقت کے برتے

بڑے ڈاکٹر ان کے تجویز و معالجہ کے قابل تھے مشکل مشکل
اور الجھے ہوئے مریضوں کا علاج انکے یہاں پیش ہوا کرتا تھا
مداقاً یہ فرماتے رہے کہ یہ صیغہ اپیل میرے یہاں مریض
لایا جاتا ہے بہتیرے اچھے بھی ہو اکئے جبکہ موت ہوتی یہ
کہدیا کرتے کہ میں مایوسانہ علاج کرتا ہوں طبی اصول کے
رو سے اس کا زندہ رہنا دشوار ہے بہتیرے مر کر
ان کے علاج سے راقم نے خود بچشم خود دیکھا ہے بڑے بڑے
ماہران فن کی عقل دنگ ہو جاتی ان میں یہ ایک عجیب
بات تھی کہ الجھے عوارض میں مرکبات سے کام نہیں لیتے
بلکہ مفردات میں سے کوئی ایسا جزو اختیار کرتے جس کا اثر
دوسری عوارض کے لئے مضر نہ ہو یہ بڑی واقفیت کا کام
تھا خواص الاشیاء پر بڑا عبور تھا ان کی عمدہ نسخے تین
جزو سے زیادہ نہیں ہوتے یوں تو مطب ہی تھا علی العموم
علاج ہوا کرتا تھا مگر جب کوئی خاص علاج فرماتے تو بہت
روپیے صرف ہوتے اور بڑی محنت سے یہ کام کرتے وہ
نسخے البتہ دیکھنے کے لائق ہوا کرتے تھے انہوں نے
بہت کچھ کمایا اور اچھی حیثیت چھوڑا ان کو اولاد ذکور
نہ تھی ان کے ناتی حکیم فہیم ان کے جانشین ہوئے وہ
بھی بہت ہی معقول ہستی تھی اور بہت ملنسار اور

اخلاق مند مفید آدمی دوستی کے پختہ اور آدمی
کے قدر دان شخص گذرے جو ان ہی مر گئے اونکے
تعلقات برادری بخشی میدان میں تھے اونکے
بھائی ڈاکٹر عظیم الدین ہیں جو بہت لایق اور قابل
آدمی ہیں اور سرکاری خرچے سے تحصیل علوم کے
لئے یورپ گئے تھے اور علوم حاصل کر کے خدا بخش
خاں سی۔ آئی۔ ای کے کتب خانہ سرکاری میں ملازم
ہیں کتابیں ان کے زیر نگرانی سے
کسی کالج میں پروفیسر ہیں یہ بہ نفس خاص علم کی روشنی
سے فیضیاب ہیں تعلیم کے بعد جو باتیں درکار ہیں
ان میں موجود ہیں کم سخن آدمی ہیں کم لوگوں سے ملتے
ہیں کماتے ہیں اور اپنی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں پٹنہ کے
لوگوں کی طرح ان کی زندگی تماشے میں نہیں گذرتی
علمی مذاق ہے علمی کام کرتے ہیں رحم دلی موجود ہے
بعض آدمیوں کے ساتھ سلوک بھی کرتے ہیں بعض شریف
غریب کی تنخواہ بھی مقرر ہے کنبہ پرور بھی ہیں باہر
وضع انگریزی ہے ان کے لڑکے کی شادی پونا کسارہ
میں محمد عبد الرزاق ماسٹر کی لڑکی سے ہوئی ہے حکیم

فہیم کے لڑکے بھی ہیں سب لڑکے خوندہ ہیں نام تو لڑکوں
کا مفصل معلوم نہیں ہے راقم نے لڑکوں کو دیکھا ضرور
ہے مگر چونکہ آمد و رفت نہیں رہی ہے اس لئے واقف
نہیں ہو سکا اس خاندان سے خاندان منگل تالاب راقم
کے ننہال سے بڑا ربط تھا اور اسی وجہ سے والد ماجد
مرحوم اور حکیم صاحب مرحوم سے بہت تفریح دونوں
میں ہوا کرتی تھی حکیم صاحب کے بعد آمد و رفت کا سلسلہ
بند ہو گیا گاہ گاہ حکیم فہیم سے کہیں ملاقات ہو گئی وہ
راقم کو اور راقم اون کو پہچانتا تھا ڈاکٹر عظیم چونکہ تعلیمی
سلسلہ کی وجہ کر شہر میں کم رہے اس لئے آجتک راقم
اون کو پورا پہچان بھی نہیں سکتا وہ شاید واقف ہوں گے
یہ تو تجربتاً برابر دیکھتا آیا کہ مورث مرزا قربنا کی
آمد و رفت بند اب کے لوگ خاندانی ربط کا
بالکل اثر نہیں لیتے پہلے خاندانی ربط کے لوگ ادروں
زادوں سے زیادہ برتا کرتے تھے وہ جانتے تھے
کہ قرابت والے تو آپس میں ضرور ہی مل جاتے ہیں
اغیار تو ملنے سے ملیں گے مگر راقم کے تجربے میں
یہ بات آئی ہے کہ کوئی دوست یا ملاقاتی اگر مرا تو وہ

اکیلا نہیں چھوٹتا اوس کا گھر بھی چھوٹتا اس کے اندر کیا مصلحت
خداوندی ہے یہ راز راقم پر آجتک نہیں کھلا راقم
نے بہت سوچا مگر میرے دماغ نے کوئی نتیجہ خیز جواب نہیں
دیا نہ فیصلا ہو سکا بجز اس وجہ کے کہ مورث کے ملاقاتی ورثا
کو عزیزانہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مساوات کے
بے تکلفی نہیں برتتے اونکی برائیوں کو روکنے کی
نصیحت کرنا چاہتے ہیں وہ اونکے ارادوں میں مخل
ہوتے ہیں اسلئے ورثا بائی کاٹ کر دیتے ہیں اور
مورث کے ملاقاتی بھی خودداری کے اصول پر
اپنے کو جدا رکھنا چاہتے ہیں اس لئے خاندانی
ربط ذاتی خطاب کیطرح ذاتی دوستیاں ختم ہو جاتی
ہیں۔ جو مرا اوس کے دم کے ساتھ اس کا اعزاز گیا
اوسکی ساری باتیں ختم ہو جاتے ہیں ویسے ہی اوس کے
ساتھ والے بھی ختم ہی سمجھے جاتے ہیں اسلئے بڑا
دوست نئے سوسائٹی نئے تعلیم نئی ترکیب نئے روشن
زندگی ہو جاتی ہے کوئی روک تھام کرنے والا تو
رہتا ہی نہیں کوئی نیک مشورہ دینے والا نصیب ہی
نہیں ہوتا آزاد خودرداں زندگی ہو جاتی ہے

جو بہت نقصان رسی کے بعد زمانہ ٹھوکر دیدے کر ایک راہ پر مدت کے بعد لے آتا ہے المختصر یہ ہے کہ حکیم صاحب طبیب شہر تھے اور اپنی زندگی بہت اچھی گذار گئے۔ ۳۰ برس ہوا ہوگا اُن کا انتقال ہو گیا حکیم فہیم صاحب کو مرے ہوئے بھی اندازی دس بارہ برس گذر گئے اب ڈاکٹر عظیم صاحب جانشیں ہیں حکیم صاحب کے کل قرابت والے صادق پور میں ہیں جن میں بعض کی اولاد زندہ ہیں حکیم نجو صاحب کے والد اور حکیم صاحب بھائی ہوتے تھے حکیم صاحب کے اور دو بھائی تھے جنکا تذکرہ صادق پور کے حالات میں مفصل ملے گا۔ ڈاکٹر فہیم کا مکان بھی ولایتی اصول پر بنا ہے دیکھنے کے لائق ہے۔

۲۲ نواب جعفر قلی خاں صاحب خواجہ کلاں گھاٹ میں ایک بڑے رئیس تھے ان کو تعلقات بھکنا پہاڑی اور خاندان مرشدآباد سے تھا ان کی اہلیہ بیگم صاحبہ ہیں اونکے پاس جائداد کافی تھی اون کے یہاں منشی علی حسین کارپرداز تھے اون کے ذریعہ سے راقم کے والد ماجد نے بہتیری جائداد علاقہ تھانہ پھلواری شریف کی

خریدا لحال حمید پور دوست پورا نہیں کا تھا جو خواجہ پورہ کے
علاقہ میں ہے نواب صاحب پورے نواب دل تھے
ان کے کل کار بار منشی علی حسین کے ہاتھ میں تھے منشی جی
جو چاہتے تھے کرتے تھے نواب صاحب بڑے خلیق آدمی
اور بہت جولد آدمی تھے اون کو صرف کھانے کھلانے کا
شوق تھا اور آرام سے رہتے تھے اِن کو زیادہ
ٹیپ ٹاپ کی زندگی پسند نہ تھی بے ضرر گوشہ نشیں رہے
لوگ خود ان سے ملنے کو جاتے تھے اون کے محدود
احباب ان سے ملا کرتے تھے راقم نے اِن کو بہت بوڑھا
دیکھا اوایل زندگی اور اوس کا حال راقم کو بہ تحقیق نہ ملا
اسلئے نہ لکھ سکا ان کا امام باڑہ بھی ہے مجالس بھی ہوا
کرتے تھے یہ شیعہ مذہب رئیس تھے ان کے دو بیٹے تھے
ایک نواب تصدق حسین خاں تھے جو رجسٹرار بھی ہوے
تھے پھر اونہوں نے استعفا دیدیا ایک بیٹے نواب علی
محمد خاں مرحوم تھے ان کے بیٹے نواب مظفر حسین خاں
ابکاری انسپکٹر ہیں تصدق حسین خاں صاحب آخر عمر میں
گوشہ نشیں ہو گئے تھے یہ بھی اپنے باپ جیسے مزاج
کے آدمی تھے اون کے دو بیٹے تھے نظیر نواب صاحب نے

نے کبھی ملازمت کیا کبھی تجارت کیا کبھی لوری چلایا کبھی
ہوٹل کیا کبھی دوکان جوتہ و پارچہ کی کیا ایک بیٹے کہیں
رجسٹرار ہیں ان لوگوں کے جائداد وہ تھی جس میں مدتوں دریا
کنارے سیٹی اسکول تھا گورنمنٹ نے اب خرید لیا گلزار
باغ کے پاس اکثر مکانات ان کے تھے بانکی پور میں بعض بعض
کوٹھیاں تھیں یہ سب جائداد رفتہ رفتہ بک گئے انلوگوں
کی ہستی ایسی تھی کہ مدتوں ملازمت کی ضرورت بھی نہ تھی
ابھی تک ان لوگوں کے مزاج میں نوابی کی بو باقی ہے وہی
سلیقہ وہی جوادی وہی اخلاق وہی ترکیب ہنٹیا لی ہے
یہ لوگ پرانی ترکیبوں کے ماتقے نمونہ ہیں پرانے خاندان کی
نشانیاں ہیں پرانے خاندانوں کے اولاد میں وہ تیز مادہ
غرور کا نہیں رہتا جیسا کہ نو خیز لوگوں میں رہتا ہے [illegible]
اور پرانے خاندان کی ساخت یہی ہے کہ وہ خوددار ہوتے
ہیں مغرور نہیں ہوتے ملنسار اور منکسر ہوتے ہیں غرور اور
خودداری میں بہت باریک فرق ہے غرور وہ ہے جس میں
دوسرے کی حقارت پیدا ہو سکے اور خودداری وہ ہے
جو اپنے کو حقارت آمیز باتوں سے بچا سکے غرور الغرور
دل شکن ہے خودداری ڈیفنس ہے جو اپنی [illegible] [illegible] رکھتے

اور دوسروں کے دل کو چور نہ کر سکے ایسے میں غلطی ہوتی ہے
خودداری ذرا بڑھی اور حد اعتدال پر نہ رہے تو مغرور
ہو جائیگا اور مغرور اگر ہر وقت اپنے جگہ پر رہا تو آدمی کبھی
نہ کبھی بے عزت گنا جائے گا یورپین قوم نے اس کو برت کر
دیکھایا ہے وہ بڑے خوددار ہیں اپنے کو لٹے دئے رہتے ہیں
خودداری سے رعب رہتا ہے مغروریت سے لوٹنا پڑتا ہی
خوددار خلایق میں ممدوح رہتا ہے مغرور خلایق میں
بدنام ہوجاتا ہے پرانے لوگ صرف خوددار ہوا کرتے تھے
بعض ہی جاہل مغرور گذرے ہیں غرور جاہلوں کی نشانی ہے
خودداری عقلمندوں کی نشانی ہے بے عقل خوددار نہیں
ہوگا وہ مغرور ہو جائے گا جتنی جہالت ہوگی اوتنا ہی غرور کا
مادہ بڑھا ہوا ہوگا اسی لئے جاہلوں کی صحبت انسان کو برباد
کردیتی ہے شیخ سعدی نے اخلاق و تمدن کو خوب
گلستاں میں لکھا ہے دنیا درست کرنے کے لئے گلستاں کریما
ماقیماں سے بہتر کوئی کتاب فارسی میں نو کیڑوں اور نو
عمروں کے لئے نہیں ہو سکتی جس سے آجکل کے بچے بالکل
جدا اور بے بہرہ کردے گئے ہیں اور دین کے لئے قرآن
با تفسیر و ترجمہ سے بہتر کوئی دوسری کتاب اصلاح نفس

کے لیے نہیں ہو سکتی ہے اور فارسی میں کیمیائے سعادت اور مثنوی مولانا روم ہے جس سے دین و دنیا دونوں ساتھ ساتھ درست ہوتے ہیں مگر یہ کتاب موجودہ تعلیم کے شعبا میں نہیں ہے سر رشتہ تعلیم نے تربیت کے طرف سے بالکل بے توجہی کر لی ہے اسلئے طالب علموں کی اخلاقی تربیت نا بالکل از خود رفتہ ہو کر رہ گئے ہیں رفتہ رفتہ چند روز بعد اخلاقی اور تربیتی اور تہذیبی حالت بالکل نابود ہو جائینگی صفات حمیدہ کی فہرست اوسکا نشان کتابوں میں ملے گا آدمیوں سے وہ باتیں پوشیدہ زندگی اور ہوتی جاتی ہیں آدمیت گم اور حیوانیت نمایاں ہوتی جائینگی ترقی یافتہ قومیں درست ہو چکی ہیں انکی ایسی کی سوسایٹی میں ملتے تو پتہ ملتا ہے کہ تمام محاسن میں اخلاق و عادات و صفات حمیدہ کسقدر پیدا ہو گئے ہیں اور سب غیر قوموں سے سیکھے ہوئے ہیں البتہ مذہبی حرمت نہیں رکھی گئی ہے اور تعیش کے متعلق جو باتیں ہیں اوس میں آزادی برتی جاتی ہیں مگر تمدن اور سیاست اور کفایت شعاری اخلاق حمیدہ اور صفات پوشیدہ میں بڑی ترقیاں موجود ہیں اور گلستان اوٹھا کر ملاحظہ کیجیے کونسا مسئلہ ہے جسکی تعلیم نہیں ہے مثلاً عرض کرتا ہوں

شعر

نہ کوئی با بداں کردن چناں است | کہ بد کردن بجائے نیک مرداں
دروغ مصلحت آمیز بہ ز راستی فتنہ انگیز | راستی موجب رضائے خدا است

دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است۔ خوردن برائے زیستن
نہ کہ زیستن برائے خوردن است ازیں قبیل وغیرہ وغیرہ مگر لوگ
تو کتنا حصتی تیار پڑھ گئے کہ ہم نے کانا کتے کو کتے نے کاٹا بلی کو بلی نے کھایا
ہوسکے کہ میری ابتدائی تعلیم اچھی ہوئی ہو اگرچہ بہرہ ہیرہ میرے
مزاج میں سہولیت ابتدا سے پیدا نہیں ہو سکتی مذہبی تعلیم ابتدا سے
نہیں دیجاتی جس سے پختہ عقائد اور ان کا پابند کیونکر ہو سکتے ہیں والدین
کی نگرانی سے دور ہوسٹل کا رہنا جہاں سب کا ایک ہی رنگ
اپنے اپنے گھروں کی تعلیم و تہذیب نابلد ہر ایک کا گھر آ سکے لئے قاعدہ
اوس کا کارچین بحافظہ اپنے نگر کے فوج کا کرنیل چھوٹی چھوٹی جماعت
ایک ایک افسر خاندان کے ماتحت ہوسٹل میں آزادی والدین کے
مالی حالت کی بربادی اسراف کثیر کا سامنا غربا کے لئے مشکلات
کتابوں کی سال سال الٹ پھیر خریداری کتب کی بھرمار تعلیم کیسقدر
مشکل ہو گئی اوس پر سے ترتیب بالکل غائب الشمائی تہذیب مدارد
آبائی ترکیب وا مذہبی اقتدار روانہ نیشن سے پروانہ اور گھر کی دولت
روانہ ناہ کیا تعلیم پائی! اور ماحصل یہی غلامی ہمارے تو افسر ضرور ہو گئے
مگر اپنے افسر کے ماتحت بھی ضرور ہو گئے خود مختاری گئی بے اختیاری
پائی مقیم سے مسافر بن گئے گھر کی لذت گئی سفر کی شدت! وطن ہائی تباہ
گھر ویران ہوا کرایہ کا گھر آباد ہوتا گیا ملازمت سے تو عہدوں کا رونا
اچھا گذرتا ہے دن بھی کمایا۔ رات کو گھر آیا بال بچوں میں ملے زنانہ گی

گذران کیا ملازمت کی پراگندہ زندگی پر لوگ جان دیے جاتے ہیں
اور اس چیز کو برباد کرنے پر آمادہ ہیں جو اونکے آبا و اجداد نے
پشہا پشت کے لئے کافی چھوڑ رہے اور مابعد کو غلامی سے نجات
دلانیکے غرض سے اون بے چاروں نے اپنے حوصلوں کا خون کیا ہے
سیری طرح وہ بھی فیشن دار ہوتے اور زمانے کے روش پر ساری دولت
صرف کر دیے ہوتے تو آج کسی خاندان میں دولت کا پتہ نہ چلتا جیسا کہ
ملازم کا رحلت کے بعد منڈیاں یں اولٹ جاتی ہیں ویسا ہی اولٹا
ہوا ہوتا گھر بلتا مگر گذشتہ بزرگوں کا احسان مانئے جس نے منہ [illegible]
ہے اور افسوس ہی ہے لوگوں نے اون لوگوں کے تمناؤں کا خون کیا ہے کوئی مورث
اگر ورثا کا حال جانتا ہوتا تو ہرگز وہ اپنے زندگی میں پس ماندہ کا سامان
نہ کر جاتا جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہے وہی قدر جانتا ہے جن لوگوں
نے مفت کی دولت پایا ہے اوس نے ناقدری سے لٹلایا ہے اگر نظر دقیق
سے انسان لاچار نہ ہوتا تو کتنے کی فیشن داری کا حال کھل جاتا مگر
والدین معذور ہیں جس رنگ پر اولاد چلائے چلنا ہی پڑتا ہے
مگر زمانہ آرہا ہے کہ کرو کہ نہ یافت جس طرح لوگ اپنے والدین کو
معذور کر رہتے ہیں عنقریب خود بھی وہی آموختہ پڑھنا پڑیگا
زمانہ عنقریب پلٹا کھائے گا اور غربت اور اثر زمانہ ہندوستانیوں
کو اپنے جگہ پر واپس لائے گا وہی لہنگا وہی ساری جو چلتے تھی
وہی ہوگی ترقی نے اسقدر تنزل پکڑا کہ وہ فیشن میں داخل

ہو گیا ہے بڑھیاؤں کے سر منڈا کرتے تھے باتوں کے انداز
تو بدل ہی چکی ہیں صرف مونڈنا باقی رہ گیا ہے رفتہ رفتہ
یہ بھی فیشن میں کچھ عرصہ بعد آجائے گا خوبصورت لباس
بدل کر گھنگریوں اور رہا گیولں کے حد تک پہونچ چکے ہیں
زمانہ آرہا ہے کہ اس حد سے بھی زیادہ تجاوز کرنا پڑیگا
بعض حصہ دنیا میں ننگوں کی سوسائٹیاں تو قائم ہو چکی
ہیں ننگے ناچ میں انعام ملنا آغاز ہو گیا ہے پردہ دری ہو
ہی رہی ہے راز فاش ہو ہی جائے گا مذہب جا چکا دین
میں رخنہ اندازیاں ہوتی ہی جاتی ہیں۔ پیغامبر ہندوستان
میں پیدا ہو ہی گئے دو تین آدمیوں نے خدائی کا دعوی
کر ہی لیا ہے خدائی تک جب پہنچ گئے اب باقی کیا رہا
خاتم النبیین کے جانشین ہو ہی گئے سارے مذاہب پر
پانی پھرتا ہی جاتا ہے مسلمان شدھی اور ہندو
مسلمان ہو ہی رہے ہیں آدمیوں کا ادلا بدلا مذہب کے
ذرائع سے ہو ہی رہا ہی بات چھوٹا ہی جاتا ہے انداز بدلتا ہی جارہا ہے
غیر کفو اور مذہب کی عورتیں ازدواج میں داخل ہی
ہو رہی ہیں عادتیں بدل ہی چکیں طرز معاشرت نرالا ہو
ہی گیا صرف زندگی اختیار کر ہی چکے ہیں تہذیب
و تربیت غائب آزادی بے انتہا کی چھی آخر ہر چیز کے لئے

حد ہے اعتدال ہے جو حال حد سے بڑھا وہ مسا ہوا
ہوا غربت آ ہی رہی ہے، خدائی کھوگ رہیں آغاز ہوچکی ہیں
جس دن ہوا کا رخ پلٹا میسے کم ہوئے اور ساری
باتیں ہوا ہیں ایک سال کی گرانی موجودہ روش کو بسنے
کے لئے کافی ہے ایک سیلاب دنیا کو اولٹ پلیٹ کر
سکتا ہے ایک ہوا سے روی ملک کو برباد کر سکتی ہے
ایک زلزلہ پل بھر میں کیا سے کیا کر دیکھا سکتا ہے
خدا کی ایک ادنیٰ جنبش دنیا کو اولٹ سکتی ہی
الغرض جو ہو رہا ہے وہی مشیت ہے صبر و شکر سے دیکھنا ہی پڑیگا
اور خدائی حکمت پر کوئی حق اعتراض نہیں ہے جو ہو رہا ہی
اوس میں کچھ راز ہے کچھ حکمت ہے اوسکے مرضی ہے بس
ٹک ٹک دیدن دم نہ کشیدن ہرچہ باشد قاضی جی کو شہر
کی فکر کی کیا ضرورت ہے جو سامنے آوسے فیصل کی
جائے انتظام ملکی تو بادشاہی کام ہے ملک چلانے
والے کو متفکر رہنا جائز ہے جو تدبیر چاہیں کریں
خدا کا ملک ہے اوسکی دنیا ہے جس طرح چاہے
چلائے جسکو جس طرح چاہے چلائے جسے چاہے ہنسائے
جسے چاہے رولائے۔
۵۷ نواب مہدی علی خاں صاحب ایک پڑلنے

خاندان کے بوڑھے رئیس سنگی دالان محلہ میں
گذرے ہیں راقم کا جب شباب تھا اوس وقت
یہ بزرگ بہت بوڑھے تھے بمشکل چلتے تھے ان
کے خلوص اور تہذیب دیکھنے کے لائق تھے راقم
اون کے لڑکوں کا ملاقاتی تھا مگر نواب صاحب سرو
قد کھڑے ہوجاتے اور نہایت خلوص اور محبت
سے ملا کرتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راقم کو اور
آنے والوں کو وہ بزرگانہ شفقت کے نگاہ سے
دیکھتے تھے اون کے ملازمت سے لوگ خوش واپس
آیا کرتے حالانکہ لوگوں کو وہ کچھ دیتے نہیں تھے نہ
کوئی ناشتہ چاے کا اخلاق اوسوقت تھا یہ اخلاق
تواب چلا ہے اوس وقت کا اخلاق تو صرف پان
حقہ تھا مگر میٹھی میٹھی باتیں اور دل جوی اور خوش
اخلاقی کے برتاؤ ملایم الفاظ میں دریافت حالات
ہر کس و ناکس کے انداز سے اوس کے حیثیت کے انداز
والی باتیں ہوا کرتی تھیں اور بہت ہی کم وقفہ میں
ملاقات کا خاتمہ ہوجاتا نہ دیر تک کوئی ٹھہرتا نہ وہ
خود دیر تک ٹھہراتے کچھ ایسے انداز سے ملا کرتے تھے
اور ایسے اصول کی ملاقاتیں تھیں کہ لوگ خود ہی اوٹھ

جایا کرتے تھے وہ بہت سادے مزاج آدمی تھے سادی وضع تھی ایسیانہ ہوا کہ
ہمکو راقم کو چند بار شرف ملاقات حاصل ہوا اندازی چالیس برس
گذر گئے اونکا انتقال ہوگیا وہ شیعہ مذہب تھے اس
خاندان میں وہ باتیں تو اب نہیں ہیں جو اونکے وقت
میں تھیں مگر تمامی اہل خاندان اولاد در اولاد میں ابتک کی
تہذیب و تربیت کا اثر نمایاں ہیں سب لوگ خلیق اور
اور منکسر مزاج اور خود دار ہیں اور مذہبی ہیں اونکے
لڑکے بھی تھے ہادی علی خاں صاحب تو ہو بہو اونہیں کے
مزاج اور ترکیب کے تھے تقی علی خاں صاحب بھی
قریب قریب اوسی انداز کے آدمی تھے وہ لوگ بھی
اندازی ۲۵ برس گذرے ہوں گے قضا کر گئے وہ لوگ صاحب
اولاد تھے اسی خاندان میں محمد میاں تھے وہ بھی بہت ہی
نیک مزاج آدمی گذرے اور جوان مرے اوسی خاندان
میں آغا حسین صاحب ایک نوجوان تھے وہ بھی اچھی زندگی
گذار کر جوان مرے اوسی خاندان میں احمد و نواب صاحب
زندہ ہیں جو بہت ہی عمدہ زندگی بے ضرر گذار رہے ہیں
وہ صاحب اولاد ہیں اون کے لڑکوں نے انگریزی پڑھا ہے
مگر خاندانی اثر نہیں گیا ہے احمد و میاں کا لگاؤ دیہات سے
بھی ہے ان کی نانیہال کسی دیہات میں تھی جہانتک یاد آتا ہے سہدیشک دیہات کی

دیہات میں سے راقم کو زیادہ موقع تحقیقات کا نہ ملا اور زیادہ پیرانہ
سن میں اتنا یوں بھی نہیں ہے اسلئے بہتر ہے واقعات جو یاد بھی آگئے
ہیں اگر ذرا بھی شبہہ ہوا تو چھوڑتا جاتا ہوں اوسی خاندان میں
جعفر میاں تھے اونہوں نے بھی اپنی زندگی بے ضرر گوشہ نشینی کے
ساتھ گذار دیا دو تین برس گذرے ہیں انتقال کیا امنّے ورثا بھی
ہیں اسی خاندان میں ننھا میاں ہیں جو اپنی زندگی چین سے گذار رہے ہیں
ان لوگوں کے پاس ہنوز زمینداریاں بقدر گذران ہیں انکے خاندانی زمینداریاں
بوجہ تقسیم متروکات کم ہو گئیں ہیں مگر اب تک دربار کچھ چند شاخ ہے جو
سب مفرح حال ہیں اور متمول ہیں ان لوگوں کا امام باڑہ سنگی دالان
میں ہے جو آباد ہیں اور محرم میں عزاداری ہوا کرتی ہے
اس کے متعلق جایداد کافی بھی ہے اس خاندان میں
پرانے خاندان کی شان ہر ایک موجودہ ممبروں
میں نمایاں ہیں ان لوگوں کے گھروں میں سلیقہ مندی
کی نشانیات پائے جاتے ہیں ان لوگوں کے رہائش
سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کہیں پر نوخیز لوگوں کی طرح
کوئی بات سرزد نہیں ہوئی ہے جس سے کوئی بھی شبہہ کر سکے
کہ یہ لوگ نوخیز ہیں اسی خاندان کے ایک لڑکے حیدرآباد
میں بیاہے ہیں یہ خاندان نواب جعفر حسن خاں صاحب کا بولا
جاتا ہے نقش پائدار ہیں ان لوگوں کا تذکرہ موجود ہے

کبیر میاں ساکن ڈمراؤں - یہ دیہات کے رہنے والے تھے
ان کے والد برابر نواب حسین آباد کے یہاں ٹھیکیدار رہے اور اون کا
کاروبار دیکھتے رہے اون کے بعد خود بھی یہ ٹھیکیدار رہے اور اپنے
والد کے جگہ پر اوسی دربار میں کام بھی کرتے رہے اور اور لوگوں کا
بھی کام کرتے رہے۔ پہلی زندگی رندانہ رہی پھر انہوں نے ایک نامی گرامی
گانے والی دولتمند عورت بی باندی سے عقد کر لیا اور بہت دولت
پیدا کر لیا میونسپل کمشنر بھی ہو گئے اور آنریری مجسٹریٹ بھی ہو گئے
تھے۔ ان کو پہلے محل سے بھی اولاد تھی اور اس منکوحہ سے بھی اولاد
تھی اونہوں نے عزت کے ساتھ زندگی اپنی گذاری آخر عمر میں یہ
خانقاہ منگل تالاب میں مرید ہو گئے اور عابدانہ و زاہدانہ زندگی
چند برسوں تک گذار کر یکایک شب کو فالج آیا اور ۱۹۲۹ء میں ۹ ربیع الاول
کو قضا کر گئے ان کا قل بھی ۹ کو ہوا کرتا ہے۔ ان کو اپنے پیر سے بڑی محبت
تھی خانقاہ ہی کے میدان میں مدفون ہیں۔ اور اپنے پیر کے احاطہ خانقاہ
کے اندر مدفون ہوئے۔ ان سے اور لچھی رام مارواڑی اور حکیم نجو صاحب سے
بہت ربط تھا اور خانقاہ مذکور کے بہترین مریدوں میں تھے۔ ان کی
قرابت داریاں شاہ عیدن صاحب ساکن چوڑی چک بہار سے ہے اور راقم
کے پسر اصغر سید نظر الحسن سلمہ کے سسرالی قرابت کے ذریعہ اون سے
ساتھ ہوتے تھے انہوں نے بی رمضو طوائف کا بہتیرا مال گردن رکھا اور

بالی بی چھوٹن و رضیہ کا بنگلہ اکز بیشن روڈ پر خرید کر لیا اور رہنے وقت
میں بہت کچھ کما لیا اون کی دو بیبیاں ہنوز زندہ ہیں اور دونوں کی
اولادیں بھی زندہ ہیں۔ ایک لڑکا محل ثانیہ کا ولایت میں ڈاکٹر
سول سرجن ہے اور بعض لڑکے مہاراجہ ٹیکاری کے دربار میں اچھے
عہدہ پر معمور ہیں۔ محل اولی کی اولادیں بھی مع فرح صدر رہا ہیں ان سے
شیخپورہ حسین آباد سے از خاندان میرا ابراہیم حسین قرابت داریاں ہیں۔ ان کے بہار میں
اکثر خاندان سے قرابت ہے۔ ان کے ایک بھائی دہلی میں ڈاکٹر ہیں اور نامور آدمی ہیں
ان کے مولوی مہدی حسین وکیل کے خاندان سے قرابت داریاں قریب تر ہیں۔ مولوی
امتیاز کریم وکیل کے خاندان سے قرابت داریاں ہیں ان سے بھی تمام مارواڑیوں
سے لین دین اور کاروبار رہا اور بڑا ربط تھا۔ پچھم پٹنہ پر بڑا عمدہ مکان
ان کی یادگار ہنوز موجود ہے جس میں تمام سنگ مرمر و عمدہ عمدہ نقوش بنے
ہوئے ہیں۔ یہ جائداد ان کو محل ثانیہ سے حاصل ہوئی یہ قسمت کے دھنی اور
خوش اقبال آدمی تھے حالانکہ یہ کوئی انگریزی داں پاس شدہ یا کسی علم کے
اعلیٰ درجہ کے ماہر نہ تھے معمولی طور کے خواندہ آدمی گذرے دولت کچھ علم پر تو
نہیں ہے خدا کی دین ہے جسے چاہے جس تدبیر سے دیدے یہ بہت ہی آزاد خیال کے
صاف گو آدمی گذرے کسی سے دبتے نہیں تھے بہت خلاصہ بول دیتے تھے
بعضوں کو برا بھی معلوم ہوتا تھا مگر یہ منافقانہ باتوں سے بہت دور رہتے آخر زندگی تو
ایک مسلمان کی ہونی چاہئے متقیانہ حیثیت سے گذرا اور خدا نے ان کو نوازہ دین و دنیا دونوں
ان کو نصیب ہوئی ان کے ایک بھائی پولس میں سب انسپکٹر ہیں وہ بھی نیک آدمی ہیں اور

خانقاہ منگل تالاب پر بروز چہارم کبیر میاں مرید ہو گئے ہیں لڑکے بھی سب برسرکار
ہوشیار اور لائق ہیں، ہر ایک خود مختار اور کمانے والے ہیں۔ یحییٰ بابو چند بھائی
تھے سب میں معقول اور مخیر اور فقیر دوست مسلمان پسند نیک آدمی یحییٰ بابو
گذرے جو حال ہی میں دو ایک برس گذرے مر گئے ہیں انہوں نے
عبدالسمیع میاں بوٹ فروش کا مکان بھی خرید لیا اور گھیسو چی والا کٹرہ بھی
مولوی یوسف حسین آنریری مجسٹریٹ سے خرید لیا اور ایک بھاری مکان سڑک پر بنا لیا
اور بیرچون کی دوکان اور المونیم کی دوکان کر لیا تھا۔ پہلے ان کی حیثیت محض معمولی
سی تھی دس پانچ ہی برس کے اندر ان کا عروج ہو گیا آدمی منتظم تھے آمدنی زیادہ
خرچ کم خیرات میں اور لوگوں کی امداد میں ان کا خرچ تھا بے تعصب ہو کر ہندو
مسلمان دونوں کی خدمت کرتے تھے رحم دل آدمی گذرے۔ کبھی فٹ فاٹ
کی زندگی نہیں گذارا ان کا سکونتی مکان وہیں پر گلی میں واقع ہے
یہ اکثر فقراؤں کے معتقد بھی تھے خانقاہ منگل تالاب کے بوجہ کبیر میاں
بہت معتقد تھے اور پیر پر نذورات بھی حاضر کیا کرتے تھے۔ کبیر میاں اور
یحییٰ بابو کے مر جانے سے خانقاہ مذکور کو بھی نقصان ہو گیا مگر متوکلوں کا
کام بند نہیں رہتا ؎

خدا گر بحکمت ببندد درے ۔ بہ کشاید بفضل و کرم دیگرے

یہ نہیں دوسرا سہی۔ تو خدا کی قدرت کا تماشہ ہے کسی کے مرنے سے دنیا کا کام
بند نہیں ہوتا اس کا انتظام خدا خود کر لیتا ہے جس کی دنیا ہے وہ۔ یہ انتظام غیب سے
ان کو تو اپنے ضروری اخراجات لینے پڑتے ہیں کہ وہ خود بدستور اسی میں

حقیقت پر توجہ کی جائے تو اون بیچاروں کی جان پر بن آتی ہے وہ
اپنی عزت بچاتے بچاتے حیران ہیں اون کو دنیا میں رہکر مواقعات بچانے
پڑتے ہیں جان چھپانا ہوتا ہے دولت تو بخیل کے گھر میں ہوا کرتی جو چیل کی
چھوڑ کر رکھتا ہے وہ دولتمند ہو سکتا ہے۔ جو خرچ کم کر سکتا ہے وہ دولتمند
ہو سکتا ہے۔ جو مصرف خراچ ہیں شوقین ہیں پوزیشن کو بچانے والا ہے
جو فیشن کا متوالا ہے وہ ہرگز دولت کی قدر نہیں رکھ سکتا اور دولت اوس کے
پاس نہیں ٹک سکتی اوسکی ساری کمائی نمائش کے لئے کمائی جسے دولت وہ آسمانی آئی
چھپر پھاڑ کر خدا دیا کرتا ہے یہ مثل غلط نہیں ہے۔ روزی کے لئے بے ضرورت مرتے ہیں
جتنا تقدیر میں ہے وہ با سبب اور بے سبب پہونچکر رہتا ہے اوس میں تدبیر کو
دخل ہی نہیں ہے فقط بہانہ درکار ہوتا ہے جو تقدیر خود کر الیسی ہے اس کے لئے
نہ علم کی ضرورت ہے نہ ہنر کی بے محنت کے بے مشقت کے آتی ہے

۷۶ نواب برہان علی خاں ایک معزز اور مفخر خاندان کے آدمی
گذرے ہیں ان کی حالات مفصل کو راقم نے نہیں دیکھا ہے اور لوگوں نے ان کے
بابت لکھا ہے۔ میں نے ان کی زیارت بھی نہیں کی تھی اسلئے ان کے حالات کو بہ تحقیق
نہیں لکھ سکتا راقم نے جن لوگوں کو بچشم خود دیکھا ہے اون کے بابت لکھنا آغاز
کیا ہے اور جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے اوسے لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے بابت بھی
اسیقدر سنا ہے کہ اس خاندان سے بھی راقم کے خاندان سے اوپر کو قرابتداریاں
تھیں۔ راقم نے ہادی علی خاں صاحب ولد نواب برہان علی خاں صاحب جبرار

کے برتاؤ کو دیکھا ہے وہ والد کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کیا کئے اور راقم
کے ساتھ بھی عزیزانہ برتاؤ رکھتے تھے جب وہ گیا میں رجسٹرار تھے تو والد ماجد
کو اور راقم کو مہمان کیا کئے دوسری جگہ اترنے نہیں دیتے تھے حالانکہ یہ
بہت منتظم آدمی تھے ان کے اخراجات بہت بندھے ہوئے تھے
بے فضول مدات میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ اس خاندان سے مسٹر
ہمایوں مرزا بارسٹر سے بھی قرابتداریاں ہیں چنانچہ ہمایوں مرزا صاحب
قریب تر اہل قرابت کا برتاؤ رکھتے ہیں اور ان کے یہاں یہ حیثیت
قرابت دار کے برابر مہمان اترا کرتے ہیں۔ میر محمد حسین صاحب
دوندی بازار کو بھی قرابت تھی ہادی علی خاں صاحب پرانے روش کے
مذہبی آدمی گذرے اور بہت سن پا کر قضا کے آخر عمر میں یہ پنشن یافتہ ہو کر
معذور ہو گئے تھے یہ خاندان شیعہ مذہب ہے ان لوگوں کی زیادہ تر
قرابتداریاں اب شیعہ سوسائٹی میں ہے دولی گھاٹ والوں سے ان لوگوں کی
قرابتداریاں ہیں۔ نواب نجابت حسین خاں دولی گھاٹ والوں سے برادری کا
لگاؤ ہے حسین آباد والوں سے قرابتداریاں ہیں چھپرہ میں نواب وحیدالدین
خاں بہادر سے لگاؤ ہے۔ ہادی علی خاں صاحب کے دو لڑکوں سے ملاقات
تھی ایک ڈپٹی احمد علی خاں بہادر ہیں دوسرے ہنگو میاں ہیں بڑے
ہنگو میاں سے راقم سے دوستانہ برتاؤ بہت رہا۔ ڈپٹی صاحب سے بھی
آمد و رفت ہی ہی اور ہے راقم نے اس امر کو حس کیا ہے اور تجربہ سے دیکھا ہے جیسی بس

قبل تک شیعہ و سنی میں ہر موقع پر آمد رفت رہی اب دونوں فریق ایک دوسرے کے
یہاں شادی و غمی میں بہت کم شریک ہوا کرتے ہیں رفتہ رفتہ عند الدریافت
ظاہر ہوا کہ یہ دونوں گروہ آپس میں بذریعہ ہدایت مقدسین جدا جدا ہو گئیں
اور ایک طرح پر بالکل کاٹ ہوتی جاتی ہیں شادی بیاہ حرام کر دیا گیا ہے
پس ان دونوں گروہوں کی ملاقاتیں اب ظاہری رہ گئیں خلوص جاتا رہا
راقم سے سیکڑوں شیعہ گروہ سے ربط رہا او سوقت آپس میں خلوص بہت تھا
اس مخلصانہ تعلقہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اغیار پر کمزوریاں ثابت ہو گئیں اور
اجماعی قوت میں کمی محسوس ہونے لگی اور تمدنی نقصانات پیش آ گئے
موجودہ وقت اس کا مستحق نہیں تھا کہ آپسمیں ایسے تفرقے نمایاں رہیں
مگر مرضی خدا میں کیا چارہ ہے دنیا جو دکھاوے دیکھنا ہی پڑے گا
ہینگو میاں کی اولادیں ہیں اور خوندہ ہیں کلکتہ میں کہیں رہتے ہیں (ریا) دہ
حال نہ کھلا اب اس خاندان سے گذری یہ چھوٹے نواب کے یہاں سے
بھی قرابت داریاں ہیں۔ ڈپٹی احمد علی خان کی اولاد بھی سب خوندہ ہے
سید و بابو ہائی کورٹ کے وکیل ہیں اور بڑے ملنسار تیز اور ہوشیار
آدمی ہیں۔ اس خاندان میں پرانی تعلیم کا اثر ابتک باقی ہے برادری کا لحاظ
ہنوز موجود ہے گو آمد و رفت تقریبات تو نہیں رہی مگر ملاقاتوں کے وقت پرانی
تہذیب اور خلق کا اظہار ضرور ہو جاتا ہے۔ ڈپٹی مذکور کی موجودہ زندگی مذہبی
گذرتی ہے۔ ہینگو میاں کی زندگی بہت رزاد اور لاپروائی کی ہے۔ سید و بابو اپنے
وکالت میں گذران کرتے ہیں اور حسن جان خانصاحب سینیر وکیل دربھنگہ کے ساتھ پریکٹس

میں بھی کام کرتے ہیں حسن جان خاں صاحب بہت ہوشیار سلیبر وکیل ہائی کورٹ ہیں اور
بالکل ہندوستانی مذاق کے آدمی ہیں خاں بہادر وحید الدین مذکور رجسٹری محکمہ کے
انسپکٹر تھے بڑے خلیق ہیں ۔ ناصر علی خاں صاحب مدتوں جہاد گنج میں جب رجسٹری
تھی رجسٹرار رہے یہ راص نواب نجابت حسین خاں صاحب رئیس کے خاندان سے ہیں
ان کی شادی شیخ پورہ میں ہوئی ہے وہیں کے ساکن ہو گئے ہیں اور وہیں ابتک
رجسٹرار ہیں ان کی اولاد ہے۔ گدڑی پر جباری میاں رہتے تھے اون کو بھی اسی خاندان سے
تعلقات ہیں۔ اس خاندان کے لوگ ہنوز دلی گٹ میں بھی ہیں۔ اس خاندان میں
ابتک پرانی اخلاق اور تہذیب کی بو موجود ہے۔ پرانے خاندان والوں کے یہاں
کچھ نہ کچھ باتیں پرانے وضع کی پائی جاتی ہیں۔ ڈپٹی احمد علی خاں کا مکان انڈو فیکٹری
کے پچھم ریلوے فیڈر روڈ پر واقع ہے۔ ناصر علی خاں صاحب کے خاندان کا آبائی
مکان دولی گھاٹ پشتہ پر واقع ہے وہیں پر علی خاں صاحب کا پشتہ مشہور ہے اسی میں یا
میر عنایت حسین مرحوم اور کاظم میاں مرحوم کا مکان تھا۔ ڈپٹی صاحب سے
تاحیات گمانی خاں سے بڑا ربط قائم تھا اور وہ بڑی خلوص سے اس خاندان سے
ملا کرتے تھے۔ رات دن کی صحبتیں رہتی تھیں وہ بھی عجائب آدمی گذرے
ہر کس و ناکس کے ساتھ مخلصانہ ملا کرتے تھے اور سب کی خدمت گذاری میں
حاضر رہتے تھے مگر جب وہ بیمار ہوئے اور مرے راقم نے کسی امیر دوست
و احباب کو ان کی رسم کا شریک نہیں دیکھا عجیب عبرت خیز واقعہ ہے زندگی
میں سینکڑوں دوست تھے جب مرنے کا وقت آیا کوئی امیر شریک نہ تھا
محض غربا ہی غربا شریک تھے مرنے کا وقت بھی عجائب وقت ہے کس کو پوچھیں
کر بھاگ کون تھے ۔ میر علی محمد شاد انتقال سے پہلے سے بیمار ہو چکے تھے

اور تمامی ارکان تجہیز و تکفین سُنی شرفا کے ہاتھوں حسب ہدایت شیعہ انجام پایا یہی لوگ اون کی فاتحہ خوانی سال بسال کیا کرتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہیں۔ مزار پہ چادر چڑھاتے ہیں یہ پہلی مثال ہے کہ ایک شیعہ مذہب شاعر کے ساتھ بعد مرنے کے یہ سلوک ثواب رسانی کا کیا جاتا ہے اور بے تعصبی برتی جاتی ہے وہ کوئی مشائخ نہ تھے مذہبی مقدس بزرگ نہ تھے ایک فن کے ماہر تھے صاحب زبان تھے مگر اون کے شاگردوں نے اونکی جوہر ذاتی کی کسقدر قدردانی کی ہے محمد نواب صاحب مرحوم اور ممتاز نواب مرحوم سلطان صاحب نواب ولایت علی خاں صاحب مرحوم کے لاشوں کے ساتھ واقرسنی شریک رہے۔ خان بہادر مولوی فضل امام وائس چیرمین کی نماز جنازہ سنیوں نے بھی پڑھا جس میں راقم خود شریک تھا وہ کیا وقت تھا کونسی شریعت تھی اور اب کیا وقت ہے کون حدیث اب مل گئی اور کون نیا راوی پیدا ہوا کیا اختلاف ہے کہ آپس میں شادی و غمی کی شرکت بھی موقوف ہے اس اختلاف باخود ہا کا اثر اغیار پر کیا پڑتا ہے اور اولاً تو پوری جماعت مسلمانوں کی اور گروہوں سے کم نہیں اوس کے اندر اندر کتنی جماعتیں متفرق پیدا ہو گئی ہیں جو آپس میں جدا جدا ہیں اگر ۷۲ فرقے کردئے جائیں اور ہر کی تعداد جدا جدا شمار کئے جائینگے تو اور گروہوں کی تعداد سے کسقدر کمی ہو گی گو اوروں کا بھی یہی حال ہے چھوٹی چھوٹی جماعتیں تمام الگ ہیں مگر ایک ہی قوم میں شمار کی جاتی ہیں اگر ہر ہر ذات کی گنتی جدا جدا کیجائے تو وہاں

اجماعی قوت میں فرق آجائے مگر اور گروہوں میں بیداری کا حس موجود ہے
ہر مذہبی اور دنیاوی موقع پر باوجود فرقہ بندیوں کے تہوار و مذہبی اور
دنیاوی ضرورتوں کے وقت سب یکساں معلوم ہوتے ہیں اور ایک
بڑی جماعت ہوجاتی ہے اور آپس کے میل جول میں سب ایک ہیں اور
ایک طرح پر شریک حال ہیں ایک دوسرے کے ہمدرد و مددگار
ہیں اجماعی حقوق کے طلبگار ہیں حالانکہ ہر کے عقائد جدا ہیں ہر ایک فرقہ
عقیدتاً جدا جدا حیثیت رکھتا ہے اور ایک دوسرے سے رہائش
میں بھی جدا کیفیت رکھتا ہے بلکہ چھوت چھات کے وجہ کر کھانے پینے میں
رہنے سہنے ملنے ملانے میں مذہبی طور پر اونچا نیچا دیکھا جاتا ہے کوئی اونچا
کوئی نیچا کہلاتا ہے سب کے عقائد الگ ہیں سب کے طریقے جدا ہیں اور
سب کے خدا اور دیوتا جدا ہیں مگر وقت پر ذات ہر ذات سب ایک
ہیں صرف میں خدا البتہ اجمالی ہیں گؤماتا گنگا مائی اور رامامیا کو تو سب
یکساں جانتے ہیں مگر اکثر گروہ ان پر بھی دانت لگا دیتے ہیں شدر کہلانا
میں چمار ڈوم دوساد وہ ان دیوتاؤں کی پروا نہیں کرتے تھے
مدفون ہوا کرتے ہیں اسلام میں تو بالکل مساوات برتا جاتا ہے کس قدر
حفاظت جماعت کی تعلیم دی گئی ہے مساوات کا مسئلہ اسی قوت
اجماعی کے لئے تو تھا گو شادی بیاہ آپس میں نہیں کرتے مگر قومیت کے
وقت سب ایک نہیں کھاتے پینے کے وقت سب ایک نشست و برخاست
میں سب مساوی مگر ہندوستان کے دو اسم نے ہمیں توکل باتوں میں

جیسے اثر ڈالے اور جنہوں کے رسوم و رسم کی تقلیدیں ہم لوگوں نے کی
ہیں وہ اپنے کو سماتے گئے الغرض ڈپٹی صاحب کے چند لڑکے ہیں جن میں
سے ایک مشہور بابو ہائی کورٹ کے وکیل ہیں اور بڑے خلیق اور
ملنسار اور ہوشیار آدمی ہیں یہ بھی صاحب اولاد ہیں اس خاندان سے
تعلق برادری کا اب گذری پردانوں سے بھی ہو گیا ہے مولوی جواد حسین
وکیل سیشن کورٹ ڈپٹی احمد علی خاں بھائی کے بھانجے ہوتے ہیں یہ بہت نیک
اور خلیق آدمی ہیں اور ابھی جونیئر وکیل ہیں مگر اندازہ یہ ہے کہ ایک دن یہ
ترقی یافتہ وکیل ہوں گے انہوں نے بمشکل و بہ محنت تعلیم پایا اسلئے خدا
ان کو صلہ بھی دے رہا ہے جس طرز رہائش سے یہ چل رہے ہیں
یوماً فیوماً اسمیں ترقیاں نمایاں ہیں ان کی مالی حالت بھی درست ہو رہی
ہیں ان کی شادی بیرونِ میں افضل پور میں بخاندان ماسٹر محمد نواب صاحب
ہوئی ہے اب قرابتداریاں اوس محلہ میں بھی ہو گئیں ہیں اس خاندان
میں پرانے خاندان والی باتیں ہنوز موجود ہیں سب تعلیم یافتہ انگریزی
داں ہیں مگر مذہبیت موجود ہے اور ہندوستانیت بھی موجود ہے احمد علی
خاں صاحب کے ایک بہت تیز لڑکے اسٹوڈنٹ ہیں احمد علی خاں صاحب
مذہب کے بہت پابند ہیں اس خاندان میں کوئی نیم پڑھا انگریزی داں نہیں
ہیں بلکہ متعدد بی۔اے۔ ام۔اے ہیں مگر تربیت چونکہ عمدہ ہے اس لئے
رہائش پر اور مذہب پر برا اثر نہیں پڑا ہے اور انسانیت اور اخلاق
پر آزادی کا اثر نہیں پڑا ہے کفایت شعاری کا بہت لحاظ ہے پر سلیقگی بہت

ہے عورتوں میں سلیقہ مندی کے آثارات پائے جاتے ہیں، راقم نے ان لوگوں
کے یہاں اچانک طور پر کھانا کھایا ہے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ مزیدار اور
نفیس کھانا کھاتے ہیں سکھوں اور دیہاتوں کی طرح کفایت شعاری
کھانوں میں نہیں کرتے خوش غذا ہیں یہ بدنصیبی صرف ملکی لوگوں میں
ہے کہ کھساری کی دال اور بھات اور بے روغن کی ترکاریوں کے
سوا عمدہ غذا استعمال نہیں کرتے دنیا بھر کی کفایت شعاری صرف کھانے
ہی میں برتی جاتی ہے شہر والے علی الخصوص شیعہ مذہب کھانے اور کپڑے
میں کفایت شعاری نہیں برتتے ہیں، اور باتوں میں چاہے منتظم ہوں
مگر گھر کی رہائش اور رکھ رکھاؤ ان لوگوں کا علی العموم اچھا ہوا کرتا ہے
پر سلیقہ زندگی گذارنے میں اس گروہ کا خرچہ انجام امورات مذہبی
میں رسماً بھی زیادہ ہوا کرتا ہے ملکی کنبہ پرور ہوا کرتے ہیں اون کا
دسترخوان سادہ مگر کشادہ رہتا ہے اس لئے کھانا اچھا نصیب نہیں
ہوتا کھانے میں مساوات کا لحاظ رہتا ہے ایک طرح کا کھانا گھر بھر
کھاتا ہے۔

ے حاجی فیروز گورکن کنگھیا ٹولہ میں رہتے تھے یہ معمولی
حیثیت کے آدمی تھے مگر بہترین آدمی تھے لحیم شحیم بڑے
آدمی گذرے محض غریب آدمی تھے عمر بھر ان کا پیشہ رہا کے
مردوں کو اوٹھا دیں اور اجرت پا دیں انہوں نے ایک گروہ دس
بارہ آدمی کی قایم کر لی تھی کہ مرے نہلا دیں قبریں کھود دیں اور

اُجرت پائیں خدا جانے کتنے مردے اِن کے ہاتھ سے دفن کیے گئے اور کتنوں کو غسل دیا اور کتنی لاشیں اوٹھائیں اس کام کو وہ پیشہ کی حیثیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ مذہبی حیثیت سے کیا کیے اور عقیدتاً اس کام کو وہ بہترین کار ثواب جانتے تھے غریب بہت تھے اس لئے مزدوری لیتے تھے ورنہ اِن کا پیشہ بمش اور تکمی بیچنے کا تھا اُن کے بعد یہ دونوں چیزیں ناپید ہو گئی امرا تو لاش چھوتے نہیں ہیں برادری والے نہلاتے کفناتے نہیں اس لئے اس غریب نے یہ کام کیا۔

۲ مفتی محمدی صاحب ولد شیخ محمد معصوم سرشتہ دار کلکٹری

رانی پور کے رہنے والے تھے ان کا اصل وطن کوٹھیا متصل کسارہ میں تھا پٹنہ میں بہ غرض تحصیل علم آئے اور رانی پور میں مقیم ہو گئے ملازم سرکار ہو کر مفتی کا کام انجام دیتے رہے ان کے بیٹے مولوی عبد اللطیف و محمد حسن و مولوی تصدق حسین صدر اعلیٰ پورینہ تھے مولوی محمد حسن کمشنری میں محافظ دفتر تھے مولوی عبد اللطیف کے لڑکے مولوی قدرت حسین مولوی محمد فرید مولوی عبد الغنی و شیخ افضل حسین تھے مولوی فرید سرشتہ دار محکمہ دیوانی میں تھے مولوی ولایت حسین عدالت میں محرر تھے مولوی عبد الغنی بڑے نوبین بابو وکیل کے نائب تھے افضل حسین کی زندگی پریشانی کی گذری اِن کی تندرستی بھی خراب تھی اس لئے یہ کوئی کام نہیں کر سکے مولوی محمد حسین کے لڑکے احمد حسین

ومنظرحسین وامیرحسن تھے اور محل ثانیہ سے حمیدحسن وعابدحسن تھے
منشی احمدحسن کے لڑکے منشی نظیرالحسن تھے جو مینوسپلٹی میں اسٹوکیپر
تھے اون کے بیٹے منشی بدرالحسن ہیں منشی نظیرحسن کے بھائی مولوی
نورالحسن ہیں جو اسکول میں سکنڈ مولوی تھے اون کے بیٹے ابوالحسن
وآل حسن ہیں یہ دونوں بھی کہیں ملازم ہیں منشی نورالحسن کے ایک بھائی
ظہورالحسن ہیں جو بلا شادی جوان ہی مرگئے ایک بھائی محمد قدیر
تھے یہ بھی بغیر شادی کے جوان ہی مرگئے مولوی منظرحسن کے دو
لڑکے ماسٹر فیاض حسن ہیں جو دربار شاہ لال مرحوم ملازم ہیں او دوسرے
بھائی ڈاکٹر اصغرحسین ہیں فیاض حسن کے لڑکے عنایت کریم عرف
عیدو میاں ہیں۔ ڈاکٹر اصغرحسن کو اولاد ذکور نہیں ہیں اونکی
لڑکی محمد آبادی خواجہ پورہ سے بیاہی ہیں منشی امیرحسن کو اولاد ذکور
نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی جو ڈاکٹر عبدالحکیم کی ماں تھیں منشی عابد
حسن کی شادی نہوی منشی حمیدحسن کے لڑکے محمودحسن و محبوب حسن تھے محمودحسن کے لڑکے احمدحسن
تھے جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں قاضی یونس قاضی چک محمود میاں
کے سسر تھے محمود میاں کے بہنوی یونس خاں ساکن بیرسہ تھے
محبوب حسن کی شادی نہوئی وہ جوان ہی مرگئے محمود میاں بھی جوان
ہی مرگئے یہ کلکٹری میں نقل نویس تھے مولوی معصوم صاحب کے
تین بیٹے تھے مولوی محمدی صاحب جنکا حال اوپر لکھا گیا ہے ایک
بیٹے مولوی احمدی و منشی لطف علی تھے مولوی احمدی کے تین بیٹے تھے۔

منشی جمال الدین سررشتہ دار ابکاری تھے دوسرے منشی امین الدین صاحب
امین مظفرپور کے تھے تیسرے منشی بدیع الدین ناظر عدالت پٹنہ تھے
مولوی جمال الدین کے بیٹے منشی ظہیر الحق مولوی محبوب عالم کے تھے اور
دیگر محلہ سے منشی قسیم الدین سب ڈپٹی اسکول تھے منشی شجاع
الدین ملازم تھے جوان مرگئے منشی اظہار الدین سب انسپکٹر پولیس تھے
منشی قسیم الدین کی شادی کاکو میں ہوئی جن کے لڑکے سجاد شاہ صاحب
ہوگئے ہیں خود بھی تفضیلیہ مذہب کے آدمی تھے اولاد بھی اوسی
عقیدہ پر ہوئی راقم نے انگریزی الف با انہی مولوی قسیم الدین سے
آغاز کیا تھا بتیا میں مدتوں یہ اور ان کے لڑکے جو شاہ صاحب ہوگئے
ہیں راقم کے سسرالی مکان میں کرایہ دار رہے منشی امین الدین
صاحب کے دو لڑکے تھے حکیم مولوی وزیر الحق و منشی علی اکبر داروغہ ابکاری
تھے منشی وزیر الحق کے بیٹے منشی محی الدین احمد نقشہ نویس پٹنہ میونسپلٹی تھے منشی
محی الدین کے لڑکے شرف الدین و رفیع الدین کو راقم جانتا ہے شرف الدین ریلوے میں
ملازم ہیں رفیع الدین کوئی تجارت کرتے ہیں داروغہ علی اکبر کے
بیٹے منشی فخر الدین ہیں جو کاکو میں بیاہے ہیں وہیں ساکن ہیں اونکے
بیٹے زین الدین عرف ضیاء الدین چھومیاں ہیں اور دوسری بی بی
سے عبد الغفور عرف ثبات میاں ہیں اور رحمن میاں ثبات میاں
کے بھائی ہیں محمد یٰسین برادر منشی فخر الدین نے شادی نہیں کیا مولوی
عبد اللطیف کے بیٹے مولوی ولایت حسین تھے جنکے بیٹے مولوی مہدی حسین

سکتے: ان کے بیٹے ڈاکٹر عبدالحکیم اور محمد یوسف حسن ہیں محمد یوسف حسن کے دو لڑکے جمال یوسف و محمد اقبال ہیں ڈاکٹر عبدالحکیم نے شادی نہ کی مولوی مہدی حسن راقم کے ساتھ انگریزی پڑھتے تھے پھر لودی کٹرہ اسکول میں ملازم ہو گئے تھے مولوی محمد فریدکے دو بیٹے مولوی عبدالعزیز و عبدالحفیظ تھے دونوں لاولد تھے عبدالعزیز مر گئے مولوی عبدالغنی کے لڑکے محمد صدیق و محمد ظہور تھے اور محمد صدیق کی شادی ہوئی محمد ظہور کی شادی شاہ صغیر صاحب کی بہن سے ہوئی میاں بی بی دونوں لاولد مر گئے منشی بدیع الدین کے بیٹے منشی محمد عظم تھے جو اردو میں استاد وقت گنے جاتے تھے راقم کے استاد بھی اردو میں تھے اور راقم سے بہت ربط رکھتے تھے بلا کے ہوشیار اور وجیہ آدمی تھے انھیں نے البنچ میں تحریریں لکھیں اور میر علی محمد شاد خاں بہادر کے مقابلے کو کھڑے ہو گئے تھے خوب خوب تحریریں اس وقت البنچ اخبار میں نکلا کیں اخبارات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں قلم کا زور بہت تھا ان کا لڑکا فضل الرحمن ہے جو کسی دیہات میں رہتے ہیں وہ میر فرحت حسین ساکن کھرانٹ کے ناتی ہیں میر فرحت حسین اکثر شہر میں آیا کرتے تھے بہت بوڑھے اور لنگڑے آدمی تھے محبوب عالم صاحب روڈسس میں محرر ہیں پھر میونسپلٹی میں انسپکٹر ہوئے تھے جوان ہی مر گئے ان کے دو لڑکے تھے منظور خالق مشکور خالق تھے ان دونوں نے انتقال کیا اور ان کی یادگار اب کوئی نہیں ہے منشی ظہیر الحق کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی دارو غہ ابا خیر

الدین کے والد منشی ظہیر الدین مفتی صاحب کے ناتی تھے اِن کے دادہال
حاجی پور میں تھی مفتی صاحب ایک ناتی میر فضل حسین تھے اون کے بیٹے
باقر میاں تھے جو ہملوگوں کے ساتھ رہتے تھے بہت عمدہ آدمی تھے
دوسرے بیٹے میر علیم الدین تھے وہ تلنگی بناکر اوقات گذاری کرتے
رہے ایک۔ منشی ظہیر صاحب کے لڑکے منیر الدین جوان مرگئے
جو رجسٹری میں محرر تھے اور رکمار میں ایک جلسہ میں انتقال ہوگیا تھا
اوس مقدمہ میں اکثر شرکایان جلسہ ملزم تھے مگر ان کے والد نے
مقدمہ ہونے نہ دیا ایک لڑکا دار وغہ ریاض الدین ہیں ابکاری میں
موتیہاری میں ملازم تھے نوکری نہ رہی مختار کاری پاس ہیں گوشہ
نشیں ہیں معین خان بہادر کے دوست ہیں دار وغہ جی کے بھائی امام
الدین حیدر ہیں جو کورٹ اوف وارڈ میں ملازم تھے اور منجھلے نواب
اسٹیٹ کے منیجر ہوگئے تھے اور اپنے ہی بدولت اون کو اپنے جگہ
سے ہٹنا پڑا امام الدین کی شادی ڈاکٹر یادو صاحب ولد حکیم مہدی صاحب مغلپورہ کی لڑکی
سے ہوئی ہے حکیم مہدی صاحب راقم کے ساس کی حقیقی چچا تھے ڈاکٹر یادو صاحب
ہمایوں مرزا صاحب بارسٹر کے بہنوی ہیں میر تحسین صاحب ان بزرگ کے دو لڑکے تھے ایک
کا نام امداد حسین سب انسپکٹر پولس تھا دوسرے کا نام سید فدا حسین تھا یہ شاہ محمد یحیی صاحب
شاہ علی ولی کے بہنوی تھے جنکے لڑکے میر وارث حسین تھے ان کے بہنوی مولوی محمد فرید تھے
جو مولوی عبد الحفیظ و عبد العزیز کے والد تھے میر وارث حسین کے بھانجے محمد تمیم الدین
پانڈہ پور سے بیاہی تھیں میونسپلٹی وارڈ میں محرر تھے اور راقم

راقم کے ماتحتی میں کبھی بہ حیثیت میونسپل کمشنر کے رہے تھے یہ لاولد
مرے مولوی امداد حسین مذکور کے دو لڑکے مولوی ارشاد حسین اور
میر واحد حسین تھے مولوی ارشاد حسین کے بیٹے عبدالکافی و عبد
الرزاق و عبدالقادر تھے عبدالکافی میونسپلٹی میں ملازم تھے عبداللہ
بھی محرر تھے و عبدالرزاق نے پھلواری شریف کی بڑی گدی
میں خدمت گذاری میں اپنے کو داخل کیا عبدالکافی بنگلے میں جا
کر مرے یہ بھی مفتی صاحب کے پرپوتے ہی ہوتے تھے میر واحد حسین
کے بیٹے میر شاہد حسین میاں جو پنچ محرر تھے اور راقم کے ساتھ ۱۵
پندرہ برس پیشکار رہے اور محمد نور اللہ راقم کے نانی کے خسر
ہیں ان کے ایک بھائی سید محمد ہیں جو چھپرہ میں رہتے ہیں اور
حافظ احمد شاہ حاجی گنج کے ساڑھو کے بیٹے ہوتے ہیں میر واحد
حسین شاہ حافظ احمد کے تیسری شادی سے ساڑھو ہوتے تھے
ایک بھائی شاہد میاں کے عبدالحی عرف بدھو تھے جو چھپرہ میں جوان
ہی مر گئے یہ لوگ تین ماں سے تھے میر امداد صاحب کے ناتی مختار
عبدالرحمان جہان آباد حبیب الرحمان نقل نویس کلکٹری یہ اور
مولوی فضل الرحمان سینیٹری انسپکٹر میونسپلٹی میں بھائی ہیں فضلو میاں
شاہد میاں کے پھوپھیرے بہن کے داماد ہیں اور حقیقی پھوپھی کے لڑکے
ہیں شاہد میاں کے لڑکے ڈاکٹر محمد خلیل الرحمان حکیم عنایت کریم گیا
کے خویش ہیں اون کے تین لڑکے جمیل الرحمان فضل الرحمان و حبیب

الزمان ہیں دوسرا لڑکا محمد برکات ہے جو شاہ وجیہ الحق صاحب کے پوتی داماد ہیں شاہ وجیہ الحق صاحب راقم کے خلیرے بھائی تھے راقم نے تقریباً کل آدمیوں کو بچشم خود دیکھا ہے بجز مفتی صاحب کے والد کے اور لوگوں کو یقینی طور پر دیکھا ہے مفتی صاحب اور مولوی احمدی صاحب کا نوجیال بھی نہیں آتا ہے مگر بعد کے آدمیوں کا تو چہرہ وضع رہائش طرز و انداز اون کے زندگی کے کل کا دنامے چشم دید یاد ہیں اس خاندان میں پرانے لوگ جتنے گذرے اونمیں دیہات والوں کے پوری بو و انداز و خواص تھے وہی طلبیانہ اخلاق جو دیہاتی بھائیوں میں ہوا کرتا ہے بھرا ہوا تھا اون لوگوں سے ملنے میں خلوص کا اظہار ہوتا تھا ہمدرد تھے یہ لوگ یا خود یا ہی میں ہی قوموں تک بیاہ شادی کرتے رہے ان لوگوں کو پہلے کف کا بہت خیال تھا مگر اب زمانہ بدلا حتی ورتیں بدلیں دولتیں گئیں کہاں تک کوئی کف کا خیال کر سکتا ہے اکثر بڑے بڑے گھروں میں غیر کف کے لوگ بھرے پائے جاتے ہیں بعض بعض معذوریاں پیش آجاتی ہیں اکثر گھروں میں غیر کف کے اولادیں بھی پائی جاتی ہیں سب تو نبی آدم ہی ہیں مسلمانوں میں تو اس کی شرط لکھی ہوئی نہیں ہے کہ غیر کف کے آدمیوں کو کوئی نظر حقارت سے دیکھے وہاں تو نطفہ صحیح اور عقائد صحیح کی قید ہے باپوں کی طرف اولاد کو منسوب کیا جاتا ہے مگر ہندوستان والے شریعت محمدی کے خلاف غیر کف کے اولادوں کو بہ نظر حقارت دیکھتے

لگے یہ فقط رسمی باتیں ہیں اگر اتنی سی طرف توجہ کی جائے گی تو ہزاروں
سو اقعات ملیں گے کہ بڑے بڑے مذہبی مقدس بزرگان کے نسبت
صرف باپوں کی طرف منسوب ہو اکئے ہیں مسلمانوں کو ایسی جہالت
کی طرف راغب ہونا اخلاقی اور مذہبی جرم ہیں اس حقارت سے قومی
نقصان ہوتا ہے دل شکنی ہوا کرتی ہے اس جاہلانہ رسومات نے عقد ثانی
کو روکا ہے جس کے بدولت دنیا میں ہزاروں فسادات اور ذلتیں
برداشت کرنا پڑتی ہیں بزرگان ماسبق اور مقدسان مذہبی سے زیادہ
وقعت ہندوستان والوں کی نہیں ہو سکتی ان بزرگوں نے جو کچھ حسب ہدایت
مذہب برتا ہے اس سے تجاوز کرنے کا حق مسلمانوں کو نہیں ہے
اگر دنیا میں غور کرتا جائیگا تو کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جہاں
پشتا پشت تک سب کف ہی کف میں شادیاں ہوا کئے ہوں ایسے
چند ہی لوگ ملیں گے کم خاندان ملیں گے جو دس بیس پشت کی
صحیح خبریں رکھتے ہوں جن بزرگوں میں ایسے خیالات دل میں جگہ دئے
ہوئے ہوں ان کو مذہبی کتابوں کی طرف توجہ کرنا چاہئے مسلمان
کسی دوسرے مسلمان کو تحقیر سے نہیں دیکھ سکتا مسلمانوں کے
مذہب میں کسی قسم کی تحقیر کرنا یا کسی کو گھٹیا سمجھنا سخت گناہ ہے جو اپنے
قومیت بچانا چاہتا ہے وہ بیاہتا نہ کرے اس سے زیادہ کا حق
نہیں ہو سکتا مسلمان ذرا غور کریں مفخر خاندان والے سب تو پریشان
حال اور بے علم ہوتے جاتے ہیں لوگ جسے تحقیر کے نظر سے دیکھنا چاہتے

ہیں خدا اون کو دین و دنیا میں سر بر آوردہ کرتا جاتا ہے خدا جسے نوازتا جاتا ہے بندہ مشیت کے خلاف کیا کر سکتا ہے وہ صرف اپنی زبان تیز کر سکتا ہے اپنا دل خراب کرتا ہے اپنے اپنے انیٹھ میں رہتا ہے دوسروں کا کیا نقصان پہونچا سکتا ہے جسے خدا اقبال دیتا ہے بندہ اوسے بگاڑ نہیں سکتا آدمی کو موجودہ حیثیت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے اس کے ذاتیات سے کیا بحث ہے۔ آدمی کی آدمیت اس کی انسانیت اور اس کی لیاقت اوس کی فطرت اس کے حسن اخلاق اوس کے صفات حمیدہ اس کی عمدگیوں کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ جو حقیر جانتا ہے اوسے معزز ماننا پڑیگا۔ مشیت اوس کا اعزاز کرا چھوڑیگی۔ اس خاندان کے پرانے لوگوں میں اخلاق و انسانیت بہت تھے۔ پرانے لوگوں میں ہمدردیاں بے حد تھیں۔ منشی امین الدین و منشی جمال کے وقت میں شملم کو ہمسن لوگوں کی صحبت جما کرتی تھی۔ خواجہ مقبول علی میر سید علی اور اسی وضع اور سن کے امیر و غریب اوسط درجہ کے لوگ یہاں آتے جاتے حقہ پانی چلتا اور اچھی اچھی باتوں کا تذکرہ ہوا کرتا یہ لوگ اپنے کو غیبت اور حسد سے بچاتے رہے غربا کے ساتھ حسن اخلاق اور بقدر وسعت مالی امداد بھی کرتے تھے راقم نے اپنے والد ماجد سے سُنا ہے کہ جب والد ماجد کو اپنے آبائی مکان مولوی کشمیر علی مرحوم واقع رانی پور کو چھوڑنا پڑا سخت مصیبت کا وقت والد ماجد پر تھا اور وہ اسوقت بے بس اور بے پناہ کردئے گئے تھے اور

پریشان ہو گئے تھے منشی جمال الدین اور منشی امین الدین صاحبان نے
ساکنان محلہ کا بالکل خیال نہ کیا بلکہ مولوی شیر علی کے ملاقات کا
خیال رکھتے ہوئے والد ماجد کو شب بھر اپنے مکان میں روک
رکھا میر نور الحسن چچا راقم و والد ماجد نے اپنا انتظام کرایہ کے مکان
میں کر لیا اوس ایک احسان کا خیال ابتک والد ماجد اور راقم
کو برابر رہا کیا جب جب اس خاندان کے لوگوں کو کوئی ضرورت
آئی بے عذر اوس کو انجام دیتا آیا اگر وہ لوگ زندہ ہوتے تو
ان امور کی تصدیق کرتے بعض لوگ زندہ ہیں وہ شہادت
دے سکتے ہیں کہ راقم اس خاندان کے لوگوں کے ساتھ کس طرح
پر ملتا آیا محی الدین میاں اگر زندہ رہتے تو وہ بتا سکتے مولوی
اختر حسین زندہ ہوتے تو وہ کہہ سکتے منشی بدیع الدین و منشی
اعظم صاحب جانتے تھے وہ لوگ ہوتے تو فرما سکتے تھے منشی
افضل حسین ہوتے تو کہہ سکتے داروغہ علی اکبر صاحب ہوتے تو بیان
فرماتے اب تک فخر الدین میاں زندہ ہیں جو بتا سکتے ہیں کہ راقم نے
کس طرح کا برتاؤ اس خاندان کے ہر ہر آدمی کے ساتھ رکھا چنانچہ
تقسیم مکانات منشی جمال الدین و منشی امین الدین صاحبان کا فیصلہ
ثالثی راقم ہی کے ہاتھ کا ہے لیاقت میاں کی زمین شاہد میاں کی زمین
فخر الدین میاں کے حصے منشی بدیع الدین کے حصے منشی قسیم الدین
کے حصے اور پرانی الجھنوں کو راقم ہی نے سلجھایا ہے اور اس

خاندان کے جھگڑوں کو ہٹایا اور آپس میں تکرار ہونے نہ دیا مولوی
فضل الرحمان سنٹری انسپکٹر واقف ہیں کہ راقم کا کیا برتاؤ رہا کیا
میر شاہد حسین جانتے ہیں اون کے ملازمت کے وقت جب وہ راقم کے ماتحت
تھے کیا برتاؤ کیا گیا میر مہدی حسین مرحوم زندہ ہوتے تو وہ
بتا سکتے تھے کہ جب کسی کام کو اونھوں نے کہا حتی المقدور اوسکے
انجام میں کوتاہی نہ کئے گئے منشی نظیر حسن جب راقم کے ماتحتی میں
بحیثیت میونسپل جمعدار رہے اور راقم بحیثیت وارڈ چیرمین رہا
برابر اون کے مدارات میں فرق نہ کیا ڈاکٹر اصغر حسین سے برابر
ملتا جلتا رہا ڈاکٹر فضیلت حسین کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا
کیا اور برابر ہر ممبر خاندانی سے مسلمانانہ برتاؤ برتا کرتا ہوں آدمی
وہی ہے جو ایک ادنے احسان کو نسلاً بعد نسلٍ نہ بھولے شرافت
نفسی اسی کو کہتے ہیں کہ انسان ہر بندہ خدا کے ساتھ حسن اخلاق
برتے ہر شخص کے ساتھ خاص کر مخلصًا خلوص رکھتے مسلمان کو نکتہ چینی
کی نگاہ رکھنا گناہ ہے شعار اسلام یہی ہے کہ عیسٰی بدین خود موسٰی بدین
خود اسلامی حیثیت سے ہر ایک کو ہر ایک کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ
رکھنا چاہیے اس میں اگر فرق آتا تو قومی بدنصیبی ہے بے وجہ بے سبب
بے ضرورت کسی مسلمان کو کسی مسلمان سے نفاق و نکتہ چینی منع
ہے گذشتہ لوگوں میں ان باتوں کا بہت لحاظ تھا اسلئے آپس میں
میل جول ہمدردی روز افزوں تھی اور جماعت میں قوت نمایاں

ہوتی تھی جب سے زمانہ پلٹا خلوص ایک دوسرے کا بے سبب ختم ہوگیا اور نکتہ چین ہوتا گیا کوئی مادر زاد ولی تو پیدا نہیں ہوا حکایت شکایت سن سن کر برتاؤ میں فرق ہوتے ہوتے ایک دوسرے سے جدا ہوئے اس کا میل جول جاتا رہا اجتماعی قوت میں کمی محسوس ہونے لگی بہتر طور پر خلوص و نفاق کے ملاقات میں فرق ظاہر ہوجاتا ہے آدمی کا دل آئینہ ہے جس سے انسان ملے خلوص برتے کوئی کسی کا محتاج نہیں ہے للہیت برتنا ثواب ہے۔

۷۹ رمضان خاں ایک سارنگی بجانیوالے بی بی چھٹن اور زعفو کے ساتھ سے تھے یہ عورتیں شہر میں طوائفوں میں مشہور ہیں ان عورتوں نے لاکھوں لاکھ کمایا اور شہر کے رؤساء کے کوئی گھر ایسے نہ تھے جہاں سے کچھ نہ کچھ فائدہ اوٹھایا اس شہر میں ان عورتوں نے بڑی عزت داری کے ساتھ ابتدائے زندگی گذارا یہ لوگ باندے کی طرف سے آئیں تھیں جیسا کہ بزرگوں سے سنا گیا راقم تو کمسن تھا اس کی تحقیق نہ کر سکا اور بزرگوں سے تہذیباً پوچھ بھی نہیں کر سکا تذکرتا جو سنا وہ لکھا گیا ان لوگوں کا عروج تو چشم دید دیکھا یہ طوائف کا مکان نہ تھا بلکہ اوس وقت کے اوباشوں کی خانقاہ تھی ایسے ہی لکھ میں تین ہشت تک کے آدمیوں کو جمع ہوتے دیکھا چنانچہ ایک دفعہ محرم میں نوحہ سننے کی غرض سے راقم بھی گیا وہاں اسقدر رؤسا کا مجمع تھا کہ دیکھکر ندامت ہوئی ایسے ایسے بزرگان بھی تھے جن سے راقم کو بے حد لحاظ تھا مگر محرم میں عزاداری کے پردے

میں دس روز تک اس گھر میں جانا معیوب نہ تھا گویا وہ مکان امام
باڑہ تصور ہوتا تھا اور متبرک جگہ مانی جاتی تھی بے تکلف بڑے چھوٹے
امیر و غریب اوسط درجہ والے ڈھاڑی بھڑوے ذلیل ترین اور
بہترین معزز لوگ راجہ رجواڑہ رئیس و سائیس بہ حیثیت مساوات
جانیکا حق رکھتے تھے اور سب کی خاطر داشت بھی مذہبی حیثیت سے
ہوا کرتی تھی اس مکان کا نام سنگر دا ہے یہ مکان موقوفہ ہے اسکی
تولیت بڑی گدی پھلواری شریف کو ہے نیچے دو کاندار رہتے
ہیں اوپر چند کمروں میں برابر رنڈیاں ہی بہ کرایہ رہتی ہیں اور
اب بھی وہی لوگ آباد رکھتی ہیں یہ مکان ہی اوسی مصرف کا ہے
اور چھنگی خاں کے ٹھیکہ میں چلا آتا ہے مالگذاری پھلواری میں ادا
کرتے ہیں اوس مکان میں کسی جگہ پر پوشیدہ طور پر راقم بھی معہ اپنے
احباب کے موجود تھا جب مجمع کم ہونے لگا اور ایک دوسرے
کو دیکھ سکتا تھا اوسوقت راقم نے اپنے اکثر بزرگوں کو دیکھا حتی کہ
والد ماجد بھی موجود تھے سخت ندامت ہوئی پھر جو دیکھتا ہوں
تو ایسے ایسے عزیز موجود ہیں جن کو ہم سے لحاظ تھا اور مجھے ان لوگوں
سے لحاظ لازمی تھا حتی کہ میری خاص اولاد بھی موجود تھی راقم
سے نہ رہا گیا راقم نے مالک مکان سے کہدیا کہ مجھ سے زیادہ
کوئی اقبال مند نہیں ہے اور آپ سے زیادہ بھی کوئی اقبال مند نہیں
ہیں اس لئے کہ میری تین پشت حاضر ہے آپ اس لئے تین پشتوں کی

حاضری کرائی یہ کہکر راقم رخصت ہوا اور راقم نے اوسی دن سے
نوحہ سننے کی قسم کھالیا اور پھر عمر بھر مجلسوں میں جانا چھوڑدیا
کیسے کیسے خوانندہ آئے مگر راقم نے اپنا اصول ہی بدل دیا
کہیں بھی مجلسوں میں شریک نہیں ہوا کرتا گذشتہ سال مرزا
طاہر کا مرثیہ سننے کے لئے صرف اسوجہ امام باندی کے امام باڑہ
میں گلزار باغ گیا کہ اون کی خاندان کے مرزا دبیر کا کلام
سنا مرزا عوج کا سنا میر مونس کو سنا ان کا بھی سن لینا
چاہیئے الغرض ان عورتوں کا اقبال قابل بیان ہے انلوگوں
نے شہر میں اس پیشہ کو فروغ دیا اور اسقدر اس پیشہ
کے اندر عزت پائی کہ کوئی رئیس ایسا نہ تھا جو مداح نہ ہو کوئی
نوجوان ایسا نہ تھا جو خلاف میں بول سکے کسی بازاری عورت
کی ہمت نہ تھی جو اس دربار کی چوکھٹ نہ چومی کوئی ڈھاڑی
اور گوّے ایسے نہ تھے جو شہر میں رہیں اور حاضری ندیں
بے انتہا اقبال ہوا اور بے حد دولت حاصل ہوئی ان لوگوں
کا اخلاق ایسا تھا کہ بڑے بڑے راجاؤں کو بھی میسر نہیں
ہوسکتا اس قدر خلق بڑھا ہوا تھا کہ کونسا آدمی تھا جس کے
زبان پر تعریف کے الفاظ نہ تھے اور کس کی تمنا نہ تھی جو اس
دربار میں حاضری نہ دے میں نام لکھنا نہیں چاہتا مگر چشم دید
عرض کرتا ہوں مولوی مشایخ پیر میاں مذہبی مقدس کو بھی جاتے دیکھا

مگر یہی محرم میں اور دونوں میں دور دور کی صاحب سلامت بھی
بی رمضو تو اسقدر تخیر تھیں کہ ہزاروں غربا پرورش پاتے رہے
اور بی چھٹن اسقدر آرام طلب تھیں کہ بعض رؤسا ے وقت
پیر دباتے رہے دونوں کی دولائف تھی اور دو طبیعت تھی
بی چھٹن نے گانے کی بدولت زیادہ پیدا کیا اور بی رمضو نے
ملازمت کی بدولت زیادہ پیدا کیا دونوں تراتیدار کہلاتی
تھیں اقبال رہیں جب رؤساے شہر تباہ و برباد ہوگئے مرگئے
نوجوانوں نکے پاس دولت نہ رہی زمانے کا رخ بدلا اقبال نے
جواب دیا بی رمضو کی دولت جن سختیوں سے آئی تھی اوسی آسانی
سے ضایع ہوگئی اون کا آخری وقت قابل افسوس گذرا اونکی
دولت ایک اون کی ہندو دوست کی وجہکر ضایع ہوئی
اوس ہندو غریب کی جان و مذہب پربن آگئی وہ جان سے گیا گذرا
راقم نام لکھنا نہیں چاہتا اون کے اقربا جانتے ہوں گے اون پر کیا
کیا گذری راقم کا وہ شخص بہترین دوست تھا اور نہایت حسین جوان
تھا کتن کس الفاظ کو اوس نے برداشت کیا اور کیونکر برداشت
کیا اور کیا کیا ظلم سہے آخر کار مرنا ہی قبول کیا اور اچھا ہوا جان
تو گئی مگر عذاب سے چھوٹا بی رمضو کا مال سب برباد ہوا صحت گئی
دماغ خراب ہوگیا وہ خودداری گئی وعزت داری گئی آخر کار اونکا
انتقال ہوا۔ بی چھٹن ہنوز زندہ ہیں آنٹے کے ساتھ گھن کبھی پسا ان کی

مالی حالت بھی خراب ہوگئی کوٹھیاں بکیں زیورات بچے بعض مکان
رہ گئے جس کی کرایہ کی آمدنی پر ان کی اوقات کٹتی ہے وہ اقبال
گیا وہ دولت گئی وہ عزت نہ رہی وہ گانا بجانا کیا رنگ آگیا آخرکار
زیارت کربلا کیا اور گوشہ نشیں ہوگئیں کسی لڑکے کی پرورش کی تھی وہ
لڑکا پوسٹ ماسٹر ہوا وہی لڑکا اب ساتھ ہے اور اون لوگوں کے
ساتھ اوقات گذارتی ہیں اوس لڑکے کا نام غالبًا امیر حیدر تھا
گاڑی خانہ میونسپلٹی کے قریب ایک مکان بنا کر اوس میں گوشہ نشیں
ہیں ان کے یہاں خود دربار رہتا تھا اونکو چھوٹی چھوٹی رنڈیوں کے
یہاں بغرض دلبستگی جانا پڑا ان کی پہلی حقیقت کو یاد کرکے ایک
حیرت ہوتی ہے مگر اس شہر کے اندر بلکہ جہاں جہاں خیال جاتا ہے
سب کی سوانح عمری پر نظر توجہ ڈالتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ اس گروہ
اقبال اوسی وقت تک رہتا ہے جبتک ان لوگوں کا شباب رہتا ہے
گیا شباب کے ہمراہ حوصلہ دل کا راقم مختصرًا چند مثال پیش کردیتا ہے
زہرا بائی علم موسیقی میں اوستاد فن گنی گئیں بڑی عزت کے ساتھ زندگی
اونھوں نے اپنا عقد بلی حشمت کے بھائی سے کیا اس فرقہ میں یہ بات
معیوب ہے اپنے فرقہ میں بری نظر سے دیکھی گئیں خود مریں لڑکا ہری
کل دولت شوہر کوٹھی مقدمہ بازی میں برباد ہوگئی قائم نہ رہ سکے
نام و نمود گیا مکان ٹیڑھی گھاٹ میں بہ نور موجود ہے جو یادگار ہے
پاگراموفون کی ریکارڈیں جو گویوں کی یادگار ہیں روضہ پر گڑی ہیں

بی بگن کا عروج دیکھا جو ایک حسین عورت تھیں اور شیعہ مذہب تھیں
اور بڑے بڑے لوگوں میں ممتاز تھیں اونکا آخری زمانہ قابل افسوس
گذرا بی لالن کا بہترین زمانہ دیکھا اونکا حسن مشہور تھا نکاح میں
آگر بی گوہرجان کی غلامی کرتے دیکھا بی ملکہ کلکتہ والی کو دیکھا آخری عمر
اونکی وہ نہ کٹی جو آغاز کی گذری بی گوہرجان کلکتہ والی تو طوائفوں
میں گویا رانی تھیں اب اون کی وہ حالت نہ رہی مکان اسباب سب
ختم وہ دبدبہ وہ نام وہ حسن سب ندارد ہو گیا کسی طرح پر خوش
حالی سے مگر پہلے سے بہت کم اوقات چل رہی ہے آخر میں کسی سے
عقد کر لیا تھا بی بندہ کی ماں بی عباسی کو دیکھا بندہ کی زندگی میں
جوڑی نٹش اور گوہرجان کا مقابلہ رہتا بی عباسی کو چھوٹی چھوٹی طوائفوں کی
امداد کی ضرورت آگئی بی فیضن کا گانا لاجواب شہر میں مشہور آخر عمر
میں تکلیف سے گذری بی حسنی کا زمانہ تھا آخر عمر میں ایک ہندو
رئیس نے تجہیز و تکفین کی جن سے ملاقاتیں تھیں بی شباب کا زمانہ
ایسا تھا کہ لعبض افسران خوشامدیں کرتے رہے رؤسا منہ چوہتے
رہے بدمعاش دبتے رہے مرتے دیر نہیں محمد حیات لڑکا پاگل
ہو گیا دولت ضایع ہونے لگی بی نازنیں اونکی لڑکی کا وہ نام و نمود
ہوا کہ شہر میں اور باہر اطراف میں دور دور تک بغیر اونکے محفل
جمتے ہی نہیں تھی آخر عمر میں لوگوں کو خیرات دینا پڑا بی بگا کے عروج
کو بھی دیکھا اون کا تنزل بھی قابل افسوس ہوا ماہ لقا کو بھی دیکھا

اچھے اچھے لوگ گرد گھومتے رہے بیمار ہوتے سخت مصیبت میں گرفتار
ہوئیں مرگئیں پرانے ملاقاتیوں کے امداد کی حاجت ہوگئی بی بتولن
کا عروج بھی دیکھا زوال بھی دیکھا گاڑی کرلی تھی اوسکی آمدنی
سے اوقات گذارتی تھی سنہ ۱۹۳۰ میں مرگئیں بی ہیگن کو دیکھا کیا
عروج ہوا اون کی بہن امیرو کو عقد میں آجانا پڑا ماں کو تکیہ تمباکو
کی دوکان کرتے دیکھا بی ملکہ کا عروج بھی دیکھا ہزاروں ہزار
کا زیور بھی دیکھا مکانات پختہ بنائے گئے آخر میں باوجود جوانی وہ
آسایش نہ رہی بی چنی کو دیکھا حسن لاجواب تھا مرتے دیر نہیں
اوسکی ورثا تباہ و برباد ہوگئی بی اللہ جلائی کی دولت و اقبال
کو بہتر سے نوجوانوں نے بھی دیکھا ہے سونے سے آراستہ مکان
میں رہتی حسن لاجواب مرتے دیر نہیں لاکھوں لاکھ کی جائداد
ہوا ہوگئی ماں پریشان ہو کر مریں بھائی کہیں اپنا پیشہ کرتے ہیں
اون کی قبر بھی درگاہ میں ہے بی میری کا عروج بھی قابل الذکر ہے اونکا
گذر ایسی ایسی جگہ ہوا جہاں بڑے بڑے لوگوں کا قدم نہیں
جاسکتا تھا پھر اون کی تباہی دیکھی بی شرفو کو عقد میں آنا پڑا
بی جیتا کو آخر عمر میں عقد کرنا ہوا بی شہزادی کا عروج بھی دیکھا اور
تکلی سازی سے اوقات گذارتے بھی دیکھا چھوٹی گوہر جان کی اوٹھان
دیکھا پٹنہ اور گیا ایک تھا اون کو برقع پہنکر شہر کے اندر بھیک
مانگتے دیکھا اونکا حسن میم سے کم نہ تھا بی ننھی کا زمانہ دیکھا لوگ صورت

دیکھنے کو ترستے تھے اب اونکو نماز روزہ کے سوا کوئی کام نہیں ہے مگر بازار ہی میں بہنا پڑا بی سولج مکھی کا عروج دیکھا اون کی بھی کمی دیکھی بی اچھن کی عروج کو دیکھا اور سوال کرکے گذران اوقات دیکھا بی کاسنی کا عروج دیکھا اون کا زوال دیکھا بی قلم تراش کا عروج دیکھا بے نسان ہوتے دیکھا بی معصومن کی عروج کو دیکھا اونکو بے نشان ہوتے دیکھا بی موگرکو دیکھا اونکی پریشانیوں کو دیکھا بی راج شیری کی عروج کو دیکھا لامکان ہوتے پایا بی چھولی چھٹن کے عروج کو دیکھا اونکی زوال کی حالت بھی دیکھا بی سندر کی کلکتہ کے ٹھاٹھ کو بھی دیکھا حکیم کاظم حسین کے مکان میں اون کی تجہیز و تکفین بھی خیروں کو کرتے دیکھا جس میں راقم کا بھی ہاتھ تھا بی تمری مظفرپور والی کی عروج کو دیکھا اون کی نانی بی باندی کے اعزاز کو بھی دیکھا بی حسینہ اون کی والدہ کی مسی لگانے کے اصراف کا موازنہ بیس ہزار روپیہ سے کم کا نہ تھا اوس مکان کو میدان بھی دیکھا جس میں خان بہادر احمد حسین وکیل مظفرپور کا کلب قایم کردہ موجود ہے بی نامدار بیگم کے عروج کو دیکھا جہاں محرم میں چینی کے رکابیوں میں ہزاروں حصے تقسیم ہوا کیے اب وہ مکان شاہ کی املی والا میدان ہے بی بچی کے عروج کو دیکھا اون کا مکان شاہ کی املی والا میدان ہے بی چھیا کے عروج کو دیکھا بڑے بڑے لوگ برباد ہوے اب اونکی موجودہ حالت کو بھی دیکھ رہے ہیں وہ لامکان تھیں اون کی خاندان کی بی لڈن کا اونٹل زمانہ دیکھا اور آخر زمانہ بھی دیکھنے کے

لائق ہے مونگیر میں جاکر دیکھ لیجئے بی محمدی بتیا والی کی عروج کو بھی دیکھا اون کے مکانات جائداد بھی دیکھے کاشتکاریوں کا نظم بھی دیکھا موجودہ حالت کو جاکر بتیا میں ملاحظہ کر لیجئے بی بندی جان کا شباب بھی دیکھا اسٹوڈنٹوں کا اور شاعروں کا ہجوم بھی دیکھا اب جاکر کوڑہ شاہ کے درگاہ کے مجاوری بھی ملاحظہ کر لیجئے نہ وہ حسن ہے نہ وہ صحبت نہ وہ بات بی گیپی کی ابتدائی حالت بھی دیکھا اون کی موجودہ حالت کو ملاحظہ کر لیجئے بی بوٹا کے حسن کو دیکھا مرتے دیر نہیں اون کے متعلقین کے بربادی بھی دیکھا بی مینا کے نام و نشان لوگوں نے دیکھا ہوگا اون کا زمانہ لڑکوں کو یاد ہوگا عقد میں آنا بھی دیکھا صاحب جائداد ہونا بھی دیکھا مال و اسباب جائداد سب ضائع ہوتے بھی دیکھا بی علی جان کا عروج اور عقد میں آنا بھی دیکھا خاندان کا تباہ ہونا قلعے کا بک جانا بھی دیکھا صرف دو تین مثال مستثنیٰ دیکھائی دی ہے ایک خاندان بی نجابہ اپنی زندگی عیش سے گذار گئیں باغ مالو خاں کے گورغریباں میں گڑیں قبر کا پتہ بھی نہیں ہے یہ بڑی مہذب پر تمیز عورت تھی اور بڑی مخیر تھیں و بی باندی کا اقبال ہنوز بر سر عروج قائم ہے دوسرا نام بی محمدی جان کا روشن ہے انہوں نے ایک رئیس سے عقد کر کے دولت حاصل کی اور مسجد اور مدرسہ بنوایا کافی جائداد وقف کر دی جدھر جدھر خیال دوڑاتا ہوں تمام کا

یہی حال ملتا جاتا ہے کہ ابتدا نندہ انتہا بہت خراب بہتر سے
نام تو یاد بھی نہیں ہیں اور بعض یاد بھی ہیں تو طوالت کے خیال
سے چھوڑتا جاتا ہوں سمجھنے کے لئے اتنی مثالیں کیا کافی نہیں ہیں
بی البنتی کی ابتدا کو دیکھئے اور حج کرنے کے بعد کا حال ملاحظہ فرمائے
آج کل اپنی لڑکی بی چیندہ کی خدمت گذاری ہے بی عظمت کی
جوانی ہے ابھی کلکتہ میں عروج ہے بی چیندہ کا بھی وہ زمانہ
عروج اب نہیں ہے جو ابتدا میں کھا راقم نے ان باتوں پر غور
کیا ہے کہ کیا سبب ہے جو اتنی مثالیں بدترین پیش
نظر ہیں اوس کے اسباب معلوم ہوے وہ یہ ہے کہ انسان کو چند
قوتیں برباد کرتی ہیں دولت کی قوت سے آدمی مغرور ہو جاتا
ہے حسن کے زور سے آدمی مخمور ہو جاتا ہے علم کے زور سے
آدمی مجذوب مثل منصور ہو جاتا ہے اقبال سے آدمی فرعون
بے سامان ہو جاتا ہے مرد تو ان میں سے ایک بات کو بھی ضبط
نہیں کر سکتا عورتیں ناقص العقل اوس پر سے ہر بات کا مجموعہ حاصل
ہے دولت بے محنت آ رہی ہے علم مزیدار مفت مشق ہو رہا ہے
حسن موجود ہی ہے خوشامدیں حاضر کی ہوے جاتے ہیں تعریف
و توصیف ہو رہی ہے شباب موجود ہی ہے سارے سامان تعیش
حاصل ہی ہیں جتنی صورتیں فرعونیت کی ہو سکتی ہیں سب سامنے
ہیں کیا یہ بیچاریاں فرشتہ ہیں جو ان باتوں کے ساتھ اپنے کو

سنبھال سکیں ان کی برداشت سے سب باتیں باہر ہیں ان وجوہات سے
ان میں ظلم اور ایذا رسی اور مغرودیت اور لاپروائی اور
مادہ نفسانیت پیدا ہو جاتے ہیں جنکا خمیازہ ان غریبوں کو آخر
عمر میں بھگتنا پڑتا ہی اور جتنے حق العباد اُن پر آید ہوتے ہیں اونکا
بدلا ان سے دنیا ہی میں بھگتوایا جاتا ہے مگر اس لائن کی ابتدائی
زندگی وہ خوش آیند ہے کہ آیندہ کا خیال رکھنا ہی محال ہے یہ
آدمی کا کام نہیں ہے بلکہ فرشتے یا ولی اللہ کا کام ہے جن نوجوانوں
کو ذرا بھی اس کوچہ کی ہوا لگتی ہے اُن پر اندھو پڑ جاتا ہے ساری
دنیا ایک طرف ہو جائے تمامی خاندان سمجھائے جمعیت العلما کے
پورے عالم فہمائش کریں لیڈران ہزار قوم پرستی کا لکچر دیں گاندھی
جی کی آندھی چلی پنڈت جی روتے رہیں مشایخ قوالی میں لگاتے
رہیں اطبا و ڈاکٹران علاج فرماتے رہیں مہاجنان جائداد بچواتے
رہیں والدین اور رشتہ گار جبین چلاتے رہیں تب بھی یہ بھوت سر سے نہیں
اتر سکتا اس بھوت کو اوتارنے کا نسخہ صرف افلاس ہے خود بخود یہ
بھوت اوتر جاتا ہے دوسرا نسخہ زوال تندرستی ہے ان دو
راہوں کے سوا تیسری راہ ہدایت خداوندی ہے اس گروہ کے
اظلام کو راقم جو خود گذر گئے ہیں کسی موقع پر پیش کریگا
اوس سے لوگوں کو یہ راہ بھیانک دکھائی دے گی حرام تو
حرام ہے اس راہ میں حلال کرے بھی انسان خون تھوک کر مرتا ہی

افسوس ہے میں نام بنام لکھ نہیں سکتا مگر لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ
وہ دوستوں اور ملاقاتیوں کے موت خون کتوک کتوک کر سل و
دق میں ہو چکی ہے اور ۳۵ نمبر میں راقم اپنے کو شمار کرتا ہے
اور انتظار وقت رکھتا ہے یہ مرنے والے اسی شہر کے معزز ہستیاں
تھیں موجودہ نوجوانوں کے اباؤ اجداد سے ہیں اپنے اپنے خاندان
کے بزرگوں کے حالات گذشتہ کو دریافت کریں گے تو بن نام
بتائے لوگ خود سمجھ سکیں گے کہ یہ تحریر ٹھیک ہے یا غلط ہے
اس سے زیادہ تفصیل وار کتاب میں ظاہر کرنا اور مردوں پر
دھبہ لگانا راقم گناہ جانتا ہے عبرت کے لئے اپنا تذکرہ کافی ہے
خدا کی شان دیکھئے جسے بناتا ہی یوں بناتا ہی میاں رمضان سارنگی
والے نے دنیا کا رخ بدلا ہوا دیکھا زوال کا وقت آغاز ہو چکا
تھا بہار شریف کے سجادہ نشین حضور شاہ امین احمد قدس سرہٗ
سے مرید ہو گئے حضرت مخدوم شرف الدین بہاری علیہ الرحمہ
کی فیض نے ان پر توجہ فرمایا انہوں نے مطلقاً اس پیشہ سے
توبہ نصوح کر لیا اور باوجود غربت اپنے کے ہر پریشانیوں کو قبول
کر لیا بعض رئیسوں نے بھی ان کی امداد اپنے سر لے لی ان کو
بقدر گذران بی چھبن اور بی باندی کی خاندان سے بھی شاید
کچھ مقرر ہو گیا یہ بالکل فقیر ہو گئے اور ان کی توبہ قبول ہو گئی
حج بھی کر آئے اور بالکل فقیرانہ لباس ہے فقیرانہ عادتیں ہیں

فقیرانہ عبادتیں ہیں فقیرانہ دل بے خداہ مسلمان کو ایسی توفیق
دے اور ہر کی دعا قبول کرے یہ قدرت خدا ہے بت خانہ
سے خدا ملتا ہے موسیقی تو عبادت ہے موجدان مضامیر پر راگ
در اگنی و سرتال والوں نے جوش عبادت و طلب خدا کے
ذوق و شوق میں ایجاد کیا مگر رنڈیوں اور ڈھاڑھیوں
نے اسے پیشہ بنا اور گویے اور بجویے کی ایک گروہ طیار
ہو گئی اور اوباشوں نے دل بستگی کا مصرف لیا شریعت نے
اس کو لغویت کی وجہکر لہو و لعب میں داخل کیا ہے اور
حرام فرمایا ہے دقت نقصان ہوتا ہے اب موسیقی سننے سے
زیادہ تر آوارگی ہے اور شہوت پرستی آتی ہے اور دل
پرستوں کے لئے یہ تیز برقی اثر دہندہ ہے جو خدا پرستی چاہتا ہے
موسیقی کے آوازوں سے اوس کے دل کے اندر پوشیدہ آوازیں
ازاں وہ مضامیر کے ضمیر کو سمجھنے لگتا ہے بے زبان کے زبانی
پوشیدہ رازوں کی کہانی سنتا ہے تار کے اندر کون بولتا
ہے کون گونجتا ہے کہاں سے آواز پیدا ہوئی ڈھولک و طبلا
میں کیا آواز پیدا ہوئی وغیرہ وغیرہ رہروان راہ طریقت
کے لئے مفید اور لازمی چیز ہے اور یکدم حلال ہے ملا یا
حلال ہے وغیرہ حرام اور واقفان راہ شریعت کے لئے بالکل
حرام مطلق ہے جس طریقہ پر آجکل مروج ہے فی الحقیقت ناجائز کی

اور جن شرائط کے ساتھ واقفان امور طریقت نے لکھا ہے کہ بالکل
جائز اور حلال ہے کیا حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ولی
الہند اور مخدومین ماسبق نے باوجود علوم ظاہری اس کو نہیں
سنا اور لذتیں نہیں لوٹیں اور مدارج نہیں پایا کیا وہ خلاف
شرع ہو کر ان درجوں کو حاصل کر سکے کیا رسول نے نغمہائے
خوش الحانی سے نہیں سنے کیا آپ نے گھنٹے کے آواز سے اثر
نہیں لیا کیا آپ نے آوازوں کے ذریعہ سے جہاں کوئی
آلات ظاہری نہ تھے وحی نہیں پائی جو چیز عرب میں نہ تھی وہ
کہاں سے کھاتے پیتے سنتے اسقدر تو کافی ہے جن امور بالا
کو منع فرمایا ہے وہ نہ کرو جن باتوں کا تذکرہ نہیں ہے
یا سکوت ہے اوس کو قیاسیات پر تو مسئلہ قائم نہ کیا جائے
اور اگر واقعی کوئی کرتا ہے تو گنہگار ہے خطاوار ہے
خدا اوسکا ستار ہے غفار ہے وہ مسلمان ہے کافر تو نہیں ہے
وہ کچھ گالیاں تو نہیں بکتا بلکہ گالیوں کا مطلب ہے وہ خدا کی
طرف منسوب کر کے اچھے مفہوم نکالتا ہے ناصحو یہ تو فرماؤ تو برائے
وصل کردن آمدی یا برائے فصل کردن آمدی ایک بدعتی
خدا سے لو لگاتا ہے اور ایک متشرع اوسے اوس راہ سے
روکتا ہے وہ گناہگاری قبول کر کے بدعتی بنکر سزاواری
قبول کرتا ہو وہی خدا کی وحدانیت پر رسول کے انسانیت

اون کی صداقت پر مرتا ہے اور ناصحین بدعتی بنا کر اوسے
اوس کے خیال سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور جنت دلانیکا
وعدہ فرماتے ہیں وہ دوزخی ہمت دار ہے یا جنت کا امیدوار
لالچی خیرخواہ سرکار ہتھے کئے مولانا ادریتے واعظین اور کتنے
مصنفین کو ثواب جاریہ خلقت اپنے صرفہ سے بخشوا رہی ہے
اور کتنے غیر متشرع فقرا دوسروں کے سر جبیتے مرتے
کھپتے ہیں تنکہ چھوڑ نہیں گئے اور ہزاروں برس سے یادگاریں قایم
ہو رہی ہیں نیازات وخیرات کئے جا رہے ہیں کئی بادشاہ
کو یہ نصیب ہے کہ ملا کو یہ صلہ وعظ و نصیحت ملا ہے کتنے
پروفیسر صاحب مستفیض ہوئے کون کون کرنیل اور
جرنیل کو ستانے جو فاتحہ دلوا رہے ہیں نیپولین کا عرس کون کرتا ہے
یورپ کے کس بادشاہ کو ہند والے یا اون کے ملک والے
ثواب رسانی کر رہے ہیں شاہان دہلی میں سے کس کا نیاز ہوتا ہے
کس کا مزار روشن ہے کئے مقبرے امراکے آباد ہیں اکبر وہمایوں
نادر شاہ ودرانی تیمور لنگ واورنگ زیب محمد شاہ رنگیلے وظفر
شاہ وغیرہم کا دبوسہ کون کر رہا ہے عرب وہندوستان چین
وجاپان کی شہداے کربلا وبلا شہدا ے جنگ عہد شہداے
جنگ بدر اور صحابہ کرام اماین اولاد رسول کے یادگاران
حضرت فاطمہ بتول پر اپنا جان ومال قربان کر رہے ہیں اور کہاں

کہاں کس کس ملک میں کس کس طرح پر حضرت رسول کی میلاد
شریف کس کس عنوان سے غیر غیر ملکوں میں ہو رہا ہی بجز
حضرت عیسیٰ کے کرسمس کے اور حضرت موسیٰ کے عید کے کس
پیغمبر کا فاتحہ آپ لوگ دیتے ہیں کتنے صحابی راویان حدیث و
کاتبان وحی کا و جامع قرآن مجید و حافظان و امامین جامع
تفقہ و جامع حدیثان و محدثین کے یادگار کرتے ہیں اور کس
کس کے نام ایک پیسہ خیرات دے کر اون کے ارواح
پاک کو بخشتے ہیں یہ سب بات تو بدعت ہی ہے تو بدعت حسنہ
میں نہیں داخل ہو سکتی ہے یہ تو بدعت سیئہ نہیں ہے افراط
و تفریط البتہ نمائش کی جھگڑ لوٹ کرتے ہیں مردوں کا
کیا قصور ہے خیرات تو بدعت نہیں ہے البتہ افراط و تفریط
تو جہالت کا شعار ہے اگر کوئی کرتا ہے برا کرتا ہے گنہگار رہے
افراط و تفریط پر اگر توجہ نہیں کیے گئے تو یہ افراط و تفریط اوپر ہے
میلا ہے جی لگی ہے نمائش ہی پیشہ چلاتا ہے ناموری حاصل
کرتا ہے اشاعت ہوا ایڈورٹائزمنٹ سے اشتہار سے
سائن بورڈ سے پیچھے ڈھونڈتا ہے اصول طریقت پر کوئی اعتراض
نہیں ہو سکتا۔ راہ شریعت ظاہر پرستی ہے اصول طریقت رموز
پرستی ہے یہ کھلم کھلا کرتا ہے وہ چھپ کر کرتا ہے سب ٹھٹک تسبیح بائیں تک
میں ایک سٹرک تک لٹکا لینا ضرور نہیں ہے جبہ قبہ کوئی

لازمی بات نہیں ہے آسا سونا اگر جان بچانے کو ہے تو جائز ہے اپنی
شان دکھانیکو ہے ناجائز ہے یہ اسپات فخریہ کرتے ہو ناجائز ہے قابلیت
کے اعتبار سے ہے میرا سرنگوں ہے اقتدیت بہ ہذا الامام
پیری مریدی طلب سے ہے بسم اللہ و سما ہے استغفر اللہ
شاہ صاحبیت خدا کی راہ بتانے کو ہے سبحان اللہ پیٹ جلانے
کو ہے نعوذ باللہ وعظ و نصیحت تبلیغ کیلئے ہے الحمد للہ تحصیل
کے لئے ہے توبہ تلا چلی چلا الغرض کوئی راہ ظاہری ہو خواہ
باطنی طریقت ہو یا شریعت سب میں للہیت اور خلوص ضروری
یہ نہیں ہے تو دنیا داری کرو نہ درجہ اعلیٰ اور افضل ہے
ایٹ ڈرنک بی مری دکھاؤ پیو خوش رہو جو ہونا ہے ہوگا مذہب
میں دھوکہ داری ہر بات میں ہمواری ہر جگہ یہ ہمواری یہ
غلط اصول ہے جس راہ پر چلو استوار چلو جس رنگ کو
اختیار کرو پختہ رہو مرضی خدا پر مقبولیت اور مردودیت
کو چھوڑو جنت اور دوزخ جہاں وہ چاہے جانے کو طیار
رہو طلب صادق رکھو خدا کی وحدانیت ڈھونڈھو یقین کرو
رسول کے حقیقت کو پہچانو اُنکے کارناموں کو دیکھو اور صحیح
مانو وہی سچائی پیدا ہو وہی بے نیازی ہو وہی استقلال
ہو وہی نیت ہو جو بزرگوں کے تھے موت بہت قریب ہے
اپنے یاد میں بچاسوں موت ایسے دیکھے کہ ایک منٹ بھی آپ کو

اپنی زندگی پر بھروسہ کا حق نہیں ہے چند مثالیں میں بلا نام
و بعض معہ نام دیکر دیکھاتا ہوں راقم کے دادا مولوی
شیر علی مرحوم اپنے ایک دوست مولوی واعظ الدین وکیل نظیرپور
کے یہاں گئے باتیں کرتے کرتے حقہ ہاتھ میں لیا حیرت ہوئی
کش نہیں کھینچا تھا اور نہ دوست صاحب پر آفت آجاتی قلب
میں درد ہوا آہ کیا اور روح نکل گئی۔ بات کرنے کی فرصت نہ ملی
دوسرا واقعہ جھٹلی میں ایک بزرگ نے (نام لکھنا نہیں چاہتا)
بھنے ہونٹ چکھنے کے غرض سے منہ میں دئے چبائے سب ہونٹ
پیٹ میں ایک حلق کے نالی میں رہگیا ہاتھ میں تاڑی کا پیالا
اور سانس بند پیالا جدا گرا خود جدا گرے روح فنا ہوگئی
علاج کا موقع بھی نہ ملا۔

تیسرا واقعہ ایک اہل قرابت رات کو ایک کوٹھے پر بازار
میں مقیم رہے صبح کو ان کی لاش صدر گلی سڑک پر۔ شالا اوڑھے
پائی گئی خوش خوش گھر سے گئے مگر واپس نہ آئے راہی عدم
ہو گئے گھر والے منتظر بیٹھے ہیں شہر میں ہلا ہوا پولس آئی تحقیقات
ہوئی جان نکل گئی کچھ نہ ہوا لاش چیری گئی اسباب موت کچھ لکھا
دیا گیا۔

چوتھا واقعہ عبد المجید نامی طغرا نویس ریل کے لائن پر گئے اور
ریل سے دب کر مر گئے موت کھینچ کر لے گئی۔

پانچواں واقعہ محمد ابراہیم نائی ایک صاحب ہمارے ہمجولیوں کے دوستوں میں اور قرابت داری میں سمجھے لگئی میں ریل سے اوتر پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہے ریل کھلی خبر نہیں ہونگر پاؤں پھسلا ریل سے کٹ کر فوراً مر گئے بچنے بچانیکی مہلت نہ ملی۔

چھٹا واقعہ لکھی میاں سوداگر کا مال جہپتر گیا کشتی اولٹ گئی سب مال غائب تہہ دریا ہو گیا نفع ندارد نقصان نصیب ہوا اوسی کشتی میں ایک ملاح مر گیا مال تو چند روز بعد خراب ہو کر کچھ نکلا اونکے ورثا جانتے ہوں گے جس کے حیات تھی نکلے اور جس کی موت تھی ملاح تھا اور وہی مرا۔

ساتواں واقعہ چند آدمیوں کو متفرق موقعوں پر دیکھا۔ کوا ٹھونگنے گیا سانپ نے کاٹا روانہ راستہ جا رہا ہے سانپ نے کاٹا روانہ میدان گئے وہیں کسی جانور نے کاٹا اور مرا پانی بھرنے گیا کوئیں میں گرا مرے نہانے گیا ڈوب گیا۔

آٹھواں واقعہ راقم کے ایک ماما گوشت لانے چلی ٹھوکر کھا کر گری اور مر گئی یہ تو اسی محلہ کا واقعہ ہے اور وہ بلٹونان بای کی لڑکی تھی جسے لوگ جانتے ہیں نہ گری

نی تھی نہ ہوئی دریا لاہٹ میں خود روانہ ۔

نواں واقعہ عرس میں چلتے راقم کے حقیقی بھانجے کا لڑکا سید شمس الدین کوٹھے میں گرا گرتے وقت راقم کے حقیقی بھتیجے سید مظفر الحسن کا ہاتھ سہارا لینے کو پکڑا دونوں کوٹھے سے نیچے لوگ دوڑے دونوں نے آواز دی لالٹین لگائی گئی اندر اوتارے گئے راقم کا لڑکا بے ہوش ملا اور چند روز بیمار رہ کر زندہ رہ گیا وہ لڑکا دوسرے ہی دن مر گیا اس کے حرام مغز کی ہڈیاں بیکار ہو گئیں تھیں

دسواں واقعہ مولانا شاہ محمد حبیب الحق صاحب کا ایک لڑکا جس کا نام محمد نفیس تھا محفل میں راقم کے بغل میں بیٹھا تھا اوس نے دو تین انگڑائی لی راقم نے اوسے نیند ور جان کر مکان روانہ کر دیا وہ گھر آیا اوسے گردن کی بیماری ہو گئی وہ کمان ہو کر مر گیا آدمی گیا محفل سے واپس آیا گھنٹہ کے اندر واقعہ ختم

گیارہواں واقعہ گوپال نامی راقم کے ملازم کی ایک خورد سالہ لڑکی رات کو سوئی صبح کو لاش تھی ۔

بارہواں واقعہ حکیم نجو صاحب کے یہاں ایک لڑکی رات کو سوئی صبح کو لاش تھی ۔

تیرہواں واقعہ تھوگو لالا مٹا کوئی رہا ہے بائیں طرف فالج آیا حلق بند پانچ منٹ میں ختم ۔

اپنے ہی موٹر سے دب کر مر گئے انکا نام لطیف عالم تھا اپنے ہی سواری میں دب گئے۔

بیسواں واقعہ راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن کا حقیقی سالا مولوی یحییٰ صاحب وکیل کا لڑکا مدرسہ کے گھاٹ گیا دریا میں ڈوب گیا پتہ نہ ملا بعض احباب و اقارب بستی میں آ گئے ڈاک لگی مر گئے نام لکھنا مناسب نہیں ہے واقعات چشم دید ہے۔

اکیسواں حافظ بلال کا لڑکا منگل تالاب پر کھیلنے گیا ڈوب گیا لاش ملی کتنے لڑکے کنوئیں میں گرے اسٹوڈنٹ تھے اور لڑکے کتنے گاڑیوں سے دب کر مر گئے چشم دید واقعے تھے۔

بائیسواں ڈاکٹر رام سی کے خاندان کے دو لڑکے عدالت گھاٹ میں نہانے گئے ڈوب گئے دونوں کالج اسٹوڈنٹ تھے

تیئسواں لوری موٹروں سے اچانک کتنی موتیں ایک برس کے اندر اسی شہر میں ہو گئے ہیں اور ہوتی ہیں۔

چوبیسواں واقعہ ایک کنواں ڈول والا کنواں میں صاف کرنے گیا باہر آیا ہوا لگی اور لٹ گیا۔

سیکڑوں نے امتحان پاس کیا محنت کی لذت نہ دکھا یا اور مر گئے بعضوں کی شادیاں ہوئیں اور مر گئے۔

الغرض راقم نے بے بیماری کی موتیں سیکڑوں اپنے

زندگی میں دیکھا ہے موت کے لئے کوئی وقت نہیں معین ہے
کوئی عارضہ مخصوص نہیں ہے ہاں بہانہ ضرور ہے جب آ گئی
ایک سکنڈ بھی غزالت کا موقع نہیں ہے سامان سو برس کی
ہے ابھی خبر نہیں مرنا برحق ہے تو اس قدر دنیا دی انہماک
کیا ہے مگر یہ مکر کا جال ہے نکلنے کب دیتا ہے خدا ہی
زبردستی نکالتا ہے۔ موت سے نکلنا تو ذرا کارے دارد
اللہ اگر فضل کرے تو رمضان خاں کی طرح نکال لے آئیں
انکی اولاد کئی میاں گھسو بھی ان ہی کے پوسیا تک ہیں جو
مولوی یوسف حسین مرحوم کے یہاں بیش بیش ملازم تھے
اب تک زندہ ہیں اب یہ بی مستری کے یہاں رہتے ہیں
راقم نے زہرہ بائی کا وقت بھی دیکھا جو علم موسیقی میں بہترین
مشہور عورت تھی اون کا خاندان مٹتے ہوے بھی دیکھا
بی منی قوالن خوب گاتی تھیں اونکا اقبال بھی دیکھا اونکی
بربادی بھی دیکھی۔ بی جدن کا نمود بھی دیکھا اونکا گوشہ
نشیں ہونا بھی دیکھا اون کا انتقال بھی دیکھا۔ بی لطیفن
کو بھی دیکھا انکے بعد کوئی یاد بھی نہیں کرتا۔ بی مستری کی
عروج کو دیکھا مالکوں کے بعد اونکے تعلقات بھی دیکھ لیا
بی منی کے اولاد کا حال بھی نظروں کے سامنے گذرا اونکی
برتاؤ شوہروں کے ساتھ بھی دیکھا۔ اسی گروہ کی تعلیم

بچپن ہی سے ان کو غذائی ہوا کرتی ہے۔ پہلا اصول ان لوگوں کا یہ ہوتا ہے کہ ظاہری اخلاق کی بہترین تعلیم ہوا کرتی ہے توجہ دینے والوں کی خاطرداری اور غرض مندوں کی خواری سیکھائی جاتی ہے۔ اپنے اپنے چاہنے والوں کی بدترین دشمن ہوا کرتی ہیں اوس کو جانی اور مالی تکلیف پہونچائی جاتی ہے اور بے غرض ملنے والوں اور دلداروں کے ساتھ بہترین برتاؤ کیا جاتا ہے ان سے ملنے والوں کو غلطی ہوا کرتی ہے عورتوں کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مرد اونکا ماننے والا ہے تو اوس مرد پر غضب خدا نازل ہو جاتا ہے۔ جب مرد پنجہ محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ دین و دنیا دونوں جگہ سے جاتا رہتا ہے جو مرد باوجود محبت اپنے کو اکھڑا رکھتا ہے اوسکو کچھ آفت کم ہوتی ہے بدمعاشوں کے لچوں سے زیادہ کرتی ہیں رئیس اور ماننے والوں پر جب ہو جاتی ہیں ان کو استادوں کے ذریعہ سے ظلم رسائی سیکھائی جاتی ہیں نازیبا انداز کی تعلیم دی جاتی ہے بچپن سے زدی اور تیز زبان بنائی جاتی ہیں کمال یہ ہے کہ ان سے آشنائی میں رقابت پیدا نہیں ہوتی اس مادہ پر ان کو پورا قابو رہتا ہے ان میں کنٹرول کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے دس دشمنوں کو بیک وقت اپنے قابو میں رکھ سکتی ہے یہ موقع وقت خوب سمجھتی ہیں اور وقت کو

نہایت خوبصورتی سے ٹال دیتی ہیں ان کو مطلب کوئی غرض
نکالنا ہوتی ہیں سوقت اون کے اور رسائل ہوتی ہیں اور
دوسرا مزاج رہتا ہے اور یہی ترکیب کا برتاؤ ہوتا ہے وقت
نکلنے کے بعد پہلے سے بدتر نظر ہوتی ہے اس سے بدتر بے رحمی
برتنے کا مادہ موجود رہتا ہے موقع پر رحم دلی اور موقع پر
قصاب سے زیادہ بے رحمی ڈاکوؤں سے زیادہ ظالم ضرورت
کے وقت ترسے صفت وقت نکلنے پر جلاد فلک الغرض
راقم نے سات سو چشم دید تجربے ایک خاص رسالے میں
بلا نام ناولانہ اصول پر فرضی ناموں کے ساتھ لکھدیا ہے جو
ایک بھی غلط اور مصنوعی نہیں ہیں بلکہ سب واقعات ہیں اور
ذاتیات پر مبنی نہیں ہیں اس لائن کی انتہا نہیں ہے نہ یہ علم
تکمیل کو پہونچ سکا نہ پہونچ سکتا ہے جتنے آدمی دنیا میں پیدا ہوتے
گئے ہوتے جائیں گے اوتنے ہی تجربہ بھی پیدا ہوتا جاتا ہے و
ہوتا گیا اور آئندہ ہوتا جائے گا اور مواقعات کے ساتھ ساتھ
برتا جاتا ہے شکلیں بدلتی جاتی ہیں جیسے مقدمات کے حال ہیں
دو مقدمے ہم قالب ہو سکتے ہیں مگر بجنسہ دو مقدمے ایک سال
نہیں ہوتے اسیطرح دو چیز ہر ایک سال نہیں ہوا کرتے
کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا جاتا ہے یہ اسکول ہی اور ہے یہ
یونیورسٹی ہی اور ہے یہ علم سننے سیکھنے سکھانے کی چیز

نہیں ہے تا در نہ ای ذر نہ پائی ہے اللّٰہمّ احفظنا ہے خدا
نوجوانوں کو اس کی ہوا نہ پہونچائے اس راہ کی ہوا جس
سے کھائی تباہی آئے زندگی برباد ہوئی راحت گئی
زحمت پائی دین و دنیا دونوں غارت ہوئی راقم کی
سوانحعمری ایک مرتبہ ہے ایک تجربہ کا جو ہے راقم
کے دماغ میں چشم دید واقعات کا ایک قارون کا خزانہ
ہے جس کا دل ہی میں دفن ہی ہو جانا اچھا ہے ایک طرف
قانونی سزاؤں کا خوف ہے دوسری طرف نا اہل
لوگوں کے نکتہ چینیوں ڈر ہے البلاء بالمنطق چپ ہی رہنا
اچھا ہے چند ایسے واقعات جو غیبت اور ذاتیات
سے تعلق نہیں رکھتے عبرت انگیز ہیں اور مفید قوم
ہیں اور لوگوں کی یادگار ہے اوسے زیر طبع
کرکے پبلک کے سامنے پیش کر دیتا ہوں غلطیوں
کی معافی اصلاح خیال کی امیدواری رکھتا ہوں اگر
کوئی بات کسی کے خلاف ہو تو مجھے بذریعہ کارڈ مطلع فرمادیں
میں خود اوسکی ندامت ظاہر کرنے کو موجود ہوں میری
غرض اصلاح قوم ہے نہ مصنف بننا چاہتا نہ [illegible] اس کی تجارت سے
منافع اوٹھانا چاہتا نہ تعریفاً مستحق نہ توہین کا مستلزم محض حسنًا تذکرہ اپنے
لوگوں کی یادگار چھوڑنا چاہتا ہوں اور چشم دید صحیح واقعات کا اظہار ہے۔

۲ـ میاں علی قدر شاہ کی املی میں رہتے تھے یہ بہترین اوستاد طبلے کے تھے دور دور کے لوگ ان کو اوستاد مانتے تھے اسی گھر میں ایک لڑکا بہترین شاعر گذرا ہے یہ خداداد بات ہے دوسرا لڑکا بہترین خوش آواز ہے جو گاتے ہیں ان کی یادگار ہنوز موجود ہے۔ علی قدر کا دونوں ہاتھ کلائی کے پاس سے لیپے کا معلوم ہوتا تھا۔ بجاتے وقت ان کے جسم کو لغزش نہ ہوتی تھی جیسا کہ طبلئے بجاتے وقت لرزہ نما کیفیت دکھاتے ہیں ان کے بعد حفیظ طبلئے بھی اچھا بجاتے ہیں۔ یوں تو شہر میں بہتیرے طبلئے ہیں مگر یہ دونوں قابل الذکر ہیں یہ دونوں مزاجاً بھی اور لوگوں کی طرح مغرور نہیں ہیں۔ موسیقی جاننے والے یاوہ گو اور ناز سے انداز کرنے والے ضرور ہوا کرتے ہیں یہ لوگ تو ناز سکھانے والے اوستاد ہوا کرتے ہیں ناز و نخرے بھاؤ عورتوں کو یہی لوگ سکھاتے ہیں تالوں کو ہی بتاتے ہیں جنوں میں لچک تو یہی پیدا کراتے ہیں ان لوگوں کا مزاج تو یقینی اونچا رہنا لازمی ہے مگر ان دونوں میں مغروریت کا مادہ پایا نہ گیا جب آدمی کامل فن رہتا ہے تو دھیمے مزاج کا ہو جاتا ہی اور بے نیاز رہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرا کمال ہی خودداری کے لئے کافی ہے جو جتنا ناقص الکمال رہتا ہے اوتنا ہی ملتا ہے اور اپنے کو اونچا دکھانا چاہتا ہے جو باتیں حقیقتاً

اور اس میں نہیں ہے۔ اور اس کا چھوٹا پن دکھانے کے غرض سے نمائیشی باتوں کو عمل میں لاتا ہے شریفوں میں منشی الفت رای سے بہتر طبلہ کوئی نہیں بجاتا ان کے بہتر سے شریف شاگرد بھی ہیں مڑھاری اور گوسے کا یہ دستور ہے کہ وہ شریفوں کو شاگرد نہیں کرتے اگر کرتے بھی ہیں تو رموز فن چھپا رکھتے ہیں۔ یہ جب بتائیں گے تو چھوٹی قوموں کو بتائیں گے شرفا سے چوری رکھیں گے۔ ہزاروں روپیہ دیجیے مگر فن حاصل نہیں ہوگا۔ اسی سے موسیقی اچھے لوگوں میں کمیاب ہے اس کے اندر راز ہے۔ شرفا ماہرین موسیقی تر ہونگے تو جاہلانہ تعریف کرینگے بلیہ حاصل ہوں گے

۸۱ ننھے چوڑیا ایک بہت کالے تانے آدمی تھے مگر بڑے وضع دار اور بہت خوش لباس تھے یہ بی چھوٹ اور بڑی طوائفوں کے ساتھ بجاتے تھے ملک ظہور صاحب ساکن شاہ ان کے مکان میں عمدہ رنگلی میں رہتے تھے اب یہ مکان مولوی ضمیر خان بہادر کی اولاد کے قبضہ میں ہے ننھے کا لباس فاخرانہ تھا وہ باہر نکلتے تھے تو رئیس معلوم ہوتے تھے شال ہی دوشالے مخمل ہی پہنا کرتے تھے انکی وضع بالکل لکھنؤ وال رئیسوں کی سی تھی اور بہت ہی خوش گپ تھے انہوں نے اپنی زندگی ظاہری تو بہت عیش نما دکھا یا کھانا یہ بی چھوٹ کے یہاں کھاتے تھے اور روزمرہ کا خرچ

ملک ظہور کے ذمہ تھا۔ بلیٹو میاں کے ساتھ رہتے تھے ملک ظہور ملک
فضل حسین کے لڑکے تھے ان لوگوں کی حیثیت بہت اچھی تھی اون
لوگوں کو خود موسیقی کا شوق تھا۔ ملک ظہور ستار بہت عمدہ بجاتے
تھے جہاں رئیسوں کو موسیقی کا شوق ہوا کرتا ہے اس قسم کے لوگوں کا
گذر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو معذوری بھی رہتی ہے۔ اچھے لوگ
تو اس فن کے ماہر نایاب ہوتے ہیں پھر موسیقی تو کیلئے چیز نہیں
ہے طبلیہ بجوٹیا تو لازمی ہے ورنہ سما نہیں بندھتا اور موسیقی کا
مزہ نہیں آتا الغرض میاں ٹنہے کی ٹھاٹھ دار زندگی خوب گذر گئی
اس طرح کا کوئی دوسرا آدمی اوس حیثیت کا اون کا مقابلہ
آج تک تو نہیں کر سکا ادھیڑ مر گئے ۔

۸۲ چھوٹو میاں بھی سنگمر وا میں بی چھٹن کے یہاں ایک آدمی رہتے تھے
وہ اپنی زندگی برابر اوسوقت کے رئیسوں کی بدولت ٹھاٹھ سے اور سفید پوشی
سے نباہ گئے رئیسوں میں بیٹھتے بیٹھتے ان کے معلومات ایسے ہو گئے تھے کہ گفتگو کے وقت
بہت واقفیت کے آدمی معلوم ہوتے تھے انہوں نے سنگمر وا کی سکونت کی
وجہکر بہت ہی آرام کی زندگی گذارا ادھیڑ ہو کر مر گئے وضع شریفانہ تھی

۸۳ عنایت خاں بچم کے ایک ستاریہ اس شہر میں مدتوں سے
اون سے بہتر ستار طیار بجانے والا نہیں سنا گیا اسی شہر میں اونکا انتقال ہو گیا
اون کے خاندان کا ایک لڑکا بھی مدت کے بعد طیار ہو کر آیا تھا قریب قریب
ویسا ہی طیار ہو رہا تھا سنگمر وا میں بڑا جلسہ ہوا تھا پھر اوس کا پتہ نہ لگا کیا ہوا

۸۵۔ تاج خاں ایک گوئے اس شہر میں قصریت کے اُستاد آئے تھے اونھیں کی بھوبی امراؤ جان تھیں جو اب رئیسہ ہیں تاج خاں اپنے فن میں بہترین گوئے تھے اونہیں کے شاگرد سوہن والی شہزادی تھیں وہ نیپال میں ملازم تھے وہیں وہ مر گئے۔

۸۶۔ محمد صدیق خاں اکبرآباد کے قریب کے رہنے والے ہیں اب بوڑھے ہو گئے ہیں وہ ستار لاجواب بجاتے ہیں اور بلا مضراب بول کاٹتے ہیں اور راگ بجاتے ہیں اپنے فن میں لاجواب دانست کے آدمی ہیں یہ خاندان گویوں کا ہے یہ پہلے اسلامپور میں ملازم تھے پھر شاہ محمد اکبر صاحب داناپوری کے مرید ہو گئے قوالی بھی کرنے لگے بی چھوٹی زہرہ کی لڑکی کو گانا سکھانے لگے ان کے وقعت میں فرق آگیا بڑھاپا بڑی بلا ہے عافیت کی زندگی گذارا ہوا۔ آدمی آمدنی کم خرچ زیادہ بڑھاپے میں ضرورتیں بڑھ جاتی ہیں اخراجات کثیر آرام کے غرض سے بڑھ جاتے ہیں آرام طلبی آجاتی ہے ضعف آجاتا ہے کمائی کی شکلیں بند ہو جاتی ہیں صحت جواب دیتی ہے محنت ہو نہیں سکتے تکلیف تو لازمی ہے مستقل آمدنی والے پریشان ہو جاتے ہیں توکل کے آمدنی والے

لوگوں کو کون پوچھتا ہے ان کو شہر چھوڑنا پڑا وطن میں
ان کا لڑکا طیار ہو رہا ہے کہیں ملازم ہیں رئیسوں کے
لڑکے تو محنت سے بھاگتے ہیں ہر نوجوان والدین کی
زندگی تک لاپرواہ رہتا ہے غربا کے لڑکے تو اور بھی آرام
طلب ہوتے ہیں جبتک نوجوانوں پر دنیاوی ضرورتیں پورا
بوجھ نہ ڈالیں آدمی تلاش روزگار میں تکاسلی کرتا ہے
لڑکوں کی آزادی روکنے کا نسخہ شادی کر دینا ہے اور
اونکی خانہ داری جدا مگر قانون شادی نے اس راہ کو
بھی روکا اگر شادی کے بعد ساتھ رہے تو مفت میں اپنی
زندگی بھی وبال میں آجاتی ہے شادی کیا جدا کیا پھر دیکھئے
تلاش روزگار اور درستگی گرہستی میں کیسا چکر کھانے لگتے
ہیں کہ ہوا س درست نہیں رہتے کمزور دل والدین از
خود پریشان ہوتے ہیں بی بی بہترین استاد بھی اور
اتالیق بھی ہے

۸۷ بہادر خاں سارنگی کے اوستاد کا مکان گوریٹہ میں
ہے یہ بہترین سارنگی بجانے والے ہیں ہزاروں آدمی کو سنا مگر
جو رس ان کے ہاتھ میں خداداد ہے وہ کسی کے ہاتھ میں نہیں
ہے اس شہر کے اوستاد مانے جاتے ہیں ان کے دل میں
خود مزہ ہے جو دل سے اومنگتا ہے وہ ہاتھ سے نکلتا ہے

یہ بدر باڑ نگار ہی راج میں ملازم ہو گئے ہیں اور اب نڈولا
کیساتھ بجانا چھوڑ دیا ہے جس جس رنڈی کو انہوں نے
گوایا وہ پھولنے پھلنے لگی اب تک جوان ہیں مگر دمہ کی
بیماری ہے کمزور ہو گئے ہیں مشاقی بھی کم ہوئی جاتی ہے
موسیقی اور حساب اور خوشنویسی تو مشاقی کی چیز ہے چھوڑا
اور وہ بات جاتی رہی ابھی تک ان کے ہاتھ میں رس موجود
ہے اسی خاندان میں انکے قرابتدار حیدر حسین ہیں ہدایت حسین
بھی ہیں ان لوگوں کے ہاتھ میں وہ باتیں پیدا نہ ہوئی۔

امداد خاں اسی خاندان کے آدمی ہیں انہوں نے
کلکتہ میں بڑا نام پیدا کیا یہ کلکتہ والی گوہر جان کے یہاں انکی
ساتھ بجاتے تھے اور نیچے طائفے کے سنگت میں رہے خوب
کمایا خوب کھایا خوب سیر کی خوب بانٹے پائے انہوں نے
مرجا مرچی کے قریب فتح پور بیریا کے آس پاس کچھ حصہ کچھ
کاشت خریدا ہے اپنی حیثیت اچھی بنالی ہے ان کے بھائی
مرتضیٰ ہیں اون کی تقدیر ویسی نہیں ہے نہ وہ علم پا سکے نہ
وہ نام پیدا ہوا تقدیری بات ہے ایک ہی ماں کے دو
اولاد ہیں اور نصیب جدا جدا ہے ان لوگوں کی کچھ پنشن
لکھنؤ میں ہے جو راقم کے ذریعہ سے کبھی کبھی وصول کرائی گئی ہے
یہ کلاونت ہیں حیدر حسین اور ہدایت حسین وغیرہ سب اسی

خاندان کے ہیں بہادر خان کے بھائی ہیں ان لوگوں میں قرا
داریاں ہیں۔
۸۹ مسمبھو گرو ایک ہندو استاد شہر میں معروف گذرے
مگر ان لوگوں کے ایسے استاد نہ تھے علم جانتے تھے یہ رس
ہاتھ میں نہ تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھ میں خدا نے کیا قدرت
دی ہے اور بجانے میں ایک خاص تاثیر تھی۔
۹۰ سیروت گرو بھی پرانے استاد مشہور تھے وہ بھی
تعلیم کے لائق تھے عورتوں کو گوایا کرتے تھے ابتدائی تعلیم کا
اچھا سلیقہ انکو تھا تلی گرو بھی اس شہر میں مشہور ہو گذرے ہے
۹۱ مخدوم بخش استاد زہرہ بائی کے ساتھ بجاتے
تھے انکو راگ کی داشت تھی موسیقی میں استاد تھے وہ
اس شہر کے ایک عورت کیساتھ ہو کر اپنے کو برباد کر دئے
اب پتہ نہیں ہے کہاں ہیں۔
۹۲ بھورے خاں استاد بھی اچھی داشت رکھتے ہیں تعلیم
دیا کرتے ہیں بعض بعض بھلے مانسوں کو بھی نیم ترش گرو بنا رکھا ہے۔
۹۳ سر دیلو پنڈت خواجہ پورہ کے قریب جانی پور کے
باہر کے رہنے والے اسرار ہیں استاد ہیں وہ بھی چند بھائی
ہیں مگر ایک جگہ قرار نہیں ہے گھومتے ہیں کماتے ہیں کھاتے ہیں
مہم جنی کرتے ہیں

۹۴ بینی پانڈے ساکن دریاپور کا ہارمونیا میں باوجود پنڈت ہونیکے بہت مشق تھا وہ صاحب جائداد ہیں اور مندروں کے پوجیری ہیں اونکا پیشہ نہیں ہے۔

۹۵ غفور قوال علی جان قوال بہار کے لڑکے ہیں علی جان خانقاہ منگل تالاب کے مرید تھے غفور بیاقت قوال مذکور الصدر کے بھانجے ہیں گنپت راؤ چندر بھاگا ایک مشہور عورت کے شاگرد تھے اور ہارمونیم میں اوستاد تھے اونھیں کے شاگرد ہیں اون کے بھائی محمد نظیر ہیں وہ بھی گا لیتے ہیں غفور لندن رہا تھا میں کچھ کما لیتے ہیں علم و دانست سے زیادہ ان کے ٹھاٹھ میں مزہ آتا ہے

۹۶ مہراج گنج ۔ مندل میں ایک پنڈت پوجیری ہیں نام یاد نہیں ہے بہت ہی اچھا اسرار بجاتے ہیں اور خوب گاتے ہیں علم و دانست سے زیادہ ان کی ٹھاٹھ میں مزہ آتا ہے فقیری ٹھاٹھ ہے سادگی ہے جوش ہے۔

۹۷ گورارد محلہ میں ایک پنڈت جی ہیں اونکا نام یاد نہیں ہے جبجی کے بغل میں رہتے ہیں ستار خوب بجاتے ہیں اچھا گاتے ہیں مگر بھجن کرتے ہیں یہ پیشہ ور نہیں ہیں۔

۹۸ وزیر جان پانی پت کرنال والی بڑی گویا عورت اس شہر میں تھیں قدر جانی رہی بنارس چلی گئیں غالباً زندہ ہیں

نمبر ۹۹ خیراتی خاں معزز قوال و بساون قوال کے باپ
تھے ستار خوب بجاتے تھے وہ پچھم کے سلون کے علاقہ کے
آدمی تھے ان لوگوں کی برادری بتیا میں ہے وہیں انکے
ماموں ہیں وہیں لڑکوں کے شادی ہوئی ہے ان کے قرابت
کا ایک لڑکا احمد سرود جانتا ہے شہر میں کبھی کبھی کوئی
موغل آجاتا ہے۔ جو سرود جانتا ہے یہاں سرود بجانے
والے کوئی نہیں ہیں مور خاں خیراتی خاں کے بڑے بیٹے ہیں بشارت خاں بتیا لڑکوں کے ماموں ہیں

نمبر ۱۰۰ بنارس کا ایک اندھا خالی گھڑے پر طبلہ لاجواب
بجاتا تھا خدا جانے مر گئے یا جیتے ہیں ۳۰ برس ہوا ہوگا ایسے ہی

نمبر ۱۰۱ پچاس برس گذرا ہوگا چکارا بجانے والے تین فقیر
تھے اس باجہ سے شہر کے لوگ واقف بھی نہیں ہیں
اس طرف بجانا کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔

نمبر ۱۰۲ پچھم کا ایک نوجوان لڑکا آیا تھا جو منہ سے طبلہ
بجاتا تھا اس کو ۴۰ برس گذرا ہوگا خبر نہیں زندہ ہیں یا
مر گئے۔

نمبر ۱۰۳ شہر کے اندر روشن باجا والا لودی کٹرہ میں پہلا
شخص جو اسٹیشن بینڈ و کلارنٹ و بیگ پائپ کی تعلیم لوگوں کو دیا اسکے
ورثا موجود ہیں اس کے پہلے شہر میں اس عنوان کا باجہ تھا
تنبورہ ڈھول نرمہ ور تیں سنگھا کا بجایا جاتا تھا جو سادھوؤں

ساتھ بجتا ہے۔

۱۰۴ شہر کے اندر محفوظ خاں پہلے شخص گذرے جو بینگ پائپ لا کر بجانا آغاز کیا ادن کے ورثا موجود ہیں جو پیڑی دھوبی وکل والے برف بیچتے ہیں یہ سب چار بھای تھے سونا ٹولی میں تھے۔

۱۰۵ ماسلامی میں جمن خلیفہ بہترین شہنای بجانے والا شہر میں مشہور آدمی گذرا اوسکے ورثا موجود ہیں بفاتی میاں استاد ہیں۔

۱۰۶ اس شہر میں تمامی مشایخوں کے یہاں یعقوب قوال ولد بخشی قوال کا بڑا دار دورہ ہوا بخشی شبو کے بھای تھے یہ لڑکے تین بھای تھے عبدالغنی عبدالرحیم یعقوب اب یعقوب اور ایک اور بھائی زندہ ہیں ایک بھای مرگئے یہ لوگ دراصل نوزادہ بہار کے ہیں موغل پورہ میں رہتے تھے۔ یعقوب پھلواری میں سسرال میں جا بسے ہیں یہ کثرت خاندان میں بیاہے ہیں یعقوب شاہ نصیر صاحب کے مرید تھے

۱۰۷ اخیر آباد کے قوال میاں عبدالواحد واصغر حسین آئے تھے جسکو ۲۵ برس گذرا ہو گا ان لوگوں نے یہاں کے قوالوں سے زیادہ کمایا اور نام پیدا کرگیا اوس وقت قائم میاں مرحوم شاہ فضل صاحب بنارسی سے مسترشد

ہوئے تھے شاہ فضل صاحب نے اپنی زندگی راجی کر کے گذارا
شہر میں خواجہ حکیم محمد حسن اون کے مرید ہوئے حکیم
اسحٰق صاحب نے اون سے ارشاد دیا اور بہی چند لوگ
مرید ہوئے ان کے زمانہ میں ان قوالوں کا بڑا عروج ہوا
شاہ صاحب کے انتقال کے بعد پھر یہ لوگ نہیں آئے
اصغر حسین زندہ ہیں ایک برس ہوا آئے تھے مگر چوکی کی
حیثیت نہیں رہی۔
۱۰۸ محمد رضا قوال بہار کے اچھا گاتے ہیں اور ستار بجاتے
ہیں یہ تکیہ شاہ گھسیٹ پیر کے مرید ہیں اور وہاں کے ذریعہ سے
خوب کماتے ہیں اور ڈھاکہ تک ان کا گذر ہو گیا ہے ڈھاکہ
کے نواب تکیہ پیر کے مرید ہیں اسلئے ان قوال کی آؤ بھگت
بہت ہے۔
۱۰۹ صوبہ اور راونکی چوکی بہار کی ہے۔ ان کے ناتی لوگ
اچھے قوال ہیں مشایخوں میں موجودہ زمانے میں اوبھگت ہے
ان لوگوں کو بہار گدی سے تعلق ہے۔
۱۱۰ یوسف قوال بہار کے ہیں ان کی چوکی بہت اچھی
ہے مشایخوں میں پسند خاطر ہیں یہ بھی کسی قوال کے خاندان
کی ہے کبھی اپنے وقت میں مشہور گانے والے گذرے پھلواری
کے بڑی گدی کے مرید تھے۔

۱۱۱ امین قوال کی چوکی نوادہ خسرو پور کی ہے یہ چوکی مشایخوں میں ممدوح نہیں ہے بلکہ ستار وغیرہ بجاتے ہیں رئیسوں کے یہاں سے پرورش ہے شادیات وغیرہ میں جاتے ہیں ان لوگوں کو نوادہ سے تعلق ہے۔

۱۱۲ کالے خاں قوال نوادہ کی چوکی کو عروج ہوا انکی کمائی قوالی سے زیادہ نہوئی لودیکٹرہ میں زیادہ رہے اونکا لڑکا باجود جوان گریا یہ لوگ رئیسوں کے ساتھ رہے اور وہیں سے پرورش پاتے رہے۔

۱۱۳ غلام حسین قوال پھلواری کے تھے قوالوں میں سب سے زیادہ نامور یہ چوکی گذری حالانکہ گانا عمدہ نہ تھا مگر تمامی پرانے مشایخین ان کے گانے پر کیفیت کرتے اور بہت پسند کرتے تھے فارسی کی پرانی غزلیں بزرگان دین کے گاتے تھے وہ با اثر ہوتی تھی بزرگوں کے کلام کا اثر تھا اونلوگوں کے کلام مقامات کے ہوتے ہیں آجکل کے قوال ادھر ادھر کی اردو غزلیں گاتے ہیں اور آداب مجلس نہیں جانتے رنگ مجلس نہیں پہچانتے اسلئے لوگوں کو انقباض و انشراح ہوتا رہتا ہے پرانے قوال پرانے مشایخوں کی آنکھ دیکھنے والے اونکی صحبت پانے والے لوگوں کی طرف اونکی کیفیت کی طرف توجہ کرکے اوس رنگ پر جاتے تھے اسلئے سننے والوں کو مزہ آتا تھا وہ لوگ پرتمیز اور

تجربہ کار تھے نہ وہ قوال ہیں نہ وہ مجلس ہے نہ وہ وقت ہے نہ ویسے سننے والے ہیں نہ ویسے کاسب ہیں نہ صاحب اب قوالوں کو روپیہ ملنا چاہیئے ایک رنگ ہے تو ایک ہی رنگ پر چلے جارہے ہیں وہ لوگ مجلس جمائے تھے تین بھائی تین آواز کے تھے تاہم مجلس روشن تھی۔

۱۱۴۔ نتھے و کبیر قوالوں کی چوکی پھلواری کی تھی یہ لوگ بڑے اقبالمند گذرے منشی محمد امیر صاحب کے دربار میں مدتوں اس کام پر ملازم رہے کہ رات کو وہ مراقب ہوتے اور قوال گاتے رہتے تھے منشی جی کے مرنے کے بعد تک کبیر کی چوکی مشاہیروں میں بڑی ممتاز رہی کبیر غلام حسین قوال مذکور کے بیٹے تھے حسو قوال کے بیٹے نتھے ستار خوب بجاتے تھے قوالی کم کرتے تھے آخر عمر میں انکی تکلیف سے گذری کبیر جوان ہی مرگئے نتھے کے آخری عمر خراب گذری اونکے اولاد تھے مگران لوگوں نے اپنے والدین کی امداد اپنے عروج کے وقت میں نہ کیا بجنسہ اونکی اولاد نے بھی ان کی خبر نہ لی کبیر کے خاندان میں صغیرو غیرہ ہیں مگر اس خاندان کی حالت خراب ہوگئی ہر آدمی کا خاص خاص اقبال ہوتا ہے اور اوسکے دم کے ساتھ جاتا ہے گھر میں سب اقبالمند نہیں پیدا ہوتے

کبیر کا بھائی قدیر تھا دہ تکلیف کی زندگی گذار گئے ہر شخص میں اقبال و ادبار ضرور ہوتا ہے ہر آدمی کو عروج و زوال لازمی ہے دنیا میں کسی کی ایک سان کٹتے نہیں دیکھا کسی کو بچپن میں کسی کو جوانی میں کسی کو بڑھاپے میں عروج ہوتا ہے اس طرح اس تین زمانوں میں کسی ایک زمانے میں زوال بھی ضرور ہوتا ہے یہ نظام عالم ہے مگر انسان اپنے وقت کو بھول جاتا ہے اور آئندہ وقت کو یاد نہیں کرتا کسی کو کیا معلوم ہے کلہ عروج ہوگا یا زوال موجودہ وقت کو میراث جانتے ہیں اور سیر دائمی بھروسہ کر لیتے ہیں یہی انسانی غلطی ہے۔

۱۱۵ بخرو اسی خاندان کے ایک جد کی تھی اس کے لڑکے سے خاندان کا نام اونچا کیا اس کے مرنے کے بعد پھر اس خاندان میں عروج بڑھا کبیر مرحوم کے بعد اس لڑکے نے تمام خاندان کی پرورش کی کچھ لوگ اس خاندان میں ہیں صغیر بخرو کے ساتھ رہے بخرو غلام حسین کے ناتی تھے صغیر کبیر کا لڑکا ہے۔

۱۱۶ بخشی قوال سہسرام کے تھے ان کی اولاد تھی ان کو زیادہ عروج نہ ہوا۔

۱۱۷ ابنو و اسمٰعیل سہسرام کے قوال تھے ان لوگوں کا دماغ اچھا تھا ہارمونیم ستار اچھا بجاتے تھے قوالوں میں یہ گویے مشہور تھے باترکیب گانا گاتے تھے یہ لوگ گیا میں تجارت

بھی کرتے تھے دونوں بھائی تجارت کرنے لگے نہ ہو گئے ہمیشہ زندہ رہیں خوبصورت لوگ تھے نوجوان مرے

۱۱۸ عبدل اور حرمت دو بھائی شہسرام کے قوال تھے عبدل عربی شرح وقایہ تک پڑھے ہوئے تھے ان سے بہتر مخرج الفاظ گانے میں کوئی نہیں نکالسکتا تھا جس غزل کو گاتے تھے معنی و مفہوم کو سمجھکر گاتے تھے حرمت ڈھولک بجاتے تھے عبدل کا جوان لڑکا مرگیا جب سے ان کی حالت خراب ہو گئی تھی دونوں مرگئے۔

۱۱۹ پناہ علی شہسرام کے رہنے والے قوال گانے میں استاد کہلاتے تھے ستار دانست کے ساتھ بجاتے تھے پکا گانا بھی گاتے تھے بوڑھے اور کبڑے آدمی تھے قوالوں میں انکی عزت اچھی تھی رؤسا اور مشایخین بھی پسند کرتے تھے مگر انکے گانے میں مجلس روشن نہیں ہوتی تھی پکے گانے میں کچھ تاثیر نہیں ہوتی کہ مشایخوں کو لذت ملے ان کے لئے رواں گانا اور چلتے ہوئے اشعار کی ضرورت ہے وہ علم موسیقی کی لذت نہیں پاتے موسیقی جو حرام ہے وہ پکا گانا ہو سکتا ہے اوس میں ارواح کو ترتیب کی لذت نہیں ملتی عمدہ مضمون والے گانے کو فقرا پسند کرتے ہیں پکے گانے میں روحانیت کو فائدہ نہیں ملتا اس لئے قوالوں کا خاص فرقہ طیار

کیا گیا اون کو تال وسر کی ضرورت نہیں رہی الفاظ
کو صحیح کر لینا کر دینا کافی ہے زندہ پیر کو اچھالنا کون
کمال ہے۔ تہ لو کا سب لوگوں کے جذبات ذاتی میں
پھر تنگو تہ اسلئے تو مر دے جھو توں کو شیشہ میں اتار لیتے ہیں
بیٹھکی کا گانا تو پورا بھر تنگو ہے شکور ہار مونیم والے
اسی خاندان کے ہیں جوانی میں بہت حسین تھے
اب وہ تجارت کرتے ہیں قوالوں کے نہیں تو زادہ
بہار۔ پھلواری اور شہسرام میں ہے کچھ الہ آباد میں ہے
کچھ خیر آباد ہیں کچھ دہلی والے ہیں۔ پچھم کی قوالی سے اور
صوبہ بہار کی قوالی سے بڑا فرق ہے پچھم والے قوالے دوہا ملا کر اردو کی غزل
بہت گاتے ہیں اب جہالت بڑھ گئی ہے فارسیت غائب
ہے عوام اردو پسند ہیں اس لئے قوال بھی پیراوتار دو
ہو گئے ہیں رنڈیاں بھی زیادہ تر اردو ہی گاتی ہیں
قوالی دھن آسان ہے بس جس طائفہ کو بھی دیکھئے قوالی
دھن، اندھا دھن جاری ہے اب راگ کہاں معلومات
کہاں ٹھمری کدھر ٹپہ کدھر خیال ندارد دھرپت غائب
جب یہ چیزیں نہیں ہیں تو گوئے اپنا وقت کیوں ضائع
کریں اور کاہے کو سیکھیں کس کے لئے محنت کریں الغرض اب
موسیقی بھی ذبح کر دیں گے۔

اب گانا بجانا بھی خود رد داں ہے لے کس کو کہتے ہیں سم
کہاں پر ہے سار کہاں پر ہے اور تال کہاں پر ہے مرکس
جانور کا نام ہے جو گانے کے شوقین اور دحرپت کا رہیں
اون کو اب گانے کا لطف نہیں ملتا عام پسند گانا جاری
ہوگیا۔ صوبہ بہار میں ہنوز ہیپت کی دھن ایک خاص چیز
ہے جو پچھم والے نہیں جانتے۔ جانتا ساری یہ خاص صوبہ
بہار کی چیز ہے اسے عورتیں عام طور پر گاتی ہیں جو ایک
پرتاثیر دھن ہے۔ اب کسی قوال یا طائفہ پر راگ کی فرمائش
کی جائے تو دو چار ہی ادا کرسکتی ہیں رفتہ رفتہ ہر قسم کا
علم ایشائی اور ہنر سب غائب ہوا جاتا ہے۔ کتابوں میں علوم
و ہنر کی خبر رہجائیگی۔ چندے بعد ظاہری وجود باقی نہیں رہیگا
۱۲۰ علی بخش قوال کی گروہ الہ آباد سے آیا کرتی
تھی۔ وہ لوگ شاہ محمدی صاحب الہ آبادی کے مرید تھے
ربیع الاول میں آیا کرتے تھے راقم کے والد ماجد ۱۲ ربیع الاول
کو مولود کرتے تھے مجلس قوالی ہوتی تھی طعام داری ہوتی
تھے باغ کے مکان میں کھانا کھلایا جاتا ہے راقم کے لڑکوں نے
اس مکان کو میدان کردیا چونکہ راقم نے زبانی نذر الحسن کو
دیدیا عمارت غایب ہے۔ اس گروہ کی مقرری بھی ۲۵ عـــہ
سالانہ دی جاتی تھی۔ مغل پورہ میں مولانا محمد سعید شمس العلماء

مرحوم کے یہاں دس تاریخ کو مجلس ہوتی تھی وہاں مقرری تھی۔ ۱۱ تاریخ کو خانقاہ منگل تالاب میں مقرری تھی ۲۵ تاریخ کو پیر دمڑیا میں مقرری تھی۔ وہ تین آدمی آتے تھے۔ شاہ نیاز احمد صاحب کی فارسی غزلیں گاتے تھے۔ وہ زمانہ گذر گیا وہ لوگ گئے یہ گروہ مر گئی اب کچھ حال نہیں معلوم یہ لوگ کوئی وارث چھوڑ گئے یا نہیں۔

۱۲۱ محمد عباس قوال گورکھپور سے خلیل داس کے ساتھ شہر میں آئے تھے یہ لوگ بہت اچھے قوال ہیں خوب اچھی قوالی جانتے ہیں مجلس کا رنگ خوب پہچانتے ہیں۔ خوندہ لوگ ہیں۔

۱۲۲ بی حیدر لکھنؤ والی طائفہ شہر میں نام مارگئیں۔ ٹھمری ان پر ختم ہوگئی۔ لکھنوال مرکیاں ان کی دم کے ساتھ گئیں۔ ان کا عروج اس شہر میں بیحد ہوا لکھنؤ میں بھی ہاتھی بندھا ہوا تھا ان کا گذر بڑے دربار میں تھا ان تک پہونچنا آسان نہ تھا۔ صورت تو بدنما تھی مگر سیرت لاجواب تھی آخر میں ان کے یہاں لکھنؤ میں چوری ہوئی اور حیثیت خراب ہوگئی تو وہ بھی مر گئیں۔

۱۲۳ ہیر عزی لکھنوالی تھیں۔ بتانا ان پر ختم تھا۔ شہر میں رہیں خوب نام مارا لکھنؤ جاکر کسی بڑے گھر میں متاہ

میں رہیں صورت چیچک کے داغ کے ساتھ تھی سیرت بہت
اچھی تھی بتانے وقت بے انتہا خوبصورت معلوم ہوتی تھی
ادس رئیس کے مرنے کے بعد اس کا حشر بھی اچھا نہ رہا۔
۱۲۴۷ راضیہ بیگم لکھنؤ سے شہر میں آئیں یہ بہترین
صورت دار ہیں ان کو فرقہ سارنگیئے نے گھر بیجا کر رکھا
چند روز بعد یہ برے حالت سے لکھنؤ واپس گئیں باوجود
صورت داری انکی مالی حالت برباد ہوگئی بیکسی لیجیے
خاندان کی عورت تھی تقدیر نے طوائف بنا دیا تھا۔
ڈھاڑیوں کے پنجہ میں آکر برباد ہوئیں۔ پہلے یہ اچھے خاندان
میں متاہل تھیں ڈھاریوں کی صحبت غنیمت ہے یہ تخریب
اخلاق صحبت ہے۔ اچھے اچھے خیال والیکو ان کی صحبت
شیطان مجسم بنا دیتی ہے۔ نوجوان بابو سرکار بنکر برباد
ہوتے ہیں۔ عورتوں کو برباد کر دینا ادنیٰ کام ہے۔ جس
عورت کو ایک ہفتہ ان کی صحبت میں رکھدیا جائے
پھر وہ عصمت دار نہیں رہ سکتی یا وہ گویا اور
تررا کی زبان اور جھوٹی تعریف اور خیالی امید کا
میدان انسان کو خبط بنا دیتا ہے۔ یہ گروہ انسانی عزت
دین و ایمان جان و مال پوزیشن کے لئے ڈاکو ہیں ان کی
چند روزہ صحبت آدمی کو شیطان مجسم بنا دیتی ہے۔

جن رنڈیوں کی نائکائیں رہتی ہیں وہی چلتی ہیں وہ ڈھاڑیوں کی
بھی اوستاد ہوتی ہیں اون کے انداز کو وہی خوب جانتی ہیں
جن کے نائیکا نہیں ہے اوس طائفہ کو برکت نہیں ہو سکی
ڈھاڑی کچھ کھاتے ہیں اوسی طرح نوجوانوں کے کارچین
جہاں ہیں وہ خاندان سنبھل سکتا ہے جو نوجوان خود رو دال
ہیں وہ خاندان بمشکل سنبھل سکتا ہے طوائفوں کی نصف
کمائی ڈھاڑی کے گھر جاتی ہے گلے کی کمائی ہما تو قریب قریب
نصف حصہ ان ہی لوگوں کا ہوتا ہے زناکاری کی کمائی دسترخوان
کھا جاتا ہے۔ شاید ہی کسی کا دسترخوان ایسا ہوگا جہاں عمدہ
و بہترین بالائی کی خدچو کی دسترخوان پر نہوں اور کوئی
دسترخوان ڈھاڑیوں سے خالی نہیں ہوتا کچھ حصہ تمبولیوں
کے گھر جاتا ہے آشنا کو ایک ڈبہ گلوری ملی جسکی قیمت دو دو
تو ضرور ہی ہیں پاندان خاصدان خالی چھوڑنا تو دوساؤں
کے لئے بدترین ذلت تھی اور اغیاروں کے لئے دس
دس گلوریاں مفت حاضر ہیں وہ کھا رہے ہیں خاطر نہ کیجائے
تو پیشہ کیسے چلے وہی دلال لوگ چاروطرف سے بابو لوگوں
کو ہوا بنا کر اندھا بنا دیتے ہیں اور بھوبخال میں ڈالتے ہیں
آخری نتیجہ بھگتے ہیں باہر میاں پھل چکنیاں گھر میں تنگی جھ
رہتے ہیں کسی کو برکت نہیں ہوئی رفتہ رفتہ زمانہ جواب

دیتا ہے حسن رخصت ہوتا جاتا ہے جوانی کی بقا بدلتی ہے اقبال بدار د
پھیر دیتی ہے تکیہ نباکو کی دو کان یہ گروہ بالکل بحبہ و بوسہ کے لائق
نہیں ہے عقد میں آکر بھی چیچک کی طرح نکلا کرتی ہے سیکڑوں
مثالیں موجود ہیں جو چشم دید ہیں افسوس ہے بوجوہات چند
نام بنام لکھ نہیں سکتا۔ مگر جن کو تجربہ ہے وہ خوب جانتے ہیں
جنہوں نے دیکھا ہے اور نہیں یاد ہے جنہوں نے برتا ہے ان کا
دل جانتا ہے مختصراً لکھتا ہوں کہ راقم کا بھی ذاتی تجربہ ہے اور
دل ہی جانتا ہے شہر میں رنڈیاں داق جانور کی طرح لگن کی
فصل میں آتی جاتی ہیں کہاں تک نام یاد رکھا جائے یہ تو جس
جگہ جا ہیں پہونچ جاتی ہیں ان کی راہ کھلی ہوئی ہے جو شہر آوارہ بنا وطن موجود ہیں
۱۲۵۔ بی بسم اللہ لکھنو کی ایک طوائف شہر میں آئیں مدتوں
صدر گلی میں رہیں یہ بہترین ناچتی تھیں اور بتاتی تھیں شہر میں ان کا
دور دورہ انکا نام تھا ابتدا ان کی بڑی عیش سے گذری
انتہا ان کی لکھنو جا کر خراب گذری مر گئیں۔
۱۲۶۔ بی حیدن لکھنو والی شہر میں آئیں اور گئیں
بہترین گانے والی ناچنے والی گذریں ابتدا بہترین گذری
انتہا خراب گذری لکھنو والے جانتے ہیں ان کی خبر نہیں
ہیں یا نہیں مگر غالباً نہیں ہیں ورنہ شہر میں ضرور آتیں۔
۱۲۷۔ بنتو دہری دونوں ماں بیٹی کلکتہ کی شہر میں

آگئیں دونوں کا زمانہ کلکتہ میں بہترین زمانہ تھا دونوں عورتیں
حسن میں کلکتہ میں مشہور ہیں اور آگرہ والی ملکہ نامی گرامی تھیں اس
شہر کے بعض لوگوں نے ایک شب کی فیس ہزار روپیہ دیا
یہ شہر بھی غنیمت ہے اس شہر کے رہنے والے بھی بڑے ہمت
والے تھے اور بڑے آن والے تھے باہر کا جب کوئی نامور آیا
اوس کے داشت کو ضرور توڑا کیا اس شہر کا دستور
ہے کوئی نیا آدمی کسی لائن کا جو آیا اوسکی قدر اور کھگت
ابتدا میں کرتے ہیں کہ اوسے آسمان ہفتم تک پہونچا دیتے
ہیں پھر جس طرح ہو سکے اوسکو ہفتم طبق زمین تک کی سیر
کرا دیتے ہیں وہ بھی کیا یاد کرینگے کہ کس شہر میں گئے تھے اس
شہر کی عادت ہے ابتدا میں لوگ خود بے وقوف بن جاتے
ہیں اپنی دولت ضایع کرتے ہیں مگر آنے والوں کی دولت
کو مٹا چھوڑتے ہیں رقم کے یا دیا کوئی باہر والا ایسا نہ آیا
چاہیے کسی لائن کا ہتھ چڑھ جانہ گیا ہو بدنصیبی سے دوبارہ
اگر آگئے بس غضب ہوگیا اور نظروں سے اوتر ا ہوا رہتا ہے
اول بار تو وہ نفع میں رہتے ہیں دوسرے بار ٹھہر کے
جمع کھو کر جاتے ہیں اور سیکڑوں لزام اپنے سر لے
جاتے ہیں سیکڑوں شکایتیں سنکر جاتے ہیں یہ تو اس
شہر کی معمولی پرانی روش اور عادات ہیں الغرض جب حسن پیدا ہوتا

چلا سب باتیں گئیں چلی باتیں سب غائب اب کلکتہ میں کوئی نام
تک نہیں لیتا ہے یہ کہ گلی گلی میں نام تھا کلکتہ کا چھوکرہ چھوکرہ جانتا
تھا کتنی عورتیں جو چالاک ہیں حسن کو دیکھکر کسی ایک ایک
ریبوقوف بناکر پھانس رکھتی ہیں اچھا الو بناکر بیٹھی ہیں جہاں اونکی آئندہ
زندگی چین سے گذرتی ہے اور مفلسی سے بچ گئیں ہیں اس کوچہ
کی ابتدا بڑی خوش دو مزیدار اور انتہا بدترین زندگی ہے یہ کل
عورت و مرد دونوں کے لئے ہے وہ ابتدا کے لئے تھا یہ انتہا
کے لئے ہے خبر نہیں وہ ہیں یا نہیں قرینہ ہے کہ نہیں ہیں افسوس
ہے راقم نام بنام لکھ نہیں سکتا راقم کو اخلاقی مذہبی قانونی
معذوریاں ہیں ورنہ راقم کے پاس نوٹ موجود ہے راقم
نام بنام بتا سکتا ہے کہ کون خاندان کس طرح برباد ہوا اور
کس کی بدولت خراب ہوا اور کس گھر کی دولت کہاں گئی
اور کس کس طرح برباد ہوئی مختصراً عرض کرتا ہوں اوباشی
اول وجہ زوال دولت کی ہے غفلت دوسرے وجہ ہے
خوشامد پرستی تیسری وجہ ہے۔ نشہ خواری چوتھی وجہ ہے
استعمال مخدرات پانچویں وجہ ہے مقدمہ بازی چھٹی وجہ ہے
رسم پرستی ساتویں وجہ ہے بیماری اور تیمارداری۔ آٹھویں
وجہ ہے حیثیت سے زیادہ خانہ داری نویں وجہ ہے
اخراجات تقریبات دسویں وجہ ہے تعدادی گیارہویں وجہ ہے

گیارہویں وجہ ہے چوری بارہویں وجہ ہے بس یہ ایک درجن اسباب غربت کے ہیں اور یہی سبب زوال دولت کا ہے اب تیرہویں سبب فیشن داری پیدا ہوئی ہے جو انسان کو چند روز میں تین تیرہ کر دیتا ہے اور سرِدست یہ بات مسلمانوں میں درجہ اول میں ہے ہر قوم نے درجہ دوم میں قائم کر لیا ہے

۱۲۸ بسنتی گورکھپور والی خوبصورت خوب سیرت طوائف شہر میں آئی ٹھہری گھر میں بڑی بیمار ہو کر گھر سے نکلی اپنے گھر گئی دولت بھی گئی عزت بھی گئی جان بھی گئی ہنر بھی گئی نام و نشان بھی مٹ گیا دیکھنے والے ہنوز زندہ ہیں جب آئی تو خالی گئی تو بھر تی گئی یہ تو اصول بھی ہے۔

۱۲۹ کوڑہ شاہ بہترین مجذوب اور باخبر فقیر اس شہر میں گورشتہ میں گذرے ان کا مزار بندی جان طوائف کے گھر کے اندر ہے خدا کی دین ہے یہ دو بھائی تھے ایک قطب اللہ تھے جو کامدانی بناتے تھے یہ خدا رسیدہ ہو گئے بندی جان طوائف ان کی بہن ہنوز زندہ ہیں جنکی نوجہ بیاگی ہیں راقم کو ذاتی تجربہ ہے یہ باخبر باخدا آدمی گذرے ان کا یہ کمال کیا کم ہے کہ جس جگہ مرے ہیں وہیں پر گڑے ہیں اور ۳۰ برس وہیں پڑے رہے ہیں ہلے تک نہیں ہاتھ پاؤں خشک ہو گئے تھے درخت کے نیچے پڑے رہے ایک چھاتہ لوگوں نے

لگا دیا تھا اونہوں نے کسی سے سوال نہیں کیا نہ روزہ نہ نماز نہ کپڑہ نہ اوڑھنا نہ بچھونا چوہا بلی سانپ بچھو چھپکلی ادھر ادھر پھرتے ہیں کوئی ضرر ان کو نہ پہونچا نہ جانے والوں کو ضرر ہوا یہ تو صاف بات تھی مذہبی اصول پر ایک کام بھی نہیں کرتے تھے اپنے رنگ میں خدا جانے کیا بکتے تھے غیر متشرع ہونیکی سزا مجذوبوں کو دینا وہی تکلیف کیا کم ہوتی تھی ساری لذتوں سے محروم رہتے ہیں شریعت کے خلاف چلنے کی سزا تو وہ پا لیتے ہیں مگر اندرونی عبادت کا صلہ کیا نہیں ملتا تو برداشت کون کرسکتا ہے وہی انصاف باطنی تو ظاہری مصیبتوں کو برداشت کرانے والی چیز پیدا ہو جاتی ہے ظاہری حس نہیں رہتی باطنی لذات میں مستغرق رہتا ہے واللہ عالم کیا قصہ ہے خدا کا راز خدا جانتا ہے ولی کو ولی پہچانتا ہے راقم ان کا معتقد تو نہ تھا مگر تجربتاً چند باتیں جو وہ اب اٹ پٹ اونہوں نے دیا سب کا ظہور ہو کر رہا میں ان کی باخبر ہونیکی عقیدت ضرور رکھتا ہوں اور اب تک بارہا فاتحہ خوانی کو جاتا ہوں۔ خدائی معاملے اون کے ساتھ ہیں

نمبر ۳۱ شاہ لیاقت علی

کا مکان پاتو کی باغ میں تھا یہ بوڑھے ہو گئے تھے مگر شاہ لیاقت علی نابالغ مشہور تھے انکی جائداد کورٹ تھی اسلئے ان کو لوگ شاہ لیاقت علی نابالغ کہتے تھے بڑے ہی

وجیہہ آدمی گذرے شاہزادے معلوم ہوتے ہیں چہرہ
بڑے رعب داب کا انگریزی بھی جانتے تھے ان کو مذہبی
شوق بہت تھا چند حج کئے عرب ان کو زیادہ پسند تھا
عرب میں بہت رہتے تھے گاہ گاہ گھبراتے تھے بہت پرسلیقہ
آدمی تھے اسلامی اخلاقی عرب کے عادات ان میں بھرے
ہوئے تھے یہاں آتے تو گاڑی گھوڑا بھی رہتا گھوڑے کی
سواری اچھی جانتے تھے بالکل لباس پوشاک رہایش
کھانا پینا سب عرب کا سا تھا آمدنی بہت کافی تھی ان کے
قرابت والے سرہیدہ کے طرف ہنوز ہیں ان کی جایداد
آخری میں بالکل خراب ہوگئی بمبئی میں جاکر مرے ان سے
لوگوں نے ایک مقدمہ خدابخش خاں وکیل سی-ای-ای
سے لڑا دیا جس میں اوہنوں نے کوئی سوال کیا تھا
کہ شامت آئی ہے۔ بس اسی لفظ پر اوہنوں نے مقدمہ
دائر کردیا برینس ادس صاحب بارسٹر کلکتہ سے ہزار روپیہ
پر بلائے گئے تھے اس مقدمہ میں ان کی تباہی ہوگئی ان
کی بی بی بہت لائق و مذہبی عورت تھیں نواب واجدعلی
برادر نواب فداعلی ان کے ساڑھو ہوتے تھے وہ آنکے
کارپرداز رہے یہ برابر مکہ میں رہتے پیچھے میں انکی
جایداد برباد ہوئی بی بی سے میل کم رہا وہ اپنے ماں

بہن کے ساتھ رہیں ان کو مرزا مینڈو کے لڑکے سے عقد کرنا
پڑا وہ اوسی محلہ کے ایک سوار تھے اون سے اولاد تھی وہ
لڑکی پیارے صاحب گیا کے بھائی سے بیاہی گئی شوہر کے
مرنے بعد ماں بیٹی نے ملکر مقدمہ بازی آغاز کی ساری
دولت عزت سب تباہ ہوگئی مکان تک گیا شاہ صاحب بھی
جاکر مر چکے تھے میدان خالی شیخ مینڈو نے گھر لڑا کر
سب برباد کیا نہ خود فائدے میں رہے نہ بیٹی یا نتی
کو چین سے رہنے دیا یہ بھکا بھکا کر مر گئے بیٹی زندہ ہیں
جو بہت خراب حالت میں ہے یہ گھر نیست و نابود ہوگیا
شاہ صاحب بہت معقول آدمی گذرے اس گھر کے مٹنے کا
سخت افسوس ہے اس مکان کو اشرف میاں نے خریدا
اشرف میاں بغل کے رہنے والے تھے اور قرابتدار بھی تھے
اون کی آمدنی بھی اچھی تھی چند روز خوب عیش کیا اوس کے
بعد اونکی حالت خراب ہوگئی سوال کی نوبت آگئی مکان
بکا لطف اللہ خاں نے خرید لطف اللہ خاں کارپردازی کرکے اپنی
زندگی گذارتے تھے خوب کمایا خوب مقدمہ بازی کی بڑھاپا
آیا پریشانی ہوگئی قوئی نے جواب دیدیا خرچ وہی رہا رفتہ
رفتہ ان کی مالی حالت بھی خراب ہوگئی ہنوز زندہ ہیں
یہ مکان شاہ چھکو کے قبضہ میں چند روز رہا لیکن اب شاہ

مولوی حلیم کے قبضہ میں تھا اس مکان میں ہمت خاں رہتے تھے اس مکان میں جو رہا وہ فلاحیت نہیں پایا ہمیشہ لوگوں کو خراب ہوتے دیکھا گیا۔ خدا کا بھید خدا کو معلوم ہے۔

۱۳۱/ حکیم مولوی لطیف حسین سے سادات پور والوں سے قرابتداریاں تھیں۔ ان کا مکان پاتو کی باغ میں ہے یہ بڑے وجیہہ آدمی گذرے اور بہت عزت دار مذہبی آدمی تھے اور بڑے مہذب تھے۔ ان کی اولاد ہیں مگر اُس انداز کی روش زندگی نہیں ہے یہ ڈاکٹر تھے حکیم تھے رئیس تھے۔ عالم تھے ان سے قاضی رضا حسین خاں بہادر راقم کے پھوپھیا سے و نیز ہملوگوں کے خاندان سے بہت ربط رہا مولوی امین اللہ دونڈی بازار کے خاندان سے بہت ربط رہا ان کے بھائی کے لڑکے عبد الحکیم بارسٹر ہیں جو ڈیالواں بیاہے تھے جوان ہی مر گئے اون کے لوگ ڈیالواں و نگرنہسہ میں موجود ہیں۔ عبد الحکیم محمڈن اسکول کے سکریٹری بھی تھے بڑے اچھے آدمی تھے جوان مرے اولاد ہے۔ مولوی لطیف صاحب بوڑھے ہوکر مرے ہیں اون کے بھائی کی اولاد ہیں مولوی حلیم بھی زندہ ہیں یہ ہمت خاں تاجر یہ چون اچھے خاں منت خاں کے آپ خسر تھے پہلے شاہ پھلو کے خاندان میں شادی ہوئی تھی۔

۱۳۲/ شاہ پیر بخش یہ پاتو کی باغ میں تھے بہت بوڑھے

آدمی تھے ستار خوب بجاتے تھے یہ میر نخیف علی وکیل گودھڑہ۔ حافظ احمد شاہ حاجی گنج خواجہ فخرالدین صدر اعلیٰ بیاریسے صاحب دیوان پوری محلہ وغیرہ کے جلسے کے آدمی تھے۔ راقم سے بھی ربط تھا۔ گو آپس میں تفرقہ تھا مگر بوجہ شوق موسیقی بہت ربط رہا ان کی اولاد تھی بہت بوڑھے ہو کر قضا کیا۔ بہترین آدمی نیک بے تکلف بڑے پُرمذاق تھے یہ باتیں تیس برس پیشتر کی ہیں ادن میں کے اب ایک نہیں ہیں صرف راقم اور نواب سرفراز حسین خاں صاحب خواجہ کلاں زندہ ہیں۔

۱۳۳ منجھلے شاہ صاحب راقم کے اور فریدپور والوں کے ہم جلسہ اور قرابت دار ہیں۔ ان لوگوں کا مکان چوالال کی گلی میں تھا میر رضا حسین کے خاندان کے ہیں ان کے ایک بھائی جواہرات کی انگوٹھیاں بیچتے تھے مر گئے یہ شاہ صاحب ہو گئے پیری مریدی کرتے ہیں ڈاکٹر بشیر کے لڑکے ڈاکٹر مسعود کے یہاں ملازم بھی تھے ان کی زندگی پیری مریدی پر گذری ہے توکل کا پیشہ ہے۔ آدمی خلیق ہیں شاہ نصیر صاحب لوادہ کے مرید ہیں۔

۱۳۴ میاں ظہیر مغلپورہ کے رہنے والے ہیں یہ بھی زردوزی کا کام کرتے ہیں یہ خوش لباس گویا آدمی ہیں ان کو لوگوں سے ملنے جلنے کا شوق ہے علما اور رؤسا کے

ادر رفت ہے سنی سنائی مثالیں بھی معلوم ہیں سفید پوش ہیں ان کا زیادہ وقت گھومنے میں صرف ہوتا ہے اکثر دن کا چار چار گھنٹہ وقت ملاقات میں صرف ہو جاتا ہے اسلئے ان کے روزگار میں ترقی نہ ہو سکی جو وقت کی قدر نہیں کرتا وہ دنیا کا کوئی کام پورا نہیں کر سکتا اور ترقی نہیں پا سکتا جن لوگوں کو گپ کا مزہ آجاتا ہے وہ بیکار ہو جاتا ہے۔

۱۳۵ احمد جان خاں عطر فروشی کرتے تھے اور مغلپورہ میں رہتے تھے وہ مولانا سعید صاحب مغلپورہ کے معتقدوں میں تھے ان کے بیٹے حسن جان خاں ہیں یہ بھی وہی کام کرتے ہیں یہ مدتوں قاضی نجم الدین مرحوم کے صحبت میں رہے اور لودیکٹرہ کے کل لوگ تقریباً ان سے اور ان کے والد سے واقف ہیں ان کے ایک بھائی اور تھے جو پٹنہ ٹرامویسے میں ملازم تھے وہ جوان ہی مر گئے حسن جان خاں مولود بھی پڑھتے ہیں اور مکتب بھی قایم کئے ہوئے ہیں اپنا پیشہ بھی کرتے ہیں غربت سے اپنی عافیت کی زندگی گذارتے ہیں لڑکا ہے نہیں زردوزی کرتے ہیں

۱۳۶ تراب علی نامی ایک غریب آدمی شاہ کی املی میں رہتا تھا یہ ۱۹۳۱ء تک تو زندہ تھا بہت بوڑھا آدمی اوسی وقت تھا اور بہت غریب اور کثافت کے عالم میں اس

شخص نے اپنی زندگی گذار اگر کبھی اس شخص نے اس سن تک بھیک کے طرف توجہ نہ کیا حالانکہ اوسکی معذوریاں مستحق ہیں کہ اس سن میں وہ بھیکھ مانگتے اور اونکی معذوریوں کی طرف توجہ کرکے لوگ دیتے مگر اوسوقت کے آدمی بھی اوسوقت تک لوگ محنت کے مزدوری کو حلال جانتے تھے اور کمائیکو بہتر اور بھیکہ کو ذلیل جانتے تھے آجکل کے طرح لوگ نہیں تھے کہ بیٹے کے جوان ادھیر بوڑھے عورت و مرد شہر کی والے باہر والے ہر گروہ ہر قوم ہر مذہب و ہر ملت ملکی غیر ملکی سب کے سب اسی بھیکھ کے اور مفت کھانیکے عادی ہوگئے ہیں جسے دیکھئے بس بے وجہ بے ضرورت بلا سبب اونکو خیرات دیجئے حالانکہ ہرگز وہ معذور نہیں ہیں مستحق نہیں ہیں کس کس بھیس میں کس کس ترکیب سے اپنے کو مستحق بناکر بارہ روپ بھر کر تلاش روزگار کررہے ہیں جسکی تفصیل دار حقیقت طول وطویل ہے یہ آسان پیشہ کس کس عنوان اور پیرایہ میں چلا ہوا ہے جو مذہبی دھوکے میں ڈالتا ہے درحقیقت ایسی خیراتیں فعل لغو ہیں بلکہ مخرب اخلاق اور باعث بربادی قوم ہیں بجائے ثواب عذاب ہے مگر مذہبی پیرا ہن لیکر یہ آسانی مانگی جاتی ہے عوام اور پڑھے لکھے بڑے بڑے عاقل اور قابل دھوکہ میں آتے ہیں اور فریب کھاتے ہیں اور یہ

ایک طرح کی مذہبی بربادی ہے قومی تباہی بڑھنے والی غور کرتے جائیں کون کون مدات میں چندے کی بھرمار ہے کونسا کام رہ گیا ہے جس میں چندہ نہیں ہے اگر مفصل لکھوں تو ایک دفتر ہو جائے راقم نے ایک رسالہ ہی جدا کر دیا ہے جس کا نام سچی اور جھوٹی خیرات ہے فقط ایک اشارہ اور خیال دے دیتا ہوں۔ اپنی اپنی زندگی کے اندر کتنے مستحق کو خیرات ملتے پایا ہے اور کتنے غیر مستحق نے کیا کچھ نہیں کمایا ہے اور کتنے مستحقین محروم رہ گئے ہیں اور کس کس مصیبت میں مبتلا ہیں کتنے شرفا قابل رحم و امداد ہیں۔ کتنی عورتیں معذور ہیں کتنے بچے بے پناہ ہیں کتنے مردے قوم نے گاڑنے کا سامان کیا۔ کتنے یتیم بچے آدمی بنکر نکلے۔ کتنے آدمی کو قوم نے کماتے والا بنایا۔ کتنے آدمی کو حرفت اور صنعت سکھایا بلکہ دست کاریوں کو کلوں سے تختہ تباہ کر دیا۔ کتنی خانقاہیں قومی خدمات کے لئے مستعد ہوئیں البتہ عرس حالی قال قوالی خوش حالی پلاؤ قلیہ چراغ میلے ضرور ہوا کرتے ہیں ایک خانقاہ بھی انگریزی خانقاہوں کی طرح پر ایجاد نہوئی بزرگوں کی یادگاریں ضرور ہوا کرتی ہیں رسمی بات مذہب کے پیرایہ میں مذہبی ارکان ضرور کئے جاتے ہیں مگر آدمی طیار نہیں کئے جاتے اشاعت مذہب کا کام انجام نہیں پاتا تبلیغی کاموں میں کامیابی نہیں ہوتی چندے بھی آتے ہیں کوئی انتظام اجتماعی جرأت

کا مسلمانوں نے انجام نہ کیا کوئی مذہبی جگہ ایسے قوم نے نہیں بنایا
جہاں لڑکے مفت تعلیم پائیں اونکی اخلاقی تربیت ہو اونکو
کوئی روزگاری تعلیم دیجا سکے باہر والے کہا جائیں اور گھر
والے گیت گائیں دولتمندوں نے کیا اصلاح قوم کیطرف
توجہ فرمائی علما اور مقدس مذہب نے کونسی صورت
نکالی غربا نے کب اپنے کو اس کام کے لئے طیار کیا اگر کسی
نے کوشش بھی کی نہ تو خود شریک ہوے نہ لڑکوں کو
شریک ہونے دیا سب کے دل میں صرف انگریزی تعلیم گھسے ہوے
ہیں بھیکھ مانگیں اور لڑکوں کو منیم ٹر بنا کر چھوڑ دیں نہ اعلی تعلیم
کا صرفہ برداشت کر سکیں نہ اپنا آبائی پیشہ سیکھائیں پھر
کیا کھائیں اور کس کے پاس جائیں بہروپ پھریں اور مذہبی
دھوکہ میں لاکر بھیکھ مانگتے پھریں کوئی مذہبی کام بھی بلا
فیس ادا نہیں ہوتا ہر کا معاوضہ دینا پڑتا ہے انصاف سے کہئے
کونسا مذہبی کام ہے جس کا معاوضہ دئے بغیر چھٹکارا ہے
مرید ہو جئے دیجئے مولود پڑھوائیے دیجئے وعظ کہلائیے دیجئے
اذان دلوائیے دیجئے امام بنائیے دیجئے
تراویح پڑھوائیے دیجئے نکاح پڑھوائیے دیجئے قرآن بخشوائیے
دیجئے مردہ نہلوائیے دیجئے قبر کھدوائیے دیجئے مکتب
پڑھوائیے دیجئے علم سیکھئے دیجئے مرثیہ پڑھوائیے دیجئے

تعویذ لکھوا لیجئے الغرض کوئی مذہبی کام بھی بلا ادائے
فیس ادا نہیں کیا جاتا للہیت سے نہ کوئی کام کرتا ہے نہ لوگ
انجام ہونے دیتے ہیں پھر ثواب کے مستحق بنتے ہیں وازیں
قبیل وغیرہ وغیرہ مسلمان ہی بتائیں کونسا کام للہیت سے کیا
جاتا ہے مسجد کی کیا حرمت کی جاتی ہے اذان گاہ ہے جہاں
اذن غریب کو کھانا تک نہ پہنچائیں مسجدوں کے مسافر
بن جاتے محلہ کے لوگ پاخانہ پیشاب کو جائیں مگر نماز
میں نہ آئیں مسافر یا ٹھہرا کریں فاقہ مریں حج کو شوق سے
جائیے واپس آکر پھر وہی لغویات کا شغل رکھے حج ہوا
یا سیر کئے گئے وہی پرانی چال وہی پرانا حال وعدہ
فرمائے پورا نہ کیجئے جھوٹ فریب عیب سب اپنے
جگہ پر کونسا عمل صالح ادا کیا جاتا ہے صرف نمائشی نماز
و روزہ پر تو انحصار اسلام نہیں ہے اسلام تو عقائد
و اقوال اور افعال کی حفاظت کا نام ہے کتنے روپے
آپ کے سامنے پیش کئے گئے مسلمانوں نے کتنے بیوہ کی
خدمت کئے کتنے بڈھوں کو آرام پہونچایا کتنے کوڑھیوں
کی خبر لی کتنے اندھوں کی پرورش کا سامان کیا کتنے بچے
یتیم خانہ میں پرورش ہو کر کام کے آدمی نکل سکے کتنے بی
اے بنائے گئے ایم اے پڑھائے گئے قومی فنڈ سے کتنے

آدمی اعلیٰ تعلیم یافتہ بنائے گئے بادشاہ وقت اپنے خرچ
سے ولایت بھیجے قومی فنڈ سے کئے گئے کون دار العلوم
قائم کیا کتنے لڑکیوں کی شادیاں کردی گئی کتنی عورتیں
باعصمت ور تحفظ مذہب کے لئے تعلیم دی گئیں کیا اشاعت
مذہب کا خاص حقاً لعبد سامان ہوا کتنے نو مسلموں کی آئندہ
زندگی کا سامان کیا گیا آریہ سماج نے کسی عملی اصول
پر کتنے دنوں کے اندر کیا کیا قومی کام کر دیکھایا بستی
بستی ان کی دائرے موجود ہیں کتنے لوگ اشاعت
اصول پر موجود ہیں کیا کیا ہمدردیاں وہ کر کے دیکھاتے
ہیں یا دڑیوں نے کیا کیا کام کئے ہیں کس کس عنوان سے
عوام کی خدمت کر رہے ہیں کہاں کہاں زنانے اسپتال
ہیں۔ کہاں کہاں دائی جنائی کا انتظام ہے بیمار سے زچہ
بچہ کے لئے کیا کیا نظم ہے قید سے رہائی کے بعد بنیا میں
ڈوموں کے لئے کیا کیا انتظام کر لیا اون کے قید کا زمانہ
بربت ایک جگہ میں گذرتا ہے جہاں اون سے کام لیا
جاتا ہے اور وہ چور بدمعاش ڈاکو صاحب بہادر ہو کر
کیا کیا دست کاریاں کر کے اپنے گذشتہ زندگی کو اور پیشہ
کو ترک کر کے کیسے شائستہ ہو گئے یہ انگریزی سیاسی
لوگوں کا کارنامہ ہے سالویشن آرمی Salvation Army والوں کا ایک شاہکار

بھی ہملوگوں کے پاس ہے جو پیش کر سکیں کون غریب ہے
غریب ہے جس نے خیرات نہ کیا مگر بے جا بے مصرف بے
موقع اس سے کوئی نتیجہ خیز کام ہم دیکھا نہیں سکتے بلکہ ہر وقت
طیار ہوگئے اور دیکھ باز جماعت طیار کئے گئے جو ہمکو دیکھتی ہیں بالتی ہی چندے
کے روپیوں سے وہ تعلیم دی گئی جو مذہب کے لئے مضر
ہوا کی شخصے خیرات سے نتیجہ بد نکلا کیلینے والوں کو
بھی کافی نہ دیا اور میرا جیب بھی خالی ہوتا رہا سو کی
لاکھی ایک کی بھینس ہو کر رہ گئے سیکڑوں کا چندہ
ایک ہی پیٹ میں داخل ہوا جب تک یہ خیرات شخصی
طور پر بند نہ ہوگی اور بجائے اوسکی قومی خیرات اجماعی
کا بندوبست نہ ہوگا اور علما اور مشائخین اصلاحی کاموں
کو اپنے اپنے ذمہ نہ لیں گے اور دوسری قوموں کے خاکہ پر
نہیں اوتاریں گے جب تک قومی اصلاح کی امید فضول ہے
جب تک اس کام کے کرنے والے مشاہرہ دار نہ ہوں گے
یہ کام انجام نہیں پا سکتا۔ اجماعی فنڈ جمع کیا جائے اور ہر
خانقاہ میں ایک معقول مدرس مقرر کر دیا جائے اور ایسے مدرسے
صرف قومی اصلاحی کام لیا جائے ہر خانقاہ دوایرہ تو خود
مختار ہے بلکہ ہر ہر جگہ ایک خاص دربار ہے کسی کے ماتحت میں
نہیں اور نہ کوئی اون کا افسر ہے خود مختار زندگی ہے جو چاہیں کریں اس خود

مختاری کے ساتھ ان کے ذمہ اصلاحی فنڈ دیا جائے
اوس سے حساب لینے کا حق رہے تو کچھ کام چلے وہ اپنے
ضرورتوں کے روپئے اس کام میں کیونکر صرف کرینگے
علما مشاہرہ دار تبلیغی کام پہ مستعید ہو جائیں ہر شہر میں ہر
دیہات میں جدا جدا ویسا ہی انتظام ہو جیسا اریوں کا
پادریوں کا ہے تب تک یہ قوم سدھر نہیں سکتی معذوروں
کا داخلا خانقاہوں میں کر دیا جائے اونکی ضرورتیں محدود
کی جائیں اون کو آرام سے رکھا جائے جب جاکر تخصی
خیرات بند کر کے قومی خیرات کا اجرا ہوگا نکمے بھیکھ منگے
تب کام کریں گے کام کرنے کی صلاحیت رکھنے والوں
پر خیرات حرام کر دے جائیں یا کوئی قانون ہی بن جائے
جب ملک کی اصلاح ممکن ہے لوگ کارندوں کے لئے
ترستے ہیں نوکر اور مامائیں نہیں ملتی ہیں خیرات۔ سے لینے
کو بلا لئے تو سیکڑوں بھیک منگے مرد و عورت آپ
ھیا پائیں سے اوکھیں کھانا پکوا کے کھلاتے جائے کھانا
گھٹ جائے گا آپ مت جائینگے کھانیوالوں کی کمی نہو گی
اس جماعت کا آدمی اور ایسے زمانے میں ایک غریب
مفلس نے اپنے کو خیرات لینے اور بھیکھ مانگنے سے روکا وہ
بڑا مرد تھا اور قابل تحسین تھا عمر بھر اس نے وہ تین

روپیہ کی مالیت سے ناشتہ کی چیز پکایا اور اسکول
میں لیجاتے اور بیچا کرتے تھے وہی اون کا ذریعہ روزی
تھا تمام عمر یہی کرتے رہے اور اپنے اور اپنے بال
بچوں کی پرورش کرتے رہے گو سب کی غربت سے
گذری مگر اسی پیشہ پر اکتفا کیا یہ بیسن کا ایک طرح کا
زمبور دار خمیر دیا ہوا پتوڑا بناتے تھے جو ہضم میں بہت
مفید تھا ایک طرح کا صرف مصالہ اور پیاض کا گلاب
جامن نما کباب بناتے تھے اور سپندا کباب اور سیخ
کباب اور ایک خاص قسم کی خمیرہ پوری بناتے تھے
یہ سب چیزیں بہترین لذیذ و مفید صحت اور سریع الہضم تھیں ان
کھانوں کا نسخہ اونکے دم کے ساتھ گیا ۱۹۲۸ء کے بعد پھر
یہ چیزیں ہندوستان کے کسی شہر میں راقم کو نہ مل سکیں گو
بہت تلاش کیا یہ پرانے رئیسوں کے یہاں بھی بہت بیچا
کرتے تھے اور ۱۹۲۸ء تک کے اسکولی لڑکے جو زندہ
ہونگے وہ اس کی تصدیق بھی کر سکتے ہیں نام تو اونلوگوں کو
یاد بھی نہ ہوگا مگر چیزیں یاد ہوں گے۔

۱۴۷ نواب نجابت حسین خاں صاحب دولی گھاٹ کے
رہنے والے پرانے خاندان کے رئیسوں میں تھے ان کے
یہاں اچھی آمدنی تھی یہ بہت بوڑھے پرانے روش کے

رئیس تھے وضع ان کی بالکل ہندوستانی تھی گھوڑے سواری
میں استاد تھے مرتے دم تک یہ گھوڑے ہی پر سوار ہو کے
روزانہ شام کو گھوڑے پر نکلا کرتے تھے۔ گھوڑوں کا علاج
خوب کرتے تھے اس فن میں اوستاد تھے گھوڑوں کی
شناخت خوب کرتے تھے اس خاندان سے اور خاندان
منگل تالاب کے علما سے بہت ربط تھا ان کے دو بیٹے تھے
ایک کا نام تو یاد ہے منے صاحب لوگ کہتے تھے اسی
خاندان کے لوگوں کو شیخپورہ کے لوگوں سے تعلقات
برادری کی آجتک تھیں حسین آباد شیخپورہ میں
شیعہ مذہب کے نواب لوگ بہت ہیں اس بستی میں
بیا بستا اس شہر کے شیعہ مذہب کے لوگوں کا زیادہ ہے
دونوں لڑکوں کے اولاد تھے اور نقی حسن خاں صاحب
جو آنریری مجسٹریٹ بھی ہوئے تھے اسی خاندان کے
تھے نواب نجابت حسین خاں صاحب کے پوتے تھے اونکے
اولاد ہے انھیں کے خاندان میں داروغہ اظہر حسین ولد مولوی
محمد حسین ساکن جھیرہ کی شادی ہوئی تھی داروغہ اظہر حسین
کیلوا ری تھانہ میں مدتوں رہے مولوی محمد حسین بہت
معقول آدمی تھے نیک روش کے گذرے ہیں تقی حسن خاں
صاحب کی شادی کشمیری کوٹھی میں ہوئی تھی جو نانا کے

یاد ہے خواجہ اظہر حسین کے خاندان میں ہوئی تھی ان کے
اولادوں نے جائدادیں خراب کر دیں اور اچھے حالت
میں نہیں رہے انہیں کے اولاد کے خاندان میں سلّو میاں
ساکن بالی کے شادی ہوئی ہے تقی حسن خاں کا ایک زمانہ
تھا اونکو حکام رسی کا بہت شوق تھا وہ بہت پرسلیقہ اور
دولت پرست اور ملنسار آدمی تھے تمام رئیسوں سے
خوب ملا کرتے تھے اونکو برادری سنیوں میں بھی تھی شاہ
عطا حسین صاحب بہار بارہ دری اور میر محمد شبیر صاحب
بہار بارہ دری سے قرابتداریاں تھیں اوس وقت شیعہ
سنی میں شادی بیاہ بھی جاری تھا اور مردانی زنانی
آمد و رفت بھی تھی میر اکبر شبیر بارہ دری ان کے رشتہ دار
تھے یہ وجہ قرابت کی ہے میر اکبر شبیر محمد شبیر مرحوم کے والد
تھے محمد شبیر مرحوم راقم کے پھوپھی زاد بہن سے بیاہے تھے
ناصر علی خاں صاحب اسی خاندان کے ہیں جو رجسٹرار
ہیں ادریس آباد شیخپورہ میں ان کی سسرال تھی
اور ڈپٹی احمد علی خان بہادر کے سسرالی قرابت میں
قریب تر رشتہ دار ہیں ان سے راقم سے بغایت ربط
رہا ان کے اور لوگوں سے بھی راقم کو ربط رہا کیا
راقم سے شہر کے شیعہ بھائیوں سے بڑا ربط رہا کیا

اور اب تک ہے چونکہ راقم کو کسی کے ذاتیات سے
بالکل بحث نہیں رہی کسی کے مذہب سے کوئی سروکار
نہیں رہا اون کے اوصاف حمیدہ اور ذاتی ربط وخلوص
کی طرف توجہ رہا کئے اسلئے سنی شیعہ وہابی قادیانی دہریہ
ملحد توحیدیہ تفضیلیہ خارجی صوفی سالک مجذوب عشق
متقی آزاد خیال نیچری سناتن دھرم سدھی مسلمان
غیر مسلم کرستان عیسائی موسائی آریہ سب سے برابر رابطہ
رہا کیا اور سب کا شریک رہا سب کے مذہبی رسم
میں بھی شریک رہا کیا سب کے لکچروں وعظوں میں
رہا کیا اسلئے راقم سے لوگ ملا کئے اور کسی سے راقم کو
مذہبی تکرار نہیں رہی بلکہ راقم سے جب جب کسی سے
مذہبی گفتگو آئی تو راقم نے اپنے اصول کو بیان کر دیا
اور کسی پر حملہ نہ کیا مناظرہ نہ کیا اون کے عقائد کی درستگی
کی طرف مجھے توجہ کرنے کی ضرورت نہ ہی عیسیٰ بدین
خود موسیٰ بدین خود سمجھ کر جوابدہی اون کے خاص
ذات کے ذمہ چھوڑ دی اپنی جوابدہی اپنے ذمہ لیا
راقم اپنے عقیدہ کا سخت پابند رہا اگر کسی نے کوئی
اعتراض جمایا تو اپنے عقائد کے مطابق جواب کافی دے کر
سمجھا دیا اور کہدیا کہ یہ میرا عقیدہ ہے اور ان کے اعتراض

کا یہ جواب رکھتا ہوں ماننے اور نہ ماننے کا اختیار آپکو ہے
میرا پیشہ واعظ کا نہیں ہے میں مولویانہ زندگی بسر نہیں
کرتا۔ آپ لوگوں سے دنیاوی ملاقات رکھتا ہوں
دنیاوی امور میں مذہبی امور کی شرکت کرنا فضول
ہے دنیاداری کی لائف میں میل جول رکھنا ہی زندگی
کا لطف ہے چندروز بعد مرنا ہی ہے پھر لڑنے کی
ضرورت کیا ہے بغض حسد وکینہ وغیبت کی ضرورت
کیا ہے اپنے اپنے گھر کوئی کیا کرتا ہے اس سے کسی کو سروکار
کیا ہے ملاقات تو دو چار منٹ کی ہے آئیے جائیے کھائیے
پیجئے اچھی اچھی دنیاوی باتیں کیجئے دل خوش کیجئے واپس جائیے
میری کوئی ضرورت ہے ہو سکے پورا کر دیجئے نہ ہو سکے
کنارہ ہو جائیے اس سے زیادہ کسی کو کسی سے کیا غرض
ہے اس اصول کی زندگی گذارنے والے کو کبھی دلی تکلیف
نہ ہوگی بلکہ نقش چپ آنکھیں خود دائما پریشان رہتی ہیں
اور ایسے رسومات مذہبی میں ہر شخص آزاد ہے کسی کو
روک تھام کا کیا حق ہو سکتا ہے ایسے واقعات پر جہاں
مذہب کے خلاف کوئی کام ہوتا ہے شرکت کی ضرورت
ہی نہیں ہے اپنے کو اس موقع سے دور ہی رکھنا اچھا
ہے بیلک موقعوں پر ایک دوسرے کی مذہب کی

توہین کا حق نہیں رکھتا۔ کوئی بات شعلہ انگیز لو لینا ہی خلاف
اخلاق و انسانیت ہے کسی کے رواسم مذہبی میں کسی
کو روک تھام کرنا ہی فضول ہے ان چھیڑ چھاڑ و ان سے
ترقی مذہبی و قومی نہیں ہوتی بلکہ سوسائٹی کا نقصان ہوتا
ہے جماعت کی کمی ہو جاتی ہے کسی کی ذاتیات پر چھیڑ چھاڑ
کسی کے اوپر مذہبی چھیڑ چھاڑ کرنے کا نتیجہ بجز نفاق کے کچھ
حاصل نہیں ہوتا پرانے خاندان والے پرانے لوگوں کی
تعلیم یافتہ اپنے کو نفاق سے بچاتے رہے اسلئے آپس میں
بیاہتے رہے شاباش ہے اس تعلیم کو کہ زن و شو مختلف
مزاج نہ رہے حالانکہ اختلاف مذہب رکھتے ہوئے خوش
زندگی گذار گئے وہ کیسے لوگ تھے کیا تعلیم تھی اور زن
و شو قرابت والے ہر ہر شوشل و فتنوں میں ایک دوسرے
کی ہمدرد رہا کئے اب کون سے نئے راوی پیدا ہو گئے اور
کون سی نئی حدیث نکلی کہ ہر فرقہ ایک دوسرے فرقہ
والوں کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کئے دیتا ہے سب تو کافر ہی ہو جائیں گے
تو اپنے منہ آپ مسلمان تو اکیلے ہی رہ جائیں گے جماعت کلمہ گویان تو ایک
دوسرے کو کافر بناتی ہی پھر مسلمان کون رہیگا بعض علما اس خیال کے ملے آخر ان کو
اپنی بات واپس لینی پڑی۔ آخرکار ہندوستانی قوم میں اور بت پرستوں میں ملتی
ملتے جائیں گے۔ ہندوستان میں اگر حقاً اور ایماناً انصافاً غور کیا جائے تو قریب قریب

ہر گروہ اور ہر فرد تو نفس پرست ہی ملے گا خدا پرست کو جھگڑوں کی فرصت کہاں ملتی ہے وہ تو ایک خیال میں مخبوط رہتا پھر ہر اسلامی فرقہ تو ایک ہی خدا ایک ہی رسول ایک ہی قرآن۔ ایک ہی رسول کی اولاد رکھتا ہے کوئی تفرقہ عقائد میں تو نہیں ہوتا ہے ذہانت کے بدلے میں تفرقہ مذاہب ہوتے ہیں کوئی کسی پر مرتا ہے کوئی کسی کو مارتا ہے مسلمان کو جو حکم خدا ہے اوسے پر مرنا چاہیے اوسی پر چلنا ہے جن کاموں کو رسول نے کیا ہے اوسی خاکہ پر چلنا ہے اسلام تو یہی بتاتا ہے جو دوسری راہ جاتا ہی اوس سے ہمیں پرخاش کی ضرورت کیا ہے وہ اپنے جرائم کا خود جوابدہ ہیں اپنے سمجھ کا اپنے عقیدہ کا جوابدہ بہت جلد تو نیوالا ہے لوگوں نے کیا سمجھ لیا ہے کہ دنیا کا ٹھیکہ چوکانا ہے یا انتظام عالم کسی کے ہاتھ آیا ہے ؎

بہ یک گردش چرخ نیلوفری

نہ نادر بجا ماند و نے نادری

موت آئیگی ساری اصلیت کھل جائیں گی کون برسر حق تھا کون برسر غلط تھا ان جھگڑوں میں پڑنا ہی دنیا وی زندگی کو برباد کرنا ہے انسان دنیا میں فقط اس کام کو پیدا ہوا ہے کہ کمانیکا طریقہ سیکھے خود کھائے خلق اللہ کو کھلائے

انتظام عالم میں مدد پہونچانے قدرت نے ہرایک کو اصول
بتادیا ہے جو اوس کے اندر اندر خودبخود پیدا ہیں اوسمیں
تو تربیت کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ جانتا ہی کہ جو
باتیں دوسرے کے لئے مضر ہیں وہی برائی ہے گناہ ہے
اور جو دوسرے کے لئے مفید ہے وہی ثواب ہے جس
کام کو اپنے لئے ہم مفید جانیں ویسا ہی کام دوسروں کے
ساتھ کریں جس کام اور جس بات سے اپنے کو بچانا چاہتے
ہیں اوسی بات کو دوسرے کے ساتھ نہ کریں بس یہی
ثواب ہے اور یہی کرنا نہ کرنا ثواب وعذاب ہے ہر گروہ
کے اندر اصولی گناہ ایکساں ہیں اصول تو سب ایکساں ہی
ہیں اختلافی مسائل سب دو قسم میں داخل ہیں ہرملت
و مذہب والے محرمات عزیز تر سے قربت شہوانی کرنیکو منع
جانتے ہیں جان مارنا چوری کرنا جھوٹھ فریب دغابازی
جالبازی چوری غیبت دھوکہ گو بندگی کرنا چٹر
بازی لڑا دینا بے وجہ خلق اللہ پر الزام لگا دینا تہمت لگانا
آپس میں لڑا دینا یہ سب باتیں معیوب ہیں کون فرقہ ہے
جو ثواب کہتا ہے طریقہ خورش پوشش میں اختلاف ہے
کوئی کسی جانور کا گوشت کھاتا ہے کوئی حرام جانتا ہے
کوئی جان بچانا چاہتا ہے دیوتا بنا لیتا ہے کوئی شکار کو جائز

جانتا ہے کوئی کسی ذی روح کو مارنا نہیں چاہتا کوئی
خود غرضیوں میں اپنے اپنے آرام کی چیزوں کو حلال
کر لیتا ہے دوسرا حرام جانتا ہے اس سے نفس مذہب
پر کوئی اچھا بُرا اثر نہیں پڑتا اس کا تعلق خدا اور اس کے
بندے سے نہیں ہے بلکہ دوسری دوسری خلقت سے
ہے خدا سے اور بندے سے تو ایسی قدر تعلق ہے کہ وہ
خدا اپنی بڑائی چاہتا بندوں سے عاجزانہ برتاؤ چاہتا ہے
اپنی بنائی ہوئی دنیا کی حفاظت کا خواہاں ہے اوس کے
انتظام میں امداد چاہتا ہے جس کے بدلے میں وہ ثواب
وعذاب کا بیان کر دیتا ہے لالچ والوں کو جزا اور خوف
والوں اور بزدلوں کی سزا بتاتا ہے انتظام دنیا کے لئے
خورش و پوشش رہائش و معاملات و طریقہ و عبادات
ملکی ضرورتوں پر توجہ کر کے انسانوں کی بہبودیت کے
لئے مسائل بنا دئے ہیں جو دونوں سے بے نیاز ہیں اوس سے
خالص عاجزی کا خواہاں ہے رسالت اسی لئے آئی
بزرگان دین اسی وجہ کر پیدا ہوے کہ اوسکی بڑائی
بتائیں اور دیگر احکام کو برت کر دکھائیں غلطیوں کی
اصلاح فرمائیں اس صلے میں اونکو بزرگ در بہترین
اوستاد ماننا انسانیت کا منشا ہے نہ کہ مقدس بزرگ

کہ خدا کے حد تک پہونچانا اور اونکے سپرد خدائی کر دینا ہے
یہ توحید اور قدرت میں بٹہ لگانا ہے یہ تو خدا طلبی نہیں ہے
یہ تو رواسم پرستی ہے آدمی پرستی ہے قبر پرستی ہے
نفس پرستی ہے بت پرستی ہے علم پرستی ہے عقل
پرستی ہے خدا کو تو نہ دیکھے قدرت والا مان لینا ہی ایمان
ہے دلائل پتہ پتہ سے مل رہے ہیں اپنا وجود اوسکی قدرت
اور موجودیت احدیت وحدانیت خلاقیت
رزاقیت ابخزیت وغیرہ کو بتا رہے ہیں ظاہر ہے
اور غیر نمایاں ہے اور پوشیدہ ہے بجلی
کی قدرت کو آپ دیکھ رہے ہیں مگر اس کا کرنٹ اور
اثر غیر نمایاں ہے اثریات سب موجود ہیں مگر مادیت
اور حقیقت اور اصلیت کا پتہ کسی کو نہیں ملتا صفات
خداوندی کے اظہار سے ذات کی اصلیت معلوم ہوتی
ہے ہر خاندان والوں کے صفات ان کے ذات کا ثبوت
کرتے ہیں راقم نے ان پرانے رئیسوں کو بچشم خود دیکھا ہے اونکی خاندانی حالتیں پڑھی ہیں زندہ
بزرگوں کی ملنساری اون کے خلوص و اخلاق کو دیکھا ہے ہر
پرانے اور عالی خاندانوں میں جو باتیں اب بھی ہیں وہ
باتیں نو خیز خاندانوں میں میسر نہیں ہیں نہ چند پشتوں تک
ہو سکتی ہیں اس خاندان کے بابت ایک کتاب جس کا نام

تذکرہ ہے نظر سے گذری ہے جسمیں مفصل حال بزرگوں کا
لکھا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ محمد مکّی رؤسائے مکّہ کے
پوتے مخدوم شاہ شمس الدین فریاد رس بن شاہ نظام الدین
بن محمد مکی اصل مورث اعلیٰ اس خاندان کے تھے اونکا مزار
فیض آباد میں محلہ گاڑیاں میں ہے اون کے اولاد میں
شاہ منجن تھے ان کو شاہ منجن شہید لوگ کہا کرتے ہیں شاہ
منجن بن شاہ بڑے بن شاہ بدھن بن شاہ اللہ داد بن
شاہ بدیع الدین عرف ثمن الدین بن شاہ شمس الدین
مذکور الصدر تھے شاہ منجن کی بی بی اصل میں شیخپورہ
آئیں شاہ منجن کے دو اولادین شیخ مصطفے و شیخ جنید
شیخپورہ ضلع مونگیر میں مقیم رہے ان ہی لوگوں کی
اولادیں اب حسین آباد میں بھی مقیم ہیں اوسی بستی کا وجود
زمانہ عالمگیر میں پایا جاتا ہے اوسی خاندان کے شعیب
خاں اور فدائی خاں تھے جو سپہ سالار فوج کے
تھے اونھیں لوگوں کے متعلقین میں ملا محمد نصیر تھے اونکا
مزار پاتو کی باغ میں ہے ان کا حال سیرۃ المتاخرین
میں مذکور ہے یہ شائستہ خاں کا زمانہ تھا آخوند صاحب
ملا محمد شیرازی بنگالہ آئے اور اوھیں کے ساتھ
ملا محمد نصیر شیراز تحصیل علم کے لئے گئے مسلمانوں کے مقدس

کسعد رددر ددراز علم سیکھنے کو جلتے تھے ایک شخص میر غلام محمد بہاری
اوسوقت صفر کا کام انجام کرتے رہے اونہوں نے اپنی جگہ
ملا محمد نصیر کو مقرر کردیا اون کو کچھ جاگیر بھی تھی اونہیں کے
مکانات میں اون کے پوتے کی اولاد رہتی آئی ملا محمد نصیر
کے بیٹے داؤد علی خاں معروف زائر حسین خاں تھے یہ داود
علی گنج میٹنہ میں مدفون ہیں جو دلدلی گنج ہوگیا۔ اون کے بعض
لڑکی کی اولاد میں محمد اکبر خاں ولد امیر حسن خاں ولد نجابت
حسین خاں ہیں ایک لڑکی کی اولاد سے محمد رضا خاں مرحوم
منسوب تھے یہ دونوں ملا نصیر کے بھتیجے تھے۔ محمد رضا خان
کے دو لڑکے تھے ایک علی ابراہیم خان دوسرے علی قاسم خاں
تھے۔ علی ابراہیم خاں میر محمد قاسم ناظم بنگالہ کے ممتاز
لوگوں میں تھے۔ عالم شاہ بادشاہ کے وقت میں امین الدولہ
کہلاتے تھے جاگیر و آلتمغا بھی پایا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی
کا وقت بھی پایا اور اوسوقت بھی اعزاز تھا۔ لارڈ ہسٹنگ
کے وقت میں ۱۸۰۰ء میں بنارس میں جج بھی تھے علی قاسم خاں
بھی عزت دار آدمی گذرے ان کو گورنمنٹ نے پرگنہ امرتھو
و پرگنہ راجگیر بندوبست دیا ۱۱۰۹ھ میں بندوبست ہوا
نواب محمد یحییٰ خاں کے داماد نواب فدا علی خاں ولد نواب علی
جواد خاں تھے۔ نواب فدا علی خاں ممتاز لوگوں میں تھے

مضامیں صدر کتاب تذکرہ سے نقل کئے گئے راقم کے چشم دید واقعے نہیں ہیں۔ نواب فدا علی خاں کے بیٹے نواب علی خاں صاحب ساکن شیخپورہ حسین آباد تھے جن کو راقم نے خود دیکھا اور بیسیوں برس دربار لیوی میں کلکتہ میں ساتھ رہا یہ ہستی فقیرانہ دلی کے ساتھ امیر آدمی کے تھے ان میں بہتیرے صفات حمیدہ موجود تھے پابندی مذہب نیک طبیعت سخاوت بے حد آدمی گذرے اور بہت سن پایا نفس رئیس تھے اور فیض بخش آدمی تھے اس گھر سے بہتیرے سنی المذہب آدمی امیر ہو گئے۔ کبیر میاں ڈومرانواں کے والد اسی گھر میں ٹھیکہ دار و منتظم تھے پھر کبیر میاں بھی اپنے وقت میں اپنے والد کے جگہ پر تھے اسی گھر میں نوابی شان اور تہذیب اب تک مابقئے لوگوں میں پائی جاتی ہے پرانے رؤسا کی وضع انداز و ترکیب و تہذیب اگر دیکھنا ہے تو اب بھی کچھ نقش گزشتگان کا پتہ ملے گا ابھی تک نواب دلدار علی خاں صاحب کا دم غنیمت ہے۔ اونکی عمر تو زیادہ نہیں ہے مگر قوی کمزور ہیں یہ ہستی پرانوں کی یادگار ہے اب اس ترکیب کے آدمی کے زیارت خواب ہو جائیگی۔ نواب علی خاں صاحب مرحوم نے بوجہ کبر سنی کلکتہ میں کوٹھے سے گر کر انتقال کیا اور وطن میں لاش آئی

ان کا انتقال ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ میں ہوا اون کے خاندانی حالت کو تو راقم نے بچشم خود نہ دیکھا مگر کتابوں سے جہاں تک پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ نواب قاسم علی خاں ساکن شیخ پورہ حسین آباد ضلع مونگیر کے دو بیٹے تھے ایک محمد یحییٰ خاں دوسرے علی جواد خاں تھے۔ علی جواد خاں کے بیٹے فدا علی خاں تھے جو اپنے چچا کے لڑکی سے منسوب تھے اون کے لڑکے نواب علی خاں صاحب مرحوم تھے اون کے بیٹے دلدار علی خاں۔ زوار علی خاں۔ ابرار علی خاں۔ نثار علی خاں تھے۔

راقم نے ان سب لوگوں کو اور ان کی اولادوں کو دیکھا مگر یہ لوگ غیر ضلع کے لوگ ہیں ان لوگوں سے زیادہ ربط کا موقع نہ ملا اس لئے مفصل کیفیت سب کی نہیں لکھ سکتا ان لوگوں کا بیاہ شادی اس شہر میں اکثر رؤسا کے یہاں ہوا کیا تقریبات میں بہ حیثیت خادم الرؤسا ہونیکے راقم بھی شریک ہوا کیا اس لیے تعریف ہی تک رہا ذریعہ معلومات نہو سکا مگر اس خاندان میں نواب علی خاں مرحوم بساز نہ رہ سکا جائداد منقسم ہوئی اور بعض لوگوں کی جائداد کو نقصان بھی پہونچا تین دوران مقدمات راقم نے اپنے احباب وکلا کے یہاں کچھ کچھ حالات تفرقہ کی تحقیقات کیا اور معلومات بھی کچھ کچھ حاصل ہوئے اس خاندان کی وہ اجتماعی حیثیت جو نواب مرحوم کے وقت میں

تھی نہ رہی وہ مالی طاقت بھی کم ہوگئی متروکات تقسیم طلب ہوگئے ایک دربار سے چند دربار ہوگئے دولی گھاٹ کا بہترین پشتہ جو اس شہر میں ایک نایاب برلب آب دریا ہے کچھ آباد ہے اور کچھ ویران ہوگیا ہے۔ ان لوگوں کی قرابت داریاں سنگی دالان نواب جعفر حسن خاں و نواب مہدی علی خان کے خاندان سے ہیں۔ نواب نجات حسن خاں مرحوم مذکور کے خاندان سے ہیں۔ نواب برہان علی خاں مغل پورہ بخاندان ڈپٹی احمد علی خاں خاں بہادر و چھپیرہ میں بخاندان نواب وحید الدین حیدر خاں بہادر سے ہیں و اب بخاندان گذری چھوٹے نواب صاحب کے خاندان سے بھی ہے و محمد نواب صاحب کشمیری کوٹھی کے خاندان سے برادری ہوگئی ہے و اب سر سلطان احمد با القابہ کے یہاں سے بھی قرابت داریاں ہیں بعض لڑکے اس خاندان کے سنگی دالان میں بیاہے گئے نواب دلدار علی خاں خاں بہادر ہیں ان میں خطاب نوابی کی صلاحیت موجود ہے مگر بوجہ اولاد رکھنے کے اتنے اخراجات نہ کئے گئے جو خطاب نوابی حاصل کرنے کے لئے لازمی ہیں۔ ان کے ایک لڑکے جابر علی خاں کی شادی چھوٹے نواب اکبر علی خاں گذری کے یہاں ہوئی ہے اسلئے مبارک علی خاں صاحب سے بھی قرابت ہوگئی ہے اور چھوٹے صاحب کے لڑکے میاں کی

سسرالی قرابت داریاں بھی اسی خاندان سے ہیں۔ احمد علیخاں
خان بہادر و ناصر علی خاں رجسٹرار کے قرابت داریاں بھی
ہیں و محمد اکبر خاں دولی گھاٹ سے بھی ہیں ایک لڑکے باقر حسن
خاں ولد دلدار علی خاں صاحب کشمیری کوٹھی میں بخاندان
محمد نواب صاحب بیاہے ہیں راقم نے ان جواں صاحبزادوں
کی تہذیب و تربیت پر بھی غور کیا ہے امید کی جاتی ہے کہ یہ
لوگ اپنے اپنے آبا و اجداد کے نام کو روشن کنندہ ہونگے
ان لوگوں میں ہنوز پرانی تہذیب، و ترکیب اور استحفاظ
مذہب کی بو باقی ہے اور اخلاق حمیدہ جو اوصاف اسلامیہ کا
جزو اعظم ہے ان لوگوں میں فطرتاً پایا جاتا ہے یہ ابتدائی
تعلیم و تربیت کا فیضان ہے جس نے فطرت کے اندر اوصاف
اسلامیہ پیدا کر دئے ہیں۔ اس خاندان کا مذہب شیعہ ہے
تمامی اہل خاندان اپنے اپنے اصول و عقائد کے پختہ ہیں۔
اور خیالات بھی اعلیٰ ہیں اس خاندان میں واقفیت علمی
بھی موجود ہے۔ انگریزیت تو بالکل نہیں بلکہ مذہبیت زیادہ
ہے اور معقولیت بھی ہے۔ راقم کو زیادہ ربط اس
خاندان سے نہیں ہے عمر بھر میں دس پانچ ملاقاتیں ہوا کی
ہیں، ورنہ غائبانہ چار پانچ بار ان لوگوں کے دولت کدہ پر۔
دولی گھاٹ میں جانیکا اتفاق ہوا ہوگا تو تجمل حسن خان

سنگی دالان والوں سے بھی جدی قرابت کا پتہ
کتابوں سے ملتا ہے نواب جعفر حسن خاں کے مورث
یا وارث نواب مہدی علی خاں تھے ان کو تعلق نواب
علی قاسم خاں کے خاندان سے بھی تھا جس کا نشان -
کتابوں سے ملتا ہے اس خاندان کو تعلق بڑہن پورہ
مظفر پور سے بھی ہے اور امام باندی بیگم مرحومہ کے
خاندان سے بھی تعلقات برادری قریبہ دکھائی دیتی
ہے - بیگم صاحبہ مذکورۃ الصدر کا امام باڑہ اون کی
یادگار ہے وہ گلزار باغ میں ہے وہ نواب سعادت
علی خاں کی بی بی تھیں راقم نے نواب مہدی علی خاں
صاحب کو دیکھا اون کے خاندان کے کاظم علی خاں
ہادی علی خاں تقی علی خاں چھرو میاں ورضا علی خاں
ونیا میاں ومحسن میاں واحسن میاں وجعفر میاں
واحمد و میاں اور کل لڑکوں کو اس خاندان کے دیکھا
اب بھی جو بہت کم سن لڑکے اس خاندان کے ہیں -
سب کو دیکھا ہے خدا ان لوگوں کو پرانے خاندان کی
یادگار بناکر اپنے آبا واجداد کے روشش پر قائم رکھے
متروکات کے تقسیم کی وجہ کر جائداد ٹکرہ ٹکرہ ہوگئی ہے
مگر سب لوگ خوش حال اور عزت دار ہیں - اب تک

تو ان لوگوں کی پرانی ترکیب و تہذیب پائی جا رہی ہے
لڑکے انگریزی داں بھی ہیں مگر صاحبیت کا جوش
نہیں ہے یہ گھر بہت پرانا گھر ہے راقم اپنے جوانی کے
وقت ان کے امام باڑے میں بہت گیا ہے، ورگذشتہ
لوگوں سے بہت ربط رہا علی الخصوص کاظم علی
خاں و تقی علی خاں و رضا علی خاں و چھٹو میاں سے
بہت ربط رہا اون لوگوں کی معصومیت اور انسانیت
قابل یاد ہے۔ بہترین لوگ گذرے اب ایسے آدمی
پیدا نہیں ہوتے۔ احمد و میاں میں پرانی باتیں ابتک
نمایاں ہیں وہ بہترین نمونہ اس خاندان کے ہیں ۔
خاندان بھر میں خودداری اور وضعداشت ہے مگر غرور
اور شان وشیخی کا نام نہیں ہے ان گھروں کی
تہذیب و تربیت لائق تعریف ہے۔ اب یہ باتیں
نئے خاندانوں میں نصیب نہیں ہیں علی الخصوص تہیاں
گروہ اور ملکیوں کے گروہ تو اس تہذیب سے محروم ہیں
رہی ہے موجودہ زمانے کی روشش تو کوئی اور ہی
چیز ہے کسی دوسرے ہی ملک کی تہذیب ہے وہ نئے دنیا
کی باتیں ہیں پرانے لوگوں کے لیے تکلیف دہ اور پراگندہ
کرنے والی باتیں ہیں نئے دنیا والے پرانے دنیا والوں کو

بیوقوف بتاتی ہیں خدا کی شان ہے صاحب بیوقوف
بیوقوف کہلاتا ہے۔ اور مصرف قاطع الشریعت
والمذہب وملت ذی شعور بنجاتا ہے مگر خدا
کیا فرماتا ہے خیال رہے وہ آخری وقت دیکھتا ہے
اور مرنے کے بعد مزہ چکھتا ہے جہاں کوئی کام نہیں آتا وہاں
اپنا قصور یاد آتا ہے اوسوقت انسان پچھتاتا ہے
نئے روش پر چلنے والے لطف دنیا اوٹھائیں گے مگر مذہب
اور عقاید پر چھریاں پھرائیں گے دنیا میں پھر واپس نہ آئینگے
آخروقت میں سخت پچھتائیں گے اسلام تعیش کو نہیں
روکتا دولت عبادت کو نہیں منع کرتی علم دنیا دینیات
پر پانی نہیں پھیرتا عزت عاقبت کو برباد نہیں کرتی ہمت نیک
چلنے کو منع نہیں کرتی تمدن ملت کا مخالف نہیں ریاست کیلئے سیاست لازمی ہے
انکسار منع شرعیت نہیں ہے حسن اخلاق موجب عربت نہیں ہے
ناقدری اشیا ناشکری ہے مطمئن دل رکھنا بےفکری
ہے خدمت خلائق ہمدردی ہے صلہ رحم لابدی ہے
بایکدیگر ملنا ضروری ہے خوددار ہونا واجبی
ہے ہوشیار رہنا لازمی ہے ذی اختیار رہنا
خوش نصیبی ہے باوقار ہونا فضل خداوندی
ہے۔

جتنے صفات حمیدہ کسی میں ہیں وہ دروغی اور وہبی ہے گو بظاہر اکتسابی ہو مگر وہ بامداد غیبی حاصل ہوا کی ہے جتنے برائیاں کسی میں ہیں وہ فطرتی ہیں آدمی برائی اور بھلائی کا خزانہ ہے اوس خزانہ قدرت سے برائیاں نکالکر صرف کیجئے خواہ بھلائیاں صرف کی جائیں ہر بندہ کو اختیار ہے بھلائی برائی پرکھنے کا آلہ مذہبی تھرما میٹر ہے وہ ترقی گرمی حرارت برودت کو بتا سکتا ہے کس درجہ کی برائی ہوئی اور کس درجہ کی بھلائی سرزد ہوئی۔ اور ہر کا نسخہ صرف ایک ہی جزو کا کامیاب ہوا کرتا ہے ہر مرض کی دوا درود شریف ہے یہ دواہر وبائی اور متعدی اور مہلک عوارض مذہبی سے انسان کو بچاتی ہے اور صحیح صحت عطا فرماتی ہے مذہب کے تھرمامیٹر ہاتھ میں لیکر اپنے اندرونی عوارض مذہبی کی تشخیص کرتے جائے کسی معالج اور ڈاکٹر کی ضرورت نہیں تیسو علاج کے طور پر خید بند سے ہوئے نسخے ہیں ہر مرض میں وہی نسخے اولٹ پلٹ کر کام دیتے وہ مفردات مرکب کرکے کام نہیں آتے جس ترکیب سے موجد نے بتایا ہے اوسی راہ پر چلنے سے شفا ہوتی ہے یہ تو ایجاد مذہب اسلام گذشتہ مذاہب کا کھچا ہوا ست ہے اور چند ادویات جانچی ہوئی سفوف کرکے بتائی گئی ہیں کہ اور کسی دوا ملانیکی

ضرورت نہیں تھی جب کوئی نقص اندرونی مکلف ارواح
پیدا ہوا اس جدید تحقیقی کتاب سے علاج کر لیا جائے ہرگز
مرض مجمل نہیں ہو سکتا صحت ہو کر رہیں گے اگر دماغی بیماری
ہے بس لا الٰہ الا اللّٰہ کا دور کافی ہے بجتے بجتے دماغ
درست اگر دل کی کوئی خرابی ہے محمد الرسول اللّٰہ
اضافہ کر کے ورد فرمائے بجتے بجتے قلبی اور دماغی بیماریاں
ساتھ ساتھ غائب اگر معدہ خراب ہے روزہ رکھئے اگر
مالی تکلیف ہے مصیبت پر صبر کیجئے۔ اور شکر ادا کیجئے
دن بدلتے دیکھ لیجئے۔ صبح ہوی ہے تو شام ہو گی رات ہے
تو دن ضرور آئے گا نہ ہمیشہ دن رہے گا نہ رات رہیگی
نہ واللہ صحت رہیگی نہ بیماری آخر حد یہ ہے کہ مرض خود
مریض کو لیکر مر کر رہے گا وہ اگر ہمیں نہیں چھوڑ سکتا
تو مرنے والا بھی اوسے چھوڑ کر نہیں مر سکتا لیکر ہی جائیگا
اگر مہلک عارضہ نہیں ہے تو صحت ہو کر رہے گی جسمانی عوارض
میں کوئی ہل نہیں سکتا تو نمازیں پڑھیئے بیماری اکثر غائب
ورزش کرنا ہے اور زور آور ہونا ہے تعدد کا ٹانک استعمال
فرمائیے سیکڑوں ڈنڈ کا لطف اوٹھائیے بیٹھک اور کشتی کا
شوق ہے مذہبی ورزشیں کیجئے سر ہلائیے علم اوٹھائیے
اذکار جہری کیجئے حال قال کیجئے کتنی حرکتیں جسم میں خود

بجود پیدا ہو جائے گی ترکہ متروکات کی بیماریاں ایں قرآن کو حکم قرار دیدیجیے مدعی مدعا علیہ بیٹھے اور خود فیصلہ کر لیجیے معاملات کا عارضہ ہے قانون مذہبی کا لعوق چاٹئے سب باتیں دفع کرتا مہلک عارضہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد فرمائیے یقینی چھوٹی بیماریوں سے نجات ہو گی اصلی صحت سامنے موجود گر بد چلنی کی بیماری ہے تو صرف عام سپارہ مع ترجمہ روز پڑھئے ۲۱ دن میں خود بخود صحت بدخلقی کا نام تک باقی نہ رہے گا الجھے ہوئے عوارض ہوں تو ایک رکوع قرآن پاک با ترجمہ تا صحت یومیہ صبح و شام ورد فرمائیے اگر کل عوارض میں فائدہ نہ ہو تو حکیم حاذق کا نسخہ غلط ٹھہرے گا تجویز غلط ہو گی مگر یہ غیر ممکن ہے حکیم الحکما کا نسخہ کبھی غلط نہیں ہو گا ہر مرض کی دوا قرآن شریف ہے عقیدہ راسخ کی شرط بھی منافق کو اثر پذیر نہ ہو گا مگر ایک موثر حکیم کا نسخہ جبل نہیں کرے گا۔ یہ نو ایجاد دوائیں لاکھوں لاکھ برسوں کے تجربے کے بعد طیار کی گئی ہیں جس پر عدم تاثیر کا گمان کرنا واقعہ اصلی کے خلاف ہے تمامی عوارض روحانی اور جسمانی کی دوائیں اس نو ایجاد تحقیقات نے ایک محقق کے ذریعہ سے برتا کر جھنڈا کر اعلان کر دیا ہے پانچ

ہی عارضہ ہیں جو لاعلاج ہے ایک تو عارضہ بداعتقادی
ہے اسپر کوئی دوا اثر نہیں کرتی اس کا علاج غایت بیوی
ہے جو تحقیق تک جنوا چھوڑتی ہے جو نہ کرنا ہے کروا چھوڑتی
ہے دوسرا عارضہ بدنفسی ہے جو قابو ہی میں نہیں آتا اس کا
علاج صرف افلاس ہے آنکہ شیر ان را کند روبہ مزاج احتیاج
است احتیاج است احتیاج ۔

تیسرا عارضہ تیز زبانی ہے اوسکا علاج صرف فالج
ہے تنگ تنگ دیدن دم نہ کشیدن ۔

چوتھا ظلم اوس کا علاج تت فورتاٹ اس ہاتھ دے
اوس ہاتھ لے یہ ہے خودبخود یہ عارضہ متعدی روپوش ہو
جائیگا ۔ مگر یہ مخدوش علاج ہے یہ چیونٹی بند ہے کے بھاڑ میں
جھینا ہے توجی نہ تو مرا ایسے علاج عاقل پسند نہیں کرتے
یہ علاج نہیں بلکہ وبال جان ہے جسمیں خطرہ ایمان بھی
لگا ہوا ہے ۔ بہترین دوا صبر وتحمل ہے ۔ جو دیر میں اثرپذیر
ہوتی ہے ۔ اور بہت کڑوی ہے مگر یہ فاسد مادے کو جڑ سے
کھود کر نیست ونابود کر دیتی ہے مستقل شفا دینے والی
دوا ہے مگر مشکل ہے ۔

پانچواں عارضہ لاعلاج ہے یہ بدنصیبی ہے بجز خدا
کے کسی کے پاس کوئی علاج نہیں ہے خدا نے اس کا علاج ہی

بتایا ہے وہ بہت ہی مشکل ہے اور تلخ ہے وہ صرف عاجزی
اور اظہار ندامت ہی رونا ہے گڑگڑانا ہے یہ امراض اندرونی
اور ندہبی ہیں اور علاج بھی ندہبی ہیں ایک نیا علاج تمامی
عوارض روحانی کا محقق لوگوں نے نکالا ہے وہ اوپریشن ہے
ہوا کرتا ہے مخلصانہ ریاضت کے آلہ سے۔ دلکے اندر اوپریشن
کیا جاتا ہے۔ جسکے بعد تمامی فاسد مادے کی پیدائش ہی غائب
ہوجاتی ہے پھر کوئی عارضہ ہی بجز مرض موت کے نہیں ہوتا یہ
پہلا اوپریشن جناب رسول مقبول صلعم کو ہوا دوسرا حضرت
جناب امیر علیہ الصلوٰۃ و السلام کو ہوا تیسرا جناب امام
محسن علیہ السلام کو ہوا چوتھا امام حسن علیہ السلام کو ہوا
پانچواں حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہوا۔ اب کوئی قلب
اس کا تحمل نہیں کرسکتا۔ اب سوئی کا علاج نیا نکالا
گیا۔ یہ سوئی فقرا کے دل میں گڑا گڑا کر انکی عوارض
کا علاج ہوا کیا تذکرہ بزرگان دین ملاحظہ کیا جائے کوئی
پیغامبر ویسا نہیں ملتا جو مصیبت میں گرفتار نہ ہوا۔ کوئی
بزرگ ایسے نہیں ملتے جن پر سخت مصیبت نہ آئی ہو ؎
ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں ؛ ایں خیال است ومحال است وجنوں
آدمؑ بہشت سے نکالے گئے۔ نوحؑ کی بی بی طوفان میں
ڈوبائی گئیں۔ ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے۔ یونسؑ مچھلی کے

پیٹ میں پڑے ایوبؑ کے خون بگڑ گئے بعض پیغامبر آرہ سے چیرے گئے بعض پر کیا کیا آفتیں آئیں کوئی سولی چڑھا کوئی طرح طرح کی آفت میں پھنسا کوئی دیوانہ کوئی مجنوں کوئی جادوگر ہوا اور کوئی کچھ کوئی کچھ آفت میں مبتلا ہوا لوگوں کی زبان سے بدنہ بچا اب کیا کوئی بچ سکتا ہے خلق اللہ کے زبان کی پرواہ کرنا حماقت ہے اور کس نے تیش کے ساتھ خدا کو پایا ہے یا دین کا صحیح راستہ طے کیا ہے اگر اب فقرا پر ملامت پہنچائی ہے گالیاں سنتے ہیں الزامات لگائے جاتے ہیں تو اونکو خوش ہونا چاہیے کہ خلق اللہ اونکو بُرا کہتی ہے اور اللہ اون کے نفس کو توڑتا ہے اون کو راہ راست پر چلنے کو بتا رہا ہے اون کو شکر و صبر سے کام لینا چاہیے اونکو مدارج کی ترقیاں ہوتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ مشایخ اُن فقیروں سا جو دنیا دار ہے اور دھوکہ باز ہے وہ ضرور مستحق ملامت ہے۔ اون پر صحیح ریمارک ہوتا ہے اور جو فی الحقیقت غیر مستحق ہیں اونکی اصلاح نفس ہوا کرتی ہے اون کیلئے ملامت ایک طرح کی مصفی ہے۔ علما کا بھی یہی حال ہے اظہار مسایل حقیقیہ شرعیہ اون کا شعار ہے اور ڈیوٹی ہے بشرطیکہ حقانیت ہو اور نفسانیت کا لگاؤ نہ ہو وہ ثواب میں داخل ہے جہاں نفسانیت کا لگاؤ ہے بدتہذیبی کے الفاظ میں دل شکنی باتیں ہیں وہ ایک طرح کا مذہبی دھوکا ہے بجائے ثواب وہ مرتکب و مستحق عذاب ہیں ڈیوٹی رحمانی ادا نہیں کی جاتی ہیں بلکہ وہ شیطانی رنجشی ہو جاتی ہے فقرا

اور علما میں کوئی اختلاف فرق نہیں ہے اونکی علوم ظاہری
وباطنی کا احترام خلق اللہ پر واجب ہے بشرطیکہ وہ
احترام کے لائق اور مستحق ہوں اگر وہ دھوکہ باز ہیں تو
خلق اللہ ان پر غلط الزام نہیں دیتی ہر ایک کو تنبیہ ہوتا
لازمی ہے حقانیت کی تاثیرات ظاہری باتوں میں ہو خواہ
باطنی رموز کے متعلق ہو ظاہر ہو کر رہتی ہیں بشرطیکہ حقیقتاً
ہو لفظاً نہو دل میں کچھ رکھتا ہو اور حقانیت اوپھا
اوپھا کر برائیوں کو ٹھیک کرے گی تاثیرات نہونیکی
وجہ یہی ہے کہ وہ لفظوں میں پھیل کر رہجاتی ہے نمائشیوں میں
مل کر گھل جاتی ہیں جیسے ہومیا پیتی کی دواؤں کی تاثیر کسی
غیر مانوس چیز کے بو سے بے اثر ہوجاتی ہے اور بے
لوث رہنے سے اکسیر کا اثر ظاہر کرتی ہے اوسی طرح
حقانیت ظاہری ہو یا باطنی بے لوثی کے ساتھ اگر ہے تو
اکسیر کا اثر ظاہر کرے گی جہاں فیس خندہ اور بدلا پلا خوری
خود غرضی کا لگاؤ ہے وہاں واہی واہی ہو کر رہجائیگا
تاثیر ہرگز نہو گی یہی وجہ ہے دونوں گروہ اپنے وجہکر اپنے
خود غرضیوں کی وجہکر اپنے کو ذلیل و خوار کردیتی ہے بے
نیاز ہو کر کوئی کام تیجئے ضرور کامیابی رکھی ہوئی ہے آریہ
سماجی پادری بے نیازی کی وجہکر کامیاب ہو رہے ہیں سادھو

فقیر علما پنڈت پجاری پنڈے مجاور کتنا ہی باتوں میں صرف
اپنے رہتے اظہار خود غرضی کی وجہکر پورے کامیاب نہیں ہوتے
اور پبلک میں اپنے کو ہلکے بنا لیتے ہیں حالانکہ مذہبی مقدسین
بہترین مستحق تعظیم ہو سکتے ہیں اور ہیں مگر معاوضہ طلبی اور
پیشہ ننا صورتوں نے ان لوگوں کو برباد کر دیا ہے قدما جو
بڑے بڑے نامور گذرے اونہوں نے اپنی ضرورتوں کو
محدود رکھا خلق اللہ سے بے نیاز رہے جسکا خلاصہ یہ ہے
کہ آج وہ نامور گئے اوس کا کام تبلیغ کا تھا اشاعت اسلام
اون سے ہوئی ملک دل پر اون کا قبضہ ہوا ملک زمین بادشاہ
مجازی کی ہے ملک دل بادشاہ حقیقی کا ہے۔ اب محسوس
ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو آپس کی ملاقات میں محض مخلصانہ ملنا چاہیئے
دنیا میں کوئی امیر یہ نہیں کہہ سکتا کہ غربا سے وہ بے نیاز رہے گا کوئی غریب
یہ نہیں کہہ سکتا کہ امرا سے وہ بے تعلق رہے گا یہ دنیا ہے اسی
بساط دنیا میں نیا نیا نقشہ شطرنج کا ہوا کرتا ہے خدا جانے کس کس کو کس
کس سے ضرورتیں پیش آتی ہیں اور کس کے نتیجہ میں انسان
پھنس جاتا ہے اور کس کس سے کس کا کام کس وضع کا نکلتا ہے انسان کو
اپنی وضع ایسی رکھنا چاہیئے جو بے ضرر ہو اور بے غرض ہو ایسے آدمی کو
اگر کوئی مشکل وقت آئے گا تو ہر شخص سے اوس کا کام بآسانی
نکل جائے گا اگر دلوں میں بل رہے گا تو کاموں کے نکلنے میں

دقتیں پیش آیا کریں گی۔ پرانے لوگ بے غرض تھے لوگوں کے دل جوئی مدارات کیا کرتے تھے بے غرض مخلصانہ ملا کرتے تھے۔ صلاح الآبا - فلاح الابنا بزرگان کی بھلائی کرنے کا نتیجہ آئندہ نسلوں کے لئے مفید ہوا کرتا ہے سلاموں کا کرنا خود ہی اپنی ذات کے لئے مفید نہیں ہے ہم خرمہ و ہم ثواب ہے اپنے کو ثواب اور آئندہ والوں کے لئے فائدہ بے حساب ہے پرانے خاندان والے بیوقوف نہ تھے وہ آئندہ کو سوچا کرتے تھے اون لوگوں نے دنیا کی ٹھوکریں کھا کھا کر مواقعات کو دیکھ دیکھ کر اپنے کو درست کر رکھا تھا۔ جو آج ہم لوگوں کو کام آرہا ہے مگر آج کل کے دنیا والوں کی تعلیم جداگانہ ہے وہ اپنے اپنے زیٹ ہی کو خودداری اور عزت داری جانتے ہیں غربت اور مجبوریوں کے وقت بڑے بڑے عقلا کی خودداریاں بیکار ہوجاتی ہیں بُرے وقت میں آدمی کو ادنیٰ ترین کی خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں اوس وقت ساری داشت ہوا ہو کر رہتی ہے اور بدترین خلائق کی بات برداشت کرنی پڑتی ہے آدمی اپنی وضع ہی ایسی کیوں نہ رکھے جو نہ چنداں نہ چندیں نہ بنے اور خوددار رہے نہ بے حد انکسار رہے اپنے چلن کو حد

اعتدال کے اندر رکھکر زندگی بسر کرے جو ہر وقت
ہر موقع پر کام دے سکے کم سن عزیزوں اور ملاقاتیوں
کو دنیا کے ٹھوکروں کا مقابلہ ہوا ہے خدا نہ کرے
ہوا اوسوقت راقم کے چند سطروں کو پڑھکر ملا سے
جائیگا تو نفع پائیگا۔

۱۳۸ محمد وزیر عطّار کا مکان اٹھوا ایں ہتّا

یہ دو بھائی تھے ایک محمد نظیر تھے وہ وزیر میاں لودی کٹرہ
کے یہاں مصاحب تھے اون کی اولاد تھی یہ خبر نہیں کیا
ہوئی۔ محمد وزیر نے باڑہ کے گلی کے موڑ پر عطاری کی
دوکان کھولی تھی اور اچھی ترقی کرلی تھی پیر بخش درزی
کے مکان کے بغل میں پختہ مکان بنا لیا تھا زندگی آرام
کی گذاری ادھیڑ ہوکر مرے اولاد ہے دوکان بھی
ہے لڑکوں نے گھر سنبھال لیا۔ ان سے کچھ سسرالی
قرابت راقم سے بھی تھی یہ ملنسار تھے لودی کٹرہ
کے سب لوگ مانتے تھے۔

۱۳۹ حکیم قربان کا مکان ہنوز باغ کالو خان

میں موجود ہے اون کی ایک لڑکی تھی وہ محمد صغیر نامی
ایک شخص سے بیاہی تھیں وہ لاولد تھیں اونہوں نے
محمد نظیر کی پرورش کی تھی حکیم قربان سے راقم کے

خوشدامن سے قرابت قریبہ تھی وہ بہت بوڑھے اور
پرہیزگار آدمی تھے۔ محمد صغیر بہت نیک مزاج آدمی تھے
محمد صغیر کی بی بی سے آمدرفت راقم کی اہلیہ سے بہت تھی
دونوں قریب تر رشتہ کی بہنیں ہوتی تھیں حکیم صاحب کا
برتاؤ بالکل اخص لوگوں جیسا تھا وہ خدا رسیدہ بزرگوں
میں تھے محض فقیرانہ زندگی گذار گئے۔ محمد صغیر لکھمی واحد علی
کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اون کی اہلیہ ہنوز زندہ
ہیں محمد نظیر کی بی بی آتو جی کا کام کرتی ہیں وہ کسی اسکول
کی ملازم ہیں

عـ ۱۴۰ حاجی محبت اللہ مغلپورہ کے رہنے
والے باورچی کا کام کرتے تھے ان کے شاگرد شہر میں
بہت ہوئے یہ کھانے پلاؤ قورمے مزعفر شولے میٹھے ٹکڑے
مرغ مسلم اور عمدہ عمدہ ہندوستانی کھانے خوب پکاتے تھے
اور تمام شادیات میں بڑی بڑی تقریبوں میں تمام یہی
کام کیا کرتے تھے ان کے ساتھی اور ماتحت بہت زیادہ
ہوگئے اب محلہ محلہ باورچی ہوگئے پہلے سارا شہر حاجی محبت
ہی کا دم بھرتا تھا انہوں نے اس پیشہ کو بڑی خودداری
کے ساتھ برتا سو ان کے کسی باورچی کی مجال نہ تھی نہ
اب تک ہے کہ روساء کے ساتھ بیٹھکر باتیں کرے یا

اور ان کے دسترخوان پر ساتھ کھائے ان کی خودداری اور کمال نے ان کو ایسا موقع دیا تھا چونکہ اور اور ہمیشہ بھی یہ کرتے رہے اس لئے لیے نیاز تھے لوگ ان کو خود بلا بلا کر ان سے کام لیتے رہے۔ باورچیوں کی جو عادتیں ہوا کرتی ہیں وہ ان میں نہ تھیں با دیانت کام کرتے رہے۔ اس لئے ان کی قدر تھی۔ آج کل کی طرح تہہ دیگی۔ میں بے ایمانی اور باورچی خانہ کی چوریاں نہ تھیں لوگ انکے سپرد پورا باورچی خانہ کر دیتے اور وہ خود سارا انتظام خود کر لیتے اور حفاظت بھی کرتے اس لئے یہ نامور ہو گئے دیانت ہی عجیب چیز ہے خود بخود اس صفت کی وجہ سے انسان میں ایک طرح کی عزت پیدا کر دیتا ہے۔ جب سے باورچیوں نے بے ایمانی اور چوریاں آغاز کر دیں ہیں یہ گروہ بے عزت ہو گئی۔ ہر باورچی خانہ میں ایک سخت آدمی چنگر نگراں بنایا جاتا ہے اور پھر بھی ناتجربہ کار آدمی کھانا پکاتا ہے۔ ان کے نانی حافظ ہیں جن کا تذکرہ حفاظ کے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اب وہ بہت سن دار ہو گئے ہیں اور گوشہ نشین ہو گئے ہنوز زندہ ہیں انہیں کے قریب جمعو خلیفہ رہتے ہیں وہ درزی کا کام کرتے ہیں ان کو اکھاڑہ وغیرہ کا شوق ہے چنانچہ چوک پر کے اکھاڑوں کا

اہتمام ان کے ہاتھ میں تھا اب یہ بھی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اور ہنوز زندہ ہیں اور درزی کی دوکان چوک پر کرتے ہیں

۱۴۱ محمد وزیر کا بھی مکان مغلپورہ میں تھا

یہ زردوزی کا کام کرتے تھے ان کا کارخانہ اچھا تھا خوب چلا ہوا تھا۔ مگر زردوزوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے یہاں ہر قسم کے لوگ کاریگر رہتے ہیں ہر مزاج کے ہر چلن کے آدمی سے سروکار رہتا ہے اکثر کام میں نقصان دینے والے گروہ ہے اکثر کارخانے کاریگروں کے بدولت اور بعض اپنی نیت کی بدولت خراب ہو جاتے ہیں بعض کو تو ایسا دیکھا ہے کہ جھوٹے ول لگا دیتے ہیں اور سچا کہکر دام لیتے ہیں نفع میں آ رہے مگر چند روز بعد سارا کام سیاہ ہو جاتا ہے پھر گاہک رخ نہیں کرتا اور یہ راز چھپ نہیں سکتا ایک کان دوکان ہو کر باتیں مشہور ہو جاتی ہیں اور کارخانہ بند ہو جاتا ہے اور کوئی آدمی توجہ نہیں کرتا۔

۱۴۲ افضل علی خاں کا مکان مغلپورہ

میں تھا یہ مکان زنان گندھی اور مولوی سعید شمس العلما کی خانقاہ کے قریب میں تھا یہ نواب ولایت علی خان بہادر سی، ایس، آئی گندری کے یہاں کارپرداز تھے نواب صاحب

ان کی عظمت کرتے تھے بڑی عزت کے ساتھ زندگی گذار گئے
یہ خانقاہ منگل تالاب کے مرید تھے ان کے بیٹے حشمت علیخان
بھی اپنے باپ کی جگہ پہ ہوئے وہ بھی جوان ہی مر گئے۔
بڑے آزاد منش آدمی تھے اور رندانہ زندگی رہی راقم
کے کلاس فیلو تھے۔ رحمت علی خاں ان کے دوسرے
بھائی تھے اوسط زندگی بسر کر کے جوان ہی مر گئے اون کے
ایک بھائی اعظم علی خان تھے یہ محمڈن اسکول میں ہیڈ ماسٹر
تھے مدتوں سٹی سکول میں رہے پھر وکالت پاس کیا مگر نہ
چلی پھر محمڈن اسکول میں عمر بھر رہے یہ منگل تالاب پہ ماموں
قبلہ سے مرید تھے بڑے عابد زاہد خدا پرست نیک دل
نیک طبیعت روزہ نماز کے پابند تہجد گذار زندگی گذارا ابا
سات برس ہوا ہے انتقال کر گئے ان کی اولاد ہے ان سے
ڈاکٹر صدر الحق کے رشتے کے مولوی جین الحق صدر اعلیٰ سے بہت
ربط تھا اب ان کی خبر نہیں ہے کہاں ہیں خاں صاحب ۵۰
سے اوپر اور ۶۰ کے اندر ہی مرے ان کے بہنوئی حافظ
عبدالغفور تھے اون کے انتقال کو ۲۰ برس سے زیادہ ہوا ہے
عمدہ آدمی تھے اور قرآن بہت اچھا پڑھتے تھے تجارت کر کے
گذران اوقات کرتے تھے خاں صاحب کے اولاد چھوڑ میں
بیاہے ہیں۔ افضل علی خاں کے بڑے بیٹے عبد العلی خاں تھے

وہ بہت نیک اور پرہیزگار آدمی تھے مگر کچھ مخدرات
کا استعمال تھا دنیا میں نہ نام و نمود نہیں کر سکے اون کے
لڑکے تھے وہ بھی پیری مریدی کرکے کھانے لگے تھے کسی
دیہات میں رہتے تھے ایک لڑکا اونکا اقبال نامی ہے جو
خدمتگاری کرتے ہیں یہ خدا کی شان ہے ایسے اچھے
خاندان کا لڑکا اس قدر بے حرمتی کا کام کرتے ہیں یہ فقط
فیضان صحبت کا اثر ہے وہ مخدرات کے عادی ہیں اوسی
قسم کی صحبت ہے مزاج کی ترکیب بدلی ہوئی ہے اوس کا
خمیازہ اوٹھانا پڑتا ہے بد صحبت کا نتیجہ خود انسان کو
ملتا ہے۔ اس خاندان میں اب کچھ عورتیں ہیں کچھ خبر نہیں
ہے کس طرح گذران ہوتا ہے اعظم علی خاں مرحوم سارے
گھر کو سنبھالے ہوے تھے اپنے فقیرانہ گذر گیا کنبہ پروری
کیا باوجود انگریزی دانی اور وکالت پاس کرنے کے
ان میں مذہبی احترام بہت تھا پیر پرست تھے صوفیت کا
مذاق تھا ان کو کیفیت بھی مجلسوں میں آیا کرتی تھی انکی
قرابتداریوں کا مفصل حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا کون
کون قرابتدار ان کے ہیں یہ لوگ پٹھان تھے اقبال ایک
لڑکا اس خاندان کا زندہ ہے جو تمام حالات سے واقف ہوگا
خاں صاحب کے لڑکے کو دنت آیا کرتا تھا اس لئے وہ غریب

معذور رہے اور دنیا کے کسی کام کا نہیں رہے ہنوز مکان
موجود ہے خاں صاحب کے یہاں ہفتہ میں ایک دن حدیث
خوانی کا ایک جلسہ ہوتا تھا شاہ حبیب الحق صاحب جا کر
فرماتے تھے مولوی قیوم صاحب صادقپوری ضرور شریک
ہوا کرتے وہ بھی اوسی اسکول میں ملازم تھے غربا ہی جمع ہوتے
چائے بھی چلتی تھی حقہ بھی رہتا تھا خاں صاحب
نے اس جلسہ کو زندگی تک نباہا۔ اب کوئی جانشین نہیں ہے
کون نباہ سکتا ہے نواب ولایت علی خاں صاحب انلوگوں
کا احترام و خیال کرتے رہے نوابوں کا ہندوستانی دربار
ایسا ہی ہوتا ہے وہ نسلاً بعد نسلاً انکا خیال رکھتے ہیں ہندوستانی
دربار انگریزی دربار نہیں ہے کہ پنشن کے بعد پھر کچھ خبر
نہیں رہتی کوئی برتاؤ آقا اور ملازم کا نہیں رہتا۔ ہندوستانی
درباروں میں پشتہا پشت تک کی پرورشیں ہوا کرتی ہیں
اگرچہ لوگ بے وقوف کہیں گے مگر کسقدر انسانیت کی
بات ہے عمر بھر جو شیوہ کرے اوس کی اولاد ماری
پھرے جب ایسا تھا تب ایسا تھا کہ آقاؤں پر ملازم جان
قربان کر دیتے تھے ایمان کھو دیتے تھے اور آقا پشت ہا
پشت تک خدمت پسند رہا کرتے تھے اب تو پیشہ کا اوس
پیسے ہی کا پیشہ کار ہے جتنی بدخواہی ہو کرا لو انہیں بے ایمانیوں نے تختہ اولٹ دیا ہے

۱۴۳ حسن مرزا بکی گوریا میں رہتے تھے ان کے والد علی مرزا تھے یہ شیعہ مذہب آدمی تھے کچھ روپئے ان کے پاس تھے اوس سے کاروبار کرتے ہوئے اپنی زندگی اچھی گذار گئے مدتوں یہ مکان میں شاہ وجیہ الحق صاحب کے کرایہ دار تھے پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ آپس میں نفاق ہوا اور ان کو مکان بدلنا پڑا۔ اور یہ بکی گوریا میں جا بسے۔ علی مرزا صاحب پچاس برس کا سن پاکر مرگئے اون کے بیٹے حسن مرزا تھے وہ بھی باپ ہی کی طرح زندگی بسر کر گئے ان کے وقت میں روپئے تو زیادہ ہوگئے مگر باپ کی سی بابت نہ رہی۔ اس خاندان ایک لڑکی ہنوز زندہ ہے جس کے اکثر مقدمات بھی ہوئے۔ اور کاغذات سے کچہریوں کے پتہ چلسکتا ہے کہ اوس کی شادی کہاں ہوئی۔ راقم کو یاد آتا ہے کہ سٹی کورٹ میں بھی کچھ دعویٰ ہوا تھا۔ یہ خاندان برباد ہوگیا۔

۱۴۴ ڈاکٹر عبداللہ ڈاکٹر وزیر خاں کے لڑکے

پچھم کے رہنے والے مکہ سے حاجی وحید الحق مرحوم ہیرانواں کے ساتھ آئے چند روز ہیرانواں میں رہے پھر راقم کے مکان میں چند برس رہے یہاں مطب کھولا مگر نہ چلا۔ پھر انھوں نے صدر گلی میں ایک عطار کی لڑکی سے عقد کرلیا چند لڑکیاں ہوگئیں انکی مکی رہائش راقم نے

بچشم خود مکہ ہی میں دیکھا اسقدر آرام وچین کی زندگی انہوں نے
گذارا کہ متمول عربوں کے مطابق چلتے تھے اسباب بھی
وافر تھا ان کے والد مکہ میں مہاجر تھے۔ بس شادی کرتے
دیر نہیں کہ کثیر الاولاد ہو گئے رفتہ رفتہ بہت مفلوک الحال
ہو گئے اس شہر میں ان کو احباب کا دست نگر ہونا پڑا
مگر بچوں کی پرورش تو لازمی تھی کوئی دقیقہ ان کے تکلیف
کا باقی نہ رہا ان کی زندگی قابل افسوس ہو گئی اور بڑی
بڑی مشکلیں ان کو جھیلنا پڑیں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں
بمشکل سب کی شادی کر دی تب بھی ان کو تکلیف رہی پھر
ان کی اہلیہ نے قضا کیا پھر بعض لڑکیوں نے قضا کیا ہر طرح
کی تکلیف جسمانی اور روحانی ان کو اٹھانی پڑی آخر کار
ایک لڑکی میاں اشرف کے پوتے سے پھلواری شریف
میں بیاہی تھی وہ بھی قضا کر گئی چند بچیاں چھوڑ گئی ان کو
پرورش کرنا پڑا۔ داماد نے دوسری شادی صفی پور میں
کر لی یہ پھلواری میں ساکن ہو گئے وہ لڑکی اپنے چچا کے
لڑکے سے بیاہی گئی اب ڈاکٹر صاحب بے پناہ بے یار و مددگار
تن و تنہا بیمار بوڑھے اکیلے مکان میں پڑے ہیں نہ یہ چل
سکتے نہ پھر سکتے نہ کوئی آمدنی ہے نہ کوئی پرسان حال ہے
مکہ چھوڑنے کے بعد اور حاجی وحید الحق مرحوم کے مرنے کے بعد

انکی تقدیر پھر گئی ان کی مصیبتوں پر توجہ کرکے راقم کو حیرت
ہوتی ہے اور عبرت ہوتی ہے کیونکر اتنی تکلیفیں خدا نے
ان سے برداشت کرادیا مگر یہ آدمی ابتک اس حال میں
بھی جواد سخی مہمان نواز ہیں وہی عربوں کی عادت ان میں
موجود ہے۔ کوئی مہمان بلا ناشتہ وچائے کے بھی واپس نہیں
آسکتا حالانکہ بالکل توکل ہے مولانا سلیمان صاحب کا
دم پھلواری شریف میں غنیمت ہے جو ان کی امداد کرتے ہیں
اکثر وقتوں میں ان کی چائے وناشتہ اور کھانے سے خبر
لیتے ہیں۔ مولانا سلیمان صاحب کی لائف قابل دید ہے
پھلواری شریف کے حالات میں ملیگا۔ عربوں کے عادات
سے راقم خود بھی واقف ہے۔ بڑے بے مروت اور سخت
ضرور ہیں مگر بڑے مہمان نواز ہوا کرتے ہیں یہ خاص تعلیم
مسلمانوں کی ہے۔ مہمان نوازی میں خوش دلی اور
مہمان نوازی کی خوشی جیسی عربوں ترکوں کو ہے اور
مسلمانوں کو ہوا کرتی ہیں کسی قوم میں یہ باتیں نصیب
نہیں ہیں۔ آج کل تو لوگ مہمان کو بلائے بے درماں جانتے
ہیں اور درحقیقت آج کل والے مہمان بھی بیوقوف بنائے
ہیں آج کل تو یہ تعلیم ہے کہ عقلمند کھا جاتے ہیں اور
بیوقوف کھلاتے ہیں جہاں یہ خیال پیدا ہے وہاں

کسکی ہمت ہوسکتی ہے کہ کھلائے اور بیوقوف بنے اب تو مہمان
نوازی کی ثواب سے انسان فیضیاب نہیں ہوسکتا مہمان نوازی
ثواب کا کام بے وجہ نہیں تھا اس کے اندر بڑا بھاری راز بھی
پوشیدہ تھا۔ دل جوئی اور اظہار ہمدردی اور تکمیل انسانیت
حسن اخلاق انداز رہایش و تہذیب و تربیت خلق دلی رحم
دلی اور بہتیری باتیں اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔ دعوت
شیراز میں تکلف نہ تھا اب تو نمایش مارے ڈالتی ہے۔
مثلاً کسی مہمان کے لئے آپنے اگر تکلف کیا تو کے دن تک
آپ اوس کو برداشت کر سکتے ہیں انکی مالی حالت کہاں
تک اجازت دے سکتی ہے آپنے خوش دلی اور سخاوت
برتا ہے یا ننگ دلی سے کام لیا ہے رسول نے جو سادگی کو
ہر بات میں شرف دیا ہے اوس کے اندر یہی بات ہے کہ دعوت
شیراز میں ان کی اندرونی حالتیں بالکل پوشیدہ رہجاتی ہیں
جھوٹ کا پتہ چل جایا کرتا ہے نمایش کا حال کھل جاتا ہے اسلامی
تعلیم میں ہر جگہ یہ نمایش اور جھوٹ بالکل ناجائز ہے اے ذوق
تکلیف میں ہے تکلیف سراسر روزمرہ کی رہایش اور طرز و
انداز کے موافق بلا جبر جس کام کو عام سے کرتے رہے کچھ بھی تکلیف
محسوس نہ ہوگی آپ کی تعلیم و تربیت کا راز آپ کی طرز معاشرت
سے ظاہر ہو جایا کرتا ہے ان کے جذبات اندرونی اور سلیقہ

کا حال ان کی رہائش اور روزمرہ کی عادتوں سے کھل جاتا ہے
مہمان نواز بھی اپنی حیثیت سے زیادہ نمائش میں اور دکھاوا
نہیں کرتے روزمرہ کی معمولات میں کچھ اضافہ ہو جانے سے انکی
مالی حالتوں پر برے اثر ڈالتے ہیں ان کو بل پیش کرنے کی ضرورت
نہیں ہے جیسے آپ اپنے ویسے آپ کا مہمان مثل اپنے گھر
کے آرام پا سکتا ہے وہ خلوص جواب برتتے ہیں اوس کا وہ
مشکور ہو جاتا ہے ۔ ہمدردی اور دوستی ہو جاتی ہے امداد
قوم امداد انسانی کا ظہور ہوتا ہے اخلاق حمیدہ اور صفات ۔
پوشیدہ کا نمود ہوتا ہے مہمان نوازی نام کی ایک صفت ہے
مگر اس کے اندر سیکڑوں رموز پوشیدہ ہیں البتہ موجودہ
وقت کے لوگوں کے ساتھ ایثار کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے جہاں
مہمان خود اپنے کو آپ ذلیل و خوار بناتے ہیں نہ مسافر ہیں
نہ ملاقاتی نہ ضرورت ہے نہ کبھی کے ساتھی نہ صاحب نہ سابقہ
بے وجہ کبھی کسی کے گھر جا دھمکے وقت بے وقت ہونا کار بے تکے
ہمیشہ ورچ بلائے بلا وجہ بے ضرورت دسترخوان کے
کے بلی بنے بیٹھے ہیں ۔ ان بے حسوں کو کسی کی وقت کی قدر
نہیں کوئی آدمی غریب ہو یا امیر مفت کی مصاحبت بلکہ اپنا
وقت کیونکر ضائع کر سکتا ہے ۔ ایک بلائے ستر ہ آئے یہ تو
کسی مذہب اور سوسائٹی میں روا نہیں ہے ۔ جہاں جانے کرائم

فرمائے مجھے دودھ کی چائے چاہئے مجھے سادی چاہئے مجھے پان میں الایچی کی عادت ہے مجھے یہ چاہیئے وہ چاہیئے اسکا حق تو مہمان کو نہیں ہے المهمان کلاشتر بنکر مہمانی ہونا چاہیئے جہاں میزبان بیٹھائے بیٹھئے جو اسے میسر ہے کھائے جو بات آپ کی عادتوں کے خلاف ہی معذرت کریجئے اور قبول نہ فرمائیے جب جاکر آپ مہمان بن سکتے ہیں اور کوئی مرد مسلمان آپ کا میزبان ہو سکتا ہے جہاں آپ نے اپنے احاطہ مہمانی کے دائرہ سے کوئی بات باہر کی میزبانی پر جبر ہو جائے گا آپ احسان نہیں مانتے اس کا شکریہ نہیں کرتے ایک آدمی ان کی آرام رسائی کو ان کی خدمتگزاری کو بے وجہ حاضر ہے اور آپ اس کو جان وہاں وقت وعادات واخلاق پر چھری چلانا چاہتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ رفتہ رفتہ پہلو تہی کرے گا۔ آپ خود ذلیل ہوں گے اور اپنے مہمان کو بھی ذلیل فرمائیں مہمان کو تو مثل خوشبودار پھول کے رہنا چاہیئے۔ ان کی مہمانی کی خوشبو سے میزبان کو فرحت ہو اور وہ ان کی خوشبو سے اس کا دل دماغ معطر اور خوش رہے اگر یہ صلاحیت نہیں ہے تو ہم پر خود کسی کا مہمان ہونا اخلاقی اصول پر حرام ہے۔ اسلام نے انہیں باتوں کی تعلیم دی ہے کہ مہمان کو ہر امور کی تہذیب برتتے ہوئے اور مہربانی کی ہر بات پر توجہ رکھتے ہوئے۔ آپ مہمان ہو سکتے ہیں

اور میزبانی پر مہمان نوازی واجب ہے۔ اگر مہمان اپنے حد مہمانی سے تجاوز کرتا ہے تو میزبان بھی چشم پوشی ضرور کرنے لگتا ہے ایسی باتیں مہمان نواز ملکوں میں نہیں ہیں تمام سوسائٹی کا ایک رنگ ہے اس لئے وہاں برت لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ ہندوستان میں جہاں سوسائٹی کا رنگ ہی نرالا ہے اسلامی اصول کو برتنا ناممکن الوقوع ہو گیا ہے۔ مصرعہ
اگر گویم زباں سوزد و گردم درکشم پرسم کہ مغز استخواں سوزد
ہے جو جتنا بڑا مہمان آیا اتنا ہی مصیبت اور آفت کا سامنا ہو گیا۔ یہ لانا وہ لانا۔ کرسیاں لانا سگریٹ لانا جرمن والی چینی لانا کہاں جاؤں کہاں لاؤں کدھر بٹھاؤں۔ الغرض مہمان کیا آئے بھاری انتشار لائے اگر کہیں کوئی مذہبی مقدس آئے تو کفر واتحاد تجھے لائے سر پر آفت آئی ایک مہمان کے ساتھ بیسوں مضافات موجود ایک کے خاطر کرنا گویا شرعی بارات سمالنا پڑا۔ سعادت کیا سمجھے آفت سمجھنے لگے پھر تو جناب ایک ساتھی سمدھی بنا بیٹھا ہے ہر ایک کی فرمائش ادا کیجئے ایک ایک کا آوازہ سننے کا دل طیار کر لیجئے۔ چلتے وقت گھر کے جمع بھی لائے اور چاروں مہمان کھلائے بقیے آئندہ چار مہینے فاقہ اوٹھائے اگر اس کا نام مہمان داری ہے تو ٹھیک صاحب لوگوں کے طرح ان اخلاقوں سے باز آئیے۔ اور ملکوں میں ایسی

باتیں نہیں ہیں اس لئے اخلاق وسیع اور اوصاف حمیدہ قائم رہے ہیں ڈاکٹر صاحب مذکور گو زولیدہ حال میں ہیں مگر انسانیت شرعی اور عادات حربیہ میں بالکل فرق نہیں آتا افسوس ہے جہاں وہ ہیں وہ اُن کے لئے موضوع نہیں ہے اور قدر نہیں ہوسکی وہ ایک زندہ نمونہ ہیں جن سے آدمی صبر استقلال چشم دید دیکھکر سیکھ سکتا ہے اونکی رہائش اور معذوری سے آدمی کو رحم دلی خود بخود پیدا ہوسکتی ہے اور دیکھیں ان معذوریوں پر وہ خوش اخلاقی سے ملا کرتے ہیں راقم نے آدمی کو کبھی کسی امر کا شاکی نہیں پایا اونہوں نے اپنے نہ غرض بیان کی نہ دست سوال پھیلایا۔ راقم کے ساتھ دس دس آدمی گئے اور سب چاہے اور ناشتہ ایک ہی ٹکڑہ بسکٹ کا ضرور کھلایا بعض دفعہ ایسا ہی موقع آیا کہ اونہوں نے صاف ظاہر کردیا کہ بھائی چینی نہیں ہے نمک دے کر چاے قبول کرلو اون کے اس سادگی اور معذوری پر بہت خوشی ہے اور حوصلے سے نمکین چائے سادی قبول کرتا ہوا اور اسی خلوص کی چائے کو بڑی چاہ سے پیکر بڑا لطف ملا افسوس ہے کہ میر محمد دوذاری بازار مولوی وحید صاحب روا ہی مولوی آل احمد صاحب اوہا ہی نہ رہے وہ لوگ ان کی گذشتہ زندگی کے دیکھنے والے ستھے مولانا نعمان صاحب

ان کے بے حد قدر داں ہیں ان کو مدنی صاحب کہتے ہیں ان کے
ہر حال کے شریک ہیں ان کے گھر جاتے ہیں یہ کوئی فقیر آدمی نہیں ہیں
فقیری ان کی فقط ف سے فاقہ کشی کی ہے قاف سے قناعت کی
ہے ریاضت تو ہو نہیں سکتی معذور ہیں مگر ان کو بھی فق ضرور
ہو جاتا پڑتا ہے ان کی عمر قریب اسی کے ہے یہ صدر نگی شاہ کی اہلی
میں بہت رہے ان کے لئے شادی مناسب نہ ہوی شادی کے
بعد سے کثیر الاولادی پھر کثیر الامواتی اور بے شغلی روزگار نے انکو
بہت پریشان کیا ۔ بلا روزگار کے آدمی کو شادی کرنا ایک عذاب
ہے شریف غریب کو تو جب تک خود مختار زندگی کی صلاحیت
نہو اور کوئی ذریعہ مستقل آمدنی کا نہو شادی کرنا ہی اپنی
زندگی کو برباد کرنا ہے ہاں وہ گروہ جن کے بی بی بچے خود کما لیا
کرتے ہیں ویسے تو نہیں ہیں چار چار عورتیں کر لیتے ہیں ان کے بی بی
بچے کما کر خود دیں جاتے ہیں بلکہ ایسے لوگ تو رئیسوں کے ماماؤں
سے خاصکر باورچیوں سے ضرور تعلق رکھتے ہیں اور رئیسی کھانے
ان کے گھر پہونچا کرتے ہیں انہیں ماماؤں کے ذریعہ سے رئیسوں
کے گھروں کے نایاب مال ان تک پہونچ جاتے ہیں چوریوں کا
انتظام ہوا کرتا ہے ان پر بر وقت شادیاں جائز ہیں ۔ شرفا
کی تو موت ہی بہتر ہے اور ننگوں دھچوں کے لئے ہر شادی ایک
آمدنی کا ذریعہ ہے ۔

۱۴۵ خواجہ سلطان جان کا مکان وہ ہے جس میں اب
مدعو میاں رہتا ہے یہ ایک رئیس مغلیہ یا خواجہ خاندان کے تھے ان کی
والدہ حکم بی بی صاحبہ کو راقم نے دیکھا تھا وہ بڑی قوی الجسم
بہت بوڑھی آدمی تھیں اور ان کی ہمشیرہ خان بیگم صاحبہ بھی ماں
کی بالکل فوٹو تھیں یہ دونوں عورتیں شہر میں ذی کے حیثیت سے
یکتائے روزگار تھیں اور اعتقاد کی نمونہ تھیں خواجہ زادوں میں
پیر پرستی کا مادہ بہت رہتا ہے خان بیگم صاحبہ راقم کے نانا
سجادہ نشین منگل تالاب کی مرید تھیں راقم اور اسکی خالہ
کے ماننا رہا والدہ ماجدہ کو وہ بوبو فرمایا کرتی تھیں بیگم صاحبہ
کے شوہر ہتھیا واں کے ایک سلطان خاں نامی تھے انہوں نے
اپنی زندگی مخدرات اور مسکرات میں گذاری اور صدر گلی
میں رہا کرتے تھے زن و شو میں ساز نہیں رہ سکا انکی طبیعت
بیگم صاحبہ کے خلاف مزاج تھی یہ مذہبی خیال کی عورتیں روزہ
نماز کی پابند اور وہ رند مشرب آدمی تھے وہ علی مردان خاں
کے خاندان کے آدمی تھے ہتھیا واں میں اون کے لوگ زندہ
ہیں خان بیگم صاحبہ آخر عمر میں مونگیر میں رہتی تھیں وہیں قضا بھی
کیا خواجہ سلطان جان کی آمدنی بہت اچھی تھی رئیسی ٹھاٹھ
سے رہتے تھے ان کی اور بہن بھی تھیں ایک بہن کی اولاد
میں خواجہ تقی جان صدر اعلیٰ تھے یہ بارسٹر بھی تھے بڑے

نازک اور حسین اور دل کے نیک نیت منکسر ملنسار آدمی تھے
مذہبی خیالات درست تھے تکیہ شاہ گھسیٹا پر امیر میاں سجادہ نشین
کے مرید تھے باوجود انگریزی وضع اور طرز معاشرت کے پابند
روزہ نماز کے رہے جوان ہی مر گئے اونکی اولاد بھی ہے
یہ خواجہ سلطان کے خویش بھی تھے ایک خالہ ان کی دو تھیں
جنہوں نے ڈاکٹر ایثار الحق ساکن دربھنگہ کو تبنی اولاد کے پرورش
کیا شادی بیاہ کیا وہی اون کے جانشین رہے ڈاکٹر صاحب
بہت اچھے آدمی تھے مولود وغیرہ بھی بیگم صاحب کے مکان میں
ہوا کرتا تھا محلہ کے لوگوں سے ڈاکٹر صاحب سے ربط تھا لوگ
اون کے ملاقات کو جاتے اور یہ اخلاق سے پیش آیا کرتے انہوں
نے اپنی زندگی چین سے بسر کیا انکے ایک لڑکے بہار میں ڈاکٹر
مولا بخش کے لڑکی سے بیاہے گئے۔ ڈاکٹر مولا بخش ڈاکٹر قیوم صاحب
کے والد تھے ایک بہنوی ڈاکٹر قیوم کے ڈاکٹر لطیف صاحب
کاغذی محلہ بہار میں ڈاکٹر قیوم صاحب متول میں مولوی خلیل مرحوم
کے خاندان میں بیاہے گئے ہیں ڈاکٹر ایثار الحق کے دو لڑکے
تھے ایک کا نام پیارے میاں دوسرے لڑکے کا نام نتا میاں ہے یہ دونوں
ہنوز زندہ ہیں ان لوگوں کو مریدی کا تعلق متین گھاٹ میں
خانقاہ شاہ عزیز الدین مرحوم سے تھا بیگم صاحبہ کے مرنے کے
بعد اپنے وقت تک ڈاکٹر ایثار الحق نے بیگم صاحبہ کا گھر روشن

رکھا اب وہ میدان ہے اور کھیت ہے اوسمیں ایک جگہ
عمدہ تھا اندر بڑی عمدہ حویلی بنی ہوئی تھی اس مکان میں مولوی
آل صاحب وہائی مدتوں کرایہ میں رہے پھر ڈاکٹر صاحب خود
رہتے تھے پھر مولوی وجیہہ رجسٹرار رہے متروکہ تقسیم ہوا
بس شرکت کی ہنڈیا چورا ہے پر پھوٹ گئی ویران ہو گیا مسلمان
اگر اجمال خاندان رہتے تو ہرگز کوئی خانہ ان برباد نہ ہوتا
الگ ہو جانے پر بھی اگر مکان کی قیمت لیکر ایک شریک اگر
دوسرے کو دیدیا کرتا تو بھی آبائی نام ونشان قائم رہ سکتا
مگر یہ مسلمانوں کی فطرت میں اب نہیں ہے یہ لوگ آپس میں
لڑتے ہیں اور آبائی نام ونشان کو خود مٹاتے جاتے ہیں اسلئے
خدا بھی اس گروہ کو جو اپنے ہاتھوں اپنے کو مٹاتے ہیں ان کی
مدد کو تیار نہیں ہیں وہ بھی ڈھیل دئے جاتا ہے اور یہ گروہ
پستی میں دھستی جاتی ہے مسلمانوں کا کوئی گھر جو شرکت میں
پڑا ہے آباد نہیں رہ سکا الا ماشاء اللہ کوئی کوئی گھر
تقسیم ہو کر بہ نیت مبدلہ تنزل یا برحق تدبیر بچا ہے مگر ایسی
مثال کم ہے گویا نایاب ہیں خواجہ گنی جان کے بعد یہ گھر برباد
ہو گیا میدان ہو گیا اب یہ جگہ اون کے سالے مدھو میاں کے
متعلق ہے جنکے پاس وسعت وہ نہیں رہی جو اپنے والد کے
طرح بیٹھے پھر رہ سکیں شریفانہ زندگی گذار رہے ہیں اب اپنے لڑکے

کی شادی گیا میں امیر جگہ کر لی ہے اب شاید مالی حالت ترقی
پذیر ہو سکے مختصر سا مکان رہگیا ہے بقیہ ساری زمین کھیت ہے
اسی میں سے ایک جزو بندوبست بیکہ قاری صاحب نے
اپنا ایک مکان بنایا قاری صاحب کا مکان اسلام پور میں تھا
مدتوں وہاں رہے پھر یہ چلے آئے قاری صاحب بھی صاحب اولاد
ہیں باپ بیٹے سب خوش آواز ہیں اب شادی بیاہ بھی اسی شہر میں
ان کی اولاد کا ہے خواجہ سلطان جان گرم مزاج کے آدمی تھے
بہت گورے بہت تخیم و جسیم آدمی تھے آخر میں ان کے خون میں
جوش آگیا تھا اور معذور ہو گئے تھے خواجہ تقی جان کے ایک منکوحہ
عورت سے جو راقم کے مکان کے بغل میں ساکن تھی قصائن کی
لڑکی کہلاتی ہے بعض اولادیں جو کلکتہ میں کسی معمولی ملازمت
میں ہیں اچھے اچھے اونچے گھروں کے حالت اس شہر
میں اکثر خراب ہو گئے یہ گھر مقدمہ بازی اور فضول خرچی سے تباہ
ہوا اس گھر میں آوارگی نہ تھی آوارگی کا مارا پنپ بھی جاتا ہے
جونک آئی تو انسان سنبھل سکتا ہے جس گھر میں چسکا ہوا اوسی گھر پر تب
لگتا ہے جس گھر میں مقدمہ پیدا ہوا وہ مٹتا ہے پنپ نہیں سکتا
وہ گھر گرانے کو طیار رہتے ہیں یہ مقدمہ بازی کا فیضان ہے
کہ زمینداروں کی سوسائٹی گنہ گری وکلا کی جماعت خوش
حال ہو گئے باقی پورا جا کر دیکھیے زمینداروں کی سوسائٹی

کا رنگ ہی بگڑا ہوا ہے یہ گروہ بالکل پستی میں آگئے حالانکہ انکا پیشہ خود مختاری تھا یہ کسی کے محتاج دست نگر نہ تھے ان کو ہر طرح کی آزادی تھی ان سے زیادہ اعزاز کے لائق کوئی گروہ نہیں تھی اور ایسا ہی دیکھتا آیا۔ گورنمنٹ کے درباروں میں انگریزوں کی ملاقات میں حکاموں کی برتاؤ میں عمر بھر یہی دیکھتا آیا کہ جس کی جو حیثیت زمینداری کی تھی اوسی کا اعزاز اوسی انداز سے تھا مگر شوق غلامی اور رفتار زمانہ نے اپنا ایسا کچھ رخ بدلا کہ اس گروہ کا وجود ہی خراب وخستہ ہوتا گیا یہ گروہ دبتی گئی اور اپنی عزت کو ان لوگوں نے خود خراب کر دیا اس گروہ کو مقدمہ بازی لازمی تھی ان کے تعلقات مالی تفرق لوگوں سے رہتے ہیں ان کو ترکہ متروکہ کا قصہ پیش آتا ہے اس میں ایمانداری کا اصول نہیں رہا قانون بھی ایسے ایسے ہیں جس کے وجہ کر اوسی راہ سے ان کو چلنا اور محافظت جائداد کرنا ہے اور ان کو معذوری ہوگئی ہے کہ یہ کچہریوں کی خاک چھانیں وکیلوں اور حکام کی خوشامدیں کریں حیلہ سازی کریں بس انہیں وجوہات سے ان کی خودداری قائم نہ رہ سکی اور ان کی ضرورتیں ان کو مجبور کرتی رہیں کہ وہ بستہ بغل میں رکھیں اور اپنی زندگی پریشان کریں خود غفلت کی زندگی گذاریں اور ملازموں کے پنجہ میں پھنسے رہیں پٹواری

اور گماشتہ کارپرداز جو چاہیں کریں علمی لیاقت سے دور
اور بداطوار پولیس ایسی مخمور قرضداروں سے جو رحم عاری
اور گھر میں خواب حضور رہتے تھے رفتہ رفتہ زمینداریاں
نکل گئیں اور کاشتکاروں کے ہاتھ لگیں یہ گروہ دبتی
گئی کسانوں کی حالتیں درست ہوتی گئی بڑے بڑے
زمیندار خاندان کی تباہی اور بربادی ہوتی گئی جو ما
بقیہ موجودہ زمانے میں زندہ ہیں ان کی حیثیت اس
لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے کو زمیندار سمجھ سکیں ان کی
عزت ماتحتوں پر رعب نہیں رکھ سکتی ان کی عزت خود
ان کے ماتحتوں اور زمانوں پر نہیں رہ سکتی قانون لگان
کی آزادی نے کاشتکاروں کو شیر بنا دیا اب زمینداریاں
نام کی ہیں بڑے زمیندار تو پریشان ہیں اوسط درجے تو
اسے جنجال ہی سمجھتے ہیں یہ مکڑے کی جال میں پھنسے ہیں نہ
چھوڑتے بنتی ہے نہ رکھتے چھوڑیں تو کھائیں کیا زراعت سے
کہ کوئی دوسرا دھندا کاروبار کی ہمت ہے کہ نہیں اور دقتیں
پھر کدھر جائیں اسی جال میں پھنسے پڑے ہیں مانگتے جاتے تو
ادائی مالگذاری کی جدا مصیبت ہے دو ایک قسط تک
وقت پر ادا نہیں کر سکتے میعاد پیش مالگذاری سے پہلے ادا
کرنا پڑتا ہے۔ گورنمنٹ کے ٹکسوں میں اور دیگر نذری

ورو بطیس میں سررشتہ کی کارروائیاں ہوتے ہوتے
دو تین مہینہ کا وقفہ بھی ملتا ہے میونسپل بائی لا اور قانون
تو ان کو چکر میں ڈالے ہوئے ہے آبائی مکان سے اور
صلاحیت اداکاری زمیندار اور شخصی کی کبھر بار مرمت تو ہو
نہیں سکتی اور تین تین مہینہ پیشتر پیشگی وصولی کی نوٹس موجود
یہ اپنے مقرر کردہ مکھیایوں کے بنائے ہوئے قانون کا منشا ہے
زمینداری اور مکان وجائداد رکھنے والوں کے زندگی کا پریشان
حال ہے وہ گھر چھوڑ کر کمانے کو نکل بھی نہیں سکتے اگر جائیں تو
عقب میں ان واروں کا سمجھانے والا کون ہے آخر کار گھبراکر
عملہ فروشوں کے ہاتھ مکانوں کو بیچنا پڑتا ہے آبائی یادگاریں
نیست و نابود کر کے کھانک بھرے میں اوڑانا پڑا اور
مکان کمست کرنا پڑا جائدادیں برباد زندگی پریشان ہو گئی
دولت گئی پھر عزت کہاں ہمت کہاں اس لئے بڑے
بڑے خاندانوں کے اولاد دراولاد بستی میں آگئے جن
لوگوں کے ساتھ زمانہ موافق ہوا بڑھے پرانے خاندان
والے سب دبے کوئی یہ نہ سمجھے کہ موجودہ حالت دائما
قائم رہیں گے دنیا بدلتی رہے گی

~~۱۳۶~~ بابو گرجاپت سہائی کا مکان دیوان محلہ میں تھا یہ
ایک متمول کا یشت کا خاندان ہے یہ لوگ برابر خوندہ اور

مالدار اور معزز رہے اس خاندان کے لوگوں سے شہر کے
روساسے بہت آمدورفت رہی اسوقت ہندو مسلمان
رئیسوں یں کوئی فیلنگ نہ تھی ان دو گروہوں یں بہت میل
جول تھا اسلامی سلطنت کے وقت سے جو محبت بات ان
دو گروہوں یں قائم تھیں اوس کو سی مدبر نے توڑا اور کیا
تفرقہ پیدا کرادیا قوم کے لیے یہ کوئی ترقی نما بات نہوی بلکہ
استقرار حکومت کے لیے مفید بات ہے ملک میں بجائے
امن کے فطور پیدا کرنا یا کرانا تو مذہبًا بھی گناہ ہے اس دربار
سے مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچتا بڑا ربط تھا بابو گرجاپت تمام
زندگی اونریری مجسٹریٹ صادق پور بنچ کے رہے حکام
رس رہے ملنسار کفایت شعار ایماندار غمخوار آدمی گذرے
اسی خاندان کے بابو سہاپت سہائے بھی ہیں یہ بھی آدمی قابل
ملاقات تھے مالکی پرانے لوگوں کی طبیعت ترکیب وضع
ملنساری طرز معاشرت تھی یہ جوان ہی مرگئے بابو گرجاپت سہائے
نے ۵۰ سے اوپر کا سن پاکر قضا کیا۔ اب اس خاندان کے نام
روشن کرنے والے بابو چندری پت سہائے ہیں جو ممبر کونسل
ہیں اور ان کی لائف موجودہ روش اور خیالات کے مطابق
اب چند دن سے ہوگئے ہیں آدایل زندگی میں گلے انداز بھی وہی

پرانے روش کے تھے ان کے وقت میں مکانات وغیرہ کی ترکیب بدل گئے طرز معاشرت بھی بدلا ہے ہنوز پرانی روش اور خاندانی یو موجود ہے ملنسار خوش اخلاق موجود ہے آمدنی اس خاندان کی اچھی ہے ایک دولت مند از نظر لطف پر عزت داری کے ساتھ اپنی زندگی گذارنے میں یہ سب لوگ بقدر ضرورت انگریزی داں بھی تھے یہ خاندان جہاں تک یاد آتا ہے منشی ہرکہ لال وکیل کا بولا جاتا ہے ان لوگوں کی کوٹھیاں پادری براڈون صاحب کے گرجے کے پاس دریا پور میں بنی ہے اس خاندان سے کئی پشت کا ربط راقم کے یہاں سے بھی ہے پہلے تو آمد رفت بہت تھی اب جب سے قوم تفرقہ اندازیاں ہوئی ہیں ہندو مسلماں میں بھی ایسا ربط میں جول نہیں رہا جو پہلے تھا پہلے تو ہندوں کے یہاں ہر طرح کی امداد مسلمانوں کی ہر موقع پر تھی اور مسلمانوں کے یہاں ہندوں کی امداد ہر طریقہ پر ملا کرتی تھی آپس کا اتحاد ایسا تھا کہ عوام پر اس کا اثر پڑتا تھا جس مدبر نے تفرقہ اندازی کی ہے وہ کوئی خیر اندیش قوم نہیں تھے بلکہ قوم کا نقصان ہوا اور انتظام عالم میں فرق آگیا اور آویگا امن میں فطور پیدا ہوا اور ہوگا اس خاندان سے خاندان حکیم نجو صاحب سے برابر ربط تھا و ہنوز ہے پرانے لوگوں میں قدامت پسندی بہت ہوا

کرلی تھی پشتہا پشت تک لوگ قدامت کا خیال کیا کرتے تھے
یہ خاندان بفضلہ تعالیٰ ہنوز قایم ہے اور رو بہ ترقی ہے

۱۴۷ مختار بہادر کا خاندان ایک مشہور خاندان تھا اوس
اچھی دولت تھی اون کے ورثا نے اس خاندان کو اوسی ہستی
پر قائم رکھا چند روز ادھر خاندان کے لوگوں نے بہت عیش کی
زندگی بسر کیا اور بہتیرے آدمی اس گھر سے بن گئے اب
ان لوگوں کی اولاد میں کون ہے کیا حال ہے راقم کو نوجوانی
سے بالکل آمد رفت نہ رہی اسلئے کچھ حال نہ ملا ہیں پرانے
موہن ترائین کا خاندان تھا مشہور خاندان برباد ہوا ہیں پرایک
ہندو کایستھ سرشتہ دار انیوں تھے اونکی روش زندگی
رئیسانہ رہی بہت اچھی زندگی گذار گئے اون کے اولاد ہیں
وہ بابت تو نہیں ہے مگر خوش حال ہیں غالباً منشی ہربنس سہائے نام تھا

۱۴۸ رائے سلطان بہادر دیوان محلہ کے رہنے والے
پرانے خاندان کے رئیس گذرے وہ نہایت کالے آدمی تھے
مگر دل اونکا نہایت چمکدار تھا پٹنہ کے نئے واجد علی شاہی زندگی
گذار گئے آمدنی تو بہت نہ تھی نہ بڑے زمیندار تھے چالیس پچاس
ہزار کے اندر ہوگی بلکہ اتنا بھی بچت نہ ہوگی مگر مکان راجواڑوں
کا سا سجا ہوا تھا اب چیزیں پرانے زمانے کی دستکاریوں
کی یادگاریں ان کے کمرے میں سجی رہتی تھیں اون کا مکان ایک

سیر گاہ تھا کمروں میں جائیے ایک ایک چیز کو دیکھئے اوس
صحبت کو ملاحظہ کیجیے اوس کے مکانیت کو دیکھیے تو چند ٹھنڈے
صرف ہو جاتے تھے انکا وسیع اخلاق نوابی کے انداز
شاہی دماغ طرز و انداز رہائش گذشتہ نوابوں جیسا تھا
الغرض ایسی تعیش کی زندگی شہر میں راقم کے یاد میں نہیں گذری
گویے نوکر گانے والے طوائفین ملازم ملنگی والے باجے والے
ستاریئے، آتش بازی والے دھوبی حجام چوسر والے گنجفہ والے
شطرنج والے سر میں تیل دینے والے داستان گو نقال کس
فن کو لکھوں ہر فن کے ماہرین اور زندہ لوگ تھوڑے ہی
تھوڑے مشاہرے پر ضرور نوکر رہے رات کو سوتے تو
گانے والیاں گاتی رہتیں مذہبی طور پر ان لوگوں کے یہاں
شراب خواری ناجائز نہیں ہیں مگر ان میں روزہ نماز وظیفہ کی
پابندی تھی ان کے یہاں مولوی ارشاد حسین شاہد میاں رانی
پور کے چچا برابر دعا تعویذ کے لئے ملازم رہے ان سے مسائل
تصوف پوچھا کرتے بزرگوں کا حال سنا کرتے تھے ظاہری عیش
کا وہ عالم اور باطنی دل کا یہ عالم متقی پرہیزگار ذات کے
کایستھ تھے دل کے اسلام پسند پوجا پاٹ کی سب چیزیں
موجود انکے ہم نشیں اپنے اصول مذہب کے مطابق سب کرتے
یہ خرچ دیتے مگر خود اس کام کو نہ کرتے آج تک یہ نہ کھلا یہ ہندو

تھے یا مسلمان عادات و عبادات سب مسلمانی مگر چھوت چھات کا بہت لحاظ دو خانقاہوں کے معتقد تھے پھلواری کی بڑی گدی اور خانقاہ منگل تالاب پر بہت جاتے اور سجادہ نشینوں کو نذر دیتے اعراس میں شریک ہوتے رہے عمر بھر پر زرکپڑے پہنتے رہے گو جامہ زیب نہ تھے مگر بہت شوقین تھے اپنی زندگی تو بہترین زندگی گذار گئے اولاد نہ تھی برابر گود لیا کئے مگر یہ لوگ زندہ نہیں رہے اس خاندان میں کوئی مرد جانشیں دولت کو زیادہ دن نہیں بھگت سکا جو جانشیں ہوا جوان ہی مر گیا خدا جانے کیا بھید ہے باوجود اس تعیش کے ان کا دل خوش نہیں تھا ان کو صدمات بہت پہنچے تھے ان کی امیدیں پوری نہ ہو سکیں جانشیں ان کے وقت میں مزاج کے موافق نہ مل سکا اس لیے اُن کا دل چور ہو گیا اور اندرونی زندگی مذہبی ہو گی راقم یقین کرتا ہے کہ یہ بت پرست نہ تھے موحدانہ خیال تھا اور عقیدہ تمندانہ بزرگان دین کی تعظیم تھی شکستہ دلی کے وجہ کر عبادت گذار تھے بے تعصب تھے انصاف پسند تھے سخی تھے رحم دل تھے غربا پرور تھے بیجا سوں صفت حمیدہ سے متصف ۔ سیکڑوں کی پرورش تھی لکھنو کے ایک اچھے خاندان کو گود لیا وہ بڑھے اور ان کے والد منگل تالاب پر مرید ہو گئے تھے اس لڑکے کا

بھائی گوپال تھا وہ بھی مرید منگل تالاب پر کے تھے سب مر گئے
اسی خاندان سے اہل قرابت بابو بھیرو پرشاد دیوان
تھے اون کے خیالات بالکل رائے صاحب مذکور کے موافق
تھے وہ بھی خانقاہ منگل تالاب پر مرید ہو گئے تھے کایستھ آدمی
گذرے صاحب کیفیت تھے بظاہر تو یہ بھی ہندو ہی مرے
اسی خاندان کے کنجا لال تھے وہ بھی منگل تالاب پر مرید تھے
ہر سہائے لال تو جھاڑ پھونک کرتے تھے میونسپلٹی میں ملازم
تھے کنجا لال کے بھائی ہنوز زندہ ہیں اور عدالت میں
سر رشتہ دار ہیں اون کے چشم دید واقعے بہت ہیں وہ خود
بھی بیعت کرتے رہے اب وہ آمد و رفت نہیں رکھتے دادو وغیرہ
گوکھل لال شیو پرشاد لال فوٹوگرافر اور بابو الفت رائے
جنکا تذکرہ اس کتاب میں اوپر ہو چکا ہے و طبلے میں اوستاد
ہیں سب اس خاندان کے قرابتدار تھے آخر جانشین بادشاہ
بہادر تھے رائے صاحب کے ایک سوتیلے بھائی بھی بجنسہٖ
رائے صاحب کے ترکیب کے تھے مگر وہ بات ان میں نہ تھی
رائے صاحب کے مرتے دیر نہیں اس دربار میں مقدمہ بازیاں
اور دربار برباد ہو گیا ہزاروں چیزیں برباد ہوئیں مکانات
گرے جائداد نقصان ہوئی اب وہ گھر خراب حالت میں ہے
کچھ لوگ ان کے ورثا ہو گئے ہیں کچھ جائداد بھی کورٹ سے

واپس ہوگئے ہیں نام اب تک چلا جاتا ہے جن لوگوں نے ان
کی لائف دیکھی ہے وہ موازنہ کر سکتے ہیں اسوقت کے بہتیرے
راجاؤں اور بڑے بڑے خوندہ لوگوں کو میسر نہیں ہو سکتے
وہ زمانہ بھی نہیں ہے اور وہ لوگ بھی نہیں ہیں وہ اندازہی
نہیں ہے وہ وقت بھی نہیں ہے خواب وخیال ہے خواب
تھا جو کچھ کے دیکھا جو سنا افسانہ تھا عروج وزوال اسی
کو کہتے ہیں کیا تھا کیا ہوا ان کے مرتے دیر نہیں سکتے لوگوں
کی روزی بند ہوگئی کتنے لوگ بے روزگار رہ گئے کتنے
لوگ ان کے لئے مثل اولاد کے روتے تھے لائف اس کا نام
ہے کہ مرنے بعد لوگ دست افسوس ملیں ایسی زندگی کیا
کہ مرنے بعد ہنڈیا نوٹے یہ خاندان رائے نندلال کا بولا جاتا
ہے ان کا حال نقش پائدار مصنفہ میر علی محمد شاد میں ملے گا
اس خاندان کے بہانے والے رائے الفت رائے اب
ہیں جو بہترین مسلمان دوست اور ہنند وہیں اور رطیلہ میں اوستاد
ہیں دل بھی بیدار پیدا ہوا ہے

۱۲۹ مہراج کسل سنگھ کا خاندان ایک مشہور
خاندان صوبہ دار کا تھا ان کے حالات اور لوگوں نے لکھا
ہے تواریخی کتابوں میں دفاتر سرکار میں مل سکتے ہیں راقم نے ان کو
نوبچشم خود نہیں دیکھا اتنا یقینی طور پر جانتا ہوں کہ یہ جب

سے ملتے تھے دوکاندار کھڑے ہوجاتے تھے اور کوئی حقہ انکے
سامنے نہیں پیتا تھا ان کا دربار بنا ہوا تھا بڑی ذاشت اور
رعب سے ان کی زندگی گذری جائداد کثیر تھی بڑے حلقہ
میں مکان تھا دروازہ پر پہرہ پڑتا تھا راقم نے ان کے لڑکوں
کو دیکھا تھا ان لوگوں کا وقت بھی برا نہ تھا وہ عزت اور بات
تو نہ رہی مگر حکاموں میں ان کی قدر تھی ان کی جائداد آخر
میں کورٹ ہو گئی تھی ایک بیٹے ان کے گلزار باغ میں افیون
گدام کے سامنے رہتے تھے اور ایک ہوجی رانی صاحبہ رہتی
تھیں یہ مکان گورنمنٹ کے اہتمام سے کنگ صاحب انجینر صاحب
کے معرفت بنایا گیا جس میں یہ لوگ رہتے تھے اب وہ مکان
مندل کے متعلق کردیا گیا ہے اور کرایہ پر چلتا ہے رانی جی کے
وقت میں منشی شیو پرشاد ولدار وغیرہ گوکل چند ان کے
منتظم ہوئے ان کے وقت میں گھر کے اثاث البیت تک بکے
جائداد نقصان ہوئی رانی جی نے قضا کیا مہراج کے بیٹے
بھی مرگئے یہ خاندان تخت تاراج ہو گیا دیوان محلہ کے
مکانات سب میدان ہو گئے خدا جانے زمین کسی کو ملی یا
گورنمنٹ کی ہے اس خاندان کا کوئی جانشیں نہیں ہوا بابو
پرمیشر سہائے متولی تھے اب ان کے خاندان کے لوگ اور بعض

بنگالی کے انتظام میں منزل اور مکان جو گلزار باغ میں بنایا گیا
یہی انقلاب زمانہ اس کو کہتے ہیں چڑھاو آتار اسی کا نام ہے پھر
دنیا پر کیا کوئی بھروسہ کرسکتا ہے جب ایسے خاندان کا حال یہ
ہوا تو اور خاندان والے کیا ناز کرسکتے ہیں کہ اون کا نام ونشان
قائم رہے گا اقبال و دولت کا بھروسہ کرنا بالکل خام خیال ہے
دنیا ایکسان نہیں چلتی واقعات زمانہ پر غور کرنے سے اللہ کا شکر بھیجنا
چاہیئے جسکی جسطرح کٹتی ہے لائق شکر بات ہے کلہ کیا ہوگا
خدا ہی کو خبر ہے یہ گمنامی اون مرنے والوں کے وہم وگمان
میں بھی نہوگی جو سامنے آئی۔

۱۵۰ داروغہ گوکل چند کا مکان دیوان محلہ میں تھا
انہوں نے اچھی حیثیت پیدا کرلی تھی اور اچھا چھوڑ کر مرے
ان کے بیٹے شیو پرشاد کے یہاں خوب خوب جلسے رہے راقم
اور مولوی یوسف حسین بھی جلسوں میں شریک رہے راقم نے انکو
نصیحت بھی کیا تھا کہ ان کے اخراجات ان کے ہستی او حیثیت سے
زیادہ ہیں مگر اونہوں نے پروانہ کی تین چار برس کے اندر انکی
حیثیت بگڑ گئی وہ رائے کمل سنگھ کے رانی جی کے یہاں گئے
انکی بھی حیثیت خراب ہوگئی وہ جب مریں تب اونہوں نے
فوٹو کا کام کیا نہ چلا تو کلکتہ میں بائسکوپ کا کام کیا اور وہ
نہ چلا تو ان کو دوستوں کے امداد کی ضرورت ہوئی آخر عمر

ان کی تکلیف میں گذری مکانات تک نرہا بال بچوں کا حال کچھ
نہیں معلوم کیا ہوئے کیا گذری یہ مرے ہملوگوں سے بالکل بے
تعلقی اور مغایریت ہوگئی کوئی زمانہ تھا کہ یہ ہم نشیں اور ہم
جلیس تھے بغیر ہملوگوں کے یا بغیر ان کے ہم لوگوں کا کوئی جلسہ
خالی نہیں جاتا تھا جب دولت گئی مصیبت آئی خود انکی آنکھ
جھپتی رہی ملنا چھوڑ دیا اور یاران طریقت بھی کھسکتے نظر آئے
گاہ گاہ راقم اور مولوی یوسف حسین صاحب اونریری مجسٹریٹ
سے بضرورت ملنے کو آجاتے تھے اوس وقت ہملوگ افسوس
اور حسرت سے ان سے ملا کرتے تھے۔ اور خدمت کیا

۱۵۱ رائے کاشی پرشاد کا خاندان شہر میں متمول
اور ممتاز تھا حکام بھی قدر کرتے تھے اس خاندان کے چند
نوجوان زندہ تھے رفتہ رفتہ یہ خاندان گھسکتا چلا اب اس
خاندان کی حالت خراب ہوگئی اب راقم کو خود پتہ نہیں چلتا
کون آدمی اس خاندان کی یادگار ہے راقم نے اس گھر کا عروج
جو دیکھا ہے وہ باعث فخر تھا ملاقات کو لوگ فخر جانتے تھے اب
اوس مدہ کو کوئی نہیں جانتا مکانوں کی حالت قابل افسوس ہے
جب اتنے بڑے بڑے گھر نیست و نابود ہوگئے تو ہم لوگوں کو
کون پوچھتا ہے کلہ کیا حشر ہوگا موجودہ زمانے میں جسکی جو زندگی
گذرتی ہے غنیمت جانیں اور آئندہ کے پرواہ نہ کریں جو جسکے

مقدر کا لکھا ہے سامنے آئیگا۔

۱۵۲ منشی ڈیگن لال انسپکٹر پولس خواجہ کلاں تھانہ

میں ایک جابر انسپکٹر تھے اونہوں نے بڑے بڑے لوگوں پر رعب جمایا اور بڑے زور کے داروغای کیا پنشن کے بعد پھر اون کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا اوس وقت پولس کے اختیارات اس قدر نہ تھے جو اب ہیں اوسوقت لال پگڑی کا رعب ایسا تھا کہ اگر ایک پولس کسی دیہات میں پہنچ گیا تو بستی کے آدمی چھپ جاتے تھے پولس کا رعب حکاموں سے بھی زیادہ تھا کسی داروغہ کے ملاقات اور ربط کو لوگ لاٹ صاحب کے ملاقات سے زیادہ تر فخر کے نگاہ سے دیکھتے تھے اوسوقت کے پولس کا دماغ اوسوقت کے بڑے بڑے عہدہ دار سے بہت زیادہ تھا جیسے جیسے اختیارات بڑھے موافعات بدلتے گئے رعب میں کمی آتی گئی اب پولس لائن کو لوگ کوئی معرکہ لائن نہیں جانتے یہ انگریزیت کے تعلیم کا اثر ہے جہالت سے وقت رعب اور علم پڑھنے سے بیداری نیز اصل لوگ قانون سے واقف ہوتے گئے اپنے حقوق کو سمجھنے لگے لوگوں سے قانونی اختیارات سے واقفیت ہوتی گئی اب پولس کا وہ زمانہ قدر نہیں ہے جو تھا اب تو خود اس لائن کے ملازمین باوجود بااختیار ہونے کے خود سنبھل کر چلتے ہیں نہ چلیں تو اونکی نوکری پر زوال آجائے

اوسوقت داروغہ لوگ بڑے بڑوں کی آبرو ایک
پل میں مٹا دیتے تھے اوس وقت کے پولس اپنے علاقہ
کے خدائے ثانی تھے اب جو اس لائن میں ہیں اون کے جان
وعزت خود مورد خطر میں ہر وقت ہے اوسوقت سیکڑوں کام
خلاف قانون بھی ہو جاتا تھا ظلم بھی ہو جاتا تھا اس قدر تعلیم یافتہ
اور شرفا خاندان کے لوگ بھی اس لائن میں کم تھے سنہ ۹۰ تک
اس لائن کا بڑا رعب داب رہا رفتہ رفتہ لوگ ڈھیٹ
ہوتے گئے ڈیگن لال کا آخری وقت بدرجہٗ کیساتھ خراب گذرا وہ ممدوح نہ تھے
۱۵۳ جدو بابو ایک بنگالی سب انسپکٹر خواجہ کلاں
تھانہ میں تھے ابتدائی زمانہ اون کا ایسا گذرا کہ اون کے
رعب سے لوگ پناہ مانگتے تھے کسی وجہ کر اونکی ملازمت
جاتی رہی اوسوقت پٹنہ میں گھوڑا والا ٹرموے چلنے والا اتحادہ
کمپنی کا حصہ فروخت کرتے رہے جب وہ بھی موقع جاتا رہا
ان پر مالی اور جانی دونوں مصیبت آئی ان کو متمول
لوگوں سے امداد کی ضرورت پڑگئی آخر میں ان کے خون میں
خرابی پیدا ہوگئی اور معذور ہو گئے تھے خدا کو کون سی بات
ناپسند ہوئی اور کون سی آہ پڑی جوان کو سخت مصیبت
اوٹھانا پڑی عروج کے وقت انسان کے ذہن میں زوال
کے زمانہ کی خبر نہیں ہوتی آئندہ کا واہمہ بھی نہیں آتا کہ تقدیر کو

اپنے اختیار کی چیز نہیں ہے کلہ کیا ہوگا اسے کون جانتا ہی انسان کو اپنے موجودہ لائف میں دائمی یقین رکھنا اور اقبال پر بھروسہ کرنا عقلمندی سے باہر ہے۔ ہر انسان کو اپنے موجودہ لائف کا بہتر خاکہ طیار کرنا چاہیئے اور شکر کرنا چاہیئے اور آئندہ کیلئے ہروقت دعائے خیر کے ساتھ بہتری کی اُمید خدا سے طلب کرنا چاہیئے چند روزہ زندگی کے اندر ہزاروں تبدیلیاں دیکھی ہیں ہر کے لائف کے اندر عروج و زوال لازمی ہی آرام و تکلیف ضروری ہے صحت اور بیماری یقینی ہے شادی و غمی کا سامنا کرنا ضرور ہی برائی ظلم کا پھل ملکر رہتا ہے۔

۱۵۴۲ علی زماں خاں خواجہ کلاں تھانہ میں ایک داروغہ تھے ان کی صورت بہت وجیہہ تھی چہرہ رعب داب کا تھا صورت ہی دیکھکر لوگ خوف کرتے تھے یہ بڑے جابر داروغہ تھے ان کے وقت میں اس علاقہ کے لوگ تھر تھر کانپتے تھے بے بوٹی سے کام کرتے سب کام میں ذرا بھی رعایت و مروت نہیں کرتے تھے ڈیوٹی کے بہت سخت پابند تھے رؤسائے وقت پر ان کا داب بڑا ہوا تھا یہ کسی کے دوست نہیں تھے یہ اپنے نوکری کے دوست تھے ٹھانی مزاج تھا ماتحت بھی دبتے تھے ایماندار آدمی کے ایمانداری اور خشک مزاجی کا اثر لوگوں پر از خود پڑتا ہے لوگوں کی ہمت

رہی نہیں ہوتی کہ اپنے ناجائز ضرورتوں کی کوئی گفتگو بھی کرسکے ایسے آدمی از خود خوددار مشہور ہوجاتے ہیں لوگ خود نہیں ملتے ہیں گو مغرور مشہور کرتے ہیں مگر خوددار کی زندگی مروت دار سے زیادہ آرام کی گذرتی ہے خوددار کو ایک تکلیف تنہائی کی برداشت کرنی پڑتی ہے کوئی ملتا ہی نہیں ہے بے نفع تو دنیا والے ملتے ہی نہیں ہیں مروت دار کی مٹی برباد ہے نیکی برباد گناہ لازمی ہے نہ اوس کے پاس دولت رہ سکتی ہے نہ سچائی نہ عزت اوسے لوگ اس قدر اپنی ضرورتوں کے لیے پریشان کرتے ہیں کہ اوسے اپنا کام انجام کرنے کا موقع جاتا رہتا ہے ایک آدمی ہزاروں کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا اوسے جھوٹا بننا پڑتا ہے خلاف وعدہ ہوجاتا ہے اس کے پاس وقت کی قدر نہیں رہتی اس کا وقت ضائع ہوتا ہے وہ بے مصرف ہوجاتا ہے ایک صفت مروت داری کے عوض میں پچاسوں عیوب کا مرتکب ہونا لازمی ہے خدا کے ممدوح خلائق ہوتا ہے مگر منافق ہونا لازمی ہے جو آدمی ہر شخص کو خوش کرنا چاہتا ہے وہ صحیح کہ بازست حقیقتاً خلوصاً کسی کو خوش نہیں کرسکتا ممدوح خلائق ہونا آسان ہے مفید خلائق ہونا دشوار ہے ہر اخلاقی مند ہر دل کو خوش کرسکتا ہے مگر ہر کا کام نہیں نکال سکتا اوس کے اختیار سے باہر ہے خوددار

وقت میں کوئی بھی بذات خاص ذی اختیار نہیں ہے اصول
سلطنت کے خلاف بھی کوئی ہندوستانی حاکم اعلیٰ سے اعلیٰ
بذات خود کسی کو فائدہ نہیں پہونچا سکتے اور ایک ایک ادنیٰ
ترین ملازم شاہی ضرر پہونچا دے سکتا ہے ایک ادنیٰ ڈوم
چمار انسان کو ہائی کورٹ تک پہونچوا دے سکتا ہے اور
کسی ڈیپارٹمنٹ کا کوئی اعلیٰ ترین ہندوستانی افسر ایک
چپراسی کبھی بغیر منظوری افسران انگلشیہ کے بحال نہیں کر سکتے
موقوفی کا رپورٹ کر سکتے ہیں جسکی شنوائی فوراً ہو جاتی ہے
مگر کوئی سفارش نفع بخش کام نہیں ہوتے ہندوستانوں کی
خوشامد کا نتیجہ فقط یہ ہے کہ وہ ضرر نہ پہونچا دیں اس سے
زیادہ اوس کی حد اختیار سے باہر ہے ادنیٰ انگریز جسقدر
بے انتہا نقصان پہونچا سکتے ہیں اوسی قدر بے حد نفع بھی
پہونچا دیتے ہیں غرض ہندوں کے لیے بہترین راہ یہی ہے کہ وہ
انگریزوں کی خوشامد کریں حکاموں سے ملیں اگر وہ چاہیں
تو اعلیٰ اعلیٰ کام انجام ہو سکتا ہے نفع رسانی کا مادہ بے
حد اون میں بھرا ہوا ہے ذی اختیار صاحب وقار ہیں اسوقت
جو چاہیں سو کر سکتے ہیں اون کے ذہن کی اعتبار ایسے ہیں کہ
کسی ایک کی تحریر کو اپس میں وہ جھوٹا نہیں جانتے اور وقعت
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ واقعی غلط لکھتے بھی نہیں ہیں

چھوٹی مروت برتتے بھی نہیں ہیں ظاہری اخلاق معمولی اخلاق
سے زیادہ نہیں ہے وہ جھوٹا اخلاق دیکھاتے بھی نہیں ہیں
اس لئے صاحب لوگ خشک معلوم ہوتے ہیں مگر جس سے یہ
ملتے ہیں خلوص سے ملتے ہیں خشک آدمی کو لوگ برا جانتے
ہیں حق گو ہی تو آدمی ہے جو بہت خوش اخلاق ہے وہ مدبر ہے
جس کو ممدوح بنایا جاتا ہے وہ کام کا نہیں ہوگا نفع نہیں
پہونچا سکتا ہنس ہنس کر ہنسا ہنسا کر لوریاں دیگا تھپکی دے دے
کر بچوں کی طرح بہلا دے گا لوگ دھوکھا کھاتے ہیں کام نکالنا
ہو تو خشک مزاجوں سے نکلا کرے گا خلیق آدمی کے ملنے سے
صرف ظاہری خوشی ہوگی امدادی خوشی نصیب نہ ہوگی مدت
کے تجربے میں زمانہ آپ کو بتادے گا دستر خوانی دوستی اور
چیز ہے قبرستانی دوستی مذہبی لوگوں سے ہوا کرتی ہے
یا غربا بغرض خاص اس کو برتتے ہیں کلالی والے بکر دوست ہوتے ہیں
وہ جان پر کھیل جاتے ہیں ہم نوالہ پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا
بلکہ ہم پیالہ قابل وثوق ہوتے ہیں۔

۱۵۵ پاؤں پھیلا بسکٹ والا صدر گلی میں ایک دوکاندار
تھا وہ بہت غریب آدمی تھا مگر بڑا اچھا آدمی تھا میر اسمعیل صاحب
کے کٹرے میں دوکان تھی سب سے پہلے بسکٹ کو فروغ دینے والا
آدمی یہی گذرا ہے سینکڑوں لڑکوں کو اس نے بسکٹ بنانا سکھایا۔

اب پچاسوں دوکان بسکٹ کے شہر میں ہوگئی اور سیکڑوں
کاریگر پیدا ہو گئے تجارت میں ایسا ہی ہوتا ہے پہلے جس کام کو کرتا
ہے جا کر سیکھتے ہیں پھر خود مختار ہوتے ہیں جو بن سیکھے کرتے ہیں
وہ جلدی فیل ہو جاتے ہیں جو سیکھنا چاہتا ہے اوسے پوری
غلامی کرنا لازمی ہے بغیر اس کے کوئی آدمی کسی کام کو مکمل
طور پر سیکھ نہیں سکتا اوستاد ضروری چوری کر کے گر اپنے
ہاتھ میں چھپا رکھتا ہے جب آدمی اوستاد کے دل میں گھستا
ہے تو کام اور ہنر اوس کے قبضہ میں جلد آجاتا ہے شیخی بازوں کو
کوئی کام مکمل معلوم نہیں ہو سکتا سیکڑوں نیم پڑھ کر
رہ گئے اور بیکار ہو گئے۔

۱۵۶ **امیر صاحب کباب والے** یہ اپنے کو لکھنوی بیان
کرتے ہیں پسندے کباب اور سیخ کے کباب لاجواب ہوتے
ہیں روزمرہ لوگوں کے یہاں بیچتے ہیں واقعی ان سے بہتر
کباب شہر میں کوئی نہیں بناتا ہے ان کے کباب میں خاص مزہ
ہے۔ بکری بہت اچھی ہے یہ شاہ واجد حسین صاحب
درگاہ دار زاں صاحب پر بہت رہتے ہیں مغل پورہ میں
کہیں رہتے تھے یہ شیعہ آدمی ہیں کچھ دروازہ میں عقد کر لیا ہے

۱۵۷ **محمدو کباب والے** کباب والے بھی اس شہر میں
بہت مشہور آدمی گذرے ہے یہ بھی کباب خوب بناتے تھے

ان کی بکری بھی بہت اچھی تھی یہ بھی شیعہ مذہب آدمی مقلدہ
کے رہتے وہے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے ان پر
الزام دیا کہ یہ کُتّا کا کباب بنا کر بیچتے ہیں حالانکہ
یہ الزام غلط تھا لوگوں نے بے ضرورت ضرر پہونچانا چاہا تھا
یہ تحقیقات سے غلط بات ثابت ہوا۔ اس شہر میں انڈے کا
بچہ اوڑا کرتا ہے جس پر جو الزام چاہیئے لگا دیجیئے۔ اس شہر کے
اندر نکمے اور چٹر باز ہمیشہ سے بہت تھے جھوٹے قصے چھوٹی
باتیں چانڈو خانوں سے تصنیف ہو کر بہت اوڑا کیں اور
ہمیشہ اوڑا کرتی ہیں خبر کے معنی تو یہ ہیں کہ جس میں احتمال سچائی
اور جھوٹائی کا ہو سکے مگر یہاں تو بے بنیاد باتیں تصنیف ہوا کرتی
ہیں اور ایک نے ایک فقرہ گڑھا دوسرے نے حاشیہ لگایا رفتہ
رفتہ ایک جھوٹی روایت پوری طیار ہوئی اور پھر قصہ ہو جاتا ہے
اس شہر کے کسی افواہی باتوں پر بھروسہ کرنے سے انسان
دھوکے میں پڑتا ہے اور تیسری واقعات اور فسادات
پیش آجاتے ہیں یہاں گپوں کا انبار ہے جھوٹے مصنفوں کا
کیا اعتبار ہے اچھے اچھے خوندہ لوگوں نے غلط تعریفوں کے
قصے لکھ ڈالے جس نے چاہا بڑھا دیا جتنے چاہا گھٹا دیا بہتیرے
کرامتیں غلط بیان کر دیں ایسی ایسی گپیں فضول سنائے
گئے کہ کان بہرے کرتا ہوا نکتہ چیں آنکھیں اس شہر میں بہت

ہیں انصاف پسند آنکھیں کم ہیں باتوں کی تحقیق نہیں کرتے
کوئی ایک بات سچی یا جھوٹی سُن لینا کافی ہے دوسرے
دن پھر مجمع میں معہ اضافہ اور حاشیہ مشہور موجود ہے
کان نے کیا کچھ نہیں سُناہٹ اور یہ سارے کرشمے نکموں کے
ہیں جنہیں کوئی کام نہیں ہے اور رات دن ادھر کی
اودھر کرتے رہتے ہیں سینکڑوں اچھے نفوس کو بدنام
کردیتا تو اس شہر کا دستور ہے جب تک کوئی بات
درجہ تحقیق کو نہ پہونچ لے بیان کی کسی چیز کو باور کرنا
بالکل ناجائز و نامناسب ہے بہتیرے حضرات اس
شہر میں چیٹہ باز ہیں اون کا کام صرف فساد پیدا کرنے کا ہے اور
لوگوں کو سزا دینے کا ہے اور ضرر پہونچانے کا ہے اس میں
اپنی سوسائٹی میں بولنا تو ایک معمولی بات ہے۔ اعلیٰ
حکاموں سے غلط بیان کر کے لوگوں کا ضرر پہونچانیوالے
بھی موجود ہیں۔ راقم ناظرین کو متنبہ کردیتا ہے کہ افواہوں پر
ہرگز کوئی رائے قائم نکریں بلکہ ایسے لوگوں سے پناہ مانگیں مگر
چارہ نہیں ہے سوسائٹی اسقدر خاری ہوگئی ہے کہ ایسے لوگوں کا
گذر رہر صحبت میں ضروری ہوگیا ہے لوگ از خود دھنتے بھی ہیں
اور غلط چٹکلے بھی لڑاتے ہیں اس شہر میں گوشہ نشینی کی
زندگی بھی بعافیت نہیں گذار سکتے آپ بے تعلق رہیں بے رکتا

رتقیا بے نیاز رہیں تاہم الزامات سے بری نہیں ہو سکتے اچھے
بُرے کوئی کام الزامات و بہتانوں سے خالی نہ ہوگا۔ چونکہ یہاں کے
لوگ کاہی نہیں ہیں دن بھر لوگوں کی اوقات بیکاری میں
صرف ہوتی ہے بس بیکاری اور گپ ہی دو شغل ہے ایسے
فضول اور واہیات جھوٹی خبریں رنڈیوں کے کوٹھے سے
چنڈو خانوں سے یا اسی خانوں سے اور مذہبی مقامات
سے اور بیکار نوجوانوں کے جھگڑوں سے شایع ہوا کرتی ہے
جہاں کافی لوگ ہیں وہاں ان کی فرصت کہاں ہے موقع
کہاں ہے ضرورتوں سے فراغت کس کو ہے وقت کہاں
ملتا ہے کاموں کو گپ کی فرصت کہاں ملتی ہے باکی پور
جا کر دیکھئے بھی وہاں کی سوسائٹی کا رنگ ہی جدا ہے
ہر ایک اپنے اپنے دھن میں لگا ہوا ہے اپنے اپنے مذاق کے مطابق
اپنا اپنا کام دنیا سب لگے ہوئے ہیں مگر وہاں بھی بیڑی
والوں کی دوکانیں ہے ایسے ہی فضولیات اب شایع کرنے
لگے ہیں یہاں کے اکثر لوگ باتوں کو ملا کر اپنے طرف اضافہ
کر کے ادھر سے اودھر کرتے ہیں راقم نے پبلک مجمعوں اور مذہبی
مجمعوں کا حال بھی دیکھا ہے وعظ کچھ سنا بیان کچھ کیا گیا
جس سے فساد کچھ پیدا ہو گئے۔
۱۵۸/ا مجھو سوختار ٹھکار پور کار ہنے والا استحالو دی کتر ہ

میں دوکان متفرق جگہ پر کیا ابھی اس محلہ میں پھر چند روز
دوسرے محلہ میں بدلتے رہے کاریگر تو ضرور تھے مگر اون
سے گاہکوں سے بنتی نہیں تھی بظاہر وہ آدمی نہایت
مدہم اور ملایم تھے ہزاروں بات کہتے مگر گویں گھر پر
باتوں کی گولی پڑتی ہے۔ جواب ایک کا نہ دار دو اون کو جو کام کرنا
ہوتا وہ کرتے رہتے لوگ تھک کر بیٹھ جاتے تھے یہ بڑی صفت
تھی کہ تحمل کیوجہ کر وہ اپنے کاموں میں کامیاب رہتے تھے اپنی
زندگی تمام عمر اسی طرح پر ختم کیا مگر اب کوئی نام لیوا ان
کا نہیں رہا تیس ۳۰ برس گذرا ہوگا انتقال ہوگیا۔

۵۹: جانکی گھڑی ساز چت ٹولی میں رہتے تھے کاریگر
لاجواب تھے اپنی زندگی اچھی گذار گئے خوب کماتے رہے
اون کے اولاد نے اون کا نام روشن نہ کیا کاروبار کے
ستے وسادہ خدا فی بہت مقرر ہے اور اوتکو میاں جارتیں برتتا
رہنا پڑا ایہاں تک کہ خانہ خراب ہو گئے ہنوز اون کے اولاد زندہ ہیں۔

۱۶۰: دولی چند کا مکان یوسف میاں کے مکان کے
قریب تھا بہت ہی عمدہ سادہ کار تھے اونہوں نے جو چاندی کا چونگا
ایک اندرس کا چاندی کا خول بنا کر انجمن ارتباط کو دیا تھا جو
ولایت تک گیا اوسمیں اونہوں نے انگریزی حروف
کھودتے ہوئے اور او بھرے ہوئے لکھا تھا اور لاجواب

پالش کی تھی اوسوقت کے انگریز حکاموں نے اوسے ولایتی جانا تھا مولوی خورشید انسپکٹر کے جاتے وقت انگوٹھی پر ادبھرے ہوئے حروف لکھے تھے بالکل ولایتی سے ملا ہوا تھا یہ کاریگر لاجواب سادہ گزرے تھے سری چندان کے عزیز اور شاگرد رشید ہنوز زندہ ہیں ۔

فدا علی میاں بھٹی پر دوکان دار ہیں ان کا بھائی فوج میں وار کے وقت میں کسی ملازمت میں نوکر ہو کر گیا تھا واپس آکر محلہ میں خوب پیترے دکھائے اور بالکل فوجی بنکر لے مزاج بھی فوجی ہو گیا تھا۔ یہ لوگ دوکانداری کرتے ہیں اور اوقات گذارتے ہیں ۔

منشی رام خیمہ دوز کا مکان شکور میاں مختار کے پاس تھا اونہوں نے اچھی ترقی اس کام میں کیا تھا جوان ہی مر گئے ان کے ورثا ہیں مگر وہ بات اب اس خاندان میں نہیں ہے جس کی بات اوس کے ساتھ گئی یہ آدمی منکسر اور ملنسار تھے ۔

علا الہ جاگی کی دوکان بھٹی پر تھی یہ دوکانداری کرتے کرتے اچھی حیثیت کے آدمی ہو گئے تھے مہاجنی کرنے لگے محلہ کے رئیسوں کے لڑکے ان کے یہاں چیزیں گرو کرنے لگے اودھار لینے لگے ہینڈ نوٹ لکھنے لگے اسی میں دن

دونی رات چوگنی ترقی بہت ہی چند دنوں میں ہوگئے مگر چند ہی
روز کے اندر ایک ڈبل چوری ہوگئی جسقدر آسانی سے مال ملا
اوس سے زیادہ آسانی سے نکل بھی گیا جاگی مرگئے اونکی اولاد میں
دونوں جدا ہیں ایک رگھوناتھ ہیں جو بانکی پور دریا پور میں جا بسے
ان کو خدا نے مفت کی دولت بذریعہ ایک متمول عورت کے
دیدئے تھے یہ بہت اچھی زندگی بڑی عیش کی گذارتے ہیں مطب
بھی ہے دوکان بھی ہے پختہ مکان بھی ہے عیش و آرام بھی ہے
اون کے بھائی اپنے والد کے طریقے پر چل رہے ہیں۔

۱۶۲۔ حکیم عیتو صاحب

جھٹلی کے رہنے والے ہیں یہ حکیم ندو صاحب کے لڑکے ہیں ان کی برادری تمام تر دیہات میں ہے۔ ان کے والد بھی لودی کٹرہ میں مطب کرتے تھے وہ جوان ہی مرگئے اون کا مطب بہت زیادہ چلا ہوا نہ تھا آدمی قابل تھے مگر اون کو مطب کا موقع بھی کم ملا یہ لوگ گھر کے خوش مقدور ہیں والد کے بعد انہوں نے مطب کیا ان کے ہاتھ سے رئیسوں کے یہاں کے مشکل مشکل علاج ہوئے اور کامیابی ہوئی اس لئے یہ مشہور ہوگئے اور مطب بھی چل رہا ہے آدمی بہت خلیق ہیں۔ شاہ کمال صاحب خان بہادر کے مکان میں مطب ہے ان کی برادری وسیع ہے اور

دیہاتی لوگوں سے تعلقات ہیں مگر نہسہ ڈیانواں اور اُس اطراف کے اکثر لوگوں سے قرابت قریب ہے۔

۱۶۳۳ منشی موہ لال کا مکان مہراج گھاٹ میں تھا یہ ایک ہندو مذہب کے آدمی تھے اردو فارسی جانتے تھے ان کے بھائی کنبا گلپور میں رہتے تھے وہ وہاں بہت امیر مہاجن تھے منشی جی اوسط آمدنی کے آدمی تھے عمر بھر یہ ہندو مذہب پر رہے مگر نماز روزہ تہجد گذاری کرتے رہتے انکی بیعت راقم کے نانا منگل تالاب کے سجادہ نشین سے تھی روز اُن کی آمد و رفت تھی پانچ بجے شام کو روز آتے رہے۔ ۸۰ سے اوپر کی عمر پا کر قضا کیا ان کے انتقال کے وقت راقم موجود تھا نہایت نیک آدمی اور سیدھے چال کے آدمی گذرے اُن کے دو لڑکے تھے مرنے کے بعد ان لڑکوں کی آمد رفت بالکل بند ہو گئی اب خبر نہیں ہے وہ کہاں ہیں یہاں انکی آخری وقت کریا کرم تجہیز و تکفین وغیرہ حسب اپنے ظاہری مذہب کے موافق ہوئی بہتیرے ہندوؤں کو دیکھا جو پوشیدہ طور پر اون کے عقائد اسلامیہ تھے اور ظاہری عقائد ہندوانہ رہی چنانچہ رائے سلطان بہادر بابو بھیرو پرشاد منشی لچھن لال منشی گوکل پرشاد و بابو ہیرا لال کارپرداز بابو موہ لال بابو ہر سہائی لال اور بھی چند لوگوں کو دیکھا یہ لوگ برابر

اسلامی عقائد کے موافق اپنی زندگی گذار گئے اور ظاہراً یہ اپنے مذہبی مراسم
کے پابند بھی رہے اور جلائے بھی گئے واقعہ یوں ہے کہ عقائد ایک پوشیدہ
راز ہے وہ درمیان خدا اور بندہ کے ہے۔ مذہب اور سوسائٹی کے پابندی
تو رواسم دنیا ہے جس رسم پر چاہئے اپنے کو پابند رکھا جائے۔ تدا سے
معاملات تو عقاید کے متعلق رہتے ہیں عبادت ہندوانہ کیجئے یا مسلمانہ
بت پرستی البتہ اسلام میں منع ہے اور شرک ممتنع ہے یہ لوگ اپنے کو ان گناہوں
سے بچاتے رہے اوسوقت اسقدر مذہبی شلنگ اور چھیڑ چھاڑ بھی نہ تھی
وضع سبکے ہندوانے تھے۔ ان لوگوں سے کسی کو مزاحمت بھی نہ تھی
بہتیرے ہندوؤں کو عقائد کا درست دیکھا اور اپنی سوسائٹی میں
وہ ملے رہے گاڑنا اور جلانا دونوں مرنے کے بعد یکساں ہے یہ تو رواسم
ملکی ہیں ملک کے رواسم کے متعلق ایسے مسئلے مقرر کئے گئے ہیں۔ بہتیرے
مسلمان کیا جلکر نہیں مرے ہیں پانی میں ڈوب کر نہیں مرے ہیں اونکو
مدفن کہاں میسر ہوتی ہے۔ مرنیکے بعد کسی طرح ملیامیٹ ہو جانا چاہئے
جلا ہو گلکر ہو یا سڑ کر ہو یا سوکھ کر یا چیل کوئے کھا جائیں یا درندہ
کے غذا ہو جائیں۔ سب کا اصل نیستی ہے۔ ہستی تو بڑی نیستی کی امانت
ہے وہ اس قید جسم سے نکلے اور واپس گئے جو مقام اوس کا بعلم غیب ہے
وہاں پہونچ گئے جسم تو مادیات سے بنا ہے کسی طرح ہو مادیات میں ملنا ہے
اور یہی انتظام خالق نے نہ کوئی رہا ہے نہ رہیگا چند روزہ زندگی تو خدا
جس طرح گذری گذر گئی سب فانی تھا ہمارا اوسے جھگڑے زندگی کے ہیں

یہی زمانہ تکلیف کا ہے۔ عالم وجود اور زندگی بلا کا زمانہ ہے عالم ہستی میں اتنے نسے جھگڑے کہاں ہیں نہ اپنی خبر ہے نہ پھر یار کی اور اگر ہے بھی تو ان رازوں سے دنیا والوں کو تعلق ہی کیا۔ ہتا ہے نہ وہ میری خبر رکھتے ہیں نہ ہم اونکے سروکار رہے۔ زندگی کے سارے بکھیڑے ہیں اور سترہ سے مذاہب اور بہواری سروکار سب بیکار ہو جاتے ہیں یہ سوسائٹی کی پابندی ہے۔ ایسے کھاؤ ایسے پیو ایسے رہو ویسا کرو وہ مت کرو اوس عالم برزخی میں تو فقط اسکی پرسشش ہے کہ عالم وجود میں رہ تو کیا کر کے آئے اور میرے لئے کیا تحفہ لائے یہ ہر مذہب میں ہے۔ جواب دہی آخرت سے کوئی مذہب خالی نہیں ہے۔ مذہب ایک پابندی کا نام ہے قواعد وضوابط کے موافق عادات وعبادات رکھے گئے ہیں اپنی اپنی سوسائٹی کے مطابق سب چلاتے ہیں اور آخری جواب دہی سے ڈرتے ہیں کون سچ کون جھوٹ ہے اس کا راز پوشیدہ ہے۔ مذہبی کتابوں نے صرف خبر دے دی ہے اپنے اپنے عقائد کے مطابق اپنے کو سب سیدھی راہ پر چلتے ہیں پھر اسمیں جھگڑے کی اور تفرقہ کی ضرورت کیا ہے ہر مذہب والا خدا کا موجود ہونا قائل ہے اور یہی منشا خداوندی ہے کہ ہم کو نہ بھولو اور میری خلقت اور مخلوق کے ساتھ بھلائی کرو اونکے تکلیف نہ دو اونسے بیر باد نہ کرو جو خالق کا قائل نہیں ہے اوس کی عقل پر پردہ ہے خدا سے بچ کر کوئی دوسری جگہ کہاں ہے جہاں مخلوق جا چھپے خالق سے مخلوق بھاگے اور اسکی وجود سے انکار کرے اسکو عقل بھی قبول نہیں کرتی لاچاری ہے مجبوری ہے

کیا ہے۔ ماننا ہی پڑے گا اور نہیں ماننے سے اوسکا خسارہ ہی کیا ہے جس طرح
ہوا اوسکی اکائی اور قدرت کا قائل ہونا ہی پڑیگا کسی چھوٹی چھوٹی
قوت کو خدا ماننا غلطی ہے قوی القوت البتہ خدا ہو سکتا ہے جو سب ت
داوں کو بری طرح ناس کر دینے والا ہے اور سب کو ناس اور فنا کر کے
اوس نے دکھا دیا ہے مگر اوس کا نام نہ مٹ سکا جس کا نام روشن رہیگا
وہی خدا ہے۔

۱۶۴ راجہ رام نرائن کا مکان مہراج گھاٹ میں
۔ وصنہ شاہ تاج گنج کے قریب دریا کنارے ہے یہ اس شہر مین پرانا
خاندان ہے اور شہر کے صوبہ کا خاندان ہے راقم نے راجہ درگا پرشاد کے والد
ماجد کو دیکھا تھا وہ بہت بوڑھے آدمی تھے اور اخلاق حمیدہ سے بھرے
ہوئے تھے اوس وقت تک جائداد پر زوال نہ تھا ایک بابت بنی ہوئی
تھی ایک دربار تھا۔ رائے درگا پرشاد اور راقم فارسی شاہ ریاض
الدین مرحوم ساکن اوگانواں سے پڑھا تھا۔ اس خاندان سے ربط
خاندانی راقم کے دادیہال و ننہال سے تھا اور ہنوز ہے۔ رائے درگا پرشاد
کے چند سوتیلے بھائی بھی تھے منجملہ اون کے ایک رائے ایشری پرشاد
کالی استھان تھے۔ بعد مرنے باپ کے سوتیلی ماں سے نہ بنتی اور راجہ
درگا پرشاد کے وقت میں مقدمہ بازی ہوئی بٹوارہ ہو سوتیلے
ماں بھائی کالی استھان میں آبسے ان لوگوں جب بھی با تو نیا پتیتوں
بھائیوں میں مقدمہ بازیاں ہوئیں بٹوارہ ہوا مسلمانوں کے خاندان کے

طرح جائداد ٹکڑہ ٹکڑہ ہو گئی مقدمہ بازی میں کچھ خراب ہوئی۔ جیدا جدا دربار قائم ہوا خراجات بڑھ گئے۔ راجہ درگا پرشاد جوان ہی مر گئے رائے جہابیر پرشاد ان کے سالے جانشیں ہوئے اب ان کے لڑکے موجود ہیں یہ گھر راجہ کے گھر سے اوسط آمدنی کا گھر رہ گیا مکانات کھدے تمام مکان تک بک گیا میدان ہو گیا مختصر کارخانہ رہ گیا۔ راجہ درگا پرشاد بہت ملنسار اور دوست پرست آدمی گذرے ان میں بہت سے صفات حمیدہ تھے۔ ملازموں نے اس دربار کو سٹایا اور عورتوں نے جھگڑوں نے اس کو تخت وتاراج کیا یہ کوئی معمولی دولت وعزت کا گھر نہ تھا اس گھر میں لوگوں کا گذر ہونا دشوار تھا اب وہی گھر ہے شہر کے لوگ ان موجودہ لڑکوں سے واقف بھی نہیں ہیں راقم خود ان جانشینوں کو نہ پہچانتا ہے نہ نام جانتا ہے رائے جہابیر پرشاد کے وقت تک آمدورفت رہی وہ اونریری مجسٹریٹ بھی ہوئے تھے راقم کے ساتھ جھاؤ گنج میں بیٹھتے تھے جوان ہی مر گئے بچے نابالغ تھے۔ اس گھر سے بالکل تعلق آمدورفت کا جاتا رہا۔ رائے ایشری پرشاد کا حال کالی استھان میں لکھا گیا ہے جو چوک دائرہ کے حصے میں مفصل ملیگا اوس خاندان سے ہنوز آمدورفت ہے۔ دنیاوی عزت و دولت پر کیا بھروسہ ہے اسی خاندان کے عروج وزوال کو کس کس طرح پر دیکھا ہے اس اوتار چڑھاؤ کو دیکھکر ایک عبرت ہوتی ہے کیسے بڑے بڑے گھر کس طرح برباد ہوئے اور شخصی تقدیر پر توجہ کرنے سے پتہ ملا کہ ہر آدمی جدا جدا

تقدیر لیکر چلا ہے ہر کی زندگی، وس کی تقدیر کے بھروسہ چلتی ہے کتنے بڑے بڑے گھرانے مٹے اور کتنے چھوٹے گھر بڑے گھر ہو گئے جس نے ان واقعات کو چشم دید دیکھا ہے وہ کسی کے چڑھاؤ اور اوتار عروج زوال پر کیا خوشی اور افسوس کر سکتا ہے اور کسی کے اقبال اور بداقبالی پر کیا بھروسہ کر سکتا ہے بڑے بڑے خاندان والوں کو ایسا ایسا بے عزت ہوتے دیکھا ہے جن کا نام بنام لکھنا مناسب نہیں بلا نام اشارات دیتا جاؤں گا جس سے دنیا والوں کو عبرت ہو گی خود رائے ایشری پرشاد صاحب پر ایسے ایسے سخت مقدمات پڑے کہ جس کا اثر اون کے جائداد پر پڑا ان پر تو لوگوں نے تلوار کھینچ لیا مگر یہی شخص تھے جو بچتے گئے اور سزا دلوایا بعض لوگوں کو اسی شہر میں مجسٹریٹی کرتے دیکھا اور اسی شہر میں دورہ سے سزایاب دیکھا اور جلاوطن ہوتے دیکھا سنا اسی فقیر کے صورت میں دیکھا یہ بھی دیکھا کہ ساتھ کے بیٹھنے والوں نے جو ملنا جلنا فخر جانتے تھے او نہیں لوگوں نے جوری میں بیٹھکر سزا کا فیصلہ سنایا وہ لوگ سزادہندہ اور سزایاب ہنوز زندہ ہیں۔ اس زمانے کی دوستی پر بھروسہ کیا ہو یہ موجودہ تعلیم کا اثر ہے پرانے زمانے والے ہرگز جوری میں بیٹھنا قبول نکرتے اور ایسے مقدمات میں کوئی حصہ نہ لیتے انکار کرتے بڑے بڑے مدبر اور عزت داران جیل میں ہو آئے جیل جانا پہلے بے عزتی تھی اب فخر ہے۔ قوم بڑے عزت سے جیل پہونچا جاتی ہے اور واپس لاتی ہے مگر ون پر جو گند رہجاتی ہے اوس کا کوئی

شک نہیں ہوتا کیا کیا زمانہ بدلا ہے آسمان زمین پر آگیا اور زمین آسمان پر
ہوگئی روزی تو نیستیں ہوگئیں بھاری پہاڑ اڑ کر آسمان کے طرف گئے جو
خبر دیا حضور نے دیا تھا چشم دید دیکھ رہے ہیں کیا غیب دانی ہے حضور کو تیرہ
چودہ سو برس کا زائچہ بتا گئے اور موجودہ زمانے کی خبر دے گئے۔

۱۶۵ بشنی مارواڑی

شہر میں اور مارواڑیوں کی
طرح خالی ہاتھ آئے چھوٹی سی دوکان کر لی تھی رفتہ رفتہ تجارت کو عروج
دیا۔ لودیکٹرہ کے رئیسوں کی دولت ان کے یہاں بہت گئی مہاجنی سے ترقی
کرتے کرتے بڑی زمینداریاں حاصل کرلیں اور سب مارواڑیوں میں متمول اور
عزت دار گھر ہے انہوں نے اپنے وقت میں حاصل کیا ان کے قریب رشتہ دار رمنند
بابو تھے انہوں نے بڑی محنت کی بشنی جی اب بہت بوڑھے ہوگئے کام کے لائق
نہیں رہے بڑھاپے نے معذور کردیا یہ بہت اقبالمند ہوئے اچھا مال حاصل ہوا
اچھی عزت حاصل ہوئی ان کے یہاں تقریب میں چیف جسٹس اور دو ہندوستانی
جج جسٹس کلونت سہائے جسٹس جوالا پرشاد شریک تھے اور شہر بھر کے معزز ہندو
اور مارواڑی تھے اکثر معزز مسلمان بھی شریک تھے دیبی پرشاد جی ان کے قریب تر رشتہ دار
ہیں وہ بڑے کامی اور محنتی ہیں ان کے کپڑے کی دوکان پر بھی بیٹھتے ہیں بشنی جی
کی چاندی سونے کی دوکان بھی ہے ان کے قریب تر رشتہ دار اور جانشین سجنا تھ
لال جھن جھن والے بابو ان کو کلکتہ کی صحبت بہت رہی وہاں پانی اور افیون کے
کھیلے میں بڑا نقصان ہوا اور اس وقت سے بشن دیال کا کاروبار دبا مگر پھر سنبھلے زمینداری
موجود ہے اور اخراجات بندھے ہوئے ہیں بیگڑ [illegible] سنبھلا ہوا ہے اور خود بشنی بابو اقبالمند

بھگوان کا مال تھا اوسی نے دیا اوسی نے لیا میرا تو کوئی حق زبردستی کا نہیں تھا البتہ
آرام کی زندگی گذارتے تھے ظاہری تھوڑی جسمانی تکلیف ہوتی ہے سو تحمل کے لائق ہے
دنیا میں کیسے کیسے بدتر ہوئے رہیگا اور بیمار اور مفلس ہیں آخر وہ بھی تو زندہ ہیں اور
زندہ نہ رہیں تو خود سے کیسے مریں خودکشی سے تو دین میں نرکھ ملیگا تو کیا دین و دنیا دونوں
برباد کریں دنیا تو چند روز میں ختم ہوگی جنما جنم کون تکلیف اوٹھائیگا۔ دنیا کی تکلیف
سے گھبرا کر جان دینا تو نامردی کا کام ہے کوئی ایسا قصور ہم سے ہوا ہوگا جس کا بھگت
مان کرنا ضروری ہے جس کی خبر مجکو نہیں ہے۔ بھگوان تو ضرور جانتا ہوگا
پانچ برس اون کو تکلیف رہی آخرکار وہ مر گئے سارا نام و نشان
اون کا نیست و نابود ہوگیا اون کی نشانیاں موجود ہیں۔ اللہ اکبر
اس غریب نے تو بجز بھلائی کے برائی کا کام ہم لوگوں کے جانتے نہیں کیا
ایک دفعہ لڑکا فصلی میں بیمار ہوکر اچھا ہوا تھا تو تیس ہزار کا غلہ
اور کپڑہ مظفرپور اور مچھرہٹہ پر ملا کر راقم کے یاد میں تقسیم ہوا بھتیجا
بابو رام انوگرہ بذات خود بہترین دوست اور صاحبی مزاج کے
جنکو میں سمجھتے تھے ایسا وقت بھی آگیا کہ اونکی احباب نے اونکی امداد کی نوکری
ہو کر چلی گئی تھی اور جلدی موت بھی آگئی ورنہ انکا حال بھی خراب ہوجاتا مصلحت
اور مرضی خداوندی میں کچھ چارہ نہیں ہے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی راقم
جیسے دس بیس کو وہ خرید سکتے تھے ایک برس کے اندر بالکل نذارد ہوگیا ایسے
دولت عزت اور عیش و عشرت پر کیا بھروسہ کیا جائے ـــ تمام شد
(بقیہ لوگوں کے حالات حصہ دوم میں ملیں گے)

کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت
رفت منزل بدیگرے پرداخت

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہ ہوں گے چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

پڑھئے یہ کتاب

یادگار روزگار

اس میں ہے زندہ اور مردوں کا بچار کہاں گئے حاکم کدھر گئے افسر اور پیشکار کہاں ہیں گذشتہ وکیل و مختار نہ رہے متخاصمین نہ رہے سرشتہ دار

بس یہ ہے دنیا کی بہار

دنیا دار جو چاہو ہوشیار اور رہو مرنے پر ہر وقت طیار

گر ہمیں زندگانی زندہ دلاں لازم است
تا قیامت زندہ مانی بازچہ

مرنا تو بمجبوری ہے ∴ بھی لطف کی زندگی ضروری
آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا ∴ جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی قبر میں کون ہوگا انیس ∴ ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

بکھایئے اپنی مسل درست رکھئے برعاس نجات دیجئے و

تصنیفہ

سید بدر الحسن خادم قوم ساکن لودی کٹرہ پٹنہ سٹی بہار

فہرست مضامین سٹی کورٹ حصہ اول

عالم گنج وارڈ

سٹی کورٹ کے مختاروں کا حال

و سٹی مجسٹریٹ کا بیان

عملاً سٹی کورٹ میں پہلے پہل ایچ لیمزر صاحب سٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ شہر میں خون خرابا بدمعاشوں کیوجھکر زیادہ ہونے لگا تو یہ سٹی قائم ہوئی انہوں نے خوب رعب داب جمایا اور شہر کو سر کردیا اوسوقت کی باتیں قانون کی اسقدر پابندی کی نہ تھی مصلحت وقت کے روسے جو صورت ملی کیے گئے صاحب مذکور ترقی کرتے کرتے گورنر ہوگئے تھے۔ اون کی شادی اسی شہر میں ہوپکن صاحب کمشنر کے لڑکی سے ہوئی تھی ہوپکن صاحب بہت بوڑھے تجربہ کار رئیس پسند حاکم تھے بہت سے شرفا کے ساتھ احسان کیا ان کے بعد مجسٹران بہتیرے آئے گئے۔ جن کا نام یاد ہے لکھدیتا ہوں بہتیروں سے راقم کو ملنے کا اتفاق بھی ہوا ہے۔ ایم کری صاحب ووڈین صاحب [illegible] ہگنس صاحب

دوسرے انگلس صاحب۔ آودن صاحب۔ سی سی کوئین ڈپٹی صاحب۔ مری مین صاحب۔ اسٹون صاحب۔ بلیڈسے صاحب کمشنر ٹومسن صاحب۔ ولزلی صاحب ان لوگوں سے تو راقم خوب واقف تھا اور سلام کرنے کا فخر حاصل تھا۔ سٹی مجسٹریٹی میں۔ میکسول صاحب۔ بنبو صاحب۔ مم فرڈ صاحب۔ کری صاحب۔ ڈھاوسے صاحب۔ راوس صاحب۔ لویس صاحب۔ ہیوز صاحب۔ میلسن صاحب۔ کمنگ صاحب۔ چندرا صاحب۔ سرین بابو۔ خان بہادر حامد صاحب۔ رنجیت بابو آروی۔ اودھ کمار دلد گیا دھر پرشاد وکیل بلی کے راے صاحب کے ماتحتی میں کام کیا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است پایا۔ ہر کا مزاج و ترکیب جداگانہ ہر کا انداز جدا پایا۔ افیشل لائف عجب لائف ہے اون کو ڈیوٹی پورا کرنی پڑتی ہے اور مناسب وقت جو مصلحت ہوتی ہے کرنا ہوتا ہے اگر کسی کی دوستی برتیں تو کام نہیں چل سکتا ان کو سب سے بے تعلق رہنا پڑتا ہے ضرورت کے معاملات خودداری کے ساتھ برتنا لازمی ہے ورنہ ادائے فرض منصبی نہیں انجام کر سکتے اس لئے حکام ریزرو رہتے ہیں اور رہنا بھی چاہئے۔ ہر قسم کے لوگ ہیں اپنا فخر دکھانے کو حکاموں کے اخلاق کو بدنام کر دیتے ہیں اور پبلک پر برا اثر

ڈالتے ہیں اس لئے وہ ہر سے اپنے کو دور رکھتے ہیں کسی کام اگر نکل جاتا ہے تو اوس کی تقدیر کا زور ہے۔ راقم نے بڑا تجربہ پایا آخر میں سمجھ میں آیا۔ حکام کی ملاقات نفع کی غرض سے کرنا خیال خام ہے۔ بلکہ ضرر ہے۔ بچنے کی غرض سے واقفیت رکھنا ہی بہتر ہے وہ اتنا واقف ضرور رہیں کہ حکایت شکایت پر اون کو رائے قائم کرنیکا موقع رہے دنیا میں نام پیدا کرنا ہے تو اون کی ڈیوٹی میں ہر طرح کے امداد دیجیئے۔ اچھا کام کیجئے رپورٹ آپ کے حسب خواہ ہوگا۔ خطاب وغیرہ کی خواہش ہے تو پبلک کاموں میں حصہ لیجئے چندے دیجئے خوب درخورد دکھائیے اور جب موقع آئے اسپیچ بازی فرمائیے سب سے بہترین طریقہ خرچ کا ہے موقع موقع سے چندے دیجئے پبلک اسپرٹ ثابت کیجئے مقدر میں ہے اور کوئی حاکم خوش ہوا تو خطاب بھی مل جائیگا بغیر دوڑ دھوپ خوشامد خرچ حکایت شکایت کے بغیر اس راہ میں کامیابی غیر ممکن ہے کوئی اپنے ذاتی محنت اور لیاقت کے ذریعہ سے اس راہ میں کامیاب نہیں ہوتا۔ جب راقم پر یہ ثابت ہوگیا۔ راقم نے اپنے میں صلاحیت نہ دیکھکر اوس ہوس سے باز آگیا اور دنیا سے کنارہ کش ہوکر زندگی بسر کرنے لگا راقم کی مالی حالت اور گھر کے

مواقعات ایسے ہیں کہ اوسی اولجھن سے فرصت نہ مل سکی
اور غیر ضروری اخراجات کو برداشت نہ کر سکا اون تدابیر
کے انجام کو نہ پہونچا سکا جو اس راہ کے لئے لازمی تھے. بعض
حکام نے قدردانی کی عزت افزائی کا سامان کیا مگر اوپر
جاکر راقم سے کوشش نہ ہو سکی راقم نے اپنے میں صلاحیت
نہ دیکھا ایک رنج ہو گیا اوس ہوس ہی کو اوٹھا دیا کتب بینی
بے ضرر شغل اختیار کر لیا اس کم پیشش کی عزت افزائی اور
اخراجات حصول عہدہ بے کمالی کی خواہش ہی اوٹھا لی ایک
بے نیاز زندگی گذارنے لگا! اب خوش ہوں کہ دنیاوی جھنجھٹ
کم ہو گئی اتنے مردوں کا حال پیش نظر ہے اب کیا ہوس ہی
دنیا کا رخ پلٹ گیا بڑے بڑوں کی عزت خاک میں ملی
کتنے جیل میں چلے گئے خطابوں کی وقعت پبلک میں جاتی
رہی دنیا میں مساوات کے مدعیاں کھڑے ہو گئے راقم بھی
کنارے لگ گیا سٹی کورٹ کچہری اوس بنگلے میں تھی جو
میر ابو سعید کا بنگلہ تھا اور جس میں جواد حسین وکیل
کرایہ دار تھے اب وہ سری بلب بانو کے خاندان کا
ہے پھر اوس کوٹھی میں جو دربھنگہ راج کی تھی اور اب
سبھا ڈپٹی رہتے ہیں اوس میں کچہری اور سکونت دونوں
رہی جب میکسول صاحب تفضلی عارضہ میں اسی کوٹھی میں

مرے تب سے سٹی مجسٹریٹ کا کوارٹر افیون گدام میں چلا گیا۔
سٹی کچہری بسنت کے پٹارے والوں کا مکان خرید کرکے بنی جو
اب کچہری ہے۔ پٹنہ سٹی میں صادقپور بنچ اور جھاؤگنج بنچ
تھا دونوں ٹوٹ گیا اور ملا دیا گیا۔ دونوں خود مختار بنچ
تھے اودون صاحب کلکٹر نے ایک بنچ کر دیا سٹی بنچ ہو گیا
بہتیرے کا ٹرم پورا ہو گیا بہتیرے نئے مقرر ہوئے بنچ کے
اختیارات کم کر دیے گئے وہ وقت جاتی رہی۔ یہ اپنی
گردہ کی کرنی کی بھرنی ہوئی ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

کسی نے کوئی غلطی کی ہوگی اوس کا اثر یوں ہوا کہ اب
سب ڈپٹی مقرر ہو گئے۔ کل کام سکنڈ افسر کے متعلق ہے
کچھ چھوٹے چھوٹے غیر ضروری کام بنچ مجسٹریٹوں کے ہاتھ
آجاتے ہیں۔ شہر کی حالت دن بدن بدلتی گئی۔ پیشن
کے وقت سے مقدمات بھی کم رہنے لگے۔ غربت بھی آگئی
پرانے بدمعاش نہ رہے اور تجربہ کار مقدمہ پیشہ [illegible]
[illegible] بھی کمی آگئی بہتیرے مقدمات پیسہ میں ہی
طے ہو گئے بہتیرے [illegible] کا غربت کی [illegible] بدلا لیا گیا
ڈگ کچہریوں کی [illegible] سے گھبرا گئے [illegible] کچہریوں [illegible]

انفصال مقدمہ میں دیر ہونے لگی لوگ مجبوراً بعض بعض
موقع پر نالش دائر کرتے ہیں۔ پولس کیسیز بھی کم ہو گئے
دفتری کام بڑھ گئے مختاروں کی اور وکیلوں کی تعداد
بڑھتی گئی چند اجلاس ہو گئے قانون پیشوں کے افراد
بڑھ جانیکی وجہ کر سب کی آمدنیاں کم ہو گئیں اب کچہری
وہ کچہری نہیں ہے جو پہلے تھی زیادہ تر سیاسی مقدمات
رہتے ہیں جس میں قانون پیشوں کو کچھ بس نہیں ہے اور جج
اصول ہی نرالے ہیں آمدنی کے ذرایع بہت کم ہو گئے۔
اس لئے وہ رونق اور بابت نہیں رہی۔ جس وقت سٹی
قائم ہوئی تھی تینوں اجلاس سٹی کورٹ جہاد گنج اور
صادقپور آباد تھا مختاران و قانون پیشے۔ ججوں میں
جانیکی فیس ڈبل لیا کرتے تھے کوئی صادقپور گیا۔ یہ
کچہری مونسپلٹی میں ہوا کرتی تھی۔ کوئی جہاد گنج آیا کوئی
سٹی میں رہا ادھر سے ادھر دوڑتے رہے گاڑی بانوں کو
نفع یکہ بانوں کو نفع شہر میں آبادی مقدمہ والے
و متعلقین مقدمہ و گواہ سڑک پر جا رہے ہیں جہاد گنج
آ رہے ہیں مونسپلٹی جا رہے ہیں ایک عجب سماں
تھا۔ قانون پیشہ ابھی یہاں ابھی وہاں آئے گئے۔
ان لوگوں کو نفع بہت تھا اب تو ایک جگہ جمع ہیں

ایک ہی حاطہ میں کام ہے کچھ دیا اور کام لیا اس اجلاس
سے وہاں۔ وہاں سے یہاں اب وہ لقمہ ندارد ہوگیا کسی کی
وہ آمدنی نہ رہی جب تک صادقپور اور جھاؤگنج رہا
بعض بعض چلتے ہوئے مختاروں نے بڑی بڑی شکایتیں
بینچ مجسٹریٹوں کی کیا جب مقدمات سپرد ہونے لگتے تو
اپنے نفع ذاتی کی وجہ کر کہ وہ سٹی چھوڑنا نہیں چاہتے
تھے غلط اور فضول عذر کر دیتے مگر سویلین لوگ
کب سننے والے تھے معذور کر دئے گئے اور مقدمات
باوجود بے سود عذرات کے سپرد ہوتے رہے کسی وجہ کر
سو جب سب کچہریاں ایک جا ہوگئیں اور فیس کا ڈبل
نفع جاتا رہا تب پچھتانے لگے۔ دوربینی تو سوجھی نہیں
اب اوس کا اثر سب کے سر آن گرا اب رونے سے
کیا ہوتا ہے۔ سرکاری انتظام گھروندہ تو نہیں ہے کہ
کھیلا اور توڑ دیا وہ تو سب سمجھ بوجھ کر کوئی کام کرتے
ہیں چارو باپو سٹی مجسٹریٹ چند روز کے لئے آئے اونہوں نے
بذریعہ رپورٹ بنچوں کو ایک جگہ کر دیا سب گذشتہ
انتظام ردوبدل ہوگیا راقم چونکہ ۷ جنوری ۱۸۹۰ء
سے برابر کام کرتا آتا ہے اور بفضلہ تعالی کوئی بدنامی
کاغذی یا پبلک میں نہیں ہوئی ہے بلکہ پبلک و حکام

راقم کے بے لوثی سے واقف ہے اسلئے اتنی قدردانی ضرور
ہوئی کہ راقم کی حیاتی مقرری ہوگئی۔ راقم پرانے قاعدے کے
مطابق مقرر ہوا تھا اس لئے سقا کی سلطنت سے بچا رہا
اور راقم کی میعاد سہ سالہ نہیں رہی بلکہ تا بعمر بقید عہدہ
رہنے کی چھٹی آگئی۔ راقم بھی ہفتہ میں ایک دن باقاعدہ
اور پابندی کے ساتھ اجلاس کو بروز پنجشنبہ اپنے ہی
سلام کر آتا ہے اور سال میں دو ایک دفعہ حکام بالا کی
قدم بوسی کر لیتا ہے۔ الحمدللہ اب تک تو کسی قانون پیشہ سے
مخالفت کا موقع نہیں آیا اور پبلک کو بھی ناراضی کا
موقع نہ دیا اور حکام کو بھی حتی المقدور ناراض ہونے
نہ دیا اور ایمان کو بھی بچاتا رہا۔ تین برسوں میں تو آدمی
پورا کام بھی نہیں سیکھ سکتا اسے جگہ چھوڑنی پڑتی ہے
جب کچھ تجربہ آتا ہے آدمی جدا ہو جاتا ہے پہلے
اصول یہ تھے کہ حکیم و حاکم و حجام کہنہ می باید تھا
اب نئے دنیا نے پرانے اصول کو بدل دیا نیا نو گندہ پرانا
چھہ گندہ کا مضمون ہے مگر دنیا میں رہنا ہے جدھر دنیا
چلے چلنا پڑتا ہے۔ جو پسند ہو انسان اس کام کو کرے
ناپسند ہو چھوڑ کر جدا ہو جائے۔ کسی کے انتظامی اصول
میں دست اندازی کا کیا حق ہو سکتا ہے مغنت کے

عہدوں کو لوگ قبول ہی کیوں کرتے ہیں اور اس کے لیے جان
کیوں دیتے پھرتے ہیں کچھ تو اپنا فائدہ ضرور ہی سمجھتے ہیں
جب تو جان توڑ کوششوں کے بعد حاصل کرتے ہیں اس میں
شبہ نہیں ہے کہ توصل شاہی سے اور حکام رسی سے اپنے
قوم میں مشہور و نام و نمود ضرور ہو جاتا ہے عزت افزائی
ضرور ہو جاتی ہے یہی ہوس انسان کو اس راہ پر لاتی ہے۔
گو موجودہ فضا میں یہ توصل برا جاننے لگے مگر نام و نمود کی
خواہش سے یہ فضا بھی خالی نہیں ہے اخباری دنیا میں
قدم پھیلتا ہے کیسے کیسے گمنام لوگ اور کیسے کیسے ناپرساں
لوگوں نے شہرت حاصل کر لی جب کسی بڑے کی مخالفت پر کوئی
شہرا ہوتا ہے اوس کا نام برائیوں یا بھلائیوں کے ساتھ ضرور مشہور
ہو جاتا ہے ذاتی اعراض سے نہ وہ فضا خالی تھی نہ یہ فضا خالی ہے
پبلک خدمات تو ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ ہندوستانی آدمیوں
میں بلا خود غرضی کے خدمت خلائق کا مادہ اب تک تو پیدا نہیں
ہوا ہے ورنہ آپس میں نفاق قائم نہیں رہتا اور تفرقہ گروہی
باقی نہیں رہتا اور ہر کے حقوق برابر کے حیثیت رکھتے اور قومیت
پیدا ہو جاتی لباس ایک ہو جاتے خوراک ایک ہو جاتی رہائش
ایک ہو جاتے روش ہوتی قومی حیثیت سے سب ایک ہی قوم
انڈین رہتی ظاہر ایک پیشہ وروں کی چھوٹی چھوٹی منہ لینا

جدا جدا ہیں جو ایک دوسرے کا مذہباً و اصولاً مخالف ہو اگر
ہر ایک کی گنتی جدا جدا کی جائے تو تھوڑی تعداد میں کروڑوں
گروہوں کی شاخیں اور مقوڑ بہت فرق ہر گروہ میں ہوگا - اور
بکھرا ہوا شیرازہ ملے گا - آپس ہی میں ایک دوسرے کو ہیٹا اور
بُرا جانتا ہے اور جانور سے بدتر برتاؤ کیا جاتا ہے - انسان سے
انسان بھاگتا ہے اوس کے سایہ کو پسند نہیں کرتا بدن چھلانا کا
بُرا جانتا ہے - حقارت سے دیکھتا ہے ایسے لوگوں میں دلی ساز
ہونا غیر ممکن الوقوع ہے - جتنی باتیں ہیں سب زمانے میں خیالی
ہیں چند روزہ ہیں - جہالت ہی جو عوام اپنے آیندہ نفع و نقصان کو
نہیں سوچتے - بھیڑی کی طرح بلا سمجھے بوجھے ہوا پر اوڑے پھرتے
ہیں جاہلوں میں شر و فساد کا مادہ بھرا رہتا ہے - دیوانہ را
ہوئے بس ست ، جدھر کوئی لکچرار آیا خلقت ہی کہ دوڑ رہی ہی
مقرر کیا بول گیا اوس کی رموز اور نفع و نقصان سے مطلب نہیں
جو ہوا بندھی اوسی رخ پر دوڑ گئے جن لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت
بھی نہیں ہے وہ بھی ظاہری رنگ بدے ہوئے دکھائی دیتے
ہیں اس کی جانچ تو دو ٹکڑوں سے ہوا کرتی ہے - ہزار در ہزار
روپیہ لیکر امیدوار ہو جائے اور ووٹ خرید لیجیے - پھر کہاں
قابلیت کی جانچ ہے [illegible] ووٹ ہے
[illegible] کس [illegible] سمجھے

جس آدمی جس بات میں چاہئے شریک کرلیجئے ایسے لوگوں میں
پولیٹکس اور سیاست کو پھیلانا سراسر غلطی ہے اور شرو فساد
کو ترقی ہوسکتی ہے تعصب پھیل سکتا ہے۔ قومی نفاق اور
رخنہ اندازیاں ہوسکتی ہیں جو تجربتاً ثابت ہو رہی ہیں ہندوستان
کے آدمیوں نے اپنی تہذیب و تربیت کو کب درست کیا ہے
جو سیاست مدبری کیطرف ہوگئے اپنی رہائش کب درست کی ہے
اپنا مذہب کب درست کیا - اپنا لباس کب مہذب بنایا
اپنی صفائی جسم کب کرتے ہیں پاکی ناپاکی کا خیال کب درست
ہوا ہے جو ملکی اصولوں کو درست کرنے لگے جو پیشاب پاخانہ
کو پاک جانتے ہیں۔ جانوروں کے پیشاب پاخانہ سے ایمان کو
پاک کرتے ہیں اون سے عقل کی باتوں کا سرزد ہونا کس حد تک
جائز ہے۔ عوام الناس کو ایک خاص گروہ کے فتوی پر سے
جو چاہیں کرالیں اور مذہب کی واہمہ پرستی کو جدہر چاہیں
گھمادیں اور خود مہورا کے پیڑے اور پوری کچوری کھائیں
اون کو تو قدردانی کے لئے خطے تو نفع کرتے ہوئے ایکدن بھی سودہ
نہ کریں اور فروخت کر ڈالیں ایسے لوگ انصاف پسند کب ہوتے
ہیں اور مذہب کے سچے قدردان کب ہیں جنکا نہ کرنا علی الخصوص
انگریزی عہدہ ایمان و انصاف سے چلانا بہت مشکل ہے خود
نوکریوں کے وقت اپنے مضمون مناسب کے سے کون جائز تھ

دنا جائز وسیلا ہر خود غرض عمل میں نہیں لاتا اور دوسرے کے ایمان پر حملہ نہیں کرتا اور اپنی ایمان فروشی نہیں کرتا اور ہر ذرائع ممکن الوقوع سے اپنا مطلب نہیں کرتا ایماندار ہی ہوتی تو دنیا کا یہ حال کیوں ہوتا۔ شہر کے رؤسا تین برس کے شہر ہی والوں سے غرض و تعلق کے سروکار رکھ کر کام چلانا اور سب کو راضی رکھنا اور تین برس بعد پھر اونہیں لوگوں میں ملنا اونہیں سے تعلقات اونہیں کے امداد کے محتاج اونہیں سے کاروبار و بہوار وہی لوگ ہر حال کے شریک و مددگار۔ کس طرح پر اون سے برتاؤ کیا جائے ایک وبال جان ہے الکشن اور ووٹ تو پبلک کے ہاتھ میں ہے۔ اُمیدوار نہ کی بڑی غرض پبلک کے ید قدرت میں ہے بے نیازی سے کیسے کام چلے۔ خود غرض لوگ بڑے بڑے پرہیزگار ملنے والے سعی سفارش کی بھرمار ان اُلجھنوں کیسے سا بقہ جس نے ایمانداری سے کارگذاریاں کیں ہوں وہ لائق وقار و تعریف ہے اگر دنیا قدردانی نہ کر سکے نہ کرے اپنی کوشش تو ضرور خوش رہتا ہے۔ راقم کو تین برس بعد جدا ہونیکا خوف نہیں رہا۔ یہ خدا کا شکر ہے ورنہ اوس رنجش کو راقم برداشت نہ کر سکتا اور چھوڑ کر بھاگتا نظر آتا۔ راقم نے بھی اس کام عہدہ بنچ مجسٹریٹی کو پیشہ اندازی

اور راقم مدرسی کا عہدہ چھوڑ کر گیا تھا جب رخ پلٹا وہ باتیں
جاتی رہیں۔ مگر راقم کو دل بستگی کا ایک ذریعہ رہ گیا اور
وہ نیا نیا تجربہ ہوتا جاتا ہے اور شہر کے لوگوں سے
واقفیت کا ایک اچھا ذریعہ ہے بہت سے واقعات کا ذریعہ
ملتا ہے اس لئے راقم ہنوز اس کام کو کرتا جا رہا ہے اور دنیا
کی تبدیلی ترقی و تنزلی پر غور کرتا جاتا ہے۔ نئی روشنی
کے لوگوں سے ملنے سے نئے زمانہ کا حال کھلتا ہے لوگوں کے
اخلاق و ایمانی ترقی و تنزل کا موازنہ کرتا جاتا ہوں۔ آدمیوں کی
آدمیت پرکھنے میں آتی ہے الغرض بغرض تعلیم کی سکول
دنیا کا ایک طالب العلم ہوں کچھ نہ کچھ روز سیکھتا جاتا ہوں

۲۔ پرانے مختاروں میں منشی الطاف حسین

ولد وزیر خان بہادر منشی صاحب نے جو ایف اے تک
پڑھے ہوئے تھے اور راقم کے پڑھنے کے وقت سے سکول
میں نیچے کلاس میں تھے۔ خوب کمایا اور زور دار شخص ہوئے
بھی انگریزی بولتے تھے اور بہت تیز آدمی تھے وزیر خاں
ان کے والد متمول تھے آخر عمر میں [illegible]
عزت سے گذری منشی صاحب بڑے [illegible]
[illegible]

ادھر مرے بنے صاحب اور نعمت حسین جوان مرے
ان لوگوں کا مکان اور مقبرہ بر سر سڑک بہت اونچے پر واقع
بابو کے مکان کے سامنے پورب واقع ہے۔ چراغ خاندان کا
حال نہ تھا ایک بھائی ان کے زندہ تھے۔

۳۔ لاڈلے صاحب مختار

بھی بہت تیز اور اچھی انگریزی جاننے والے بڑے
چلتے ہوئے مختار گذرے ہیں یہ بھی مسیحی اسکول میں راقم کے
ہم کلاس تھے۔ انہوں نے خوب کمایا پبلک میں ذاتی عزت
بھی حاصل کیا صاحب اولاد تھے ان کا مفصل حال خواجہ
کلاں وارڈ مغل پورہ میں ہے۔ میر زماں گنج کی ایک مشہور
ڈومنی کے نانی تھے اردو اور شاعری اچھی تھی میر علی محمد شاد
خان بہادر کے شاگردوں میں تھے بعض اولاد کو اپنے مٹھ کے دفتر
کے ملازم وظیفہ یاب ہو کر چند برس گذرے مرگئے آخر عمر میں مزاج
میں غصہ زیادہ آگیا تھا۔ بظاہر تو زندگی اچھی گذرتی مگر زندگی
اور خیر نہیں تھی جسکو وہ بار بار آپس میں بول کر سنتے دل سے
خوش نہ رہا کرتی تھی۔ اسی باعث مزاج کے چڑچڑے ہوگئے تھا کہ
حکام سے بہت زور لگائی ان سے بیرسٹری ہندستانی تھی اور ادھر سنی
میں ہندوستانی افسر یا کئے بیرسٹر ہیں کے ساتھ ایسے بہت بھی

کسی کی نہیں ہو سکتی اور نہ اندازی تبدیل کا نہ ہوا کرتے ہیں بعض مہذب متانت سے
بھی جو سوشلیں مثال اپنے کو بنا لیتے ہیں وہاں بھی نہ ہی رنگ موجود تا
بدرجۂ تو اخلاق مندوں کے اجزاء پر ہوا کرتی ہے جو ملک
میں اپنے کو ممدوح بنانا چاہتا ہے وہی وسیلۂ اخلاق اور بدرعب
ہوتا ہے جہاں نفس کا لگاؤ ہوا خود ستائی کی لالچ ہوئی زبان
رعب نہیں ہو سکتا اور خشک مزاجی سے ڈیوٹی ادا کرتا ہے وہ
بے نیاز ہو کر بلا غرض تعریف و توہین کام کرتا ہے وہ ضرور
خوددار رہتا ہے مگر ممدوح خلائق نہیں ہو سکتا — جو ممدوح
خلائق ہوگا اوس سے بھلائی کی اُمید کم ہے جو خشک مزاج ہوتا ہے
بڑے کام کا ہوتا ہے۔

۴۔ بیر کیشور لال کو نکن کا دو خاں کے
باغ میں تھا یہ کائستھ خاندان کے آدمی تھے پرنس وغیرہ بھی خود
تھا پانچ سات برس انہوں نے بڑے زور کی مختارکاری کیا اور خوب
کمایا جوان ہی مر گئے ان سے حکاموں سے بڑی نہیں بیٹھتی تھی
ان کے گھر میں ورثا موجود ہیں یہ متعصب مذہبی آدمی گذرے حکاموں کے
او لیجہ پڑتے تھے۔ آخر میں پیشہ دب گیا تھا قانون پیشہ اونچا کر گیا تو
ترقی پذیر نہ ہوگا بہت متانت کی ضرورت ہے۔

۵۔ بابو کملا پرشاد ہنوز زندہ ہیں یہ منشی
بہاری پرشاد دختر زادہ منشی ... کے لڑکے ہیں ان کے

بابو کھپالی پوسٹ ماسٹر ہیں ان لوگوں کا مکان چھپر ٹولہ گلی میں دو منزلہ
پختہ ہنوز ہے۔ لڑکا بڑا پتہ موجود ہے منشی ابھا بیر پرشاد بہت
پرانے اور بڈھے آدمی تھے۔ بابو کملا سہائے کی تحریر بہت
اچھی ہے۔ ورنہ ان کا زمانہ بیت گیا ورنہ اچھا کام کرنے والوں میں ہیں
تا مورتیا خوب کماتے ہیں اور خود دار آدمی ہیں بوائے اسکوٹ کے
سکریٹری ہیں۔ سیوا سمیتی کے ممبر ہیں دھرمی ہیں تین بھی ہیں صاحب اولاد
ہیں زمانہ کے ٹھوکر کھائے ہوئے ہیں زمانہ کے ہوا پانی کو سمجھتے ہیں۔

۶۔ میرن صاحب لوہر گشرہ کے رہنے والے
پرانے اردو داں مختار تھے۔ جی خدو خد جناب حضور والے آدمی
تھے بقدر ضرورت کما لیتے تھے حکام خوش رہتے تھے حکاموں کے
بدولت ان کی کمائی بھی تھی شیعہ مذہب تھے ادھیڑ ہو کر مرے ان کے بعض
وارث کو بہت ہی ژولیدہ حال دیکھا ان کے مرنے بعد ان کا گھر بند ہو گیا
زیادہ حال نہ معلوم خوش گپ اور مرثیہ خواں تھے۔

۷۔ میر سید جان گورکھپور کے رہنے والے اردو داں
مختار تھے مگر بڑے تجربہ کار تھے یہ میر آفتاب میر مہتاب کپتان گو بکھو
علاقہ سلطان گنج کے رہنے والے تھے اچھا کمایا اور عزت داری سے
زندگی نباہ گئے ادھیڑ ہو کر مرے۔

۸۔ میر نبی جان سغلپورہ کے رہنے والے انگریزی داں
مختار تھے تیز طرار تھے انہوں نے بھی بقدر ضرورت کمایا اور

اور ادھیڑ ہو کر مرے۔ راقم کے کلاس فیلو تھے۔ نیک آدمی تھے زیادہ واقفیت راقم کو نہیں ہے۔

نمبر ۹ منشی ہزاری لال پرانے روش کے مختار تھے غالباً چوک علاقہ کے رہنے والے تھے اچھا کچھ کماتے رہے ادھیڑ ہو کر مر گئے بہت معقول آدمی گذرے۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہے۔

نمبر ۱۰ منشی دولت رام نے اچھا کمایا اور نام پیدا کیا یہ حمام محلہ کے رہنے والے تھے اچھا مکان بنایا اُن سے حکام خوش رہا کئے انہوں نے مکان بھی اچھا بنایا مستی گھاٹ میں ایک پشتہ بھی تھا مگر بیماری اور بڑھاپے دونوں نے ان کو معذور کر دیا اقبال کم ہو گیا وہی آدمی ہیں اب ان کو کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔ بمشکل ان کو مقدمات ملتے ہیں ورنہ ہر مقدمہ میں ایک فریق کی طرف سے ان کا رہنا لازمی تھا۔ لڑکیوں کی تعلیم کر دیا ہے ایک لڑکے منشی مہادیو لال مختار ہیں۔ اور نئے روشنی کے آدمی ہیں مگر وہ بات جو باپ میں تھی ہنوز حاصل نہیں ہوئی حکام سے پٹری نہیں کھاتی نوجوانی کا جوش تجربہ اور متانت کہاں سے حاصل ہونے دیتا ہے جنہیں رفتہ رفتہ ہو جائیگی آدمی تیز ہیں زمانہ بدلا ہوا ہے گذشتہ باتیں اب نوجوانوں میں واقعی ہونا دشوار ہے جنہیں لوگوں کو دکلا اور بارسٹروں کے مقابلے کی زندگی

بسر کرنا اور بڑا تے لوگوں کی کمائی کے برابر ملتا اب دشوار ہے دو دو چار چار روپیہ میں تو وکلا ملتے ہیں اور دس پانچ میں بارسٹر ملجاتے ہیں مختاروں کو اب کون پوچھتا ہے البتہ جسکی تقدیر زور آور ہوتی ہے اقبال کے زور سے کما لیتا ہے۔ اوس نے قابلیت اور غیر قابلیت کی ضرورت بھی نہیں ہے ہر وقت ہر زمانے میں ایسے لوگ ملا کئے اور ملتے ہیں اور ملا کریں۔ مگر وہ انتظام الٰہی اور قدرت کا کھیل ہے خدائی ہاتھ اور امداد کوئی تھام نہیں سکتا رائیز اور قول ہوتا ہی رہتا ہے ایک ایک وقت بقدر نصیب سب کو اقبال بھی ضرور ہوتا ہے اور زوال بھی ہوتا ہے ہزاروں تماشے دیکھے ہزار ایز پر تعجب ہے نہ زوال پر افسوس ہے۔ تندرستی ہے تو بیماری لازمی ہے بیماری ہے تو تندرستی کا لطف اوٹھایا گیا ہے۔ اقبال ہے تو زوال بھی دیکھنا ہوگا۔ زوال ہے تو اقبال بھی ضرور ہو کر رہیگا گرمی ہے تو سردی آیگی، سردی ہے تو گرمی بھی پڑے گی۔ نرمی و گرمی زمانہ ہر انسان کیلئے لازمی ہے۔ آدمی وہی ہے جو ہر حال میں خوش رہے اور صابر و شاکر زندگی بسر کرے لالچی لوبھی کی زندگی خوشی اور چین کی نہیں گذرتی کوشش انسانی فطرت میں داخل ہے۔ مگر وہ کروودھ نا بھ لوبھ میں ساری دنیا پھنستی ہے ورنہ ہر انسان فرشتہ صفت ہوجاتا۔

نمبر ۱۱ رحیم بخش مختار کا مکان عیدگاہ
والی سڑک پر ہے یہ عبدالکریم مختار ساکن شاہ گنج کے خسر تھے
اور محمد یعقوب اور مٹرو میاں منشی رحیم بخش کے لڑکے تھے
منشی رحیم بخش اردو داں مختار تھے مگر بلا کے ہوشیار اور
تجربہ کار تھے پبلک سے اون سے بڑا سروکار تھا بڑے بڑے
مقدمات میں ایک طرف ان کا رہنا بڑے بڑے وکلا و بیرسٹروں
کے ساتھ بھی رہنا لازمی تھا انہوں نے خوب کمایا اور [illegible] کی
مختارکاری کیا انکی قرابت داریاں خلیل مختار سے بھی تھی۔
محمد یعقوب مختار نہیں ہیں مگر وکیل گر ہیں۔ اسقدر تدبیریں یاد
ہیں کہ وکلا ان سے تدابیر طلب کرتے ہیں یہی ان کا پیشہ
آزادانہ پیشہ ہیں اور خوب کماتے ہیں بعض بعض وکلا سے زیادہ کماتے
ہیں۔ مٹرو میاں کارپردازی مقدمہ سازی کرتے ہیں اور مختاروں سے
زیادہ کماتے ہیں۔ منشی رحیم بخش والے مکان میں بابو محمد پرشاد
کرایہ دار ہیں۔ ورثا میں سازش رہا گھر آباد نہیں ہو سکا کوئی جانشین
بنکر نہ رہا ان لوگوں کی قرابت داریاں شاہ گنج میں زیادہ ہیں
منشی رحیم بخش ادھیڑ ہو کر مرے

نمبر ۱۲ عبدالکریم مختار پہلے سیٹھوں کے ساتھ
رہتے تھے بلا کے آدمی تھے ہوشیار باخلاق تھے پھر عدالتوں
مولوی غلام قادر وکیل کے ساتھ تائید کی میں منشی [illegible]

علاقہ کے تھے ساتھ رہے اور منشی میر و عبدالکریم ان دونوں نے
بڑی اچھی تائیدی کی اور مولوی غلام قادر وکیل پدر مولوی حفیظ
وکیل کے پاس بیحد متخاصمین جا دیا خود بھی ٹھاٹھ سے زندگی گذران
کرتے رہے۔ دونوں تائید نہیں معلوم ہوتے تھے بلکہ اپنے اپنے کمائی
پر منشی عبدالکریم صاحب بنے رہے اور منشی میر لکھنؤ والے نواب کی
فش کی زندگی گذار گئے ان لوگوں کو اچھی صحبت میں بڑے بڑے
لوگوں سے سامنا ہوا سلیقہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ایک نے انگریزیت کو
پسند کیا دوسرے نے ہندوستانیت پسند کیا۔ منشی عبدالکریم کے
خاکہ پر محمد خلیل مختار ٹھیک چل رہے ہیں وہی انداز ہے وہی ترکیب
اون کی قرابت دار بھی ہیں اوسی تائیدی کے وقت میں عبدالکریم نے
مختار کاری پاس کر لیا تھوڑی بہت انگریزی بھی بقدر ضرورت
بولنے لگے پھر تو طوطی بولنے لگا ابھی تک تو اوس کمائی اور اوس
ٹھاٹھ کا کوئی مختار سیٹی کورٹ میں نہیں ہوا اون کی آمدنی ایک
مختار کاری سے نہیں تھی وہ تاجرانہ دماغ کے آدمی تھے جہاں
موقع ہوا پہونچ گئے کہیں پرانے اسباب خرید انقع کر کے فروخت
کر دیا کہیں گاڑی گھوڑے لئے نفع سے فروخت کیا کلکتہ گئے اسباب
قیمتی لائے فروخت کر دیا چمڑے کی تجارت کر لی دانت والوں کو
اپنے یہاں مہمان کیا اون کی ایجنسی لے لی۔ کوئی تاجر قیمتی چیزیں لایا
اوسے لیکر گھوم گئے کمیشن پر کام کیا الغرض بیحد دھنی اور گھس [illegible]

آدمی تھے کون بڑا رئیس نہ تھا جہاں یہ ممتاز طور پر نہیں ملے لوگ
ان کی قدر کرتے تھے۔ ہر کے کام میں شریک ہوکے خریداری اشیاء
میں مشیر ہر کی تقریبات میں کام کرنیکو موجود ہر ہر گوشہ سے روپیہ
کمانیکا راستہ کھلا ہوا تھا بہت کچھ کمایا خوب کھایا خوب کھلایا
کشادہ پیشانی کا خرچ تھا کنبہ پرور تھے جوادوں کے ساتھ رہا بڑے
ٹھاٹھ کی زندگی اور بہت آرام کی زندگی گذار گئے چند مکانات
بنا گئے ایک تو وہ بڑی کوٹھی ہے جس میں اوتریبل نواب
امیر حسن خاں ڈپٹی رہا کرتے تھے دوسری وہ جس میں ڈپٹی
فدا علی خاں رہتے تھے پرانی وضع کی دونوں کوٹھیاں تھیں
محلے خریدے زمین لی نئے انداز پر بنایا شارع عام پر مین روڈ پر
شاہ گنج میں دونوں یادگار موجود ہیں۔ مکان بنانیکا اچھا سلیقہ
تھا بڑے دماغ کا آدمی گذرا۔ بڑے ہوشیار۔ دوست پرست
انسان پسند ساتھ دینے والا کنبہ پرور آدمی تھے لاولد تھے
چند بیبیاں تھیں۔ بعد مرنیکے جائداد خراب ہوئی دونوں کوٹھیاں
بک گئیں۔ پچھم والی چھوٹی کوٹھی ڈاکٹر افضل خاں بہادر نے
خریدا پورب والی بڑی کوٹھی کو محبوب میاں چوہٹہ نے خریدا
ہے۔ اوس غریب کا نام و نشان جاتا رہا اگر غلطی کیا تو یہی کیا
کہ عاقبت اندیشی نہ کی رندانہ زندگی گذاری ان مکانوں کو
بطور یادگار چھوڑ جاتا تھا اولاد تو تھی نہیں جو معذوری تھی

صاحب اولاد کچھ نہیں کرسکتے فطرت دباتی ہے اولاد کے مقابلے
میں کوئی اچھا کام انجام نہیں کرسکتا مگر جو لاولد ہیں اون پر رضا کی
تقدیر کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ جو لاولد وہ بھی کوئی اچھا قومی کام
انجام نہیں ہونے دیتا مفت کا مال بے قیل و قال اور اکل
حلال لٹتا ہے برباد کیا جاتا ہے کس کی کمائی کس کے ہاتھ آئی
جن داموں آئی اون ہی داموں گئی اپنی زندگی اچھے اچھے
زمینداروں سے خوش اور رئیس کی گذار گئے بعد از سر من
کن فیکون شد شدہ باشد خواہ گئے گذرے کچھ رہا تو کیا گیا تو
کیا افسوس اون پر ہے جنہوں نے خدا کی دی ہوئی نعمت کی
قدر دانی نہ کی اور برباد کر گئے۔ مختاروں میں ایسی وقعت
اب تک کسی نے سیٹی میں حاصل نہ کی کہ کسی کے گھر سو یلین
مجسٹریٹ نے جاکر دعوت کھائی ہو۔ مسٹر جونسٹن سویلین سٹی مجسٹریٹ
نے دعوت قبول کی۔ سٹی میں دو جونسٹن رہے ایک بوڑھے جنکی میم نے
اندھوں کا اسکول بنایا۔ دوسرے جوان تھے جو ان کے مہمان ہوئے
تھے۔ راقم خود اوس کا مہتمم تھا۔ ابھی تک تو سٹی کے کسی وکیل یا
مختار یا اونریری مجسٹریٹ کو ایسا موقع راقم کے یاد میں نہیں
ملا ہے۔ صرف میر علی محمد شاد خان بہادر کے اونریری مجسٹریٹ کو
اس کا فخر ہو سکتا تھا کہ کمشنر تک اون کے گھر میں پارٹیوں میں شریک
ہوا کئے یا مولوی فضل امام خان بہادر کے یہاں شمس العلماء کا

اور انگلش سوسائٹی کا مزہ ملا اور ایک دفعہ خان بہادر شاہ محمد کمال کے
گھر میں کمشنر کی پارٹی ہوئی۔ مولوی فضل امام تو سوشل لائف اور انگلش
لائف کے ریفارمر ہوئے۔ اصل پارٹیاں وہی تھیں جہاں بے تکلف
انگریز اور ہندوستانی بلا تفرقہ خلوص سے ملتے رہے وہ باتیں ابتک تو
میسر نہیں ہوئیں ویسی پارٹیاں دیکھنے میں نہیں آئیں رسمی پارٹیاں
ہوا کیں یہ اون کا ذاتی اعزاز تھا اور اون کا اقبال تھا جس کے
دیکھنے والے اور شہر کا اکثر زندہ ہیں وہ سوسل لائف کی روح تھے
خان بہادر شاہ محمد کمال کی خان بہادری اور اون کی جوادی اور
سخاوت کا صلا تھا جو ایسا ہوا۔ خان بہادر میر علی محمد شاد کی
علمی جوہریت کی قدردانی ہو گئی۔ سینکڑوں خان بہادر اور رائے
بہادر ہیں جنکو ایسا موقع نہ مل سکا بڑے بڑے چند گھروں کا تذکرہ
بیکار ہے وہاں تو لاٹ صاحب اور گورنر نے پارٹیاں قبول کی ہیں
وہ بھی شہر بھر میں گنے ہوئے چار گھر ہیں ایک نواب ولایت علی خان بہادر
دوسرے رائے راد ھاکشن بہادر تیسرا رلئے جیلان چوتھا میر ابو سعید
خان بہادر کا تھا پھر باقی اللہ اللہ خیر صلا سارا شہر پڑا ہے بڑے
بڑے امرا گزشتہ و حال تھے مگر یہ باتیں نصیب نہ ہوئیں لاکھوں لاکھ
چندے صرف ہوئے مگر ایسا موقع نہ آیا سو لیکن بڑے بڑے ہوتے
کام کیا کرتے ہیں جب اون کی دلپزیر ذاتی وقعت آتی ہے تب
وہ کسی ہندوستانی کی عزت افزائی کے خیال سے ایسا موقع

دیتے ہیں وہ آدمیوں کو خوب جانچتے ہیں اندرونی اور بیرونی باتوں کو خوب بھانپتے ہیں اور وہ خود غرضوں اور خوشامدیوں کو خوب پہچانتے ہیں وہ صلہ خدمت دیتے ہیں ذاتی جوہر اور انسانی جوہر کے قدرداں ہیں۔ وہ دلی وقعت اوسی کی کرتے ہیں جو اون کے جانچ پڑتال میں آجاتا ہے اون کے ہاتھ میں بیحد اختیار ہیں۔ قاعدہ قانون سب ایک طرف اور کسی ایک سویلین کا ذاتی قدرداں ہو جانا ایک طرف ہے جس کو جتنا چاہیں اونچا نیچا کرکے دیکھا سکتے ہیں۔ ایک ایک خانساماؤں کو ایسا ایسا بنا گئے ہیں جو پشتہا پشت تک اون کی یادگار رہ گئی ہے بہتیروں نے اپنی نشانیاں چھوڑی ہیں عجیب عجیب ترکیب عزت افزائیاں کردیتے ہیں۔ جونسٹن صاحب کا جانا فقط مختار صاحب کی وقعت بڑھا دیتا تھا اور پبلک پر اثر ڈالدیتا تھا چنانچہ یہ فخر مختار صاحب کو تاریخی رہ گیا۔ جسے راقم بتا رہا ہے اور دوسری مثال معلوم نہیں ہوتی مولوی خلیل مختار نے اپنے یہاں بعض ہندوستانی سٹی مجسٹریٹ کو بلا لیا مگر سویلین تو ابھی مثال میں نہیں ملے اونریری مجسٹریٹوں کے یہاں تو ہندوستانی افسران رینرد ہو کر ملا کرتے ہیں سو سلام کا شاید ایک جواب ملتا ہوگا۔ راقم نے خود سب رنگ دیکھا ہے اور سینکڑوں ہوا پانی دیکھا ہے عبدالکریم مختار خوددار اتنے تھے کہ کبھی یکہ پر سوار ہوتے نہ دیکھا اور صاحب انکسار اتنے تھے کہ منشی جنت حسین اون کے ایک

غریب دوست تھے جو میر نور الحسن دندان ساز کے باپ تھے اون کا
بچھاون خود کر دیتے تھے مہمان نواز ایسے تھے کہ راقم بارہا اون کے
گھر دل بستگی کی غرض سے شب باش ہو جاتا تھا راقم کے ساتھ اکثر
غربا رہتے تھے اون کی خدمت گذاری بلا عار کرتے دیکھا۔

۱۳۲۱۔ مولوی محمد خلیل اونہیں لوگوں کے قرابتدار نوجوان
خوبصورت مختار ہیں اور سلف میڈ مین ہیں انہوں نے اپنی ترقی
آپ کیا ہے۔ اپنے خاندان میں بہترین خوش اقبال پیدا ہوئے
اپنے سوسائٹی کے لئے بے بہا نگینہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے بھائی کے
امداد سے جو کاروبار کرتے ہیں بہت جلد فروغ پا لیا آدمی
تیز اور ہوشیار اور کام کرتے کرتے تجربہ کار ہوتے جاتے ہیں
اور اچھا کچھ کما رہے ہیں اور سردست باقبال ہونہار نوجوان
ہیں مگر جوانی کی جو باتیں ہیں وہ ابھی ہیں جو رفتہ رفتہ سن پاکر
سب باتیں حد اعتدال پر آجائیں گی۔ اگر زمانہ موافق رہا تو نامور
ہو جائیں گے۔ اسی وقت حیدرآباد مختاروں میں ہیں صرف
متانت کی دیر ہے۔ ابھی جوانی کی تیزی میں بعض بعض وقت جلدی
کرتے ہیں اور دھوکہ بھی کھا جاتے ہیں۔ آدمی کے پرکھ پہچانت کے
لئے سن کی اور تجربہ کی ضرورت ہے۔ اپنی ذہانت حسب ضرورت
وقت خوب ادا کر لیتے ہیں ہر بات میں ٹھیک جواب دہ مختار کا
شائستہ آج کل ہے حضرت اعلیٰ سوسائٹی کی ضرورت کے موافق

انسان مجبور ہو جاتا ہے اچھے لوگوں سے ملتے جلتے خود بخود انسان
اپنی کمزوریوں کی اصلاح کرتا جاتا ہے۔ موکلین اور متخاصمین تو
روپیہ بنانے کی مشین ہے روپیہ ڈھالا اور نکالا بقیہ اوقات
اپنے کو سنبھالا انہوں نے بھی اپنی کمائی سے بڑا معیاری مکان بنا رکھا
ہے رفتار و روش سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سلیقہ و شوق دونوں
صاحبی ٹھاٹھ کا ہے وہی لباس ہے۔ ہنوز مذہبی رنگ آنا باقی
ہے۔ وہ جوانی کے بعد اور دنیا کے سردی و گرمی محسوس ہونے کے
بعد خود ہر نوجوان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ یہ ترقی
پذیر ہوں گے اور عبدالکریم مذکور کے خاکہ پر چلیں گے۔ اور
کچھ نام چھوڑیں گے۔ آیندہ مواقعات پر منحصر ہیں۔ مواقعات
ان کے موافق ہیں۔

۱۱۴۔ مولوی شمس الہدیٰ۔ بہار کے علاقہ
ڈمراؤں کے رہنے والے وکیل ہیں پہلے مختار کاری کرتے رہے
اب وکالت کرتے ہیں۔ جوان ہیں رند مشرب ہیں خوش اخلاق
ہیں محنتی ہیں چند روز کے اندر انہوں نے اپنے کو سلف سپورٹ
کر لیا ہے۔ مغلپورہ میں کرایہ کے عمدہ پختہ مکان میں رہتے ہیں
سمجھ اچھی ہے مزاج شری نہیں ہے سہولت پسند فطرت ہے
ابھی جونیر ہیں اچھا کما رہے ہیں اچھا کام کرتے ہیں۔ مختار و وکیل
سے جو فرق ہونا چاہیئے وہ پیدا ہو رہا ہے مختاروں کے

ساتھ کام کرتے کرتے وہ سہولیت پیدا نہو سکے گی جو ایک وکیل کو بزور قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ قانونی پوائنٹس کو پکڑ لینا چاہتے ہیں اور فضولیات سے بچنا چاہتے ہیں۔ مختاروں کو خوب چلا کر بولنا اور دیر تک جرح کرنا اور غیر ضروری باتوں میں گواہوں کو الجھانا اور بلند آوازی سے کام کرنا اون کے خیال میں متخاصمین پر اپنے محبت و وقعت جتانا ہے۔ سچے ہوئے پرانے مختار بھی اس کو عیب جانتے ہیں اور وکلا کے تعلیم و تہذیب ان باتوں کو معیوب جانتی ہے۔ بلند آواز سے بولنے کو بدتہذیبی جانتے ہیں۔ طول جرح کو ناقابلیت سمجھتے ہیں۔ لسٹ ہیٹ کو کوئی قابل اور مہذب و ایماندار پسند نہیں کرتا۔ ان باتوں سے وکلا اپنے کو بری رکھتے ہیں۔ اون کو خودداری اور متانت لازمی ہے۔ اکثر جونیر مختاروں کی نقل بازی میں لوگ اپنا آئندہ کا نقصان اوٹھاتے ہیں۔ ضرورت مجبور کرتی ہے۔ مختار و وکیل کو دکھر جاہل کار پردازوں کے ہدایت پر چل رہتے ہیں اپنا ایکٹ دکھا رہے ہیں بظاہر متخاصمین کو خوش کر رہے ہیں مگر یہ باطن ضرر رسانی ہو جاتی ہے اور کورٹ کا رسپکٹ نہیں رکھتے۔ اس لئے کورٹ بھی ایسے تماشوں کی باتوں سے دلچسپی نہیں لیتی اور اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی۔ بیچ و بار کا لگاؤ ایسا ہے کہ مترادف ہے مگر کم تو مزاجی نکو

آزادی اس کی مخالف ہے مگر قانون ہی برتاؤ بتاتا ہے۔
وکیل صاحب چپ بیٹھے ہیں اس کا اثر جہلا پبلک پر برا پڑتا ہے
مقدمات کم ہو جاتے ہیں آمدنیاں گر جاتی ہیں سب کو قبول کر لینا
بہتر ہے۔ انسان کو اپنے پائے سے گرنا نامناسب ہے۔ قابلیت
اور مضبوط پوائنٹ نکالنے سے کامیابی ہو کر رہے گی آخر کو ٹھوس
ٹھوس رہے گا اور کھوکھلا کھوکھلا رہے گا۔ چاندی چاندی رہیگی
رو پا رو پا رہے گا۔ سونا بہت قیمتی ہوتا ہے۔ جوڑن دیا اور قیمت
گئی۔ قانونی قابلیت کا تیز خنجر مقدمہ کی جان لینے کو کافی ہے
قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

مولوی شمس الہدیٰ خوش مزاج بااخلاق ملنسار۔
صحبت یافتہ۔ قدرشناس آدمی ہیں۔ امید ہے اپنے وقت پر
کامیاب آدمی ہوں گے اب بھی ان کی آمدنی محمد رشاد
اور محمد خلیل کے مقابلے میں آرہی ہے یا آگئی ہوگی بڑی بات ہے
صاحبیت نہیں ہے طرز معاشرت آرام کی ہے۔ ہندوستانیت ہے
منتظم ہیں بہت جلد پیسے جمع ہو جائینگی اور نامور ہو کر رہیں گے۔

۱۵ — مرلی دھر مختار کا حال مفصل تو بالسلدی وارڈ
میں ہے۔ یہ تو ملوثوں پیچ میں بیشتر رہی تھے۔ سب بات میں ہوشیار
بھی تھے۔ مگر تو پانچ مجسٹریٹوں کی ماتحتی میں رہ چکے تھے۔ خود
مختار تھے مگر خود مختاری سے کام نہیں کر سکے۔ اخلاق اور اعزاز

وثسائیت کے طور پر بہت متانت اور سہولت سے کام کرنے
لگے۔ لوگ واقف تھے۔ آمدنی اچھی ہو گئی۔ دو تین ہی برس
میں اچھا کمایا مکان بنایا۔ پچاس کے اندر ہی مر گئے پھر
کیا ہوا خبر نہیں۔

۱۶۔ مہابیر پرشاد مختار بہت پرانے روش
اور انداز کے تھے۔ اقبال بھو اشنا تھی مختاروں میں رہ گئے
اردو فارسی کی قابلیت بہت اچھی تھی قابل آدمی تھے
خیالات پاکیزہ اور مذہبی مگر تقدیر عمر بھر گندی رہی ان کی زندگی
بوجہ غربت ایسی گندی کہ ان کا کچہری جانا اور مختاروں کیلئے
السنت تھا کرنا غریب بے قصور تھے ایقدر گذران کچھ ہوتا
تھا وہ اچھے خاندان کے تھے اون کی قرابت داریاں بڑے
بڑے خاندانوں سے تھیں زیادہ حال نہیں تھا۔

۱۷۔ بابو کیول کشن راقم کے محلہ کے رہنے
والے منشی پیارے لال کے نواسے منشی کشن لال کے پوتے۔ منشی مہادیو
لال کار [illegible] کے بھائی ہیں [illegible] سکول میں پڑھے غدر میں
ہے مختار ہوئے پرانے خاندان کے آدمی ہیں [illegible] خاندان کے
تھے خاندان کی جائداد [illegible] گیا ان کی شادی
تک [illegible] بیمار ہو گئے آمدنی کم ہو گئی
تھا [illegible] پیشہ کر لیا ہے تاہم کمائی

بہت اچھی ہے آدمی منتظم ہیں اپنی زندگی کو آرام سے نہیں گذارتے تقدیری بات ہے۔ کوئی وارث نہیں ہے۔ راقم کے بڑے لڑکے کے مکان میں کرایہ دار ہیں۔ بہت مختصر زندگی گذارتے ہیں مفصل حال لودی کٹرہ میں ہمراہ سکن لال ہے

۱۸ـــــــ مولوی محمود شیر وکیل ساکن رانی پور

ولد احمد شیر بارسٹر ولد بھائی علی شیر ولد میر محبوب شیر مرحوم تو راقم کے پھوپھو زاد بھائی کے پوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ تو بخاندان مولوی شیر علی مرحوم رانی پور میں ملے گا۔ چند دن سے جونیر وکیل کی حیثیت سے سٹی میں کام کرتے ہیں اور احرار پارٹی کے حامی ہیں اور اخباری دنیا میں قدم بڑھائے ہوئے ہیں آدمی قابل ہیں اور آئندہ نام و نمود والے ہوں گے اس کا شوق ہے۔ آمدنی کم کی کافی ہے۔ تعلیم اچھی ہوئی ہے۔ موجودہ زمانے کے ہوا کا اثر زیادہ ہے تن کو سپر شیر کے حیثیت تو نہیں ہے ورنہ وکالت ہی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مبدلہ صورت میں قوم پرست ہیں اس قسم کے کام میں دقت زیادہ صرف ہوتا ہے بہت خود مختار آزاد خیال کے آمدنی والے آدمی ہیں۔ پوائنٹس اچھا نکالتے ہیں اور اچھا کام کرتے ہیں پبلک لائف کا شوق ہے یک رخ ہو کر نوجوانوں کیلئے اور کما لینے والوں کیلئے رہنا اچھا ہے۔ جونیر وکیل کے لئے اخباری دنیا اشاعت کو تو اچھی چیز ہے مگر پیشہ کے لئے اکثر مضر ہوتی ہے۔ پبلک لائف کا

جن کو شوق ہوا ان کو پنپتے کم دیکھا - زیادہ تر گھر کی دولت بھی
بگڑتے ہی دیکھا - قومی حیثیت سے جس نے دولت صرف کیا ان کے
خاندان والوں کو صرف معافی کم ہوا کی ایسے اصراف بہ مجبوری
کرلئے ہوا کئے ان کو قیام نہیں ہوتا جو کام خلوص اور رقت کے
دائرہ میں ہوا کرتا ہے اس میں اخلاص اور للہیت کی برکت
ہوا کرتی ہے - پبلک میں اب تک یہ احساس ہوا ہے وہ ہوا بندق
ہے جس کا تجربہ اکثر موقعوں پر ان کو خود بھی ہوتا جاتا ہوگا -
یہاں کی پبلک نہ کبھی قدردان تھی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے یہ ہمیشہ تو
کی عادی ہے جدھر کی ہوا چلی پیٹھ اڑ دیا رخ پر زوردار ہوا آئی منہ
پھر گیا - جانچ کے وقت حضرت مسلم کی مقتدیوں کی طرح صف کی
صف خالی پائی جاتی ہے - سیکڑوں مثالیں نظر کے سامنے گذر گئیں
ہیں ہزاروں کمیٹیاں ہوئیں سوڈا واٹر کی بوتل بڑے شان سے ویسے
کھلی ویسے ختم ہوا ہو گئی - ناکامیابیاں ہر کام میں دیکھتا آیا کام کرنے
والے جوش میں اٹھا کئے - ناکامیوں نے لوگوں کا جی چھوڑا چھوڑا
دیا آخر کار کارندہ خود جدا ہو کر چپ بیٹھ گئے اخباری دنیا کا
سفر ضرور ہو جاتا ہے جو رقیوں میں کبھی کبھی مل جاتا ہے ہم اردو
میٹنگ کے روز دوش کبھی کبھی کاغذوں میں بڑی تلاش سے
ملیں گے - برتی ہوئی باتوں کا اور اصلاحی باتوں کا وجود مشکل
ملتا ہے کرنے کو جس کا جو جی چاہے کرے اور کرکے دیکھا جائے

ابھی ہم لوگوں میں بالخصوص مسلمانوں میں استقلالی کیفیت
نمایاں نہیں ہوئی ہے نہ چندے اس کی امید ہو سکتی ہے۔ ابھی
مدتوں مشیت کے افضال کا انتظار کرنا پڑے گا۔ آزادی کی ہوا
بہی ہوئی ہے کرنٹ کے خلاف کوئی جانا بھی چاہے تو ہواؤں کے
تھپیڑے ٹھیلے جاتے ہیں اور قدم آگے بڑھائے جاتے ہیں مال کار
کچھ نہیں نکل سکتا ناکامیابی کی ہوا بہت ہلکے سے اس زور سے پیچھے
ہٹاتی جاتی ہے کہ وہ ہوا محسوس بھی نہیں ہوتی اور ساری کوشش
اور محنت تماک میں مل جاتی ہیں۔ جاہلوں کے ابھرتے ہوئے
خیالوں کی مخالفت کرنا خود بیوقوف بننا ہے کون سنتا ہے کہاں کی
میری اور وہ بھی زبانی میری بہتر ہے کہ زمانے کے رخ پر چھوڑ
دیا جائے۔ زمانہ خود اپنی چالوں سے شدنی کو سامنے لاکر آخری
نتیجہ دکھاتا جائیگا اور وہی بہترین اصلاح بتلائیگا۔

۱۹ مولوی مجید صاحب ولد سید محمد امیر
ولد میر محمد کلیم مرحوم کالو خاں کے باغ کے رہنے والے جونیر وکیل ہیں
ان کا تذکرہ ان کے دادا کے ساتھ ملے گا۔ چند روز سے سٹی میں
کام کرتے ہیں۔ بی اے کے بعد جو پاس کرے گا وہ قابل تو ضرور
ہوتا ہے۔ عملی تجربہ حاصل کرنا بھی ضروری ہے قابلیت اور چیز
ہے اور تجربہ اور چیز ہے۔ عملی حصہ تو بغیر کیے اور دیکھے اور مشق کے
کسی کام میں قابلیت کے زور سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ قابل آدمی

قابل آدمی جس کام کو ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے دوبارہ اوسے
دقت نہیں ہوتی۔ اس قیافہ کے آدمی خوش تحریر ضرور ہوا
کرتے ہیں۔ چند روز بعد ان کی تحریر زیادہ دار ہوگی اور انہیں
ٹھوس لیاقت تمامی پیدا ہو جائیگی۔ خیالی طاقت ان کی
تیز معلوم ہوتی ہے۔ یتیم خانہ کے سکریٹری بھی ہیں۔ انتظامی
دماغ اچھا ہے۔ آیندہ اُمید ہے کہ مفید آدمی ہو جائیں گے
بردباری فطرت میں موجود ہے اور متحمل آدمی ہیں۔ ایثار کا
مادہ بھی دیکھتا ہوں اگر خانگی الجھنوں سے فرصت ملی تو اپنے
پیشہ میں ترقی یافتہ ہو جائیں گے مواقعات کی ضرورت ہے۔

۳۰- سید محمد کلیم ولد میر محبوب صاحب

ایک بیس کلاس کے متمول آدمی ہیں اور ہم لوگوں کے برادری
کے ہیں بست شاہ اقبال کے قریب تر رشتہ دار ہیں۔ ان کا
مفصل حال حافظ احمد رضا خاں۔ گمند رنواز جنگ کے ساتھ
ملے گا۔ ان کے تعلقات اچھا و تجربہ سے بھی ہیں گھر کی دولت
کافی ہے چند بھائی ہیں ایک بار سٹر ہیں دوسرے وکیل ہیں صاحب
موٹر ہیں وکالت کے لئے اعلیٰ ہیں لاافی جیز ہے وہ ہر طرح سے
اگر پیشہ کی طرف راغب ہوں تو ترقی پذیر ہو جائیں گے۔ اگر اس کے لئے
[illegible] حقیقت حاصل

اور سخت محنت کی زندگی گذارتا اور اپنے اوقات کا پابند ہونا اور خوش نام صحبت رکھنا لازمی بات ہے اور رنگیانہ زندگی اس پیشہ کے لئے مضر و مخالف ہے انداز ہے کہ پختہ کاری کے بعد بہت نام ہوا اچھا کام کریں گے صلاحیت موجود ہے اخلاقی حالت بہت اچھی ہے بے تکلف بہت ہیں جوانوں کے شان تو سن کا تقاضا ہے۔ سن آجائیگا مواقعات بتاتے جائیں گے۔ جوانیت کم ہوگی ناسوتیت بڑھے گی۔ مذہبی خیال اچھے ہیں۔ وکالت کے لئے جو مادہ بولنے کا چاہئے وہ ہے

۲۱ مولوی جلیل صاحب

اسی شہر کے اندر رہتے ہیں۔ ڈاکٹر عظیم کے خاندان سے تعلقات رکھتے ہیں آدمی ہوشیار اور تیز ہیں چند روز سے سٹی میں کام کرتے ہیں۔ صاحب ٹھاٹھ کے آدمی ہیں بقدر گذران کما لیتے ہیں، سینیر ہو کر امید ہے ترقی پذیر ہو جائیں گے ان میں ملنساری کا مادہ ہے جو وکالت کے لئے لازمی ہے۔

۲۲ بابو رام کشن لال

مصلح پور کے رہنے والے ہیں مختارکاری کا کام چند برسوں سے کرتے ہیں سدھارن طور پر ان کو روزی مل جاتی ہے۔ سٹی کا کوئی مختار ایسا نہیں جسے کچھ نہ ملتا ہو

سب کے سب حسب مقدر کما لیتے ہیں بستی کی مختار کاری یا
قانونی پیشہ کی حیثیت سے کام کرنا لیاقت ذاتی پر منحصر نہیں
ہے۔ سارا شہر دلالوں کے ہاتھ میں ہے اور تائیدوں کے
اختیار میں ہے جدھر زیادہ دلال ہیں اونہیں کو مقدمات
زیادہ ملتے ہیں دلالان متخاصمین کو اپنے پنجہ میں لے رکھتے
ہیں۔ جس وکیل و مختار سے ان کو فائدہ پہونچ جاتا ہے اوس کے
یہاں مرجوعہ زیادہ کر دیتے ہیں گو ٹوٹ بل کے ذریعہ سے
بہت سختی کی گئی مگر شہر میں یہ دستور مدتوں سے چلا ہوا
روک تھام نہیں ہو سکتی بہتیرے تو ایسے ہیں جو جھوٹے
مقدمات اب تک دائر کراتے رہتے ہیں اور خریدے ہوئے
گواہ سے ثابت کرا دیتے ہیں پچاسوں آدمی کا روزگار
اسی پر ہے۔

۳۳ سرکھ تنزل یا ۔ یہ پہلے متو سیلیہ [?]
میں ٹیکس دار وغیرہ تھے ہوشیار اور متین ذہین جہاں
دیدہ ہیں اور سردی و گرمی زمانہ دیکھے ہوئے ہیں سن دار
آدمی ہیں اندازہ آنہ جانچے ہوئے ہیں سعدھا [?] رفتار طریقہ
پر چل رہے ہیں اور اچھا کما رہے ہیں مکانات وغیرہ بھی
اچھا بنا لیا ہے اور اوسط بستی کے آدمی ہوگئے ہیں
اب تو نئے نئے مختار وکیل بار سٹر روز روز آتے ہیں اور

جاتے ہیں۔ اونچے سے اونچا اور مشاق سے مشاق اور چھوٹے سے چھوٹا نوسکھ بھی سٹی کورٹ میں کام کر جاتے ہیں ان میں متانت اور سہولیت پسندی ہے اور حاکموں کا رخ خوب پہچانتے ہیں ان میں نمائیشی مادہ بالکل نہیں ہے مذہبی مزاج میں بہت ہے یہ نہ بہت بڑھیں گے نہ کم ہوں گے سیدھا چال کے آدمی ہیں۔ پٹی بیٹھی دی میں مکان ہے بابو گوبرچرن پرانے مشہور وکیل کے تلق ہیں پرانے خاندان کے آدمی ہیں یہی وجہ ہے کہ مزاج میں اوچھاپن نہیں ہے۔

۲۴ قمرالدین بلیجی

مولوی شرف الدین وکیل ساکن دوندی بازار

علاقہ چوک وارڈ کے لڑکے اور ہم لوگوں کے اور رائے پورہ والوں اور غریبی چک اور رکریا سائیں وغیرہ نہ بہاتوں میں برادری رکھنے والے تھے مو۔ز خاندان کے آدمی تھے حکام بھی قدر کرتے تھے آدمی تیز تھے۔کومن سنس اچھا تھا قانون میں زیادہ درک نہ تھا ذہانت سے اپنا کام نکال لیتے تھے پچاس کے اندر ہی مر گئے اچھا کما رہے تھے۔ ان کا مکان متصل چوک وارڈ میں موجود ہے۔ بلیجیوں ہر احتیاجات چاہئے وہ موجود تھی ان کی اولاد ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ میں ملازم ہے ——

۲۵۔ **محمود علی خان** لاڈلے صاحب مختار کے لڑکے ہیں انہوں نے بھی مختار کاری پاس کر لیا ہے اپنے والد کے جانشینی کا قصد رکھتے ہیں۔ لاڈلے صاحب مرحوم کے وقت میں یہ ہوتا تو خوش ہوتے ابھی ان کا کام دیکھا نہیں ہے اسلئے کوئی رائے یا کوئی بات لکھی نہیں جا سکتی ان کے والد کے وقت کے لوگ لگے لگائے موجود ہیں امید ہے کہ مختار کاری چل جائیگی ذہانت تو سب لڑکوں میں تھی مگر مورث کے وقت میں کسی کو گھر کی فکر نہیں ہوتی جب اپنے سر پڑتی ہے تو روزی کی راہیں ڈھونڈنی پڑتی ہیں۔ لاڈلے صاحب بہت کمائے جائداد نہیں بنا سکے اخراجات کثیر تھے محمود علی خاں کو پڑھ میں ملازم تھے۔

۲۶۔ **مولوی عظیم الدین** بہار ساکن مرداد ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی کا حال قابل الذکر ہے یہ پرانے حکاموں کے ساتھ بہت رہے آخر وقت میں سیشن کورٹ میں سررشتہ دار ہو کر آئے تھے کام کے بہت سخت اور بوجہ واقفیت اور پرانے ہونے کے سررشتہ پر حاوی اور ذہین خفیان رہے۔ ان کا اصول رہا کہ اپنے افسر کا خانگی کام غلامانہ بیتے ڈیوٹی کے روز کیا کرتے تھے اس سے حکام مشکور ہو کر ان کی مانتے لگتے تھے ایک بوڑھے تجربہ کار اور نوجوان سے بھی

فرق ہوتا ہے کہ بوڑھا زمانہ دیدہ ہوتا ہے بڑوں کو بھی
سنبھال لیتا ہے اور جوان آزادی اور جوانی کی اینٹھ
میں افسروں کو راضی نہیں رکھ سکتا اسلئے افسر و ماتحت
اپنے اپنی ڈیوٹی ادا کرتے ہیں خلوص پیدا نہیں ہوتا ایک
بوڑھا جو کام نکال لیتا ہے جوان سے نہیں ہو سکتا ایک
جوان جسقدر محنت سے کام نکال لیتا ہے بوڑھے کے
قوی مقابل نہیں ہوتے دیتے مگر تجربہ میں فرق ہوتا ہے
تجربہ کار جس کام کو جسقدر جلدی کرتا ہے جوان ہزار محنتی
ہو اوتنا جلد انجام نہیں کر سکتا۔ مولوی صاحب مذہبی آدمی
تھے اور شاہ صاحب اور حکیم بھی تھے۔ جھاڑ پھونک بھی
کرتے تھے وضع بھی بہت سادی رہایش ایسی رکھا کہ کوکر
میں پکاتے کھاتے رہے اور سر رشتہ کے ایک کوٹھری میں گذر
کر لیا۔ ان کو فٹ فاٹ کا شوق نہیں تھا فقیرانہ زندگی
گذارتے رہے۔ ان کی سادگی کا رعب سب پر تھا مذہبی
ہونیکے وجہ کر اپنے مشاہرہ ہی کے اندر گذران کرتے رہے
بے لوث رہے آزاد رہے غیر جانبدار رہے کسی کی پرواہ
اور خاطر داشت نہ کی اسلئے سخت آدمی مشہور تھے
ماتحت راضی نہ تھے افسران البتہ راضی رہا کئے روزمرہ
مولود کرتے رہتے روزہ نماز کے پابند ذکر شغل حسب عقائد

خود ادا کرتے رہے۔ پنشن پاکر گھر رہتے ہیں گھر پر مکان
اچھا حیثیت اچھی ہے اخلاق اچھا ہے مستقل مزاج ہیں
وضع کے پختہ ہیں خوش گپ بھی ہیں ان کے پاس بیٹھئے تو
جلدی جدا ہونیکو جی نہیں چاہتا۔ اب بہار میں نوکر ہو گئے ہیں

۲۷ منشی عبدالحکیم ولد منشی ہدایت حسین

گول گھر بانکی پور کے پاس حسین گنج اڑڈہ کے رہنے والے
ہیں۔ شاہ عزیز الدین پھلواری ولد شاہ امین الدین اور
منشی محمد حنیف مختار خان بہادر ڈاکٹر اصدر علی کے سالے ہیں
مدتوں سرشتہ دار رہے یہ بلا کے ہوشیار اور پرانے
تجربہ کار ہیں متفرق حیثیتوں میں رہ چکے ہیں بہتیرے کلکٹر کے
ساتھ پیشکاری میں کام کیا ہے۔ جب خان بہادر حامد ساکن
رانچی یہاں سٹی مجسٹریٹ تھے اور مولوی فضل الرحمن سب ڈپٹی
تھے دو مسلمان افسر اور پورا سرشتہ غیر اقوام سے بھرا ہوا
تھا۔ ۳۲ دانت کے بیچ میں مثل ایک زبان کے یہ سرشتہ دار
ہو کر آئے کچھ سختی سے سرشتہ کا کام دیکھنے لگے۔ سارا
سرشتہ تو ایک تھا۔ نظارت سے کچھ روپئے غائب تھے
کچھ مثل نامرتب تھی غلطیاں پکڑی گئیں رپورٹ ہوا
ایسے مواقعات آئے کہ صدر سے مقدمہ خلاف ہوا اور رپورٹ

اور نوٹ دہندہ بیٹھے سارا مقدمہ اولٹ کر ان پر آ پڑا ہو گیا سارا
سر رشتہ ایک طرف ہو گیا اور یہ بیٹے پھنسے مگر افسروں پر الزامات
آ جاتے تھے یہ بڑی خیریت تھی ہائی کورٹ تک مقدمہ گیا ڈاکٹر کلکٹر نے ان کا
ساتھ دیا گورنمنٹ کے بہت روپے صرف ہوئے آخرکار تنخواہ کی سزا
ہوئی بہتیرے موقوف ہو گئے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر موقع
پر تقلیل کو تکثیر والے نیست و نابود کر دینے کا ارادہ فطرتی طور پر رکھتے ہیں
اپنے کثرت پر شکر نہیں کرتے خوش نہیں ہوتے اس کثرت پر بھی اگر
ایک نام گنانے والا کہیں ہوتا ہے وہ رقابت بلکہ ایک وجود
بھی پسند نہیں کر سکتے دنیا میں کتنے فیلنگ بدلی ہے کیسی بخریت
پھیلتی جاتی ہے انصاف کا کیسا خون ہوتا جا رہا ہے۔ کیسا
تعصب بڑھا ہے تعلیم کا اثر اولٹا دیکھتے ہیں انصاف
اوڑا جا رہا ہے اس کا آخری حد کیا ہو گا۔ چند برس پیشتر
تک بلا تفرقہ بلا خیال و لحاظ تفرقہ قومی کس طرح یہ سارا
کام چلتا رہا۔ راقم خود ایک یونیورسل خیال کا آدمی ہے۔ ملکی اور قومی ترقی تو
یونیورسل خیال والوں نے کی ہے کوتہ خیالی تنگ اور گروہ دونوں کے ترقی کو
روکتی ہے۔ گندہ خیالی ہے کوتہ نظری سے وسیع الدماغی
والا کام نہیں ہو سکتا۔ تفرقہ انداز نفرت مآب اصول بھی
اگر کوئی اصول ہے اسکو سوریلٹی نہیں بول سکتے ہیں تعلیم کا
اثر دنیا کے دماغی وسعت کو وسیع کرنا چاہتا ہے نہ کہ دائرہ

مذہب اپنے کو تہ کرتا چلا جائے انسان کوئی بھی مذہب رکھتا ہو
یہ اوس کا دینی راستہ ہے۔ دنیاوی کاموں میں مذہب
کو درمیان میں دیکر عداوت کی ضرورت کیا ہے۔ دنیاوی
کاموں میں تو انجام کار ہونیکی ضرورت کو دیکھنا ہی کافی ہے
ادائے رسومات مذہبی میں بھی آزادیاں ہیں۔ تہذیب انسا
نیت کا خیال رکھتے ہوئے بلا ضرر رسانی ہر ایک دوسرے کے
دل شکنی کا لحاظ کرتے ہوئے اگر اپنا اپنا اصول برتتا ہے تو پھر
ایک دوسرے کو کیا سروکار ہو سکتا ہے عیسیٰ بدین خود موسیٰ
بدین خود ہے۔ چھیڑ چھاڑ تو جہالت کا شعار ہے، مگر اب تو ہر گروہ
کے پڑھے لکھے لوگ تفرقہ انداز ہوا کرتے ہیں۔ سارا جھگڑا
فساد تو اب یہی خود پھیلاتے ہیں جاہل کدھر جائیں کیا کریں
ہر گروہ پر یہ غور کیا جائے ایک جماعت نے ایک فتویٰ دیا
نہیں ماننے والیکو مرتد کافر کہکر خدا سے جدا کر دیا۔ دوسری
جماعت نے پہلے کو دھکا دیدیا اور ہٹا دیا۔ دوسرا فتویٰ
لکھا کہ اوس راہ پر جو جاوے گا خدا سے جدا کیا جائیگا۔ کافر ہوگا
مرتد ہوگا ملعون ہوگا۔ الغرض جو کچھ نہ ہونا تھا ہوگیا۔ تیسرے
نے ان دونوں راستوں کو رد کیا۔ اذیں قبیل ان گنتی راستے

ہوگئے مگر سب اصلیت اور حقانیت سے جدا کرنیوالے
ملے۔ جس راہ پر گئے کفر والحاد رکھا ہے۔ جنت کی راہ بند اور
دوزخ کی راہ کھلی ملتی ہے۔ اب گویا خدا کی راہ بند ہو گئی
اور سارا انتظام دین بھی دنیا والوں نے اپنے ہاتھوں لے لیا
دین کے اتیجاج بھی لوگ ہو گئے۔ آپ ہی لوگ انصاف کیجئے
جہلا، غربا یا راقم جیسا ناواقف کس جماعت کا شریک ہو
جو ان الزامات کفر و ضلالت سے بچے اور سیدھا راستہ
ملے۔ لامذہبی بھی تو سیدھی راہ نہیں ہے۔ سدھی ہوں تو
گوہ غلیظ کھائیں جب جاکر پتر ہوں۔ شراب خوری۔ اور حرام
خوری کریں۔ جب کہ کسی مذہب میں داخل ہوں آدمی کدھر
جائے کیا کرے کوئی دھرم تو رکھنا لازمی ہے۔ جس دھرم کو اختیار
کرنا چاہتا ہوں کو دھرمی ہوتا ہوں ایک خدا تو مل ہی نہیں
رہا ہے سینکڑوں خداؤں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ یا خدائے اصلی
تو ہی بتا کس خدا کو پوجوں پتھر پوجوں۔ ہوا پوجوں۔ پانی پوجوں۔ آگ
پوجوں۔ آکاس پوجوں۔ پتاس پوجوں۔ آفتاب پوجوں۔
ماہتاب پوجوں۔ ستارے پوجوں۔ سمندر پوجوں۔ آخر
پرستش کا کون سا شائبہ۔ کون سا سامان۔ کون سا طریقہ

اختیار کیا جائے یا پرستش ہی چھوڑ دی جائے اور آزاد
زندگی بسر کیجائے تو کس قاعدے سے دنیا چلائی جائے
اور بیوہار تہوار کیا جائے کوئی اجتماعی طریقہ اور قوت ہی تو
انسانوں نے جاری نہیں کیا جو بلا اختلاف ہو تو پھر کیا کیا جائے
ان الجھنوں میں مروں اگر مر بھی جاؤں تو گڑوں سڑوں
جلوں یا جانوروں کی غذا بنوں۔ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔
خود تو کر سکوں گا جس کے پالے لاش پڑے گی اوس کو تو کرنا ہی
پڑے گا۔ آخر اپنا کیا حشر ہوگا۔ یہاں تو اپنی جبر یعنی ... مذہب کے
جھگڑے اور آپس کے اختلاف نے آدمیوں کا دماغ چکر میں ڈال دیا
اور پارٹی فیلنگ بڑھا دی ہے اونہیں ایک سے علیحدہ
ہونا پڑے گا یا اوس کے تلاش چھوڑ دی جائے۔ دنیا میں جس
بات سے آرام ہو وہ کیا جائے اور جس کو اپنا جی چاہے وہی
پورا کیا جائے۔ دنیا چاہے کدھر ہی جائے یا دنیا ترک کی جائے
اور کسی ایک دین کا راستہ اختیار کیا جائے جو صرف کتابی
ہو اور آسمانی تعلیم ہو پھر کسی کے فتوی کی پروا نہ کیجائے۔ مگر
اسکے لئے علمی لیاقت کی ضرورت ہے جو سب کو میسر نہیں ہے
جو آسمانی کتاب جس زبان میں ہے۔ سب زبانوں پر قدرت

حاصل کی جائے پھر سب کو ملا کر اپنی تحقیقات پر اپنا مذہب قرار
دیا جائے۔ اتنی حیات کہاں اس کا موقع کہاں ایسے جھگڑیلے
مسئلہ کے فیصل کرنے کا بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ رواسم کو مذہب
قرار دیا جائے آبائی اصول پہ جو ہوتا آتا ہے پابندی کرتے
رہو۔ اور اپنے پرکھوں کے ساتھ اپنا حشر قبول کر لو اور کسی کی
نہ سنو۔ اندھے بنکر آبائی مذہب کے نہیں بلکہ آبائی رواسم
کے پابند ہو کر مر جاؤ۔ بس سارا قصہ پاک ہے۔ یا سب سے
جدا ہو کر کھاؤ پیو مزہ کرو جو ہونا ہو گا ہو کر رہے گا نہ غم دزد
نہ غم کالا۔ یا تیسرا راستہ اختیار کیا جائے۔ یعنی قدرت پر
توجہ کرتے ہوئے خیالی تعلیم پاتے ہوئے بودھ کی طرح فلاسفروں
کے طرح خالق کو پہچانئے اور آنکھ کان اور تمام محسوسات کو
بیکار کر کے روحانی فیضان پر اکتفا کیا جائے۔ اور کچھ بھی تعرض
مخلوق پہ توجہ نہ فرمائی جائے۔ خالق کے بھروسہ پر رہئے
اور اور اپنی جذبات کے مطابق اپنے خالق ہی کا پوجا
پرستش کیجئے۔ اور اس کے مخلوق کی قدردانی کیجئے۔ یہی ایک
صورت بعینہٖ چین کی دکھلا دیتی ہے نہ کسی کی برائی سے مطلب
نہ کسی کی بھلائی سے غرض۔ خود سے جو ہو سکے نفع پہنچائے جائیے

دامے۔ درمے۔ قلمے۔ قدمے۔ سخنے۔ نفع رسانی خلائق پر اپنی
جان و مال عافیت کو قربان کر دیجئے مگر کسی سیاسی اور مذہبی قصوں
اور جھگڑوں میں اپنے کو نہ الجھائیے نہ دھوکہ بازی کا پیشہ
کیجئے امن و امان کی زندگی بسر کرنا ہی غنیمت ہے۔ انسانوں
کو آپس میں ہمدردی برتنا ہی انسانی صفت ہے۔ سب انسان
اور سب جیون جیو کی برابر قدر فرمائی۔ سب خلقت خدا کی
حرمت کیجئے۔ کہاں کے ہندو۔ کیسے مسلمان اور کدھر کے کرستان
سب ایک ہی بھگوان کا سارا سامان ہے۔ ہندی۔ جاپانی۔
ملتانی۔ خراسانی۔ تلنگستانی۔ یورپی۔ ایشیائی۔ امریکن۔ افریقی
سب بھگوان ہی کی خلقت ہے۔ دنیا کی پرتیمی بھگوانی ہے تم
بھوم کس کی ہو کہاں۔ پیدا ہوئے کہاں مرتے ہیں۔ سارا مقدمہ
صرف تعصبی تھا۔ کتنے بے انصاف نے اپنا اپنا ایمان خراب کیا
دیکھو ہائی کورٹ کا فیصلہ کس طرح کھل اوجار کرکے دکھاتا ہے
واہ رے انگریز کیا بے تعلق بے تعصب انصاف کیا کرتے ہیں
تب سلطنت کرتے ہیں۔ جب تک بے تعصب برتاؤ رہے گا سلطنت
کی ترقی ہے ہی ناتی۔ خود جنتا کوئی قوم نہیں ہو سکتی تعصب
تنزل کی ترغیب ہے اور سلطنت کا پوشیدہ دشمن ہے۔ سناتن دھرم

آزاد ہوا کرتا ہے اور ہر گروہ کی نگرانی کو اپنا فرض جانتا ہے
وہ کوتہ دماغی کرے تو سلطنت قائم نہ رہ سکے ہر گروہ بدظن
بے دل ہو جائے تو ان کی خیر اندیشی کون کرے۔ انگریزوں سے
کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر گروہ کے اندرونی دلی راز سے
خوب واقف ہو گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنا اپنا اعتبار کھو دیا ہے

۲۸ نقی قلی خاں

باڑھ کے طرف کے رہنے والے۔ جج یہ
مختار یا وکیل ہیں۔ راقم کو تحقیق نہیں ہے۔ فرحت حسین
ماسٹر محمڈن اسکول کے خویش کے بھائی ہیں۔ انداز و تہذیب
تو ہر ایک شیعہ مذہب آدمی کی لکھنؤال ہوا کرتی ہے۔ او سلیقہ
مندی لازمی ہے وہ ان میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہر آدمی میں
ایک خاص بابت جدا جدا خدا دیتا ہے۔ کوئی خدائی بنایا ہوا
انسانی پنجرہ کسی خاص صفت سے خالی نہیں ہے۔ ہر ایک
جسمانی پنجرہ میں خدائی حکم کا ایک بولتا طوطا ضرور رہتا ہے
اور طرح طرح کی بولیاں بولا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے جو دم بھر واسطے
وہی پڑھ کر سنا تا جائیگا۔ راقم نے کوئی آدمی بلا کسی خاص
بابت کے نہیں دیکھا۔ چاہے وہ صفت حمیدہ ہو یا خبیثہ

مگر ہر آدمی دنیا میں کچھ کر کے جانے والا ہوا کیا ہے۔ یا فائدہ
پہونچا گیا یا ضرر۔ راقم دعا کرتا ہے کہ ہر نوجوان سے چاہے
کسی عقیدہ کا ہو شرک نہ کراوے۔ اپنی ہی پرستش کرا کے خلق
اللہ کے ساتھ بھلائیاں کرا کر واپس بلائے۔ نہ کوئی رہا ہے نہ
رہے گا۔ دنیا والے اپنے اپنے عقائد کی تعلیم دلا کر اپنے مذہب
کی طرف کھینچتے ہیں۔ جیسے قانون پیشہ و اضعان قانون کے
اصلی مطلب کو اپنے اپنے متخاصمین کے لئے مفید بنا کر بیان
کیا کرتے ہیں اور ذہانت سے سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا
دکھلاتے ہیں وہی حال مذہب کا بھی ہے۔ واضعان قانون ہی
خوب جانتے ہوں گے کہ کس کس طرح غلط باتوں کو اپنے ٹھیک
بنایا کرتے ہیں کیا کیا معنی پیدا کیا کرتے ہیں۔ مذہب والے بھی
اصلی باتوں کی تعلیل و تفہیم و تفسیر بنا بنا کر اپنے اپنے مطلب کے
بتاتے ہیں۔ اور سینکڑوں رخنے ہر مذہب میں پیدا ہو گئے۔ موجد کا
مطلب وہ نہیں ہوتا جو سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہاں سچائی کا
مطلب ہے شرک پیدا ہونا نہیں ہے۔

۲۹ ناگیشر سہائے
ولد منشی حیدو تن لال
لائبریرین عدالت دیوانی

پیشتر۔ ساکن خزانچی روڈ۔ اب قانون پاس کرکے قانون پیشہ
ہوئے ہیں۔ ابتدا میں تو انسان اپنا زور زار دکھاتا ہی ہے
مگر جونیر ہو یا سینیر عدالت کے رخ اور مزاج کو دیکھکر کام کرنا
پڑتا ہے۔ جو لڑکر اور دباؤ ڈالکر کام کرے گا وہ ترقی پذیر
نہ ہوگا۔ اوس کا پیشہ نہیں چلے گا۔ ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

جونیر یا سینیر قانون پیشہ اگر اپنی علمیت کا دباؤ دینا چاہتا ہے
تو حکام بھی اپنی خودداری اور ردی اختیاری برتنے لگتے ہیں
جس سے متخاصمین کا بجائے نفع نقصان ہو جاتا ہے۔ ہر اقسام
سے ملنساری اور خوش دلی اور خوش زبانی اور بھروسہ سے
کام لیا جائے تو ممدوح ترتیب پر ایمان داری کے ساتھ بلا لفت
کے سب کام دیانت سے ہوا کرتا ہے نفس کی شرافت ہونے سے
فطرتاً ایمان پر اور دیانت پر ہر ایک کے نظر وضع آسکتا ہے
کوئی قانون پیشہ اگر کسی مانڈ کی شکایت کرکے بغیر کی چوری
کرتا ہے وہ سراسر غلطی ہے کوئی ایمان دار حاکم ذاتی مخاصمت
نہیں رکھتا۔ اگر انسان مشتبہ بھی ہوتا ہم اوس کی ذمہ داری

اور جواب دہی پر اپنا کام سپرد کردینا انسب ہے اور با
جا کر الفافہ ہو رہے گا عنداللہ اور عندالناس وہی حاکم
جواب دہ ہو کر رہے گا ایسی درخواستیں دینے والے دو چار
بار اگر ثابت ہو گئے تو ضرور ان کا ہمیشہ حرب کر رہے گا۔
نوجوان جونیر اپنی قابلیت کے زور میں کر تو جائیں گے
مگر ذاتی ضرر آیندہ اون کے دماغ سے پوشیدہ رہتا ہے
جو اپنے وقت پر ظاہر ہو کر رہے گا ہر حاکم کا دل ایسے آدمی
کو جھگڑالو سمجھنے لگتا ہے۔

۱۳۲ مولوی حفیظ الدین حیدر

از خاندان مولوی غنی حیدر صاحب وکیل گیا معزز خاندان کے
اور پہلوگوں کے قربت کے آدمی ہیں مولوی غنی حیدر ولد
میر تبارک حسین ساکن سکریچہ نے بہت کچھ کمایا خاندان بھر
خوندہ اور مشہور ہیں۔ مولوی ذوالفقار حیدر ایک بھائی
نے اچھی وکالت گیا میں کیا۔ یہ دونوں بھائی ریٹائر ہو گئے
مذہبی زندگی گذارتے ہیں صاحب اولاد ہیں ایک بھائی
عظیم الدین حیدر تو جو سید حسن شاہ کی املی کے داماد تھے
جوانی ہی مر گئے اون کی اولاد ہے مولوی ذوالفقار حیدر

اور مولوی غنی حیدر صاحب بھی صاحب اولاد ہیں ۔
مولوی غنی حیدر صاحب نے چند کتابیں مذہبی لکھی ہیں اور
اور دیوا میں حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ کے مزار
پر رہتے ہیں ۔ مولوی ذوالفقار حیدر گیا میں رہتے ہیں ۔
میر تبارک حسین کا خاندان مجرد مذہبی خیال کا گذرا ہے یہ ان کی
نیت کا پھل ہے باوجود وکالت اور بی اے پاس ہونیکے
اور سربرآوردہ وکالت کے صاحب جائداد و معاش رہنے
کے سب کو مذہب کا پابند دیکھا کوئی مثال ایسی نہیں ہے
جو دنیا میں ہیں پائی نہ جائے۔ انگریزی دانی پر حرف الزام
خرابی مذہب نہیں دیا جا سکتا بلکہ گھر کی تربیت کا قصور
ہے اور گارجین کی کمزوری ہے انگریزیت مذہبیت
اور قومیت اور سیاسیت بدلنے کو مجبور نہیں کرتی ہے
بلکہ صحبت بد کی خاصیت اپنا اثر دکھاتی ہے یہ صفت
تقلیدی ہے اکثر نوخیز اپنے شوق سے اعزاز کا ایک زینہ
جانتے ہیں اور ان سب باتوں کو رواج ترویج ہو گیا ہے
جس سے قومیت اور مذہبیت اور طرز معاشرت پر بڑا اثر
آ گیا اور مشرقانہ زندگی بسر ہونے لگی کچھ کیا جائے کتنا ہی
تقابل کا سامان مہیا کیا جائے مگر کالا گورا نہیں ہو سکتا

ہندوستانی پیدا ہو والا نہیں ہوگا اگر قیملی ایک دو ایسے
نکلے تو گھر میں وہی ہندوستانیت رہے گی برادری بھر
میں وہی حال رہیگا صاحبیت قوم بھر میں پیدا نہیں ہوسکتی
غربت اور مذہبیت کا جوش قومیت کا لحاظ رہے گا۔
ہندوستان کی لنگوٹی تاقیامت وتابقا ہندی قوم رہیگی
اور مسلمانوں کی میاں جیت۔ ٹرسٹیت شیخیت۔ انانیت
اور خوش خوراکیت۔ گوشت خواریت تام کی مسلمانیت قیامت
تک قائم رہے گی۔ چونکہ عقیدتاً خدا کی خدائیت کے امانتدار
ہیں جس کا محافظ خود خدا ہے۔ اور قواعد اسلام کو قیامت
تک برتنا پڑے گا اس مذہب کا محافظ خود خدا ہے اور وہی
ٹرسٹی ہو چکا ہے اوس کا معاہدہ مصدقہ رجسٹری سے زیادہ
باقاعدہ بنا تا ہے۔ کہ وہ اسلام میں خیانت نہیں کرے گا
مسلمان ہوکر رہئے پھر کوڑی کوڑی کے حقوق خدا آپ کو
دیگا رتی رتی کا حساب آپ سمجھا دیجئے اور اوس سے سمجھ لیجئے
چونکہ مسلمان خود اوس کی امانت میں خیانت کر گئے جن
چیزوں سے اوس نے بچنے کو کہا اون سب چیزوں کو ایمان
کے بکس میں بند لاکر رکھا ہے اسلئے خدا ایسے گرہٹ [illegible]
کا محافظ نہیں ہوگا۔ مگر امانت رکھے پھر اوس واپس لیجائیگا۔

گھونٹا ماں نہ وہ رہے گا نہ مخالفت کریگا جیسا ماں ویسا آل ہو کر رہے گا لوگ روتے کیوں ہیں سوتے کیوں ہیں آدمی ہوتے کیوں نہیں بکنے بہکنے بھٹکنے سے تو بہتر ہے کہ یقین اور عمل صالح پر مستعد ہو جائیں صرف مذہبیت کو اپنی جگہ پر رہنے دیں سیاسیات کے جھگڑے کو خدا کے حوالے کریں عقائد ملکات معاملات - معاشرات - عبادات - اور عادات کی درستگی کریں بس مسلمانوں کی ترقی خود بخود ہو کر رہے گی - اسلام جھگڑالو مذہب نہیں ہے یہ مدافعت کی اور اصلاح کی تدبیروں کو زیادہ مرجح رکھتا ہے یہ صبر و شکر اور حلم کو بتاتا ہے یہ محاسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے یہ عمل صالح بتاتا ہے یہ جبر ظلم یا بیہودہ پن نہیں سکھاتا ہے ہر امر ہر بات ہر موقع پر خدا ہی کو دکھائی دیتا ہے اور بڑا بڑا پھل پاتا ہے - قرآنی خبروں اور تواریخوں سے صبر و تحمل اور استقلال کا حال و نتیجہ دیکھئے اور خدائی حساب سب پر غور فرمائیے کونسا سوال ہے جو نہیں ہے کونسا موقع ہے جس کی اصلاح نہیں ہے قرآن کے خلاف کیا گڑبڑ ہوا تو طرح جواب ملا یہی تو عذاب ہوا - مرضی کے خلاف ہونا ہی سخت پریشان کن عذاب ہے -

الراقم منشی مدن گوپال سررشتہ دار عدالت

دیوانی کے بھائی ہیں اور جونیئر قانون پیشہ ہیں اور نوجوان ہیں
خدا ان کے دن میں جوانی اور سرشتہ دار صاحب کے بھائی ہونیکا
فخر نہ ڈالے ورنہ ترقی کے لئے مضر ہوگا دنیا میں جو نوجوان
اسکول چھوڑ کر قدم رکھتا ہے وہ دنیا کے چکروں سے بالکل
ناواقف رہتا ہے دنیا فوٹ بول کا میدان نہیں ہے کہ جدھر
سے بول آیا اوسے ٹھوکروں سے اوڑایا دنیا کی ہوا بدلی ہوا
بے سبدلی آئی آسمان گرد پڑ ہوا آفتاب کی مکمل روشنی دیمی
پڑ گئی بجلی کی چمک سے آنکھیں دھندھلا چوندگا ہوا معلوم
ہونے لگا بادل کی کڑک سے دل دھڑکنے لگا الغرض خدا نکرے
کوئی دنیا کی چکر میں آئے یہاں کے باشندوں کے مکروفریب میں
پڑے خدا کے غضب سے ہر سکنڈ ڈرے ہو واقعات کس کس وقت
کیسے کیسے بدلتے ہیں جب سے کوئی تازہ وارد اور تازہ قدم رکھنے والا
آگاہ نہیں ہے غضب کا قاصد غرور ہے۔ جب غرور آوے وہ
ضرور غضب کا پیش یا ویگا صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ راقم
ہر نوجوان کے لئے دعا کرتا ہے یہ منحوس قاصد خدا نکرے
کسی نوجوان کے پاس آئے۔

۳۲۲ نور محمد میاں

خلیل مختار کے بھائی نے بھی پاس کیا ہے۔

بھی کام انجام نہیں کیا ہے ان کو سہولت ہوگی ایک بھائی کا
کار پرداز ہیں دوسرے مختار ہیں امید ہے کہ محمد خلیل جیسے ہونگے
تعلیم و صحبت جیسی ہوگی انسان وہی رنگ دکھائیگا۔ راقم
کو زیادہ واقفیت نہ ہوئی۔

۳۳۔ منشی دولت رام کے دوسرے لڑکے نے بھی

مختار کاری پاس کیا ہے ابھی اونہوں نے کام آغاز نہیں کیا ہے یقینی
طور پر امید کیجاتی ہے کہ اپنے والد کے یادگار رہوں گے اور ترقی پذیر ہونگے
باپ مختار بھائی مختار لوگ واقف الحال متخاصمین جاننے والے
سب سامان مہیا ہے۔ منشی دولت رام نے اپنی روش زندگی ممدوح
رکھا ہے اور جو جس نے دیدیا لے لیا سخت گیر نہیں ہیں اوس روش کے
چلنے کا نتیجہ ضرور ترقی پذیر ہوجائیگا اس پیشے میں سخت گیری
درست پٹ آئیندہ جاگزین نہ ہو کرتی ہے بلکہ حالات سے
آگاہی ہو کر بھاگنے لگتی ہے۔ قانونی پیشہ دیانت اور متانت
محنت کا ہے کامن سنس کی اور قابلیت کی سخت ضرورت ہے
اوسپر سے روز بروز قانون کی بھرمار ہے نیا نیا قانون روز روز
[illegible] ہے [illegible] واقفیت رکھنا لازم ہے جس کو جسقدر زیادہ
[illegible] مقدمات ملنے کا ہے اوسیقدر واقفیت بڑھتی ہے

اور ضرورت آگاہی پیدا کرا دیتی ہے اس پیشہ میں صرف
قابلیت کام نہیں دیتی بلکہ تجربہ کی سخت ضرورت ہے اور
مقدر ہر پیشہ میں سب سے بڑی چیز ہے انتظام عالم کو کوئی قوت
روک نہیں سکتی دنیا واعمل خارج کا محکمہ ہے ایک گیا دوسرا
جانشین ہوا کرتا ہے یہ اون گون قیامت تک رہے گا کوئی
سلسلہ بند نہیں ہوگا دنیا میں کتنا ہی سختی کا وقت آجائے
روزی انسان کو پہونچ کر رہے گی اور جو نوشتہ تقدیر ہے
سامنے آئیگا کوئی قوت انتظام خداوندی میں دست انداز
نہیں ہو سکتی ہر کی تقدیر پوشیدہ اور پیچ طے ہوا کرتی ہے کوئی
نہیں کہہ سکتا کون کیسا ہوگا جب آدمی دنیا میں قدم رکھتا ہے
تو ایک لائحہ اچھا یا برا سر کے لئے جڑا گانہ کھلتا ہے نہ اوسے کوئی
روک سکتا ہے نہ ہٹا سکتا انسانی مزاحمت اور زمانے کی بدخو
سے پریشانیاں ہو سکتی ہیں مگر مقدرات کو کوئی بدل نہیں سکتا
تدبیر و کوشش انسانی کام ہے اور تقدیر و شدنی خدائی کام ہے
دنیا میں جب جب تبدیلیاں ہوا کی ہیں تو ساری خدائی نیست
ونابود نہیں ہوا کی کوئی کوئی جگہ ملک تخت وتاراج ہوا اونچے
نیچے ہو گئے امیر غریب ہو گئے غریب امیر ہو گئے کوئی مرا کوئی جیا
کوئی مصیبت میں گرفتار ہوا کوئی عیش کرنے لگا انتظام عالم

ہیں کوئی فرق نہیں آتا جو مشیت اور مصلحت خداوندی ہے
ہو کر رہتی ہے جب سارا دارمدار نوشتہ تقدیر ہی پہ ہے
تو اپنی کوشش کئے جانا اور قسمت پر بھروسہ کرنا اور تقدیر
پر چھوڑنا ہی آسودگی زندگی ہے جو لالچ کرے گا عمر بھر بے چین
رہے گا ہوگا وہی جو ہونے والا ہے اپنے سے کچھ نہ ہوگا۔

۳۴ کیلس صاحب

ایک بہترین سٹی مجسٹریٹ گذرے۔ یہ ہندوستانی مزاج کے آدمی تھے ہر شخص کو یہ خوش رکھتے تھے اور فائدہ بخش ثابت ہوئے گذرے۔

۳۵ سٹی میں

سب سے پہلے مولوی مقبول احمد ولد مولوی فتح حیدر اسسٹنٹ سب انسپکٹر ہو کر آئے تھے یہ ڈاکٹر صدرالحق مرحوم ساکن بنگال کے خاندان کے آدمی تھے ڈاکٹر صدرالحق کا مکان سٹی اسپتال کے ٹھیک سامنے تھا جس میں دواخانہ ڈاکٹر محمد اسحق ساکن ہزاری باغ کا تھا اور مولوی رؤف وکیل ساکن بودی کٹرہ ہمیکال مولوی شکور ولد میر الطاف علی کو خاندان ڈاکٹر محمد اسحاق سے تعلقات ہیں مقبول احمد صاحب کو والد مولوی فتح حیدر نے عالم گنج تھانہ میں ٹھیک سابق تھانہ کے دکھن

ایک بنگلہ خرید کر لیا تھا اور بہت بوڑھے ہو کر مرے زیادہ حال معلوم نہو سکا

۳۶ مولوی معین الدین ولد مولوی کریم الدین ساکن بہار شریف بھی چندروز سب ڈپٹی رہے تھے۔

۳۷ مولوی فضل الرحمن صاحب از خاندان حافظ عبد الغنی صاحب بی ام جی ساکن ملکی محلہ آرہ بھی چند برس سب ڈپٹی رہے ممدوح رہے۔

۳۸ بسنتی مادھو بابو بیکے از رئیس زادہ دربھنگہ بھی چند برس یہاں ممدوح سب ڈپٹی رہے یہ ایک وکیل کے لڑکے ہیں اور پٹنہ ہی میں تعلیم پایا تھا۔

۳۹ آجکل ڈاکٹر وارث صاحب دوندی بازار کے بھائی جی میاں کے پوتے کے خویش سب ڈپٹی کا کام انجام دے رہے ہیں اور ممدوح ہیں۔

۴۰ چندروز شیخ عبد الحمید ساکن داناپور بھی یہاں سب ڈپٹی رہے تھے اور جلد بدل گئے تھے۔

۴۱ آجکل محمد یحییٰ ساکن میتن گھاٹ محرر ہیں ہوشیار آدمی ہیں اور بڑے کارگذار ہیں

۴۲ یحییٰ بابو بہت کارگذار اور ہوشیار اور با وقار پرانے کورٹ سب انسپکٹر رہے حکام اور پبلک دونوں خوش رہے وکالت بھی پاس کر لیا ہے۔

۴۳ منشی مہتو بابو بہت نیک کوٹ سب انسپکٹر ہیں۔

۴۴ محمد کاظم مدتوں پٹنہ میں کورٹ کا کام کرتے رہے پنشن پاگئے اور پٹنہ میں اب پولس بھی نہیں رہتا ہے ضرورت ہوئی تو مدعا علیہ کو پٹنہ کو بلا لیا گیا۔ کورٹ کے منصرم کی اب ضرورت ہی نہ رہی۔ مدتوں شکور انسپکٹر منصرم بھی رہے۔

۴۵ روپلال گنگا رام رام کہار منسی۔ چھوٹو۔ جبار۔ یہ لوگ برابر چپراسی تھے۔

۴۶ آجکل پیشکار ڈسمس کر دیئے گئے تھے او ان صاحب نے موقوف کر دیا تھا پھر حکیم نجو صاحب کے عزیز نہال حسن آئے تھے بہتیرے پیشکار آتے رہے اور بدلتے رہے مدتوں محمد حنیف نامی پیشکار تھے پٹنہ کی کیا شان تھی اور کیسی تبدیلیاں ہو گئیں اس کا حال ہی جاتا ہے جس نے دیکھا ہی کیا تھا کیا ہو گیا وہ اختیار نہ وہ عزت نہ رہی وہ بات نہ رہی وہ سب حصے میں بہتر نے فضل جلا ظاہر ہو گئے

غلط نامہ

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۷	وقت	وقعت
۲	۱۱	۱	آدمی جس	آدمی کو جس
۳	۱۱	۱۲	عوام الناس لو	عوام الناس تو
۴	۱۱	۱۵	تو نفع	بے نفع
۵	۱۲	۵	سردکار رکر	سردکار رکھ کر
۶	۱۲	۱۵	ایسی	اپنا
۷	۲۷	۶	محبت	محنت
۸	۴۶	۱۵	دتا	ہوتا
۹	۴۶	۱۵	سنا جاکا	سنا جائیگا
۱۰	۴۶	۱۶	اس نکھا	نہیں دیکھا
۱۱	۵۰	۳	اور دنور	وہ دیوا
۱۲	۵۰	۱۲	سیاست	نیا سیئت
۱۳	۵۴	۱۱	چلے گا	جو چلے گا

انڈکس حصہ پیر بہو حالات قانون پیشگان

نمبر شمار	اسمائے گرامی	نمبر صفحہ	نمبر صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	نمبر صفحہ	نمبر صفحہ
	مختصر دیباچہ	۱	۲	۱۳	دے بندھو بابو مرحوم	۱۱	۱۲
۱	گوبند بابو مرحوم	۲	۲	۱۴	بابو گر پرشاد سین مرحوم	۱۲	۱۳
۲	راؤ صاحب کرشنو بابو مرحوم	۲	۳	۱۵	رائے پرتو چندر مرحوم	۱۳	۱۳
۳	فولی صاحب مرحوم	۳	۴	۱۶	بنک صاحب	۱۳	۱۴
۴	تجنلی صاحب	۴	۴	۱۷	مسٹر ولیم جیمز امام و بیگم امام صاحبان	۱۴	۱۵
۵	جون صاحب	۴	۴	۱۸	مسٹر سمیع	۱۵	۱۶
۶	صمدلین صاحب	۴	۵	۱۹	مسٹر احمد شبیر مسٹر محمد شبیر مرحوم	۱۷	۱۹
۷	جسٹس شرف الدین مرحوم	۵	۶		مولوی ظہور علی اے مرحوم		
۸	مسٹر علی امام و سید حسن امام	۶	۸	۲۰	مسٹر محمد یونس مسٹر نہال احمد مرحوم	۱۹	۲۰
۹	مسٹر مظہر الحق مرحوم	۸	۱۰	۲۱	مسٹر نصیر منصف زردیا	۲۰	۲۱
۱۰	[illegible] مرحوم	۱۰	۰	۲۲	مسٹر نجم الہدیٰ مرحوم	۲۱	۲۲
۱۱	خلیفہ بخش محمد سعید مرحوم	۱۰	۱۱	۲۳	خواجہ محی جان صمد علی مرحوم	۲۲	۲۳
۱۲	جسٹس اغد بابو	۱۱	۱۰	۲۴	خواجہ فخر الدین حسین علی مرحوم	۲۳	۲۴

نمبر	اسمائے گرامی	نمبر	نمبر	نمبر	اسمائے گرامی	نمبر	نمبر
۲۵	مولوی عبدالباری صدراعلیٰ مرحوم	۲۳	۲۴	۳۸	ڈپٹی فدا علی خاں مرحوم	۳۳	۳۵
۲۶	مولوی منعم حسین خاں جج مرحوم	۲۴	۲۴		و مولوی محمد نور خاں بہادر		
					ڈاکٹر افضل خاں بہادر		
۲۷	مولوی عبدالجبار خاں مرحوم	۲۴	۲۴				
۲۸	ڈپٹی وصیل الدین خاں مرحوم	۲۴	۲۵		ڈپٹی لیئق مرحوم و مولوی نثار علی رجسٹرار کیبار		
۲۹	نواب امیر حسن خاں مرحوم ڈپٹی	۲۵	۲۶	۳۹	مقدرا بابو ڈپٹی مرحوم	۳۵	۳۷
۳۰	ڈپٹی ابوالخیر ولد نواب عبداللطیف خاں مرحوم	۲۷	۲۹	۴۰	مسٹر محمود صدراعلی و	۳۷	۳۷
۳۱	پرکاش بابو ڈپٹی مرحوم	۲۹	۲۹		مسٹر ذکریا و شمس العلما مولوی		
۳۲	گنتھرو بابو ڈپٹی	۲۹	۲۹		محمد حسین و شمس العلما مولوی نذیر		
۳۳	منشی کالی پرشاد مرحوم	۲۹	۲۹	۴۱	مسٹر امیر و منیر گشت و شمس علما	۳۷	۳۶
	سررشتہ دار کلکٹری	۲۹	۳۰		مولانا سعید مرحوم		
۳۴	منشی دیبی پرشاد مرحوم			۴۳	گنگا دھر بابو مرحوم	۳۹	۴۰
	سررشتہ دار کلکٹر فوجداری	۲۹	۳۱	۴۳	دین بندھو بابو مرحوم	۴۰	۴۱
	و مولوی نبی سررشتہ دار مرحوم			۴۳	منشی بھوشن لبواس مرحوم	۴۰	۴۱
۳۵	ڈپٹی ذاکر حسین مرحوم	۳۱	۳۱	۴۴	میر نجف علی مرحوم	۴۱	۴۴
۳۶	ڈپٹی شیو شنکر سنگھ مرحوم	۳۰	۳۱	۴۵	شمس العلما مولوی عبدالمجید مرحوم	۴۳	۴۴
۳۷	ڈپٹی رام اوگرہ نرائن مرحوم	۳۱	۳۲	۴۶	میر عنایت حسین مرحوم	۴۴	۴۵

نمبر شمار	اسمائے گرامی	نمبر صفحہ	نمبر صفحہ	نمبر شمار	اسمائے گرامی	نمبر صفحہ	نمبر صفحہ
۷۱	خواجہ محمد اسمٰعیل	۶۵	۶۵	۸۶	مولوی عبدالصمد فیاض مرحوم	۷۲	۷۲
۷۲	مولوی نورالحسن بچو مٹہ	۶۵	۶۵	۸۷	مولوی حمیدالدین منصف مرحوم	۷۲	۷۲
۷۳	مولوی محمد حسین خاں بہادر مستعفل	۶۵	۶۵	۸۸	مولوی فرزند علی مرحوم	۷۲	۷۲
۷۴	مولوی محمد حسین اشرف پوری	۶۵	۶۶	۸۹	مولوی قمرالدین درزی ٹولہ	۷۲	۷۲
۷۵	منشی عبدالوہاب کے لڑکے	۶۶	۶۶	۹۰	نوبین بابو مرحوم بنجاندان	۷۲	۷۳
۷۵	B منشی الٰہی بخش کے لڑکے	۶۶	۶۶	،،	درگا بابو دبے جے بابو		
۷۶	مولوی حبیب الرحمٰن یوسف پور	۶۶	۶۷	۹۱	اندرو دبابو دریاپور	۷۳	۷۳
۷۷	خواجہ محمد نور جج ہائیکورٹ	۶۷	۶۷	۹۲	سن ہتو بابو	۷۴	۷۴
۷۸	جسٹس فضل علی	۶۸	۶۸	۹۳	ٹی ان بنرجی پکی باڑی	۷۴	۷۴
۷۹	مولوی منظر نتول کے لڑکے	۶۸	۶۹	۹۴	شام نرائن بابو	۷۴	۷۵
۸۰	مولوی وصی احمد پالی مرحوم	۶۹	۷۰	۹۵	بپین بابو	۷۵	۷۵
۸۱	مولوی محمود شبیر	۷۰	۷۰	۹۶	دیوکی نندن ججرہ		
۸۲	مولوی اظہار پرسائن	۷۱	۷۱	۹۷	بابو ابودھیا پرشاد نجاندان لالہ بابو	۷۵	۷۶
۸۳	مولوی خورشید حسین پالی			۹۸	گرچرن سنگھ حاجی گنج	۷۶	۸۰
۸۴	مسٹر اکبری پالی	۷۱	۷۱	۹۹	رائے نرائن پرشاد مرحوم چوک	۸۰	۸۱
۸۵	حاجی مولوی عبدالرحمٰن گلا سبزی باغ	۷۱	۷۲	۱۰۰	منشی ہرکھ لال ماسلامی	۸۰	۸۲

سنا ہو تو یہ ہی اوسکے اون چشم دید عبرت انگیز و حسرت خیز باتیں سب کبھی ہولی ہیں جو میری مدہم
اور صحتی و تحصیل تندرستی و نیز تنگ وقتی کی وجہ کر نہ چھپ سکی ورنہ اب اسکی امید ہے ذخیرہ موجود ہی
موجودہ لوگ بہترین مضامین لکھ سکتے ہیں مگر وہ اتنے پرانے زمانے کا حال چشم دید لکھنے سے معذور
رہیں گے جن واقعات کو دیکھا ہی نہیں ہے وہ کیسے قلم بند کیا جا سکے گا۔ ہمدردانہ ہو سکتا ہے خیالی باتیں
قلم بند کیجا سکتی ہیں مگر وہ نیچرل نہیں آپ لوگوں کے سامنے نہیں لائی جا سکتیں۔ راقم نے چونکہ سن بھی
اچھا پایا اور موافقات بھی ملتے جلنے کے ملتے رہے اور طبیعت کا رجحان بھی پہلے سے تھا اور قوت حافظہ
نے بھی امداد دیا ایسے اون واقعات گذشتہ کو قلم بند کر سکا البتہ اردو میں یہ تحریر نہیں ہے پرانوں کا
حال پرانے کے قلم سے پرانے زبان میں تحریر کیا گیا ہے جیسے سب پرانی باتیں قابل نفرت ہیں ویسے ہی اس
کتاب کی زبان اور اسکے اندر کی باتیں بھی قابل پسند نہ ہونگی مگر جنکو دلچسپی ہے اون کیلئے یہ بڑی عبرت خیز
کتاب ہوگی ہو سکتی ہی راہ نما ہوگی اور بڑے بڑے تاجداروں اور سپہ سالاروں اور مشہور درباروں کی ہستی
اور مستی کو دکھایئگی بڑے بڑے معزز ہونہار عہدہ دار تجار و زمیندار مقربان دربار سرکار باوقار کے عروج
و زوال اونکی مقتدر ہستی اون کے مرنیکے بعد کی بے عدد بے انداز پستی سامنے لا کر دکھائی گئی، دنیا
کے اونچ نیچ اوتار چڑھاو بتا کر انسانی بدوماغی کو سطح اصلی پر لائیگی خود دنیا کے مکر اور رفتار اور بے
ثباتی پر یقین دلائیگی اور ہر ایک نفس کو راہ راست پر لائیگی۔ ان ہی وجوہات نے راقم سے اتنی محنت کرایا
اور راقم نے بنظر ثواب جاریہ اپنا وقت صرف کیا۔ خدا کرے لوگ پڑھیں اور غور کریں جو گذشتوں کا حال جان
وہی سکے لیے یقیناً ہو کر رہیگا۔ والدعا۔

سید بشیر الحسن غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قانون پیشوں کا حال

راقم نے بڑی کوشش کی کہ پٹنہ بار لائبریری سے پرانی رجسٹر مل جائیں تو پرانے وکلا کا حال
لکھوں معزز وکلا یاں سے کہا محرر لائبریری سے کہا مگر کسی نے مدد نکیا تو جرنل کی اغراض بھی عرض
کردیا تھا کہ میں اون لوگوں کا حال شائع کردوں گا مگر اسمیں کسی کو کوئی نفع تو نہیں تھا، سینیر
جنیر وکیلوں سے کہا مگر نہ مل سکا مجبور ہو گیا جسکو دیکھنا ہو کلب کے رجسٹر سے دیکھ لیں راقم خرچ اور
محنت دونوں کرنے کو موجود تھا مگر راقم کو حس ہوا کہ اب اس صفت کا مذاق نہیں ہے ہر کس اپنی ہی
خیر منانا ہے کسی کا نام نہ ہوا تو کیا نہ ہوا تو کیا ایسا ہی حال ہائی کورٹ کے وکلا کی فہرست کا ہوا۔
حالانکہ تاریخ میں نام رہ جاتا مگر اون لوگوں کا نام اوس سررشتہ میں تو موجود ہی ہے۔ جہاں وہ
کام کرتے ہیں اسکول میں گزٹ میں ہو ہی گا۔ اسلئے کسی نے پرواہی نہ کی راقم مجبور ہو کر رہ گیا مگر پتہ بتا
دیتا ہوں کسی کو آئندہ شوق ہو تو فہرست سب کی موجود ہے جونیر سینیر سب کا نام ظاہر ہو سکتا ہے مگر
راقم اون کے خاندانی اور ذاتی مرتبہ کا حال لکھتا افسوس ہے ناکامیاب رہ گیا۔ دس پانچ پرانے

دونوں حال لکھتا ہوں جو یاد ہیں۔

گوبند بابو بڑے قانون داں بنگالی تھے گو مجید میاں خواجہ پورہ اور مولوی عبدالرحمن خواجہ پورہ ان کے تائید تھے، وہ برابر راقم کے مخالف رہے گئے مگر ان کی قابلیت قانون میں ذرا بھی شبہ نہ تھا اس وقت کے معزز وکلا ان کی قدر کرتے تھے بعض پٹنہ کے ہائی کورٹ میں وکیل ہیں مگر ب کی جگہ پر نہیں آئے ہیں گوبند تر رود مشہور ہے، بڑا مکان بنایا زمینداری حاصل کیا باغ بنایا اچھا نام نمود کر گئے بالکل فقیرانہ زندگی سادی رکھی ٹھاٹ باٹ نہ کیا جائداد چھوڑ کر مرے مجید میاں و مولوی عبدالرحمن اب انکی تائیدی کے وجہ کر خواجہ پورہ میں رعب دار ہو گئے اسامیاں پر قبضہ ہو گیا لوگ خوف کھانے لگے اس ذریعہ سے ان دونوں نے بہت فائدہ اٹھایا اب تک اوسی بنیاد پر مولوی عبدالرحمن خواجہ پورہ کی زندگی ہے گوبند بابو کے بیٹے ہائی کورٹ میں تائید ہیں گوبند بابو کا دلی عدالت دیوانی کی قابل تھا گوبند دوڑ ہی میں پر گھتر وبابو ڈپٹی رہتے تھے۔

(۲) اس وقت میں دہاکر سنو بابو بڑی گویا دکیل مشہور و معروف منتخب کیا یا اور بڑا عمدہ مکان باغ بنا گئے جو ان کی یادگار ہے زمینداری بھی خریدا تھا ان کی مکانات میں تصویریں بہت بنی ہوئی ہیں اور گھوڑوں پر کچھ تصویریں ہیں ان کی کوٹھی اک ایگزبیشن روڈ پر ہے اور مکان اون بنگالی ٹولہ میں جو پٹنہ کے ٹولہ میں ہے اوسی سڑک پر منشی بابو دیر شہر پٹنہ میونسپلٹی کا مکان تھا۔ جنہوں نے خوب حاصل کیا اور فولی صاحب بیرسٹر کی کوٹھی کے قریب بانکی پور اسٹیشن والی سڑک پر جو گوبند بابو کے باغ سے ہو کر قدم کواں ہوتی ہوئی اسٹیشن کو گئی ہے وہیں پر منی بابو نے ایک باغ و بنگلہ بھی بنایا تھا یہیں پر لے جیوتن ورمصنوط الف نے بھی باغ لگایا تھا فولی

صاحب والی کوٹھی کو مولوی سید فضل امام خان بہادر نے اپنے اہلیہ ثانیہ کے لیے بنایا تھا
بعد مرنے مولوی فضل امام خان بہادر کے فولی صاحب کے ہاتھ فروخت ہو گیا پھر جو مرنے
فولی صاحب کے اور کسی نے خرید ا ہے اوس وقت زمین بہت سستی تھی۔ اس جگہ آبادی بہت
کم تھی۔ ہندوستانی اس جگہ رہنا پسند نہیں کرتے تھے چوریوں کا خوف تھا۔ مورث تو سب
کچھ کر جاتا ہے اپنے سر پر ہزاروں آفتیں برداشت کرتا ہے۔ ورثا کس بیرحمی سے مال غنیمت
جان کر اوسے برباد کرتے ہیں۔ اور فروخت کر دیتے ہیں۔ حالت بگاڑ دیتے ہیں۔ ان
دوسروں کی خیر اندیشی میں اپنے اوپر زوال لیتا ہے۔ انسان کو بس اپنی زندگی بھر کا سامان
کرنا ہی بہتر ہے۔ بعد کو کیا ہوگا۔ مابعد والوں کی تقدیر پر چھوڑنا چاہیے جس کو جیسا موقع
آئیگا خود کرلیگا۔ قیامت تک کا سامان اور دوسروں کی تقدیر کا سامان جو اپنے ذمہ لیتا
ہے یہ غلطی ہوا کرتی ہے مفت کا جنجال اور زوال اپنے سر ہوتا ہے۔ مگر انسان کیا کرے
واقعات ایسے آجاتے ہیں کہ خاندان کی بھلائی پر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔
مفت کی مصیبت اوٹھاتا ہے۔

۳
فولی صاحب ایک جوان صالح بیرسٹر تھے بہت نیک طینت اور متین آدمی گذرے ہیں
۴۲ برس کی زندگی پائی۔ اسی کے اندر اچھا کمائے۔ مکان بنا لیا خرید لیا باغ درست
کیا آرام و عیش کی زندگی گذاری لوگوں سے کم ملا کرتے تھے۔ زیادہ ٹٹ پٹ والے بھی
نہ تھے۔ بہت مشہور نہ ہو سکے کہ انتقال کر گئے۔ جائداد سب بک گئی۔ پھر خبر نہیں ان کے
ورثا کیا ہو گئے۔ پٹنہ کے لوگوں کو یاد بھی نہ ہوگا۔ شاید اون کا کوئی پرانا ساتھی ہوگا تو

کچھ یاد ہوگا۔

جان^۲ صاحب بیرسٹر بہت مشہور اور بڑے ہنس مکھ اور مذاق دار آدمی تھے۔ لوگوں سے خوب تفریح اور مذاق ہوا کرتا تھا۔ وہ مسٹر مانک صاحب والی کوٹھی کے اوپر بڑی کوٹھی اب تک ہے اس میں رہتے تھے بہت کماتے تھے۔ یہ کثیر اولاد تھے۔ بہت روپیہ جمع ہوگیا تھا۔ ایک جوڑی اور ایک گھر کا بچہ عربی گھوڑی راقم نے ان سے یک روز بارہ سو روپیہ میں خریدا تھا۔ وہ گھوڑی ۲۲ منٹ میں لودی کٹڑہ سے بانکی پور آتی تھی۔ اور کوئی کوچبان اس کو ہانک نہیں سکتا تھا۔ رحیم بخش نامی کوچبان نے بمشکل اس کو ٹم ٹم میں لگایا تھا۔ کوچبان مذکور کے مرنے کے بعد راقم کو جدا کرنا ہوا۔ ویسی جوڑی اور نسل کی پھر شہر میں نہیں دیکھی۔ صاحب مذکور نے بچھم سے خریدا تھا۔ صاحب مذکور کے لڑکے کے ہاتھ سے ایک شخص کو گولی شکار کے وقت لگ گئی تھی۔ چونکہ بیرسٹر صاحب انگریزوں میں معزز تھے اور مرنے والا کوئی معمولی ہندوستانی تھا۔ کسی طرح پر لڑکے کی آبرو بچ گئی صاحب مذکور بال بچوں کو لے کر یہاں سے ڈیرہ دون چلے گئے۔ پھر ملاقات نہ ہوئی۔ ان کو ہندوستانیوں سے بڑا ربط رہا کیا۔ خصوصاً مولوی فضل امام خان بہادر کے ذاتی دوست تھے۔

جونس^۵ صاحب بوڑھے مشہور و متین بیرسٹر گذرے۔ یہ اس بنگلے میں رہتے تھے جس میں مسٹر مانک صاحب کا مکان ہے۔ پھر بہت مدبر اور متقن گنے جاتے تھے۔ یہاں سے وہ بھی باہر ہی چلے گئے۔

صدرلین^۶ صاحب بھی بہت مشہور و متقن اور نامور آدمی گذرے یہ بھی آخر میں

کہیں اور جگہ چلے گئے۔ اچھا کمایا تھا۔ پھر خبر نہیں کیا ہوے۔

جسٹس شرف الدین جن کا خلاصہ حال کتاب میں اکثر جگہ بحیثیت برادری ملے گا۔ یہ ولایت سے آکر چھپرہ گئے وہاں سے پٹنہ آے پہلے تو کچھ نہ چلی پھر تو اچھا اقبال ہوا۔ وقت آگیا۔ ہائی کورٹ کے کلکتہ میں جج رہے۔ پٹنہ میں جج رہے۔ لاٹ صاحب کے سکریٹر رہے۔ کونسل کے ممبر رہے۔ لڑکی کی شادی اسی گلاب باغ اور متوہ والے کے میدان میں جو براڈویصاحب کے مشن کے پاس ہے اس دھوم سے کی تو یادگار ہے۔ راجہ رجواڑے اور بڑے بڑے بیگ مدعو رہے بڑا نام ونمود ہوا۔ بیٹا مسٹر احمد بھی اچھا بیرسٹر ہوا صدر گلی مجید بیلیا کے یہاں بیاہا گیا۔ لڑکی ظفر نواب صاحب ولد ابو صالح خان بہادر کے یہاں بیاہی گئی پورا پورا اقبال ہوا۔ کوٹھی بنائی۔ بھائی بھوپال میں مولوی نصیر الدین وزیر ہو گئے منشی عنایت کریم ولد مولوی عبد الحکیم ساکن ساہو بیگہ از خاندان داروغہ فدا حسین مولوی نصیر الدین مذکور کے داماد ہوے۔ نائب وزیر ہو گئے۔ الغرض تنہا کا اقبال ہوا۔ آدمی لاجواب گذرے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اب اقبال نے جواب دیدیا بیمار ہوے بمشکل پنشن ہوئی۔ انگشتری سلیمانی گئی دوست احباب جدا۔ اخص قرابت دار کبھی کبھی آیا کیے۔ یہ گھبرایا کیے۔ ان کے چار زمانے ہم لوگوں نے دیکھے۔ اسٹوڈنٹ لائف کا زمانہ ایک ساتھ گذرا اس وقت تو ہر ایک کی تقدیر پردے کے نیچے رہتی ہے کون کیا ہوگا وہم و خیال میں بھی نہیں رہتا انسان اپنے خود آیندہ کو نہیں جانتا ہے۔ کل کیا ہونا ہے پھر یہ ولایت سے پاس کر کے آئے بیرسٹر ہوے ابتدائی زمانہ نارسائی کا جو سب کو پیش آیا کرتا ہے۔ اور سب بڑوں بڑوں نے اس کا چکھ

کی بد اعمزدگی کھائی ہے۔ اور راقم نے بچشم خود دیکھا ہے۔ آہستہ آہستہ سب بڑھتے ہیں۔ ان کا
بھی وہی حال ہوا۔ پھر اقبال ہوا۔ ٹھوکر لگنے لگا۔ پھر آخری زمانہ پنشن اور بیماری کا دیکھا دوستو
کو بلا کر رکھتے اور لوگ بھی نزدیک نہیں رہتے۔ کوئی ان کی دلبستگی میں شریک نہیں۔ رہا
بی بی مر چکی تھیں سسرال والوں کو ہمدردی باقی نہ رہی۔ وہ بعد مرنے بی بی کے دنیا کا رنگ
بدلتا ہے سسرال والے اگر لائق ہیں صاحب سلامت رکھتے ہیں جہاں جائداد
کی تکراریں ہیں وہیں دشمن سے بدتر برتاؤ ہوا کرتا ہے۔ لڑکا بر بنارس میں رہا۔ ان کی دوسری
شادی وہیں ہوئی۔ آخری زندگی پریشانی میں گذری۔ تنہائی مجرد، نوکروں پر گذران زندگی
کرنا پڑی بالآخر پانچاں کو جن کا تذکرہ کتاب میں ہے دلبستگی کے لیے ملازم رکھا اور صورتیں دلبستگی
کی پیدا کر لیا کبھی بیرمی گھاٹ سمدھیانے میں چلے گئے کبھی راقم کو اپنا مہمان دو چار روز کر لیا آخر
کار ان کا انتقال ہو گیا۔ لڑکا بھی مر گیا۔ جائداد سب نقصان ہو گئی۔ کوٹھی گورنمنٹ نے خرید لیا
اب اس میں لا کالج ہے۔ یہ نیورہ کے مشہور اور معزز خاندان کے تھے۔ راقم کے قریبی رشتہ سے
سارھو ہوتے تھے۔ سر علی امام و حسن امام صاحب کے حقیقی ماموں اور چچیا سسر تھے تمامی
نیورہ سے کر لیے پر سرائے والوں سے قرابت خاص تھی۔ وہ حاجی وارث علی شاہ
صاحب کے بہترین معتقد اور مریدوں میں تھے یہ سارا تماشہ ختم ہو گیا۔ اب کوئی نام بھی
نہیں لیتا ہے۔ ورنہ اقبال کے وقت دروازہ کی خاک تک خاک شفا کا کام دیتی تھی۔ اور
اس دروازہ پر پہونچنے کو لوگ اپنی معراج جانتے تھے۔

سر علی امام صاحب و سید حسن امام صاحب دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ ان لوگوں سے

سارا ہندوستان واقف ہے۔ زیادہ لکھنا فضول ہے گورنمنٹ اور رعایا سب جانتے ہیں
دونوں مشہور کمانیوالے بہترین اقبال مند بیرسٹر ان ہیں مولوی وحید الدین خاں صدر اعلیٰ
ساکن نیورہ کے پوتے اور شمس العلما نواب امداد امام صاحب کے لڑکے اور مولوی فخر الدین
اپنے حقیقی ماموں کے داماد ہیں اور باڑھ بہندر کے پرسنٹ میں قرابت داریاں ہیں ان کی
پھوپھی کی لڑکی راقم کی بڑی بہو زندہ ہے۔ مگر لاولد ہے وہ دونوں صاحب داماد ہیں سب کی اولاد
خواندہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ دونوں بہترین کمانے والے ہیں۔ بڑے صاحب شیعہ مذہب ہیں۔
حسن امام صاحب کے عقائد کا پورا حال راقم پر ظاہر نہیں ہے۔ غالباً تفضیلیہ تو ضرور ہیں مگر انکی
دیوز پولیٹیکل ہیں علی امام صاحب مولوی رضا کریم کے داماد ہیں اور ان کی موجودہ بیوی
کے خالو راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن ہیں۔ ڈاکٹر ولی صاحب خان بہادر سر علی امام کے
ساڑھو ہیں سید نجم الحسن کے حقیقی سالے مولوی غلام وارث ہیں جو مولوی شفیع داؤدی
کے خویش ہیں اور مولوی ہاشم سررشتہ دار کمشنری اور رضا کریم صاحب ولد عمر کریم صاحب
ساکن ڈمری اور ڈپٹی احمد حسین عرف ناتن صاحب سب نجم الحسن سلمہ کے ساڑھو ہیں سب
ڈپٹی محمد مہدی حسن علیؔ ان کے ایک ساڑھو کے لڑکے ہیں۔ سر عبد الرحیم بھی ایک ساڑھو ہیں مولوی
ظہیر الدین حسین خان بہادر سابق چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ پٹنہ و آنریری مجسٹریٹ کو تعلقات خاص
قرابت خاندان سر علی امام و جسٹس شرف الدین سے ہے مولوی ظہیر صاحب کے لڑکے ڈپٹی نجو
صاحب ہیں ایک لڑکے بس سے صاحب بیرسٹر ہیں ڈسٹرکٹ جج ہیں مولوی صاحب بہت
قابل اور صاحب تصنیف اور بڑے معلومات کے آدمی ہیں۔ نواب امداد امام صاحب تو شاعر

ہیں عمدہ ڈاکٹر ہیں شیعہ مذہب کی اکثر کتابیں ہیں۔ فن باغبانی پر کتابیں بر ترکاری ہیں
بہترین انسانیت والے ہیں لاثانی ہیں۔ بسر علی امام اور راقم اور مسٹر سلمان اور مولوی یوسف
حسن ہودی کثرہ ایک ساتھ ہی ولایت جا رہے تھے مگر مولوی یوسف حسن کی نانی نے
مفارقت گوارہ نہ کیا۔ اون کو بمبئی سے واپس آنا ہوا راقم اپنے والدین کا اکیلا اولاد تھا
اور صاحب اولاد ہو چکا تھا والدین کے بیجا محبت نے یا قدرت کے دباؤ نے آکر مجبور کیا
اون لوگوں نے مجھے بھی جانے نہ دیا راقم بھی بمبئی سے واپس آگیا وہ لوگ گئے اور محنت کا پھل
پاگئے مسٹر سلمان بیرسٹر ہوئے جج ریاست گوالیار بھی ہوئے مر بھی گئے جن کے لڑکے غلام امام
صاحب ڈاکٹر متولی مسجد لی محمدی جان ہیں ہم جیسے کا تیسا رہ گیا نصیب کی بات ہے خدا
سے کون لڑ سکتا ہے۔ تقدیر پر کس کا زور چلتا ہے۔ جو ہونا ہوتا ہے ویسے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں

۵ مسٹر مظہر الحق صاحب ولد مولوی احمد اللہ صاحب چھپرہ کے رہنے والے تھے اور
قاضی عبدالحی صاحب رجسٹرار پٹنہ کے قرابت دار تھے قاضی صاحب کی نیل کی کوٹھی تھی برباد
ہوگئی مولوی عبدالحی صاحب کو ولسن صاحب کلکٹر جو مظفرپور میں تھے اور پٹنہ میں کمشنر ہوکر
آئے تھے اور یہیں پر گرجا کے سامنے انگریزی مقبرہ میں مدفون ہیں انہوں نے مولوی عبدالحی
صاحب کو رجسٹراری دلوادی اوس وقت نواب مولوی سید محمد خاں صاحب جو رجسٹری کے انسپکٹر
جنرل ہوگئے تھے۔ اور ڈپٹی عبداللطیف خاں صاحب کلکتہ کے داماد تھے مظفرپور ہی میں
ڈپٹی تھے۔ اوس وقت مولوی جواد حسین ساکن حاجی پور کو ولسن صاحب نے مظفرپور میں
میونسپل سکریٹری کا عہدہ دلایا تھا تینوں آدمی مظفرپور میں ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ جب

وسیلی پٹنہ آگئے آہستہ آہستہ مولوی عبدالحی صاحب اور سید محمد صاحب پٹنہ آگئے مولوی جواد حسن نے
حاجی پور میں وکالت آغاز کر دیا نور میاں و شکور میاں انریری مجسٹریٹ حاجی پور ان کے لڑکے میں
میر جواد حسن سررشتہ دار حسن رضا مرحوم کے بہنوئی تھے اور قاسم میاں رجسٹرار و ولد منشی محمد امیر کے
ساڑھو تھے اور ایک ساڑھو کاظم حسین میر نور الحسن میاں فصاحت کے بھانجے بھی تھے مسٹر
مظہر الحق نے بڑا نام پیدا کیا۔ کان پور کی مسجد کے شہید ہونے والے مقدمہ میں بہت پیدا کیا بہت
مشہور ہوئے لیڈروں میں شمار ہوا۔ کلکتہ میں ان کی فٹن کو آدمیوں نے کھینچا۔ گیندوں کے ہار دل
سے اس قدر گاڑی بھری ہوئی تھی کہ صرف چہرہ نمایاں ہوتا دکھائی دیتی تھی۔ وہ اقبال بھی دیکھا
ان کا آخری زمانہ بھی دیکھا۔ دیگھا گھاٹ آشرم میں بہت تکلیف سے گذرا۔ پھر ان کو پٹنہ کے جیل
میں دیکھا پھر ان کو دیہاتی زندگی میں چھپرہ میں دیکھا۔ لڑکا بھی جوان مر گیا۔ پھر ان کا جی چھوٹ گیا
اقبال رخصت ہو گیا۔ بہت پژمردہ زندگی گذار کر چند برس گذریں انتقال ہوا بعد مرنے کے جلسے
وغیرہ بھی ہوئے بعد از مرن سخن فیکون شد شدہ باشد اقبال جانیکے بعد نہ وہ لیڈری ہی
نہ بیرسٹری نہ کوئی مقدمہ میں کام کرتے دیکھا نہ آدمیت اپنی آبائی جائداد پر اوقات گذاری کر کے
انتقال کیا۔ ان کے بیٹے کو بھی لوگوں کو جاتے نہ دیکھا آخر میں مذہبی ہو گئے تھے۔ روزہ نماز کرتے
ہوئے اتقا کے ساتھ عاقبت بخیر ہوئی (چند روزہ ہر کجا خواہی برو۔ بازگشت آخری کارت منم)
کرنا کیا ہے جب دنیا کی ہوا بدلتی ہے عقل چکر میں آجاتی ہے۔ اقبال کے وقت اندھا اور بد
اقبالی کے وقت حسرت آدمی کیا کرے۔ اپنے اختیار سے باہر ہے جو جو نوشتہ تقدیر رہتا ہے سامنے
آتا ہے۔ بدنصیبی اکیلے نہیں آتی ہے سب طرف سے مایوسی ہو جاتی ہے۔ گردش ہوتا پھر سے

ہر وقت خدا نہ کرے کسی اقبال مند کو آئے آدمی وہی رہتا ہے مواقعات بدلتے ہیں۔

ابوالحسن خاں صاحب برادر خدابخش خاں ولد احمد بخش خاں وکیل مرحوم جنکا جاری کیا ہوا
کتب خانہ ہے وہ کلکتہ میں چھوٹی عدالت کے جج تھے بیرسٹر تھے پنشن پاکر اسی شہر میں گذر رہے۔
انہیں نے کلکتہ میں یتیم خانہ قائم کرایا تھا۔ وہ صاحب اولاد تھے وہ کوٹھی جو مصلح پور نے موڑ پر ہے
جس میں مسز کینلی لیڈی ڈاکٹر ہیں اونہیں کی بنائی ہوئی ہے۔ ورثا نے ان کے بعد فروخت کردیا
وہ باوجود انگریزی رہائش کے دائما مذہبی خیال کے تھے۔ اور روزہ نماز تلاوت قرآن کے پابند
رہے۔ ان میں خاص صفت مہمان نوازی کی تھی بہت ہی معقول آدمیوں میں گذرے ہیں۔ اب اُن
کو یاد کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ مرنے کے بعد سے آج تک ایک آدمی بھی نہ ملا جس نے اُن کا
تذکرہ بھی کیا ہو۔ ان کے ایک بھائی مولوی اسمٰعیل خاں تھے جو رجسٹرار نوبت پور میں تھے اُن کے لڑکے
مولوی امیر الحسن ہیں جو خود بھی پٹنہ کلکٹری میں رجسٹرار تھے اب کاشانہ کے بغل میں بعمور پوکھر پر رہتے
ہیں یہ بھی صاحب اولاد ہیں ان لوگوں کی قرابت داروں میں احمد علی خاں ولد جہانگیر داکانذر
اور محمد ہاشم ولد نواب میاں ساکن طبیب راج۔ کی مسجد میں اور بھی قرابت داریاں اسی شہر
میں ہیں۔

خدابخش خاں صاحب وکیل مذکور الصدر نے اپنی پوری کمائی کتب خانہ میں لگائی لڑکوں
کو تعلیم دی مسٹر شہاب الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کے لڑکے ہیں مسٹر صلاح الدین بیرسٹر کلکتہ
ان کے لڑکے ہیں۔ ایک لڑکے کتب خانہ میں منیجر تھے ایک لڑکا بخاندان ڈپٹی حشمت مرحوم
بخاندان مسٹر ریاست حسین بیرسٹر بیاہے ہیں   ڈپٹی حشمت کا اصل وطن سمل پور میں تھا اون

خوب کمایا بہاجی کی۔ جائدادیں حاصل کیں اور پرندرپور میں مکان بنایا چند برس گذرے انتقال ہوا۔ وہ ناتھ راقم کو اون لوگوں کی کوئی خبر نہ ملی۔ نئی دنیا والوں سے اور نئی چیزوں سے راقم نا واقف اور دور رہتا ہے۔

بابو گورو پرشاد سین[۱۴] ایک بڑے نامی اور کامی وکیلوں میں گذرے ہیں یہ پہلے ذکر ہی تھے۔ راقم کے تھے میونسپل کمشنر بھی تھے۔ بڑا بولنے والا شخص اور بڑے رعب داب کے آدمی تھے ڈاکٹر پارس ناتھ کے بغل میں مولوی ولی عالم بہوچا مرحوم کا مکان تھا اوس کے سامنے بڑی بھاری عمدہ وسیع کوٹھی دومنزلی بنائی۔ جو ان کی یادگار ہے اون کے بعد اولاد نے جسٹس کلونت سہائے کے ہاتھ فروخت کردیا اب جسٹس مذکور کے قبضہ میں ہے یہ مکان حکیم نصیر صاحب مرحوم کے بغل میں نیا ٹولہ میں پاگل خانہ والی سڑک پر واقع ہے۔ اون کے بیٹے مسٹر سین بیرسٹر تھے جو کلکتہ میں رہتے ہیں۔ اب کوئی حال اون لوگوں کا راقم کو نہیں معلوم ہے گورو پرشاد بابو کا دبدبہ اون کا تعلقہ یاد آتا ہے مگر اون کا تذکرہ بھی مرنے کے بعد سے نہیں سنا ہے۔ جو مراوہ دنیا میں یاد ہی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ میونسپلٹی میں اسقدر ہنگامہ قوم کی خیر اندیشی میں کرتے رہے جس کی وجہ کر پارٹی فیلنگ ہوگئی تھی۔ مگر کچھ کام نہ آیا قوم کا ایک فرد بشر بھی ایسا نہ ملا جو اون کا نام ہی لیتا ہو۔ وہی لوگ اچھے ہیں جنہوں نے کمار و پیہ رکھ لیا اور کچھ اپنے لیے آخر عمر میں خدا کا کام کیا۔ اکثر بنگالیوں کو ایسا کرتے دیکھا اور کاشی جی میں بہتیرے بنگالی ہنوز زندہ ہیں جو تارک الدنیا ہوگئے یہ عیب ہم مسلمانوں ہی میں زیادہ ہے کہ مرتے دم تک یہ جان بھی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ دنیا چھوڑنا تو کارے دارد تو نتیجہ بھی ایسا ہی نکلتا ہے

کہ کوئی نام لینے والا بھی نہیں رہتا ہے جو خدا کو بھولا رہتا ہے خدا اوس کو بھی دنیا والوں سے ایکدم بھولوا دیتا ہے۔ یہ تو عقلمند کا کام نہیں ہے۔ کہ کمانے کے پیچھے اپنے لیے کچھ نہ کر جائے۔

[۱۵] رائے صاحب پورنوچندر یہ بہت خوبصورت بنگالی وکیل تھے اور رپورندپور میں عین مصلح پور کے موذیران کا مکان ہے یہ پرانے خاندان کے آدمی تھے ان کے سسر انیم میں سررشتہ دار تھے اور رائے بہادر تھے نام تو بھول گیا رجنی موہن ورمی موہن ان کے سسرالی خاندان میں ندو تھے راقم سے لین دین تھا نواده کے جائداد راقم نے نیلام کرا کر خرید کیا نالش دایر کیا جواب لگایا گیا ڈگری ہوئی جائداد لیا پھر اوسی خاندان میں فروخت کر دیا پورنو بابو نے یہاں غلوں کی نمایش کرایا پبلک لائف میں آئے سرکاری وکیل ہو گئے خطاب پایا اچھا کمایا اچھا عیش کیا اور مر گئے اون کے بیٹے کا نام غالباً اٹلی بابو ہے زمینداری کرتے ہیں یہ خاندان پرانا ہے رائے بہادر کے وقت میں دسہرہ میں بڑا جلسہ ہوتا تھا شہر بھر کے لوگ شریک ہوا کرتے تھے مرنے کے بعد سب موقوف ہو گیا جس کا جو رنگ رہتا ہے وہ اوس کے ساتھ چلا جاتا ہے وہ بات پھر نصیب نہیں ہوتی۔

[۱۶] مانک صاحب بیرسٹر بھی مشہور ہیں یہ کلکتہ کے گرگ صاحب اٹرنی کے خاندان کے ہیں یہاں خوب نام پیدا کیا ہائی کورٹ کے جج بھی رہے وائسرائے تک اُن کے یہاں آتے ہیں انہوں نے پرانی چیزوں کا ذخیرہ اپنے یہاں رکھا ہے جس کے دیکھنے کو حکام بالا آتے ہیں بہت عیش کی زندگی گذارتے ہیں اور چوٹی کے بیرسٹروں میں نامور ہیں دولت بھی خوب ہے آدمی بھی ملنے کے لائق ہیں گو راقم سے ربط نہیں ہے مگر دو ایک ملاقات میں پتہ مل گیا ہے آدمی مغرور نہیں ہیں ملنسار ہیں۔ ان کا مکان کلکٹری جانیوالی سڑک پر آنٹ گھر کے قریب ہی مسٹر نجم الہدیٰ مرحوم کا بنگلہ اور ان کا مکان

آنٹ سن صاحب بڑزری صاحب ولسن صاحب پال صاحب موزز صاحب یہ لوگ کلکتہ ہائی
کورٹ کے مشاہیر لوگوں میں گذرے ہیں۔

صفکدار امام صاحب جعفر امام صاحب مہدی امام صاحب یہ لوگ بیرسٹر ہیں اور سر
علی امام و سید حسن امام صاحب کے خاندان کے لڑکے ہیں نام تو سب کا راقم کو نہیں یاد ہے نہ پہچان
سکتا ہوں گو قرابت چند در چند راقم سے اور راقم کے بڑے لڑکے سے ہے مگر آمد و رفت کم ہے اور راقم
اعلیٰ طبقہ والوں سے دور رہتا ہے اور اعلیٰ طبقہ والے بھی اوسط والوں سے زیادہ ملنا پسند نہیں
کرتے اسلیے راقم کا درخور زیادہ بڑے لوگوں میں نہ رہا۔ ورنہ بہ حیثیت قرابت و بہ حیثیت ربط خاندانی
و ذاتی دوستی بزرگان راقم اس کا مستحق ضرور تھا کہ جو ربط خاندانی ان لوگوں کے بزرگوں سے رہا کیا ہے
راقم پورا واقف رہتا مگر زمانہ کی ہوا پر چلنا ضرور ہے نہ راقم کو ضرورت ہے نہ شکایت ہے ان لڑکوں
کی توطنیات جتنی کی نیور میں ہے بعض کی کلکتہ میں ہے بعض کی راجہ محمود آباد کے یہاں لکھنؤ میں ہے
سب سے زیادہ تحقیق راقم کو نہیں ہے لڑکوں کو دیکھا ہے کام کرتے پایا ہے لائق ہیں ملنسار ہیں خود سر
علی امام نے لڑکوں کو راقم سے ملایا تھا۔ مگر راقم کو فرصت کہاں جو دوبارہ جاسے اور ان لوگوں
کو کیا غرض جو مجھ سے ملنے آئیں اسی وجہ سے خاندانی ربطوں میں کمی آجاتی ہے نواب صاحب یوسف
امام صاحب کرائے پرمرے مولوی فضل امام صاحب مولوی ابراہیم رجسٹرار مولوی یحییٰ وکیل
و راقم سے جو تعلقات ربط کے تھے اوس سے خود بخود وہ کے سب لوگ واقف ہیں خصوصا
سر علی امام و حسن امام صاحب کو پوری واقفیت ہے ابتدا میں جب ان لوگوں نے بیرسٹری
شروع کی تب سے راقم بارہا ان لوگوں کا مہمان رہا ہے اور ان لوگوں نے خاندانی ربط کا بڑا لحاظ رکھا

ہے اور آج تک راقم جب پہونچ جاتا ہے تو اپنے پرانے ربط کا لطف آجاتا ہے۔ مگر راقم خود ہی گوشہ نشین ہو گیا ہے اور زمانہ اپنے کاموں میں لوگوں کو پھنسائے ہوئے ہے۔ کس کو فرصت ہے جو اپنا وقت ضائع کرے اور ملتا جلتا پھرے مسٹر جمال راقم کے پھوپھوزاد بھائی اور ڈپٹی سید حسین ولد مولوی وحید صاحب ساکن رُہائی علاقہ فریدپور مولوی نجو صاحب ڈومری ولد مولوی فضیل الرحمٰن صاحب ولد مولوی فضل الرحمان صاحب ولد مولوی خیرات علی خاں صاحب مذکور الصدر لڑکوں سے شادیات ہوئے یہ لوگ میر علی کے داماد ہیں ایک داماد ان کے مولوی مجید عالم ولد مولوی ظہور عالم اور زبیری مجسٹریٹ ولد میر نجابت حسین مرحوم ساکن بی بی پور میں مولوی ظہور عالم کی شادی مسٹر نور الہدیٰ جج کی بہن سے ہوئی تھی ظہور عالم صاحب اور مولوی حامد حسین دری کٹرہ دونوں ساڑھو تھے مجید عالم صاحب سررشتہ تعلیم میں انسپکٹر ہیں اور بیرسٹر ہیں ان کے ایک بھائی وحید عالم صاحب بیرسٹر ہیں و لکچرار ہیں یا لا کالج میں ملازم ہیں مولوی وحید صاحب ہانی ڈپٹی واجد حسین خاں بہادر مرحوم ساکن بارھ کے بہنوئی تھے۔ بارھ والوں سے پہلے سے قرابت نیورہ والوں کی ہے مولوی وحید مولوی آل صاحب کے بھائی تھے وہ والد ماجد کے حقیقی چچیری بہن سے بیاہے تھے جن کی اولادیں وارثان سید شاہ لال ولد شاہ تبارک حسین نیوداں زندہ ہیں۔

مسٹر شاہ سمیع صاحب بیرسٹر ہیں اور شیخ پورہ کی طرف کے رہنے والے ہیں یہ شاہ محمد قاسم صاحب کے لڑکے ہیں اور حسن امام صاحب مشہور بیرسٹر کے داماد ہیں۔ یہ چند بھائی تھے مسٹر وصی احمد مرحوم تو بہترین آدمی تھے اور ہادی میاں حاجی گنج کے داماد تھے۔ جوانی ہی مر گئے بہت مہمان

نوازا در تیز آدمی گذرے اولاد ہیں۔ ایک بھائی خان بہادر مسٹر نعیم تھے وہ تو مشہور آدمی تھے قوتِ حکمت
بہت کی وہ بھی پچاس کے اوپر کے ہو کر چند برس گذرے انتقال کر گئے۔ آدمی بہت خلیق تھے۔
ان کے ہی ورثا موجود ہیں۔ مسٹر سمیع کی بہن کی شادی ڈیڑھی گھاٹ مسٹر یوسف مرحوم بیرسٹر سے ہوئی
تھی ایک بہن سر فخر الدین سنسر کی بی بی ہیں مسٹر سمیع اور راقم کے بڑے لڑکے سید نجم الحسن قریب
تر رشتہ کے سارے ہیں مگر آمد و رفت ان لوگوں کی شادی و غمی کی نہیں ہے بلکہ دونوں کے وقت
برادریاں تلاش ہوتی ہیں خاندانی ربط کھو جاتا ہے ورنہ قرابت کیسے اور کس سے ہے آجکل
کی قرابت داریاں تو برابر کی نہیں دراصل قرابت پوزیشن والوں سے ہو اکرتی ہے۔ پہلے غریب اور امیر
قرابت داری کی حیثیت سے ایکساں دیکھے جاتے تھے۔ اب کا زمانہ بدلا ہوا ہے دنیا کا رخ دیکھ کر
راقم نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے ورنہ مسلمانوں میں تو ہر شریف خاندان اور معزز خاندان والوں
کو لگاؤ ایک دوسرے سے ہوا ہی کرتا ہے۔ مگر جب آمد و رفت ہی نہ ہے شادی و غمی کی شرکت ہی نہ
رہے تو قرابت کا خیال ہی دل میں لانا فعل عبث ہے بڑے لوگوں سے قرابت داری برتنا ہے تو دنیا
میں پوزیشن پیدا کرے پھر تو بے قرابت کی قرابت داریاں پیدا ہو جاتی ہیں موجودہ فضا نے ایک
دوسرے کی ہمدردی نہ کرنے سے قریب تر رشتہ داروں کو جدا جدا کر دیا اور نوجوان اپنے رشتہ
داروں سے غافل ہو گئے۔ اور رشتہ داریاں لوگوں کو معلوم بھی نہیں رہیں ہیں جدی برادری کا
حال تو بہت کم نوجوانوں کو معلوم رہتا ہے۔ سسرالی برادری والوں سے برادریاں خوب جاری
رہی ہیں بشرطیکہ کچھ اقبال مندی ہو ورنہ خاندانی ربط اور جدی برادریاں بالکل لوگ چند
دن کے بعد بھول جائیں گے شاید یہ کتاب بتائے گی کہ کس کس خاندان سے کیا تعلقات

اکس کس کو ہے اگلے زمانے میں لوگوں کو اس کا بہت خیال رہا کہ غریب سے غریب اہل قرابت کو بڑی قدر کی نگاہ سے لوگ دیکھا کیے۔ راقم تو نوجوانوں کو جو قریب تر رشتہ داروں میں اب پہچان بھی نہیں سکتا نہ وہ لوگ راقم کو پہچان سکتے ہیں۔ راقم تو بتدریج دور ہی ہو گیا ہے مگر نوجوانان خود ہی آپس میں دوستانہ ملتے ہیں یہ خبر بہت کم ہے کہ کس سے خاندانی کیا تعلق ہے اور بزرگان ماسبق سے کس وضع کا برتاؤ چلا آیا ہے۔ حالانکہ ملنساری اور سوشل لائف کی لئے یہ امر ضروری ہے کہ اپنے لوگوں کی جماعت قوی کیجائے اور ایک دوسرے کا ہمدرد رہے اگر ہمدردی نہ رہی تو کسی کے اقبال اور بداقبالی سے دوسروں کو مطلب ہی کیا رہے گا آپس کے لوگ جدا جدا ہو کر رہیں گے جس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے اگر بڑے چھوٹے ایک دوسرے کے ہمدرد و شریک حال رہیں تو ایک قوت جماعت ظاہر ہوا کریں گے گو زمانہ فرصت نہیں دیتا مگر آپس کے میل جول کو ترقی دینا سوشل لائف کا فرض ہے اس بات کو شمس العلماء مولوی نواب امداد نے اون کے بھائی مولوی فضل امام خان بہادر اون کے والد مولوی وحیدالدین خان نے خوب برتا۔

۱۵ مسٹر احمد شبیر و مسٹر محمد شیر ولدان حافظ سید علی شیر مرحوم ولد میر محبوب شیر مرحوم ساکن محسن پور حال مقامی رانی پور دونوں لڑکے بیرسٹر تھے اور بھائی علی شیر مرحوم راقم کے پھوپھی زاد بھائی تھے بھائی مذکور کی شادی دوسری مولوی فضل الرحمن صاحب کی لڑکی سے ہوئی ایک ساڑھو اون کے مولوی نورالدین مجی ساکن غوثی چک ولد مولوی منگن صاحب تھے ایک مولوی ظہور بی۔ اے۔ تھے۔ اون کا مکان باقر گنج میں مسٹر نصیر منصف کے مکان سے

بنگال میں ہنوز یادگار موجود ہی اونہوں نے اپنی جائداد علی شیر بھائی کی بیوی کو نہیں دیا تھا وہ لاولد
مرگئے ترکہ نجو بابو ڈومری کو ملا اون کے قبضہ میں ہے۔ علی شیر بھائی کے داماد حاجی مسٹر محمد نصیر بیرسٹر
ہیں جن کے لڑکے جو بابو ہیں مسٹر نصیر کے والد کا نام مولوی راشد صاحب تھا یہ کرایا کے رہنے
والے تھے مسٹر احمد شیر کی شادی فردوزی میں ہوئی اور مسٹر محمد شیر نواب سرفراز حسین خان
صاحب کے داماد تھے دونوں بھائیوں نے چند قطع مکان اکزبیشن روڈ پر بنایا شیرستان
نام رکھا دونوں جوان ہی مرگئے مسٹر احمد شیر کے لڑکے محمود شیر وکیل زندہ ہیں اور ایک لڑکا غالباً
ہمایوں شیر یا حامد شیر ہیں اون بیرسٹروں کے وقت تک تقریباً روزمرہ کی آمدورفت اور
ربط جیزیت خاص کی طرح رہی اب اسقدر آمدورفت میں کمی ہے کہ راقم اپنے ایک پوتے
کا صحیح نام نہیں جانتا۔ زمانہ یوں رُخ بدلتا ہے حالانکہ ایک گھر ہے ایک فیملی ہے راقم مولوی
شیر علی مرحوم سررشتہ دار افیون کا پوتا ہے اور یہ لوگ نانی کی اولاد ہیں محمود میاں کی شادی
بہار میں مدی میاں کے خاندان میں ہوئی ہے۔ دوسرے لڑکے کی شادی کہاں ہے راقم
بالکل بے خبر ہے مسٹر محمد شیر کی اولاد ننہال میں رہی آمدرفت بھی نہیں ہے اون کا ٹھیک نام
اور پورا حال لکھنے سے قاصر ہوں۔ ایک کا نام تو غالباً محامد شیر اور ایک کا نام یاد نہیں ہے
یہ لوگ بھی ولایت کی ہوا کھاکر آئے ہیں۔ کہیں ملازم ہیں اور بعض کی شادی بنارس میں ہوئی
اسی خاندان میں مسٹر نصیر منصف کا چھوٹا لڑکا جس کا نام راقم کو یاد نہیں آتا اون کی شادی
ہوئی ہے مسٹر نصیر چونکہ سن دار ہیں اونہوں نے اپنے والد اور خسر کا برتاؤ دیکھا ہی اس لیے اون
کی آمدرفت تو برابر جاری ہے۔ اوس کے بعد سے لڑکوں کی آمدرفت کم ہے اس لیے زیادہ

حال نہیں جانتے جو بابو ولد مسٹر نصیر بھی حاجی ہیں۔

مسٹر جمال اور مسٹر نہال مرحوم دونوں بھائی بیرسٹر تھے اور راقم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں مسٹر جمال نور علی امام کے داماد ہیں اور مسٹر نہال نے قضا کیا ان کے بیٹے منظور میاں وکیل ہیں جنہوں نے رام کلی بابو ڈاکٹر کا نصف حصہ مکان خریدا ہے اور دریاپور میں باشندہ ہو گئے ہیں۔ مسٹر نہال کی شادی کریدیا میں ہوئی تھی۔ منظور میاں کی شادی مولوی ابوالعاص ولد مولوی منظر علی ساکن لودی کٹرہ ولد مولوی اظہر علی مرحوم کے خاندان میں ہوئی مولوی ابوالعاص صاحب کی پہلی شادی خان بہادر مولوی ضمیر صاحب صدر گلی کے یہاں ہوئی تھی مولوی ابوالعاص بھی راقم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں دوسری شادی ان کی مولوی غنی حیدر وکیل گیا کے یہاں ہوئی تیسری اب کولکور میں ہوئی یہ خاندان واسع میاں ہوئی مولوی امتیاز کریم وکیل ان کے ساڑھو ہیں۔ مولوی شیر علی داماد مرحوم کا مکان اور قاضی رضا حسین مرحوم جس کوٹھی پر رانی پور میں رہتے تھے وہ ان کے ترکہ میں ملا جس کو منظور میاں نے محلہ فروش کے ہاتھ فروخت کردیا اور مکانات میدان ہو گئے ورثا نے اس کی حیثیت قدیم نرکھی جہاں زیادہ ورثا ہوتے ہیں وہاں مورث کا نشان قایم نہیں رہ سکتا۔ باخود ہاکے اختلاف میں کسی گھر کو قایم رہتے نہیں دیکھا۔ مورث غلطی کرتے ہیں کہ مکانات واجبان چھوڑ جاتے ہیں کثر ایسا ہی دیکھا کہ گو مورث نے ایک ہی کو دیا مگر اس کی حیثیت بھی ضرور بدل گئی "ہر کہ آمد عمارت نو ساخت" ہے ورثا کی تقدیر اون کی آیندہ مستقبل زندگی کیا ہوگی اون کی زندگی میں کیا کیا واقعات پیش آئیں گے اس کی پروا مورث کو کرنا سراسر غلطی ہے دنیا میں اپنی زندگی گذر لینا اور بقا کے لیے کچھ چھوڑ جانا

اون کو دنیا چلانے اور کمانے کے لائق بنا دینا یہی مورث کا لازمی فرض ہے۔ آیندہ کیا ہوگا وہ
خدا کے اور زمانے کے مواقعات کے سپرد کر دینا کافی ہے۔

مسٹر نصیر ولد میر راشد حسین صاحب کریا بذاتہ بہت نیک بے ضرر و لائق
آدمی ہیں آپ کے والد گیا میں محرر تھے ان کے دادا کے بھائی کی اولاد میں داروغہ منیر الدین
نیورہ تھے جن کے لڑکے چیتر بابو ہیں جو راقم کے پوتی داماد ہیں اور دادا کے بہن کی اولاد
میں حاجی عبد الرحمان صاحب وکیل ہیں ان لوگوں کے قرابت داران اب تک کریا میں ہیں
ابھی منصف مذکور زندہ ہیں ہر آدمی کا نام اون کو یاد ہے بوجہ طوالت یہاں پر اتنے لوگوں کا نام
درج نہیں کیا گیا منصف صاحب کے تین لڑکے ہیں جمو بابو نمو بابو اور اکو بابو ہیں اکو بابو کی شادی
محمد شیر مرحوم بریسٹر کی لڑکی اور سرفراز حسین خاں صاحب کی نتنی سے ہوئی اور جمو بابو اور نمو بابو
کی شادی بارہ میں بخاندان قاضی انیس و مسٹر نسیم مرحوم بریسٹر کے یہاں ہوئی ہے مسٹر نصیر نے
حج بھی کیا بعد مرنے بیوی کے شادی نہ کی اور لڑکوں کی پرورش کرکے اعلیٰ تعلیم دلا کر خود گوشہ
نشینی کی زندگی گذارتے ہیں۔ اکثر نیک دل والدین کو دیکھا کہ بچے کمسن رہتے تو بہ خوف
سوتیلاپن اونھوں نے شادی نہیں کی اور بچوں کی پرورش کرکے اونکا گھر لگا دیا جب تک
ایا ماس ایسا آگیا کہ وہ خدمت طلب ہوگئے اب نہ شادی کا موقعہ ہے اور نہ بہو بیٹیوں سے آرام
ملتا ہے ایسے نیک دل اور شریف النفس باپوں کو ایک طالب العلم کی زندگی گذارتے
دیکھا اور غایت تنہائی میں گھبراتے دیکھا بچے اپنے بچوں میں پھنس جاتے ہیں اور باپ پڑے
کتراتے ہیں شادی کی اصلی ضرورت سن آدمیوں کو ہوا کرتی ہے الیسی شادیاں نفس پرستی کے

لیے نہیں ہوا کرتیں بلکہ تنہائی کا مونس بیماری کا شریک خدمت گذاری کے لیے ہوا کرتی ہے
مگر والدین کیا کریں اگر اپنا آرام دیکھتے ہیں تو سوتیلے پن میں بچے سرگرداں ہوتے ہیں اور اگر اپنا
آرام نہ سوچا تو آخر وقت میں سخت تکلیف کی زندگی گذارنا پڑتی ہے اگر کوئی عقد کر لیا تو بچے
سوتیلے بھائی سے بدتر پیش آتے ہیں جس کا ذاتی تجربہ راقم کو موجود ہے جو سوانح عمری سے
راقم کے ظاہر ہوگا۔ لڑکوں کو انصاف اور ایمان اور انسانیت سے اپنے ایسے باپ کی زندگی
کی قدر کرنا چاہیے انسانی بچے بھولتے ہیں بچے ہوے ماں باپ کی زندگی روانہ۔

مسٹر نجم الہدیٰ بیرسٹر کا بنگلا مسٹر مانک کے مکان کے بغل میں ہے یہ میر
شمس الہدیٰ رئیس لودی کٹرہ کے لڑکے تھے اور راقم کے پھوپھوزاد بہن سے رانی
پور میں مسٹر نہال و مسٹر جمال بیرسٹران کی حقیقی بہن سے بیاہے تھے وہ لڑکی لاولد مر گئی پھر ان
کی شادی میر داد بہادر میں سخندان نواب نصیر صاحب خان بہادر محمد محسن صاحب کی
ہوئی ہے صاحب اولاد ہو کر جوان ہی مر گئے بہت ملنسار کنبہ پرور منتظم اور ہنس مکھ
پرمذاق آدمی گذرے ہیں یہ مسٹر نور الہدیٰ جج کے سوتیلے بھائی تھے ان کا ننہال فرید پور سے
تعلق رکھتا ہے مسٹر قمر الہدیٰ بھی بیرسٹر تھے وہ بختیار پور اسٹیشن کے پاس جا کر ایک بھاری
کوٹھی بنا کر رہے اون کو کتب بینی اور مہمان نوازی کا بڑا شوق تھا بہت متین اور نیک مزاج
آدمی گذرے جوان ہی مر گئے بدر الہدیٰ اون کے بیٹے وکیل ہیں مسٹر سلطان ولد حافظ علی ظہر ڈپٹی
اون کے داماد ہیں وہ خود محسن پور میں حاجی چند و صاحب کے داماد تھے پھر اون کی شادی
پوریا موضع میں ہوئی ایک بھتیجی سراج الہدیٰ ہیں سب بھائی ولایت کے خواندہ ہیں اس

خاندان اور حامد میاں نودی کرّہ کے خاندان سے اور بی بی پوٹھولوی ظہور عالم کے خاندان سے
تعلقات قریب تر رشتہ داریوں کے ہیں ایک بہن ان لوگوں کی ظہور عالم صاحب اونریری
مجسٹریٹ سے بیاہی ہیں جن کی اولادیں وحید عالم صاحب مجید عالم صاحب وغیرہ ہیں۔
دوسری حامد میاں لودی کرّہ سے بیاہی تھیں جن کی اولادیں احمد میاں اور عالم میاں ہیں
مسٹر نورالہدی کی حقیقی بہن میر فضل حسین سے بیاہی ہیں جن کے لڑکے مسٹر شریف بیرسٹر
ہیں مسٹر شریف کے بھائی خورد حنیف تھے اون کی زندگی قابل افسوس گذری گونگے ہوگئے
تھے بے روزگار بے یار و مددگار ہوگئے تھے انتقال ہوگیا اپنے بھائی اور ماموں مسٹر
نورالہدی کے ساتھ تھا ہے۔ مسٹر نورالہدی کی شادی میر ابو محمد صاحب کی لڑکی سے قلعہ پر
ہوئی تھی میر ابو محمد صاحب میر ابوسعید خاں بہادر کے بھائی تھے اور حامد میاں کی بہن سے
بیاہے ہوے تھے اون کے لڑکے محمد قاسم نام تھے اون کا حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے
مسٹر شریف رجسٹرار وجیہ الدین ساکن کرلے پرسرایے کے داماد ہیں اون کے سارٹو
حبیب اللہ ولد شاہ عیدن صاحب ہیں جمو میاں راقم کے چھوٹے لڑکے سید نظیر الحسن
کے سالے ہیں۔

خواجہ تقی جان صاحب[۲۳] دعلی خواجہ سلطان جان کے بھانجے اور داماد تھے یہ باغ کالو خاں
کے رہنے والے تھے ان کا مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے۔ یہ بھی بریسٹر تھے جوان مر گئے

خواجہ فخر الدین صدائی[۲۴] کی لائف خواجہ کلاں وارڈ میں مفصل ہے اون کے
لڑکے خواجہ عبد الحفیظ ہیں اون کی اولادیں ہیں بعض لکھنؤ میں ہیں دراصل ان کو آرہ اور لکھنؤ سے

سروکار تھا ان کا اجلاس ہندوستانی شاہزادوں کا معلوم ہوتا تھا چاندی کا فرش پیچوان
کا ڈبہ ہندوستانی لباس گانے بجانے کا شوق اردو کے ناولوں کی تصنیف کا ذوق ملنے
جلنے کا بیحد تھا نہیں عجب شان کی زندگی عیش کی گذار گئے حکاموں کی طرح تند رو اور داشت
وست نہ تھے ممدوح گذرے یہ میر نجف علی وکیل کے داماد تھے ان کے بھائی سید ان صاحب
لکھنؤ میں سرکٹے نالے پر رہتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہوتے زیادہ مفصل خواجہ ولد میں ہے
مولوی عبد الباری صاحب ایک بنگالی صدر اعلی یہاں آئے تھے بیلا
خوب بجاتے تھے گانا خوب گاتے تھے قابل صدر اعلاوں میں شمار تھا بہت ملنسار آدمی تھے
ڈاکٹر اکبر خاں بھی بنگالی ہی تھے جس مکان میں مسٹر نصیر منصف ہیں وہی مکان تھا صدر
علی صاحب سبزی باغ میں اس مکان میں تھے جہاں چک کی اور قلعی والے کی دکان
ہے اور انگریزی نفرہ کی ٹھیک چیمبر ہے یہ قاضی یونس قاضی چک کا مکان تھا قاضی
یونس محمد و میاں فرید پور کے حقیقی چچا تھے راقم کے چچا لالہ ولد میر نور الحسن مرحوم کے ساتھ
تھے اسی مکان میں صدر اعلی مذکور رہے اور بہت عیش و لطف کی زندگی دوست احباب
کے ساتھ گذار گئے ان کی زندگی مسلمان حکاموں کی جیسی نہیں گذری یہ لوگ تو ڈر کے
مارے یا اپنے داشت میں اپنی قوم سے بھاگتے ہیں اور ملنا پسند نہیں کرتے بنگالی حکام
جس طرح آپس میں سوشل لائف میں ملا کرتے ہیں یہ بھی ملتے رہے بنگالی لوگ گھر پر آپس
خوب شیر و شکر رہتے ہیں اور ہندو حکام بھی آپس میں خوب ملتے ہیں صرف مسلمان ہی کو دیکھتے ہیں کہ
کہ یہ ملنے جلنے کو بھیانک چیز جانتے ہیں اس لیے بنگالیوں اور ہندو حکاموں کی زندگی خوش

گذرتی ہے اور وہ کچہری کے بعد گھر کے نوکروں کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں اتنی دانشت بھی اچھی نہیں ہوتی جس کی بدولت زندگی کا لطف جاتا رہے۔

مولوی معظم حسین[۲۶] ڈسٹرکٹ جج ہو کر اس شہر میں پہلے ہندوستانی آئے وہ تو بالکل قاضی معلوم ہوتے تھے لباس بھی جبہ قبہ پگڑی اجلاس پر سے اتر کر نماز ظہر پڑھا کے شام کو آپس میں مسلمانوں سے خوب ملتے رہتے آدمی نیک غصہ ور دیانت دار تھے مجال نہیں کہ مقدمات کا یا کچہری کا ذرہ تذکرہ بھی گھر کی ملاقات میں آجائے اس کے سوا ہر طرح کی گفتگو میں روز بے تکلفی رہا کرتی تھی راقم کے عقد کے دن یہ لودی کٹرہ کے مکان میں موجود تھے۔ بہترین مسلمان حاکم ان کو دیکھا۔

مولوی عبد المجید صاحب[۲۷] بہترین مسلمان خدا پرست ڈپٹی مجسٹریٹ اس شہر میں آئے یہ بھی بنگالی تھے مگر یہ بالکل مذہبی آدمی تھے اور ملا آدمی تھے اسلامی طور پر ہر کس و ناکس سے ملتے اور ایمان داری کا ڈنکا بجا ہوا تھا یہ بھوپال میں وزیر ہو گئے تھے یہ لوگ ایمان اور مذہب رکھکر بڑے بڑے عہدہ دار ہوئے لباس بالکل عالمانہ تھا۔ انگریزی وضع تو بالکل نہ تھی صرف ایمان داری کا وہ رعب تھا جو کسی کوٹ پتلون والوں کو میسر نہیں ہے یہ تو خلیفہ عمر خلیفہ دوم کے خلیفہ تھے طبیعت سادی اور انصاف پورا۔ نہ رعایت نہ مروت،

ڈپٹی ذلیل الدین خان[۲۸] بھی ایک بنگالی ہی تھے بڑے وجیہ آدمی مگر بالکل اسلامی شعار اور لباس تھا بڑا رعب داب اور انصاف ور اہر ہر شخص سے ملنا سو شل لالف میں مطلق عہدہ کی دانشت نہ تھی نہ کہیں پیر دل میں انانیت تھی آخر میں حیدرآباد میں

معزز عہدہ پر گئے تھے مسٹر نازمین مہدی حسن ان کے نانی ہیں جو عزیز الحسن داناپوری کے بہنوئی
ہیں اور میر الفت حسین داناپوری کے داماد ہیں بدرالدین خاں بہادر کلکتہ اسی خاندان کے
ہیں ان حکاموں کو اسلامی اور مذہبی حیثیت رکھتے ہم نے بہتوں دیکھا اور اب کی کم سن حکاموں کو
دیکھتے ہیں آسمان زمین کا فرق لائف میں ہے اب تو عہدہ کے ساتھ مذہب لباس تمدن تہذیب سوشل
لائف کی قربانی اور بعید داشت کی حکمرانی بزرگوں کی نافرمانی لوگوں پر نامہربانی ضروری ہے

۲۹ ڈپٹی میر حسن خان ولد مولوی امداد علی خاں یہ بھاگلپور کے معزز خاندان
کے آدمی تھے اور بہت رندانہ زندگی گذار گئے ان کے والد بڑے مذہبی آدمی تھے اور صدر
اعلیٰ بھی تھے وہ کون زمانہ تھا کہ مذہب کو رکھتے ہوئے اپنی وضع ہندوستانی رکھتے ہوئے بڑے
بڑے عہدوں کا انجام دیتے رہے اور آج کل کے حکاموں سے کہیں زیادہ رعب داب تھا
وہ اون کی ایمانی قوت کا زور تھا لوگ مشتبہ نہیں ہوتے ڈپٹی صاحب پٹنہ میں مدتوں رہے
خطاب نوابی کا ہوا کلکتہ میں مدتوں پریسیڈنسی مجسٹریٹ رہے ان کے یہاں صوبہ بہار و
بنگال کے لوگوں کا دربار شام کو رہتا تھا مہمان نوازی اور ملنساری خاص ان کے حصے
میں تھی، بے انتہا اخلاق لوگوں کے ساتھ کرتے تھے علی الخصوص صوبہ بہار والوں کے ساتھ
خاص ہمدردی تھی اس صوبہ کے آدمیوں کا جب خطاب کے لیے رپورٹ ہوتا تھا تو ان سے
ضرور مشورہ لیا جاتا تھا سیکڑوں کے ساتھ احسان کر گئے ان کی برادریاں کراے پر سرائے
بہار سیرداد وغیرہ میں تھیں ان کے داماد حافظ حاجی ڈپٹی علی مظہر صاحب ہیں حافظ جی کے
لڑکے مسٹر منظور علی اشرف صاحبان وغیرہ کے تعلقات اسی خاندان سے ہیں یہ تیند بھائی

تھے وہ لوگ بھاگل پور ہی میں رہے اون لوگون کا پورا حال راقم کو نہیں ملا وہ لوگ بھی ملازم
تھے بعض سے راقم کی ملاقات ہے مگر بہت کم اس لیے مفصل حال نہیں لکھ سکتا نواب زادہ اقبال
حسین ڈپٹی ہو بہو اپنے والد کی طبیعت کے آدمی ہیں اور وہی مہمان نوازی ان میں بھی موجود
ہے اقبال حسین صاحب کے ایک بھائی علی حسین ہیں وہ اپنے بھائی کے ساتھ رہتے ہیں -
اونہوں نے کوئی ترقی نہ کی بھائی کے ساتھ عمر گذاری طبیعت اون کی باپ ہی کے جیسی ہے
ڈپٹی صاحب کے ایک داماد کالو مرحوم ولد مولوی فضل امام خان بہادر تھے -
ایک داماد مولوی علی حسین ولد منشی نجم الدین صاحب نبیرہ برادر مولوی رشید صاحب نبیرہ
تھے جو دیوا میں مرید ہو کر بعد مرنے بیوی کے واقعی تارک الدنیا ہو گئے اور فقیرانہ زندگی گذارتے
ہیں اور بالکل بے تعلق ہو گئے حالانکہ وہ شکاری راج میں ملازم تھے نواب صاحب کا
نام آج تک کلکتہ میں روشن ہے آخر عمر میں نواب صاحب پرہیزگاری کی زندگی گذار کر
ابھی عمر پا کر ساٹھ سے اوپر کے ہو کر چند برس گذرے پنشن پا کر انتقال کیا وہ باتیں آج کل
کے حکاموں میں پائی نہیں جاتیں اگر وہ اختیارات و عزت آج کل کسی کو ہے تو اون کا پاؤں
زمین پر نہیں رہتا یہ لوگ کیسے ظرف والے تھے کہ غریب آدمی بھی ان تک پہونچتا تھا اور خوش
واپس جاتا تھا راقم سے اور خاندان راقم سے بڑا ربط تھا آج تک نواب زادہ اقبال حسین سلمہٗ
اوسی طور رہے ہیں پرانے خاندان والے پرانے خاندان والوں کی بڑی عزت کرتے تھے -
اب تو سب عزت یا ئیں لیری ہے جس کو قبول ہے وہ ملنے کے رتبے ہے جو گورنمنٹ کا
عہدہ دار نہیں ہے وکیل نہیں ہے بیرسٹر نہیں ہے اوس کا شمار آدمی میں نہیں ہے ورنہ

باتوں میں بڑھے ہوئے تھے نواب سید محمد صاحب کے بیٹے سید محمد اشرف ہیں ڈپٹی ہیں سید محمد مہدی دوست ریاست کا حال۔ تم کو نہیں معلوم ہے کہاں ہیں نواب سید محمد صاحب کا اصل وطن تو عدہ کربتہ نواب عبد اللطیف خاں کے یہاں ان کی سسرال تھی سید مہدی صاحب نے ان کو نواب عبد الغنی خان بہادر ذی عدہ کرتے ملایا نواب احسن اللہ سے ملاقات رہی پھر نواب سلیم اللہ صاحب راقم کے بھائی ہوگئے۔ مظفرپور میں رہتے اس زمانے میں مولوی علی حسین ڈپٹی ساکن مرداد بہار شریف نواب سلیم اللہ صاحب اور چند مسلمان ڈپٹی کا مجمع رہا کیا وہ وقت مظفرپور کی بڑی آبادی کا تھا جس وقت مولوی عبد الحی صاحب و میر جواد حسین ساکن حاجی پور اور نواب سید محمد خان کا مظفرپور میں یکجا ہونا تھا اوس وقت واسلی صاحب کلکٹر تھے وہ زمانہ دیکھنے کے لائق تھا اوس وقت کے انگریزوں کا یہ سلوک تھا کہ خود ملے پٹنہ میں کمشنر ہوکر آئے تو سب کو یہاں بلالیا نواب سلیم اللہ صاحب بعد گدی نشینی بھی شہر کے اندر پرائیوٹ آیا گئے اور اپنے پیر مولوی محمد حیات صاحب ساکن استھوا کے یہاں جانے لگے تو شہر میں چار آدمی سے ضرور ملے خواجہ محمد رضا انسپکٹر رجسٹری ساکن باغ کالو خاں تو اون کے قرابت داری ہوتے تھے اور خواجہ سید حسن صاحب ساکن شاہ کی ملی بھی اون کی قرابت کے آدمی تھے مگر راقم اور مولوی یوسف حسن وزیری مجسٹریٹ ساکن لودی کٹرہ دونوں دوستوں سے بھی ضرور ملا کیے یہ پرانی ریاست کی داشت اور وضع داری تھی حالانکہ نہ اون کو کوئی غرض تھی نہ ہم لوگوں کو کبھی کوئی غرض اون سے رہی فقط پرانی روشنی اور پرانے خاندان کی وضع داری تھی جو اب نصیب نہیں ہے اب

تو بلا غرض کی ملاقات کو لوگ بیوقوفی اور وقات ضایع کرنا جانتے ہیں مگر انگریزوں کی تقلید
میں ہندوستانیوں کے خیال بدلے ہیں اور آپس میں بلا غرض ملا کرتے ہیں میری اچھی باتیں اون
میں آگئیں اور ہم نے بُری باتوں کو اپنے ذمہ لے لیا اور بھلائیوں کی تقلید نہیں کرتے۔ پرانی
باتیں کہانی ہیں قصے ہیں خواب ہیں خیال ہیں اوس وقت کی ہمدردیاں اور دوستی کا حال
اسی کتاب میں کہیں پر ملیگا۔ جان و مال عزت سب لوگ سے نثار کر دیکھے گئے ہیں۔

پرکاش بابو ابکاری کے ایکٹ پی تھے وہ بہت ہی سنجیدہ اور ملائمی کی شکل کے آدمی
تھے۔ اور مدتوں پٹنہ میں رہے۔ پنشن پا کر کہیں چلے گئے۔

کھنرو بابو ایک بنگالی ڈپٹی کو منبدرہ ڈپر رہتے تھے۔ ان سے بھی لوگ بہت
راضی تھے۔

۳۳
منشی کالی پرشاد کلکٹری میں مشہور سر رشتہ دار گذرے۔ بڑا دار دورہ تھا۔

منشی دیبی پرشاد کلکٹری کے سر رشتہ دار بہت مشہور آدمی گذرے ہیں فوجداری کے
سر رشتہ دار تھے اوس وقت مسٹر کوئین صاحب کلکٹر کا زمانہ تھا ڈنل صاحب ڈسٹرکٹ
بورڈ میں سکریٹری تھے یہ رسل صاحب جج کے داماد تھے پہلے یہ اونہیں میں کینٹ تھے پنشن
پاکر ڈسٹرکٹ بورڈ میں مقرر ہوئے اوس وقت سیمن صاحب انجینیر تھے اون کے بعد کننگ
صاحب آئے تھے اوس وقت ڈاکٹر سمسم صاحب سول سرجن تھے اور ڈاک بنگلہ روڈ
پر نواب ولایت علی خاں صاحب کے بنگلے میں رہتے تھے وہ بنگلہ ابھی موجود ہے جو لہ باڑا
بنک کے پاس ہے۔ اس وقت مولوی شرف الدین صاحب پریزیڈنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ کے

وائس چیرمین تھے اور کلکٹر چیرمین تھے بابو گجادھر پرشاد صدر لوکل بورڈ کے چیرمین تھے راقم
وائس چیرمین تھا اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر بھی تھا والد ماجد بھی مدتوں صدر لوکل بورڈ کے
ممبر رہے یہ لوگ سب الکشن سے مقرر ہوا کیے پھر بہتیرے کلکٹر بدلتے رہے فولڈر صاحب
واڈمین صاحب گریرسن صاحب کری صاحب اور خدا جانے کتنے صاحب آتے رہے
اوس وقت مٹکاف صاحب پلیڈی صاحب کمشنر تھے بابو دیبی پرشاد راقم کے بڑے
دوست تھے ۱۸۹۰ء کے ۷ جنوری کو فولڈر صاحب کے وقت میں راقم اونریری مجسٹریٹ
مقرر ہوا جب سے آج تک برابر کام کر رہا ہے۔ پٹنہ میں اوس وقت پولیٹکل میدان میں مولوی
فضل امام خان بہادر مسٹر شرف الدین خاکسار و بابو ہیرالال یہی لوگ مرد میدان کہلاتے
تھے پھر کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اخراجات کی ہر بات میں ہر الکشن میں ضرورت پڑی، راقم
کنارہ کش ہو گیا۔ اور ان فضول اخراجات کو برداشت نہ کر سکا۔ اور گوشہ نشینی اختیار
کر لی۔ اور تجربہ بھی ہو گیا کہ وہ سب کام فضول تھا۔ کوئی نفع قومی تھا۔ البتہ خود غرضیاں
پوشیدہ تھیں، اپنا نام ونمود ظاہر کرنا تھا۔ اور رکیشو نہیں پارٹی فیلنگ بڑھنے لگی جسکا آخری
نتیجہ ہوا کہ اقلیت والے تمام سے اوکھڑ گئے۔ اور ان کی تعداد کم ہو گئی، اور آپس میں تفرقہ
پیدا ہونے لگے راقم کو تو غیر اقوام سے زیادہ مدد ملا کی تھی اوس بے چینی اور ذلت کو نفس نے
گوارہ نہ کیا جو فیل ہونے پر ہو کرتی ہے۔ راقم ہر باتوں سے جدا ہو گیا۔ صرف اونریری مجسٹریٹی
میں جھگڑہ نہیں ہے اس لیے رکھ لیا اور ہر جھگڑہ والی بات سے کنارہ کش ہو بیٹھا دیبی
پرشاد کے بعد مولوی رفیع صاحب چھپرہ سے گئے وہ بلا کے ہوشیار اور قانون دان

تھے بہر کیف اون کو اسقدر یاد تھا کہ تمام سررشتہ کو دبا رکھا۔ اون کے لوگ تھے۔ راقم کو خبر نہیں کہاں ہیں۔

۳۵
ڈپٹی ذاکر حسین چہرہ سے یہاں آئے مدتوں رہے عجب طرح کے آدمی تھے بہت کمایا اور بڑے زور کی ڈپٹی مجسٹریٹی ایمانداری کی کر گئے۔ بالکل وارستہ مزاج افیز دل، بے نفس آدمی گذرے۔ اون کی اولاد میں اسی شہر میں سنگی دالان کے خاندان میں بیاہی ہیں شیعہ مذہب تھے۔ بہت مخیر منتظم آدمی تھے کنبہ پرور تھے، اخلاقی حالت عمدہ تھی اب اون کے ورثا کی خبر راقم کو نہیں ہے۔

۳۶
بابو شیو شنکر سنگھ شریف آباد درگاہ شاہ ارزانی کے محلہ کے قریب کے رہنے والے مدتوں یہاں ڈپٹی رہے بہترین آدمی گذرے۔ بہت ملنسار منکسر ایماندار شخص تھے اون کے لڑکے فتح نرائن وکیل تھے ڈومراواں میں راج میں ملازم ہو گئے تھے ڈپٹی صاحب ضعیر ہو کر مر گئے

۳۷
ڈپٹی رام اوگرہ نارائن بدل پورہ کے رہنے والے گوبند پرشاد کے خاندان کے تھے راقم کے کلاس فلو تھے بہترین دوست پرست آدمی گذرے گھر کی زمینداری تھی ویسا ہی عالی دماغ تھا عیاشانہ مزاج میں تھا بابو رام فنج وکیل سے ربط تھا وہ اون کی پوری حالت سے پورے واقف ہیں راقم کو برابر ملنے کا کم اتفاق رہا اسکول لائف کو نوکری میں نبا ہا کبھی کوئی فرق نہیں پایا اولاد غالباً ہے نور تن بابو دوارکا ناتھ اوزیری مجسٹریٹ ان لوگوں کے قرابت داران بدل پورہ میں ہیں کلکتہ میں بدل گئے تھے سیالدہ میں ڈپٹی تھے انتقال ہو گیا اور جوان ہی مر گئے۔ بدل پورہ میں شمسو میاں ایک مسلمان کا خاندان بہت

مشہور تھا اوسط آمدنی کے آدمی تھے اپنی زندگی عزت وآبرو سے گذر گئے انکے تعلقات
بندہ ری منشی لطیف مرحوم ساکن شیخ تھا کی گدھی سے تھے اون کا مکان خانقاہ سنگل تالاب
کے کھیت میں دریا اون کے ایک لڑکے حکیم نظیر دوسرے لڑکے محمد منیر تھے یہ لوگ گویا
شگھر میں اپنے سسرال میں جا بسے وہ لوگ صاحب اولاد تھے منشی لطیف
اوسط آمدن کے آدمی تھے گر بڑی داشت کے ساتھ اپنی زندگی گذار گئے بوڑھے ہوکر
مرے لڑکے جوان ہی مر گئے شاید کوئی ذرا اولاد زندہ ہو تھمو میاں کی اولاد ہنوز زندہ ہے۔

ڈپٹی[۳۳] فدا علی خان کے تعلقات بڑی بڑھ اور کرلے پر سرائے میں تھے یہ
مدتوں شاہ گنج میں اوس بنگلہ میں رہے جس کو عبد الکریم مختار نے توڑ کر چھوٹی کوٹھی
بنائی تھی اور اب اوس میں ڈاکٹر افضل خان بہادر ولد میر زلفن صاحب ہیں ڈاکٹر
صاحب نور میاں خان بہادر شیر پور بہار کے داماد تھے ایک داماد اون کے رجو میاں
ولد حافظ حمد اللہ ساکن مدرسہ محلہ تھے مولوی نور صاحب بہار حکام رس بھی ہیں
خطاب یافتہ ہیں خانقاہ سنگل تالاب میں امول مولانا رشید الحق قدس سرہ کے شاگرد ہیں۔
مرید ہیں اور مدتوں اون کے ساتھ رہے بہتو میاں ان کے بھتیجی تھے وہ ایک امیر آدمی
تھے بڑا کارخانہ تھا بڑی آمدنی تھی اون کا ہاتھی قد دس ہاتھ اونچا تھا بہار میں لوگ
تماشہ دیکھنے تھے وہ ہاتھی راقم کی معرفت راجہ رام نرائن سنگھ مہاراج کھیرا نے بعد مرنے بہتو
میاں کے چھتر میں خرید بہتو میاں کا مکان ہنوز شیر پور میں مع ایک عمدہ مسجد کے قائم ہے
جو یادگار ہے دونوں نے اپنی جائداد بعد مرنے بی بی کے ابو میاں اپنے لڑکے کو لکھ دیا

تھے ان کا انتقال ہوگیا تو ہم لوگ نمبردار ساکن منی پور کی بہن سے بیاہے تھے تو جوانی ہی میں مر گئے
نصر میاں کی شادی پنہر کا خاندان محمد علی خان و اقبال علی خان و وزیر علی خاں حد حیثیت
کے ہوئی اسی خاندان کے لڑکے منظور احمد خاں کی شادی نصر میاں کے یہاں ہوئی تو ایک
لڑکے مولوی نثار علی مذکور کے سعف ہیں تو مولوی یوسف حسین لودی کٹرہ کے داماد ہیں
پنہر کے خاندان سے سوا پورہ والوں سے قرابت داریاں خاص ہیں اسی خاندان کا ایک
لڑکے شاہ کرام الدین صاحب اسلام پور کے ہوئی تب جعفر لڑکے بارہ میں بیاہے ہیں۔
بعض کے تعلقات راجہ اسمٰعیل علیخاں سیوان سے ہیں راجہ مذکور کی شادی بھی اسی خاندان
پنہر میں ہوئی اسی خاندان سے غضنفر علی خاں تھے ان کی شادی خواجہ گوہر علیخاں ساکن
حاجی گنج کے یہاں ہوئی اسی خاندان کے محمد یحییٰ خاں تھے جن کی اولادیں زندہ ہیں احمد حسین
خاں موجود ہیں ایک بھائی اور ہیں ایک بھائی محمد یحییٰ خاں کے محمد علیخاں تھے جن کے داماد
عالم میاں ولد مولوی حامد حسین لودی کٹرہ میں شاہ عالم کی لڑکی سیوان میں بخاندان راجہ
اسمٰعیل علیخاں بیاہی ہیں اسلام پور اور پنہر اور سیوان کے سب لوگ محلوں میں زمینداریاں
غیر منتظم صورت میں ہنوز موجود ہیں انتظامی حالت ہر خاندان کی اچھی نہیں ہے اور عرفی حالت
بھی ہر خاندان کی انتظامی حیثیت کی نہیں ہے سب لوگ خوش زندگی گذارتے ہیں مگر آئندہ
لوگوں کی زندگی اس صورت سے گذرنا دشوار ہوگا دولت مند خاندانوں میں تعلیمی حالت کی
طرف توجہ کم ہوا کرتی ہے اور متروکات کے قصے ما بقی لوگوں کو تکلیف دہ ہوا کرتے ہیں اگر
اسلام پور و سیوان اور پنہر ملا کر ایک منتظم ہوتا تو راجہ کی حیثیت ہو جاتی ہر خاندان بیدا

ہے اور ہر دربار جداگانہ ہے ہر سے نظم جدا ہیں ہر کے عادات جدا ہیں ہر کی روش زندگی جداگانہ
ہے ہر کا شوق جدا جدا ہے۔ اس کا یکجائی انتظام غیر ممکن ہے امیروں کے خاندان میں پڑوائی
نہ ہو تو غربا ملازمین کو ذریاں کیونکر ہونچیں یہ بھی خدائی انتظام ہے کہ مگر لاابالی وارثیں پسند
بنادیتا ہے غفلت میں دولتیں منتقل ہو ہو کر حاجت مندوں کے پاس پہونچا کرتی ہے اگر امیر
ہوشیار اور منتظم اور کارندہ ہو جائے تو سلسلہ روزی رسانی میں بڑی دقت واقع ہو جایا کرے
اس لیے امرا زیادہ تر عیش پسند اور بیکار ہوا کرتے ہیں اور کوئی نہ کوئی ایسا شوق پیدا ہوتا ہے
جس سے تقسیم روزی رسانی میں فائدہ ہوا کرے دولت آنا مشکل نہیں ہے دولت رکھنا اور
موقع کا خرچ کرنا مشکل بات ہے۔

۳۹

سکندر بابو ایک ادھیڑ بنگالی ڈپٹی گذرے ہیں وہ بڑے متین تھے سن دار و
تجربہ کار، آدمی ضرور ملنسار منکسر ہو ہی جاتا ہے وہ تقاضائے سن سے وہ بہت سادی
زندگی گذار گئے اور اچھا کچھ جب بھی کر لیا تھا پنشن پاکر کاشی باشی ہو گئے بعض دنیا سے تجربہ
نہیں کیا ہوئے جوانی میں کسی قوم اور گروہ کا آدمی ہو اس میں فٹ فاٹ لازمی ہے جب
وہ دنیا کے جنجال میں پھنستا ہے بال بچوں کی پرورش اس کے ذمہ عاید ہو جاتی ہے اس
کی آمدنی دوسروں کے مصرف کے لیے صرف ہوا کرتی ہے تو دنیا خود اس کو اپنے فٹ فاٹ
کی فرصت نہیں دیتی آدمی کو زمانہ خود منتظم بنا دیتا ہے جوانی کے وقت میں کوئی نصیحت کارگر
نہیں ہوتی جوانی کے وقت انسان کو کلیۃً زمانے کی ضمانت پر چھوڑنا ہی بہتر ہے رفتہ رفتہ
خود بھی آدمی خود بخود بدل جاتا ہے اور ایک اصول زندگی ہو جاتی ہے اگر کسی نوجوان سے

کسی بوڑھے کی پری نہیں ہیٹھتی تو اس میں بوڑھے کی خود سراسر غلطی ہے اوس کو اپنے
گذشتہ لائف پر توجہ کرنا چاہیے بوڑھے غایت محبت میں اپنا تجربہ اپنے عزیزوں پر بتانا چاہتے
ہیں اور اپنا اثر ڈالنا چاہتے ہیں اسیلئے نوجوان بوڑھوں سے نفرت کرتے ہیں اوس کے سمجھ میں
بوڑھونکا تجربہ ثابت نہیں ہوتا رفتار زمانہ خود عین الیقین کے درجہ دکھلا دیتا ہے چالیس برس
کے سن تک نوجوانوں کے روش پر چھوڑ دیتے ہے کسی عورت کو اپنے لوگوں سے کوئی رنجش
نہیں ہو سکتی اپنی امیدوں کے خلاف نوجوانوں سے باتیں سرزد ہوا کرتی ہیں اور سند اور
فضول اپنی جان کلفت میں گذارتے ہیں انسان اپنی زندگی کو بے نیاز کرے اور نوجوانوں سے
کوئی امید نہ رکھے تو وہیں کسی کو شکایت نہ ہے مشکل تو یہ ہے کہ نوجوان اپنی پوری ضرورتوں کو
اور عمر بھر کی بار کو بوڑھوں کے سر ڈالنا چاہتے ہیں اور خود خود دل جو کر دینا چاہتے ہیں یہ
ناانصافی ہے دونوں کو ایک دوسرے کی یکساں ضرورت ہی نہیں ہے جب نوجوان
ذی عقل ہو گئے وہ اپنی دنیا چلا دیں دونوں کو ہر رنگ کر با سلیقہ ہو جانا چاہیے پھر کسی
کو کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی اگر کوئی نوجوان کسی سند کے خلاف مزاج کرتا ہے تو بوڑھے کو
خود سمجھ لینا چاہیے کہ عدم تجربہ اس فعل کا مرتکب کراتا ہے اوس کا رنج و ملال غلط ہے
ڈپٹی مذکور کو ان باتوں پر چلتے دیکھا اون کی زندگی سادی اور خوش پیا بیگانگی توعلی العموم
سادی زندگی مطمئنہ گذارتے ہیں جب ہی تو کم مشاہرہ دار بھی کچھ نہ کچھ اپنی زندگی میں پس انداز
چھوڑ جاتے ہیں ہندوؤں کی رہائش ہی کم خرچ ہے خوراک اور لباس ہی کم خرچ کا ہے تب
اون کے پاس بھی پس ماندہ ہو جاتا ہے میری قوم بہتہ مصروف ہو رہی ہے ان کے کھانے کپڑے

اور اداے رسم میں اور عورتوں کی فرمائشات میں ان کا ہوس برجا نہیں ہوتا سال میں
جوتے ہی کی قیمت کیا کم ہے گوشت ہی کی قیمت میں کیا کم خرچ ہوتا ہے جو گروہ سبزی خوار
ہی اور ماس مچھلی سے سروکار نہیں ہے جوتہ ٹوپی کی ضرورت نہیں ہے اون کے اخراجات
میں کسقدر کفایت شعاری ہے دھوبی کا خرچہ بہت کم آرائش کے صرفے ندارد سادی
زندگی عجب مفید زندگی ہے مگر مسلمان اس سادگی سے فطرۃً محروم ہیں اس لیے افلاس
بھی اس میں زیادہ ہی۔

مسٹر محمود صدا علی ساکن صادق پور ولد شمس العلما مولوی محمد حسین بھی
بیرسٹر ہیں ان کا تذکرہ عالم گنج وارڈ میں مفصل درج ہے مسٹر ذکریا ولد شمس العلما مولوی یوسف بھی
بیرسٹر ہیں اور اسی خاندان کے ہیں ان کی شادی نیورہ میں ہوئی ان کا حال بھی مفصل صادق
پور میں ملے گا

مسٹر نصیر ولد مولوی واعظ الدین ساکن مگرہٹہ بھی بیرسٹر ہیں یہ مولوی حکیم
علیم الدین مرحوم کے بھائی کے لڑکے ہیں اور مولوی فضل الدین ولد نواب امیر علی خاں باڑھ
کے داماد ہیں دوسری شادی نیورہ میں ہوئی ہے اولاد سے ان کے بیٹے بھی وکیل تھے تام یاد
نہیں ہے مسٹر نصیر دربھنگہ کورٹ میں پریکٹس کیا کرتے ہیں اور ملازم تھے ان کی قرابت والی
خاندان شمس العلما مولوی سعید کے یہاں تو قبل نیورہ میں تھی ان کے والد کی شادی اوسی
خاندان میں ہوئی تھی حافظ نظر الرحمٰن مرحوم کے خیرے بھائی تھے اور کاشانہ والوں سے فضلو
میاں وغیرہ سے قرابت خاص ہے خود بھی شاعر ہیں بیٹا بھی شاعر ہے حافظ ظفر الرحمٰن بھی

شاعر تھے نیک مزاج بوڑھے آدمی ہیں جوانی ان کی دیکھنے کے لائق ہے ان کو دلی صدمات
بہت پہونچے دل چورم چور ہو گیا اب مذہبی زندگی گذارتے ہیں بظاہر تو تکلیفات اور صدمات
سے انسان خدا کو برا بھلا کہتا ہے مگر عاقبت اندیشی کے لیے جذبات بہترین اصلاح قلب کی
اور نور ایمان تازہ اور پختہ ہوتا ہے خود بخود انسان کا دل دنیا سے پھر جاتا ہے اور عاقبت اندیشی
دل میں پیدا ہو جاتی ہے یہ خدا کی رحمت ہے کہ زندگی میں دل چور ہو جائے اور اوس کا رخ خدا
کی طرف پھر جائے اور دنیا نگاہ میں ہیچ ہو جائے بہترین رحمت خدا ہے جس کو خدا اپنی طرف
پھیرتا ہے اوسی کو چورم چور کرتا ہے یہ اپنی طرف بلانے کا پیغام ہے جسکو اپنے حوصلے کے موافق
سب کام میسر ہوتا جاتا ہے وہ تو خدا کو خدا ہی نہیں جانتا ہے اپنے اقبال و عقل ہی کو خدا مانتا ہی
اور سمجھتا ہے کہ صدا دن یوں ہی رہیگا مگر بادشاہ ملک کو آخری وقت میں موت کی سختیوں کو
برداشت کرنا پڑتا ہے ایک نہ ایک سختی کا ہر انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو دیکھنا فرض اور ضروری
ہے لازمی ہے اور ہو کر رہتا ہے اس سے انکار ہو نہیں سکتا روزمرہ کا مشاہدہ ہی عین الیقین
بلکہ حق الیقین کا درجہ رکھتا ہے کون ہے جو نہیں مرا یا نہیں مریگا یہ دن تو سب کو دیکھنا ہی پڑیگا
اور جو سختیاں پیش آنے والی ہیں بھگتنا ہی پڑیں گی ساری دنیا منہ تاکتی رہیگی اور مرنیوالے
لاچار بے یار و مددگار رہا خدمت گذار اور ہو ہر کا مددواز لوگ اس وقت کو نہ بھولیں اور موجودہ
اقبال پر نہ پھولیں پھولے پھلے مرجھائے او رخاک ہو گئے یہ دن سب کو دیکھنا ہی پڑے گا
مانیں یا نہ مانیں اختیار ہے آئندہ تقدیر بدست حاکم با قادر سرکار خود مختار ہے جو قسمت میں
ہے وہ آگے آئے گا۔

گنگا دھر بابو بہت پرانے اور قابل معزز وکیل رہ گئے ہیں ابھی چند ہی برس کی ادھر
رہے ہیں بہتیرے تجویز ... نے ان کو دیکھا ہوگا اچھا مانتے تھے اور اچھا چھوڑ گئے نامی
آدمی تھے بہت وجیہ آدمی تھے مبارک میاں گنگا پرشاد کے ... تھے مبارک میاں منشی
اقبال حسین شاہ پور علاقہ تھانہ پھلواری کے داماد تھے منشی ... صاحب شاہ گورنہ
اور شاہ ... شاہ میاں جان صاحب سجادہ نشین تکیہ شاہ گنگا ... کے ساتھ ہو چکے ان کے یہاں
لعنت صاحب خواجہ پورہ سے بھی قرابت داریاں تھیں اون کی اہلیہ کے یہ نانا ہوتے تھے
اولاد میں گنگا دھر بابو کا کون وارث ہے ان کو واقفیت نہیں ہے ان کی داڑھی بہت
بڑی شاندار ہوتی تھی اس وقت کے وکلا اکثر داڑھی رکھے ہوئے تھے بنگالی وکیلوں کو
جو نام اور دوسرے ور دہ تھے سب کو داڑھیاں تھیں مسلمانوں میں بجز نجف علی صاحب کے
سب کو داڑھیاں تھیں اور اس سے چہرہ پر رعب ... وجاہت ہوا کرتی تھی اب تو ہر
شخص فیشن پر ایمان لایا ہے داڑھی کو کٹوا لیتے ہیں ... بہتیروں نے تو
مونچھ داڑھی سب کا صفایا کر لیا ہے ایک عجیب ... زدہ اور بے مزہ چہرہ ہوتا ہے
وجاہت تو بالکل غائب ہی ہو جاتی ہے گو فیشن ہے اگر کوئی یاد رکھنا منصفانہ چہرہ
کو داڑھی والے چہروں سے ملان کریں آئینہ میں منہ دیکھیں ... کس کا چہرہ زیادہ
ہوا کرتی ہے اور جب صحت کون چہرہ ہوتا ہے راقم نے خود ہی مدتوں داڑھی ... میں
متانت بتائی اور ... اپنے کو جوان بنائے رہا خضاب لگایا ایک طرح کا دنیا کو دھوکا دیتا
رہا ... تب ہی آپ قدر ہو گئی اور اپنے کو اوس ایج کا آدمی

سمجھنے لگا جو سن کی حیثیت سے متعلق تھا اور اپنا چھچھور پن جاتا رہا اپنی عظمت سن ڈاڑی کو خود
سمجھنے لگا مسلمانوں کے لیے ڈاڑھی ایک شعار میں داخل ہے ڈاڑھی رکھنے سے چھوکرہ پن دل
سے بالکل جاتا ہے اپنی عظمت خود ہوتی ہے سیکڑوں ذلیل حرکتوں سے تنبیہ پیدا ہوتی ہے
دیکھنے والوں پر وجاہت کا اثر پڑتا ہے سکھ تو سب ہی ڈاڑھی رکھتے ہیں وہ لوہا بدن پر نہیں
لگاتے پچھم کے ہندو بھی اکثر ڈاڑھی رکھتے ہیں پچھم کے راج پوت زیادہ تر وجاہت کی غرض
سے ڈاڑھی رکھتے ہیں بنگالی بھی اکثر ڈاڑھی رکھا کرتے ہیں نوجوان تو ہر گروہ کے بجز سکھوں کے
منڈاتے ہیں اون کو جائز بھی ہے ادھیڑ اور بدست کو رکھنا ہی اچھا ہے زیادہ تر عوام نے
منڈانے کا فیشن نکالا ہے اور یہ تعصبی مسلہ ہے کہ سب لوگوں نے بھی مونڈایا عوام تو بڑوں کے
تقلید پر مرتے ہیں جو فعل بڑوں کا ہوگا وہ ضرور کریں گے انجام ہو نہ ہو برابری اور تقلید کرنا
ضروری ہے فیشن کا اجرا بلکہ ہر کام کا زوروں پر چلا دینا یہ عوام کی ڈیوٹی ہے مسلمانوں کے
یہاں مذہباً مونڈانا منع ہے مگر لوپری گروہ شیعان منڈاتے ہیں اور سنی بھی ہا دی کرتے ہیں۔
وہابی البتہ اس گناہ بے لذت سے بچتے ہیں صاحبی ٹھاٹھ والو پر تو کوئی اعتراض ہی نہیں
ہو سکتا وہ تو ہر بات میں باسرار مذہب کیخلاف جانا پسند کرتے ہیں اون کو مذہب کی
باتیں بتانا اپنے کو خود مورد الزام بنانا ہے اس لیے اون کو در ملکے رخ پر چھوڑنا بہتر ہے
اور دعاے خیر کرنا ہی اچھا ہے۔

~~~ دین بندھو بابو ایک بنگالی وکیل گذرے ہیں وہ کورٹ اوف وارڈ کے ممبر بھی تھے
للو بابو اسٹیٹ کے مدتوں منیجر اور ریسیور رہے یہ اوس مکان میں تھے جس کو ڈاکٹر
~~~

وارث حسین صفی پوری سول سرجن نے خریدا تھا پھر انہوں نے بنک کھولا وہ فیل ہوگیا بہت جوان ہی انتقال کر گئے ورثا ہیں یا نہیں راقم کو خبر نہیں ہے۔

شوشی بھوشن لہو اس ایک مفلوج بنگالی وکیل گذرے وہ بائیں ہاتھ سے لکھا کرتے تھے تعجب یہ ہے کہ بچپن سے وہ ایسی ہی رہے کیونکہ وکالت پاس کیا اور اچھے قابل وکیلوں میں تھے راقم کے اجلاس میں بہت اچھا کام کرتے رہے بقدر گذران کما لیتے تھے اون کو چلنا دشوار تھا پڑھنے والے اس معذوری پر بھی اعلی تعلیم پا لیتے ہیں۔

میر نجف علی وکیل کا حال خلاصہ خواجہ کلاں وارڈ میں ہے یہ خواجہ فخرالدین مذکور صدر اعلی کے سسر تھے اور میر سید علی دوندی بازار کے بھائی تھے میر قمر علی انسپکٹر پٹنہ میونسپلٹی کے والد تھے اور میر اصغر علی لکھنوی مشہور دوکاندار و تاجر عطر کے سمدھی تھے۔ اونہوں نے بڑی فقیرانہ دلی کی زندگی گذاری اور کماتے اور روزمرہ نوکر چاکر بیوی بچوں کو اون کا مقررہ ادا کرتے رہے ایک دن بھی کسی کا دین اپنے ذمہ عاید ہونے نہ دیا بہت سادی زندگی گذاری بہت بوڑھے تھے بڑے پرمذاق تھے ان کی تفریحی باتیں یادگار ہیں چونکہ کتاب میں لکھنا خلاف تہذیب ہے اور اوس کا ایک برا پہلو نکلتا ہے اس لیے اون باتوں کو ترک کیا گیا اشارۃً لکھتا ہوں کہ وہ ہر چھوٹے بڑے عزیز و احباب سے مزیدار جملوں میں پرمعنی اور دو معنی مذاق کر لیتے تھے بڑے زندہ دل تھے خدا بخش خاں مولوی محمد یحیٰ میر عنایت حسین ان لوگوں میں خوب مذاق ہوا کرتا تھا۔ اگر ویسی باتیں آجکل آپس میں ہوں تو وجہ لڑائی ہو جائیں خدا جانے کیا وقت گذر جاے کچہری میں یہ لوگ بولا کرتے تھے اور خوش تھے ان کے

صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے اوستاد تھے اونہوں نے اون کو انگریزوں میں
خوب ممدوح بنوایا اون کے پچہارٹ صاحب جج ہوکر آئے اون کی وجہ کر یہ سرکاری مختار
ہوگئے مولوی صاحب کا نام خوب روشن کیا وہانی پور میں باغ بنایا خوب جلسہ رہا
راقم سے برابر ربط رہا راقم ہر جلسے میں شریک رہا تصدق مختار فضلو میاں سررشتہ دار اون
کے ہم جلیس تھے ایک لڑکے مولانا کے بدرالدجی تھے وہ پولیس میں ملازم تھے اون کی
خبر ہمکو نہیں ہے مولوی وصی الدین وکیل مولوی ظہیر کے لڑکے ہیں وہ حکیم بچو صاحب سونار
ٹولی کے لڑکے قطبی میاں کے سسر ہیں قطبی میاں بھی وکیل ہیں داروغہ اکرم و واعظ الحق
داروغہ کو مولانا کے خاندان سے تعلقات قرابت داری ہیں وہ تاہیں خوشحال ہیں مگر مولانا
کی بات اون کے ساتھ گئی اور مولوی ظہیر کے بعد وہ اقبال کسی کا نہیں ہوا اب موجی پور
کا مکان ویران حالت میں ہے باغ بہت برا خراب ہوگیا کوٹھی میدان ہوگئی جسکا اقبال
ہوتا ہے اوس کے ساتھ جاتا ہے بہت خاندان ایسا دیکھا جہاں دو پشت بھی دولت
اور اقبال نہیں رہتا۔ مولانا جج بھی کر آئے تھے موجی پور میں برادری میں بڑا دباؤ تھا
پرانے روش کے وضعدار آدمی گذرے لباس پوشاک مولویانہ رہا مولوی ظہیر کا
لباس بھی ہندوستانی رہا طرز معاشرت اس خاندان کا اب تک ہندوستانی ہے مولوی
وصی الدین نیک دل ہیں اور ہائی کورٹ میں مترجم ہیں۔

میر عنایت حسین سبزی باغ کے ایک پرانی روش کے وکیل تھے
اپنی زندگی آرام سے گذار گئے بقدر ضرورت کماتے رہے مولوی یحیٰ صاحب کا مکان

جس میں اون کے لڑکے مولوی غلام وارث خویش مولوی شفیع داؤدی مظفرپوری
رہتے ہیں میر عنایت حسین کا ہے وہ لاولد تھے اونہوں نے لاڈے نامی ایک شخص کو متبنیٰ
لیا تھا اور جو کچھ تھا اون کو دے گئے اونہوں نے میر صاحب کے بعد بالکل فروخت کر دیا
تصدق حسین مختار اون کے دوست کے ذریعہ سے مکان فروخت ہوا اور راقم کے
سمدھی مولوی محمد یحییٰ وکیل نے خرید کیا جو ہنوز ورثا کے ذمہ ہے میر عنایت حسین کا نام
ونشان غائب ہو گیا مورث کچھ ہی کر جائے ورثا اگر نہ رکھ سکے تو مرنے والا کیا کر سکتا ہے
کسی کی تقدیر کو کوئی بنا نہیں سکتا ہر انسان اپنی تقدیر ساتھ لیکر آیا ہے غریب کا لڑکا
امیر اور امیر کا غریب ہو جاتا ہے راقم نے چشم دید سیکڑوں مثالیں دیکھی ہیں ورثا کی عمر بھر کا
ٹھیکہ کوئی مورث نہیں لے سکتا اولاد کے وقت بگڑ جاتے دیکھا ہے تبدل دنیا کا
لازمی کام ہے آئندہ کی فکر بالکل بیکار ثابت ہوا کی ہے اپنے کیے کچھ نہ ہوگا۔ کل کیا
ہوگا خدا ہی جانتا ہے۔

۴۷ منشی اسمٰعیل کھریا کے رہنے والے تھے اپنی زندگی آرام سے گذار
گئے اون کی لڑکے سید میاں مختار ہیں جو میر الفت حسین داناپور کے داماد ہیں میر الفت
حسین کی بیوی شاہ وجیہ الحق کی حقیقی بہن ہیں اور راقم کی خالہ زاد بہن تھیں محمود میاں
پھلواری عزیز الحسن داناپور وانیس الحق داناپور مسٹر مہدی حسن عرف مارٹن حکیم نیر پھلواری
سے اون لوگوں کے تعلقات برادری ہیں ایک بھائی سید میاں کے وکیل ہیں راقم کو نام
نہیں معلوم ہے۔ نئے لوگوں سے آمد رفت نہ تھی آگاہی کی کون صورت پیدا ہو تو دست

دنیا سے چند روز بعد بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا چچیرے ممیرے خلیرے پھوپھیرے برتے بہتیرے کا وقت آگیا پرانے لوگ شادی غمی میں شریک ہوا کرتے تھے ان کے ساتھ اپنے رہتے تھے برادریاں ظاہر ہوا کرتی تھیں سب چھوٹا برادری چھوٹی آمدرفت گئی نئی دنیا ہو گئی نئے لوگ رہے نئی دوستی رہی کٹ گیا احباب رہ گئے آمدرفت رہی تو خیر ورنہ یہ نہیں جانتا کہ کون کہاں ہے کس سے کس سے تعلق ہے قرابت کیا ہے منشی اسمٰعیل کے وقت تک آمدرفت رہی سید میاں کی خوشدامن کو میں نے گود میں لے کر طواف خانہ کعبہ کا کرایا ہے ان کی اولاد کو اکثر دن کو نہیں جانتا اور آمدرفت ندارد ہے اوس لڑکی کو مرتے دم تک دیکھا ہے اب سب سے کنارہ کش ہونا پڑا ہر خاندان میں یہی حال ہے زمانے کی ہوا ہی چلی ہے تو برادری کا جتھہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہے جس کو جس سے غرض ہے یا زبردست اقبال ہے اوس سے برادری جوڑی جاتی ہے جس سے واقعی قرابت ہے وہ دور دور کیا جاتا ہے رفتہ رفتہ بڑی مغایرت پھیلی اور پھیلی جاتی ہے اور بالکل اجنبی دار ہو کر رہنا پڑیگا صرف سسرالی برادری جب تک بیوی زندہ ہے جاری رہے گی اوس کے بعد وہ بھی ندارد چچیروں میں کا تندوں میں متروکات کے وقت برادریاں تلاش ہوا کرتی ہیں وہی بچ جائے گا اصلی برادریاں سب ختم۔

مولوی عبدالحکیم[۴۳] نگرنہسہ کے یا ڈیاؤں کے رہنے والے تھے یہ ظہیر بھائی ساہارنپوری کے داماد تھے ان کی لڑکیاں مولوی یوسف حسین صاحب نودگیرہ کے لڑکے سے بیاہی ہیں دونوں لڑکیاں اوسی گھر میں بیاہی گئیں دونوں مولوی یوسف

حسین صاحب مرحوم کی بہو ان ہیں ان کا لڑکا کسی کالج میں اسٹوڈنٹ ہے نام تو نہیں معلوم ہے
مولوی عبدالحکیم بہت پرہیزگاری کی زندگی گذار گئے مگر میں انتقال کیا حج کو گئے تھے۔

مولوی منور بھکار کے علاقہ کے وکیل تھے یہ بھی پرہیزگاری کی زندگی گذار گئے
ہیں ان کے تعلقات بھی شیخ بھائیوں سے خواجہ پورہ میں ہیں بہت سادہ مذہبی زندگی ہے خلیق
اور ملنسار ہیں زیادہ حال ان کا معلوم نہیں ہو سکا۔

مولوی محمد اسحاق بھی پرانے وکیلوں میں ہیں دیہات ہی میں ان کے تعلقات
ہیں شیخ بھائیوں سے ان کی برادری ہے مذہبی آدمی ہیں بقدر ضرورت کما لیتے ہیں بہت سادی
زندگی گذارتے ہیں ان لوگوں نے کبھی اپنا ٹھاٹھ انگریزی نہیں رکھا مذہبی آدمی سے
انگریزی ٹھاٹھ نبھ نہیں سکتی جو روزہ نماز کا پابند ہوگا وہ انگریزی لباس پہن کر روزانہ نماز
نہیں کر سکتا بہتیری دقتیں اس لباس ہی میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اسراف کثیر کا متحمل ہونا پڑتا ہے
جب تک وافر روپیہ صرف نہ کیا جائے انگریزی ٹھاٹھ کا نباہنا آسان نہیں ہے اوسط درجہ
کے آدمی کے لیے ہندوستانی طرز معاشرت آرام دہ ہے بال بچوں کی پرورش بآسانی
کر سکتا ہے اور آرام سے گذر ہوگا

مولوی جمیل شاہ گنا بین پورہ کے وکیل ہیں سماج فصیح کی حیثیت
ہیں نیچر ہے اب بزری باغ میں مکان بنا لیا ہے سید خاندان داتا پور کے بھائی ہیں شیخ
لوگوں سے قرابت داریاں ہیں خواجہ پورہ والوں سے بھی قربت داریاں ہیں خوش
حال لوگ ہیں۔

۵۲ بابو رامانج سہائے وکیل کلیان پور آرہ ضلع کے رہنے والے کایستہ ہیں ہر نرائن بابو سوپروئیزر ڈسٹرکٹ بورڈ کے قریب تر رشتہ دار ہیں یہ کچہری میں اچھا کماتے ہیں بہت ہوشیار اور قابل آدمی ہیں اردو فارسی اچھی جانتے ہیں صاحب تصنیف ہیں بعض کتابیں مفید اور اچھی شایع کی ہیں بڑے خلیق اور ملنسار ہیں خوش اخلاق ہیں کنبہ پرور ہیں بہت آدمی ان کی یہاں رہتے ہیں کھانا کھلانے کا شوق ہے دوستی کی پختہ آنکھ ہیں مروت بھی ہے پرانے خاندان والوں میں جو باتیں لازمی ہیں اون میں موجود ہیں۔ جوان آدمی ہیں ورزشین ہیں غصہ ور اور تنک مزاج ہرگز نہیں ہیں دریاپور میں راقم کی کوٹھی کے قریب اپنا مکان بنا لیا ہے پوجا پاٹ کرتے ہوئے خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں سوسائٹی اعلی رکھتے ہیں ان سے اچھے اچھے افسروں سے ملاقات ہے ان کے یہاں شام کو اچھا مجمع قابل لوگوں کا رہتا ہے۔ سوشل آدمی ہیں ان کو پولٹیکس کا شوق نہیں ہے صاحب اولاد ہیں۔

۵۳ منشی لطیف ایک وکیل گذرے ہیں اون کا مکان رامانج بابو کے مکان کے قریب تھا اون کو مقدمہ لڑنے کا بڑا شوق تھا مقدمہ بازی کی بدولت اون کی زندگی عافیت کی نہیں گذری مقدمہ بازوں کی زندگی بہت پریشان گذرتی ہے مگر اس کی لذت جس دل میں آجاتی ہے اوس کی دل بستگی بجز اس کے نہیں ہوتی ہے۔ مگر مقدمہ بازوں کے ورثا کو پریشان ہوتے دیکھا جائداد سب خراب خستہ ہو جاتی ہے ان کے بعد جائداد جو حاصل کی تھی برباد ہو گئی ورثا کا حال نہیں معلوم کون ہے۔

گندھاری یا بوگونانواں کے رہنے والے بھا بعض ہیں پٹنہ میں لائبریرین اور
ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں ان کے تعلقات سرگنیش دت منسٹر سے ہیں اون کا مکان
بھی اوسی بستی کے آس پاس ہے یہ بڑے منتظم آدمی ہیں دریاپور میں ایک ہی مکان میں
دس برس سے ہیں اور راقم کی کوٹھی دریاپور کے متصل رہتے ہیں بہت سادی زندگی گذارتے
ہیں انگریزی نمائش ذرا نہیں ہے۔ چالیس سے اوپر کے آدمی ہیں۔

۵۲ مولوی عزیز الحسن مرحوم منشی امیر حسن سررشتہ دار صدر اعلیٰ کے بھانجے تھے اور
مولوی ولی عالم پھوپھا کے داماد تھے راقم کے پھوپھیزاد بہن سے بیاہے تھے منشی امیر
حسن کا مکان سنگریانواں میں تھا انکا مکان ہنیانواں علاقہ گیا میں تھا بیٹے یہ عدالت
میں محافظ دفتر رہے پھر وکالت کیا پھر گوشہ نشین ہو گئے بہت کم لوگوں سے ملا کرتے تھے
ان کے ساڑھو سید میاں رئیس سنگریانواں ہیں اون کے لڑکے اختر حسین وکیل ہیں اسی
خاندان میں سر فخر الدین منسٹر کے ایک لڑکے بیاہے ہیں مولوی عزیز الحسن کو دو برس ہوا
انتقال کر گئے لاولد تھے بیوی زندہ ہیں ان کے یہاں منشی عبدالرحمن ساکن پالی کارپرداز
تھے وہ پہلے راقم کے یہاں تھے منشی عبدالرحمن نے اسقدر خدمت گذاری کی کہ وکیل
صاحب کو داماد اور بھائی کا مزہ ملا افسوس وہ مر گئے ورنہ بڑی قدر کرتے تاہم وہ
اپنی بیوی کو ان کی نسبت بہت کچھ کہہ گئے اور ہنوز وہ ہیں اور گھر کو مثل سوانگ کے
سنبھال رکھا ہے بہت خیر خواہی سے مکان کو آباد رکھے ہوئے ہیں جمان میاں کے
بیٹے محمد سلیم ہیں وہ رنگسازی کرتے ہیں رحمان میاں کے بھائی مولوی ولی الحق ولد

مولوی احسن صاحب ڈپانوں کے ملازم ہیں منشی عبدالرحمن ہیں ہمدردی اور خدمت گذاری
کا مادہ لاجواب ہے راقم کو ان کے جدا ہونیکا افسوس ہے اگر راقم کو پہلے سے اسقدر تجربہ
ہوتا تو راقم ان کو ہرگز جدا نہ کرتا وہ خانقاہ سنگل تالاب کے مرید ہیں مولوی عزیزالحسن نے
ظفر عالم ولد محمد اکرم کو اپنے یہاں پڑھایا شادی فیروزی میں محمد حافظ کی لڑکی سے کی مگر
لڑکا مرگیا۔ بی اے میں تھا اچھا نوجوان ہونہار آدمی نوجوان مرگیا ان کو صدمہ بہت ہوا
چند ہی روز بعد خود مر گئے اون کے بھائی مولوی نور صاحب علیگڈھ میں پروفیسر ہیں
وکیل صاحب نے اون کو پڑھایا حافظ زاہد صاحب کے خاندان میں پھلواری میں شادی
ہوئی صاحب اولاد ہیں اون کے لڑکے سب خواندہ ہیں ایک لڑکے کی شادی حافظ
علی مظہر ڈپٹی کے یہاں تھی اوسی دن ہوئی تھی جسدن مولوی عزیزالحسن کا انتقال ہوا
تھا صبح کو تجہیز وتکفین ہوئی شام کو بارات آئی وہ بچی بھی نہ رہی یہ بھی عجب طرح کی شادی
تھی اپنی زندگی میں یہ پہلا واقعہ دیکھا کہ حقیقی بھائی مرا ہو اور شادی دو چار روز بھی نہ رہ
سکی شاید پختگی انگیجمنٹ کا باعث ہو مگر ہندوستانی برادری میں یہ ایک نئی بات ضرور ہوئی
امیر عالم ولد محمد اکرم دوسرے لڑکے اپنی پھوپھی کے گھر میں ہیں اوریالی میں بیاہے ہوئے
ہیں ان کو بھی بیعت سنگل تالاب پیر شاہ حبیب الحق صاحب سے ہے مولوی عزیزالحسن
کی بیوی نے اپنی جائداد کسی اہل قرابت کو لکھا اور مقرری حیاتی کا اقرار کیا مقرری نہ
لکھی گئی مقدمہ بازی شروع ہوئی جائداد خراب ہوئی شرکت کر کے مقدمہ لڑتے ہوئے
راقم نے سیکڑوں آدمی کو دیکھا ہے جس نے اپنی زندگی میں اپنے اختیارات کھو دیئے۔ یا

جائداد لکھی پس وہ سخت پریشان ہوا راقم کو خود ذاتی تجربہ ہے کہ اولادوں کو دیکر پسیتانا پڑا
اور میری زندگی میں بعض چیزیں برباد ہوئیں اپنے خاندان کے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا
ہونے دیکھا احبابوں کو دیکھا اون کو بھیک کی نوبت آئی یہ زمانہ اپنے اختیارات کو
منتقل کرنے کا نہیں ہے آیندہ لوگوں کی خیر اندیشی میں اپنی خرابی خود پیش آجاتی ہے۔
جائدادیں دوسروں کا واجبی حق مارنے کی غرض سے لکھی جاتی ہیں اور آئندہ کے جھگڑاوں
کے روکنے کی غرض سے منتقل کیجاتی ہیں مگر خود ہی اپنے وقت ہی میں لڑنا پڑتا ہے منتقل
شدہ جائداد کا واپس آنا اس زمانے میں تو مشکل ہے نام بنام بھی واقعات لکھ سکتا
ہوں جس کا انکار کوئی نہیں کرسکتا مگر وہ ذاتی حملہ ہوجائے گا۔ اس لیے گول گول طور
پر قوم کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ ہرگز ہرگز اپنی زندگی میں اپنی جائداد اور اختیارات کو زائل
نہ کریں ورنہ سخت پریشانیاں ہوں گی اور بھیک کی نوبت آجائے گی بڑے بڑے لوگوں پر
ایسی ایسی مصیبتیں آیا کی ہیں جو چشم دید دیکھا ہے اور بہتیرے اب تک زندہ ہیں جو زندہ
مثال ہے جائداد کوئی غیروں کو تو دیتا نہیں ہے اپنے ہی عزیز خاص کو دیتا ہے اونہیں سے
پریشانیاں پہونچی ہیں اولاد تو اپنے ماؤں کا دین مہر نہیں چھوڑتے اور باپ کے پاس جائداد
کا رہنا قبول نہیں کرتے فقیر بنانے اور تکلیف پہونچانے میں باز نہیں آتے قریب تر اقربا
مصیبت کے وقت میں کام نہیں آتے احباب ہی مددگار ہوتے ہیں ایسی محبت بیجا
میں پڑنا جو خود کو تکلیف دہ ہو اگر بیگی کوئی ایسی خیر اندیشی دوسروں کی کرنا کتنی بڑی غلطی ہے
دوسروں کو فائدہ پہونچائیں اور خود صاف ہوجائیں یہ کون عقلمندی ہے جس نے خدائی

قانون شکنی کا ارادہ کیا ہے وہ بہت پریشان ہو کر رہتا ہے خدا نے جو کچھ دیا ہے اوسکا
عمدہ تصرف کیا جائے ورثا کی تقدیر جیسا ہو گا ہو گا خدا کے لیئے جو وقف کیا جاتا ہے
اوس کو تو لوگ لڑکر توڑا کرتے ہیں انسان کوئی ثواب جاریہ کا کام بھی اب نہیں کرسکتا
راقم نے سیکڑوں بڑے بڑے اوقاف کو بھی ٹوٹتے دیکھا ہے پٹنہ کے بہتیرے لوگ
واقف ہیں اور کچہری والے تو روزمرہ ایسے تماشہ دیکھا کرتے ہیں اگر تکراریں نہ ہوں
تو کچہری والوں کی روٹیاں کیونکر مہیا ہوں یہ سب خدائی قدرت کا کھیل ہے کس
کس طرح پر روزی کا سامان ہوا کرتا ہے جونیر وکلا کیا کیا کر آتے ہیں اور سینیر وکلا کیا ترقی
کر جاتے ہیں اور کیا چھوڑ جاتے ہیں ذرا غور کرتے جایئے نظر دوڑایئے کہاں کی دولت
کس کس کو پہونچتی ہے مقدمہ والوں کا چٹھا دیکھنے سے پتہ ملتا ہے سواری والے ریلوی
کمپنی آشا سپ والے چپراسی گواہ خوراکی والے گواہ کاغذ دوات قلم پنسل والے ٹائپ
والے تائید محرر سررشتہ والے وکلا اون کے متعلقین اور مذکور الصدر لوگوں کے متعلقین
کس کس کی روزی کا سامان ایک مقدمہ باز کے سر عاید ہوتا ہے مرنے میں روزی رسانی
جینے میں روزی رسانی شادی غمی میں روزی رسانی میلے ٹھیلے میں روزی رسانی نذر و نیاز
میں روزی رسانی مکان بنانے اور توڑنے میں روزی رسانی دنیا کے ہر کام میں روزی
رسانی کی رسی دراز پائیگا ایک سے ایک کی کڑیاں لگی ہوئی ہیں خدا کا ایک ہاتھ نہیں
ہے ہزاروں ہاتھ بندگان کے موجود ہیں ان ہاتھوں میں ایک دوسرے کی روزی پہونچا
رہی ہے احمد کی پگڑی محمود کا سر محمود کی پگڑی احمد کے سر چڑھا کرتی ہے ان باتوں کے

رموز کی طرف توجہ ڈالیے تو خدا کی خدائی پر یقین آتا جائے گا اور اوس کے رب العالمین
ہونیکا یقین آجائے گا دنیا یونہی چلا کرتی ہے اور چلے گی اسباب پیدا ہوتے جاتے ہیں۔
دنیا میں صبر و استقلال کے سوا چارہ نہیں ہے جو ہوتا ہے ہوگا اپنے اوپر جو وقت آیگا
برداشت ہی کرنا پڑیگا اپنی کرنی کا خمیازہ خود بھگتنا ضروری ہے اپنا دماغ ہی کیوں ایسا
ہوا جو ایسا ہوا وہ تو انتظام عالم ہی ایسا ہے کہ اپنا دماغ ہی ویسا ہو جاتا ہے اور اوس
کے مطابق کرنا ہی پڑتا ہے وہاں رموز پوشیدہ ہیں وہ اپنا کام کرتے جاتے ہیں اور میرے
ہی ہاتھ سے سب انجام ہو رہا ہے جو خدا کے نام ایک پیسہ ندے کس خوشی سے ہزاروں
ہزار ہر موقع پر صرف کر رہے ہیں اور خود دکھ زدہ ہو رہے ہیں اور خوشی میں انجام بھی کر رہے
ہیں اسی کو مشیت خداوندی کہتے ہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہے۔

مولوی غلام قادر صاحب ولد میر عبدالقادر از خاندان میر بیابک

ساکن لودی کٹرہ تھے میر عبدالقادر صاحب میر امیر جان اور حکیم کاظم حسین لودی کٹرہ
کے بھائی تھے میر امیر جان کے سوتیلے بھائی تھے حکیم صاحب کے چچیرے بھائی تھے
اون کا مکان راقم کے والد نے خریدا جو دکھن در ای سیڑھی ....
اور آنگن راقم کا ہے میر عبدالقادر صاحب نے پکی گوریا میں مکان بنایا تھا جسے
بنا صاحب از خاندان منجھو و سنجھو صاحب نے بعد مولوی غلام قادر کے خرید کر لیا تھا
اب خبر نہیں کس کا ہے میر عبدالقادر صاحب نے بہت سادی زندگی متقیانہ گذارا
اور اکل حلال کھایا وہ ٹین کی ڈھبریاں لوٹے لال ٹین بنا کر اپنی اوقات گذاری کرتے

رہے جائداد کی آمدنی سے خود نہیں کھایا حج بھی کیا بوڑھے ہو کر انتقال کیا بڑے معقول
آدمی گذرے مولوی غلام قادر صاحب بینی اسکول میں ماسٹر رہے راقم کے کلاس میں
مدتوں ماسٹر رہے پھر وکالت پاس کیا وکالت خوب چلی اچھا کمایا مگر بڑے خراج تھے
اور دوست پرست تھے کچھ پس ماندہ نہیں چھوڑا ان کی شادی خواجہ محمد خلیل صاحب
مدرسہ کے خاندان میں ہوئی تھی خواجہ اسمٰعیل صاحب وکیل سے ان سے قرابت خاص
ہے انہیں کے یہاں خواجہ اسمٰعیل صاحب نے تعلیم پائی اونہیں کے یہاں مولوی
عبدالغنی ساکن آرہ نے پڑھا وہ پٹنہ میں پی ام جی ہو کر پنشن پاکر وطن میں زندہ ہیں۔
مولوی غلام قادر صاحب کے تائید محمد منیر الدین تھے جو بالکل ہندوستانی لکھنوالی
وضع کے آدمی تھے اون کی برادریاں تلک بھائیوں میں تھی اور اچھی عیش کی زندگی
گذار گئے منشی عبدالکریم مختار بھی انہیں کے تائید تھے وہیں رہکر مختار کاری پاس کی
مولوی صاحب کو چوسر کا بڑا شوق تھا مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل کا عرضی دعویٰ اور
مولوی غلام قادر صاحب کی بیان تحریری ضرب المثل تھی ان کی جنازے کی نماز عدالت
کے میدان میں ہوئی اور کچہری ان کے انتقال سے روز بند ہو گئی تھی خدا بخش خاں صاحب
کے انتقال میں بھی بند ہوئی تھی اون کے لڑکے مولوی حفیظ صاحب وکیل ہیں اونہوں
نے والد سے زیادہ ترقی کی میونسپلٹی کے پریسیڈنٹ ہو گئے میونسپل کمشنر ہو گئے فلو اوف
یونیورسیٹی ہو گئے بڑی کوٹھی قدم کواں میں بنالی اون کی شادی کلانوں میں ہوئی
اون کے تعلقات سسرالی میر احمد حسین ہر سندل گلی سے بھی ہیں اور مدرسہ پر

خواجہ زادوں سے ہیں ان کی لڑکی کی شادی حکیم عمر صاحب جہان آباد کے ایک
عزیز سے ہوئی وہ مولوی عزیز الحسن وکیل کے بھی قرابت قریب کے ہیں یہ صاحبزادہ
ولایت سے کوئی کام سیکھ کر آئے ہیں مولوی حفیظ صاحب کو سسرالی جائداد کافی
ملی ہے اور خود بھی اچھا کماتے ہیں اس وقت بہت اچھا اقبال ہے۔

میر وزیر حیدر و میر امیر حیدر وکلایان یہ لوگ محسن پور کے رہنے
والے دونوں بھائی تھے اور میر اکرم شیر و میر محبوب شیر و مرتضیٰ شیر ساکنان محسن پور کے
قرابت قریب کے آدمی تھے میر قاسم شیر اور محبوب شیر مولف راقم دونوں حقیقی بھائی
تھے میر امیر حیدر نے ریسہ میں قیام کر لیا اور سبزی باغ میں بھی مولوی یحییٰ صاحب
وکیل کے اوپر مکان ہنوز قائم ہے اون کے بیٹے بھی نیک مزاج زندہ ہیں اور حفیظ بابو
صدرگلی ولد میر احمد حسین ولد میر اسمٰعیل علی اون کے ایک داماد ہیں دوسرے داماد مظہر
بابو ولد سید میاں نواده اون کے داماد تھے سید میاں شاہ مبارک حسین ولد شاہ
مبارک حسین ڈیانواں کے بہنوئی تھے یہ سب لوگ مر گئے حفیظ بابو زندہ ہیں صاحب
اولاد ہیں خواجہ کلاں وارڈ میں مفصل حال ہے امیر وزیر حیدر کا مفصل حال چوک و
خواجہ کلاں دونوں میں ہے اون کی پہلی شادی ہادی میاں حاجی گنج کی بہن سے ہوئی
جن کے لڑکے علی حیدر میاں تھے وہ بخاندان خان بہادر معین الدین صاحب بیاہے
تھے صاحب اولاد تھے اسی سال مر گئے دوسری شادی عبدالرحمٰن خان ساکن
باغ کالو خاں کے یہاں بخاندان نکھی و احد علی و نواب فدا علی مقتول مرحوم کے یہاں

ہوئی اون سے اولادیں زندہ ہیں اور بیوی بھی ہنوز زندہ ہیں مکان بھی موجود ہے دیہاتی
لوگوں نے شہر میں بیاہنا کرلیا اور شہر ہی کے باشندے زیادہ ہوگئے سارے ملکی لوگ
دیہاتی ہیں شہر میں خوش باش ہیں ان لوگوں کی وکالت کو بڑا فروغ ہوا گھر کی زمینداریوں
سے کارخانہ چلتا رہا۔

مولوی کبیر صاحب پھلواری کے ایک وکیل تھے اون کے بھائی مولوی
بشیر صاحب تھے جو مدتوں مکہ میں رہے پھر چھپرہ میں رہے اون کے اولاد تھی مولوی کبیر
صاحب بڑے تاریخ گو شاعر اور فن گل تراشی میں استاد تھے پھلواری میں اون کا مکان
ویران حالت میں موجود ہے خبر نہیں اون کے ورثا کون ہیں اپنی زندگی سادی
آرام کی گذار گئے مدت ہوئی انتقال ہوگیا اب لوگ اون کو جانتے بھی نہیں ہوں گے
بس مرگئے دنیا بھول گئی چند روزہ زندگی کو جس نے برباد رکھا ہے اوس سے زیادہ بد
عقل اور کون ہوسکتا ہے دنیا میں آئے تو کھانا کمانا نیکی کرجانا خدا کی یاد کرنا اور لاپرواہ
ہوکر مرجانا اور دنیا والوں سے بے سروکار ہوجانا یہی تو کام ہے بقیہ سب بات تو بات
ہی اس کتاب میں سارے واقعات جو نظر سے گذرے ہیں درج ہیں کون کس کا ہوا ہے
مرنے کے بعد دو دم رہ جاتے ہیں گذرے دنیا ختم ہوگئی کدھر خیال ہے کہاں کا جنجال سر پر لئیں

مولوی کبیر علی ولد مولوی امیر علی ساکن صادق گلی دونوں بیٹے وکیل
تھے مولوی امیر علی حاجی پور میں تھے چند سال گذرے قضا کر گئے مولوی کبیر علی زندہ ہیں
آخر یہ بھی وکیل ہی ہیں تقدیر کی بات ہے ان کی آمدنی ویسی نہیں ہے جو تر لوگوں کی

ہوا کرتی ہے ان کے سینیر اور قابل ہونے میں کوئی عذر نہیں ہے مقدر میں اقبال پویانہ
ہوا بقدر گذران کماتے ہیں شہر یئے روز آتے جاتے ہیں ان کے والد بھی بقدر گذران
آخر وقت تک کماتے رہے زیادہ دولت ان کے پاس کبھی نہیں آئی باعزت و آبرو
مر گئے ان کی قرابتداریاں بخاندان شاہ محمد منعم لودی کٹرہ ہی اور بعض برادری خاص
خاص خاندان سے نیورہ میں بھی ہوئی تھی مولوی کبیر علی نیک دل اور مذہبی آدمی ہیں۔
ظاہر انمائش نہیں ہے نیک آدمی کی بڑی خرابی ہے لوگ اوس کو دنیا کے کام کا نہیں جانتے
اسلیے ایسے آدمی کو جو مذہب کا پابند ہونا چاہتا ہے دنیا میں نام و نمود کم ہوا کرتا ہے دنیا
خود مکر و فریب کی ہے آپس میں مکر و فریب کی صورتیں کامیاب بناتی ہے راقم نے بہتیروں
کو دیکھا قابلیت ہے مگر مذہبیت ہے تو ایسے آدمی دنیاوی ترقیاں کم پاتے ہیں دنیا کمانا ہے
اور نام و نمود پیدا کرنا ہے تو دنیاداری کے رنگ پر روش اختیار کرے تو کچھ دنیا حاصل
ہو جاوے اور مال کار دینی رہا کہ دوسروں کے لیے سامان کر جاوے خود حسرت اور جوابدہی
لیجاوے بہترین زندگی یہی ہے کہ کماوے کھاوے کھلاوے عاقبت کی جوابدہی سے بچا ہوا
صاف ایماندار بن کر مر جاوے جنہوں نے خوب کمایا اور خوب عیش کیا دنیا والوں کیلیے
اچھا سامان کر گئے وہ اپنے ساتھ کیا لے گئے اور دنیا والوں سے کیا پھل پایا یا مرنے
کے بعد تو فاتحہ تک ندارد ہے شاید مردوں کے رجسٹر میں مرنے کی تاریخ بھی ڈھونڈھنا
پڑے گی بزرگوں کے مرنے کی تاریخ تو اون کو یاد رہتی ہے جن کو کچھ ثواب پہونچاتا ہے۔
جن کو مورث کی کمائی سے لطف زندگی اوٹھانا ہے وہ تو عذاب رسانی کا کام کرتے

اضافہ عذاب میں بورث کے مددگار ہوا کرتے ہیں اگر دنیا میں زندگی ٹھیکہ پٹے ہے اور
میعاد بھی معلوم اور معین رہتی تو خدا جانے اور کیا کیا ہوتا اس غیر یقینی اور بے وقت لامعلوم موت
کے اوپر تو دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے جسے سب دیکھ رہے ہیں اللہ ہر بندے کو راہ راست
پر لائے۔

۵۵ مولوی شمس الحسن ۵۶ قمر الحسن یہ دونوں بھائی وکیل ہیں نگر نہسہ کے رہنے
والے ہیں بستی والوں سے قرابت داریاں ہیں منشی چمن صاحب ایک مشہور آدمی کی خاندان
سے تعلقات ہیں صمدو بابو دمنشی عبدالواحد سے برادریاں ہیں منشی عبدالغفار مرحوم وصمدو
میاں و ربیر صاحب برادر منشی عبدالغفار سے عزیزداریاں ہیں محمد نصر اللہ راقم کے نانی
کی شادی اسی خاندان میں منشی عبدالغفار کی لڑکی سے ہوئی ہے مولوی شمس الحسن بخاندان
چاما میاں برادری مولوی شکور مختار لودی کٹرہ کے سسرالی قرابت داروں میں ہیں یہ بیلچھ
میں وہ خاندان حکیم محمد صاحب بہار شریف کا بولا جاتا ہے گھر کی زمینداری نقد عزت
ہی لوگوں کو اقبال تو شہر میں ہو جاتا ہے روزگار چل جاتا ہے مگر آبائی مکان ویران ہو جاتا
ہے اور آبائی روش زندگی پھر نوجوانوں کو میسر نہیں ہوئی وہ خود مختاری کی زمینداری
کی اور حکومت کی زندگی اس زمانے میں کس کو میسر آتی ہے لاکھ عہدہ پائیں خوب تعلیم
پائیں خوب کمائیں مگر وطن سے دور اور جلائے وطن رہنا ضرور ہو گیا ہے پرانے لوگ
گذر گئے کم آمدنی پر گدیاں لگائے اپنی بستی کے اندر خود مختار آرام کی زندگی گذار گئے
ان کی روش بھی بدلی ہوئی تھی تعلیم دینے کے معنی ہیں جلائے وطن بنانا ہے در آبائی

پیشہ چھوڑنا ہے اور آبائی گھر کو ویران بنانا ہے۔

مولوی امتیاز کریم ۸۵ رگھیم کے رہنے والے ہیں سید نظیر الحسن راقم کے چھوٹے لڑکے کے سسرالی قریب تر رشتہ مند ہیں مولوی مہدی حسن اور شاہ عیدن صاحب چوریکپ سے قرابت داریاں ہیں پہلے یہ سب ڈپٹی تھے چونکہ اوس عہد میں مشاہرہ کم کام زیادہ ترقی ندارد اس لیے اونہوں نے وکالت کرلی اور نوکری چھوڑ دی ملازمت میں تقدیر بند ہو جاتی ہے خود مختار پیشہ میں ترقی کی راہیں کھلی رہتی ہیں اب یہ اچھا کما لیتے ہیں دوسری شادی ہر مولوی ابو العاص ولد مولوی منظر علی ولد مولوی اظہر علی کے ساڑھو ہیں کولور میں بخاندان مولوی عبد الواسع شادی ہوئی پہلی شادی ان کی صدو میاں رحسنر اربرادر درگاہی میاں ساکن برگبہ کے یہاں ہوئی تھی صدو میاں منشی حسن رضا سر رشتہ دار جج کی بہن کی لڑکی سے حاجی پور میں میر جواد حسین ولد میر علایت حسین کے یہاں ہوئی تھی اوس محل سے اولاد بھی ہے حاجی پور شکور میاں دوذ میاں سے ان سے قرابت داریاں ہیں اب بہت خوشحالی سے اچھے وکیلوں میں ہیں اور امید ترقی ہے آدمی ہوشیار اور نیک اور عقلمند ہیں اونہوں نے نوکری چھوڑ دی یہ پہلی عقلمندی کا کام کیا ورنہ عمر بھر اور سب سب ڈپٹیوں کی طرح بلا ترقی اس مقدار ناکافی مشاہرہ پر زندگی گذارنا پڑتی اور بدلی وغیرہ کی بدولت جلائے وطن رہنا پڑتا۔ در اصل لائف میسر نہ ہوتی نوکر پیشہ کی زندگی ذو گرشتی کی ہو نہیں سکتی جب تک آدمی میں انرجی باقی رہتی ہے اوس وقت تک تو مسافرانہ زندگی گذرتی ہے جب قوی جواب

دیتے ہیں لخراجات بوجہ علالت وکمزوری کے بڑھ جاتے ہیں اوسوقت پنشن ملتی ہے
جونا کافی ہوتی ہے جانی مالی تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہے اوس وقت انسان گذشتہ
زندگی پر پچتاتا ہے اکثروں کا تو آبائی مکان تک خراب ہوجاتا ہے درستگی کا موقع بھی
نہیں آیا اور مرنا پڑتا ہے ما بعد والے پریشان اور سرگرداں ہوجاتے ہیں انسان کو موقع
وقت کہاں آتا ہے کہ نئے سرسے نئی زندگی کا سامان کرے مرادہ پنشن بھی
نائب پنشن یافتوں کی آخری زندگی جاکر دیکھ لیجیے اکس مصیبت اور تکلیف میں گذرتی
ہے اور کسقدر پچتاتے ہیں راقم کو بہت اتفاق ہوا ہے پنشن یافتوں سے خوب ملا کیا
اون کی حالت پر خوب غور کیا اون کے پہلے انداز کو سوچا گیا دوسرا آدمی ہی ہوجاتا ہے
ایسا شکستہ دل پایا ہوں کہ افسوس آتا ہے کچھ تو حکومت جانیکا افسوس کچھ تنہا
رہنے کا افسوس گذشتہ مرتبداریوں اور خوشامدیوں کا افسوس اپنے پوزیشن میں فرق
آنیکا افسوس اپنی صحت کی خرابی کا افسوس آخرض مجسم مایوسی پایا گیا جس نے اس
آخری نتیجہ کو سوچا وہ بڑی عقل والا ہوا کرتا ہے "مرد آخر بین مبارک بندہ ایست"
نوکری کے وقت کا مزاج اور پنشن کے بعد کا مزاج اور رہتا ہے ملازمت کے وقت
اوس دن کا خیال تھوڑا ہی رہتا ہے حکومت کا نشہ چڑھا رہتا ہے راقم پنشن یافتوں
سے ضرور ملتا ہے اون کی شکستہ دلی دیکھتا ہے۔ پہلا دن یاد آتا ہے خدا کی
قدرت یاد آتی ہے۔

مولوی محمد محسن بازیت پور کے رہنے والے شاہ فصیحت شاہ

کے لڑکے اور میر ابرار حسین ساکن حبیبا شیخ پورہ کے داماد ہیں یہ لاولد ہیں شاہ عبدن
صاحب چوبیچک بہار کے قرابت دار خاص گھر کے خوش معتقد ہیں حاجی بھی ہیں صغرا
سٹیٹ کے ریسیور ہوئے اب شہر آرا میں بڑی مدی کے ریسیور ہیں مذہبی آدمی ہیں سید
نظیر الحسن راقم کے چھوٹے لڑکے کی سسرالی قرابت دار خاص ہیں نیک دل مذہبی
آدمی ہیں ان کے والد حضرت حاجی وارث علی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے اور بہت
اچھے بزرگ گذرے بھائی ابرار صاحب کے چند لڑکے ہیں ایک معین میاں ہیں جو
مولوی یوسف حسین بودی کٹرہ کے منیجر ہیں دوسرے عین میاں بہار بارہ دری کے
یہاں چپرہ میں منیجر ہیں تیسرے بھی کہیں ملازم ہیں ایک لڑکے نظیر الحسن مذکور کے ساڑھو
ہیں محمد ظفر کلکتہ میں ہیں وہ بھی نظیر الحسن کے ساڑھو ہیں میر ابرار حسین گھر کے خوشحال
ہیں رئیسانہ زندگی گذارتے ہیں شاہ عبدن صاحب چوبیچک نظیر الحسن مذکور کے
خسر ہیں اون کے وہ بہنوئی تھے مولوی مہدی حسن نے اچھا کما لیا ہے۔

مولوی کاظم صاحب پرانے وکیل ہیں ان کا مکان پھلواری کے پاس
حسن پورہ میں ہے ان کی قرابت داریاں دیہات میں ہیں اچھا کما لیتے ہیں۔

مولوی رشید اللہ صاحب غازی پور کے اطراف کے ہیں یہ مولوی
بشیر ابن فرزند مولوی نور کے داماد ہیں بشیر میاں کی شادی حاجی گنج میں نانے نصیر
نواب کے یہاں سے ہوئی تھی نانے نواب کے بیٹے کریم الدین نواب زندہ ہیں مولوی بشیر
کے بھائی حافظ نظیر الحسن راقم کے پھوپھی زاد بہن سے بیاہے تھے۔

ادن کے لڑکے مسٹر ظہیر بیرسٹر ہیں اور امیر مرحوم تھے اور چھوٹن ہیں اور مجن بابو ہیں امیر مرحوم
علیم ظہ کے داماد تھے چھوٹن کی شادی بالی میں شاہد میاں کارپرداز کے خاندان میں غضنفر
میاں کے یہاں ہوئی اسی خاندان میں سکھو میاں لودی کٹرہ اور شبلی میاں لودی کٹرہ
ولدان میر اظہار حسین اور قاضی یونس صاحب قاضی چک بیاہے ہیں ایک بھائی نظیر
میاں کے خان بہادر ظفر الحسن بہار انبیر ہیں وہ صاحب اولاد ہیں پہلی شادی اون کی
میر ابوسعید خان بہادر کے یہاں قلعہ میں ہوئی پھر شہید میاں کے خاندان میں پھلواری
قاضی سرا میں ہوئی اون کے ایک لڑکی ڈپٹی لطیف عالم آرہ حال مقامی سبزی باغ
کے ہیں ایک لڑکے وکیل ہیں ایک کا نام نظفر حسین ہے مولوی رشید صاحب کو
سسرالی جائداد اچھی ملی بھنور پکھر میں گھوڑا اسپتال کے سامنے بڑی کوٹھی ہے وکالت
بہت اچھی ہے نظار میں مشہور ہیں دیر آشنا آدمی ہیں متین ہیں کم سخن ہیں بے ضرورت فضول
گویاں نہیں ہیں وانشت کے آدمی ہیں رئیسانہ مزاج ہے اب قرابت والیاں خاندان
قاضی وحید و قاضی عبدالحمید لودی کٹرہ سے ہو گئیں ہیں بہت خوش حالی سے زندگی
گذارتے ہیں ان کے یہاں تپی میاں پھلواری کے لڑکے منشی ہیں جنکا حال بہ خاندان
چودھری ظہور صاحب اسلام پور لے گا۔

۶۳

ڈاکٹر غیاث الدین صاحب کے پوتے مولوی حفیظ صاحب بلخی کے لڑکے

بھی وکیل ہوئے بڑے تیز صاحب فہم لڑکے ہیں امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد ترقی پذیر
ہوں گے بلخی خاندان میں ذہانت جی داری تیز چشمی سخاوت اور تیز زبانی ضرور رہتی ہے

گر استقلال کم رہتا ہے اسی کا خوف رہتا ہے مولوی حفیظ صاحب کو بڑی بڑی نوکریاں
ملیں چھوڑتے گئے ڈاکٹر غوثی صاحب کو بڑے بڑے مواقعات ملے چھوڑتے گئے مولوی
شرف الدین ڈاکٹر غوثی کے بھائی کو بہت موقع ملا چھوڑتے گئے مولوی نورالدین نے
اکثر ضلع کو چال ڈالا جہاں گئے خوب کمایا چھپرہ رہے پٹنہ رہے چمپارن رہے مظفرپور
رہے حیدرآباد رہے گیا میں رہے ان لوگوں سے قاضی رضا حسین خان بہادر پھوپھا
راقم سے قرابت داریاں خاص ہیں اصل وطن ان لوگوں کا غزنی چک اکونا میں ہے
جہاں کا متولی زمیندار راقم ہے خواجہ پورہ والے شیخ تفضل حسین پھوپھا جنکا راقم
جانشیں ہے اون سے ان لوگوں سے رشتہ داریاں تھیں جائداد ان لوگوں نے شیخ
تفضل حسین مرحوم کی پائی ہے منشی محمد کریم پرسائن سے ان لوگوں سے رشتہ داریاں
ہیں اب تک ان لوگوں کا نشان مکان دکاشت ولی پور اکونہ میں ہے قمرالدین مختار
مولوی شرف الدین نے تو مدتوں میری اجلاس میں کام کیا غیر مستقل اور پارہ صفت
ہونا جلیوں میں لازمی بات ہے خدا نوجوانوں کو استقلال دے غیر مستقل زندگی بسر ہوا کرتی
ہے ان صاحبزادہ کا نام راقم کو نہ معلوم ہو سکا دو تین ملاقات میں اون کی فطرت سے
آگاہی کرلی۔ غالباً رفیع الدین ہے۔

آل امام عرف چھوبابو کے لڑکے بھی وکیل ہیں ان کا نام تو راقم کو نہ ملا غالبًا

جعفر امام ہے چھوبابو مولوی وحید الدین خان صدر اعلیٰ کے لڑکے داناپور میں رہتے تھے
مولوی فضل امام خان بہادر کے اور مولوی یوسف امام کرایے پر سرائے کے اور نواب

امداد امام کے چھوٹے بھائی تھے منشی اسمٰعیل صاحب بہ پورہ کے داماد تھے مولوی نورالحسن
وکیل چوبہ اور منشی ظہور صاحب قانون گو کے بہنوئی تھے منشی اسمٰعیل صاحب آنریری
مجسٹریٹ بھی تھے چھر دبابو کو لقب بے حد بقاعدہ چلنے پھرنے میں دقت پاتے تھے۔ بے حد
مہمان نواز اور مخیر تھے۔

۶۶ مولوی رفیع صاحب وکیل خان بہادر شاہ محمد کمال کے لڑکے ہیں اور
سید نبی میاں لودی کٹرہ کے داماد تھے مولوی رحیم بھی ایک لڑکے خان بہادر کے وکیل
ہیں ان لوگوں کا مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں موجود ہے۔

۶۷ قطبی بابو حکیم نجو صاحب کے لڑکے اور حکیم نصیر صاحب کے پوتے سونار ٹولی
کے رہنے والے اور مولوی وصی الدین وکیل ولد مولوی ظہیر مختار ولد مولوی جلال
الدین شمس العلماء موجی پوری کے داماد ہیں وکیل ہو گئے ہیں مفصل حال سونار ٹولی خواجہ
کلاں وارڈ میں ملے گا۔

۶۸ مولوی عبد المالک بھی ایک وکیل ہیں ان کے ایک بھائی بھی مختار
ہیں مولوی عبد المالک صاحب نے سبزی باغ میں اپنا مکان متصل مکان ڈپٹی لطیف عالم
مرحوم بنالیا ہے۔ یہ مولوی مجیب الرحمٰن کے بھائی ہیں۔

۶۹ عبد السلام صاحب بھی ایک وکیل ہیں حکیم قطب الدین لین میں رہتے
ہیں۔ دسنا کے ہیں۔

۷۰ ذوالنون صاحب اور ان کے بھائی ذوالقرنین وکیل ہیں یہ لوگ

دیانواں کے رہنے والے ہیں مجمل خاندان کے ہیں دریاپور میں رہتے ہیں۔

مولوی یوسف صاحب وکیل کے تعلقات مولوی شکور صاحب رہتے خواجہ کلاں وارڈ سے ہیں اور ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب ہزاری باغ دیسوا نوادہ اور نگاباد دیں خاندان منشی قمر الہدیٰ و خاندان حکیم عیسو صاحب لودیگرہ سے ہیں۔

خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب کا مفصل حال چوک وارڈ میں موجود ہے خواجہ محمد خلیل صاحب کے لڑکے اور امیر الدین مرحوم کے داماد ہیں مولوی غلام قادر وکیل سے قرابت داریاں ہیں۔

مولوی نور الحسن صاحب وکیل جو پٹنہ کے مشہور اور نامی گرامی وکیل ہیں کونسل کے ممبر بھی ہوئے تھے منشی اسمٰعیل صاحب بھوپورہ کے لڑکے ہیں مولوی امین اللہ صاحب ولد مولوی امیر الحسن مرحوم کے داماد ہیں ڈاکٹر وارث صاحب دوندی بازار کے سارھو ہیں پٹنہ میں بہت بڑا مکان محبوب میاں پٹنہ کے سامنے بنا لیا ہے خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب استھواں یا دسنائی طرف کے رہنے والے ہیں بہت مشہور ہیں خطاب یافتہ ہیں پہلے بہار میں تھے پھر پٹنہ میں آگئے خوب ترقی کی اچھا کماتے ہیں متین ہیں مذہبی ہیں ہندوستانی طرز معاشرت ہی سر آوردہ لوگوں میں بہت میل جول رکھتے ہیں مذہب کی قدر ہے دریاپور مسجد کے پاس مکان ہے۔

مولوی محمد حسین اشرف پور کے رہنے والے ہیں بہت کم عمر ہیں

مولوی عثمان صاحب کے خاندان کے ہیں ان لوگوں کو تعلق خاندان منشی نورالکریم والطاف کریم سے ہے

نے وکالت پاس کیا جونپور میں رہے پھر پٹنہ میں رہے پہلے مالی حالت اچھی نہ تھی
اپنے ہاتھ سے کما کر اچھی ترقی کر لی نیک دل ہیں شریف النفس ہیں پاؤں پر جہاں گاڑی
خانہ ہی اپنا مکان خرید لیا ہے اچھے حال میں ہیں صاحب اولاد ہیں ان کے تعلقات

دیہات میں زیادہ ہیں۔

A. منشی عبدالوہاب کا پردادا مسجد بی محمدی جان کے لڑکے بھی

وکیل ہیں اُن کا نام تو راقم کو نہیں مل سکا۔

B. مولوی ظہیر ساکن بلجی کے لڑکے بھی وکیل ہیں اُن کا بھی نام راقم

کو نہیں مل سکا مولوی ظہیر گوہر علی خاں مرحوم کے منیجر تھے۔

مولوی مجیب الرحمان از خاندان مولوی فرزند علی وکیل مرزاپور ہیں۔
ان کے تعلقات ملک بھائیوں سے ہیں مسٹر حلیم بیرسٹر مرحوم گیا جو مشہور آدمی تھے اور مدتوں
وائس چیرمین میونسپلٹی رہے اور ارکی والوں سے ہیں مولوی جواد وغیرہ سے جو چھپرہ میں
ملازم تھے اور تمام ملک لوگوں سے قرابت داریاں ہیں اُن لوگوں کا جتھہ بڑا بھاری ہے
اور اس گروہ میں ہمدردی اور علم دونوں موجود ہے خود مولوی صاحب بڑے تیز و تند و
گویا آدمی ہیں اچھا کماتے ہیں اور دریاپور میں رہتے ہیں ان کے خاندان میں علم دولت
وعزت برابر سے آرہی ہے یوسف پور علاقہ فتوحہ میں مکان ہے مذہبی آدمی ہیں ہندستانی
رہائش ہے لباس انگریزی اور ہندوستانی ملا ہوا ہے ڈاکٹر صفدر حسین پھلواری سے
برادری قریب ہی مسٹر یونس و مسٹر یوسف بیرسٹر ان سے برادری ہے ان کے بھائی

حبیب الرحمان فوجداری کے مختار ہیں پہلے پولیس میں ملازم تھے۔

خواجہ محمد انور وکیل گیا اب پٹنہ ہائی کورٹ کے جج ہیں ان سے تا نہ واقف ہیں ان کے تعلقات خاندان پیاری صاحب گیا بھائی درگاہی صاحب بھی درگاہ محمود میاں ولد محمد کریم رجسٹرار مرحوم جو محمد و میاں فرید پور کے داماد تھے اون سے ہیں اور موضع لتا کی ہواوں سے برادریاں ہیں یہ خواجہ وحید جان صاحب کے بیٹے ہیں۔

خواجہ محمد جان ساکن لتا کی علاقہ گری ڈیہ ان کے چچا تھے خواجہ سلطان جان نامی گرامی آدمی ان کے مورث اعلی تھے خواجہ زادے بڑے کنبہ پرور ملنسار پیر پرست ہوا کرتے ہیں وہ باتیں ان میں بھی ہیں منکسر ہیں مگر عہدہ کی داشت بھی رکھنا ضرور ہے پوزیشن کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا خودداری کرنا تو ضروری ہے اسے غرور نہیں کہا جا سکتا غرور وہ ہے جو دوسروں کو حقیر جانیں خوددار وہ ہے جو برابر والوں میں ملے نیچوں سے اپنے کو دور رکھے مگر اون کا خیر اندیش اور ہمدرد رہے وہ باتیں ان میں ہیں انہوں نے بہت اچھی ترقی کر لی کونسل میں ممبر بھی ہو گئے رانی پورہ قاضی رضا حسین خان بہادر بھوپا راقم کے یہاں ان کے والد اور یہ لوگ بہت مہمان رہے ہیں لوگوں سے خواجہ وحید جان صاحب سے بڑا ربط تھا بڑے جی دار اور بولنے والے پرمذاق آدمی گذرے بہت عزت داری سے اپنی زندگی گذار گئے بیٹے نے اون سے زیادہ ترقی کی اور نام پیدا کر لیا۔ گیا میں بڑی کوٹھی ہے بڑا نام و اعزاز ہے مولوی حبیب اللہ مرحوم کی مکان کے پاس ان کا مکان ہے صاحب اولاد ہیں۔

جسٹس فضل علی بیرسٹر تھے چہرہ کے علاوہ کے تھے راقم سے ملاقات
نہیں ہے دیکھا ہے اس لیے مفصل حال نہیں لکھ سکا قیافہ سے پتہ چلا ہے آدمی منکسر
ملنسار، اقبال مند ہوشیار ہونہار تھے جب ہی تو چند روز کے اندر اس عہدہ جلیلہ
کو پا گئے اور اچھے طور پر کام انجام ہو رہا ہے اور دونوں جج ممدوح خلائق ہیں۔ اور ان
لوگوں کو تو پبلک سے ملنے کی اپنی خبر بھی نہیں ہوگی مگر راقم کو پبلک والے زنی سے پوری
آگاہی کا موقع ملتا گیا ہے۔ ممدوح خلائق ہیں ڈپٹی ذاکر حسین جہر کے خاندان سے تعلق ہی

مولوی منظر ولد مولوی یوسف صاحب ساکن موضع تل کے لڑکے نے بھی
وکالت پاس کیا ہے نام تو راقم کو نہ مل سکا۔ ان کے تعلقات برادری سکندر نواز جنگ
خاندان حافظ احمد رضا مرحوم سے ہیں خاندان شاہ کمال خان بہادر سے ہیں فرید پور والوں
کے خاندان سے ہیں مولوی کڑہ کے سر خاندان فرید پوری سے ہیں محمد شکر اللہ مختار کے
خاندان سے ہیں محمد عبد اللہ پدر محمد شکر اللہ کے خاندان سے ہیں مولوی بشیر مرحوم ساکن نوتول وا
خاندان شیخ عبد القادر صاحب ساکن نوتول مولوی خلیل مرحوم بیرسٹر کے خاندان سے ہیں۔
قاضی نور صاحب صدر اعلیٰ مرحوم ڈپٹی اولاد احمد خان بہادر ساکن شہر گھاٹی کے خاندان
سے ہیں مولوی مسعود صاحب ولد چھوٹو میاں ساکن نوتول ممبر کونسل کے خاندان سے ہیں
بہار محل پر کے خاندان سے ہیں نگرنہسہ نعمان بابو کے خاندان سے ہیں ایک لڑکے مولوی
منظر علی کے محمد اکبر کلکتہ میں ہیں اور پڑھتے ہیں اس خاندان میں علم دولت اور اخلاق
سب موجود ہے منظر میاں تو بہترین اخلاق مند اور منکسر اور مہمان نواز ہو ہوئے اپنے باپ کے

طبیعت کے آدمی ہیں اور بڑے منظم لوگ ہیں اسے روش کے لڑکوں میں دیکھیے
کیا رنگ پیدا ہوتا ہے ان لوگوں کی رہائش ہندوستانی رہی ہے اویہی سبب ہی
کہ اب تک خاندان میں جائداد قائم ہے۔

مولوی وصی احمد بہت سینیر وکیل گذرے اسی سال ۸۰ برم کو
وطن میں انتقال ہوا ہیں گڑے میں پالی کے رہنے والے تھے ان کے ایک بھائی
علی ضامن تھے اونہوں نے دیہاتی زندگی گذاری ایک بھائی ولی احمد تھے وہ گیا
میں ڈسٹرکٹ انجینیر تک ہو گئے تھے دونوں نے قضا کیا مولوی صاحب بالکل فقیر
دل آدمی گذرے مہمان نواز بے حد تھے کنبہ پرور بے حد تھے شیعہ مذہب تھے مگر بے
تعصب تھے ایم اے تھے کلکتہ میں پڑھا تمام پالی والوں سے قرابت خاص ہے
مولوی خیرات احمد خان بہادر وکیل گیا پدر سر سلطان سے اور مولوی یحیی وکیل گیا پدر
مولوی خورشید حسن وکیل اور اکبری صاحب بیرسٹر سے خاص تعلقات ہیں یہ سب لوگ
ایک ہی خاندان کے تھے اکبری صاحب ان کے داماد تھے اولاد اس لڑکی کی زندہ ہے
ان کی ایک شادی قرابت ہی میں پالی میں تھی دوسری حبیب پور دمری میں ہوئی اوسی
شادی سے محمد حنیف ان کے سالے ہیں اور ان کے سسر وسالے زندہ ہیں جو کلکتہ
میں ہیں اس محل سے بھی اولاد ہے محمد اختر وعفو بابو دو بیٹے ہیں محمد اختر نے انٹرینس بعد
مرنے مولوی صاحب کے پاس کیا اور ایف اے میں ہیں عفو بابو اسکول اسٹوڈنٹ ہیں
ان کے داماد مولوی بشیر وکیل ہیں جو فیروزی کے رہنے والے حمید ارصاحب کے لڑکے

ہیں اور بہترین لائق ترین مزاج کے آدمی ہیں گھر کو پورا سنبھال لیا ہے مولوی صاحب نے اپنی زندگی مے ساتھ رکھا اور اپنا جانشین بنا دیا تھا مولوی صاحب کی صحت بہت خراب رہی وہ جانتے تھے کہ اون کی زندگی زیادہ وفا نہ کرے گی اوہنوں نے بہت کمایا مگر مکان تک نہیں بنایا بارہا راقم نے ہدایت کی گر اوہنوں نے جواب دیا دنیا مسافرت ہی ہے مسافرت ہے چند روز گذران کر لینا چاہیے علالت کے سبب کر اون کی ازجی جاتی رہی تھی ور مرنے پر آمادگی ہو گئی تھی بہت بے ضرر اور ہمدرد اور مسلمان دوست آدمی گذرے ہیں پرہیزگار کا مادہ نہ تھا بے حد عام اخلاق تھا بہترین آدمی گذر گئے اپنا ثانی نہ چھوڑا اب ویسے آدمی پیدا نہیں ہوتے راقم سے بے حد ربط تھا بہ از برادری برتاؤ رہا راقم مے سسرالی قرابت داری بھی تھی بھائی یعقوب صاحب در سیر پور مولوی عسکری وکیل گیا کے بہن راقم کے سالے مولوی ضمیر سے پرسا ین میں بیاہے ہیں وہ مولوی صاحب کی چچیری بہن تھیں اون کے بیٹے محمد تقی تھے جو بدربار نواب الطاف حسین خان ملازم تھے وہ سنی تھے اون کے بیٹے محمد اظہار وکیل ہیں مولوی ضمیر کے بھائی میر الطاف حسین ساکن پرسا ین کے لڑکے مولوی عبد الوہاب وکیل گیا ہیں جو فرید میاں مونگل پورہ کے داماد ہیں بشیر میاں کے بھائی اسٹام ڈیوٹی میں مونگیر کی طرف ملازم ہیں مولوی صاحب غیر تبرائی شیعہ تھے بزرگان دین کا نام بڑے اعزاز سے لیتے رہے۔ بڑے مہذب آدمی گذر رہے۔

مولوی محمد بشیر وکیل کا حال مختصر درج ہے۔

مولوی اظہار وکیل کا حال نمبر میں درج ہے۔

مولوی خورشید حسین ولد مولوی یحییٰ وکیل گیا کا حال نمبر
میں ہے یہ حاجی ہیں زائر کربلا ہیں سخت درجہ کے مذہبی آدمی ہیں اور بے تعصب ہیں بہت
دیانتدار ہیں بیرسٹروں کے مقابلہ میں ہائی کورٹ میں نام مارے ہوئے ہیں بہت منظم ہیں
ملنسار ہیں منکسر ہیں بہت مشہور ہیں صاحب اولاد ہیں مظفرپور میں بیاہے ہیں باکی پور اسٹیشن
کے بعض نیا ٹولہ میں مکان بنالیا ہے اچھا کمایا خوب نام پیدا کیا لائق ترین آدمی ہیں کنبہ
پرور ہیں مہذب ہیں برادری والوں کا خیال کرتے ہیں راقم سے ان کے والد سے
بڑا ربط تھا۔ اوس کا برتاو یہ کرتے ہیں۔

مسٹر اکبری مولوی وصی احمد کے داماد تھے مولوی یحییٰ وکیل گیا کے لڑکے
ہیں مسٹر خورشید حسن کے بھائی ہیں بیرسٹر ہیں بڑے ملنسار ہوشیار مہمان نواز سخی
مزاج مہذب اور قدامت پسند آدمی ہیں بھائی کے بغل میں مکان بنالیا ہے ہائی کورٹ
میں اچھا کماتے ہیں مشہور آدمی ہیں سر سلطان احمد سے خاص قرابت ہے۔

حاجی مولوی عبدالرحمان صاحب وکیل سر فخرالدین کے داماد
ہیں کریاوالوں سے برادری ہے داروغہ نصیرالدین نیورہ سے قرابت داری جدی ہے
نجم الدین میاں برانواں سے برادری ہے افضل میاں واجل میاں لودکیٹرہ سے برادری
ہے یہ مذہبی آدمی ہیں اچھا کمایا خوب حاصل کیا گلاب باغ میں دومنزلی کوٹھی بنالی
ہے حج بھی کر آئے ہیں مشہور ہیں مہذب ہیں منکسر ہیں اقبال مند ہیں ہندوستانی طرز معاشرت

ہے خوش حالی سے گذران کررہے ہیں صاحب اولاد ہیں زیادہ باتیں راقم کو تحقیق نہیں ہوسکیں۔

مولوی عبد اللہ نیاض پرانے وکیلوں میں تھے اونہوں نے خوب کمایا بہت سے مکان باقرگنج میں بنالیے تھے صاحب اولاد تھے گردن میں زخم ہوا اور پنشن کے اندر ہی مرگئے۔ کہ ذکر پلاس پریس اہنیں کے مکان میں ہے اب تک جائداد سب ان کی یادگار ہے مولوی حبیب الرحمان مختار مولوی مجیب الرحمان اور مولوی عبد المالک کے بھائی اہنیں کے مکان میں کرایہ دار آغاز مختاری سے ہیں۔

مولوی حمید الدین بہت نیک مزاج وکیل تھے وہ منصف ہوگئے تھے لاولد تھی بڑی سادی زندگی گذار گئے۔

مولوی فرزند علی ایک وکیل گذرے یہ سبزی باغ میں رہتے تھے اپنا مکان مولوی شمس الہدیٰ ساکن نگر نواں کے بغل میں بنایا تھا ان کے ورثا کا حال نہیں معلوم ہوا۔ مولوی شمس الہدیٰ کے خاندان کے سید میاں داور میاں وغیرہ ہیں۔

مولوی قمر الدین خسرو میاں دوکاندار درزی ٹولہ کے خاندان کے ہیں حکیم نجم الدین سے ان سے قرابت خاص ہیں یہ سرکاری وکیل ہوگئے تھے شہرام کے بلوہ کے مقدمہ میں اونہوں نے بجانب سرکار ہی کام کیا تھا اچھے صاحب بیرسٹر شہرامی و نظام صاحب بیرسٹر شہرامی نے کام کیا کامیاب رہے اکثر مدعا علیہ رہا ہوئے

نوٹس بابو پرانے وکیلوں میں بڑے قابل گذرے یہ فارسی

ہیں دیوان حافظ کے اکثر جگہ کا مطلب بیان کرنے کے لیے اور اوسپر مباحثہ اور تحقیق
کی غرض سے اکثر راقم سے ملا کیے دریاپور میں ان کی وافر زمین تھی اور بہت مکانات
تھے گھوڑا اسپتال ان کی زمین ہے راقم کی کوٹھی ٹھیک ان کے مکان کے پورب
ان کے دیتا ہیں درگا بابو اسکول ٹیچر ہیں جو بہت سادی اور انتظامی زندگی گذارتے
ہیں اور مذہبی آدمی ہیں اور بلا ضرر آدمی ہیں ان کے بھائی بے جی بابو ہیں وہ بھی اسکول
میں ٹیچر ہیں یہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں نرے گوشت ہیں کتب بینی کا شوق ہے مورخ ہیں
فلاسفرانہ دماغ ہے معلومات بہت ہیں قابلانہ گفتگو ہے بہت سادی زندگی گذارتے
ہیں خاندانی رگوں میں جو باتیں چاہئیں ان میں پائی جاتی ہیں رحم دل غریب پرور اور
وسیع خیالات کے یونیورسل خیال کے آدمی ہیں۔

(۹۱) اکھنڈو دیا بو اسی محلہ میں دریاپور کے ایک وکیل ہیں یہ بلدیو بابو سرشتہ دار
جج کے بھائی ہیں بلدیو بابو راقم کے کلاس فیلو تھے آج تک وہی ربط و ضبط رہا پرانے خاندان
کی عادتیں ان لوگوں میں موجود ہیں۔ امام مسیح ایک کرسچن اس محلہ میں تھے ان کا مکان
خرید لیا ہے ان لوگوں کا اصل مکان صادق پور میں ہے بقدر گذران اوقات کما لیتے
ہیں خوش حال ہیں سادی زندگی ہے فٹ فاٹ نہیں ہے یونیورسل خیالات ہیں
مذہبی آدمی ہیں یہ خاندان متعصب نہیں ہے ہندو دھرم کا کریا کرم ہے تھیاسوفیکل
سوسائٹی کے پسند کرنے والے ہیں بلدیو بابو پنشن پا کر گوشہ نشین ہو گئے عبادت
گذار ہیں۔

ہن چندر بابو ایک وکیل ہیں بہت متمول بنگالی ہیں بڑے اخلاق کے آدمی ہیں اچھا کمایا اور نیو ٹون کی طرف اچھا مکان بنایا متمول ہیں خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں۔

۹۳
نی آن بنرجی بیرسٹر ہیں ان کے تعلقات گیا سے زیادہ ہیں نکی باڑی والوں سے ان کے تعلقات برادری ہیں ان کی قرابت داریاں ڈاکٹر راج اندر بابو کے خاندان ہیں ہیں یہ ایک صدر اعلیٰ کے داماد ہیں آدمی خلیق ہیں بقدر ضرورت یہ کما لیتے ہیں خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں بنگالی لوگ عموماً کفایت شعار ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ پس ماندہ ضرور کرتے ہیں باہر جو کچھ فٹ فاٹ ہو وہ محض لباس لباسی ہے گھر پر لازم بہت کم اخراجات غیر ضروری ندارد کھانے کا صرفہ کم رہائش کا صرفہ کم اس گروہ کا روپیہ پرورش اولاد میں زیادہ خرچ ہوتا ہے چونکہ اکثر کثیر الاولاد ہوتے ہیں مچھلی بہت کھاتے ہیں اسمیں فاسفورس بہت ہے اس لیے اولاد زیادہ اور قوی ہوتی ہے۔ دوسرا خرچ ان کا تعلیم میں ہوتا ہے تیسرا خرچ اور بھاری خرچ بی اے داماد کی قیمت میں ہوتا ہے کل تعلیم کا خرچہ جوڑ کر بی اے داماد بنتے ہیں تب شادیاں ہوا کرتی ہیں لڑکیوں کا ہونا تو علی العموم ہر گروہ کے لیے بد نصیبی کا باعث اب کر دی گئی ہے ورنہ اولاد تو ذکور اور اناث برابر کی نعمت خدا تھے مگر شادیات کے بے جا اخراجات نے عذاب بنا دیا۔

۹۴
شام نراین بابو پرانے وکیل نئے ٹولہ میں مولوی ولی عالم بھوپا کے مکان کے بغل میں ان کا مکان تھا اپنے زمانے میں اچھا کمایا مکان بنایا جوان ہی مر گئے پھر مکان ویران

ہو گیا اب پھر آباد ہو رہا ہے خبر نہیں کہ دن و رشہ تھا ہوئی میاں ڈپٹیوں کے خاندان
کے قبضہ میں ہے۔

بہت یا ہو بھی ایک وکیل گذرے ہیں جن کو بہت نامور ہو سکے۔

بابو دیوکی نندن دانا پور کے قریب بحرہ کے رہنے والے تھے وکیل ہونے کے
ممبر بھی تھے۔ زمیندار بھی تھے نیک آدمی تھے۔

بابو اجودھیا پرشاد ولد بابو جاجی گنج سیتی پٹنہ کے خاندان کے ہیں چیدہ ذرا سا
چیئرمین بھی رہے آدمی بہت ہیں اور قابل ہیں مگر پٹنہ میونسپلٹی کی دلدل جس میں کوندا جاتے
لوگوں نے حد معراج جانا ہے یا عرش معلی بنایا ہے بالکل سقائی سلطنت بنا رکھا کوئی قابل
آدمی تین برس سے زیادہ رہنے نہیں پاتا خود غرضیوں میں کہاں الکشن میں آدمی بارہے
ہیں کوئی خوددار آدمی اس کو پسند نہیں کر سکتا" کوہ کندن و کاہ برآوردن ہی کام
کرنے کا موقع کہاں ملتا ہے ان جھگڑوں کو چھوڑ کر وکیل مذکور اپنی وکالت پر مستقل
ہو گئے آخر اون کا وقت بلا ضرورت بلا معاوضہ بلا تعریف گذرتا تھا اور لعنت کی
جھنجھٹ سر پر تھی ایکدفعہ اس عہدہ پر آکر پھر کسی کی ہمت نہیں ہوتی راقم مدتوں میونسپل
کمشنر رہا جب کچھ مفید نہ پایا آخر کار ان جھگڑوں سے جدا ہوا اس کا تجربہ بابو ہیرا لال
سونار ٹولی کو بہت آیا ہے ۴۰ برس سے وہ میونسپل کمشنر ہیں ذاتی منافع بھی اون کو نہ ہوا۔
حالانکہ وہ بہت مفید پبلک ہیں اور ہزاروں کو نفع ہو چکا یا خود آج تک جیسے تھے ویسے ہیں
میونسپلٹی کی حقیقت اون سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ اجودھیا بابو جھگڑالو طبیعت

کے نہیں ہیں وہ جدا ہو گئے آئے دن میونسپلٹی میں قصے ہوا ہی کرتے ہیں جنکی گورنمنٹ کو ضبط
کرنا پڑا رخان بہادر حامد میاں اوسل کلکٹر کے ہاتھ میں دی گئی اوس وقت ہری بابو ولد منشی
ستو نرائن لال وائس چیرمین تھے اور رام لے پاس شام نرائن بابو چیرمین تھے اب کیا آدمی
آسمان پر سے اتار سکتا ہے کیسے کیسے قابل لوگ وائس چیرمین اور چیرمین رہنے گروہ انتظام جو
مولوی فضل امام خان بہادر کر گئے پھر نصیب ہوا سرفراز حسین خاں کا وقت بھی غنیمت تھا
حجن صاحب کا وقت بھی بہترین تھا کام کا سلیقہ ہوا کرتا ہے اس کے لیے بھی عملی تجربہ چاہئے
قابلیت سے کام نہیں انجام ہوتا۔ علم اور چیز ہے تجربہ اور چیز ہے جو تیر اور تیر و کمان میں فرق
کتنا فرق ہوتا ہے نئے لوگ قابل ضرور ہوتے ہیں مگر اون کو ہر لائن میں تجربے سیکھنے کی
ضرورت ہے یکنی صاحب سرجی نام محمد بخش خان سی آئی ای ڈپٹی واجد حسین پیر
اجودھیا بابو نرائن پرشاد جج صاحب سرفراز حسین خانصاحب نرسنگھ بہاری لال بابو
مسٹر پھنا مسٹر محمد ہری پرشاد شام نرائن بابو کون کون ہوئے مگر میونسپلٹی جیسی کی تیسی رہی
اب کیا آسمانی فرشتہ لایا جائے جب تک کلکٹروں کے ہاتھ میں رہی ایک رخ رہا قوم کے
ہاتھ میں آئی نتیجہ ملا کیا کوئی قابل ہی نہ ملا جو روو بدل ہوا کیا فقط خود غرضیاں بھر گئیں جو
کام نہ چل سکا سب بھاگ گئے غنیمہ کام کون کرتا ہے پیسہ دیجئے کام کرنے دیجئے دیکھئے کیسا کام ہوتا ہے
بابو گرجن سنگھ سکھ وکیل حاجی گنج کے رہنے والے ہیں پٹنہ بھر میں ایک ہی
سکھ قوم کے آدمی وکیل ہیں پتہ چلتا ہے کہ پٹنہ کے سکھ گروہ نے تعلیم کی طرف توجہ نہ
کی ورنہ یہ گروہ تو پچھم میں بڑے تعلیم یافتہ تھے اگر پٹنہ کے سکھوں نے توجہ نہ کی تو افسوس

ہے حالانکہ خاص سکھوں کی ایک مشہور سنگت یا خانقاہ اور مندر یہاں موجود ہیں
امداد کے لیے کافی تھی مگر نہ تم کو معلوم ہے اور مقدمات کے ذریعے سے تجربہ ہوا ہے کہ پنتھ کے
سکھوں میں اندرونی اختلافات بہت ہیں دوسرے گردوارہ گرم مزاج بہت ہیں اس لیے قوت
برداشت ان میں نہیں ہوتی۔ اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے۔ سنگھ جی نے خیراندیشی کا کوئی کام
سمانند کھاگو کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر کار اپنی دکانداری ہی میں مصروف ہیں بقدر ضرورت کما
لیتے ہیں خوش حالی سے گذران کرتے ہیں مذہبی آدمی ہیں بڑے بشاش ہیں راقم نے ثالثی
میں ساتھ ہوا ہے ایماندار ہیں بلا طرفداری قومی رائے زنی صحیح طور پر کیا اور آزادانہ ظاہر
کی یہ ذرا مشکل بات ہے مگر یہ مذہبی جوش کا فیضان ہے کوئی مذہب ہو جو مذہبی ہو گا وہ
ایماندار ضرور ہو گا بشرطیکہ دکھاوے کا عبادت گذار نہ ہو جس میں عاقبت اندیشی ہے وہ
ضرور بہترین آدمی ہو گا سنگھ جی صاحب اولاد ہیں گاڑی گھوڑا ہے نیک مزاج نیک
طینت ہیں گو راقم سے اندرونی کم ہے مگر راقم کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل گیا ہے
گفتگو ہوا کی ان کے خیالات یونیورسل ہیں اور صوفیت کی طرف رجحان ہے گرو چرن تو
نام ہی ہے گرو کے چرن کر دیجیے ہنر کا فیضان ہے نانک شاہ جی عقیدہ تو بالکل فقیرانہ ہوا کرتا
ہے تصوف کی باتیں تو بے حد ہیں توحید تو پوری بتاتے ہیں گرنتھ جی کے اندر بہترین باتیں
درج ہیں اگر کوئی نہیں پڑھتا ہے تو علم کا قصور نہیں ہے یہ رد رسم کا قصور ہے اصلیت
کو روکتے ہیں اور گرنت جی کے خلاف جو حیثیات وجود آیا ہے گرو جی کے عقائد موحدانہ
ہیں اور پیو مذہب کے عقائد بھی بالکل فقیرانہ اور موحدانہ ہیں تو مصنف بطور مردہ کی تصنیف کا

سچا ترجمہ ہے جو حیدرآباد میں مولوی عبدالغنی استھانوان نے کیا ہے اوس کے پڑھنے سے
تصوف اور بودھ اور گورونانک شاہ اور تلسی داس اور کبیر داس دسور داس اور گیتا
کے سیکڑوں مضامین ایکساں ملتے ہیں جو اسلامی قرآن پاک کے مطابق پڑتے ہیں اور
ویدیانت مذہب کیخلاف نہیں ہے البتہ پورانک اصول کے خلاف ملتے ہیں سناتن دھرم
کے اکثر لوگوں نے بت پرستی کو جائز کرلیا ہے ورنہ اصلی ہندو مذہب کسی تنا کا ہو موحدانہ
ہے اور بڑے بڑے فلاسفر اور موحدین ہندو مذہب میں گذرے ہیں ہندوستان کی فضا کے
لیے جو جو ضروری اور مصلحتی باتیں تھیں اوسکو جزو مذہب میں داخل کیا ہے اور منو جی نے ملکی
مصالح اور اصول پر چھوتک اور اچھوت اور کھانے پینے اور رہنے سہنے شادی بیاہ اور
تقسیم اقوام کو بتایا ہے وہ بھی ہندوستان کے لیے مفید باتیں تھیں جس کے توڑ
توڑنے کے ارادوں کی بدولت ہرگز ہندوستان پر تکلیفیں پہونچا آمادہ ہو گئیں ہیں
اور آئندہ بڑے بڑے نقصانات کا سامنا ہوگا اصول کسی مذہب کا ہو برا نہیں ہوسکتا
رواسم ہر مذہب کو خراب کرتے ہیں اور بات کی پچ جسے بلفظ دیگر تعصب کہتے ہیں
اس نے مخالفت پیدا کی ہے ایک خدا طلب دوسرے خدا طلب کا مخالف ہو نہیں سکتا
دوسرا بھی تو غیر خدا کو نہیں چاہتا جاتا تو سب کو ایک ہی خدا کے سامنے ہی آخرت تو سب کے
لیے ایک ہی ہے دنیا سے اگر بالکل ہی گئے تو عاقبت میں تو ساتھ ضرور رہے گا۔
جہاں پر لے کے دن تو سب کو ایک ہی خدا کے سامنے ایک ہی اجلاس میں ایک ہی
میدان میں اپنے اپنے اعمالوں کی رپورٹ اور ثبوت و بیان تحریری لیے ہوئے حاضر رہنا

پڑیگا محافظ دفتر تو ہر ایک آدمی کے ساتھ ساتھ ہیں اور ہر کے گواہ اوس کا ہر جسم موجود ہے
اوس وقت جو فیصلہ ہوگا وہی صحیح فیصلہ ہے کون رہبر حق تھا اور کون دھوکہ باز تھا کون خدا کو
صحیح ملنے والا تھا اور کون جھوٹا تھا۔ دنیا میں ہر شخص آزاد ہے جس راہ چاہے چلے سرکل ایک
ہے نقطہ ایک ہی جتنا وسیع دائرہ چاہیے کھینچے جایئے پوائنٹ ایک ہی رہے گا جتنی لکیریں
سیدھی اور ٹیڑھی چاہیئے کھینچے جائے پوائنٹ سے آغاز ہوگا اور حد سرکل مالاں تک پہونچ کر
ختم ہو جائے گی ایک سرا ہر لائن کا بطور ابتدائے پوائنٹ کی حد کے اختیار میں ضرور رہیگا
سرکل یا عاقبت کے باہر کوئی مخلوق جا نہیں سکتی ایسے نازک حال میں ہر انسان کو بہت
ہی عقل اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیے کہ آئندہ اصلاح کا موقع پھر ہاتھ نہ آئیگا زندگی
غنیمت ہے اس کے اندر جو مناسب اور صحیح رائے قائم ہو سکے اوس راہ پر چلنا چاہیے اگر غلط
ہے تو خطائے فی الاجتہاد ہے سمجھ کی غلطی ہوئی نیت تو صحیح تلاش خداوندی کی ضرورت ہے مختصر
یوں ہے کہ تلاش خداوندی کی ضرورت ہے جس راہ اور جس ترکیب سے وہ مل سکے اوس
کا پتہ چلے اگر وہ عبادت سے ہو یا ریاضت سے یا خلق اللہ کی خدمت سے اوسی کام کو کرنا
ہی بہترین عاقبت اندیشی ہے اور یہی اصل درویشی ہے اور مآل زندگی یہی ہے اور دنیا
داری تو جیو پالن ہے جن اسباب کے مہیا کرنے سے جیو پالن ہو سکتا ہے۔ کرنا
لازمی ہے اس غرض سے اوقات کا گذارنا اسباب کا مہیا کرنا عین عبادت ہے اور خدا
پرستی ہے ذاتی غرض اور عیش کی نگاہ و لذت کی غرض سے کرنا گناہ ہے ہر کام دنیا
کی ڈیوٹی جان کر کرنا ثواب ہے خدا پرستی ہے ایذا رسانی گناہ ہے جیو کو تکلیف دینا پا

گناہ ہے اگر بحکم خدا کرتے ہیں اور بہ تحقیق ہے تو عذر وری ہے اگر لذت یا تعصب کی
غرض سے ہے تو گناہ ہے گناہ اور ثواب کا کل تعلق علق اللہ کے حقوق سے البتہ ہیں اس کے
سوائے گناہ ہے نہ ثواب ہے جس بات کو دیکھیے اوس میں حق اللہ اور ساتھ ساتھ حق
العباد لگا ہوا ہے جس کا پتہ خوب غور سے لگتا ہے۔ بتوں کو کوئی خدا نہیں جانتا اتنا بیوقوف
دنیا میں نہیں ہے دست کاری سے بنے ہوئے خدا ان کے خالق اور بنانیوالے خدا تو خود کاریگر
ہیں جو بیا سمجھتے ہیں وہ خدا سے انکار کرتے ہیں یہی کفر ہے پڑھا آدمی یہ نہیں سمجھتا بلکہ بتوں
کو قدرت کی تصویر قرار دیتے ہیں جیسے مسلمان پیروں کا برزخ کرتے ہیں اس حد تک دونوں
مساوی ہیں۔

۹۰ رائے صاحب نراین پرشاد چوک پر کے ایک وکیل مر گئے اونہوں نے بہت
جلدی ترقی کر لیا تھا شہر کے کل ہندوؤں کے ہو گئے تھے میونسپل کمشنر ہوے وائس چیرمین
ہوے خطاب پایا شہر میں پشتہ بنایا ڈاک بنگلہ روڈ پر کوٹھی بنایا ۵۰ کی عمر کے قریب
مر بھی گئے اونکا جوان خوبصورت لڑکا مرا دل توڑ دیا اون کے بھائی باسو بابو میونسپلٹی
میں مدتوں اسپیسر رہے مفصل حال چوک وارڈ میں ہے باسو بابو نے پٹنہ میں الکٹرک
ورک کمپنی کا کام کر لیا دوکان مراد پور میں ہے۔

منشی ہرک لال مالسلامی علاقہ کے وکیل ہیں بیدراقم کے لڑکوں کے کلاس فلو
تھے بقدر ضرورت کما لیتے ہیں اوس علاقہ کے ہندوان کے ہاتھ میں ہیں میونسپل کمشنر بھی
ہیں جب راقم نے غور کیا کہ وکلا الکشن میں کیوں کودتے ہیں اور میونسپل کمشنری پر کیوں جان

دیتے ہیں اون کو تو قابلیت موجود دکھانے کی طرف توجہ چاہیے مگر ہر جونیر کو ضرورت ہی کہ
اپنا اشتہار دیدے اور پبلک میں اپنے کو مشہور کرے اس لیئے ہر جونیر کو دیکھا کہ اس کام کے
لیئے جان دیتے ہیں اور یہ نسخہ مفید تر پڑتا ہے پبلک آگاہ ہو جاتی ہے ورنہ یہ کام بیکاروں
کا ہے رئیس زادوں کے لیئے مخصوص ہے شغل کا شغل ہے اور ہونیکے بعد کوئی کامیاب مفید قوم
نہیں نکلتا اون کو اپنے روزگار سے فرصت کہاں ملتی جو مفت کا کام کرتے پھریں اور وقت
ضایع کریں ہونا تھا اشتہار دینا تھا وہ ہو جاتا ہے وکلا کے ہاتھ میں پبلک کام دینا ہی
غلطی ہے وہ مفت کا کام نہیں کر سکتے اونہوں نے محنت کی ہے تعلیم کا بیحد خرچ اپنے سر
لیا ہے اگر وہ ان فضولیات میں رہیں گے تو کیا کمائیں گے کیا کھائیں گے رات دن تو اونکی
زندگی عمر بھر اسٹوڈنٹ کی رہتی ہے قوانین دیکھیں نظایر پڑھیں لا رپورٹ دیکھیں ہایکورٹ
کے فیصلے سے واقفیت کریں تجربہ کریں کام سیکھیں جرح کی ترکیب مشق کریں اٹھا کھیں
اخبار دیکھیں یا لائبریری میں گپ کریں یا یونیورسٹی میں دوڑیں آج تک تو پبلک کام میں اون
بیسیوں نے کوئی نمایاں کام نہیں دکھایا ان لوگوں کے تقرر کر دینے سے پبلک کو تو نفع
اوٹھاتے نہیں دیکھا مگر دنیا دین جان کر مقرر کرتی ہے اور نتیجہ فیلیور نکلتا ہے اون کو اپنی
ضرورت مانع رہتی ہے قابلیت تو ضرور ہے مگر مہلت کہاں ہے اور زمانہ موقع کب دیتا ہے
وقت کہاں ہے صبح سے سفر دیہات آٹھ بجے سے دس تک تین گھنٹہ پھر کھانا پینے
اور کچہری کی حاضری کی پابندی پھر سیدن تشریف عدالت کی منتظری کچہری ہے کوئی
روزبن یا یہ قید وقت کام ہی نہیں کر سکتے انتظار میں اوقات ضایع ہوتے ہیں مجبر گپ اور

اخبار یا کاغذات دیکھنے کے شغل کیا ہے پانچ بجے بد ہوا س پریشان تھکے ماندے گھر روانہ پھر
اپنی ضرورتیں تو بیچ ضرور یہ پھر کچھ تفریح بھی ضروری ہے رات کو پبلک کام کیا ہو سکتا ہے اور
مقدمہ کا کام اور کتب بینی کا کون وقت نکلے گا۔ اسی چکر جال میں جسکو جس قدر بڑھنا ہے بڑھا ہے
یہ اقبال پر منحصر ہے مطلقاً لیاقت کام نہیں دیتی بڑے بڑے قابل پڑے ہیں جو سلف پوت ماہنیں ہیں
اور ان سے کم لیاقت لاکھوں کما جاتے ہیں خدا کا دین ہے جسے چاہے دیدے لیاقت تو سب
کی منجانی اور کتابی ایک ہی ہے تقدیری امروں کا فرق ہوا کرتا ہے۔ یہ نیک دل خوش چلن
منکسر آدمی ہیں۔

جسٹس کلونت سہائے بھی وکالت ہی کرتے تھے خدا نے اقبال دیا ہائیکورٹ
میں جج ہیں گو یہ پرشاد مین کیل والا مکان خرید لیا ہے ان کے سیکڑوں ساتھی شہر میں موجود
ہیں اقبال ہوا شہر میں جج ہیں خدا جب موقع دیتا ہے آدمی کو ویسا بنا دیتا ہے تجربہ تو انسان
کے لیے بہترین ماسٹر ہے رفتہ رفتہ بچہ بنا دیتا ہے۔ اور بہترین آدمی تیار ہو جاتا ہے۔

جسٹس جوالا پرشاد آرہ میں وکالت کرتے تھے ان کے سیکڑوں ساتھی زندہ ہیں
خدا نے ان کو موقع دیا اور بہترین جج مشہور ہیں پبلک رائے ان کی طرف بہترین ہے ان کے
تعلقات آرہ میں ہیں یہ بہت سوشل آدمی ہیں راقم و ان سے ملاقات حمدی بابو کے یہاں پارٹی
میں ہوا ہے اور بعض پبلک پارٹیوں میں ملا کیا ہے پارٹیوں کی ملاقات بعض رسمی ہوا کرتی ہے۔ مگر
فیصلے بہت دیکھے انصاف کے انداز دیکھے ہیں ممدوح ہیں۔

بادشاہ چرن فوجداری میں مشہور وکیلوں میں تھے ان کا مکان بھونڈو گھر میں موجود ہے

اس خاندان میں اکثر وکیل ہیں سردھا بابو اون کے لڑکے بھی اپنے باپ کے پورے جانشین
ہیں انکا مکان پوراسوسل کلب ہے شام کو بڑے بڑے معزز عہدہ دار بنگالی ان کے یہاں جمع
رہتے ہیں یہ خود اچھا کماتے ہیں صاحب موٹر ہیں کنبہ پرور ہیں مشہور وکیلوں میں ہیں یہ خاندان
پرانا ہے شاماچرن بابو بہت ممدوح تھے ان میں پرانے خاندان کی بو موجود ہے۔ گھر کے
سب آدمی خلیق ہیں۔

[۱۰۴] میران بابو پرانے وکیلوں میں مشہور گذرے ہیں یہ خاندان دریاپور محلہ میں بہت پرانا
ہے اونہوں نے عبدل میاں وجلیل میاں پرانے باشندوں سے مکان خرید اپنی کوٹھی بنایا
کثیر الاولاد تھے ورماتند ہیں مولوی عزیز الحسن وکیل کے بغل میں مکان ہے یہ پہلے ماسٹر تھے
بہت نیک طبیعت اور خلیق ملنسار وکیلوں میں تھے۔ انتظامی حالت سے سادی زندگی
گذار گئے مکان اور ورثا ہیں۔

[۱۰۵] اندوبابو میران بابو کے داماد ہیں پہلے یہ برابر اپنے سسر کے ساتھ رہے بعد مرنے میران
بابو خاندان میں ساز نہ رہا۔ اندوبابو نے قدم کواں میں مکان بنالیا جدا ہوگئے خوب کماتے
ہیں۔ فوجداری میں مشہور وکیلوں میں ہیں انگریزی خوب تیز بولتے ہیں۔

[۱۰۶] بڑے نوبین بابو کا مکان پبلک لائبریری کے پاس تھا وہ بہت مشہور وکیلوں
میں گذرے بہت جائداد چھوڑ کر مرے اون کے ورثا ہیں راقم کو خبر نہیں ہے۔

[۱۰۷] مسٹر عزیز صاحب بیرسٹر ولد حکیم حفاظت حسین صاحب نیورہ میں حکیم صاحب
پہلے رجواڑوں میں رہے گوالیار وغیرہ میں ملازم رہے پھر لودی کٹرہ میں مدتوں مطب کیا

بڑے وضع دار پختہ کار ہندوستانی طرز معاشرت کے آدمی گذرے مسٹر عزیز کی قرابت داریاں
نوورہ میں زیادہ ہیں ان کی بہن حافظ محب الحق صاحب شمس العلماء کی بی بی ہیں حافظ صاحب
کے لڑکے مسٹر محمد بیرسٹر ہیں اور دو لڑکے جنکا نام راقم کو معلوم نہیں ہے ولایت کے پاس
بیٹ ہوئے متفرق لائن تب ہیں مسٹر عزیز بہت مشہور بیرسٹروں میں ہیں وہ پبلک میں نمود کے
ہیں بظاہر تو بالکل صاحب ہیں مگر باطن میں جوش اسلام ان میں ضرور ہے قومی ہمدردی کے
وقت میں اظہار ہوتا گیا ہے پٹنہ کے یتیم خانہ کے اب صدر ہیں انجمن اسلامیہ کے اب صدر ہیں
اور در کانفرنس کے منتظم ہیں دنیا کبھی خالی نہیں رہتی اپنے مصرف کا آدمی تیار کر لیتی اور ہر
زمانے میں وہ مل ہی جاتے ہیں موجودہ وقت میں مسٹر عزیز کا طوطی بول رہا ہے بہترین
اخلاق مند ہیں منکسر ہیں ملنسار ہیں مہمان نواز ہیں اقبال مندی کی جو نشانیاں ہونی چاہییں
ان میں سب موجود ہیں اصل یہ ہے کہ انسان میں جب اقبال آتا ہے کل کام اچھے ہو جاتے
ہیں اگر برے بھی ہوں تو اچھے دکھائی دیتے ہیں اقبال جب تک ہے کل باتیں رہیں گی
انہوں نے خوب کمایا بہتیرے مکان بنا لیا بہت نام اور عیش کی زندگی بہ آرام گذاری ہے
انہوں نے شادی ہی نہ کی ورنہ اس آزادی اور آرام کی زندگی ہی نہیں گذرتی لین میں
مظہر میاں زادہ والی کوٹھی خریدا اور از سر نو بہترین کوٹھی بنایا سٹل ورتھ صاحب کا بنگلہ
لیا دل کشا بنایا وہیں پر وہ کوٹھی ہے جنک روڈ پر تو بہترین خوبصورت بنگلہ نے فیشن کا ہے
سال میں ایک دفعہ ہوتے ہیں ڈنر کرتے ہیں جسمیں ہر طبقہ کے غریب اور امیر کو بلاتے ہیں اور اچھے
اخلاق برتتے ہیں لوگ بہت خوش جاتے ہیں مسٹر محمد کی شادی ڈومری کے مولوی خلیل صاحب

کی زبانی سے ہوئی۔

[۱۰۸] مولوی مجید وکیل بیر محمد کلیم صاحب باغ کاوخان کے پوتے ہیں امیر مرحوم کے لڑکے ہیں خاندان میر شمس الہدیٰ مرحوم سے تعلقات ہیں خاندان مولوی دلی علم بھیکھ پورہ مولوی علی اعظم صاحب پھلواری سے برادریاں ہیں خاندان مولوی حامد حسین مرحوم ساکن موذی گڑھ سے تعلقات ہیں تیاجہ کلاں دارڈ اور سیٹی کورٹ کے حالات میں مفصل حال ہے۔

[۱۰۹] مولوی عزیز صاحب بیرسٹر ڈپٹی انوار احمد صاحب کے لڑکے ہیں قاضی نور صاحب صدر اعلیٰ کے پوتے ہیں تمام خاندان فریدپور سے تعلقات ہیں ہم جد ہیں شہر کھائی میں برادریاں ہیں آمد رفت بالکل نہیں ہے کوئی اہل قرابت فریدپور والا بچا تابھی نہیں ہے اور شاید اون کو خود بھی خبر نہ ہوگی قاضی نور صاحب صدر اعلیٰ کے وقت تک اونکی والد قاضی مبارک حسین صاحب زندہ تھے راقم کی اور والد راقم کی داشت اپنے لوگوں کی طرح ہوا کی بعد مرنے دونوں کے آمد رفت بالکل نہ رہی مولوی انوار احمد خان بہادر مدتوں پٹنہ میں رہے آمد رفت بالکل نہ رہی اون کی اولادان قرابت داریوں سے کیونکر واقف ہوگی۔ اس خاندان سے سر رشتہ داری بھی منشی محمد امیر سے بڑا رابطہ رہا محمد تقی مرحوم ریٹائرڈ کے وقت تک مولوی انوار احمد صاحب کی آمد رفت وہاں بڑی بھائی منور صاحب اور مولوی افضل صاحب محرر کے وقت تک برادریاں رہیں مولوی افضل تک ڈپٹی اون کے لڑکے ان باتوں سے واقف ہوں گے انہوں نے پٹنہ میں بود و باش

کو دیکھا ہے گو راقم سے اون سے بھی آمد رفت رہی رفتہ رفتہ قرابت داریاں یوہنی چھوٹ جاتی ہیں اور آدمی لاعلوم اور غیر کفو کا سمجھا جاتا ہے۔ کو رچ کا بریں بھی برادریاں ہیں جو لوگ ہم حسب ہیں۔

بابو کملا سہائے ایک پرانے وکیل ہنوز زندہ ہیں ان کا مکان صادق پور میں ہے نیک آدمی ہیں اور سدھارن چال سے بقدر ضرورت کما لیتے ہیں۔

بھگوتی بابو نوجوان وکیل ہیں اور راجہ بابو کے مکان کے قریب رہتے ہیں نیک مزاج سدھارن چال سے کماتے ہیں اور خوش حالی سے گذر کرتے ہیں بار لائبریری کے عہدہ دار ہیں

ڈاکٹر خشنود ایک بیرسٹر مشہور ہیں در پٹنہ میں کام کرتے ہیں۔

کدر بابو ایک بڑے وکیل تھے وہ لاولد تھے اونہوں نے خوب کمایا بڑی کوٹھی بھی پوکھر پر بنا گئے کل جائداد کسی مندر میں چڑھا گئے ہیں مکان ہنوز قائم ہے بنارس کے کسی پنڈہ کو متولی کر گئے ہیں۔

رادھے کرشن ایک وکیل تھے وہ وکالت سے زیادہ مقدموں کا ٹھیکہ لینے میں ماتے تھے آخر کار ان کو گوشہ نشینی کرنی پڑی۔

بابو بسنت کمار ایک وکیل کا نام راقم سنتا ہے رادھا کشن بابو کو بھی دیکھا تھا۔

بابو بھونا تھ وکیل کو بھی دیکھا تھا۔

مولوی نظیر الدین و مرزا شمس الدین ساکن بنارس خوش نویس سرفراز حسین خان یہاں مدتوں رہے اب وطن میں رہتے ہیں مرزا حشمت اللہ بیگ وکیل

بنارسی سے تعلقات رکھتے ہیں

[118] اودیش بابو وکیل صدر گلی کے ہیں ان کو الفت بابو کے مکان میں دیکھتے ہیں غالبا تعلقات ہوں گے۔

[119] **مولوی هاشم** صاحب سررشتہ دار کشنری کے لڑکے بھی وکیل ہیں غالبا مولوی محمد نام ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ راقم کے بڑے لڑکے کے حقیقی ساڑھو کے بیٹے ہیں مگر آمد ورفت نہیں ہے راقم نام نہیں بلکہ سکتا راقم اس کتاب کے تحریری تجربہ سے بتاسکتا ہے کہ انگریزی تعلیم کا پہلا اثر تو لباس پر پڑا دوسرا اخلاق پر تیسرا میل جول پر یعنی سوسل لائف پر چوتھا اثر قطع برادری پر ہوا۔ اگر آدمی پڑھنے سے بڑا ہو امیر لیڈر ہو تو ہمکو فخر کا کیا موقع ہوا اور قوم کو کیا نفع ہوا۔ آدمی اپنا پیٹ پالنے والا ہو گیا بس یہی ہو کر رہا پھر تو قومی خسارہ ہوا ایک آدمی غیر ہو گیا۔ انگریزی والوں کو قرابت کی قدر واجبی ہے ورنہ انقطاع ہوتے ہوتے اجنبیت ہو جائے گی۔

[120] **مولوی منظر** مسیح ان کے تعلقات ندول والوں سے ہیں ان کے چچا الطاف میاں برادر یوسف میاں ندوی کٹرہ کے یہاں جاتے تھے مولوی منظر نے پادریوں کیساتھ رہکر وکالت پاس کیا پھر مسلمان کے مسلمان ظاہر ہوئے خوب کمایا سرفخرالدین کے مکان کے پاس مکان بنایا ہنوز موجود ہے صاحب اولاد تھے لڑکا ندول میں زندہ موجود ہیں ان کے تعلق منشی نور معین مختار بیتیا و منشی وحید الحق مختار بیتیا اور منشی ظہور الحق مختار بیتیا سے ہیں یہ سب لوگ خاص قرابت کے تھے بہت روپیہ کما کر بڑا نام پاتے ہوے تھے۔ علی العموم ملک لوگ نہایت دنیز ہو کر تے ہیں یہ تو مشن میں رہے ہوے تھے جی دار تھے

بیٹے مر گئے ورثا ہیں جتنے لایق ترین بڑے بڑے نامی ہیں سب جلائے وطن ہو کر شہر میں رہے
ہیں بنگالیوں نے تو صوبہ تک چھوڑ دیا ہے۔ مولوی نور الدین بلخی[۱۲۲] کا تذکرہ اوپر بھی ہمراہ ڈاکٹر
غیاث الدین مرحوم لے گا ان کی سکونت بھی عزتی چک کی تھی یہ مولوی منگن
صاحب کے لڑکے تھے اور شرفو میاں مذکور کے قریب تر رشتہ دار تھے عادات و خواص
سب وہی خاندانی غیر مستقل بے انتہا کے چھپرہ چمپارن مظفر پور پٹنہ حیدر آباد گیا تمام
رہے ہر جگہ چلتی ہوئی وکالت رہی مگر مستقل قیام نہ کیا دوسری مولوی فضل الرحمٰن صاحب
کے داماد تھے ضیاء الدین صاحب ان کے لڑکے زندہ ہیں کہیں اسکول ماسٹر ہیں بے حد
تیزی اور ذہانت میں آدمی غیر مستقل ہو جاتا ہے۔

مولوی اعظم علی خان[۱۲۳] ولد افضل علی خاں ساکن مغل پورہ بھی وکیل تھے
ان کی تقدیر میں عمر بھر جس کام کو کیا ڈیڑھ سو سے زیادہ ماہوار نہ ملا وکالت چھوڑ دیا
محمڈن اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے اور فقیرانہ زندگی گذارا جب انسان کے لیے کچھ نہیں ہوتا
ہے تو آخر کار وہ خدا کا بہترین ولی ہو جاتا ہے ان کا مفصل حال مغل پورہ میں ملے گا مگر
بعض بات یہاں نوٹ کرنے کے لائق ہے یہ پہلے دہریہ خیال کے تھے خدا کو منظور ہوا کہ
یہی قدرت کا مدبر ثابت کرے اور ان کو تقدیر کا قائل بنا دے انہوں نے کوئی دقیقہ
روزی بڑھانے کا جائز طور پر اٹھا نہ رکھا مگر ڈیڑھ سو سے بچے روپیہ نہ ملا اور جس کام کو کیا
تدبیر ولی پڑی رفتہ رفتہ یہ مذہبی ہو گئے۔ شمس کے نانا شاہ منگل تالاب پر مرید ہوئے اور
کاسب آدمی خدا رسیدہ ہو کر انتقال ہوا وادی کے اندر گذرا ایک حدیث کا جلسہ ہوا

اونھوں نے آغاز کیا مولینا حبیب الحق صاحب جانتے اور بعد جب ہفتہ میں ایک دن
حدیث بیان کرتے اوسمیں اکثر آدمیوں کے سنتے خود توان کو بڑا اثر پیدا ہوا پکے مسلمان دین
پرہیزگار اور متقی ہو کر مرے بی بی کے بعد پھر شادی نکیا جب تک ارادوں کی مخالفت نہیں
ہوتی خدا کا پورا قائل انسان نہیں ہوتا اور یہی واقعات دہریہ لوگوں کے دیکھے ہیں
اون کے ارادوں کو خدا نے ایسا ایسا توڑا اولادمری جائداد پر اثر گرا صحت خراب ہوئی
ساری تدبیریں بیکار گیں جب جاکر وہ خدا کے پورے قایل ہوے علم خیالات وسیع کرتی
ہے سے مذہب کے عقاید میں دست اندازی نہیں ہوسکتی جس نے کی ہے آخر کو قایل
خداوندی ہونا پڑا ہے چندروزہ ڈھیل رہتی ہے دنیا جب ٹھوکر کھاتی ہے ساری تحریر وتقریر
تقدیر کے آگے جھک مارنے لگتی ہے۔

۱۳۳
سر فخر الدین وکیل ولد مولوی ولی صاحب ساکن ڈمری ضلع پٹنہ کے
رہنے والے ہیں۔ اسی شہر میں پڑھا ہیں وکالت کیا ہیں سررشتہ تعلیم کے منسٹر ہوے و
دیگر سررشتہ جات کے افسر ہوئے اون کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں تمام دفتر سرکاری میں
موجود ہیں کوئی انسان بلا غیر معمولی صفت کے بڑا آدمی نہیں ہوسکتا اتنا بڑا عہدہ پانے کے
بعد کوئی تبدیلی ان میں پیدا نہ ہوئی یہ ہمیشہ متقی رہے مذہبی رہے منکسر رہے ملنسار رہے
اپنی قوت اختیاری کو بیجا تصرف نہ کیا ان کے لباس اور طرز معاشرت پر انگریزی تعلیم اور
انگریزی سوسائٹی کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ پختہ مزاجوں کو بیرونی اثرات کا کچھ اثر نہیں ہوسکتا
ہے اقبال اور عہدہ سنبھالنے کے لیے تبدیل مذہب تبدیل لباس تبدیل رہائش

لازمی نہیں ہے اکثر مثالیں بڑے بڑے لوگوں کی اسی کتاب میں موجود ہیں یہ زندہ
مثال اور سر گنیش دت سنگھ کی مثال موجود ہے اور گذشتہ لوگوں کے حالات سے پتہ
ملتا ہے کہ بڑے ہونے کے لیے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے بہتیرے آدمی اپنی
قومیت اور مذہبیت کو سنبھالتے ہوئے بڑے بڑے نامور گذرے ہیں چھوٹی سی
فہرست آپ لوگوں کے سامنے پیش کیے دیتے ہیں۔ مہاراجہ بتیا۔ ہتھوا۔ دربھنگہ
گذشتہ راجگان ٹیکاری مہاراجہ بنارس باوان تکوہی شیوہر جین پور۔ راجہ مقصود پور
راجہ دیو۔ گذشتہ مہاراجہ ڈمراؤں دیلی۔ نواب ڈھاکہ خواجہ سر عبد الغنی صاحب و
نواب ولایت علی خاں صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ سر علی محمد شاد خاں بہادر و دیگر
رؤسائے شہر و پرانے نامور خطاب یافتہ وکلائے شہر کو کبھی ان باتوں کی ضرورت
نہیں پڑی تیس برس پیشتر کے ہندوستانی معزز عہدہ داروں معزز رؤسا معزز راجاؤں
اور اسلامی بادشاہوں کے تصاویر دیکھیے اوپر اون کے طرز و انداز پر باوجود مختلف
بخیال و عادت ہونے کے لباس کوئی تبدیلی نہ ہوا کی سب نے ایشیائی ترکیب کو برتا
اور دنیا کا سارا کام خوبصورتی اور سیرتی سے انجام دیا اور وہ لوگ سربرآوردہ معزز
ہوگئے یہ تو ایکی دنیا ہے کمائی اور عہدہ اور پوزیشن ہونا جو سب کے سر پر ٹوپ چڑھ
گیا اور ہندوستانی لباس اتر گئے حالانکہ کوئی رعب داب اب اس لباس سے پیدا
نہیں ہوتا اب تو ڈوم چمار وڑہ گاڑیوں پر ٹوپ کوٹ پتلون پہنکر سوانگ بنے پھرتے
ہیں جو مسلمان تبدیل لباس پر فخر کرتے ہیں اپنی قومیت کے فنا کرنے پر سب سے پہلے

موجود ہو جاتے ہیں اب تو بابو لوگ بھی فیشن پر جان دادہ ہو رہے ہیں جس نے ذمیت کے فنا کرنے پر آمادگی کی ہے یہ پہلی نشانی اوس گروہ کی بربادی کی ہے فیشنی بڑی چیز ہے اس کا دباؤ سوسائٹی پر آتا ہے فیشنیلیٹی پہ مرنے والوں کو خبر نہیں ہے کہ اس کا قومی اثر کتنا خراب ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ ہندوستانیت جذب ہو جائے گی فنا ہو جائے گی صرف کرسٹانیت رہ جائے گی اور پوشیدہ اثر مذہب پر آگرے گا صاحب گنگاجی اشنان کو نہیں جاسکے گا۔ مسلمان صاحب مسجد میں جا کر وضو نہیں کر سکیں گے۔ ازیں قبیل اس کا اثر سوسائٹی کو ناس کر کے چھوڑے گا انگریز کبھی ان تبدیلیوں سے راضی نہیں رہتے بلکہ اوس آدمی کو مضر قوم اور بدمزاج جانتے ہیں اور بہروپ سمجھتے ہیں نقل باز جانتے ہیں صورت تو حبشی کی اور لباس چین کے سفید آدمیوں کا جس کے لئے رواج ملکی کے مطابق مقرر ہے وہی ٹھیک ہے۔ عربوں کے لباس کی تقلید کیوں اثر پذیر نہیں ہوئی۔ مغلوں کے لباس کے نقل کیوں نہیں جاتے چین و جاپان بھوٹان و ایران و فارستان کا لباس کیوں برا معلوم ہوتا ہے دراصل الناس علی دین ملوکھم کا ثبوت ہی رسول برحق نے جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے بہر کیف یہ سررشتہ تعلیم کے منسٹر بے لس ہیں انہوں نے عملاً اور فعلاً ثابت کر دیا کہ علم حاصل کر کے انسان کتنے ہی بڑے عہدہ پر ہو اپنی جگہ سے اوتر نہ جائے مگر ان کی اور سر گنیش دت کی تقلید تو لوگوں نے نہیں کیا حالانکہ ان دونوں کی لائف ہر بات میں قابل تقلید ہے خدا بخش خاں مرحوم کی لائف قابل تقلید تھی نواب ولایت علی خاں

صاحب کی لائف قاضی سید رضا حسین میر شمس الہدیٰ حافظ سید احمد صاحب مولوی وکیل الدین خاں مولوی عبدالجبار صاحب مولوی معظم علی خان جج کی لایف قابل تقلید تھی سوسل لائف مولوی فضل امام خان بہادر کی قابل یادگار ہے مولوی وحیدالدین خاں صدراعلیٰ مولوی امداد علی خاں صدراعلیٰ مولوی علی احمد صاحب جج بابو گوپی ناتھ ماٹے صدر اعلی اور گذشتہ رؤساے وقت کی سوانح عمری پڑھی قاضی نور صاحب صدراعلی مولوی شرف الدین باڑھ قاضی انوار احمد صاحب ڈپٹی مولوی عبدالحیٰ رجسٹرار نواب سید محمد خاں ان لوگوں کی لایف پڑھی ان لوگوں کے اندازکیا رہے کیا نام پیدا کر کے کیا کام کر گئے مولوی صاحب کی قرابت داریاں ڈومری سگر پانواں اور شیخپورہ حسین آباد اور مونگیر مولوی خلیل صاحب کے خاندان سے ہیں۔ مسٹر سمیع کے خاندان سے ہیں۔ مولوی عبدالرحمان وکیل اون کے داماد ہیں ایک لڑکا سگرپانواں میں بخاندان مولوی ولی عالم و مولوی عزیزالحسن و منشی امیر حسن سرشتہ دار و سید میاں سگرپانواں میں بیاہے ہیں اردل سے تعلقات ہیں مولوی صاحب سوسل آدمی ہیں ہر مواقعات پر جہاں ان کو موقع ملتا ہے شادی و غمی کے شریک ہوا کرتے ہیں علمیت کا بھی شوق ہے اس وقت تک نئی تحقیقات کا شوق ہے عربی بھی اونہوں نے حاصل کر لی ہے مکان بھی عمدہ بنالیا ہے دولت حاصل کر لی ہے جایداد بھی خریدی ہے جب اقبال آتا ہے ہر بات خودبخود حاصل ہوجاتی ہے۔

۱۲۵
سر گنیش دت سنگھ گناواں علاقہ باڑھ کے رہنے والے ہیں یہ

یہ بھی وکیل ہی تھے راقم سے اکثر ریل و جہاز پر ان سے بوقت وکالت گفتگو رہی اوس
وقت بھی دماغ میں تمدنی باتیں بھری تھیں اور واقعی ان کی سپردگی میں وہی ڈپارٹمنٹ ہے
جس کی اونھیں فطرۃً صلاحیت تھی گورنمنٹ کے جانچ کی تعریف ہے لوگ سمجھتے ہیں
کہ گورنمنٹ صرف خوشامد سے کام دیتی ہے ہرگز یہ بات نہیں ہے وہ آدمی کی اندرونی
صلاحیت اور قوت دماغی کو جانچ کر عہدہ دیتی ہے جس عہدہ کی جانچ گورنمنٹ کے ہاتھ
میں ہے اوس میں دائماً اچھے ہی لوگ چنے جاتے ہیں جس عہدہ میں امتحان کی ضرورت
ہے اوس میں جو پاس کرتا ہے عہدہ پاتا ہے اوس میں اکثر غلطیاں ہوتی ہیں متفرق
قوم کے آدمی پاس کر کے متفرق پرورش اور سوسائٹی کے آدمی آتے ہیں اونھیں میں
خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سر گنیش دت کا عہدہ بڑے اعتبار کا ہے اور بڑے جوابدہی
کا ہے مگر کس خوبصورتی سے پورا کر رہے ہیں اور مذہب اور قومیت کا پورا لحاظ رکھتے
ہیں جیسے سادگی کی زندگی یہ گذار رہے ہیں ویسی کوئی مثال مسلمانوں میں نہیں ملتی ہے
یہ اپنے اصولی طریقے پر گنگا جی جاتے ہیں پوجا پاٹ کرتے ہیں سیدھا سادہ لباس
درباروں میں آفسوں میں رکھتے ہیں قوم کے لیے اپنے روپے صرف کرتے ہیں ایک عجیب
ہستی قابل قدر ہے ان کے تعلقات سے راقم واقف نہیں ہے غالباً یہ برہمن یا
راجپوت ہیں جہاں تک یقین ہے براہمن ہیں راقم کو ان بڑے لوگوں سے بہت کم
ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور راقم اپنے کو اوسط درجہ کا آدمی جان کر بہت بڑوں سے
دور رہتا ہے اور کوئی غرض بھی ذاتی درپیش نہیں آتی اس لیے زیادہ لٹ پٹ کی

ضرورت بھی نہیں رہی۔

مسٹر ظہیر[۱۲۶] ولد حافظ نظیر مرحوم انیر بہار کے بیرسٹر ہیں وہ راقم کی پھوپھی زاد بہن کے لڑکے ہیں بہار میں اب رہتے ہیں اور وہیں کچھ کما لیتے ہیں اسی خاندان کے عبدو بابو بھی وکیل ہیں وہ بھی بہار ہی چلے گئے یہ فخرو میاں بہار کے لڑکے ہیں اور پیرزادہ پیر افضل شیر کے پوتے ہیں۔ اور علی شیر بھائی رائی پور کے حقیقی بہن کے ناتی ہیں چند بھائی ہیں مسٹر ظہیر کے سسرالی تعلقات پنہر والوں سے ہیں ان کے بھائی امیر مرحوم کے سسرال حکیم ظہ کے یہاں تھی چھوٹن بابو کی سسرال ٹالی میں ہے گیلانی میں بھی برادریاں ہیں ایک بھائی عجن میاں ہیں بدرو میاں بھی فخرو میاں کے خاندان کے ہیں۔

ڈاکٹر راجن[۱۲۷] بابو کے ایک بھائی چھپرہ میں وکیل تھے اب پٹنہ میں رندر بابو صدر اعلیٰ ہیں ایک بھائی سرین بابو پٹنہ میں ایس ڈی او تھے صدر اعلیٰ صاحب کا انداز اور لوگوں سے جداگانہ ہے راقم کو دس منٹ ان کے اجلاس پر جانے کا موقع ملا۔ شرافت اور پرانے خاندان کی بابت انہیں پایا یہ بوگتنی پرانے خاندان کے ہیں تین بھائی کو راقم نے دیکھا ایس ڈی او مذکور اور ڈاکٹر راج اندر بابو سے تو خوب ربط رہا صدر اعلیٰ صاحب کو ایک ہی دفعہ دیکھا مگر قیافہ اور ترکیب سے ان کی طبیعت کا اندازہ ملا یقینی سوسل آدمی ہیں قدرداں مردم شناس ہیں۔

۱۲۸ مولوی عظیم الدین ولد میر تبارک حسین ساکن سکریجہ نواب سید حسن شاہ کی اٹی کے داماد تھے اور مولوی غنی حیدر وکیل گیا اور مولوی ذوالفقار حیدر وکیل گیا کے بھائی تھے جوان ہی مرگئے اون کی اولاد ہے ایک بھائی سیشن کورٹ میں مختار ہیں مولوی غنی حیدر اور ذوالفقار حیدر نے وکالت چھوڑ دیا سب صاحب جائداد اولاد ہیں۔

۱۲۹ بشیشر سنگھ کولپور کے رہنے والے وکیل تھے گھر کے امیر تھے بی ان کالیجیٹ اسکول اونہیں کے مکان میں ہے اوسی وقت یہ اسکول قایم ہوا تھا رفتہ رفتہ اس اسکول نے یہ ترقی کیا ہے کہ جو کالج کی صورت میں ہے اور اس موجودہ صورت میں آگیا ہے لون کے بھائی سالگرام سنگھ کلکتہ ہائی کورٹ میں رہتے تھے روز وکالت کرتے تھے راقم کے مقدمہ میں اور مقرری خواجہ پورہ کے مقدمہ میں یہ راقم کے وکیل تھے دونوں بھائی پرانے خاندان کے تھے مزاج میں شرافت اور ریاست بھری ہوئی تھی عزت سے جو امارت میں آتے ہیں وہی اوچھی اور چھوٹی طبیعت کے ہوا کرتے ہیں اعلیٰ طبقہ پھر اعلیٰ ہے اور اوٹے طبقہ پھر ادنے ہی ہزار ترقی کریں مگر ذہنیت اور اصلیت اور وہ سوسائٹی نہیں بدل سکتی جب قوم کی قوم درست ہو جائے گی تب سوسائٹی درست ہو سکتی ہے انسانیت آئے گی ہر طبقہ کے آدمی پاس ہو کر نکلتے ہیں اس لیے سوسائٹی کا فورمیشن نہیں ہو سکتا اپنی اپنی سوسائٹی میں ملنا سب کو ضروری ہے چاہیے کو ذات ہو جائیں تب فروغ پا سکے

وہ لوگ راجپوت ہیں تھے اور بابو امر سنگھ اور کنور سنگھ کے قرابت داروں میں تھے
کنور سنگھ اور امر سنگھ کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا ہے یہ بڑے نامور لوگ گذرے
ہیں گو باغی ہوگئے مگر ان کی شہرت کو کوئی بھول نہیں سکتا۔

بابو کشن سہائے بابو بلدیو سہائے کے بھائی تھے بہرائچ کے پاس
شیو رنگ پور میں مکان تھا ایک بھائی مہابیر پرشاد کلکتہ ہائی کورٹ میں وکیل تھے
بڑے عمدہ اور خلیق آدمی گذرے اس خاندان کے آدمی تو ان زیادہ مرتبے مہابیر
پرشاد کے لڑکے بیرسٹر تھے کشن بابو بھی ولایت گئے تھے ان لوگوں سے بڑا لطف
رہا یہ لوگ زمیندار تھے راقم ان کے والد کے وقت میں ان کے گھر پر ہو آیا ہے
کا بہت لوگ تھے اقبال مند گھر تھا کشن بابو لاٹ صاحب کے کونسل کے ممبر
ہو گئے تھے آخر میں یہ انگریز نما ہوگئے تھے مزاج میں فرق ضرور آگیا تھا ولایت
سے اکثر انسان میں بڑی آزادی آجاتی ہے

۱۳۱ سچدانند سنہا بیرسٹر آرہ کیفیت لکھتے ہیں راقم وان سے ملنے کا اتفاق
ہوا ان کے تعلقات کو پا نہیں سکتے پٹنہ میں جو ان کی لیاقت دیکھی تو وہ یہ
تھی کہ ابتدا میں یہ جونیئر بیرسٹر کی حالت میں رہے رفتہ رفتہ انہوں نے ترقی کر کے
اپنا نام خود پیدا کیا اخبار نکالا بہت نامور آدمی ہوگئے پھر لاٹ صاحب کونسل
میں ممبر مقرر ہوئے اور بہت نامور ہوا بڑے لوگوں میں تھے ان کا انداز ابتدا سے
تب ہی سے ٹھیک تھا ۔ بڑا کے پیشہ ور اقبال مند ہوئے ان کی شادی امیر جگہ

ہوئی دولت کافی ان کے پاس تھے انہوں نے مہالائبریری کھولا جوان کی یادگار ہوگی کلب کھولا جس میں بیرسٹران جایا کرتے ہیں ایک خوش حال خوش زندگی گذارتے ہیں ملنسار تو پہلے بھی تھے پولٹیکل آدمی ظاہرا اخلاق مند تو ضرور ہوا کرتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو دنیا میں انسان ممدوح نہیں ہو سکتا۔ راقم سے بھی ابتدا میں خوب صاحب سلامت رہی مگر جیسے جیسے کوئی اونچا ہوتا جاتا ہے راقم اوس سے الگ رہتے لگتا ہے یہ راقم کی فطرت ہی ہے۔ راقم بالکل خوش مزاج کا ہے پولیٹکل آدمیوں سے کم ملتا ہے اون کے اوقات بندھے رہتے ہیں بے ضرورت دلو کا دھوکا اپنا نہیں چاہتا اس لیے بڑے لوگوں سے دور ہو جاتا ہوں تجربے نے بتایا ہے کہ جب کوئی اقبال مند ہو خود غرضی اوس کے حواشی پیدا ہو جاتے ہیں مجبوراً داشت بدلنا پڑتی ہے جس کو بے غرض برداشت نہیں کر سکتے نتیجہ آخر ترک ملاقات ہی تو دوری ہی بہتر ہے۔

مسٹر اصغر حسین بیرسٹر مولوی محمد یوسف صاحب کلکتہ ہائی کورٹ کے بیٹے اور مولوی قمرالدین گیا کے پوتے ہیں ان کے والد کلکتہ میں اور مولوی قمرالدین صاحب گیا میں مشہور لوگوں میں ہیں ان کے والد کو ہائی کورٹ میں چند بار جگہ ملنے کو تھی مگر وہ بہت کماتے تھے بڑے خوبصورت پہلوان آدمی تھے اونکو ورزش کا شوق تھا خطاب یافتہ بھی تھے بوڑھے ہو کر مرے ہیں اس خاندان سے مولوی یحییٰ وکیل مدرسہ سے بڑا ربط تھا مسٹر اصغر حسین بھائی ہیں بقدر ضرورت کماتے ہیں خوش حالی سے زندگی گذارتے ہیں گیا میں کافی جائیداد اون کے والد نے چھوڑا

تھا جس کے منتظم منشی عبدالواحد ایک شخص ہلوگوں کے ساتھیوں میں تھے اور ہنوز زندہ ہیں وہ بنگر مانواں کے ہیں۔

[۱۳۳] مسٹر یونس اور مسٹر یوسف دونوں بھائی منشی علی حسین مختار کے بیٹے ہیں دونوں بیرسٹر ہیں مسٹر یونس کا لڑکا بھی بیرسٹر ہو گیا ہے اس خاندان سے پورا ربط منشی علی حسین مختار کے وقت سے ہے وہ ہنوز زندہ ہیں شہر امین خواجہ پورہ والی پھپھو کی زمینداری تھی منشی علی حسین نے والد کے وساطت سے خریدا مسٹر یونس اس وقت بڑے کمانے والوں میں ہیں اور بہت نام پائے ہوئے ہیں اور وسیع الملاقات ہیں بہت خوش اقبال ہیں چند کوٹھیاں بنائی ہیں بڑا کارخانہ ہے کونسل کے ممبر بھی ہو چکے ہیں اور لیڈروں میں شمار ہو چکے ہیں لڑکے بھی خلیق بیرسٹر ہیں مسٹر یوسف بقدر ضرورت کما لیتے ہیں دونوں کی تقدیر میں فرق ہے یہ خدا کی قدرت ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں ہے دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ہیں تقدیر جدا جدا ہے مولوی علی حسین اب تک خود ہی کماتے تھے جائداد کافی بقدر گذران ہو گئی ہے دوسرا عقد کر لیا ہے اس سے بھی اولاد ہے ان لڑکوں سے دور گھر رہتے ہیں ان لوگوں کے تعلقات ندول پیار یوسف پور چکسی وغیرہ سے ہیں مولوی علی حسین کا اصل وطن چکسی ہی میں تھا پھونی میں بڑا مکان بنایا تھا جس میں مولوی ابوالعاص ولد مولوی منظر علی ولد مولوی اظہر علی راقم کے پھوپھوزاد بھائی خرید کر کے مقیم ہیں مولوی علی حسین نے بڑے زور کی مختار کاری کیا اور خوب کمایا ڈاکٹر صفدر حسین و ڈاکٹر

سجادت حسین بیلا سے قرابت خاص ہے ڈاکٹر حبیب صاحب سے بھی قرابت
خاص ہے۔ چکسی والوں سے ان سے قرابت خاص ہے۔

۱۳۴ مسٹر منظر بیرسٹر حاجی سید ڈپٹی حافظ علی ظہر صاحب کے بیٹے ہیں یہ چند
بھائی ہیں ایک علی اشرف صاحب کہیں ڈپٹی ہیں ایک بھائی پولس افسر ہیں منظر
صاحب مسٹر قمر الہدیٰ بیرسٹر کے داماد ہیں ان کے تعلقات برادری کھرانٹ
والوں سے ہیں لودی کٹرہ والوں سے ہیں رانی پور والوں سے ہیں اس خاندان کو
شیر علی داد امرحوم کے خاندان سے ہیں حافظ جی کے حقیقی بھائی مولوی یاور حسین ان
کے پھوپھا تھے ان کے تعلقات خاندان خان بہادر معین میاں سے ہیں خاندانی سیر
نفایت حسین لودی کٹرہ سے ہیں حافظ جی خطاب یافتہ بھی ہیں حاجی بھی ہیں مسٹر منظر
بھی حاجی ہو گئے ہیں حافظ جی خوش اقبال آدمی ہیں اور نیک طینت آدمی ہیں۔

۱۳۵ مولوی بدر الحسن ولد مولوی شبیر صاحب خان بہادر ساکن صدر
گلی ایک وکیل ہیں ان کی برادریاں میر بیگی گھاٹ وصدر گلی بہار میر داد والوں سے ہیں
مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے۔

۱۳۶ مہرا بابو بنگالی وکیل تھے ان کے اقبال کا بھی زمانہ اچھا تھا سرکاری وکیل
مقرر ہوئے خوب کمایا بڑا نام ونمود ہوا اب ان کو عدالت میں نہیں دیکھتے ہیں نہ معلوم
کیا ہوئے۔

۱۳۷ نو دبہاری موظم دار سرکاری وکیل تھے نامور وکیل گذرے ہیں بدو دورہ میں خوب
۸

کام کرتے رہے آنکھ سے معذور ہو گئے تھے خبر نہیں کہاں گئے اب اون کو دیکھتے نہیں ہیں۔

8 مسٹر اچھے صاحب شہسرام کے رہنے والے نامور اور معزز حال خاندان کے آدمی ہیں پہلے اس قدر مشہور نہ تھے۔ مگر نہایت آدمی ابتدا سے رہے شہسرام کے بلوہ والے مقدمہ میں ان کو بھی لوگوں نے مدعا علیہ کر دیا تھا گر شبہ سے تیم رہائی پا کر بلوہ والے مقدمہ میں جان توڑ کوشش کرتے رہے اوس مقدمہ شہسرام کے اندر معزز لوگ مدعا علیہ تھے الغرض ابو سعید خاں اور نریری مجسٹریٹ نہال خاں و مظفر خاں و اسمٰعیل خاں و اس خاندان کے لڑکے سب کل رہائی پا گئے و کچھ لوگ سزا پا گئے اوس وقت امرناتھ بسین یہاں بنگالی جج تھے اور شہر کے لوگ ہجوری تھے مقدمہ بڑے زور میں چلا تھا مولوی قمر الدین وکیل سرکاری نے کام کیا تھا اوس مقدمہ کے بعد سے ان کا نام ہوا گورنمنٹ نے ان کو سرکاری پیرسٹر مقرر کیا ہے اب یہ اپنا کام انجام دے رہے ہیں تقدیر اس کو کہتے ہیں کبھی تو تو مجرم کبھی سرکاری وکیل برا وقت بھی آتا ہے بھلا وقت بھی آتا ہے دونوں وقت خدا ہی کی طرف سے ہے خدا پر بھروسہ رکھنے والے کو داد ضرور ملتی ہے ایسے تماشے ہی عمر میں بہت دیکھے خدا برے وقت سے بھلا دکھائے بھلے سے برا وقت نہ دکھائے وہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے یہ آدمی ملنسار منکسر مزاج اور مسلمان ہیں نہال خاں مختار خاں سب انسپکٹر کے بہنوئی ہیں اور قادر خاں کے بہنوئی ہیں ان لوگوں

کے تعلقات اورنگ آباد میں جنت حسین خاں پولس سپرنٹنڈنٹ دیاوحسین خاں
مرحوم وکیل گیا کے خاندان سے ہیں غفار خاں وقادر خاں وکیل مذکور کے لڑکے ہیں
راقم سے اچھے صاحب سے ربط تو نہیں ہے مگر راقم واقف ہے۔

نظام ؁۱۳۸ صاحب بیرسٹر خاندان ابوسعید خاں کے آدمی ہیں اور بڑے فقیر
عبدالصمد خاں صاحب کے خویش ہیں اون کی تقریب میں راقم شریک تھا یہ
تقریب بہ مکان عبدالکریم مختار شاد گنج میں انجام پائی تھی نظام صاحب یہیں
پریکٹس کرتے تھے اب وطن چلے گئے اوس مقدمے میں یہ بھی کام کرتے رہے ان
کے والد قابل ملنے کے آدمی ہیں شہسرام کے لوگ ظاہری اخلاق اچھا رکھتے
ہیں شہسرام مردم خیز جگہ ہے زیادہ پٹھان لوگ رہتے ہیں گرم مزاج زیادہ ہوا
کرتے ہیں مگر ملنساری بہت ہے گو غصہ میں یہ گروہ بہت جلد نظر بدلتی ہے جب
تک غصہ نہیں ہے بڑے دوست ہیں۔

مسٹر ؁۱۳۹ سعادت حسین بیرسٹر نگلا کے رہنے والے ہیں
پہلے یہ ملازم سرکاری تھے کسی وجہ کر نوکری چھوڑ دی اب اور ذریعہ روزی سے
ان کے لوگ پڑھتے ہیں نگلا ہوس بھنور پوکھر میں مشہور تھا مسٹر مذکور سے ملاقات تو
تھی اب تو ورتا شاید جانتے ہوں گے نگلا والوں کے ساتھ راقم کا ایک عزیز نظام
الدین حیدر بی ان کالج میں اسٹوڈنٹ تھے اونکے ملنے کو لڑکے آیا کرتے تھے
یقین ہے کہ وہ لوگ بھولے نہ ہوں گے۔

مسٹر محبوب حسن خاں پسر دیوان مولا بخش صاحب یک
مشہور متمول خاندان رسول پور کے آدمی گذرے مظفر پور میں جا بسے خان بہادر
ہو گئے تھے دانش چرین تھے بہت خوب صورت آدمی تھے اولاد سے یہ اور
ابراہیم میاں پیر معی گھاٹ سائیکو تھے بہار میں شاد اقبال حسین کے یہاں
النساء محلہ میں بیاہے تھے حکیم معید صاحب جو طبیہ کالج میں ہیں اور خان بہادر
جمشید مشہور علاقہ تاج پور ان کے سالے ہیں ایک سالے کمپنی آبکاری میں
ہیں سر سید صاحب کی آمدنی ۲۵ ہزار سے زائد کی ہو گی دیوان صاحب تو بہت
دولت مند گذرے اون کی آمدنی ورثا پر بہت تقسیم ہوئی محمد حسن خاں صاحب
ہادی حسن خاں صاحب مہدی حسن خاں صاحب وغیرہ پر تقسیم ہوا کہ ان لوگوں
کو راقم نے دیکھا تھا پرانی تہذیب و تربیت و ترکیب کے روسا گذرے ہیں اون
لوگوں نے جس وضع اور ہندوستانی انداز کی زندگی خوش گذارا ہے اب نصیب نہیں ہے
اس خاندان کی جائداد اب تک اکثر جگہ موجود ہے صرف ظفر حسن خان اور سعادت
علی خاں کی جائداد زوال میں آئی ورنہ ان لوگوں کے ورثا چھوہاہی والوں کے
یہاں اور اعجاز حسن خان صاحب اور ریاض حسن خان صاحب کے پاس اور
محبوب حسن خاں کے لڑکوں کے پاس ہنوز جائداد کافی موجود ہے روش زندگی میں
فرق ہے نئی روشنی کے مطابق ان لوگوں کی زندگی ہے محبوب حسن خاں نے
انتقال کیا اولاد ہے مظفر پور میں رہتے ہیں زیادہ حال راقم کو نہ ملا ظفر حسن خاں

گولک پور میں کہیں رہتے تھے مدت سے کوئی حال نہ ملا اعجاز حسن خاں صاحب
رسول پور میں زیادہ رہتے ہیں ریاض حسن خاں صاحب زیادہ پٹنہ میں رہتے
ہیں ان لوگوں کو علمی مذاق اچھا ہے کتب بینی کا زیادہ شوق ہے اس خاندان میں
ملنساری انکساری اور پرانی ریاست شرافت کا مادہ موجود ہے اور خاندانی رئیس
ہونے کی باس موجود ہے بعض لڑکے اس خاندان کے پڑھتے ہیں جن سے
راقم نام بنام واقف نہیں ہے دیوان صاحب کا احسان صوبہ بہار پر ہے
۱۸۵۷ء کے غدر میں اونہوں نے سیکڑوں خاندان کے ساتھ احسان کیا ہے
گورنمنٹ کی بھی خیر اندیشی کیا یہ باتیں راقم کی چشم دید نہیں ہیں کمی بیشی اگر ہو اچھے
اچھے ذرائع سے سنتا آیا مولوی کریم الدین صاحب برادر مولوی ضمیر الدین
خان بہادر بہار میر داد اور ڈاکٹر نذیر الدین نواده کو اس خاندان سے بھی تعلقات
ہیں مسعود میاں اور مقصود میاں اور محمود میاں نواده کو اس خاندان سے تعلق
برادری قریب کا ہے۔ مولوی احمد رضا وکیل ہائی کورٹ کو بھی ان سے تعلق
برادری ہے۔

مسٹر حمید امام بیرسٹر منشی عبدالعلی کے خاندان کے

ہیں اور مولوی وحید الدین خاں صدر اعلیٰ ساکن نیورہ کے خاندان کے ہیں منشی
عبدالعلی اور منشی امانت علی دونوں بھائی تھے منشی امانت علی بھائی شاہ وجیہ الحق
ساکن کشمیری کوٹھی کے والد تھے اور راقم کے خالو تھے راقم کی والدہ ماجدہ اور

منشی جی کی اہلیہ حقیقی چچیری بہن ہیں منشی عبد العلی کے لڑکے محمد یحیی تھے اون کی
لڑکی مولوی فضل امام خاں بہادر کی بیوی تھیں جن کے لڑکے اشرف امام
عرف ہینگو و کالو بابو تھے ہینگو بابو کے لڑکے مسٹر مذکور ہیں مولوی فضل امام
خاں بہادر صدر اعلی صاحب کے لڑکے تھے نواب امداد امام شمس العلماء
کے بھائی اور مولوی یوسف امام کرائے پرسرائے کے بھائی تھے ایک بھائی
آل امام عرف چھرو میاں ساکن داناپور تھے ایک بہن مولوی محمد یحیی وکیل مد
لی بیوی غلام وارث وکیل کی ماں اور راقم کے بڑے بیٹے سید نجم الحسن کی
خوشدامن ہیں دوسری بہن مولوی ابراہیم رجسٹرار سے بیاہی تھیں اون کے
لڑکے مظہر امام بھوالی پر یو تیہاری میں رہتے تھے ایک بہن قاضی نجم الدین
لودی کٹرہ کی چچی اہلیہ مولوی امام الدین مرحوم تھیں جن کے داماد مولوی
دبیر رجسٹرار کرائے پرسرائے ہیں اون کے داماد مسٹر شریف بیرسٹر اور چوبیاں
ولد شاہ عیدن صاحب چوری چک ہیں اور رجسٹرار صاحب کے لڑکے سب
خواندہ اور بعض وکیل مرحوم راقم کو نہیں معلوم ہے مولوی اظہر حسن انسپکٹر پوسٹ
آفس مولوی یوسف امام مذکور کے داماد ہیں ہینگو بابو مولوی خیرات احمد انبوس
کے داماد تھے اور کالو بابو ڈپٹی امیر حسن خاں پریذیڈنسی مجسٹریٹ کے داماد تھے
حیدر امام صاحب مختار احمد صاحب ولد خیرات احمد صاحب کے داماد ہیں یہ
خاندان بہترین سوسل خاندان تھا مولوی فضل امام کی لائف جداگانہ پڑھنے

کے لائق ہے وہ پولیٹکل لٹریچر کے پہلے اسٹوڈنٹ ہوئے اور سوشل لایف کا
مکتب خانہ بانکی پور میں اور پٹنہ میں اونہوں نے کھولا یقیہ حال اونکے لایف میں ملیگا
حیدر امام صاحب جو بیرسٹر ہیں جاندار بے ریئسانہ زندگی گذارتے ہیں۔

مسٹر علی کریم یہ گیا کی طرف کے آدمی تھے پولیس میں ملازم تھے
کما کر جمع کر کے ولایت سے بیرسٹر ہوئے مع میم ولایت سے آئے یہاں آکر خوب
لڑائی ہوئی میم نے گرم پانی سے پیر جلا دیا مدرساں کے حکام بیچ پڑے تب پلے
دیگر میم صاحب کو ولایت پہونچایا گیا گر بیرسٹر صاحب مر گئے اکثر لوگ میم لاے مگر
ہندوستان کی تعلیم دوسری چار طرف سے اونہیں ہندوستانیوں کا ساتھا
سوسائٹی کا لطف نہیں میاں بیوی دونوں کی زندگی عافیت دہ نہیں ہوتی۔
صاحب لوگ سوسائٹی میں لیتے نہیں ہندوستانی سے میم صاحب ملتی نہیں برادری
والے اور احباب اپنی اپنی عورتوں سے ملاتے نہیں پھر زندگی کا لطف کیا ہو سکتا
ہے اس سے بہتر ہے کہ خود ہی پردہ توڑ کر ہندوستانی ہی عورت سے میم تماصرف
کیوں نہ لیا جائے ابھی تو چند سے ایسی ہی تکلیف ہوگی جب تک پورا پردہ نہ اوٹھ جائے
ابھی نفرت کنندہ مرد و عورت دونوں کا وجود دنیا میں ہے جب بے پردہ سوسائٹی
قائم ہو جائیگی تکلیف زائل ہو جائے گی میم لوگوں کو ہندوستان کی یہ ذلت
معلوم رہے تو کبھی ہندوستانی کے ساتھ شادی کر کے ہندوستان نہ آویں یہ
مصیبت یہاں پہونچ کر ہوتی ہے کہ ہر سوسائٹی سے کٹ جانا پڑتا ہے اور مصیبت

کی زندگی گذر رہی ہے میاں بیوی کا پھر بھی میل نہیں کھاتا مفت میں دونوں کی
جان ضیق میں رہتی ہے۔

۱۲۳ مسٹر عبد الحکیم در اصل ڈبائیوں سے تعلقات رکھتے تھے اور حکیم
ہوتی لطیف صاحب کے خاندان کے تھے متمول آدمی تھے گو بیرسٹر تھے مگر پیشہ
زندگی گذاری ان کی صحت عین جوانی میں خراب ہوگئی جوان ہی مر گئے چند روز محمڈن
اسکول کے سکریٹری بھی رہے بہت ملنسار اور مہمان نواز آدمی گذرے ہیں مراد پور
میں وزن باوس کن بیل پوری کوٹھی میں رہتے تھے بیٹے کی طرف زیادہ توجہ
نہ کی اس لیے نام و نمود زیادہ نہ ہوا ان کے ایک سوتیلے بھائی عبد الحلیم میاں ہیں جو
سائیکل کی دوکان کرتے تھے اب گوشہ نشین ہیں ہمت خاں بیگ کا خاندان اچھے
خاندانوں کے سسر تھے زمانے نے ان سے مخالفت کی ان کو گوشہ نشینی اختیار
کرنی پڑی مسٹر حکیم کے لڑکے ہیں راقم کو ان کا مفصل حال نہ ملا۔

۱۲۴ مسٹر اسکاٹ بیرسٹر بوڑھے اسکاٹ صاحب ساکن گلزار باغ کے بڑے
لڑکے تھے یہ بمبئی چلے گئے وہیں رہے وہیں جوان ہی مر گئے اس خاندان کا مفصل
حال گلزار باغ میں ملے گا یہ خاندان بڑا پرانا خاندان انگریزی مذہب کا تھا بڑے
اچھے لوگ گذرے دولت مند خاندان تھا ان کے بھائی ٹامی اور جاسو فیون
گدام میں نوکر تھے بینک روڈ میں بنگلے تھے ایک چند لال صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ نے
خریدا دوسرا مسٹر منٹر نے خریدا تیسرا بہادر علی خاں خان بہادر کے لڑکے بیرسٹر نے

خرید ہے اسکاٹ خاندان میں صرف عورتیں رہ گئی ہیں سب ایک بس زندہ ہیں
ٹالی سن صاحب کا اس خاندان سے تعلق ہے یہ انجینیر ایک دو دفعہ
پٹنہ میں تھے اس خاندان سے ہندوستانیوں سے بھی خصوصاً راقم سے بہت ربط
تھا ان کے مکان کے بغل میں بھی سینٹ اسکول تھا یہ لوگ بھی اوسی اسکول میں تھے
راقم بھی پڑھتا تھا اس لیے ربط رہا اور ان لوگوں نے قائم رکھا تھے تو سب
انگریز مگر طبیعت بڑی ملنسار اور ہندوستانی تھی گورا باغ کے حصہ میں بہتیرے
انگلستان خاندان کا حال ملے گا۔

منشی کلیم مرحوم چاچا بیار بڑی کے لڑکے تھے نوجوان
ہی مر گئے اون کی اولاد تھی۔

حاجی بشارت ساکن حبیب پور کا لڑکا بھی بیرسٹر ہو کر آیا تھا چند
ہی روز زندہ رہا انتقال ہو گیا بہتیروں کو نام بھی یاد نہیں ہے خود راقم کو نام یاد
نہیں آتا ہے جب کوئی مر جاتا ہے دو چار ہی برس بعد اوس کا نام ایسا محو ہو جاتا
ہے کہ کوئی نام تک نہیں لیتا بلکہ نام تک بھول جاتا ہے بس دنیا یہی ہے آؤ
جاؤ اور گم نام ہو جاؤ نام زندگی میں کام کرنے کے لیے رکھا جاتا ہے کام ختم ہوا نام
کی ضرورت نہ رہی ایسے واقعے عبرت انگیز ہیں۔

منشی دوارکا پرشاد ٹھیکہ دار قدیم سے دانا پور کے وکیل ہو گئے ہیں ادھیچولی
میں رہتے ہیں راقم کو نام تو نہیں یاد ہے یہ لوگ کایست ہیں ان کی نوشت و خواند

منشی دوارکا پرشاد راقم کے موضع خان پورہ کے مقتدی دار ہیں۔

۱۴۸ مہتو اسر بھی ایک وکیل مجھور ٹولی میں ہیں تمام رئیسوں کی گردن ان کے نتھاصیبین ہیں منشی رام پیاری لال ان کی تائید میں جو بے حد ہوشیار ہیں دیہات کے رہنے والے ہیں

۱۴۹ بابو راج اندر پرشاد جو کانگریس کے حامی اور لیڈروں میں شمار کیے گئے ہیں ان کا لائیف جداگانہ فضول ہے کون ہے جو نہیں جانتا یہ میونسپلٹی میں وائس چیرمین بھی ہوئے تھے ان کی مساوات کی برت کو ایک ایک ادنیٰ ادنیٰ آدمی جانتا ہے۔ قومی خدمات کا جو صلہ آج کل ملا کرتا ہے وہ سب ان کو بھی مل گیا۔ انجمن ورتیں کل حال سنے گا اس کتاب میں مفصل اخباروں سے زیادہ کیا لکھا جا سکتا ہے۔

۱۵۰ مولوی محمد کلیم ولد مولوی محبوب صاحب چوہٹہ بھی وکیل ہیں ایک لڑکے بیرسٹر ہیں مولوی محبوب صاحب مولوی محمد یحییٰ مرحوم برادر حافظ احمد رضا خان سکندر نواز جنگ جج حیدرآباد کے داماد تھے ان کی برادریاں مولوی بشیر مرحوم ڈپٹی مہرے مہتو انتوال والوں سے از خاندان مولوی منظور علی داودی مرحوم ہیں یہ خاندان شاہ جلال مرحوم و مرشد شاہ مبارک حسین مرحوم و مرشد شاہ تبارک حسین مرحوم سے ہے کلیم میاں کی شادی شاہ جلال مرحوم کی لڑکی تھی شاہ جلال کی شادی رانی پور میں مولوی منیر علی داماد مرحوم کی لڑکی سے ہوئی تھی

قرابت خاص از خاندان مسٹر نہال دستر جمال بیرسٹران کے خاندان سے بدچہٹہ میں
مولوی نورالحسن وکیل ساکن سہ بپورہ کے مکان کے بغل میں مکان ہے محبوب میاں
کی مالی حالت بہت اچھی ہے شاہ گنج میں عبدالکریم مختار والی بڑی کوٹھی اوسکے
بغل والا پورب والا بنگلا مسٹر بائی لاڈ کے خاندان کا اونہوں نے خرید لیا ہے گوشہ
نشینی کی زندگی گذارتے ہیں بے ضرر آدمی ہیں صاحبزادگان ابھی تو بنر اسٹیج میں
ہیں دولت وعلم موجود ہے زمانہ موقع دیگا تو متمول ہونے کی وجہ کر ترقی پذیر ہو جائیں گے۔

مسٹر نسیم بیرسٹر باڑہ کے ایک معزز خاندان کے بہترین نیک دل آدمی
گذرے ہیں محمد انیس الحق صاحب کے بھائی تھے اون کی شادی مرتضی نشیر صاحب
ساکن محسن پور کی بہن سے ہوئی تھی ان کے لڑکے انجینیر ہو کر ولایت سے آئے
تھے چند روز زندہ رہے انتقال کر گئے یہ خاندان اب تک آباد ہے معزز خاندان کے
آدمی تھے بقدر گذران دولت بھی ہے خاندان میں علم بھی ہے لوگ بھی لائق ہیں اور
برادری والوں کا خیال بھی ہے میل جول میں ملکیانہ برتاؤ اب تک پایا جاتا ہے چند
نوجوان لڑکے اس خاندان میں ہنوز موجود ہیں اس خاندان سے باڑہ والوں سے بھی
تعلقات ہیں شاہ بلو صاحب خان بہادر کے خاندان سے برادریاں ہیں محسن پور
فرید پور ضلع گیا والوں سے اورنودی گڑہ والوں سے برادری ہے۔

مسٹر نعمت اللہ صاحب بیرسٹر کا نام سنا ہے مگر راقم اون کو پہچان
بھی نہیں سکتا کوئی وقیع زیادہ دریافت حال کا نہ ملا۔

۱۵۳ قاضی وحید ولد قاضی حمید صاحب لودی کٹرہ کے ڈٹکے غالباً قاضی ڈھو دمامی بیرسٹر ہیں اون کے تعلقات فضلو میاں کا شانہ والوں سے اور مولوی رشید اللہ صاحب وکیل کے یہاں اور بارہ میں مولوی مجید خان بہادر کے یہاں ہیں بقیہ مفصل حال خواجہ کلاں وارڈ میں ہے۔

۱۵۴ مولوی زین الدین صاحب از خاندان منشی اسمٰعیل صاحب ساکن نیورہ مدتوں شہر میں لالکچرار رہے۔ منشی اسمٰعیل کا بنگلہ مکان ہنوز زنن رجا کے سامنے موجود ہے اونہوں نے بڑی سادی خوش ملنساری کی زندگی گذاری اس خاندان میں کنبہ پروری اور ملنساری ہر ایک ممبر خاندان میں دیکھا ہے۔ مولوی زین الدین بہت ہی نیک طینت آدمی ہیں اسی لیے پیشہ وکالت میں ترقی نہ کیا بلکہ سررشتہ تعلیم کو پسند کیا اور اب گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ نیورے والوں سے جزئیت خاص ہے مولوی قمر الدین اور ڈپٹی مجسٹریٹ ساکن نیورہ اور خاندان مولوی عبدالحئی و مولوی فرزند علی نیورہ و مولوی وحید الدین خان بہادر صدر اعلیٰ و منشی نجم الدین صاحب مرحوم و موجودہ حضرات ساکنان نیورہ سے قرابت دایاں قریب تر ہیں خیر الدین مرحوم و مولوی حمید مرحوم وکیل تو بہترین لوگوں میں گذر گئے۔ راقم نے منشی نجم الدین صاحب کو و منشی اسمٰعیل صاحب و مولوی عبدالحئی صاحب کو دیکھا مولوی وحید الدین خاں صاحب کو دیکھا منشی محمد عمر صاحب کو دیکھا مولوی وحید الدین مرحوم مولوی قطب الدین مرحوم مولوی حمید مرحوم معز الدین

مرحوم مولوی نصیر الدین مولوی حنیف کرمانو پرپٹ ور ڈپٹی اوسط عمر والون
کو دیکھا سب سے ملاقاتیں رہیں اون کے وضع داریون کے اخلاق اون کی تعلیمی
حالات اون کے طرز و انداز و رہایش سے آگاہ ہوا بہت ہی پہ ہو سکی مگر ربط بڑی
چیز ہے اس کا لطف ہر زمانے میں قرابت داری سے زیادہ نوجوانوں کو مزا کرتا ہے مگر
سن رسیدہ ون کو قرابت کا لحاظ برادری سے ملنا دوستوں سے کہیں زیادہ تر دیکھ
دیا تو وہ اقبال مند جگر شعور رہے عادات بھی دلچسپ ہیں راقم نے پادری شاہ محمد
حسین کو بھی دیکھا جن کے لڑکے محمد رضا ہیں اور محمد رضا داماد شاہ وحید الحق صاحب
پھلواری موسوم رہے آپ صاحب تھے ان لوگوں میں اخلاق تو برابر رہا کیا اور
ہر زمانے کے لوگوں میں رہا آپس میں یہ لوگ ہمدرد برابر رہے ربط والوں کے خیر
اندیش بھی رہا کیے لوگوں کو پہلے فائدہ بھی پہونچا رہ حد اختیار تک نفع رسانی اور
عزت افزائی میں پرانے لوگ قاصر نہیں ہوتے تھے اوسط سن والے جسٹس
شرف الدین مولوی ظہیر الدین خان بہادر مولوی سید مرحوم مولوی رشید شاہ غنی حسن
معروف محمد دق شاہ ولد منشی نجم الدین ان لوگوں میں ہمدردی اور اخلاق کا اور
مددگاری کا مادہ بہت تھی اور جو زندہ ہیں اون میں بھی ہے مہمان نواز تو پیر وکا
بچہ بچہ ہے اور آج تک ہی مولوی امداد امام صاحب کا تذکرہ ضروری ہے وہ تو بہ
ظاہر اپ ٹو ڈیٹ ہیں مگر خیالات بہت پرانے ہیں وہ گذشتگان کی بہترین یادگار
ہیں تیں کی عمر ہو اشتہ دیوان زندگی ہوتے ہیں خاندانوں کے کچھ دکھا بیر سر

بر سڑک مرادپور میں مکان بنالیا اور تو زندہ ہیں عدالت میں محل تالی پاٹ سبزی فروش
مدتوں تک دو پیر ہوڑ میں رہتے تھے ان لوگوں کے ورثا اب عدالت ہیں دکان رکھتے
ہیں غریب ہندستان بہار کی دوکان بہ خدمت بہت مشہور ہے اس کے پہلے ناتھی کی
دوکان رہی اوس کے پہلے ایک شخص کی دوکان تھی نام بھول گئے آخر میں اوس نے
فقیری لے لی تھی پرانے وکیلوں کو شاید نام یاد ہوگا دنیا خان تھوڑی رہتی ہے ایک
گیا دوسرا ابھرتی ہو گیا کام چلتا ہے یہیں پر اسمعیل خان میونسپل کمشنر کی دوکان تھی
صاحب موڑ میں چمڑے کے تاجر ہیں خاندانی تاجر ہیں کافی دولت ہے صاحب اقبال
ہیں سبزی باغ میں بڑا مکان ہے اچھے خان منت خان والی بڑی دوکان جو بی ان کالج
کے سامنے تھی اونھوں نے خرید کر لیا ہے یہیں پر عطاء اللہ کی سرا ہے جو منشی عظمت اللہ
کی سرا بولی جاتی ہے مسجد ہے جس کو براہیم بمبئی والے کے بھائی اسمعیل نے اور
تنذ والوں نے دو منزلی کر لیا ہے سرا کو دوشالے والوں نے دخل کر لیا ہے منشی
عظمت اللہ کے لڑکے عطاء اللہ تھے اون کے بعد سرا کی حالت خراب ہوئیں ورنہ
اسی جگہ رمضان خان کشمیری دوشالے والے رہتے ہیں یہاں کے تمام لوگوں سے
دوشالے والوں سے ملاقات رہتی ہے یہ لوگ بڑے ہوشیار سیکھے والے ہوا کرتے
ہیں۔ یہیں پر مولوی عثمان کا مکان تھا وہ دیہات کے منیر کی طرف کے تھے اسی میں
چند سکونت تا ہوئی۔ شکوہ کے باپ شیرینی بنانے میں اوستاد گذرے یہ لوگ
پنجاب کے تھے خدا بخش نام تھا۔ بڑے ہمدرد آدمی گذرے سیونی کا کہ پہلے اس شہر میں ونی لا

ہیں رچھیدی شیرینی والے کی دوکان ہے۔ اور کھی چھم کا عمدہ بکتا ہے مرادپور بالکل بدل گیا اب بانکی پور کا چوک یہی ہے مارواریوں کی دوکان بکثرت یہاں ہو گئی پیر بہوڑ تک یک طرفہ دکھن جانب آباد ہو گیا اوتر جانب دریا تک سب سرکار ہے ہو گیا سب عایا کا مکان تھا سب متفرق ہو گئے خدا جانے کون کہاں گیا لوگوں پر کیا گذر گیا کہیں اسپتال ہے کہیں دیرہوس کہیں اسکول ہے کہیں کالج ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے اب یہ نیا شہر ہے نئی دنیا ہے نئے لوگ ہیں نئے انداز ہیں یا پہیر خواب ہی یا وہ خواب تھے۔ غرض چند روز بعد سب کے لیے سب خواب و خیال ہی رہے گا۔

مختاروں کا حال

مولوی وحید[1] کہرپیا کے رہنے والے مختار تھے برادری کے آدمی تھے ان کے تعلقات داناپور میر الفت حسین کے خاندان سے ہیں اور دیہاتوں میں بیں اور مولوی یعقوب صاحب مرحوم صادق پور کے خاندان سے ہیں اور مولوی کبیر حسب وکیل پھلواری کے خاندان سے ہیں اون کے بعض لڑکے وکیل ہیں بعض مختار ہیں مکان سبزی باغ میں ہے۔ انتقال کر گئے۔

مولوی سعید[2] مولوی اسمٰعیل کے لڑکے مختار ہیں اور راقم کی خلیری

بہن کے داماد ہیں اور شاہ وجیہ الحق مرحوم کی حقیقی بہن کے داماد ہیں عزیز الحسن وانیس الحسن مرحوم دانا پوری کے بہنوئی ہیں۔

محمد شکر اللہ ولد شیخ عبداللہ ساکن نتول پکورہ راقم کے داماد تھے اون کے لڑکے محمد نصر اللہ اور نواز اللہ راقم کے نواسیاں زندہ ہیں اونھوں نے بعد بیوی اول کے چند شادیاں کیں ایک شادی کاکو میں بشاشت مختار کی لڑکی سے کیا بشاشت مختار محمد محسن مرحوم کے حقیقی سالے تھے اس بیوی سے بھی اولاد ہے اب اول میں خاندان شاہ صاحبان شادی کیا ہے درمیان میں ایک شادی اور کی تھی اوس سے بھی اولاد غالباً تھی چونکہ راقم نے اپنے ناتیوں کی طرف سے گواہی دی تھی اس جرم میں آمدورفت بند ہے اون کی برادری نتول میں ہے کچھ برادری کلکتہ میں مولوی حبیب اللہ کے خاندان میں ننہیال تھی ان کے دادا کو تعلق اوس خاندان سے بنگالے میں تھا۔

احمد رضا مختار کو تعلق نیاواں سے تھا اون کے والد نیاد حسین خانقاہ منگل تالاب کے مرید تھے احمد رضا نے اچھا کمایا صاحب اولاد تھے راقم کے حقیقی سالے محمد محسن کے حقیقی ساڑھو تھے خانقاہ سے آمدورفت بند رہی باپ کے ملاقاتیوں سے تو علی العموم آمدورفت بند ہو جاتی ہے۔

بشاشت حسن چند بھائی تھے ساجد حسن ماجد حسن ساکنان کاکو تھے میر عشرت حسین کے خاندان کے تھے بشاشت نیک آدمی گذرے زیادہ نام و نمود

نہ ہوا ساجد حسین ماجد حسین اور اور روزگار کرتے تھے سب لوگ خوش حالی سے گذر گئے۔ میر عترت حسین و عشرت حسین دو بھائی گانگو میں تھے۔

ریاض حسن مختار بھی اچھا کماتے رہے مر گئے اون کے تعلقات ملک لوگوں سے زیادہ رہے۔

بندھو مختار بہت اچھا کما رہے ہیں چند قطع مکان بنا لیا ہے ان کے تعلقات مولوی یحییٰ وکیل کے خاندان سے بھی ہیں اور دیہاتوں میں قرابت داریاں ہیں بموڈہی اسٹیشن میں بھی مکان بنایا ہے۔ خوش اقبال آدمی ہیں۔

مولوی علی حسن پنہرہ مسٹر یونس و مسٹر یوسف بیرسٹران کے والد سربرآوردہ اور ممتاز متمول مختار تھے۔ ان کا مفصل حال مسٹر یونس کے ساتھ ہے۔

انور مختار بھی سربرآوردہ مختاروں میں شمار تھے اون کا مکان دریا پور میں عزیز الحسن داناپور کے قبضہ میں اون کی یادگار ہے۔

مولوی ظہیر مختار بہت کمانے والے اور مشہور و سربرآوردہ مختاروں میں گذرے جن کا تذکرہ مفصل مولوی جلال الدین وکیل اون کے والد کے تذکرہ میں ہے۔

مولوی فصیح احمد کے تعلقات شاہو گبہ سے ہیں یہ نیک ملا طبیعت کے مذہبی آدمی ہیں بقدر ضرورت کماتے ہیں دریا پور میں رہتے ہیں۔

ہفتہ میں کبھی حدیث کبھی قرآن کا چرچہ رہتا ہے لوگ جمع ہوتے ہیں تبلیغی کام چلتا ہے
زیادہ لٹ پٹ کی زندگی نہیں ہے کمایا اور آرام کی زندگی گذارتے ہیں۔

[۱۲] نصیر مختار فتوحہ کی طرف کے دیہات کے رہنے والے ہیں ان کے والد مولوی واجد علی تھے وہ مولانا امیر الحق صاحب منگل تالاب نانا قدس سرہ کے مرید تھے اور شاہ وجیہ الحق صاحب کشمیری کوٹھی کے کارپرداز تھے۔ مدتوں رہے لڑکے وہیں پڑھتے تھے مولا بخش میاں ایک لڑکے زائن پرشاد وکیل کے تائید تھے مر گئے۔ دریاپور کی گلی میں حکیم قطب الدین لین میں مکان بنا کر رہتے ہیں۔

[۱۳] مولوی سعید کشنری کے مختار معروف و مشہور گذرے گولک پور کے رہنے والے تھے مفصل حال گولک پور کے محلہ میں ملے گا۔

فٹ نوٹ

سیٹی کے مختاروں کا حال گلزار باغ کے حصے میں ملے گا۔ نئے مختاروں سے راقم کو کوئی تعلق نہیں رہا۔ راقم گوشہ نشین ہو گیا اسلیے اون لوگوں کا حال نہیں لکھ سکا صدر سب ڈویزن سے بالکل سروکار ہی نہ رہا کلکٹری اور فوجداری کے نئے لوگوں سے بالکل ناواقف ہو گیا اسلیے ہندو اور مسلمان مختاروں کا حال نہ لکھ سکا۔ اگر کوئی صاحب چاہیں

تو لکھ سکتے ہیں راقم کی صحت اب اجازت نہیں دیتی کہ زیادہ محنت کر سکوں اور
مالی حالت بھی اس موجودہ وقت میں روکتی ہے کہ اپنے پاس سے اب زیادہ صرف
کروں قریب ہزار روپیہ کے ان کتابوں پر صرف ہو چکے ہیں، بہتیرے لوگوں نے
سنا اور پسند بھی فرمایا ہے مگر ہنوز ایک نسخہ بھی فروخت نہیں ہوا ہے اکثر بہ
طور نمونہ مفت بعض لوگوں کو ملاحظہ کے لیے دیا بھی گیا۔ جہانتک راقم کی یاد نے
کام دیا لکھ دیا گیا۔ اب راقم کے پاس نہ وقت ہے نہ محنت ہو سکتی ہے نہ صحت
اجازت دیتی ہے نہ زمانہ موقع دیتا ہے ایک بکس ذخیرہ معلومات لکھا ہوا موجود
ہے جو صاحب ذوق ہوں میں اون کو خوشی سے دینے کو تیار ہوں محنت و
صرف کر کے خود بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، اور قوم کو بھی فائدہ پہونچا سکتے ہیں،

معذرت

اکثر چھاپے خانوں نے غلطیاں کی ہیں اور راقم کو بڑی بڑی دقتیں اور پریشانیاں
اُٹھانی پڑی ہیں۔ جی ہی چھوٹ گیا اور محنت کی انتہا نہ رہی۔ اب کسی پر بھی بھروسہ
نہیں کر سکتا۔ اس لیے اب اس شوق تصنیف و تالیف سے بھی جدا ہو کر ایک
گوشہ نشینی کا ارادہ کرتا ہوں، اگر کوئی فروگذاشت ہوا ہو یا غلطیاں رہ گئیں ہوں تو صاحب
کتابوں کی تصحیح فرما کر ملاحظہ فرمائیگا۔ اور میری معذوریوں مجبوریوں پر توجہ کرتے

ہوے تھوڑی زحمت اصلاح گوارہ فرماکر مشکور فرمائیے گا۔ سکنڈ ایڈیشن کرانے والوں کو تصحیح و ترمیم و اضافہ کا پورا حق حاصل ہے۔ راقم نے بہ نظر کتب فروشی اتنی محنت نہیں کی بلکہ یادگار رفتگان و زمانہ کا خاکہ اور تبدیلیوں کا حال آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے جو ابھی نہیں چند روز بعد آپ لوگوں کی آئندہ نسلوں کو مفید ہوگا۔ اور ہم لوگ جو برادریوں سے ناواقف ہو گئے ہیں یہ کتاب بتلائیگی اور زمانے کا اونچ نیچ ہم لوگوں کی اخلاقی تعلیم کے لیے ایک بہترین راستہ دکھائے گی۔ و امیدوار دعاے خیر ہوں گا۔ زیادہ والسلام

اور بھی بہتیرے رسالے متفرق مضامین نیز ادو خبروں اور واقفیت کے متعلق تیار موجود ہیں جو طبع ہو سکے۔

مورخہ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء

مولفہ

سید بدرالحسن یکی ارناکنان شہر پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

خاتمۃ الطبع

مطبوعہ

دی قومی پریس لمیٹیڈ بانکی پور پٹنہ

NOTE

List of the Hafiz of Patna has been printed ready about 76 men with their short life.

List of Mashaik has been printed containing 63 names with short life.

List of Hakims of this town has been printed with their short life.

List of Doctors Jarrah of this town has been printed with their short life.

List of religeous men has been prined with their short life containing 79 names.

List of Olamas who give the answer to Arias has been printed I have myself written some replies to other re-religious remarks.

Changes of life has been printed and important part of informations have been written and are ready which cant be printed by me now owing to my ill health, advance age, want of time and many I have in my Box any one who wants to see and to print it I can give him gladly I simply want to leave those rememberance before the future generation who cant dream of it I have seen those things with my own eyes and gathered experences from the events.

120 Obdaish Baboo Wakeel.

121 M. Mahamud's family with his father M. Hasim Paishkar of Commissioner.

122 M. Manzer Maseeh Wakeel.

123 M. Shurfoodin Bulka's family with M. Nooroodin pleaders and their sons.

124 M. Azumali Khan pleader Head master of Mohamadan School Patna deceased

125 Sir Fakhroodin Education Minister's his family.

126 Sir Ganaishdut self Government Minister

127 M. Zahur Barister of Bihar Ambatt.

128 M. Azimoodin Wakeel deceased's family with M. Zoolfakar Haider and M. Gani Hader Wakeels of Gaya.

129 Nirender Baboo's family Sub-Judge Patna with Doctor Rajender baboo and Surenderbaboo late S.D.O. Patna City Court

130 B. Bisher Singh deceased Wakeel.

87 M. Haji Abdoor Rahman Wakeel son in law of Sir Fukhrudin K B

88 H. Abdoola Favaz deceased Wakeel

89 H. Hamidoodin Moon deceased

90 M Ferzand Ali Wakeel deceased.

91 M. Kamroodin Government pleader.

92 Naben Baboo's family with Doctor Bipan Baboo and Doorga Baboo.

93 Andrond Baboo with Buldew Baboo Shirishtadar Patna Judges Court.

94 Manmatho Baboo Wakeel.

95 T. N. Banoorji Bar-at-Law.

96 Sham Narain Baboo deceased Wakeel

97 Bepon Baboo Wakeel

98 Dewki Nondon Baboo Wakeel

99 Baboo Ajodheya Pershad Wakeel Vice Chairman.

100 B. Goorcharan Sikholny Wakeel in Patna.

101 Rai Narain Pershad deceased Wakeel.

102 M. Harakh Lall Wakeel

103 Justice Kolwant Sahai.

104 Justice Jawala Pershad.

105 B. Shamacharan deceased Wakeel with Siracbaboo.

106 B. Hiranchander Mitter deceased Wakeel

107 Indoo Baboo

108 Big Nabin Baboo deceased Wakeel.

109 M. Aziz Bar-at-Law

110 M. Wagid Wakeel.

111 M. Ozair's family with Qazi Noor Sub-Judge and K. B. Anwar Ahmed Deputy Magistrate Patna and M. Fazal Hal. Deputy Magistrate Patna.

112 Baboo Kamia Sahu Wakeel.

113 Bhugwati Baboo Wakeel

114 Doctor Mahmood Bar-at-Law.

115 Kedar Baboo deceased Wakeel.

116 Ra Pin Kishoon Wakeel deceased.

117 Basunto Kumar Wakeel.

118 B. Bhola Nath Wakeel.

119 M. Nazir's family of Benares Wakeel son in law of Sarfaraz Hosain Khan Member Council.

Lecturer.

56 M. Azizool Hasan late Mohafiz Dafter (record-keeper) Civil Court and Wakeel deceased

57 Molvi Golam Qadir deceased Wakeel father of M. Hafiz fellow of University.

58 M. Wazir Haider, M. Amir Haider Zamindar Wakeels deceased.

59 Molvi Kabeer Wakel of Phoolwari the best poet of that time deceased.

60 M. Shamshool Hasan Kamrool Hasan

61 M. Imtavaz Karim Wakeel left Sub-Deputy ship

62 M. Mehdi Hasan receiver in Sograstate of Bihar

63 M. Kazim Wakeel

64 M. Rasheedoola Wakeel.

65 M. Hafiz Bulkhu's family.

66 Alay Imam's family of Dinapore.

67 K. B. Shah Kamal's family of Patna 2 sons are Wakeels.

68 Hakim Nazoo's son Wakeel Kotbibaboo.

69 M. Abdool Malik Wakeel.

70 M. Mojiboorahman Wakeel of Molvi Farzandalees family

71 M. Aboosalam Wakeel.

72 M. Zoonoon and Zulkurnain's family of M. Asman's family of Nagurnohsa.

73 M. Raool Wakeel of Poraina.

74 [illegible] Imail Wakeel

75 M. Noorool Hasan Wakeel Member of Council.

76 K. B. M. Mahmud Hasan.

77 M Mahmud Hasan Wakeel.

78 Moonshi Abdool Wahab and Molvi Zahur's family their sons are pleaders or Wakeels.

79 Justice Khaja Mohamad Noor.

80 Justice Fazal Ali

81 M. Manzer's family of Nadol.

82 M. Wasi Ahmud's family of Pabli very senior deceased Wakeel.

83 M Mahmood Bshair Wakeel.

84 M. Izhar Wakeel

85 M. Khoorshaid Hasnan High Court Wakeel.

86 M. Akbary High Court Barister.

۱۱۷۴

29 Nawab Amir Hasan Khan deceased Precedency Magistrate Calcutta.

30 Nawab Abdool Lateef family of Calcutta with his son Abdool [illegible] deceased Deputy Magistrate in Patna.

31 Pergashbaboo deceased Abkari Deputy Collector in Patna

32 Nintroobaboo Deputy Magistrate in Patna

33 Moonshi Kalipershad Seristadar Collectors Court Patna (deceased) with

34 Molvi [illegible] Seristadar

35 Dipte Zakir Hasan deceased Deputy Magistrate in Patna

36 B. Shew Shanker Singh Deputy Magistrate of Patna deceased

37 M. Fedaali Khan's family with M. Ahsan's family and K B. Md. Noor of Bihar and Nesarali Saheb Registrar of Bihar

38 B. Ram Anugrah Narain Deputy Magistrate Patna deceased

39 [illegible] Baboo Deputy Magistrate Patna deceased

40 M. Muhmood Sub-Judge Patna and his father and uncle Shamshool Ulamas Md. Husain and Molvi Raoof M. Zakerya thy are the founder of Mohamaden School Patna

41 M. Nasir Oath Commissioner

42 Gangadhur Baboo Wakeel.

43 Dabneder Baboo Government Pleader deceased.

44 Dinbandhoo Babeo Wakeel deceased

45 Shashi Bhooshan Biswas lef hand writ er deceased.

46 Mir Najalali oldest Wakeel in Patna.

47 Shamshool Ulama Molvi Jalaloodin father of Yoosoof C. S. of England and father of Zaheer Mokhtar of Dara Court in Patna.

48 Moonshi Ismail Wakeel.

49 M. Abdool Hakim Barister deceased

50 M. Monir Wakeel deceased.

51 M. Molvi Ishak Vakil

52 M. Jamil Wakeel

53 B Ramanooj Wakeel

54 Moonshi Lateef Wakeel deceased.

55 Girdhari Baboo 'Law

114 Rajaram Kishoon Panday big Zemindar lost his things became Jogi

115 Tripolesvi Hospital

Note Many things are still remained to print but ready

Index [illegible] the name contain in Part 1st of Peerbhore Thana explaining their lives and relation

1 [illegible] Chander Wakeel deceased

2 B. [illegible] Wakeel deceased

3 M. Fali Bar-at-Law deceased

4 M. Jhan Bar-at-Law deceased

5 M. Joon Bar-at-Law deceased

6 M. Saderlane Bar-at-Law

7 Justice Sharfoodin Bar-at-Law deceased

8 Sir Ali Imam Hasan Imam Bar-at-Laws

9 M. Muzharool Haq Bar-at-Law deceased

10 M. Abool Hasan Khan Bar-at-Law deceased

11 Khoda Bux Khan C. I. E.

12 Birj Inderbaboo Wakeel

13 Dabinder Baboo Wakeel deceased

14 Goorpershad Sain Baboo Wakeel deceased

15 Rai Bahadur Poorno Baboo Wakeel deceased

16 Mr. Manook Bar-at-Law

17 Safder Imam Jafer Imam Mehdi Imam Bar-at-Laws

18 M. Sami bar at-Law

19 M. Ahmud Saan Md. Shan Bar-at-Law

20 M. Zahoor B.A., M. Jamal Mr. Nehal deceased Bar-at-Law

21 Mr. Naseer Moonsif

22 Mr. Najmool Hoda deceased Bar-at-Law

23 Khaja Takijan deceased Sub-Judge

24 Khaja Fakhroodin deceased Sub-Judge

25 M. Abdool Bary deceased Sub-Judge

26 M. Maazum Hasan Khan deceased District Judge Patna (1st Indian Judge)

27 Malvi Abdool Jabar deceased Deputy Magistrate.

28 Dal[illegible]oodin Hasan Khan deceased Deputy Magistrate and high officer of Haidrabad.

59 Mahadew Pershad Mokhtar
60 M. Kaless City Magistrate
61 M. Mukbool Ahmed S. D. M.
62 Beini Madho S.D.M
63 M Moin S.D.M.
64 M. Fuzlorahman S. D. M.
65 Mr. Hmeed S. D. M. from Dinapore
66 Present S. D. M. from Doctor Waress family
67 Monmotho C. I.
68 Luchmibaboo C. I.
69 Seri Bulub Rai Sahib
70 Enaboo Banibboos family
71 Sirichand Baboo's amily
72 Md, Saleh family
73 Shaikh Paigumber Bux family
74 Mo. Dabraas family
75 Old Scatt family
76 Mr. Bylord family
77 Mr. Tyson's family
78 Mr. Wood's family
79 Mr. Creshtian's family
80 Mr. Wilamson family
81 Mr. Fraser family
82 Tewariji Municipal Secretary
83 Health Officer Municipality deceased
84 Goolzarbagh Imambandi Baigum's family
85 Jagernath Baboo family
86 Rai Ramgopal Chaudhury
87 Narasher Baboo Honorary Magistrate & V. C. his case and retirement
88 Sham Narain Baboo family chairman
89 Durgah Shaharzaun
90 Men of Shah gung
91 Men of Balkishoon gung
92 Paeer Bhaga
93 Peer Bais
94 Mrs. Kanily
95 Hushmatdad Khans Family of Alamgunge
96 M. of Petherki Musjid
97 Umerkarim's Family
98 Zamarrud Hajams Family
99 Shah Bakerka Tukya
100 Shah Hamza
101 Shah Kalay
102 Men of Sadekpure Sara
103 Men of Idgah.
104 Men of Sadekpure
105 Yoosuf Ater farash
106 Wahid Ali Khans Faimly
107 Sawji Tulsi Mandi
108 Mahanthji Puchim darwaza
109 Shah Gulam Hosans Faimly
110 Chulleeder Singhs Family
111 Hashyar Singhs Faimily
112 M. Agaesi Police Inspector
113 M. Brown Do

1160

List of men inlisted in City Court.

1 H. Lemiseror City Magtsterete became Governor of Ptna
2 J M Curry Esqr
3 Waod man Saheb
4 T Ingels
5 2 nd Ingels
6 Owen Esqr
7 C. C. Queen Esqr
8 Mery man Esqr
9 Stewen Esqr
10 F M. Haliday Esqr
11 Tomson Esqr
12 Wassly Esqr
13 Maxwell Esqr
14 Balens Esqr
15 Mampard Esqr
16 Curry Esqr
17 S. B. D'halay Esqr Jistice
18 Ross Esqr Justice
19 Lawiss Esqr
20 Hews Esqr
21 Mllen Esqr
22 J. J Coming Esqr
23 Chaedra baboo
24 Suorain baboo
25 K. B. Hamid Hasain
26 Ramjit baboo
27 Awadh Koomar baboo
28 B. K. Ray.
29 Olfat Hasan Mokhtar
30 Ladlay Mokhtar
31 Beer Kishor Lall Mokhtar
32 B. Kamla Pershad Mokhtar
33 Mirun Sahib Mokhtar
34 Mir Nabijan Mokhtar
35 Moonshi Hazari Lall Mokhtar
36 Moonshi Dalutram Mokhtar
37 Rahim Bux Mokhtar
38 Abdool Karim Mokhtar
39 Khaleel Mokhtar
40 M. Shamshool Hoda Mokhtar
41 Morlidhar Mokhtar
42 Mohabeer Pershad Mokhtar
43 Karwal Kishoon Mokhtar
44 M. Mahmood Shair Wakeel
45 Molvi Majid Wakeel
46 Syed Mohamad Kalim
47 Molvi Jaleel Wakeel
48 B. Ramkishoon Lall
49 Harukhnondon Baboo
50 Kameroodin Balkhi
51 M. Azemoodin Shereshtadar
52 Mahmoodali Khan Mokhtar
53 M. Abdool Hakim Sherishtadar
54 Nakikaali Khan Mokhtar
55 Nagaisher Sahai Mokhtar
56 Molvi Hafizoodin Haider Mokhtar
57 Madangopal Mokhtar
58 Noor Mohamad Mokhtar

154 Alizaman Khan S. I. Police
155 Panphoola Bisket maker
156 Mirsahib Kababchi
157 Mahamdoo Do.
158 Jehaboo Sonar
159 Janki Gharisaz
160 Doolichand Gharisaz
161 Feda Ali Meyan shop-keeper
162 Moonsiram
163 Jagi shop-keeper
164 Hakim Anao
165 Moonshi Maivalall
166 Raja Ram Narain of Maharajghat family
167 Bishni Marwari with Baijnath Jhoonwala
168 Nathoo Chodhri

114A

101 Chekara player
102 Tubla player on ghara
103 Roshan music master
104 Muhfooz Khan bag-pinpe player
105 Jhaman Khalifa Ro-'onchoki player
106 Yakoob Kawal
107 Asger Hasan Wahid Hasan Kawal
108 Mohamad R a z a Kawal
109 Sooba Kawal
110 Yosoof Kawal
111 Aminoodin Kawal
112 Kalay Khan Kawal
113 Golam Hasan Kawal
114 Nathey Kbeaer Kawal
115 Hekbroo Kawal
116 Buxi Kawal
117 Ismail a n d Naboo Kawal
118 Abdool Huarmut Ka-wal
119 Punabali Kawal
120 Ali Bux Kawal
121 Abass Hossain Kawal
122 Be-Haider best singer
123 Hoormoozi singer
124 Razia Baigum Beauty
125 Besmellajan best dancer
126 Bijudan best dancer
127 Basanto, Haji famous for buty
128 Beasti
129 Kaora Shah best Fa-keer
130 Shah Leyakut Ali Minor
131 Malvi Lateef Doctor and Hakim
132 Shah Peer Bux sitar player
133 Munjhlay Shah
134 Md. Zahur Zurdoz
135 Hasanjan, Md. Jan Ahmud Jan Iter far-rosh
136 Torabali a most honest man though was very poor
137 Nawab Najat Hosain Khan
138 M. Wazir Atar
139 Hakim Koorban
140 Haji Mohabut b e s t cook
141 M. Wazir Zurdoz
142 Afzalali Khan's fami-ly of Mogalpoora
143 Hasan Mirza A l i Mirza
144 Doctor Abdoola Ma-dani of Doctor Wa-zir's family
145 Khaja Sultan. Jan of Madhao Meyan's family
146 B Girja Pat Sahai of Chande Baboo's fa-mily
147 Mokhtar Badoor
148 Rai Sultan Bahadur best life in Patna
149 Maharaja Kaosal Singh Saoba of Patna
150 Daroga Gokhoolchand
151 Rai Kashipershad's family
152 Moonshi Degan Lall
153 Jadoobaboo S. I. Police

66 Aga Haiderati big Zemindar
67 Khaja Jevan Zemindar
68 Haji Ismail Bunia shop-keeper
69 Meyan Khan father of Nawab police S. I.
70 Baboo Kadhya Lall Hira Lall old Municipal Commissioner
71 Hakim Nasir Sahib father of Hakim Najoo
72 M. Abdool Kadir grand father of M. Hafiz
73 Abdool Hamid 1st & best Hakim of Patna
74 Nawab Jafer Kooli Khan connected with Moorshedabad
75 Nawab Mehdi Ali Khan Sungidalan family.
76 Kabeer Meyan Damranwan who got properties of Bandebibi his Nekhi wife
77 Nawab Baarhanali Khan the ancestor of K. B. Depti Ahmud Ali Khan,
78 Haji Feraz practical relegeans man
79 Moofti Mahamde's family of Ranipore
80 Ramzan Khan and the public prostituties of Patna
81 Alikuder Tabuleya best player in Tubla
82 Nanhay Jariya best player
83 Chotoo Meyan
84 Enait Khan 1st Sitar player
85 Taj Khan (father in law of Omrabibi best singer in Dheo pat
86 Md. Sedeek best player in Sitar
87 Bahadoor Khan best and 1st Sarungi player
88 Imdad Khan famous Sarungia
89 Simbhoo Gooroo
90 Hurdut Gooroo
91 Mukhdoom Bux Sarangya.
92 Bhooray Khan Sarungya
93 Hurdew Pundit Israr player
94 Baini Panday best Tubla player
95 Gafoor Kawal best Harmoniam player
96 Punditji of Maharajgunj good singer
97 Punditji and Graand Israria
98 Wajir Jan Paniput best singer wooman
99 Khairati Khan Manaverkhan Basavan Kawal
100 Belind of Benares sin-ger

24 M. Saadut Husain rice shop.
25 Bukhshi Meyan his famous Masque.
26 Khaja Syed Hasan.
27 Shakh Meyanjan 1st glass maker and Shak Soop an Jokar..
28 Goolab Shah one of the best Fakeer.
29 Lukhi Wahed Ali big general merchant.
30 Nawab Feda Ali murdered
31 Mir Mohamad Kalim Zemindar.
32 Mir Ismail Ali big Zemindar
33 Hedait best Pupri maker (sweet maker)
34 Ghasita Koonjra
35 Lala Gariban
36 Raiji Gariban
37 Abdoolah of Bambay big cloth merchant.
38 Kamijan Zemindar Tawaif
39 Hingoo ice shop-keeper.
40 Haji Ramzu Gariban
41 Sunder Lall Achay Sahib converted Mohamadan from a high family.
42 Leyakut Hasan Kawal
43 Karim Baverchi (good cook)
44 Raghuber Kasaira best Samaver maker
45 Husain Bux
46 Amirjan best zerdoz
47 Baij Nath Lall Imitator of writings
48 Basuntoo best Tuklisaz
49 Bhikhan Choorisaz 3 times got [illegible] in life
50 Neyaz Ahmud Khan police Jamadar
51 Abdool Cafoor police Jamadar
52 Moonshi Kishoorlall self made man
53 Reyaz Husain
54 Payaray Sahib best rider of horses
55 Shewbaboo Mohamadens friend
56 Hasan Nawab Sahib Zemindar
57 Mirza Ilyass Husaiu
58 Mirza Nesar Hasan artest
59 Baney Sahib
60 M Zaheer Hasan shok good writer of books
61 M Zahir Salarpoori His murder case extra ordinary case
62 Wares of M. Azherali Zemindar
63 Kazi Nezamoodin
64 Meer Altafali ancestor of K. B. Syed Hasan doctor
65 Shah Md. Moonam famous manager in Zemindari

Index of the names in the 1st part of Khajakalan Thana which have already been printed containing and explayning about 166 famalies in 400 pages. Part 2nd in which importants names and informations are found is ready for, print in future if people like this Book and think it usefull to them 1st part of Khozakalan Thana.

114 Hissons Sanaihi Mul and Male Ram Pale Ram the begist Marwari firm.
115 Mansookh Roy the begist Marwari firm.
116 Jadoo Roy
117 Girdhur Chobay's family
118 Burkoo Maharaj Chotkoo Maharaj.
119 Paraim Sukdass merchant.
120 Rampertab merchant.
121 Hazari Lall Mokhtar
122 M. Khaleel Inspector Police.
123 Daroga Ikbal Hosain.
124 Daroga Abdoorrahman.
125 Moonshi Ahmud Husain.
126 Chobay Halwai of Benares.
127 Khan Mohamad shopkeeper.
128 Abdoorahim Abdool Hakim cap merchant
129 Madoo Baboo Bank of Bengal Khzanchi (cashiar).
130 Debi Pershad.
131 Mulana Noorool Huqs family of Mangels Tank Khanka Imadia.
132 Mir Fakorula
133 Haseboola Mokhtar writer of a Book of life of Shahsahebs.
134 Molvi Abdola Punjabi.
135 Muhrali Rangraiz
136 Shokroo Meyan
137 Mohamad Khan
138 Mohamad Azim
139 Chhaidi Durzi
140 Saadut Khan
141 Hakim Kazim a famous Hakim
142 Mir Amirjan
143 Mir Syed Ali
144 Mehdi Zurdoz
145 M. Sukan Lall
146 M. Mahaish Lalls family
147 Amjud Atishbaz
148 Hanooman Saw
149 Molvi Aminola the originator of Arabic Madrisa and had a big Arabic Library.
150 Mer Jawan Poori
151 Hakim Peerali
152 Dactor Payary Mirja
153 shah Mazhur Hasan of Nawada
154 Dactor wares Hasain experenced in Homoeopath.
155 Chooni Darab
156 Molvi shurfoodin.
157 Wozira Miyan
158 Mozeffer Hasain 1 st Chatni Meker from Lucknuw domicled in Patna
159 Ram dayal Darab
160 Ramoo Darab.
161 Jawaher merdered.
162 Mahaish wood Shop.
163 Chaidi
164 Mahaish Tulwa

NOTE. - This part containing 164 families in 304 pages.

75 Tara chand Jweller
76 Bandhoo Lohar big dealer in Iron
77 Babboo Zimedar
78 Chhotkoo Muhraj Broker
79 Phudoo baboo of Shitab chands Family Famaus Johari.
80 Shetab chand Johary
81 Bishoon chand Johary
82 Hakim Sibgotoola
83 Wazeer atar Mahamadan shop of Indian Medicine
84 Raghunandan Sonar enventor of many things
85 Md. Amirool rising abdool kadir oldest Press Keeper in Patna.
86 Tulshi Tamol rising through Cardmom
87 Rahmat khan Police Inspector
88 Marwandass big cloth Marchant in Patna.
89 Jhamoo Khalifa.
90 Molaiji & Balgobind Maharaj Family one of the elected Municipal Comissioner.
91 RaiBahadoor Narain Parshad Vakil V. C. Patna.
92 B. Isripershad & the Bank of Bengal Cashier
93 JaiNarain Bajpai and chashier of Patna Municipality.
94 Rai Isri pershad & Mr. Malcam's Family
95 Naoroodin shah a Fakier
96 Mahabir Pershad
97 Fukherji. Zafer shah Molana shamshoodin of Raniganj
98 Doctor Masalih Miltery Doctor.
99 Doctor Sawami terned logi.
100 Gangoo Singh famous man of Patna.
101 Narain Singh 1st leader Aryas Murdered.
102 Singhji 1st Hindus Sikh Hakim in Patna.
103 Shamshookhan Bahe shop-keeper
104 Munzoor Driver
105 Elahi Bux shop-keepers fall from fire.
106 Ram Lall shop-keeper
107 Rahmatoola Abdool Rahim best Raj in Patna.
108 Sukloo Burhi maker of best Palkees.
109 Syed Shah Tabaruk Hasan and Shah Mobarak's family & their children
110 Monoher Dass Marwari big merchant.
111 Baray Goormookh 1st big merchant.
112 Goormokh Rai 2nd big merchant.
113 Belasi Ram the oldest Marwari shop-keeper & sons

۱۱۸۲

46 Nanhay Khan and Abdoolah Khan shall repairor.
47 Rasool Shah and Gama Snall merchants.
48 Shew Narain Choudhri
49 Hafiz Ahmud Shah best reader of Koran
50 Kakool shah a devoty living in Madrisa Since 20 yers. & no one Know his name.
51 Mutka shah was lying in Jhawoogunj post office and not left place till his life.
52 Baba Soomair Singh Mahanth of Hurmundil.
53 Khan Sahib Molvi Isnaq Police Inspector Patna
54 Molvi Khoorshaid Inspector Police Patna.
55 Shakoor Inspector of Police Patna.

56 Moonshi Abdool Hakim S. I. Police.

57 Moonshi Thakoor Pershad Clerk Jhawoogung of Bench.

58 Mir Ahmud Hosain the 1st. man who accepted the proposals of Sir SyedAhmud Khan.

59 Kower Sukhraj Bahadur who was the 1st Originator of Moshaira in this city (collections of poets)
60 Choonoo LallMathora Pershad.
61 Khaja Amber his famous Masque in city side.
62 B. Choom Lall's family his house was painted with gold.
63 Achay Khan a bigest Mohamadans firm in Patna and its fall.
64 Noora Kagzi the 1st shop of papers.
65 Abdoor Rahim shop keeper Chawk.
66 Ghasita shop-keeper Chawk.
67 Omurdaraz shop-keeper Chawk.
68 Wali Durzi shop-keeper Chawk.
69 Rama cap merchant shop-keeper Chawk.
70 Singhji 1st repairing shop of Harmonam.
71 Tulshi Ram Hari Ram Siri Ram Banatwalay of Ramji Ram's family
72 Keshori Lall Atar famous shop of Indian Medicinss
73 Doctor Toorki

74 Baboo Kharnch Lall of Silvr shop

۱۱۸۶

Index of printed names in part 2nd of Chawk Thana 1st. part is ready without print.

1 Khaja Guhurali Khan
2 Lallu baboo.
3 Mir Jafar Husan
4 Meer Ameer Husan.
5 K. B. Ali Mohamad Shad
6 Payaray saheb
7 Meer Sangi Jan.
8 Mir Nawab Jan
9 Aga Amjud Hussain.
10 Shah Hefazat Hasan.
11 Nawab Buboo.
12 Jager Nath Dhobi.
13 Serfaraz Khan Chaprasi.
14 Meer Wazir Haeder
15 Shah Wazir Jan.
16 Sah Mohamad Akram.
17 Meer Ahmad Hasan.
18 Meer Wajid Hasane.
19 Kauri Meeyan.
20 Meer Farhat Hasan.
21 Ganga baboo.
22 Momtaz Nawab.
23 Md. Azim.
24 Haji Abed Hasan.
25 Meer Aboo Mohamad.
26 K. B. Aboo Saeed 1st. K.B, in Patna.
27 Meer Mujoo.
28 Molvi Ali Ahmud.
29 Paigoo Sahib the owner of Killa.
30 Moonshi Hira Lall.
31 Mohamad Ibrahim converted whole family in English religeon and was literate
32 Moonshi Shew Narain Lall father of Hari Baboo V. C. Patna Municipality.
33 Nanhoo Meyan Ramal
34 Haji Tatar his famous Masque in Patna.
35 Wajid Meyan terned Shah Sahib.
36 Doctor Mohender Nath 1st. Homeopath
37 Doctor Bashir brother of Mr. Zahoor District Judge of Patna.
38 Hafiz Ahmadola Imam of Jooma Masjid Patna in Madersa.
39 Khaja Amanoolah.
40 Khaja Asadali.
41 Khaja Md. Kha lil.
42 Khaja Amon the Ansiester of M Ibrahim Deputy Magist
43 Khaja Badshah related to Ragibbasil Mokhtar.
44 Baboo Khan a natorious Man in Patna.
45 M. Mohamad Yehya Vakil father-in-law of Sir Abdoor Rahim

Index of printed names in part 2nd of Malsaiami Thana explaining the lifes and relations of inlisted men part 1st is ready without print.

Note —This part containing 32 families in 176 pages

11A4

ضمیمہ کتاب ہذا

حالاتِ علمائے شہر

علمائے شہر کا حال جداگانہ بالتفصیل لکھا ہوا موجود ہے مگر بوجہ کبیر سنی اپنے راقم کو خوف ہے کہ شاید آیندہ موقع وقت ملے یا نہ ملے، چھپ سکے یا نہ چھپے، کم از کم ان بزرگوں کا نام تو لوگوں کو یاد رہے۔ آیندہ شاید کسی کو توفیق ہو کہ ان بزرگوں کا تفصیلی حال شائع کیا جائے۔

نمبر ۱ شمس العلماء مولانا محمد سعید صاحب کا حال محلہ میں لکھا ہوا ہے۔

نمبر ۲ مولوی حمیم الدین صاحب کا تذکرہ بھی حالات کتاب میں محلہ گورہٹہ میں ملے گا۔

نمبر ۳ مولانا محمد کمال صاحب اطراف پٹنہ دیہات کے رہنے والے تھے۔ یہ محدث تھے سیکڑوں نے ان سے علم حدیث کی سند لی تھی۔ ایک بے نفس باخدا طالب العلم کی زندگی بسر کر گئے۔ راقم اور جناب شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین منگل تالاب خانقاہ و حافظ علی شیر مرحوم راقم کے چچازاد بھائی کے بھی استاد تھے۔ راقم کے دادا والے مکان رانی پور میں مقیم رہے اور ہم لوگوں کے

خاندان میں ملازم بھی رہے بغایت سادی زندگی گذارا عالمانہ
وضع نہ رکھا نمایش نہ تھی

۴۔ مولوی محمد عظیم صاحب مغلپورہ پنجابی آدمی تھے۔ ان کا
بھی مفصل حال اس کتاب میں اوپر ملیگا۔

۵۔ مولوی واعظ الدین صاحب گورکھپوری مولوی امین اللہ
صاحب کے مدرسہ میں دوندی بازار میں ملازم تھے راقم کے پڑھانے
کیلئے نوکر تھے اور راقم ہی کے مکان میں مقیم رہے وطن جاکر
انتقال ہوا۔

۶۔ مولوی حفیظ اللہ صاحب اعظم گڈھ کے رہنے والے مولوی
یوسف حسین اور وزیری مجسٹریٹ و میر کفایت حسین رئیسان شہر
کے معلم تھے پھر ٹیڑھی گھاٹ میں چندے رہے تھے حج بھی کیا چھوٹی
شیخائن کے وقت تک ملازم رہے۔ بعد مرنے رئیسہ مذکورہ نیا
انتظام ہوا پنشن بند وطن جاکر انتقال کرگئے۔

۷۔ مولوی حفیظ الدین صاحب شہسرامی صوفی مذاق تھے پھلواری
اور منگل تالاب پر بہت آتے تھے تکیہ شاہ گھسیٹا کے سجادہ نشین
کے بہت معتقد تھے اون کی اولاد تکیہ پر آتی ہے۔ قضا کیا آپکی
طرز رہایش وعمل پیری فقیری کا تھا۔

۸۔ مولوی غلام غوث صاحب خرم پوری چھپرہ کے علاقہ کے
تھے یہ ناناقدس سرہ کے شاگرد رشید اور خلیفہ بھی تھے۔ منشی

محمد امیر مرحوم کی مسجد پر امام تھے مدرس تھے یہ مسجد اب شاہ کمال صاحب کے متعلق ہے یہ شیخ برکت اللہ کی بنائی ہوئی ہے ۔

۹ مولوی عبدالعزیز حسب سما ۔ راقم کے ہم سبق ہیں چھپرہ میں زندہ ہیں یہ مولوی غلام غوث مذکور کے بیٹے ہیں راقم کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں نانا قدس سرہ العزیز کے شاگرد ہیں باپ ہی کا سا مذاق صوفیانہ ہے ۔

۱۰ مولوی معین الدین صاحب بھی مولوی غلام غوث مذکور کے بیٹے ہیں اور چھپرہ ہی میں زندہ ہیں باپ سا مذاق ہے یہ بھی نانا صاحب قدس سرہ کے ابتدائی شاگرد تھے پھر اپنے والد کے شاگرد رہے ۔

۱۱ مولوی ذوالفقار حیدر صاحب ساکن بینا کسار اچھی صفت آدمی مولوی محمد قایم ولد منشی محمد امیر مرحوم کے معلم رہے مدت ہوئی انتقال کر گئے ان کے لوگ وطن میں موجود ہیں ۔

۱۲ مولوی علی حیدر صاحب لکھنوی مدتوں منشی محمد امیر مرحوم کے وقت میں کمال میاں والے باغ میں مطب کرتے رہے کچھ دنوں بڑے تالاب پر مدتوں رہے یہ لکھنو والے وضع کے آدمی گذرے ہیں اچھے خوش آواز واعظ تھے بڑے عابد و شاکر تھے بالکل فقیرانہ زندگی گذاری عابد و زاہد تھے اور وضعدار تھے وطن جا کر انتقال فرما گئے ۔

۱۳ مولوی عبد الصمد صاحب استھانوی راقم کے ہم سبق تھے مولوی ہدایت کے شاگرد تھے دانا پور مدرسہ میں تھے تحریر تقلید ہو گئے سے انتقال کر گئے ان کی تصنیف ہے جس میں مسئلہ تحویل پر اندرونی بڑی بحث ہوئی ہے۔

۱۴ ملا محمد نور دھنا خیرہ استھانوان کے تھے وہ بھی سنگی تالاب ہی پر کے شاگرد تھے انتقال ہو گیا۔

۱۵ مولوی مولی بخش اوگانوان کے تھے راقم کے ہم سبق تھے وہ بھی انتقال کر گئے۔

۱۶ مولوی معین الدین حافظ بھی تھے اور عالم بھی تھے یہ راقم کے فارسی داں استاد مولوی ریاض الدین کے بیٹے تھے اور اوگانواں کے رہنے والے تھے انتقال کیا ان کے لڑکے مونگیر میں ہیں۔

۱۷ مولوی عبد الحکیم صاحب حکیم بھی تھے یہ خاندان صادقپور کے تھے اور مولوی خبیر صاحب کے والد تھے۔

۱۸ مولوی محمد یعقوب صاحب صادق پور کے خاندان کے تھے اور حکیم ارادت حسین مہاجر مکہ کے بیٹے تھے انتقال کر گئے اولاد مکان تھے۔

۱۹ مولوی عبد القیوم صاحب صادق پوری کے خاندان کے تھے صوفی مذاق تھے محمڈن اسکول میں ملازم تھے انتقال ہو گیا۔

۲۰ مولوی عبد الحمید صاحب بھی صادق پوری کے تھے شاعر بھی تھے جامع علوم بھی تھے ادن کا تذکرہ اس کتاب میں مفصل ہے انتقال ہوگیا۔ ۲۲

۲۱ مولوی امجد علی صاحب و مولوی اشرف علی صاحب حکیم عبد الحمید کے بھائی تھے یہ بھی صادق پور کے خاندان کے تھے۔ دونوں ایم۔ اے۔ پاس تھے ایک عربی میں اور ایک انگریزی میں یہ دونوں بھی نہ رہے۔

۲۳ مولوی محمد حسین صاحب بانی محمڈن اسکول شمس العلماء تھے یہ بھی صادق پور کے تھے ان کے بیٹے مولوی محمود صدر اعلیٰ و مولوی حامد ہیں۔

۲۴ مولوی عبد الرؤف صاحب شمس العلماء محمڈن اسکول کے سکریٹری تھے مولوی محمد حسین کے بھائی اور مسٹر ذکریا بارسٹر نورہ کے والد تھے انتقال ہوگیا۔

۲۵ مولوی جلال الدین صاحب والد صاحب کے پڑھانے کو ملازم تھے موتی پور کے رہنے والے تھے وکیل ہوگئے تھے دولتمند ہوگئے تھے مولوی ظہیر مختار اور مسٹر یوسف صاحب سویلین کے والد تھے یہ بڑے اقبال مند ہوئے خاندان آباد ہے خود انتقال فرماگئے حاجی بھی تھے اور شمس العلماء بھی تھے

۲۶ مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی محمدی جان کی مسجد میں ملازم تھے

خانقاہ کے پاس مکان بے کان میں خود انتقال کیا۔

ملـ۲۷ مولوی شمس الدین صاحب فخرتی کے بیٹے اور ظفر شاہ کے بھائی تھے ماموں صاحب قبلہ گدی نشین خانقاہ منگل تالاب کے شاگرد تھے رانی گنج میں مزار ہے اور غوث بنگالہ کہلاتے ہیں ان کے عرس میں اجمیر کا چھوٹا نمونا ہے۔

ملـ۲۸ مولوی لاڈلے صاحب چق ٹولی ہنوز زندہ ہیں مولوی پیارے چق ٹولی کا بھی انتقال ہو گیا۔

ملـ۲۹ مولوی نظام الدین صاحب حکیم بھی تھے صادق پوری میں تھے ادن کا بھی انتقال ہو گیا۔

ملـ۳۰ حافظ مولوی فتح الدین صاحب پنجابی محمدی جان کی مسجد پر تھے وطن جا کر انتقال کر گئے۔

ملـ۳۱ ملا امین الدین صاحب حامد میاں لودی کٹرہ کے بڑے عالم تھے ملازم تھے وہیں انتقال ہوا۔

ملـ۳۲ مولوی اویس قرنی صاحب کا حال اس کتاب میں ہے وہ محمدی جان کے مسجد و مدرسہ میں ملازم ہیں زندہ ہیں۔

ملـ۳۳ مولوی عبیداللہ صاحب انجہری وہیں ملازم تھے اب شمس الہدیٰ کے مدرسہ میں ہیں۔

ملـ۳۴ مولوی توحید صاحب مخدوم پوری ماموں صاحب قبلہ کے شاگرد تھے انتقال کر گئے کتابیں ہیں۔

۳۵ مولوی تمنا عمادی صاحب مولوی ظہیر الحق صاحب پھلواری کے لڑکے ہیں اور راقم کے ممیری بھائی ہیں وہ بڑے بڑے افیسران اعلیٰ کے اوستاد ہیں بڑے بڑے بارسٹروں کے اوستاد ہیں زندہ ہیں۔

۳۶ مولوی اظہر حسین پنجابی گوہر علی خان کے لڑکوں کے معلم تھے وطن جاکر مر گئے۔

۳۷ مولوی عبدالرحیم صاحب صادق پوری نے کالا پانی سے واپس آکر ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایام عذر کے مواقعات ہیں اور کالا پانی کا حال ہے بہت بوڑھے ہوکر مر گئے۔

۳۸ مولانا امیر الحسن صاحب دوندی بازار کا کتب خانہ قابل دید تھا صوفی مذاق تھے بہت بوڑھے ہوکر مر گئے اونکے بیٹے مولوی ۳۹ امین اللہ صاحب عجب جامع علوم و ہنر تھے جوان مرگ

۴۰ مولانا شاہ علی امیر الحق صاحب سجادہ نشیں گدی منگل تالاب راقم کے نانا بہت بوڑھے ہوکر مرے

۴۱ مولانا حاجی سید شاہ رشید الحق صاحب سجادہ نشیں خانقاہ منگل تالاب مشہور ولی اللہ ہوکر مرے ندوہ میں چند بار صدر ہوئے دس بارہ برس ہوا انتقال فرمایا۔

۴۲ مولوی شاہ محمد حبیب الحق صاحب مولانا مذکور کے بیٹے اب گدی پر ہیں سلمہ اللہ کے بیٹے مولوی صبیح الحق ہیں

۴۴ مولوی حافظ رحو صاحب شاہ حبیب الحق صاحب کے شاگرد تھے انتقال ہوگیا۔

۴۵ حافظ مولوی عبدالکریم صاحب محمدی جان کی مسجد میں ملازم ہیں

۴۶ مولانا سلیمان صاحب پھلواری ہندوستان میں مشہور و معروف ہیں۔

۴۷ مولوی محی الدین صاحب حکیم شعیب صاحب کے والد تھے وہ بہت سن پاکر قضا کرگئے۔

۴۸ مولوی صفت اللہ صاحب چھواری کا علم اچھا تھا۔

۴۹ مولوی اشرف مجیب صاحب و مولوی نعمت مجیب صاحب مولوی صفت اللہ صاحب کے بھائی تھے چھوٹی خانقاہ پھلواری انہیں لوگوں کی قائم کردہ ہے۔

۵۱ مولوی مرتضیٰ اجمل صاحب و مولوی علی اعظم صاحب کے قرابت دار تھے وہ مدرسہ عربی بعد نافعہ میں ملازم تھے۔

۵۲ مولوی علی اعظم صاحب رئیس اعظم پھلواری کے شاگرد بہت تھے

۵۳ مولوی معشوق صاحب پھلواری کی قرابت داروں میں تھے انتقال ہوگیا۔

۵۴ مولانا شاہ بدرالدین صاحب شمس العلماء نے ان کو پرشن میں خطاب واپس کر دیا تھا یہ امیر شریعت پھلواری تھے اور گدی نشیں بڑی خانقاہ تھے انتقال فرما گئے اون کے بیٹے مولوی ۵۵ شاہ محی الدین صاحب

اب گدی پر ہیں اون کے نواسہ مولوی سجاد ہیں و مولوی محمد ہادی مبلغ ہیں
یہ مولوی منیر کے داماد ہیں

نمبر ۵۶ شاہ مولوی عین الحق صاحب محدث ہونے کی وجہ سے پھلواری
کی گدی کی سجادہ نشینی چھوڑ دیا تھا انتقال کر گئے اون کے بیٹے

نمبر ۵۷ مولوی احمد حبیب صاحب غیر مقلدوں کے امیر شریعت ہیں

نمبر ۵۸ مولوی عبدالحی صاحب سجادہ نشین پھلواری تھے انتقال کر گئے

نمبر ۵۹ مولوی شاہ علی حبیب صاحب گدی نشین بڑی خانقاہ پھلواری
کا بھی انتقال ہو گیا۔

نمبر ۶۰ مولوی امیر صاحب کوہ نار دولتمند عالم گذرے۔

نمبر ۶۱ مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوال ایک غیر مقلد عالم گذرے
اون کے بیٹے حکیم مولوی ادریس صاحب زندہ ہیں

نمبر ۶۲ مولوی عبدالحی صاحب پٹنہ کالج میں ہیڈ مولوی تھے

نمبر ۶۳ مولوی کاظم حسین صاحب شیعہ مذہب ادیب تھے اور سیٹی اسکول
میں تھے راقم نے پوری عربی الف لیلا اون سے پڑھا تھا انتقال ہو گیا۔

نمبر ۶۴ مولوی فیض علی صاحب نظام پور فرید پور کے علاقہ کے رہنے
والے دوندی بانار کے مدرسہ میں ملازم تھے اون کے بیٹے اظہر حسین
مختار گیا تھے۔

نمبر ۶۵ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب انبیہ بہار کا کہ مدرسہ میں ملازم
ہیں راقم کے چھوٹے لڑکے کے سسرالی قرابتدار قریب ہیں۔

۶۶ مولوی سخاوت حسین صاحب عمادپوری نانا قدس سرہ کے شاگرد رشیدوں میں تھے۔

۶۷ مولوی محمد فاضل صاحب نواسہ شاہ محمد امین الحق صاحب کے خویش تھے انتقال فرمایا۔

۶۸ مولوی محمد رفیق صاحب اسلام پور ہنوز زندہ ہیں حج کو گئے ہیں

۶۹ مولوی حسین صاحب مشہور و معروف ہیں مولانا سلیمان صاحب کے بیٹے ہیں ہندوستان میں مشہور ہیں پھلواری شریف کا نام ان کی وجہ سے بہت مشہور ہے زبان نادری گو زبان دو قابل ہیں

۷۱ مولوی رحیم الدین صاحب استھانوان کے رہنے والے تھے الپنچ اخبار انہوں نے جاری کیا تھا انتقال ہو گیا۔

۷۲ مولوی صبور الحق صاحب شمس الہدیٰ مدرسہ میں پرنسپل ہیں۔

۷۳ مولوی ظفیر صاحب مدرسہ مذکور میں ملازم ہیں

۷۴ مولوی محمد یسین خاں صاحب پٹنہ کالج ہوسٹل میں ملازم تھے آرہ ملکی محلہ میں ہنوز زندہ ہیں۔

۷۵ حکیم مولوی نصیر صاحب سونار ٹولی کا مفصل حال کتاب میں ہے

۷۶ مولانا امانت اللہ صاحب و ۷۷ مولانا فصیح صاحب و ۷۸ مولانا شمس العلماء مولوی ابو الخیر صاحب سے لوگ واقف ہیں

۷۹ مولانا نظیر احمد صاحب در بھنگہ محدث دہلوی مشہور محدث گذرے

ہیں راقم کو اتفاق ملازمت منگلپورہ میں بمکان مولوی فضل الرحمان صاحب
دو مری کے بیان ہوا ہے۔

۸۰ مولانا فاخر صاحب سے پٹنہ شہر کے لوگ خوب واقف ہیں۔

۸۱ مولانا قطب الدین صاحب برہم چاری سے شہر کے لوگ واقف ہیں۔

۸۲ مولوی محمد ابراہیم صاحب رضوی کو بھی لوگ جانتے ہیں

۸۳ مولوی عبداللہ صاحب آروی بھی مشہور آدمی تھے۔

۸۴ مولوی عبدالماجد صاحب کو بھی لوگوں نے دیکھا ہے۔

۸۵ مولانا محمد علی صاحب مونگیری کو لوگ خوب جانتے ہیں ناظم ندوہ تھے

۸۶ مولوی اشرف علی صاحب کی کتابیں یادگار ہیں۔

۸۷ مولوی شبلی صاحب نعمانی کے کتابوں کو بہتیروں نے دیکھا ہوگا۔

۸۸ مولوی احمد علی صاحب غازیپوری فضلو میاں شیخ کو ان کے پڑھانیکو ملازم تھے

۸۹ مولوی جودت صاحب کا وعظ لوگوں نے شہر میں خوب سنا ہے

۹۰ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے لوگ واقف ہیں محدث تھے

۹۱ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی کو کون نہیں جانتا۔

۹۲ مولانا احمد رضا خاں صاحب سے دنیا واقف ہے دوسرے دہلوی شمس تفسیر حقانی کے مصنف تھے

۹۳ مولانا حسرت موہانی صاحب کا نام دنیا جانتی ہے۔

۹۴ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کو شہر بھر نے دیکھا ہے۔

۹۵ مولانا آزاد سبحانی صاحب کا وعظ لوگوں نے خوب سنا ہے۔

نمبر ۹۶ مولانا نثار احمد صاحب۔ مفسر کو بھی لوگوں نے دیکھا ہے۔ یہ لوگ
مقتدیان مذہب اس شہر میں گذرے ہیں اور چند حضرات باہر سے ابھی
میں آیا کئے ایک اجلاس ندوۃ العلماء کا اس شہر میں منعقد ہوا تھا جس میں۔
نمبر ۹۷ جناب مامون صاحب تو اصدر بنائے گئے تھے۔ اور دیگر حضرات
جو ندوہ اور مخالف ندوہ کی پارٹی میں شریک تھے اکثر ان کی دعوت
خاکسار نے خانقاہ میں کی تھی وہاں سے کرام خانقاہ شریف سے راقم سے
واقف ہے حسن لطافت صاحب کو بھی راقم جانتا ہے ہر شخص کے بابت
بہت واقفیت اور معلومات رکھتا ہے تفصیل وار حال لکھنے میں طول لگتا
ہے اس لئے اختصار پر اکتفا کیا موقع وقت ملا اور کتاب ہذا مقبول
ہوئی تو اور ہمت بڑھاؤں گا اور مفصل حال عرض کروں گا ورنہ
یادگار رکھنے کے لئے اتنا کافی ہے۔

بہترین مناظر آریہ سماج

نمبر ۱ مولوی عباس ظفر پوری صاحب نمبر ۲ مولوی ذوالفقار حیدر صاحب مصنف کتاب بابو لال کی
سیوان نمبر ۳ مولوی محمد رفیق صاحب بنارسی مصنف مولوی قدیر احمد صاحب چیارمی سنبل
نمبر ۵ دھرم پال صاحب کے مولانا حجت پیر محمد سہارن پوری
راقم نے خود بھی ۳۰ ادق سوالوں کا جواب آریہ سماج کا لکھ دیا ہے
جو وجود باری اور مذہب ناگزیر ہو تقدیر مسئلہ پر گفتگو کئے جاتے ہیں پادریوں کے شدید و سخت سوالوں
کا جواب بھی تحقیقی طور پر لکھ دیا ہے جو عوام کو فائدہ دینگا اور بہتر نہیں ہو سکتے۔

ضمیمہ ۳ کتاب ہذا

حافظوں کا بیان

گو سب کا مفصل حال موجود ہے مگر زمانہ فرصت نہیں دیتا شاید بالتفصیل لکھنا اور چھپنا راقم سے پورا نہو سکے یادگار تو لوگوں کے رہجائیں گے۔

۱۔ حافظ فتح الدین کا حال علماء کے ساتھ درج ہے یہ پنجابی تھے بڑے خوش آواز تھے انکا قرآن پڑھنا پُر تاثیر تھا۔

۲۔ حافظ معین الدین اوگانوی عالم تھے۔ علماء کے ساتھ مفصل حال ہے یہ راقم کے مکان میں حافظ ہوئے۔

۳۔ جناب مولانا شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین گدی گنگوہ یہ بھی حافظ و عالم محدث دواعظ و صوفی ہیں ان کا مفصل حال اوپر مذکور ہے، یہ جناب نامور مولانا رشید الحق قدس سرہٗ کے صاحبزادہ ہیں ان کا خاندان مشہور ہے اس خاندان میں برابر لوگ ذی علم ہوتے آئے۔ راقم کے نانا کے منجھلے بھائی مولوی ظہیر الحق نواسہ جو سید نجم الحسن نبیرہ اکبر راقم کے دادا سسر تھے وہ بھی حافظ تھے اور مولوی نفیر الحق دیگر چچیرے سب سے چھوٹے بھائی نانا مرحوم قدس سرہٗ کے بھی حافظ تھے۔ ناموں صاحب کا

والد نے یہ عنبر کی مسجد پر رہتے تھے اور حافظ احمد شاہ کے
قرابت داروں میں تھے جناب شاہ حبیب صاحب کے استاد تھے
مولوی فرزند علی مانونسا تھ کے اوستاد تھے راقم نے انکو
دیکھا تھا۔

۱۵ حافظ شطرنج ان کا نام غالباً عبد المجید تھا ان کو شطرنج کا
شوق تھا لوگوں نے حافظ شطرنج مشہور کردیا۔ نتول میں
خلیل میاں کے دربار میں یہ برابر رہے اور وہیں مرے بہت
خوش آواز تھے۔ اچھا قرآن پڑھتے تھے چند سال گذرے کہ انتقال کیا

۱۶ حافظ پہلوان کا نام نہیں جانتے عنبر کی مسجد پر رہتے تھے اچھا
قرآن پڑھتے تھے۔ اس سے زیادہ حال ان کا نہیں معلوم ہوا غالباً
باہر کے آدمی ہوں گے ورنہ راقم کو واقفیت ہوتی آمدورفت بھی تھی

۱۷ حافظ احمد اللہ صاحب رئیس شہر تھے اما جامع مسجد مدرس
تھے ان کا مفصل حال چوک وارڈ میں ہے۔

۱۸ حافظ مٹکا مالسلامی کے علاقہ میں رہتے تھے بجد لحیم شحیم تھے
اس لئے ان کو لوگ حافظ مٹکا کہتے تھے۔ غریب آدمی تھے اور
بوڑھے ہو کر مرے۔

۱۹ حافظ ملال لودیکٹرہ کے ہیں غریب آدمی ہیں۔ ان کو
لڑکیوں کے پڑھانے میں بڑا دخل ہے۔ بچوں کی تعلیم تو ان پر
موقوف ہے۔ خوب تعلیم دیتے ہیں لڑکیاں اور بچے بہت جلد

قرآن پڑھتے لگتے ہیں۔ حکیم صوفی صاحب نے جو کتاب لکھی ہے
اسی قاعدے سے یہ پڑھاتے ہیں بہت نیک آدمی ہیں ان کا
دل چور ہے ان کا جوان لڑکا شگل تالاب میں ڈوب گیا یہ ہنوز
زندہ ہیں ادھیڑ آدمی ہیں۔

۲۰۔ حافظ جمال الدین کا پورا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔

۲۱۔ حافظ فضل حافظ ابراہیم کے شاگرد ہیں آپ کے والد وفات
بستی شہر کے رہنے والے تھے اور برالی میاں کے یہاں برابر آمد
تھی اب یہ بوڑھے ہو گئے ہیں حالانکہ کمسن آدمی ہیں پہلے یہ بہت
خوش آواز تھے اور اچھا قرآن پڑھتے تھے ان کا لڑکا بھی حافظ
ہوا ہے نام نہیں معلوم ہے۔ یہ الٰہی نور شاہد میاں کے مکان پر
بہت دنوں تک کرایہ دار رہے۔ یہ بہت لاجواب بتاتے ہیں
تاسیم میاں حاجی گنج کے دربار میں لڑکوں کو پڑھانے پر ملازم ہیں
خوش آواز تھے گاتے تھے ہارمونیم بھی بجاتے تھے سن اور صحت کی
خرابی سے اب وہ آواز نہیں رہی کمزور ہو گئے ہیں۔

۲۲۔ حافظ علی شیر صاحب عربی فارسی انگریزی اچھی جانتے تھے
حافظ بھی تھے میر محبوب شیر کے بیٹے تھے راقم کے پھوپھی زاد
بھائی تھے ان کا مفصل حال مولوی شیر علی کے خاندان میں موجود ہے۔

۲۳۔ حافظ نظیر الحسن بہار امیر کے رہنے والے رئیس بہار تھے
امیر آدمی تھے بہت خوش آواز تھے۔ حافظ علی شیر مذکور سے

حقیقی بہن ان سے بیاہی تھیں جو ہنوز زندہ ہیں مفصل حال خاندان مولوی شیر علی میں ملیگا۔

۲۴ حافظ ننھے دہلی کے رہنے والے تھے حافظ نظیر مذکور کے کارکن تھے بہت خوش الحان اور بڑے ہوشیار تھے تمام کام ان کا یہ سنبھالے ہوئے تھے ایک ہاتھ نہ تھا یا ایک ہاتھ خوب لگا تے تھے بادام کی روٹیاں خوب بناتے تھے ہر قسم کے حلوے خوب بناتے تھے عمر بھر ان کا ساتھ نباہ دیا بوڑھے ہوکر مرے شاہ نظیر حسن انکے شاگرد بھی تھے اور لحاظ استادی رکھا انھوں نے بھی حق استادی ادا کیا اب ایسا کہاں ہوتا ہے۔

۲۵ حافظ عبد الغفار بھی قرآن اچھا پڑھتے تھے اور حال آپ کا نہیں معلوم ہوسکا۔

۲۶ حافظ عبد الستار سے ملاقات نہ تھی صرف انکا قرآن سنا ہے

۲۷ حافظ احمد شاہ کا مفصل حال چوک وارڈ میں ہے یہ رئیس تھے

۲۸ حافظ اصغر شاہ حافظ احمد شاہ کے خاندان کے تھے ان کے گلے میں لحن داؤدی تھا بہت خوش الحانی سے قرآن پڑھتے تھے آپ کا مفصل حال حافظ احمد شاہ کے ساتھ موجود ہے اسی خاندان کے تھے۔

۲۹ حافظ قربان صاحب تھا کی بلی کے تھے نابینا تھے اور قرآن اچھا

کھلاتے تھے مُردوں کی روح پر تقاضا کرتے تھے کس قدر جہالت
لوگوں میں تھی حافظ جو ایسی رسم قرآن پڑھوانے اور چلّہ کا
رواج ہوا کہ حافظ کو دستگیر بہت کھلواتے کہ پھر یہ نہ آئے
حالانکہ گھر والوں کو بھی موت نے نہ چھوڑا نہ کسی کو موت چھوڑتی
ہے حفاظ کے ساتھ آدمی قرآن کی یہ بے حرمتی کرے ثواب
کا بیڑہ کا عذاب ہوا۔ حافظ کو بھی لازم نہیں کہ قرآن فروخت
کرے قیمت اور چلّہ مقرر کرے۔ اب تک یہ رسم بعض بعض
جگہ جاری ہے مسلمانوں کو ہرگز یہ لازم نہیں ہے لہٰذا پیشہ
بنانا اسلام میں روا نہیں ہے۔ غریب اور نابینا ہونے کی وجہ سے انہوں نے
اس امر کو قبول کر لیا تھا۔

۳۰۔ حافظ امیر حسن۔ قائم میاں رحمت اللہ کے استاد تھے وہ
جوان ہی مر گئے اسی محلہ میں رہتے تھے ان کا لڑکا طبق سازی
کرتا ہے۔

۳۱۔ حافظ علی مظہر صاحب ڈپٹی ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہے
ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی ہیں ان کا خاندان ذی عزت ہے
پھوپھا احسین مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں، کھرانٹ علاقہ بہار کے
رہنے والے اور خطاب یافتہ ہیں۔

۳۲۔ حافظ وحید الحق رئیس تھے میر لطیف حسین تحصیلدار کے
بیٹے تھے۔ یہ صاحب گنگھیا ٹولہ کے سسر تھے براتی میاں کے

بہنوئی تھے۔ ہم لوگوں کے قرابت کے آدمی تھے اوپر تذکرہ موجود ہے
ساہوبیگہ کے رہنے والے تھے جوان ہی مرے۔

۳۳ حافظ محب الحق! داروغہ فدا حسین ساہوبیگہ کے رہنے والے کے لڑکے اور جسٹس شرف الدین کے سالے اور راقم کے پھوپھی زاد بہن سے بیاہے گئے تھے اب مسٹر عزیز بیرسٹر و حکیم حفاظت حسین نیورہ کے بہنوئی راقم کے ہمسن شمس العلماء کے خطاب یافتہ ہیں حیدرآباد سے پنشن پاتے ہیں اکثر کتابیں تصنیف کی ہیں نامور خوش اقبال آدمی ہیں اولاد سب خواندہ و سرآمدہ ہیں اب روشنی جاتی رہی ہے بڑے وجیہ آدمی ہیں ڈاڑھی تو زیارت کے قابل ہے۔

۳۴ حافظ فضل حق آزاد! حافظ محب الحق صاحب مذکور کے بھائی ہیں شاعر ہیں فارسی دانی لاجواب ہے راقم کے ہمسن ہیں اوپر مفصل تذکرہ موجود ہے۔

۳۵ حافظ عنایت کریم! منشی عبد الحکیم کے لڑکے تھے بھوپال میں نائب وزیر ہو گئے تھے مولوی نصیر الدین خاں بہادر جسٹس شرف الدین وزیر تھے ان کے ساتھ تھے۔ ان کا تذکرہ اوپر ہے۔ خاندان داروغہ فدا حسین ساہوبیگہ کے تھے۔

۳۶ حافظ حکیم محمد اسحٰق صاحب! دراب ٹولی جن کا تذکرہ اوپر ہے چوک وارڈ اور حکما میں مفصل ملے گا۔

۳۷ حافظ سعید! سعادت خاں درابٹولی کے پوتے تھے خلق کے
لڑکے تھے اون کا تذکرہ اوپر درابٹولی چوک وارڈ میں
مفصل ہے۔
۳۸ حافظ عبدالقادر! حافظ غلام قادر کے والد تھے۔
۳۹ حافظ غلام قادر! کا تذکرہ اوپر مفصل موجود ہے۔
کنگھیا ٹولہ کے ہیں قادر بخش کی مسجد کے پاس مکان ہے۔
۴۰ حافظ عالم علی! لودیکہ ہ کے تھے اچھے صاحب کے بہنوئی
اور شاہ ولی اللہ کے بھائی تھے حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز
جنگ کے مکان کے پاس مکان ہنوز قائم ہے۔ راقم کے ساتھ حج میں
ہم سفر تھے اکثر رئیسوں کے اوستاد تھے چودہ برس گذرے ہونگے
مر گئے۔
۴۱ حافظ نواب! صدر گلی میں رہتے تھے زیادہ حال نہیں معلوم ہو سکا
۴۲ حافظ نواب! مچھر ہٹہ پر رہتے تھے زیادہ حال نہ مل سکا۔
۴۳ حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ رئیس اعظم لودیکہ ہ
راقم کے درچچیرے چچا حیدرآباد ہائی کورٹ کے جج، بھوپال کے وزیر تھے
مفصل حال اپنی جگہ پر ہے لودیکہ ہ میں ملیگا۔
۴۴ حافظ ببول کا مکان نگرہ میں تھا مشہور حافظ تھے زیادہ
واقفیت نہیں ہے۔
۴۵ حافظ فقیرا! طیب راج کی مسجد کے رہنے والے تھے۔

اس سے زیادہ راقم کو تحقیقات نہ ہوئی۔

۴۶۔ حافظ کالیا: اکوا گھوڑہ کے رہنے والے تھے اس سے زیادہ راقم کو تحقیقات نہ ہوئی۔ بہت کالے آدمی تھے لوگ حافظ کالیا پکارتے تھے نام کچھ اور تھا۔

۴۷۔ حافظ یوسف: کا کچھ حال راقم کو نہ ملا کہ کہاں کے تھے اور کس خاندان کے تھے۔

۴۸۔ حافظ یوسف: عبدالرحمٰن خاں کے نانی تھے جو سی، آئی، ڈی ملازم تھے۔ غالباً ان کا حال عبدالرحمٰن خاں کے حال میں ملیگا۔

۴۹۔ حافظ نور محمد: اسلامی گنج کے علاقہ کے تھے اس سے زیادہ راقم نہیں جانتا۔

۵۰۔ حافظ نبی بخش: پورب دروازہ کے تھے اس سے زیادہ راقم کو نہیں معلوم ہے۔

۵۱۔ حافظ نبی بخش: ایک جنا پورہ کے رہنے والے تھے۔

۵۲۔ حافظ محمد سعید: امیر کی مسجد کے امام تھے مدت تک رہے۔

۵۳۔ حافظ عبدالرحمٰن: پتی صاحب کے مکان میں رہتے تھے۔

۵۴۔ حافظ محمد سعید: جو بانکی پور جنکشن اسٹیشن کے راقم کے والد کی بنائی ہوئی مسجد میں امام ہیں بہت ہی خوش آواز اور صحت کیساتھ قرآن پڑھتے ہیں۔

۵۵۔ حافظ محمد جان: ہنبر کی مسجد پر پیش امام ہیں۔

۵۶۔ حافظ عبد المنان! چوگھڑہ۔
۵۷۔ حافظ عبد المنان! ولد شاہ لال صاحب نمیں کشمیری کوٹھی۔
ان کا تذکرہ ان کے والد کے ساتھ ہے۔
۵۸۔ حافظ محمد ابراہیم! ولد میر اظہار حسین۔ دیکھئے برادر مولوی لیاقت حسین صاحب حیدر آبادی۔ بلوچوں کے قرابت دار تھے ان کا حال اس کتاب میں بخاندان قاضی مظہر علی درج ہے۔
۵۹۔ حافظ عبد اللہ! بارہ گلی کے رہنے والے ہیں اس سے زیادہ نہیں معلوم ہے۔
۶۰۔ حافظ رفیق الدین! ولد یار علی۔
۶۱۔ حافظ عبد المالک! سونلپورہ تالاب بہت میاں کے نانی ہیں۔
۶۲۔ حافظ شاہد! فخر الدولہ کی مسجد رہتے تھے۔
۶۳۔ حافظ عبد اللطیف! خان بہادر شاہ کمال صاحب کی مسجد رہتے تھے۔
۶۴۔ حافظ نور محمد سلطان گنج میں رہتے تھے۔
۶۵۔ حافظ باقر! چوراہے کی مسجد پر رہا کرتے تھے یہ بھی محلہ کے رہنے والے ہیں، ان کے ابا و اجداد سب راقم کے مکان کے بغل کے رہنے والے ہیں۔
۶۶۔ حافظ منے! اسی شہر کے رہنے والے ہیں کلکتہ یتیم خانہ میں ملازم ہیں
۶۷۔ حافظ عبد الواحد! بکی گودیہ میں رہتے تھے۔

۶۸۔ حافظ شاہد: ولد حید حسین ولد نبو میاں ساکن دراب ٹولی ہیں ان کے والد زندہ ہیں۔
۶۹۔ حافظ عبد الغفور: مغلپورہ یہ افضل علی خاں صاحب کے والد تھے۔
۷۰۔ حافظ قاری صاحب: اسلام پور میں نوکر تھے اب کانو خاں کی باغ میں مکان بنا کر مقیم ہوگئے ہیں غالباً انکا نام طہ ہے۔
۷۱۔ حافظ کلو: نابینا بہت موٹے اور بہت کڑی آواز کے آدمی تھے ان کو شوق تھا کہ لوگوں کو تراویح میں لقمہ دیں، ان کو قرآن خوب یاد تھا مگر بد آوازی کی وجہ کر لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔
۷۲۔ حافظ عبد الغفور: ہمارے مولوی عبد السبحان کے یہاں آکر رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے۔ بڑے ہی خوش آواز وخوش لباس وخوش وضع وخوش مزاج تھے گھونگر والے بال تھے انکی اولاد بہار میں ہیں۔
۷۳۔ حافظ امیر جان: بنارس سے آتے تھے، شعر خوانی کا رواج مولود خوانی کے ساتھ اس شہر میں انہیں نے دیا ہی بڑے پلے کی آواز تھی
۷۴۔ حافظ یوسف: نتول شاہ کمال صاحب کے خسر رئیس تھے اور ہم لوگوں کے قرابت کے تھے نتول کے حصہ میں آپ کا پتہ مفصل ملیگا اور حافظ احمد رضا کے خاندان میں بھی کچھ حال ہے۔
۷۵۔ حافظ عبد المجید: نابینا خواجہ پورہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے انکی مقرری تھی وہ اعظم گڈھ کے علاقہ کے تھے پھوپھی صاحبہ کے بعد یہ ہی

اُن کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ وہ مرگئے بڑا اچھا اور رواں قرآن پڑھتے تھے
۲۶۔ حافظ جمیل! اٹاوہ کے ہیں مراد پور میں پارچون کی دوکان ہے
متمول تاجر ہیں ان کے بڑے بھائی بھی حافظ ہیں بڑے حافظ جی کر کے
مشہور ہیں۔ یہ پیر ہوڑ تھانہ کے سامنے پارچون کی دوکان کرتے ہیں
ان کے ایک بھائی اور ہیں وہ بھی حافظ ہیں۔ یہ ہم میں حفظ کرنا
ضروریات سے تھا پہلے لوگ اس کام کو کرتے اور کچھ پڑھاتے تھے
اب یہ دستور کم ہو گیا۔
۲۷۔ حافظ امام بخش! جون پوری نواب فدا علی مرحوم کے ساتھ
رہتے تھے حفیظ نا لترا ان کے ساتھ تھے۔
راقم کو جس قدر واقفیت ہو سکی حفاظ کا نام بغرض یادگار
عرض کر دیا۔ اب راقم یہاں کے مشائخوں کا کچھ حال لکھتا ہے
کتاب بڑی ضخیم ہو گئی ہے۔ بہت مختصر ہدیہ ناظرین ہے اگر مقبول
ہوئی تو مفصل بھی حاضر کر دونگا۔ نوٹ سب کا موجود ہے اور وجہ یہ کہ
راقم کے پاس وقت کم ہے عمر زیادہ ہو گئی زمانہ نے موقع نہ دیا۔ یہ
تاریخی کام کچھ دنوں پہلے انجام پاتا تو بہت زیادہ واقفیت پیدا
ہوتی۔ وقت کی کمی مالی حالت کی کمی تندرستی کی قلت اور کوئی ہاتھ
بٹانے والا نہیں۔ تقریباً ستر کتابیں متفرق مضامین پر لکھی ہیں سب کا
مسودہ ہی رہ گیا شایع نہ کر سکا۔ مو اقعات کچھ ایسے الجھے ہوئے ہیں کہ
کچھ ہوش نہیں ہے، گھر چلائیں یا کتابیں چھپوائیں حسرت یہی کہ

مفید مضامین سب پڑے رہ گئے جو قوم کے لئے مفید ہو سکتے تھے راقم کی
محنت ضایع گئی۔ راقم نے بہتیرے علم دوستوں سے کہا کہ وہ پڑھیں
اگر مفید ہو تو کوئی صورت نکالی جائے مگر کسی نے توجہ نہ کی دلی
میرا شہر قدر دان نہیں ہے زیادہ تر نکتہ چین لوگوں سے بھرا ہے
کسی کے محنت کی قدر نہیں کرتے ہیں بیجا تکرار سے غلطیوں کا
اظہار کر کے لکھنے والے کی ہمت پست کر دیتے ہیں سخنان مقصود کے
ماخذ نہیں فرماتے۔ الغرض چیزیں سب موجود ہیں اور جانی ہیں
جن صاحب کا جی چاہے دیکھ سکتے ہیں لے سکتے ہیں چھاپ سکتے ہیں
راقم کو اپنے نام کی بھی ضرورت نہیں ہے اجرائے مضامین سے غرض
تجارت کی بھی ضرورت نہیں ہے مالی نفع کا بھی خیال نہیں ہے۔
فائدہ رسانی خلق صرف اپنا مطلب ہے۔ اپنی یادگار چھوڑنا ہے
حتی المقدور شخصیات سے بچتا گیا ہوں۔ ذاتیات سے بچانے کا
ارادہ کیا ہے ہر باتوں پر لکھتا گیا ہوں۔ شاید اگر کسی کو کچھ خلاف ہو
تو میں معافی کا امیدوار ہوں راقم کی نیت کسی پر حملہ کی نہیں ہے
بلکہ واقعہ نگاری کی ہے اسپر بھی اگر کسی کو خلاف ہو تو معذوری
راقم کی جو تحقیقات چشم دید ہے وہی لکھا ہے۔ سمعی اور قیاسی
باتوں پر توجہ نہ کی ہے۔ مگر بعض حضرات کو تبدیل قومیت کا اگر
خیال ہے تو ہو سکتا ہے کہ راقم سے کچھ خیالی غلطی ہوئی ہو۔ مگر
راقم کو یقین ہے کہ چشم دید واقعات میں غلطی غیر ممکن ہے چند تحقیق

اور بہت جانچکر لکھا گیا ہے مگر بعض لوگ تبدل خاندان کو مخرجات میں
وہ شاید اپنے خیال میں کسی صحیح بات کو غلط فرما سکتے ہیں لیکن راقم
اپنے تحقیقات کے خلاف تمیز نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہو تو راقم
اپنے غلط تحقیقات کی معافی کا امیدوار ہے۔ اگر راقم کو اطلاع
تحریری دیجائیگی تو اصلاح کی طرف کوئی توجہ کی جائیگی اور آئندہ
اڈیشن میں ردو بدل کر دیا جا سکتا ہے یا کوئی ضمیمہ لگایا جا سکتا ہے
اور تیاری پیڈیگری کتاب کے چھ ماہ کے اندر ضمیمہ کے ذریعہ سے
مرمت کیجا سکتی ہے

ضمیمہ ۲ کتاب ہذا

حالات مشائخین و فقرائے شہر پٹنہ

گدی خانقاہ تکیہ تالاب بہت پرانی گدی سنہ ۱۱۰۰ ہجری سے بھی پہلے کی ہے
اس گدی کے پہلے بزرگ حضرت عماد الدین قلندر پھلواری شریف
میں تشریف لائے وہیں ساکن ہوگئے ان کے مرید و خلیفہ حضرت پیر
مجیب اللہ صاحب تھے عماد الدین قلندر کے بعد پیر مجیب نے
اونکے بیٹے شاہ غلام نقشبند کو بٹھایا اور تعلیم و تربیت ذی مرید
کیا خلافت دیکر باپ کے گدی پر بیٹھا دیا اور خود رسول نما بنارسی
کے سلسلہ کو جاری رکھا اسی سے پھلواری شریف میں طریقہ مجیبیہ
وارثیہ کہلاتا ہے وہ گدی اور یہ گدی دونوں ایک ہی پیر کی ہے
دونوں گدیوں نے جدا جدا سلسلہ قائم رکھا اس گدی نے سلسلہ
قلندریہ اور اوس گدی نے مجیبیہ وارثیہ اس خاندان کے پہلے شخص
عبدالحق ہوئے اونھوں نے مرشدآباد میں قیام کیا اونکے بیٹے مولوی نورالحق
ہوئے وہ گدی پر بیٹھے اونکے بیٹے مولانا مظہرالحق ہوئے وہ بیٹھے اونکے بیٹے مولانا
نعیم الحق اونکے بیٹے مولانا نصیرالحق کو اولاد ذکور نہ تھی اسلئے اونکے بھائی مولانا
مرشدنا جناب نانا صاحب قدس سرہ العزیز جنکا نام شاہ علی امیرالحق تھا وہ گدی

نشین ہوئے اونکے بعد جناب مرشدی مولانا رشید الحق حامی الحرمین و
بیت المقدس وسیاح عرب وعراق بیٹھے اون کے بعد
اب برادر عزیز جناب شاہ حافظ سید محمد حبیب الحق سلمہ اللہ
سجادہ نشین ہیں جو راقم کے حقیقی ماموں کے لڑکے ہیں اس گدی پر
برابر علمائے ظاہر و باطن برابر بیٹھا کئے اور لحاظ شریعت برتا کئے کسی
وجہ کر دیس کے بستی کے نا اتفاقی سے دیہکر شہر میں چلے آئے اور منگل
تالاب پر خانقاہ بنالی اور یہیں پھلواری شریف میں مولانا سلیمان کے
مکان کے بغل میں ان لوگوں کی خانقاہ تھی ہنوز مولوی رشید الحق کے کان
کے بغل میں مسجد کی جگہ میدان پڑی ہوئی ہے مولوی نور الحق صاحب
پٹنہ چلے آئے تھے یہاں آئے ہوئے بھی سیکڑوں برس ہو گئی پھلواری
شریف میں بعد حضرت پیر مجیب کے شاہ نعمت اللہ صاحب مولوی عبدالحق
صاحب کے بھائی بیٹھے اونکے بعد مولانا ابو الحسن صاحب بیٹھے اونکے
بعد غالباً شاہ نور العین قدس سرہ بیٹھے اونکے بعد جناب شاہ علی حبیب
صاحب بیٹھے اونکے بعد شاہ عبد الحی صاحب مرحوم بیٹھے اون کے بعد
شاہ علیم الحق صاحب بیٹھے انہوں نے مولوی علی نعمت صاحب سے
حدیث پڑھی اور شریعت برتنے لگے مریدوں کو خلاف ہوا اور انہوں
نے روک تمام مضامیر و زیارت کا چاہا نتیجہ یہ ہوا کہ گدی سے اوترنا
ہوا ساب شاہ ان کے دل کو دنیا کی وجاہت کو عقیدہ بے حد تھا گدی
چھوڑ دی اور رنگیگڑھ چلے گئے وہیں رہے گدی پر مولانا شمس العلماء

شاہ بدرالدین صاحب ان کے بہنوئی بیٹھے اب مولوی شاہ محی الدین
صاحب ان کے بیٹے بیٹھے ہوئے ہیں یہ باپ بیٹے امیر شریعت چنے گئے
اور شاہ عین الحق کے بیٹے احمد حبیب صاحب غیر مقلدوں کے امیر
شریعت مقرر ہوگئے دونوں سلسلہ ایک ہے دونوں گدی چل رہی ہے
قرابتداریاں ابھی ہیں دونوں گدیاں پرانی ہیں اوس گدی پر بھی
اچھے اچھے بزرگ گذرے راقم نے جناب شاہ علی حبیب صاحب
کو دیکھا مولوی سعید الحق صاحب کو دیکھا شاہ عین الحق صاحب کو دیکھا
جناب شاہ بدرالدین صاحب کو دیکھا اور جناب شاہ محی الدین صاحب
کو دیکھا ان سب حضرات سے بہت ربط رہا اور قرابتداری کا برتاؤ
بھی رہا اور آجتک بھی منگل تالاب کی گدی پر جناب نانا قدس سرہ کے
گود میں پلا جو کچھ پڑھا اون سے پڑھا پھر ماموں صاحب سے پڑھا راقم
مرید تو نانا صاحب کا ہے اور ماموں صاحب کو مرشد بنایا موجودہ
سجادہ نشین برادر مذکور کو خرقہ راقم ہی نے پہنایا اس لئے راقم دونوں
بزرگوں کا پورا حال چشم دید کہہ سکا مفصل واقعات جداگانہ ہر صاحب
کمال کا راقم کے پاس موجود ہے جو بالکل بے تعصب اور بلا مبالغہ ہے
شجرۂ مجیبیہ میں نام حضرت عماد الدین قلندر کا موجود ہے اور شجرۂ عمادیہ
قلندریہ میں نام حضرت پیر مجیب کا موجود ہے۔

۲۔ پیر جگجوت شیخ شہاب الدین کی درگاہ ان گدیوں سے پرانی جگہ ہے
حضرت شاہ شہاب الدین ان کا نام ہے یہ مخدوم شرف الدین بہاری

سے کے زمانہ میں چودہ مخدوم یک وقت ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے
ان کی لڑکی بی بی کمال و کاکو میں ہیں یعنی میں ان کی قرابت سے مخدوم صاحب
ہیں بہار میں مخدوم شرف الدین نانی ہیں اور منیر میں مخدوم
یحییٰ منیری ہیں یہ بھی درگاہ والے مخدوم صاحب کے سمدھی ہیں انکی
بیٹے انکی لڑکی سے بیاہے تھے یہی درگاہ والے کا نام صوفی دائم علی
صاحب مشہور تھا پیر جگ جوت اونکا وصال ہوا ہے اونکا حکم تھا کہ
پہلے فاتحہ یہی درگاہ پر ہونا چاہیے چنانچہ وہی دستور ہنوز ہی محمد عیانہ
برتا گیا ہے یہی درگاہ میں ۲۱ ذیقعد کو میلا ہوتا ہے اور یہی درگاہ
کا عرس اوس دھوم کا نہیں ہوتا ہے مگر ان لوگوں سے نہ خانقاہ تھی
نہ کوئی گدی ہے نہ گدی نشیں ہوا اب بھائی درگاہی صاحب کے
والد چند روز رہے تھے اوس کے بعد سے بھائی درگاہی صاحب
یہاں مقیم ہیں بھائی درگاہی صاحب راقم کے خلیرے بھائی ہیں اور
پیارے صاحب گیا کے کچھ کھیا ہیں۔
ملا بیگم پورا اسٹیشن کے قریب شاہ منصور صاحب کا مزار ہے بہت اونچے
پر ہے اسکو لوگ مقتولی کہتے ہیں اوس کے قریب جو بازار ہے اوسکو
لوگ منصور گنج کہتے ہیں اسی سبب سے نام لوگوں کو یاد ہے ورنہ
کوئی سلسلہ خانقاہ و گدی نشینی کا نہیں ہے خدا جانے کس وقت
اور کس مدت کا مزار ہے کوئی تحقیقات کسی کتاب سے نہیں ملتی ہے
کسی شاہی وقت کا ہے راقم نے یہ دیکھا تھا کہ ایک مجاور فقیر نے ایک

مکان بنا لیا تھا اور نیچے رہتے تھے اون کے نام سے کچھ کما کھاتے تھے اون کے مرنے کے بعد سے پھر کوئی جانشین نہ ہوا چندے سے کبھی عرس ہو جاتا ہے محلہ والے کرتے ہیں۔

مسئلہ ۴ اوسی طرف دریا کنارے پر ٹھیک ایسی ہی اونچی ٹیکری پر ایک بزرگ کا مزار ہے وہ محلہ بھی معروف گنج کہلاتا ہے یہی سبب ان بزرگ کے نام روشن رہنے کا ہے اس مزار کا بھی وہی حال ہے جو شاہ ظہور کا حال ہے نہ کوئی خانقاہ ہے نہ مجاور ہے نہ کوئی سلسلہ گدی نشینی کا ہے نہ کسی جایداد کا پتہ ہے نہ کوئی متولی کا پتہ ہے محلہ والے کبھی کبھی عرس کر دیتے تھے راقم کو چند دفعہ چندہ دینے کا اتفاق ہوا تھا اس محلے میں میاں ددگاہی ایک شخص ہیں وہ مہتمم عرس ہوا کیے راقم اپنے عمر میں تین چار بار شریک ہوا ہے وہ بیٹھ میں اب کچھ نہیں ہے۔

مسئلہ ۵ شاہ پیر دمڑیا کی خانقاہ ہے یہ درگاہ دریا کنارے پر بڑے اونچے پر ہے بڑی عمدہ پرانے وقت کی مسجد بھی ہے بڑی پر لطف جگہ ہے اس جگہ کی حالت بتا رہی ہے کہ بہت پرانا اور شاہی وقت کا ہے مگر کسی کتاب سے زمانے کا پتہ نہ چلا کتنے مدت کا ہے اس درگاہ میں وقف کی جایداد کافی ہے اس کے متولی جناب شاہ لطافت حسین صاحب مرحوم نواده تھے کس طرح پر ان کو تولیت آئی اوسکو اون خاندان کے لوگ کاغذات سے بتا سکتے ہیں اب سجادہ نشین خان بہادر شاہ وجو صاحب نواده ہیں ۲۵ ربیع الاول کو عرس ہوتا ہے مگر میری

مریدی وہ نہیں کرتے ہیں نہ شاہ صاحبیت ہے نہ شاہ پیر دھڑیا کا کوئی سلسلہ جاری ہے۔

نمبر ۶ قدم رسول ہے ایک ٹوٹی مسجد ہے اور اسکے جنوب ایک بہترین پاؤں کا نشان بنا ہوا ہے سالانہ ایک جشن ربیع الاول کی کسی تاریخ میں جو راقم کو یاد نہیں ہے موجود ہوا کرتا تھا اور زیارت قدم رسول کی ہوتی تھی اور اسوقت خان بہادر قاضی اجمل صاحب بارہ متولی تھے کچھ لوگ کھانا وغیرہ کھاتے تھے یہ جگہ سڑک سے دور دریا کنارے بنیر ٹولی میں ہے اچھی طور پر اس مسجد کے متعلق جائداد ہے اب قاضی افضل حسین متولی ہیں مگر وہ اب باتیں نہیں ہیں جو ان کے والد کے وقت میں تھیں راقم چند بار شریک ہوا تھا۔ قدم نہ اس وضع کے پر اور بھی چند جگہ دیکھے ہیں نہ خانقاہ ہے نہ پیری مریدی ہے نہ گدی نشین ہے صرف تولیت ہے۔

نمبر ۷ شاہ علی حسین صاحب کے خاندان کی ایک خانقاہ مالسلامی کے علاقہ میں ہے یہ لوگ ابوالعلائیہ طریقہ کے مشائخ ہیں جناب شاہ غلام حسین صاحب کو ایکبار راقم نے دیکھا تھا مگر یاد نہیں ہے جناب شاہ علی حسین صاحب کو دیکھا تھا اونکے بیٹے شاہ فدا حسین اب گدی نشین ہیں خانقاہ ہے مسجد ہے عرس شاہ علی حسین صاحب و شاہ غلام حسین صاحب کا ہوتا ہے سلسلہ گدی اور پیری چلتا ہے سملی میں بھی ایک گدی ہے۔

نمبر ۸ خواجہ کلاں گھاٹ میں مخدوم شاہ حسن علی صاحب تھے ان کے بعد اور

گدی نشینی کا سلسلہ چلا راقم نے شاہ واعظ علی صاحب کو دیکھا تھا وہ بزرگ نیک آدمی تھے انکے بعد شاہ طہارت حسین کے بڑے لڑکے یعنی شاہ واعظ علی صاحب کے ناتی شاہ علی احمد صاحب بیٹھے اب اونکے بھائی گدی پر ہیں یہ گدی بہت چلتی ہوئی نہیں ہے پیری مریدی ہے مگر بہت کم لوگ مرید ہیں مخدوم صاحب کے عرس میں بہتر سے جماعت خاندان ابو العلائیہ کے آجاتی ہے مخدوم صاحب کا نام مشہور ہے اس گدی کو دنیاوی عروج نہیں ہوا راقم برابر جاتا رہا خانقاہ خراب حالت میں تھی اب چندہ سے لوگوں نے درست کیا ہے نا تمام ہے۔

۹ گدی شاہ گھسیٹا صاحب تکیہ یہ خانقاہ جناب شاہ گھسیٹا صاحب کے وقت سے ہے راقم نے جناب شاہ میاں جان صاحب کو دیکھا اونکے بعد شاہ امیر صاحب کو دیکھا اب شاہ محمد صاحب سجادہ ہیں یہ خانقاہ چلتی ہوئی ہے شاہ میاں جان صاحب کے وقت میں شہر کے امرا اور خواجہ زادگان بہت مرید تھے شاہ امیر صاحب کے وقت کچھ کمی رہی شاہ محمد صاحب کے وقت میں دنیاوی اچھی ترقی ہے شاہ صاحبان مذکورین سے تعلقات برادری چند در چند ہے خانقاہ منگل تالاب سے شاہ میاں جان صاحب کے وقت تک بڑا ربط رہا شاہ امیر صاحب کے وقت سے آمد رفت دررہی شاہ میاں جان صاحب کے وقت میں خوش عقیدہ لوگ رہے اور دنیاوی اچھا عروج رہا اون میں خاص بات یہ بھی تھی اخلاق تو اس خاندان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ہر ایک ممبر خاندان

اخلاق کو پتلا تھا اور بے شاہ امیر صاحب کے وقت میں علمی چرچا رہا کرتا
تھا مثنوی خوب ہوا کرتی اچھا بیان فرماتے تھے توحید کے مسئلہ بہت بیان
کرتے تھے بہت نیک اور صاحب کیف آدمی تھے شاہ محمود صاحب
ہو بہو اپنے والد کے جیسے ہو گئے جاتے ہیں درمیان میں جب خانقاہ
ردی حالت میں آگئی تھی شاہ محمود صاحب نے سب درست کر لیا
زمین کا اضافہ کیا اپنی فقیری کی باتیں پیدا ہو ہنا قطب نواب صاحب
ان کے مرید ہیں شاہ محمود صاحب منکسر با اخلاق بے حد ہیں اور تذکرہ
خیر بہت رہتا ہے پیری مریدی کا سلسلہ ہے یہ خانقاہ بھی پرانی ہے
حضرت عشق علیہ الرحمہ کے وقت سے ہے خانقاہ کے باہر احاطے کے اندر
بزرگوں کا مزار ہے اعراس دھوم سے ہوتے ہیں۔

۵ خانقاہ و گدی حضرت منعم پاک علیہ الرحمہ میتن گھاٹ میں
ایک بڑی مسجد ہے جس کی شباحت بتا رہی ہے کہ شاہی وقت کی ہے
اور بہت پرانی ہے صحن مسجد کے پاس ہی حضرت کا مزار ہے
یہ ابو العلائیہ طریقے کے اچھے بزرگ گذرے ہیں صاحب کرامت ہیں
راقم نے پہلے بزرگوں کو نہیں دیکھا شاہ ابو البرکات صاحب اور
شاہ قمر الدین صاحب کی تعریف بزرگوں سے بہت سنا کرتے تھے یہ
لوگ اسی خاندان کے بزرگ تھے راقم نے اس گدی پر شاہ عزیز
الدین صاحب کو دیکھا واقعی جوان صالح تھے اور فقیری کی شان
ان میں دیکھا سیدھے سادھے نیک مزاج صاحب دل با اخلاق پر

کیف آدمی تھے اِن کے بعد شاہ شرف الدین صاحب چند روز ان کے
بھائی بیٹھے اب جناب رضی الدین ہیں وہ مفلوج ہو گئے ہیں پہلے یہ خانقاہ
معمولی حیثیت کی تھی شاہ عزیز الدین صاحب نے موجودہ حیثیت میں
لا یا نا تمام رہا اور اب پھر خراب حالت میں آرہی ہے پیری مریدی کا
سلسلہ شاہ عزیز الدین صاحب تک اچھا رہا رفتہ رفتہ وہ بات
جاتی رہی پرانے لوگ چند باقی ماندہ ہیں وہی لوگ اعراس وغیرہ
کر لیتے ہیں سجادہ نشین موجودہ تو معذور ہیٹھے ہیں اور یہ بھی پرانی
خانقاہ ہے۔

۱۱ خانقاہ شاہ نصیر صاحب تمام ان کے بزرگوں کو راقم نے
نہیں دیکھا شاہ نصیر صاحب کو دیکھا ان کا کیا کہنا ان میں انتہا انکسار
اور سادگی تھی صاحب جائداد تھے مگر بالکل آزادانہ فقیرانہ زندگی گذار
ان کے مرنے کا حال کتاب میں ہے ولی اللہ کی موت ہوئی اور ہونا بھی چاہئے
تھا ان میں بہتر سے حضرت حمید الدین راقم کے نانا کو چچا کہتے تھے اور بزرگان زندہ
و مردہ کے بڑے معتقد بلا تعصب تھے پیری مریدی کرتے تھے مگر چلی ہوئی
خانقاہ نہ تھی چند لوگ مرید تھے ان کو پیشہ کی حیثیت سے کرنا بھی نہیں
تھا کافی جائداد موجود تھی ان کی خانقاہ میدان تھی سجادہ نشین شاہ نصیر صاحب
ہی نواده میں رہتے ہیں۔

۱۲ خانقاہ شاہ نظام الدین صاحب اسی خانقاہ کی شاخ تھی شاہ نصیر صاحب
کے بھائی کی تھی اپنے والد کے بعد ایک گدی شاہ نصیر صاحب کی تھی

ایک انکی اولیان کے دوسرے بھائی شاہ فرید صاحب کی ہوئی شاہ نظام الدین کے بعد اون کے بیٹے شاہ حسام الدین بیٹھے اون کے بعد اونکے بیٹے گدی نشین ہیں شاہ فرید صاحب کا کوئی گدی نشین نہیں ہوا۔

۱۳ شاہ وجیہہ اللہ صاحب کی خانقاہ شاہ کی املی میں ہے اونکے بعد شاہ محمد یحییٰ صاحب بیٹھے اونکے بعد شاہ مہدی صاحب بیٹھے اون کے بعد اون کے بیٹے شاہ حامد بیٹھے اب سلسلہ پیری مریدی بند ہے شاہ مہدی صاحب نے بھی یہ طریقہ اوٹھادیا شاہ حامد صاحب کو یہ بیٹھو میں جہان آباد میں ملازم ہیں مقبرہ بھی غیر آباد ہوگیا اور اعراس ومجالس بھی موقوف کردی گئی۔

۱۴ تکیہ شاہ حمزہ صاحب مشہور جگہ ہے یہاں کوئی سلسلہ نہ رہا اب کوئی شخص سجادہ نشین ہیں چند برسوں سے عرس بھی ہونے لگا ہے

۱۵ تکیہ شاہ باقر صاحب راقم نے یہاں کسی کو صاحب سجادہ نہ دیکھا یہاں چہلم کی تعزیہ سلام ہوتی ہیں مجاور کی حیثیت سے ایک آدمی رہتے تھے سلسلہ پیری ومریدی نہ تھا یہاں امام باڑہ ہے مولوی فضل امام خاں بہادر کا مزار ہے جو زمین دوز ہے اس تکیہ کی صورت خانقاہ کی نہ رہی۔

۱۶ نور الدین شاہ مجذوب فقیر تھے راقم نے دیکھا ہے یہ ویرانہ میں چند کتوں کے ساتھ نوری چوڑ کے قبہ کے پورب ایک قبہ میں رہتے تھے اون کے چیلے محبوب شاہ جو میر عمر داد کے سائیں بھی ہوئے اونکی

بعد بسم اللہ شاہ ہو کے مزار اونکا کالی تھان بیکار پور پولس چوکی کے باقر حق کے مکان میں ہے کوئی سلسلہ گدی نشینی کا نہیں ہے مگر مجاوریں ہو گئے ہیں اور سالانہ عرس بھی چندے سے ہونے لگا ہے۔

نمبر ۱۷ کوڑا شاہ ایک مجذوب فقیر گذرے یہ بندی جان حو، انکے بھائی تھے اوس کے مکان میں رہتے تھے وہیں مدفون ہیں راقم نے ملاقاتیں کی ہیں اس میں شبہہ نہیں وہ باخبر آدمی گذرے ۴۵ برس وہ اپنے جگہ سے رفع ضرورت کے لئے بھی نہ ٹلے ہاتھ پاؤں خشک بال و ناخن بموقع بڑھ گئے تھے یہ ریاضت مشکل تھی کے جاڑا گرمی برسات وہ ایک سال ایک اوسارے میں رہے پھر لوگوں نے اونکو ایک بانس کے چھاتے کے نیچے صحن میں کر دیا تھا وہیں مرے وہیں گڑے کوئی سلسلہ خانقاہ و پیری مریدی کا جاری نہیں ہوا۔

نمبر ۱۸ انکیا شاہ کو راقم نے نہیں دیکھا یا بچپن کا زمانہ ہو یاد نہ ہو وہ بھی مجذوب ہی تھے نوزرکٹرہ کے قریب اونکا مزار تو ہے مگر کوئی سلسلہ اونکا اب تک تو جاری نہیں ہے محلہ والوں نے قبر پختہ بنا دی ہے۔

نمبر ۱۹ منکا شاہ کو تو خوب جانتا تھا مدتوں راقم کے ساتھ رہے اون کا نام عبدالمجید تھا یہ مولوی ذوالفقار نگرہ کے بھانجے تھے ان سے اور مولوی ناصر التوحید کے خاندان سے قرابتداریاں تھیں خانقاہ خنگل تالاب پر انہوں نے پڑھا لکھا تھا کسی سبب کر ملازمت

چھوڑکر راقم کے ہوش میں یہ فقیر ہوگئے خواہ دماغی خرابیاں ہوگئیں رفتہ رفتہ یہ فقیر مجذوب ہوگئے ڈاکخانہ جھاؤگنج میں رہتے تھے لوگ معتقد تھے کبھی ہوا کی بات کرتے تھے راقم سے بہت باتیں ہوئیں اس کی کیا کرتے تھے اس میں شبہ نہیں آخر میں جذب ہوگیا تھا خبر نہیں کہاں مدفون ہوئے

۲۰۔ پھول شاہ بھی مجذوب ہی تھے ان کو پھولوں سے بہت شوق تھا جس شہر میں جائے آپ کا مزار موجود ہے بقیہ میں مظفرپور میں جانا ہو میں تمام مزار موجود ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ تمام انھوں نے خود سے پھول مدفون کیا ہے ان کا مزار تو اسی شہر میں ہے بہ روایت بہ روایت درگاہ شاہ ارزاں میں اور بہ روایت لودی کٹرہ کے قریب مگر راقم شریک نہ تھا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں لکھ سکتا مگر کوئی سلسلہ انکا جاری نہیں ہے نہ گدی ہے نہ چیلا ہے ایک عورت ملکہ طوائف کو مجمع سے پر ان کے چیلا کو ضرور دیکھا وہ مجذوبہ تو نہ تھی مگر باخبر ضرور ہوگئی تھی وہ بھی مر گئی ۔

۲۱۔ ماسلامی شاہ کا کوئی حال مفصل نہ ملا بر سر سڑک بہت لانبا مزار ہے راقم نے بچشم خود ان کو نہیں دیکھا مختلف روایتیں سنی گئی مگر شاہ صاحبوں کے نسبت جس قدر روایات مصنوعی سنا کیا وہ قابل وثوق نہیں ہوتی اسقدر مبالغہ آمیز باتیں تحریر میں آگئیں ہیں جو عقل کے باہر ہیں پیران نمی پرند و مریداں می پرانند اپنی خانگی کرامت کو اصول سے بڑھا کر دکھاتے ہیں اسلئے راقم نے احتیاط کی کہ چشم دید واقعات پر وثوق کروں اور رسمی باتوں پر بھروسہ نہ کروں

الجبر یحمل الفاق والکذب منی منافی باتیں پچ جھوٹ دونوں ہوسکتی ہیں اس میں شبہ نہیں ہے کسی شدت آدمی کا مزار ہے کوئی سلسلہ مری مریدی و خانقاہ کا نہیں سا ہے یہ عرس وغیرہ دیکھا نہیں اسے شاید نیاز کرتے ہوں۔

۲۲۔ شاہ مہدی صاحب ایک بزرگ کا مزار ہی ایک اونچے ٹیلے پر گلزار باغ کے قریب ریلوے لائن کے دکھن طرف برف گدام کے قریب ہے ان کا بھی ٹھیک پتہ نہ ملا کون بزرگ یہاں کے ہیں مگر بہت پرانا قدیم مزار ہے وہ محلہ مہدی گنج کرکے مشہور ہو رہا ہے ان کی یادگار ہے محلہ والے چندہ کرکے ان کا عرس کر دیتے ہیں کوئی گدی انکی نہیں ہے نہ سلسلہ قائم ہے نہ گدی نشین کوئی آجتک ہوا ہے نہ کوئی مجاور ہے۔

۲۳۔ افیون گدام کے قریب ایک تھونی اور ہے کچھ خبر نہیں کس بزرگ کا مزار ہے غالباً شاہ نور صوفی کا ہو سکتا ہے جن کا تذکرہ خان بہادر میر علی محمد شاد نے اپنی کتاب نقش پائدار میں کیا ہے ان کا بھی کوئی سلسلہ جاری نہیں ہوا نہ کوئی متولی ہے نہ کوئی سجادہ نشین ہے۔

۲۴۔ بولتا شاہ ایک مجذوب سالک نما فقیر پچھم سے آئے تھے ان کی ضرب یہی تھی بولتا ہے بولتا ہے بولتا یہ صرف تہبند بند تھے اور کوئی لباس نہ تھا ننگے سر ننگے بدن ننگے پیر بازاروں میں گشت لگاتے ہاتھ دونوں پھیلائے رہتے تھے جس نے جو دیدیا ہاتھ میں رکھتے

لڑکے اِن کے ساتھ ہوتے اور دے دیتے وہ کچھ نہیں کہتے کسی نے کچھ دیا
تو کھا لیتے سوال نہیں کرتے ایکدن خانقاہ متصل تالاب پہ نانا قدس سرہ
کے یہاں ضرب لگائی تو انہوں نے بھی ضرب لگایا بولتا ہی بولتا ہے بولتا
بس فقط ایک ہی ضرب کی تعلیم ہوئی بس اُن میں سلوک کی کیفیت پیدا ہوگئی
پھر اس شہر میں نہیں آئے غالباً انتقال ہو گیا ہوگا اندازی ۴۵ برس گذرے
یا اس سے بھی زیادہ مولانا نانا قدس سرہٗ کا زمانہ تھا اِن کا کوئی سلسلہ
جاری نہ ملا نہ گدی نہ جانشین۔

۲۵ نیم شاہ ایک فقیر مجذوب باخبر شاہ ارزاں کی درگاہ پر آخر
میں رہے تھے پہلے یہ کرار میں تھے نیم کی پتیاں کھاتے تھے غالباً یہ کرار
کے قطب صاحب کے مزار پر رہتے تھے آخر میں سلوک پیدا ہو گیا
تو شاہ ارزاں کے درگاہ پر رہتے تھے راقم کے یہاں آتے تھے اِن کے
ایک بھائی بھی اسی رنگ کے آدمی تھے آئے ہیں نام نہیں معلوم مگر یہ بھی
نیم شاہ کی کیفیت تھی بانکی پور میں اکثر ملاقات ہوا کرتی ہے اِن کا سلسلہ
جاری نہیں ہے نہ گدی نہ خانقاہ نہ درگاہ خدا جانے کہاں مدفون ہیں۔

۲۶ شاہ محمد ن پھلواری کے ایک بزرگ لودی کٹرہ میں تھانہ کے
قریب رانی پور والی سڑک پر رہتے تھے یہ پھلواری سے نکل کر تنے
شہر میں خانقاہ بنالی مگر چلتی ہوئی خانقاہ نہ تھی سال میں ایک بار کسی
کا عرس کرتے تھے مجلس ہوتی تھی مشائخین وقت جمع ہوتے تھے اُنکے
بیٹے محمد ناصر تھے بعد شاہ محمد ن صاحب کے گدی نہ چلی اب میدان ہے

چند مزاران لوگوں کا وہیں ہے سب میدان ہے خانقاہ کے لوگ زندہ ہیں

۲۷ خانقاہ دوندی بازار مولانا امیر الحسن صاحب کی ایک خانقاہ
تھی اون کے وقت تک اچھی چلی لوگ مرید بھی تھے قاضی سید رضا حسین
خان بہادر حافظ احمد رضا خاں سکندر نواز جنگ جج ہائی کورٹ حیدر
آباد اور محلہ کے غربا بہت سے مرید تھے مولوی امین اللہ اون کے بعد
نیٹ بھی سلسلہ چلاتا رہا۔ مولوی امین اللہ کا رنگ عالمانہ رہا اون کے
بعد تک اونکے داماد ڈاکٹر طیب وارث حسین نے بصلاح مریدان زمانہ سابق
رمضان کی ۱۱ کو مولانا امیر الحسن یا مولوی امین اللہ کا عرس کرتے تھے
پھر موقوف ہوگیا اب نہ سلسلہ پیری مریدی ہے نہ خانقاہ ہے نہ طریقہ
سجادہ نشینی ہے ڈاکٹر صاحب زمینداری و ڈاکٹری کرتے ہیں —

۲۸ خانقاہ ظفر شاہ یہ ٹالی استھان میں اب قائم ہے فخر جی ایک
بزرگ اندرابی یہاں مقیم تھے اونکے دو بیٹے تھے ایک مولانا شمس الدین
جو راقم کے ہم سبق تھے دوسرے ظفر شاہ یہ بھی ہم سبق تھے فخر جی علیہ الرحمہ
کلکتہ جایا کرتے اون کے مریدان وہیں زیادہ تھے کچھ لے آتے اور یہاں
بال بچوں میں ملکر گذران فرماتے رہتے سلسلہ پیری مریدی تو اوسی طرف تھا
اون کے بعد مولانا شمس الدین کو جذب ہوگیا وہ رانی گنج کے پرعلوک
معزا وہیں رہتے وہیں مرے وہیں درگاہ رعنائی مشہور ہوگئی اودھر
کے لوگ غوث بنگالہ کہتے ہیں عرس میں چھوٹے اجمیر کا لطف آتا ہے مریدان
بہت ہیں او وہیں لوگوں نے بڑی خانقاہ اور مسجد بنائی ہے ظفر شاہ نے

جماعت صوفیہ مریدوں کی قایم کی خود گدی پر بیٹھ کامل استعداد میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی مریدوں نے مرنے بعد تکمیل کیا ظفر شاہ کا مزار خانقاہ کے بغل میں حجرہ میں ہے سال میں مریدان آکر عرس کرتے ہیں ایک سرگروہ مریدان مقرر کر دیا ہے وہ انکس سے ہوا کرتا ہے رئیس ان متمول تاجر کے سرگروہی کے وقت میں بہت ترقی ہوئی گدی پر کوئی نہیں ہے افضل شاہ ان سے رشتہ کے بھائی ہیں اُن کے لڑکے کو لوگوں نے نامزد کرنا چاہا ہے ; ونکے بجائے رمیاں الطاف حسین ہیں ۔

۲۹ قاضی نجم الدین صاحب یہ راقم کے چچیرے بھائی تھے ان کے وقت میں یہ خانقاہ قایم ہوئی بذات خود یہ کچھوچھہ کے شاہ علی حسین صاحب سے مرید ہوئے ضیاء اللہ شاہ نام رکھا گیا خانقاہ قایم کئے گئے نیاز کی موزری حاجی مہدی حسن صاحب شیعہ مذہب رئیس کے یہاں سے ملکو ملی خانقاہ داری پوری ہوتا ربیع الاول کا مہینہ قرار پایا مصطفے بازار لگا آخر میں میلا ہوتا اور دکان خانقاہ میدان ہو گیا بذات خود شاہ صاحب اور واقعی شاہ صاحب کام کے ہو کر مرے اونکا نہ سلسلہ چلا نہ گدی قایم ہو سکی اون کے مریدمیں محمد سعید خاں راقم کے سامنے ہوئے تھے مرتے وقت مرید ہو گئے تھے دو چار محلہ والے مرید تھے۔

۳۰ فضیلت خان نے اپنے وقت میں ایک خانقاہ عالم گنج میں قایم کیا کسی کا عرس بھی ہونے لگا خود ہی شاہ صاحب ہو گئے تھے اونکے بعد وہ سب بات جاتی رہی نہ سلسلہ چلا نہ گدی رہی نہ خانقاہ رہی۔

۳۱ شاہ آغا جان کیفی ملا سلامی کہ کہتے تھے مولود خوانی
فرماتے سب آدمی عبادت گذر محب رسول تھے مولود خوانی
اوٹھے ذوق وشوق سے شعر خوانی کے ساتھ خوش الحانی سے
پڑھتے تھے رنگون میں پیری مریدی کرتے تھے مولود وہاں
ہی میں سال میں جاتے کمالاتے اور پھر آرام سے دن گذرتے
اونکے یہاں نہ خانقاہ ہے نہ گدی اونکے بیٹے محمد شاہ
ہیں یہ صاحب تصنیف ہیں تصوف میں کتابیں [illegible] ان کی
پیری مریدی رنگون ہی کی طرف ہے یہ بھی سال [illegible] کی طرح
جاتے ہیں کماتے ہیں آرام سے کھاتے ہیں ۔ بابا شاہ وارث
علی کے خاندان کا لباس رکھتے ہوئے ہیں آپ خاندان [illegible]
میزالدین کی برادری ہے ۔

۳۲ داتا نازنین شاہ سدا سہاگ تھے یہ بابا [illegible]
خانقاہ منگل تالاب پر بہت رہتے تھے اپنے طریقہ کے اچھے فقیر تھے
بہت بوڑھے تھے ان کے ایک چیلا بھی تھے [illegible] مر گئے
دو چیلا ہنوز زندہ ہیں جو کبھی کبھی شہر میں آجاتے ہیں اس سلسلہ
کے فقرا بہت تھے اب بہت کم ہیں ۔

۳۳ [illegible] ازشاہ شاہ لرزاں کے درگاہ پر برابر رہتے تھے
بوڑھے آدمی تھے شاہ لرزاں کے طریقہ پر تھے ان کا کوئی خاص سلسلہ

یا گدی نہیں ہے مر گئے۔

۳۴۔ داتا حبیب شاہ بھی بہت بوڑھے آدمی تھے۔ اونکا بھی کوئی سلسلہ بقا وہیں رہتے تھے انکی بھی کوئی سلسلہ یا گدی نہیں ہے مر گئے

۳۵۔ خضر شاہ بھی درگاہ ہی پر رہتے تھے بہت بوڑھے آدمی تھے مر گئے گدی کا سلسلہ نہ رہا۔

۳۶۔ شاہ ارزاں قدس سرہٗ کا حال نقش پائدار میں بروایت سمعی لکھا ہے راقم نے خود نہیں دیکھا مگر راقم سطور نے اس خاندان کے چند گدی نشینوں کو دیکھا ہے داتا نجف شاہ بہت بوڑھے متبرک نورانی چہرہ کے آدمی تھے کمر سے معذور تھے وہ پھر نہیں سکتے تھے اون کے بعد شاہ واحد حسین صاحب کے والد کان شاد بہت بوڑھے آدمی بیٹھے اون کے بعد شاہ حامد حسین صاحب بہت کم سن بیٹھے یہ پرانی گدی تھی اور مدت کی ہے جائداد کافی اس کے متعلق بھی زمینداری حیثیت کے ساتھ فقیری گدی ہے گورنمنٹ میں بھی اعزاز ہے یہاں کی گدی نشین باہر نہیں جاتے ہیں اسکے وجہ خاندان والے بیان کر سکتے ہیں غالباً فقرا گوشہ نشین رہتے ہیں شاید یہ سنت آبائی برتی جاتی ہو گی اس طریقے کے فقرا اور خلفا تو یاحق کیا کرتے ہیں یہ خانقاہ بہت رہی اور آباد ہیں لاجواب تھیں اور رجوئی ہیں وہ بھی بہت ہی شان کی ہیں پہلے فقرا یہاں بہت رہتے تھے اون لوگوں کی اوترگاہ تھی اون لوگوں کو

کو کھانا اور اون کی ضروریات کی پوری کفالت کی جاتی
تھی اب فقرا ہی کم آتے ہیں اور پہلی سی بات بھی نہیں ہے وہاں
میں فقرا کا جمع ہونا آگ پر چلنا گرزوں کا لگانا اپنا اپنا کمال
دیکھانا وہ سب باتیں خواب ہوگئیں طیار ریا نہ زیادہ ہیں وہ
لوگ نہیں ہیں نہ ویسا گھٹاؤ کا میلا ت رہتا سب باتیں ہو رہی
ہیں اب سوا اعراس و مجالس کے تعداد زیادہ ہے شاہ حامد حسین
صاحب شاعر بھی ہیں ہومیاپیتھک کا علاج بھی غربا کا کرتے ہیں
کتب خانہ بھی اچھا ہے اس کتب خانہ میں رسول اللہ کی تصویر
بھی خیالی دیکھا ہے اور چار یاروں کے اور بڑے بڑے
اکابرین مشائخین و شیخ سعدی و غوث الاعظم و قطب صاحب
و حضرت نظام الدین اولیا کی بھی اکثر مشائخین اکابرین تابعین
دیکھا ہے سب تصویریں بہت پرانی اور قلم ساز ہیں وہ تصویریں
بول رہی ہیں کہ فوٹو سے قبل کی زمانہ میں اور دوازدہ
امام کی بھی تصویریں ہیں بڑے احتیاط و حفاظت سے رکھی گئی
ہیں خانقاہ پر ہر لوگ دیکھ نہیں سکتے خاص خاص لوگوں کو صرف
پر دکھا دی جاتی ہیں بیسوں قسم کی زیارت ۹ ربیع الاول کو عام
طور ہو اکرتی ہیں اکثر حضرات بزرگان دین کا موی مبارک اور
خرقہ رسول اللہ اور بزرگوں کی تسبیح مقتل امام حسین کی مٹی
وغیرہ وغیرہ کی زیارت ہوتی ہے جہاں تک راقم کو معلوم ہے

زیارت کی چیزوں سے بہت کم خانقاہ خالی ہے تکیہ شاہ گھسیٹا
پر بھی زیارت ہے۔ شاہ مہدی صاحب کے یہاں بھی زیارت ہے
تبرکات بخشی منگل تالاب کے خانقاہ میں بھی ہے پھلواری کی خانقاہ
کلاں میں بھی ہے قاضی نجم الدین کی خانقاہ میں بھی تھی موئے مبارک
نہیں ہے تو قدم رسول ہی سہی یہ بھی نہیں تو بزرگوں کے کچھ نشانی
ہی کچھ ہونا چاہئے الغرض ہر ایک مشہور خانقاہوں میں زیارت لازمی
شئی ہے بہار میں یا مخدوم شرف الدین بہاری کے یہاں منیر شریف
میں اور بھی چند جگہوں میں راقم نے خود بھی زیارت کی شرکت
کی ہے حضرت شاہ ارزانی صاحب لنگوٹ بند بڑے فقیروں میں
گذرے ہیں اون کا سلسلہ جاری ہے اس گدی پر برابر چیلے
رہتے آئے۔

۳۷ شاہ کالے صاحب کا ایک قبر بنا ہوا صادق پور
میں ہے اوس کی صورت بتاتی ہے کہ شاہی وقت کا ہے اسکے
متعلق جائداد بھی تھی اوسکا ایک مقدمہ راقم نے فیصل کیا تھا اوسکی
تولیت محض ایک عام آدمی کے ہاتھ بتائی گئی مزار کے ساتھ دائم
زمین تھی اور قبریں پختہ تھیں مسلمانوں کے مکانات قبروں پر بنے
ہوئے ہیں بلکہ قبر کے اوپر اور نزدیک اکثر پائخانہ بنے ہوئے ہیں
یہ سب مسلمانوں کے ہیں ادھر مسلمان اس کو جائز رکھے ہوئے ہیں

یقینی وہ ایک بزرگ کا مزار ہے سال میں ایک بار چھپا کا مجمع ہوتا
ہے فاتحہ خوانی کر دیجاتی ہے جو مقدمہ راقم کے اجلاس میں پڑا
تھا اوس فیصلہ میں مفصل حال لکھا ہوا ہے و دستہ میں فیصل
ہوا ہے اوس مقدمہ کے مسلمان قابل تحسین ہیں جو قبر پر مسجد بنا
اور پاخانے بنائے ہوئے ہیں اوسکی کوئی گدی نہیں ہے ۔

۳۸ شاہ کڑک کی درگاہ کوالکوہ میں ہے بہت مشہور جگہ
ہے یہ شاہی وقت میں مرے اور اپنے گھر میں گڑے ان کا زمانہ
صابت جنگ کے وقت میں تھا یہ مجذوب سالک نما تھے لوگ
ان کا بڑا اچرا کمال بیان کرتے ہیں راقم نے تو دیکھا نہیں تھا
اب تو یہ ویران جگہ ہے ان کا سلسلہ بند ہے کوئی گدی نہیں
کوئی گدی دار نہیں ہے ۔

۳۹ شاہ تاج منگن کا روضہ مہراج گھاٹ میں ہے وہ ایک
مشہور بزرگ گذرے ہیں ایک مسجد بھی ان کے روضہ کے بغل
میں ہے جس پر راجہ رام نرائن موہبت ادا کا مکان تھا اب اس
روضہ پر چاروطرف رنڈیوں اور رقاصوں کے قبرستان ہیں
گورغریبان ہے بیرہ بائی نامی گویا طوائف کا مزار بھی بنی ہیں پرانی
پرانا کالمی سب جس گڑی ہے یہیں پر اکھاڑہ بنایا گیا
ہندو مسلم فسادات کے قبل ہندو مسلمان اس اکھاڑہ میں برابر تعلیم
پاتے میں بعض پہلوان اوستادوں سے سیکڑوں پٹھے طیار کئے اب سب ہے

فیلنگ زیرگشتی جد ے اور تبرہ کی راہ بند ہو گئے مقدمات لڑے مسلمان
ہر ے مسلمان بیشتر غفلت کرتے ہیں ویسا نتیجہ پاتے ہیں راجہ دیگا
پرشاد کے دست زیر یہ خدا ' قبا ۔ ۃ ۃ اس درگاہ کی عظمت کرتے

رہے ان کا حجرہ بھی زمین دوز ہے وہ دیکھنے کی جگہ ہے مزار پر
جانے سے ایک بابت اب تک معلوم ہوتی ہے مگر جن لوگوں کے ہاتھ
میں انتظام ہے زمین کا دام لیکر تاکیوں اور رنڈیوں کو جگہ دیتے
ہیں تمام فسادات کو لوگوں نے زیر زمین دفینہ بنا لیا جس کا نتیجہ
فساد ہوا پہلے ان بزرگ کا نیاز و عرس ہوتا تھا چراغاں ہوتا تھا راقم
خود شریک ہوا اب چالیس برس سے سب موقوف پاتے ہیں
یا ہوتا ہے راقم کو خبر نہ ملی ہو کون بزرگ تھے کس خاندان کے تھے
راقم کو تحقیق نہ ہو سکی کوئی گدی نہیں کوئی اجزائے سلسلہ اب نہیں
ہے کوئی گدی دار نہیں ہیں ۔

نمبر ۱۰ داتا پیر بہوڑ کا تحقیق حال نہیں ملا یہ ایک مجذوب فقیر تھے
ان کی نیاز میں او جھڑی نذر کی آجتک نیاز ہوتی ہے یہ افضل پور
محلہ کے قریب مدفون ہیں اس قدر مقبول تھے کہ پیر بہوڑ کا
تھانہ سرکاری دفتروں میں لکھا جاتا ہے ان کا نام روشن ہے
نہ کوئی گدی ہے نہ کوئی سلسلہ ہے نہ خانقاہ ہے اور نام گدی
داروں سے کم نہیں سکتے کب سے روشن ہے الحمد اب تو دہاتر
میں مندرج کیا ۔

۱۴۱ لودی پیر کا مزار تھانہ لودی کٹرہ میں ایک کوٹھری میں
تھا کوئی جانتا بھی نہیں تھا مگر سارا محلہ رؤسا کا بلو دیکھ کر مشہور تھا
اور ہے ان کا نام روشن ہے اور وہ تاتر سرکار میں مندرج ہیں
جب تھانہ کا مکان پچھم سے پورب جانب بنا تو گمانی خان نے اور
محلہ والوں نے چندہ کر کے اس مزار کو برسر سڑک کھول دیا اب
یہ نمایاں ہیں یہ بزرگ کون تھے کب تھے کہاں سے گئے ان کا نام
کہاں سے اور کیوں مشہور ہوا راقم کو تحقیق نہیں ہے شاید
کسی کتاب میں ملے گا کوئی گدی نہیں گدی دار نہیں اب تھانہ والے
چندہ سے عرس کر لیتے ہیں۔

۱۴۲ درگاہ بینک بنگال کے اندر ایک کسی بزرگ کا مزار
ہے ان کا نیاز عرصہ سے محلہ والے اور ملازمین بنک برابر کرتے
آتے ہیں کسی کو خبر نہیں کون بزرگ تھے کب تھے راقم کو اب تک
خبر بھی نہ ہوئی شرکت ہوتی تھی کوئی گدی نہیں گدی دار نہیں ہے

۱۴۳ عیسیٰ خاکی ایک مجذوب نما فقیر حالت کو راقم نے دیکھا
کبھی جذب کبھی سلوک پر راجہ اور دلی میں جاتے اور یہاں کبھی
خرچ لاتے ایک نوان کے پاس رہتا اور وہیں تمام جاتے ہیں لوگ
منشی امام جان بہادر اور رؤسا بھی مانتے تھے انتقال ۱۹۰۸ء میں
ہوا مر گئے ان کے ورثا تھے نہ گدی نہ گدی دار نہ مرید نہ چیلا

۱۴۴ کنگلی شاہ منگلورہ کے رہنے والے تھے کشف بہت کرتے

تھے کماست آدمی تھے ان کے چیلے موہنی شاہ تھے سوکت بیں ثقہ چھپے ہوئے فقیر تھے بنارس چلے گئے خبر نہیں جیتے ہیں یا مر گئے نہ گدی نہ خانقاہ نہ گدی دار نہ سلسلہ جاریہ ہے۔

۴۵ موہنی شاہ: وارد نہ عنایت کرہ آروی کے ابتائی یا دوگی خاندان کے تھے امیر آدمی تھے بہت رند تھے ستار و طبلا خوب بجاتے تھے مگر کے خوش نقد و۔ تھے یہ گنگھی شاہ کے چیلے ہو گئے اور گھر بار چھوڑ کر تارک الدنیا ہو گئے تھے مذاق سب وہی تھا علاج معالجہ بہت اچھا جانتے تھے قابل آدمی تھے ۱۶ یا ۱۷ برس ہو گیا ہوگا شہر میں بی باندی نامی طوائف کے مدتوں مہمان رہے بڑی اوبھگت تھی واپس گئے تو پھر نہیں آئے خبر نہیں ہیں یا نہیں نہ خانقاہ نہ گدی نہ گدی دار نہ پیری مریدی کا سلسلہ رہا یہ آزاد فقیر تھے سونے کا کڑہ ہاتھ میں سونے کی گھڑی جیب میں کسی سے طالب نہیں تھے۔

۴۶ جھگڑ شاہ شاہ امیر صاحب تکیہ پر کے ایک مرید تھے اسی شہر کے تھے کہاں پر کے تھے خبر نہیں ملی وہ آزاد ہو کر فقیر ہو گئے بڑا پر تاثیر آدمی تھا بہت پر کیف و طبابت جانتے تھے بازار میں رہتے اوباش اونکے پاس آتے دوا لیتے اور اوقات گذارتے کسی سے کچھ مطلب نہ تھا بڑا کھرا ہو نے والا تہبند اور نیک صدمہ

اور مجذوب تھے ٹوپی نہ دار و بے تکلف آدمی یہاں تو لاجواب کھاتے اور کھلاتے تھے
بہت با اخلاق ہے خانقاہ تنگ تھا اب جناب ماموں صاحب قبلہ کے پاس بیعت تھے
اور سوا نقرے ہیں ماموں صاحب وصال کے بعد پھر نہیں دیکھا شہر میں نہیں آئے کیا ہوگئے
خبر نہیں ہے بلکہ کچھ کسی طرح پیدا بھی نہیں تھے میاں عبدالغنی تبہ فروش سے ان سے بہت
میل تھا اونکی دوکان کے سامنے رہتے تھے۔

۴۷ کاکل شاہ بدسست میں پڑے ۲۵ برس سے رہتے ہیں آزاد فقیر ہیں شاہ ہوتی
زینب کچھ پتہ چلتا ہے ایک بے حیثیت پنجابی آدمی ہیں کس کے مرید ہیں یہ خبر نہیں غالباً حاجی سید
وارث علی شاہ کے مرید ہیں نہ پیری مریدی ہے نہ خانقاہ نہ گدی نہ گدی دار ہیں
نہ کچھ لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔

۴۸ گیدڑ شاہ ایک صاحب حمزہ شاہ کے تکیہ پر آئے تھے دیگ گیدڑوں
کو پکار کر کھلاتے تھے اوس نے حمزہ شاہ کی مسجد کو مرمت کے لئے توڑوایا چندہ کیا
اور یہاں سے کہیں چلے گئے گیدڑ آتے کھاتے اور چلے جاتے لوگ رہتے کسی کو کچھ نہیں کہتے
تھے خبر نہیں کہاں گئے مسجد مدتوں خراب رہی محلہ والوں نے چندہ کر کے پھر بنوائی

۴۹ پیر کھاگا کا مزار بالکل گمنام تھا جسکا تحقیق تذکرہ میر علی محمد شاد مرحوم نے اپنی
کتاب نقش پائیداری میں مفصل کیا ہے جب سلطان گنج تھانہ بننے لگا تو آغا محمد حسن
تریاق والے نے بڑی کوشش کر کے حاطہ دلوایا ہے اوس کا مفصل حال
اوس کتاب میں ملیگا بہت پرانے بزرگ ہیں۔

۵۰ پیر نیت کا مزار عالم گنج میں دریا کنارے ہے وہاں کچھ آمدنی
ہوئی آئین حسب سے پتہ چلتا ہے کہ شاہی وقت کے امارت ہے ان بزرگ کا قبضہ

حال کوئی بتا نہیں سکا کون ہیں کہاں سے آئے ہیں کب سے یہ مزار ہے ان کی بھی کوئی

گدی ہے نہ گدی دار ہیں نہ کوئی سلسلہ جاری ہے۔

۵۱ سید بغدادی صاحب خانقاہ منگل تالاب میں آکر اترے آپکے پاس خرقہ مبارک حضرت محبوب کا تھا جسکی زیارت کو شہر بھر ٹوٹ پڑا تھا مگر وہ خرقہ جاتی رہا اونکا راز مرحوم

نے کھولا اور وہ جاتا رہا اور جاتی فقیر ٹھہرے اونکا قصہ طول ہے۔ راقم کے پاس جعلی فقرا

کا حال بھی مفصل لکھا ہوا ہے۔

۵۲ شاہ مولانا محمد سعید صاحب کے وقت میں اونھوں نے ایک خانقاہ بھی بنائی تھی حافظ نظر الرحمان اونکے جانشین ہوے اونکے وقت میں عرس ربیع الاول میں اور مولانا شاہ سعید

کا قایم تھا اونکے بعد خانقاہ ٹوٹ گئی سلسلہ بند ہوا۔

۵۳ شیخا کا روضہ ایک مشہور مزار ہے ان بزرگ کا کوئی مفصل حال نہیں ملتا

ہے مگر بہتیرے لوگ یہاں مدفون ہیں اونچے مزار تھی محلہ والے کو اس جگہ کو آباد

کئے ہوے ہیں سال میں چندے سے نیاز ہوتا ہے گیارہویں ہے کوئی گدی و سلسلہ

ان کا قایم نہیں ہے۔

۵۴ موغلپورہ میں شاہ مستان صاحب کا مزار ہے وہ بزرگ دانا پور شاہ ٹولی

کے لوگوں کی تیرا ابتداء رہے کوئی صاحب دانا پور کے ان کا عرس سال میں ایک دفعہ

کر دیتے ہیں مگر ان کی کوئی خانقاہ نہیں ہے ان لوگوں کو تعلق خواجہ اطہر اسرا

بہار سے ہے شاہ ظہور صاحب کے قرابت والوں میں سے تھے شاہ دم صاحب

دانا پوری نے کچھ حال ان کا بیان کیا تھا مگر راقم کو یاد نہ رہا۔

۵۵ شاہ اسحاق صاحب شاہ کی املی میں ایک مشہور آدمی گذرے

یہ محلہ شاہ کی انہی مشہور ہے ان سے زیادہ حال نہ مل سکا اسی مقبرہ میں گدا شاہ
مرحوم رامپوری جنکا تذکرہ اوپر کتاب میں ملیگا مدفون ہیں کوئی سلسلہ جاریہ انکا
نہیں ہے نہ خانقاہ ہے پہلے محلہ والے نیاز کرتے تھے محلہ بھی ویران ہو گیا اب کچھ نہیں
ہوتا راقم انکے عرس میں شریک ہوا ہے جسکو ۴۲ برس گذرا ہوگا۔

۵۶ شاہ فصاحت صاحب کا بھی کوئی حال مفصل نہیں ملتا ہے مگر اسکے نام سے
مشہور ہے اب دو چار برس سے لوگ ان کا نیاز کرتے ہیں عرس ہوتا ہے ڈاکٹر [illegible]
صاحب نواب حبیب متروکہ پا کر اس محلہ کا ایک مکان میر جعفر علی کا پایا۔ تب سے
یہ عرس قائم ہوا ہے کوئی سلسلہ جاریہ ان کا بھی باقی نہیں ہے۔

۵۷ بابا مینا ناتھ اودھوت فقیر آستانہ نمرو لال و بابو گرجا پت سہائے دیوان
محلہ ان کی معتقد تھے شہر میں ان کا بڑا عروج تھا یہ چلے گئے اجمیر او[illegible] تھے
اور یہیں انکا تذکرہ ہے راقم کو بھی ان سے بعض چیزیں جڑی بوٹی وغیرہ کی تعلیم
ملی تھی کوئی مقبرہ ان کا قائم نہیں ہے خبر نہیں کیا ہوئے۔

۵۸ داتا بمر سنگھ ہر مندل گلی میں سجادہ نشین تھے اچھے آدمی گذرے
سکھوں کے جنتی تھے ہر مندل گلی میں ان کا مفصل حال ہے

۵۹ بابا لچھمن کا مٹھ بانکی پور میں ان کے وقت میں راقم کے یاد
میں قائم ہوا انہوں نے بڑی ترقی کی بہترین یادگار چھوڑ گئے اب تو بنا مندر
ہے اور سادھو لوگوں کو لو بھنکھا ملتا ہے سو جو مہنت اس کے جانشین
ہیں ہندو لوگوں کے امداد سے اس کا بھاری خرچ چل رہا ہے کوئی
معمولی خرچ سو دو سو کا نہیں ہے بہت زیادہ ماہوار کا خرچ ہے

سب جلدے پر بت اب جائداد بھی ہو رہی ہے۔

نمبر ۶۰ پٹن دیوی کا حال نقش نگار مصنفہ میر علی محمد شاد میں مفصل ہے یہ پرستش گاہ ہندوان ہے۔

نمبر ۶۱ گوپی ناتھ جی کی مندل محمد پٹہ پر ہے یہ مقبول ہندو مندر ہے سال میں ایک دفعہ بڑا مجمع ہوتا ہے شہر کے کل ہندو ضرور جاتے ہیں بڑا میلا رہتا ہے بہت آباد جاری ہندا ہے مندل

نمبر ۶۲ بڑی پٹن دیوی بھی مشہور پرستش گاہ ہے جین مذہب کے پرستش کی جگہ ہے۔

نمبر ۶۳ الگم کنواں ایک معروف و مشہور کنواں ست بہتی منڈی میں ہے ماتا کمیا کا پوجا نہیں ہوتا ہے کنواں میں گلگلے پھل سب پھینک دیئے جاتے ہیں سال میں ایک میلا عوام کا یہاں ہوتا ہے مقبول عوام پرستشگاہ ہے اس کنوئیں کے کی انتہا نہیں ملتی تو اتوڑ ہے اس لئے الگم کنواں کہلاتا ہے۔

کتبہ بہ دست منشی احمد حسن عرف ماسٹر صاحب نیورہ
27/4/32

ضمیمہ کتاب ہذا

حالات اطبائے بیرون شہر جو اس شہر میں باہر سے بلائے گئے

جب حکیم عبدالمجید خاں صاحب دہلی اور حکیم محمود خاں صاحب
بلا کر مہاراجہ پٹیالہ کے یہاں گئے تو اس شہر میں بھی آپ وارد ہوئے
ملاقاتیوں سے ملنے کو آئے تھے۔ حکیم محمود خاں صاحب منشی
محمد امیر صاحب رئیس کے مہمان تھے تو ان سے ملنے کے لئے شہر کے
بڑے بڑے رؤسا آئے تھے۔ اور بڑی دھوم کی دعوت
ہوئی تھی۔ حکیم صاحب کو جو ... کا بڑا شوق تھا اسی پر سرے
بدولت راقم سے بڑا رابطہ بڑھ گیا۔ حالانکہ راقم بالکل نوجوان
اور حکیم صاحب بہت بوڑھے تھے۔ حکیم صاحب تین دن مہمان رہے
سینکڑوں رؤسا نے ان سے دوائیں لیں۔ وہ تو صرف گولیاں اور
سفوف دیتے تھے۔ ان کے بیٹے حکیم واصل خاں صاحب
راقم سے کلکتہ میں بہت ساتھ رہے راقم اور حکیم اجمل خاں صاحب

دونوں ایک ہی خاندان منشی علیم الدین مرحوم گنگدلین
کے یہاں مہمان تھے - اس رشتے کی وجہ کر حکیم اجمل خاں صاحب
جب طبی کانفرنس پٹنہ میں آئے تو راقم کے ساتھ اس خاندان کو
بہت کر دیکھا گئے - حکیم غلام نبی خاں بھی خاندان کے کھنڈ میں تھے
وہ مدینہ اس شہر میں جعفر علی صاحب وکیل کے بنگلے میں مقیم رہے
اور اس وقت تک بہت بڑے فسادات کا علاج بھی درپیش تھا راقم
سے بھی بہت زیادہ باکیزہ ملاقات کی تعریف - حکیم اجمل خاں صاحب
اس شہر میں صرف حکیم نصیر صاحب ستارٹولی سے ملنے گئے و دعوت
قبول کی - اور حکیم نجم صاحب ولد حکیم نصیر صاحب کے سے تعلقات دوستانہ
ملے، وہی طبی کانفرنس میں صدر ہو کر آئے تھے -

۲- حکیم رفیع الدین خاں بنارسی، پیارے صاحب رئیس
گنگھیا ٹولہ کے یہاں بہت آتے تھے یہ صاحب بوٹیوں سے
علاج کرتے تھے بڑے باکمال آدمی تھے ان کی جڑیاں
پر تاثیر تھیں یہ مشہور آدمی تھے - ۵۰ برس گذرے ہونگے
کہ انتقال کر گئے - ان کی زندگی فقیرانہ تھی -

۳- حکیم علی اصغر صاحب ادسی بستی کے رہنے والے تھے جہاں
ڈاکٹر بی احمد و ڈاکٹر علی احمد صاحب و مولوی شفیع داؤدی
کے مکان ہیں وہ بستی چک مجاہد کہلاتی ہے اور حدود تھانہ کے
علاقہ میں واقع ہے - ضلع مظفرپور میں ہے اور بھگوان پور سٹیشن

سے قریب ہے۔ پیارے صاحب رئیس مذکور کنگھیا ٹولہ
کے یہاں بہت بلائے جاتے تھے زور بہت روپیہ عالجہ
کرتے تھے یہ حاجی مقبول منیجر پیارے صاحب مذکور کے
قریب تر رشتہ دار تھے اسی خاندان کی جائداد نعمت پور
رکن پورہ صادق پور وغیرہ ہے جسے راقم کے والد نے
نیلام خریدا تھا۔

ہے۔ حکیم آغا حسن ازل لکھنوی! بڑے شاعر بھی تھے بار بار
شہر میں بلائے گئے اور مہینوں رہ گئے ان سے خاندان
بشارت میاں خیراتی میاں بہار شیر پور سے بڑا رابطہ
تھا یہ بوڑھے آدمی تھے ۳۰ برس گذرے ہونگے مر گئے۔

۵ے حکیم علی کریم عرف حکیم پاچک! حاجی پور میں رہتے تھے۔
یہ منشی طفیل کریم کارپرداز پیارے صاحب رئیس کے
بھائی تھے۔ آپ کا پاچک مشہور تھا بہت مفید تھا شہر میں
برابر پاچک کی غرض سے ان کو لوگ بلایا کرتے تھے۔
خواجہ اطوار سرائے میں بہار کے نزدیک مکان تھا اور
باڑھ کے علاقہ میں بیاہے تھے۔ راقم جب راجہ
رام نرائن کھیرا مہاراج کے یہاں گیا تھا تو اکثر
ہم راہی یہ راقم کے ساتھ برابر جایا کرتے تھے
مر گئے اور جوان ہی مر گئے۔

یہ بہ ابر اپنے بھائی کے یہاں پیر زے صاحب کے
مکان اترا کرتے تھے۔ اب حکیم کبیر کسی دیہات کے
رہنے والے نے مستقل طور پر چند برسوں سے اپنا
مطب کھول دیا ہے۔ حکیم علی کریم صاحب ماموں صاحب
قبلہ کے سسرالی قرابت داروں میں تھے۔

۶۔ حکیم نبو صاحب بنارسی گیا تب اختر مرزا صاحب کے
مکان میں بھیجی اکھاڑا میں مطب کرتے تھے۔ شہر کی
رنڈیاں اپنے علاج کو بلایا کرتی تھیں یہ زنانہ
علاج اچھا کرتے تھے نوجوانوں کا علاج یہ خوب
کیا کرتے تھے۔ سوداوی عوارض کے نسخے لاجواب
مدت ۳۰ برس سے نہیں دیکھا۔

۷۔ حکیم صبغت اللہ صاحب! داناپور کے رہنے والے
تھے۔ شہر کے مہاجنان پر ان کا اثر تھا۔ پہلے برابر
لوگوں کے علاج میں آیا کئے بر بازہ کی گلی میں مطب
کیا۔ جوانی اچھی گذری۔ پھر خانقاہ میں منتقب کیا۔
بڑے تزک پر پھر نزدیک مطب کرنے لگے یہ تمنا کر گئے اواخر میں
برا ٹٹو پہ سوار ہوا کرتے تھے ان کے اقربا ہنوز زندہ ہیں
سعادت حسین وغیرہ کا خاندان تھا۔ داناپور جامع مسجد کے پاس
مکان تھا دیکھا نہیں ان لوگوں کی بڑی جائداد تھی باغ وغیرہ تھا۔

نوٹ

بڑے بڑے علماء و حکماء و ڈاکٹران و روٴساء و ہر طبقے
کے لوگوں کا حال اس کتاب میں مذکور ہے جن میں
مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بہت ہی کم آدمی
زندہ ہیں جس وقت سب کی حالتوں اور اُن کی زندگی
کے کارناموں پر غور کرتا ہوں اپنی زندگی حرام معلوم
ہوتی ہے اپنی موت یاد آتی ہے۔ تپاک سا ہونے لگتا ہے
اپنے حیات پر تعجب آتا ہے جی گھبراتا ہے جس کے اتنے دیکھنے
والے مرگئے ہوں اس کا جی کیا کہتا ہوگا؟ اس کتاب کے
لکھتے وقت دنیا کی ہستی اور اور زندگی کی ہوس سب نابود
نظر آتی ہے لوگوں کے لئے عبرت خیز ہے جب کوئی نہ رہا تو
ہم لوگ تاقیامت کیونکر رہ سکتے ہیں ایک نہ ایک دن جس کی
جب آئیگی مرنا پڑیگا۔ پھر چند روزہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے
اور اس پر کیا ناز ہے۔ کیسی کیسی ہستیاں خاک میں مل گئیں
کیسے کیسے لوگ تھے کہاں گئے؟ وہ نفوس جو زندگی پر بھروسہ
رکھتے ہیں اور چند روزہ زندگی میں کیا کیا نہیں کرتے۔ غور فرمائیں
کس برتے پر اینٹھ ہے شیخی ہے شان ہے بڑی فروشی ہے
تکبر ہے غرور ہے؟ حسن مٹے دولت مٹی موت گئی ذات نہ

رہی بھات نہ رہا سب بات تہ خاک ہو گئی کتنوں کا خاندان
مٹ گیا۔ ان لوگوں کی معاشرت اون کی زندگی کے چشم دید
کارنامے اون کے عیش و آرام یاد آتے ہیں اور اب کی
روش دیکھتا ہوں تو نئی دنیا دکھائی دیتی ہے اسے ترقی
کہیں یا تنزلی؟ یا تبدیلی فیشن۔ اور جدید تحقیقات کی ترقی ضرورت
اطمینان اور آرام کی تنزلی ہے۔ کس امید پر یہ ظلم و ستم ہے؟
کس دن کے لیے یہ بدکرداریاں ہیں؟ کون ساتھ جائیگا؟
دولت و عزت کس کے کام آرہی ہے؟ کس کا نام روشن
ہو رہا ہے؟ کسی کے مدفن کا بھی نشان و پتہ نہیں ملتا، کدھر
مکان تھے؟ کہاں دولت و اسباب ہے؟ کس کی اولاد
ساتھ گئی؟ کس کی بی بی ستی ہوئی؟ تمغانی کدھر گئی؟ کوٹھیاں
کس کو نصیب ہوئیں؟ فرنیچر کدھر رہا؟ سب فرنیچر کی حیثیت یکساں
رکھتے ہوئے جنگلوں میں میدانوں میں کانٹے دار زمینوں میں
پامال ہو رہے ہیں نہ نوکر نہ چاکر نہ عزت نہ دولت نہ بی بی
نہ بچے، نہ حرمت نہ شوکت، نہ لیاقت نہ لطافت، نہ علم کچھ بھی
ساتھ نہیں گیا جس کو ایسی مسافرت طے کرنا ہے اسے ضرورت
زندگی سے زیادہ کام کرنا کیا ضرور ہے؟ مجھے خود ندامت
ہے کہ کیا کیا؟ کیوں کیا؟ اور جو کچھ کر رہا ہوں وہ کیوں کر رہا
ہوں؟ پردہ حجاب پڑا ہے! کرتا ہوں اور کرنا ہی پڑیگا۔

سمجھتا سب ہوں پر چھوٹ نہیں سکتا سمجھاتا سب کو
ہوں لیکن خود نہیں سنبھل سکتا یا اللہ یہ کیسا اندھیر ہے
جانتا سب ہوں لیکن پھر آن جان ہو رہا ہوں آنکھ
سے یہ دیکھ رہا ہوں اور چشم بصیرت نہیں کھلتی
خدایا! ہر بندے کا حجاب اٹھا، راہ راست بتا،
مسافرت طے ہو، آخرت درست ہو، یا خدا تو سبکی
خبر لے، آنکھیں کھول دے، اندھاپن مٹا، نورانیت
بڑھا، مشیت بتا، اے مالک سب کو راہ پر لگا، منت
الجھنوں سے چھڑا، سچائی بتا، تو ہی سچا ہے دنیا جھوٹی

بھائیو! سوچو غور کرو تمہارا بجز خدا کے کوئی نہیں ہے
اور خدا کو کروڑوں بندے ہمارے جیسے مل گئے اور ہم سے
اچھے ملتے رہیں گے، ہم کو بجز خدا کے دوسرا خدا نہیں
ملسکتا، اگر ملے گا بھی تو ناقص ملے گا، باکمال لازوال خدا
تو وہی ہے جو ساری خدائی پہ قبضہ رکھتا ہے میری بلکہ
اوس کے قبضہ میں ہے جہاں کوئی اختیار کسی کا نہیں چلتا
سب چھین کر ننگا مادرزاد بھیجتا ہے اور اوسی صورت
سے واپس لیجاتا ہے۔ جن مٹیوں سے بناتا ہے اونمیں
ملاتا ہے، ہر شئے کا حقیقی مالک وہی ہے کچھ بھی میری
ہوتی تو میرے ساتھ جاتی، کفن دفن تک تو میرے

اختیار سے باہر ہے" مردہ بدست زندہ" نہ توشہ نہ بھروسہ، نہ بجلی بتی نہ ایک دیا سلائی، اندھیر کا اندھیرا بلا کی تنہائی کیوں بھائی دنیا کی کوئی چیز بھی کسی کے کام آئی؟ فقط اپنی کمائی جو کھائی یا کھلائی جو کروگے وہی اعمالوں کی جواب دہی تو ساتھ گئی روح بھی بھاگ گئی، جسم بھی برباد ہوئے، ظہور بھی ہوا نیست بھی ہو گئے کیا آئے کیا گئے، کس لئے آئے اور کیا کر چلے، بھائیو! ذرا کوئی بتاؤ میرے پیدا ہونیکا نتیجہ کیا ملا؟ ضرورت کیا تھی؟ نابود ہونے کی وجہ کیا ہے؟ یہ تو سمجھ میں آگیا،، مرتے نہیں تو پھر گھر ہوتے" پیدا نہ ہوتے تو آرام سے سوتے، ہم لوگ قلی بنا کر بھیجے گئے کہ دنیا کے کام چلائیں چھٹی ہو مر جائیں پھر واپس آئیں کچھ اچھے کام کر سکے تو مزدوری میں جنت پائیں، برے کام کئے تو دوزخ جائیں، یہ تو زندگی کا مآل نہیں ہے میرے آنے کا مطلب تو میری جانچ ہے، دنیا کے مدرسہ میں، پارٹ سالوں میں، اسکولوں میں، درس پائیں مصنف کو نہ بھولیں، سب علوم کے فیضان لیں، تمام دنیا کی لذت اٹھائیں، اور احسان کنندہ کو پہچان سکیں، بس یہی ایک کام خدا کو پسند ہے

جس کے حصول کے لئے ماتحتی میں ہزاروں قواعد ہیں سیکڑوں راستے ہیں، کسی کو بے حد اقبال کے سکوپ میں خدا یاد آتا ہے، کسی کو بے حد مصیبت میں خدا یاد آتا ہے، کسی کو ایسی بے حسی ہے کہ کبھی یاد ہی نہیں آتا، اجی خدا تو ہر ایک کے پاس خود آیا ہوا ہے کیا نیوتہ دے کر بلانا پڑتا ہے؟ یا عبادت کر کے بہلانا پڑتا ہے، وہ آیا ہوا تو تھا ہی کہیں سے بلانا تھوڑا ہی ہے جدھر دیکھو خدا کی یاد آئے گی، براکرد تب بھی بھلائی کرو جب بھی خدا یاد آتا ہے، براکرو جب بھی خوف وعید دلیں ضرور ہے، برائی کو برا جان کر کرتے ہو، بھلا کرو جب بھی خدا کا شکر کرنا پڑتا ہے، بس خدا یہی چاہتا ہے کہ جس رنگ میں رہو اُس کو یاد کرو، اعمالوں کی سزا و دجزا مقرر ہیں، وہ ہونگی، مگر مالک کی ملازمیت تو رہیگی، اس کی سرکاریت قائم رہنا چاہیئے کوئی ڈیوٹی کو کر سکتا ہے، جس نے جس نے کیا ہے سب تو یہی سیکھتے رہے کہ مقبولیت کا جواب نہیں آیا ہے، اپنا اپنا کام کرتے گئے، اپنے خیال میں اچھی یا بری ڈیوٹی ادا کی مگر دونوں ناقص ڈیوٹی ادا کی، جب تک کہ وہ یہ نہ سنائے کہ تمہاری فرماں برداری منظور

اور ہماری نافرمانی سے منظور تم مقبول اور تم مردود
کئے گئے، تب تک قضا یا کہ آخری فیصلہ تو کوئی بندہ
نہیں دے سکتا، مفتی کا فتوی ہو سکتا ہے کہ اپنے
تعلقات والوں کی نسبت کیا فتوی ہے مگر قاطعی
باختیار آخری فیصلہ احکم الحاکمین کے ہاتھ میں ست
رہتا اس کا ضرور ہے کہ ہم سے اچھے کام ادا نہیں ہوتے
برے کاموں کے ہم عادی ہیں، خدا ہم سے اچھے
کام انجام کرائے، راہ راست پر لائے، خدا قادر
ہے بندہ عاجز ہے، افضال الہی کا منتظر رہے، بس
لا الہ الا اللہ اللہ بس باقی ہوس محمد الرسول
اللہ کا واجب ہے جس نے توحید سکھایا، قواعد
مذہبی لایا، گمراہیوں سے بچایا، راہ ہدایت
بتایا، مرا سب فرضوں سے بڑھا ہوا فرض ہے
یعنی فرض ہے چشم دید فرض ہے، سب فرضوں
کی قضا ہے مگر اس قضا کی قضا نہیں ہے یہ وقت
پر ضرور بالضرور بے اختیار جناب حضور ادا ہو کر
رہیگی، اس فرض کے ادا کا لحاظ ہر شخص کو رکھنا
اپنے لئے بہترین خیر اندیشی ہے اور یہی اصل
درویشی ہے اس بے بسی کے فرض کو ادا ہی کرنا

پڑے گا، غریب ہو یا امیر، پڑھا ہو یا ان پڑھ،
بادشاہ ہو رعایا ہو، پیر ہو پیغامبر ہو، جو آیا
سو گیا، جو گیا بس وہ گیا، چند روزہ زندگی کو
جس طرح چاہو گذارو، کوئی جیتو، کوئی ہارو،
اے اللہ کے پیارو! اپنے کو سنوارو، آے
بندگان خدا! اپنے کو اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑو،
ہر وقت مرنے پر تیار رہو مالک نام سے ہوشیار رہو
موت آوے چلو، نہ آوے انتظار میں پڑے رہو
خود سے نہ مرو، نہ مارو، قبل از موت مرو پھر موت
سے نہ ڈرو، دنیا میں جس نے اپنے کو زندہ درگور
کر لیا پھر اوسے زندگی اور موت برابر ہو جاتی
ہے، نہ زندگی کی لذت سے سروکار نہیں، پھر موت
کی بہار اس پہ کھلنے لگتی ہے ؎

بعد مرنے کے یہ کھلا مجھ پر
خاک کے نیچے خوب بستی ہے

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا | جز خاک نہ تکیہ بچھونا ہوگا
تنہائی گور میں کون ہوگا انیس | ہم ہوں اور قبر کا کونا ہوگا

انا للہ وانا الیہ راجعون

ضمیمہ ۶ مذاہب

تبدیلیوں کا ذخیرہ یا چینجز اوف لائف

۱۔ انسانی وجود ہر انسان کا وجود فی الخارج او سوقت ہوتا ہے جب وہ دنیا میں بشکل آدمی روح لیکر پیدا ہوتا ہے اوس کے پہلے وہ علم الٰہی کے آغوش میں رہتا ہے۔ ہر مخلوق کا اصل وطن خدا کے علم کے ساتھ ساتھ تھا۔ ہر مخلوقی چیز کو ایک خاص تعلق اور نسبت علم الٰہی سے تھا اور صفت خداوندی میں پوشیدہ تھا۔ خدا سے جدا کون شئے تھی۔ سب کا وطن تو وہیں تھا ما مقیمان کوئے دل دادیم۔ سفر کرتا ہوا ارادہ اللہ میں آیا پھر حکم اللہ میں پہونچا پھر خلق اللہ میں داخل ہوا وجود بالخارج ہوا اون پوشیدہ داخیلوں سے جدا ہو کر خارجی صورتوں میں دکھائی دینے لگا۔ جیسے بیماریوں کے مادے ہر جسم میں پوشیدہ ہیں جب کوئی بیمار ہوا آثارات تاثیرات سے اوسکے صفات سے اوسکی ذات کا وجود ماننا پڑا اوسکے تکلیفات کا حس پیدا ہوا۔ اوس کی فنا ہو نا

زائل ہوتی ہی آمدام بابا اصلی حالت پر پہونچ گیل سکنہ بابا دیہی
ہرذی روح کو مقام سکون و شانتی اوسوقت ہو سکتی ہے جب
فنائی صورتوں سے بھی چھٹکارا ہوگا وہی وقت دائمی آرام کا
ہوگا۔ اور پھر کوئی فنائی برقع پوشی سے سروکار نہیں رہے۔
ہم ہونگے اور اوس خالق کی قدرت ہوگی اوسکی خوشی جنت
ہوگی اوسکا رنج دوزخ کہلائیگا۔ وصل ہی مقام سکون ہے۔
اور فصل ہی مقام بے چینی ہی۔ اسی کیلئے اہتمام کردیا گیا ہے
اور جلادیا گیا ہی جنتی کو وصل اور دوزخی کو فصل ہوگا۔ یہی
بڑا ثواب و عذاب ہے۔ بغیر دیکھے وصال و ہجر کے بابت کوئی
لفظوں میں نہیں سمجھا سکتا اور حقیقتاً کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا
لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ
ھم الفائزون۔ جنتی اور دوزخی کو برابر نہ جانو جنت والے
فیض یافتہ لوگ ہیں۔ وتلک الامثال نضربھا للناس
لعلھم یتفکرون۔ آدمیوں کی فہمائش کی غرض سے مثال
دیجاتی ہی شاید وہ غور کریں۔ جبتک انسان اوس درجہ کو
نہیں پاویگا اپنے وطن میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا سے اور اپنے
حقیقی اور اصلی وطن سے دور ہی رہیگا۔ خدا فرماتا ہی اے نفس
مطمئنہ یعنی اے روح میرے حکم میرا پیارا نور میرا قصد میرا ارادہ
میری بنائی ہوئی چیز میری مرسلہ چیز واپس آجا اپنی جگہ پر اوسی

ہیت ہے کہ میں راضی رہوں۔ خیانت کرکے نہ آنا ورنہ جس طرح گئے
گئے ویسے واپس نہ آئے تو واپسی نہ ہوئی پاک گئے ناپاک آئے
تو اوس جگہ چڑھنے نہ پاؤ گے اور دائمی طور پر جلاوطن ہو گے
بیل کے مانند بیول کے نیچے رہو گے۔ یاایتہا النفس المطمئنۃ
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (اے نفس مطمئنہ اطمینان
والی چیز واپس آجائے وہاں پر جہاں سے گئی ہے یعنی اپنے
پرورش کنندہ کے پاس یعنی خدا کے پاس اوسی طرح پر کہ
خدا راضی ہو یعنی پاک وصاف جیسے گئی تھی)

اور ایسا عقیدہ ہے جو لوگ خدا کی بات کو نہیں مانتے اونہیں کو
اور لوگوں کا ستیزہ رہتا ہے جو خدائی تعلیم کو مانتے ہیں اور ان کو تو
ہر بات صاف صاف بتائی جا رہی ہے مانا تو پکے مسلمان
نہیں تو ناقص اور کچے مسلمان رہے خدائی دعوت کے لائق
نہیں خدائی بلغو باہضم نہیں ہو سکتا۔ ساگ ستو والیکو مرغن
کیونکر پچے گا۔ جو دنیا میں چکنے چلبلے میں اور مصنوعی مرغنیات
پسند کرتے ہیں وہ حقیقی چکنائی کو ہضم نہیں کر سکتے جو اپنے کو
اوس غذائے لطیف کے لائق بنانا چاہتے ہیں وہ بناوٹی
چیزوں اور بلائی ہوئی چکنائی پر نہیں مرتے وہ ایسی غذائے
لطیف کھانا چاہتے ہیں۔ تجربہ سے دیکھ لو مرنے بعد ایسی پاک نیکی
اور اوس مردے نے کھائی۔ جیسے آپ ایصال ثواب کرتے ہیں

کچے کچے آپ کھائیں اور پکے پکائے غیروں کو پہونچائیں۔ ظاہر اً
تو مجاور اور پنڈے کھائیں مزے اوڑائیں باطناً دیوتاؤں
کو بھوگ لگائیں اور مردوں کو ثواب پہونچائیں۔ عقیدتاً کے
لوگ ثواب پائیں۔ یہ ہر گروہ ہر قوم میں ہے ہر مذہب میں ہے
کوئی انکار نہیں کرسکتا سب لوگوں کو وہی درجہ حاصل کرنا
چاہیئے جہاں عالم سکون ہو شانتی ہو مکتی میں مکتی بھسم ہو وجود کو
معدوم کریں نیستی میں وصل ہوکر دوری دور ہو ہستی میں جائیں
جب شانتی اور سکون ہوگا تب جا کر دھرم کے بھگتی ہیں۔
ناگے ننگے کنٹھی اور لباس والے بھگت نہیں ہو سکتے وہ مادیا
میں پڑے ہیں دھوکے میں ہیں مادیات کو بھسم کرکے راکھ
کردیں وجود کو نابود کردیں تب مقام محمود اور معبود تک پہونچو تب
مکتی کے بھگتی ہیں خدا رسیدہ ہیں ورنہ دنیادار ہیں دینداری
کا دعویٰ غلط ہے۔ تو جھوٹھا دعویدار ہے تو میری گلی مت آ
میری گلی وہی آوے جو چھوڑے گھر بار رے تو جھوٹھا دعویدار
میری گلی میں آدا جا والی میرابھار رے تو جھوٹھا دعویدار۔
ہر نفسے کہ می آید محمد حیات وہر نفسے کہ میرود مفرح ذات ہے
سکندر ہے مسافر خیال کدھر ہے دنیا میں کیا مرا گھر ہے۔

۲۔ تبدل جسمانی و روحانی سب سے پہلے علم اللہ میں ہے

پھر حکم اللہ میں ہوئے پھر ارادۃ اللہ میں آئے پھر صلب پدر میں رہے

پھر ایک قطرۂ ناپاک کے اندر ڈوبائے گئے پھر رحم مادر میں رہے
پھر غلاظت اور ناپاکی کے جھجھے میں رہے مدتوں ناپاک چیزوں
سے پرورش پایا۔ کیونکر اتنی غلاظت کے ساتھ رہکر پاکی نفس
پیدا ہو سکتی ہے اور نفسانیت سے اور غصہ اور بری صفتوں
سے کوئی پاک و صاف رہ سکتا ہے۔ کس غلاظت میں گھلائی
گئے اور کہاں کہاں پلٹے گئے کن کن برائیوں میں پھنسائے گئے
اور وجود جسمانی کے ساتھ دنیا میں بلائے گئے بادیات اور
ضروریات پرورش جسمانی اور تقویت مادیات کیلئے دنیاوی
غذاؤں سے پرورش کرائی گئی۔ تاسن شعور تمام رطوبات
جسمانی کو شیر مادر جانا۔ جن جن چیزوں سے صاحب عقل و
شعور نفرت کرتے ہیں سب کو برابر جانا چاٹتے رہے لذت
لیتے رہے۔ کس کس طرح بر روح پاک برباد ہوئی اور برائیوں
اور ناپاکیوں میں ملبس رکھی گئی۔ اب ان ادنیٰ ارواح سے
عمدہ صفات کا ظاہر ہونا اور اسکو پاک کرنا دلالت نہیں ہے
تو کیا ہے۔ جس نے اپنے میں صفات حمیدہ پیدا کرکے دکھایا
وہ ناک نہ دردائے تو تعجب کی بات ہے خدا اسکا ہوگا
تو کیا دنیا داروں کا ہوگا جو اپنے حرکات کو اسی غلاظت
پرستی کے ساتھ برت کر دکھاتے ہیں وہ برائیاں نہ کریں
تو کیا کریں پاکی نفس کہاں سے لائیں او نمیں بجز پاکی روح کے

کون سی بات اچھی تھی جو ان سے کچھ امید ہو۔ دنیا میں بڑے
بڑوں کو مار ادو سروں کو خوب پچھاڑا مگر اپنے آپ کو نہ سنوارا۔
وہ مارا شیطانی ایجنٹ بن گئے ان جھگڑوں اور خرابیوں کے
اصول کے ساتھ تو پیدا ہوئے اب نیکیاں کیونکر ہوں اور
خدائی رضامندی کیونکر ہو سکے۔ بس یہی وجہ ہے کہ دنیا دار بیشمار
اور خدا کے نیک بندے دوچار اتنے مقامات بد سے بچتے
بچاتے رہیں۔ روح کو جس نے پاک رکھا وہ فرشتوں سے
زیادہ باوقار ہونے کی قابلیت رکھتا ہے وہی دین و دنیا
میں جمائے بیٹھا۔ پاتا ہے۔ خدا نے روح کی آزادی اس کی
ذی اختیاری اور شان و شوکت پر غرور کر کے اسے بدترین
طور پر پھنسا کر بھیجا یہ امتحان تھا۔ یہ اپنی اصلی نورانیت اپس
لیکر آسکتی ہے تو درجہ اعلیٰ کے لائق ہے جس کی روح ایسا نہ کریگی
وہ بھوت پریت ہو کر رہیگی آوا جاوا میں رہیگی روح کے
غرور کو توڑ کر بھیجا کہ دنیا میں شان و شیخی نہ کرے اپنی حقیقت
پر غور کرتی رہے۔ کن کن بدترین مقاموں میں رہی کس راہ
آئی گئی کیسی غلاظت میں پڑی پھر شیخی نہ گئی۔ أَلَمْ يَكُ
نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ۔ الیٰ آخر آیتہ (کوئی کیا ہے قطرہ آب منی)
آخر آیتہ تک پڑھئے۔ اپنی حقیقت پر غور کیجئے۔ اسی سے
لوگ کہتے ہیں جیسی روح ویسے فرشتے جیسی کرنی ویسی بھرنی

کتنے روحانی سفر ہوئے کتنی جسمانی صورتیں بدلیں جو چہرہ
وقد صورت وشکل لیکر پیدا ہوئے ادسمیں کتنی تبدیلیاں
پیدا ہوئیں کیسے کیسے نقشے ایک ہی سانچے پر دکھائے گئے
پیدایش سے لیکر کتنے قالب بدلے۔ کہاں کہاں تبدیلیاں
ہو گئیں بچپن کا فوٹو جوانی میں ملایا جائے اور جوانی کا بڑھاپے
میں دکھایا جائے تو انسان اپنے آپ کو خود نہیں پہچان
سکتا اور نام وذات ایک ہی قایم ہے۔ جسمانی سفر
کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچ گئے اب اختتام سفر
حیات ہوا زندگی میں عادتیں بدلتی گئیں حالتیں بدلتی گئیں
عقل پایا شعور پایا علم حاصل کیا دین ودنیا کے ہوا سے
واقف ہوا۔ خدا جانتا ہے کیا کیا کر گذرے آسمان وزمین
کا قلابا ملا گئے کیا کیا نہ کیا عبادت کیا شرارت کیا انسانیت
کیا حماقت کیا سب کیا اور اپنے لئے کچھ نہ کیا اپنی حقیقت سے
آگاہ نہ ہوئے۔ اپنی ضرورت پیدائش کو نہ سمجھ سکے۔ اپنے
خالق کا پتہ نہ لگا سکے۔ مآل زندگی کو بھول گئے۔ دنیادی
لذتوں پر بھول گئے۔ سود تو ملا مگر مول گئے گذرے اسی
دنیاوی چکر میں پڑکر زندگی برباد کی آخر مرے اور سب
جھگڑے چھوٹے۔ اب کہلا کہ دنیا جھوٹھی کرنی کھوٹی اب
روتے جائے خسارہ دائمی پائے جسطرح پیدائش سے پہلے

مسافر ہے مرنیکے بعد بھی بہتیرے سفر طے کرنا پڑیگا اور خدا
جانے کیا کیا دیکھنا اور بھگتنا نصیب میں لکھا ہی۔ جو جو باتیں
گذشتہ لامعلوم اور قابل بیان نہیں ہیں حالانکہ سب دیکھی
بھالی ہیں ویسے ہی مابعد والی باتیں بھی بالکل ناقابل فہم ہیں۔
کوئی واپس بھی تو نہیں آیا جو صحیح خبر دے سکتا۔ انسان بالکل
ناواقف الحال ہیں گذشتہ اور آئندہ کی کچھ خبر نہیں موجودہ
بقیہ حیات رہکر بھی رموز سے ناواقف ہی رہے۔ بس بقید
حیات کے اندر جو ظاہر ہو سکتا ہے بیان کر سکتا ہے۔ عالم
ماقبل و مابعد کی باتیں بالکل نہیں جان سکتا۔ مذہب نے
جو بتایا ہی اوسے عقیدتاً ماننا پڑتا ہے حقیقتاً کیا ہے۔ کیا
ہوگا۔ وہ سمجھ سے باہر ہے بے مرے پتہ نہیں چلتا نہ چلیگا
مذاہب نے دیکھی ہوئی باتوں سے ملا ملا کر مثال میں فہمائیش
کی ہے جو مثلاً انسان سمجھ سکے۔ حقیقت میں وہ ان مثالوں
سے باہر کی باتیں ہیں بجنسہ ایسی نہیں ہیں مثال تو مادیات کی
ہے وہاں جوہریات ہے۔ حقیقت کی باتیں رموز الٰہی ہیں
اور شریعت کی باتیں ہواری اور دنیادی قواعد کے ہیں
شریعت اعمال صالح کرنے کا نسخہ ہی۔ صحت کا حاصل ہونا
اور ناشیر کا پیدا ہونا خدا کے اختیار میں ہے۔ راقم تو روز مرہ
نکتہ چینوں کو دیکھ رہا ہی کہ شریعت کا دم بھرتے ہیں بڑے متقی

وہ پرہیزگار بنے ہوئے ہیں اور ہر آدمی پر حاضر و غائب نکتہ چینیاں
کر رہے ہیں اسی سے مقبولیت ظاہر ہوتی ہے کہ غیبت میں مبتلا ہیں اور
الغیبۃ اشد من الزنا میں مبتلا ہیں۔ علما مشائخ مسلمان اور
انسانوں کا خون چوس رہے ہیں۔ یہ شریعت نہیں بتاتی یہ مقبولیت
کی نشانی نہیں ہے۔ حقیقت سے واقف ہونا امر محال ہے انسانی
کیا مجال ہے کہ فانی ہو کر باقی کا حال بتا سکے۔ ہر روشنی اندھیرے کو زائل
کرتی ہے اور اندھیرا نیستی میں آ جاتا ہے جب روشنی کی ہستی ہوگی تاریکی خود بخود
نیست ہو جائے گی۔ شریعت دل کی روشنی سکھاتی ہے حقیقت کی پرستش سکھاتی ہے
شریعت کی عظمت کراتی ہے درحقیقت حقیقت کی وقعت اور عظمت دل میں
پیدا کراتی ہے اور دل میں خشیت خداوندی بڑھاتی ہے شریعت والے صلے کے
مستحق ہو جاتے ہیں سو کبھی ڈونگیاں ہلاتے ہیں مذہبی ورزشیں بناتے ہیں ظاہر
پرستی سکھاتے ہیں الفاظ کی مشاقی کراتے ہیں معنی پر عبور نہیں ہوتا اثرات
پر توجہ نہیں کرتے وجوہات اور نکات پر مطلقاً خیال نہیں فرماتے۔ ظاہری احکام
بجا لانا اور ڈیوٹی کا بیدلی سے یا خلق اللہ کی ڈر سے یا دکھاؤ اور خودغرضی
اور بھلا کہلانے کی غرض سے شریعت کے احکام کو برتنا شریعت کی پابندی نہیں
بلکہ خلوص کے ساتھ با قوت ان احکام کو بلا خودغرضی صرف خدا کی خوف سے
اس کی محبت سے ادا کرنا پابند شریعت ہونا ہے اور متشرع لوگ معاملات پر بھی توجہ
ڈالیں۔ مجرد ادائے عبادات پابندی شریعت نہیں ہے حق العباد پر بھی غور
فرماتے رہیں عبادات معاملات افعال حرکات اور خلوصات اور نیت پر بھی

نظر پڑتی ہی احکامات اور منہیات کو کبھی نہ بھولیں۔ حکایات
شکایات لغویات اور فسادات اور شخصیات کی باتوں کو بھی
چھوڑیں تب پابند شرع ہیں۔ خدمت کی اور محنت کی مزدوری
پاتے ہیں اور طریقت والے ہر صلہ اور بدلے سے بےنیاز ہو جاتے
ہیں وہ خدا اور خالق کی مخلوق سے محبت رکھتے ہیں دونوں کی
خدمت کو اپنی عبادت جانتے ہیں۔ اونکو بجز بھلائیوں کے کسی کی برائیوں
سے کوئی سروکار نہیں رہتا وہ ہر کام بلا تمنائے مزدوری و
صلہ کرتے ہیں اور صرف مقبولیت کے امیدوار رہتے ہیں جب
خدا کو ماننے والے ہوئے تو رسول کو ماننا فرض ہوگا جب مالک
کو مانا تو ہر احکام کو ماننا پڑیگا وہ خلاف شرع کیسے ہو سکتا ہے
ویسے لوگ نہیں ملتے تو اصلی فقیری پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے
وہ صرف مالک کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اصلی طریقت والے
خلاف شرع ہو ہی نہیں سکتے خدا کے حکم سے باہر چل ہی نہیں
سکتے۔ لباسی اور رواجی فقرا تو راہ طریقت پر نہیں چلتے وہ
دنیادار رسم پرست قبر پرست تبرک پرست نفس پرست ہوا
کرتے ہیں۔ خدا پرست ہر جزو شریعت کو بے حد مانتے ہیں
مشیت پر راضی رہتے ہیں۔ رضامندی خداوندی کیلئے گردن
کٹاتے ہیں گھر بار صدقہ کر دیتے ہیں اپنی جان دیتے ہیں شریعت
کے حکم کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ بزرگان دین کے افعال و اقوال

دیکھئے اونکی تحریرات دیکھئے کیات ملاحظہ کیجئے موجودہ روش پر
نہ جائیے اوپر کے لوگوں کا حال ملاحظہ فرمائیے اون کے اطوار
دیکھئے اونکی تعلیمات کی طرف توجہ کیجئے اونکی ریاضت کو غور
کیجئے بجز روزہ نماز وردو ظائف ذکر و شغل اور کیا ہے نہ گاگر
نہ چادر نہ چراغاں نہ باجہ نہ سٹ پٹ کنارہ کش ہوکر یاد الٰہی کرتے ہیں

مذہب کیا ہے نتیجہ کیا ہے

مذہب اوس راہ پر چلنیکو کہتے ہیں جو دنیا اور دین کے راستوں میں مقید
بقواعد چلنا بتاتا ہے اور وہی قواعد ظاہری مذہب کی شریعت
کہلاتی ہیں کوئی مذہب دنیا میں بلا شریعت یا قواعد کے نہیں
چلایا نہ چل سکتا ہے۔ رد اسم تو سوسائٹی کے بندھے ہوئے
عادتوں کو کہتے ہیں وہ شریعت مذہبی میں داخل نہیں ہیں
نہ رد اسم جزو مذہبی ہوسکتے ہیں۔ رد اسم قومی بندشوں کا
نام ہے۔ اصولی قواعد مذہبی کو شریعت مذہبی کہا جاتا ہے
رد اسم کو مذہبی قواعد کیوں سمجھتے ہیں۔ مآل مذہب یہ ہے کہ
دنیا میں تھوڑا تھوڑا عبادت کے طریقوں کا اظہار بتا دے
اونکو برتتے ہوئے دنیا میں چین سے گذارے لین دین کرے
شادی بیاہ کرے ترکے تقسیم کرے آپس کے معاملات درست
کرے اپنے اصول مذہب کے مطابق چلتے ہوئے خدا کی
عبادت کرے اور مرنے کے بعد عمدہ جگہ دوسری دنیا میں پائے

جہاں اوسے دائمی زندگی بسر کرنا ہے آرام سے ہے دنیا وہ ہے
جہاں بقید حیات ہے دین وہ ہے جہاں مر کر پہونچنا ہے وہاں
کیا نتیجہ بھگتنا ہے اسی کو بچانا ہے اعمالوں کو درست کرنے کا
صلہ ثواب ہے برائیوں کے بدلا عذاب ہے حقیقت ثواب
کیا ہے اور حقیقت عذاب کیا ہے کیسے ملتا ہی یا ملیگا یہ بات
بھگت کر معلوم ہوگا۔ یہ ایک بات بالکل لاجواب ہے جسکا بجز
بجز اوس کے جس نے دنیا بھر کو اس چکر میں ڈالا ہے کوئی بتا
نہیں سکتا ہی جو ان باتوں پر خیال نہیں کرتے وہ لامذہب کہلاتے
ہیں مگر وہ خود ایک مذہب دار ہوجاتا ہے عجب کش مکش ہی
کسی نہ کسی مذہب کو ماننا ہی پڑیگا گو وہ لامذہبی ہی سہی وہ بھی
ایک مذہب ہی ہوا یہ زندگی کا بھونچال ہے اور خدا کی قدرت
تو باکمال ہے اوسکا سارا کاربار لازوال ہی دنیا تو اندرجال
کا تماشہ ہے اور حیات و موت بائسکوپ کا فلم ہے انسان تو
گراموفون ہے بھری بھرائی آوازیں پھینکتا ہے اور اصلی مسودہ
تقدیر کا نقش متحرک فلموں کے ذریعہ سے تماشاگاہ عالم میں دکھائے
جارہے ہیں۔ اس مجسم قالب کے اندر جو ایک قدرت کی چیز
مقید ہے وہی روح ہے قوت ہے طاقت ہے حکم ہے خدا کی
قدرت کی تاثیر ایک لامعلوم شئے ہے ایک نور ہی خدا کی ایک
امانت ہے نہ وہ خدا ہے نہ خدا سے جدا ہے قدرت کا بہترین نمونہ ہے

نہ خدا کا جز ہے۔ نہ اوس کا کوئی ٹکڑا ہے نہ خدا میں ہے
وہ مادیات کے بنائے ہوئے ظرف میں ہے خود مادہ نہیں ہے
مادوں سے پاک ہے خدائی نور کا آبھ ہے حکم الٰہی کا اثر ہے حکم
ربی کا معنی ہے روح کا درجہ جوہر سے زیادہ بڑا ہے وہ اتنا
پاک اور ملکی ہے جو خدا سے واصل ہونیکی قابلیت رکھتی ہے
قدرت کی خوشبو ہے جسم دوسری چیز ہے وہ قدرت دوسری
چیز ہے جسم جدا ہے روح جدا چیز ہے کتنا جسم ہو گلتا جلتا بڑھتا
جسم ہے مصیبت اور تکلیف جسم پر ہوا کرتی ہے بے چین روح ہوا
کرتی ہے مردہ جسم کو کوئی تکلیف و آرام محسوس نہیں ہوتا بے جسم
روح کا حس نہیں ہو سکتا اور جوہر کو بے غرض یعنی مادیات کے
خود بھی کوئی حس بلا ظرف جسم کے ہو نہیں سکتا۔ جوہر کی کوئی شکل
نمایاں نہیں ہے جس طرح کے برتن میں رکھے گا ویسی ہی معلوم
ہوگا مگر برتن کی صورت میں وہ محدود ہو سکتا ہے پانی کوئی مقرر
شکل نہیں رکھتا گول میں گول چوڑے میں چوڑا معلوم ہوگا
ہوا کا بھی یہی حال ہے آگ کا بھی یہی حال ہے دوسروں کو جلا
دکھلا اپنی شکل بغیر کسی جسم کے دکھا نہیں سکتی اسی طرح سے روح
ہے جس کی تاثیر بغیر کسی جسم کے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ جو ملکی پاک
چیز کو جسم لازمی ہے وہ نہ اوسکا وجود سمجھ میں نہیں آئیگا مٹی جو جہل
سے اسی مٹی کے ظرف میں روشنی نور کے پڑے پھیلی رہے

بوجھول ہی۔ معمی ہی نہ تو دانی ونہ من۔ من ہی من میں ہے اور اس من کو
کوئی نہ جان سکا نہ پہچان سکا یہ شان کبریائی ہی جسم اور روح ایک
چیز نہیں ہی جسم مادیات سے بھرا ہوا ہے روح مادیات سے
خالی ہی۔ دو طرح کی چیز ہے دو جنس کی چیز ہے دونوں کی ملاوٹ
زندگی ہے۔ دونوں کی جدائی موت ہے جیسے ربڑ کے ٹیوب میں پمپ
کر کے ہوا بھر جاتی ہی اور وہ کتنا بوجھ اوٹھا لیتا ہے۔ ویسی ہی
کوئی چیز بھری ہوئی ہی۔ جو دنیا بھر کا بوجھ سر پر اوٹھائے ہوئے
ہے۔ پنکچر ہوا ٹیوب بیکار اور ہوا غائب۔ جو ہوا بندھی
تھی کہاں گئی اپنے جنس میں جا ملی اوسی طرح
یہ بھی اپنے ہم جنس میں جا ملتی ہے۔ خدا کا
جنس تو نہیں ہے جو روح خدا میں ملے
مگر جس قدرت کی بنی ہوئی ہے اوس قدرت میں
ضرور داخل ہو سکتی ہے خدا کی ذات تو مخلوق کی ہر بات سے
جدا ہے۔ وہاں داخل بالذات ہونا غیر ممکنات سے ہے۔
ہم حق کہنا ہم خدا ہیں کہنا بڑا ہی گناہ ہی گستاخی ہی اور شریعت
میں سخت سزا لکھی ہی۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ سالک فقیر کبھی
ایسی باتوں کو نہیں بول سکتے۔ مجذوب خدائی پاگل ہیں اونپر
حد شرع نہیں ہے۔ البتہ داخل بالصفات ہو سکتا ہی ہو وصل
الی اللہ سے مراد داخل بالذات نہیں ہے بلکہ وصل الی الصفات

ذات الٰہی کے وصل کی تمنا کرنا یا اس قسم کی بات بولنا گستاخی
کرنا ہی شان مخلوقی کے خلاف ہے۔ کوئی مخلوق کسی حال
خالق کی ذات نہیں ہے۔ اسلامی شریعت نے اس کو بہت
روکا ہی جو ایسا بولا پھانسی دیا گیا حقیقت کے رموز کے لئے
جو بولے گا وہ مارا جائیگا۔ رموز الٰہی کو فاش کرنا ہی طریقت کے
شرع کا سخت گناہ ہی جسکی سزا موت ہے پھانسی ہی دار ہے
نہ بانس رہے نہ بانسلی بجے۔ مگر مخلوق خالق سے جدا بھی نہیں ہے
جب مخلوق کا وجود دکھائی دیا خالق کا وجود خود موجود ہو گیا
جب کوئی بنی ہوئی چیز سامنے آئی بنانے والیکا مفہوم اور
وجود از خود موجود ہو جانا لازمی ہی کوئی ایک چیز جب تک قرار
نہ دیجاتی ہی تب تک آگے بڑھنا پڑیگا اسلئے ایک خدا کو فرضی
ہی سہی ماننا پڑیگا جب جاکر مخلوق کی طرف توجہ کرنا ہوگا دنیا کو
خدا نے گنتی کرکے پیدا نہیں کیا کوئی تھا ہی نہیں گنتی کیسے قایم
ہوتی نہ شریک نہ کچھ مال تھا اکیلا وہی لازوال تھا۔ ایک کے
پہلے کوئی تعداد ہی جو کہا جائے مجبوراً ایک ہی بولنا پڑے گا
نبی ایک کے قائل ہوئے دوسرا نمبر گن ہی نہیں سکتے اسلئے
اندر وہی ایک ہے۔ خالق ہونے کی تعریف جب ہی پوری
ہوگی جب کچھ بنا کر دکھائے اور جب بنکر کوئی مخلوق طیار ہوئی
یا چیز طیار ہوئی بس خالق کا وجود بخود ماننا لازم ہو جائیگا

دونوں کا رشتہ پیوستہ ہے خالق سے مخلوق جدا نہیں ہے مخلوق
خالق جدا نہیں ہو سکتا۔ بنی ہوئی چیز بنانے والیکا ثبوت دیتی ہے
اور بنانے والا اس صنعت کو اوس کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے
بنانے والا اپنی چیز سے جدا نہیں ہو سکتا یہی تبھی وہ بنانے والا ہے
خالق اور مخلوق کا رشتہ سخت مضبوط ہی یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا
باپ بیٹے کا بنا ہوا مجازی رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ بیٹا ہزار نالائق
ہو پر باپ ہی کا کہلائیگا کیا دوسرا باپ لائیگا اگر نالائقی سے لایا
تو وہ مصنوعی باپ باپ نہیں کہلائیگا۔ اصلی باپ تو ہوگا نہ وہ فطرتی
محبت پیدا ہوگی نہ نالائق اولاد سے فطرتاً کوئی باپ متنفر ہو سکتا ہے
مگر دشمن نہ ہوگا نہ محروم الارث کریگا اسلئے منکرین خدائی بھی روزی پاتے
ہیں۔ خدا رب العالمین ہے برے بھلے سب اوسی کے ہیں یکساں
فیضان دیتا ہے مگر منکرین سے راضی نہیں ہوتا ہی دین و دنیا میں
سزا دیگا۔ منکرین کا منہ دنیا میں جلا دیتا ہی اور اپنے ہی اقربا خویش
اسے انکار خداوندی کی سزا دیدیتے ہیں چنانچہ وہ لیجاتے وقت
رام نام ست ہے بولتے ہیں۔ جب رام کا نام ست تھا تو مرنے
والے نے کیوں زندگی میں دوسرا خدا ماننا جب پڑی تب خدا سچا
معلوم ہوا اور تب خدا کا نام سب کے سب سچا ماننے لگے۔ زندگی
میں کیوں اوسے سچا نہیں مانتے جلا کر خود آئے خود لوٹے پھر وہی
جھوٹے خدا کو پوجنے لگے بلکہ دشمن ہو جانا خلاف فطرت ہی اسی طرح

خالق مخلوق کا دشمن نہیں ہوسکتا اور مخلوق کو خالق بڑے پیار
کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ تعلیماً ٹھوکریں دیکر درست رکھنا چاہتا
ہے۔ بڑی محنت سے خلقت بنتی ہے اوسکی بربادی کوئی خالق
پسند نہیں کرتا۔ انتظامی صورت سے بنانے والے نے جو جو بات
انسب جانا ہے کرتا آیا اور کرتا رہتا ہے جو امور ہیں اوسے
عوام پابندی سمجھ نہیں سکتے جب وقوع میں آجائیگی نتیجہ سامنے
ہوگا جب غور کرنے سے پتہ ملے گا کہ اس میں یہ راز تھا تو وہ
نیک معلوم ہوگا۔ بے سبب نہ کوئی مرتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے۔ سب میں
حکمت ہے۔ جینا مرنا انتظام عالم کا ایک ضروری کام ہے دنیا میں
علوم کی ترقیاں برابر ہوتی آئیں ایک کے تجربے نے اپنا خیال
ظاہر کیا وہی کتاب ہوئی دوسرے نے پڑھا وہی عالم ہوا
ہزاروں کے تجربے لکھے لکھائے ہیں سب کو پڑھا عالم کہلائے
قابل کہلائے۔ پس اسی کا نام علم ہے اور اسی حد تک معلوم
ہوسکا۔ ان پڑھی باتیں بے دیکھی باتیں کون بتائے کیسے سمجھ
میں آئے صفات خداوندی دیکھ دیکھ کر ہر نے اپنی ایک رائے
زنی کردی اوسی کو دیکھا سنا برتتے وہی مذہب کہلایا دنیا میں
اچھی بری باتیں کروڑوں برس سے ہوتی آئیں۔ خدا جانے
کتنے پیدا ہوئے اور کتنے مر گئے۔ سب نے کچھ نہ کچھ کیا
کوئی کوئی لکھ گئے کچھ بتا گئے کوئی کوئی خدا کی قدرت سے

تعلیم پاگئے کوئی فطرت کے روسے سبق لیتے رہے جو جس کے
سمجھ میں آیا بتاگئے جو اس بات پر چلا وہی اسکا مذہب ہوا
جب کوئی نئی بات جو خلقت کی سمجھ سے باہر ہوئی دیں پر
دھوکھا کھایا عجوبہ بات پر واز مذہب بنا گئے غیر معمولی بات
دکھائی گئی۔ معجزہ کہلایا گیا آدمی میں یا کسی چیز میں غیر معمولی
اور عجوبہ قدرت دیکھا۔ بڑوں نے خدا مان لیا اوتار مان لیا
بھگوان سکتی کہا۔ اچھوں نے پیغامبر کہا خدا کی بنائی اور بھیجی
ہوئی طاقت والے چیز مانا خدا نہیں مانا جو خدا مانتا ہے وہ
مشرک ہے بلکہ کافر کہا جا سکتا ہے۔ کوئی بنی ہوئی چیز خدا
نہیں ہو سکتی آپ روپ خدا ہی ہر روپ یا خدا نہیں ہو سکتا۔ قوت والا
مخلوق ہی سکتی والا بھگتی ہی مگر وہ ایشور پرمیشور پرکرم خدا اللہ
نہیں ہو سکتا خدا وہ ہے جو آپ روپ والا ہے اور ہر روپ
نرالا ہے ہر روپ کا پیدا کرنے والا ہے۔

مذہب چار حصوں پر تقسیم ہیں

اصلی۔ نقلی۔ رسمی۔ فصلی۔ اصلی وہ ہے جو خدا چاہتا ہے۔
اوسکا اصول بہت مختصر ہے۔ وہ چاہتا ہی کہ لوگ ہمکو مالک
اور خالق جانیں۔ ہم ایوب غیر نمایاں ہیں میری ذات کی تحقیقات
تو ہو نہیں سکتی۔ بنی چیزیں بنانے والے کی ذات کو بن دیکھے

تاہم پہچان نہیں سکتی ہیں۔ میری حقیقت اصلی سے واقف نہیں
ہو سکتی ہیں۔ میری جلالت وہیبت کی برداشت اونکو نہیں ہے
تو میری قدرتوں کو دیکھ دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ میری ذات اعلیٰ
وافضل بڑی قدرت والی موجود ہے اور ہم واجب الوجود ہیں
ہم اکیلے ہیں اور ذات ایک ہے ہر صفات ایک ایک سے
ہم کروڑوں خلقت رکھتے ہیں۔ اجماعی حیثیت سب ایک ہی
ذات میں ہے دوسرا کوئی مقابلہ کا ممتنع الوقوع اور غیر ممکن
الوقوع ہے شرک کیا اور گڑھے میں پڑے میرے سامنے سر جھکا
اور میری مخلوق کے ساتھ برائیاں نکرو میری بہنے کی اور دل
کی چیزوں کو قصداً برباد نکرو جن چیزوں کو ہم پیار سے رکھتے
ہیں ضایع نکرو جن چیزوں کی وجہ کر میری قدرت تم پر ثابت
ہوا کرتی ہے اور میرا خالق ہونا اور واجب الوجود ہونا تمکو
ثابت ہوتا ہے اونکو برباد نکرو یہ ایک سے تمکو میری راہ
ملیگی میری محبت بڑھیگی میری قدر ہوگی۔ بس مذہب ختم
ہوگیا وقتاً فوقتاً ملکے رواج کے مطابق تمہاری رہائش اور
کھانے پینے رہنے سہنے اور معاملات کی تعلیم ہوا کرے گی، اور بذریعہ
احکام اور کتابوں اور صحائف اور پیغامبران اور اچھے اچھے
آدمیوں کی مدد سے پرستش کے طریقہ بتائے گئے وقتاً فوقتاً
بدلتے رہے مگر بجز اون دونوں اصولوں کے میری تبدیلی کبھی نہیں ہو

بتائی گئی اصول نہیں بدلا یہ نہیں ہوا کہ غیر خدا کی پرستش کرو اور خلق اللہ کو ایذا پہونچاؤ۔ ابتدا سے آجتک اپنا اور خلق اللہ کا استحفاظ ہی بتایا گیا۔ سب خرابی بندگان خدا نے کیا جسکا بھگتان وہی دینگے اور دیتے آئے ہیں اور دیتے رہیں گے۔

نقلی مذہب وہ ہے جو اباد اجداد کو دیکھتے آئے۔ بچپن سے وہی ترکیب رہی چاہے وہ خدا کے اصلی منشار کے خلاف کوئی بتائے کوئی سمجھائے۔ اونٹ کی پکڑ ہے عقل منع کرتی ہے۔ دل نہیں چاہتا ہے سمجھتے سب ہیں مگر لکیر کے فقیر ہیں وہی کرتے رہیں گی جو باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اگرچہ برائیاں بھری ہوں۔ مگر درست نہیں کرنے ہر زمانے میں ایسے لوگ بہت ہو اکئے اور اب بھی ہیں۔

رسمی مذہب وہ ہے کہ جس ملک میں جو بری یا بھلی باتیں جاری ہیں اوسکے رد و بدل کو کوئی پسند نہیں کرتا بلکہ رسم و رواج ملکی پر جان و ایمان سب صدقہ کئے دیتے ہیں ہزاروں حماقت کی باتیں دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں مگر کرتے نہیں اور ہر ملک میں ایسے لوگ ہر زمانے میں پائے گئے۔

خصلی مذہب وہ ہے کہ جدھر دنیا چلی اودھر چلے ہوا بدلی پھر اودھر چلے پھر دوسرا رنگ ہوا اوسی طرف دوڑے۔ یہ تہوار آیا مذہبی بن بیٹھے وقت نکلا پھر خود رواں رہے جدھر دنیا

دوڑی خود دوڑے اوسکے آخر کو نہ سمجھیں جانور کی قربانی پہ
ہزاروں مر گئے مسجد کے پاس باجہ بجانے پر سیکڑوں مرے۔
عبادت خانہ بنانے کے لئے سیکڑوں مر گئے۔ ادھر فساد ادھر
فساد بات بات پر لڑائی جھگڑہ کرتے رہے۔ جو اہلی ادمی ہے
لڑ مرے یہ وقتی سماں ہے جیسا رنگ زمانہ ہوا ویسی مذہب
ہوا۔ اصلیت پر پالی پھرے تو پھر جائے مگر ہوا کا رخ کیسے
بدلے۔ جدھر کی آندھی آئی تپتے ادھر ہی اڑے۔ بادھر
کچھ ملے اودھر ہی ڈھلکے یہ سب انسانی خیالوں کی غلطیاں
ہیں جس نے سیدھی راہ کو جنجال بنا رکھا ہے اور زندگی کو پامال
کر رہے ہیں دین و دنیا کو جکر جال کر ڈالا مختصر ہے اصول کو نہ
سمالا۔ خدا ایک اوسکا اصول ایک۔ مذہب ایک آل ایک
معاد ایک معاد ایک ثواب ایک عذاب ایک جنت بہ حیثیت
ایک دوزخ بہ حیثیت دوزخیت ایک جینا ایکساں مرنا یکساں
پیدائش کی صورت ایکساں۔ پھر ہر بندہ ایک ایک جدا جدا
شکل و صورت کا ہے ہر خلقت ایک سے ایک نہیں ملتی ہر کا
جنس جدا ہر کی عادت جدا ہر کی فطرت جدا۔ پھر یہ دوئی اور
بھیانک پرستی کیونکر چلی۔ اسی واہمہ پرستی نے انسانوں سے
دجال بندر پوجوا دیئے مٹی پتھر پوجا یا لوہے لکڑ خدا بن گئے۔
بھوت پریت خدا بن گئے۔ دیو جن اور بھیانک اور چرند پرند وغیرہ

خدا کے مقابل کھڑی کردی گئیں اجنبی قومیں خدا ہو گئیں۔ مادیات
پرستی آگئی نفس پرستی بڑھی خدا پرستی گئی۔ پتے پتے پجنے لگے
درخت درخت خدا مانے جانے لگے۔ بیماریاں عوارض دیوتا
ہو گئے۔ الغرض خدا ہی اوتار لیتے لیتے غائب ہو گیا۔ عبادت
گاہوں میں خدا قید کر دیا گیا اور یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہر موقع
پر خدا موجود ہو گیا۔ جسے پوجا خدا کا اوتار ہی مان کر پوجا۔ پرستش
بھی کیا غارت بھی ہوئے شرک بھی ہو گیا اور خدا کو جتنا گھٹانا
چاہا وہ آدھ کا۔ کس کا اوتار ہوا وہ ایک تو موجود ہی رہا غائب
نہیں ہو سکا۔ اسلام نے انہیں باتوں کو جتایا ہے اور غلطیوں کا
اظہار کر دیا ہے کھانے پینے والے مسائل میں جھگڑے فضول
ہیں پہلے اصول کو غور کرنا چاہئے جتنے لوگ ہدایت کرنیوالے
آئے سب نے خدا کی خدائی کو ایک ہی بتایا اوسکو قادر مطلق
یعنی پوری سکتی والا بیان کیا اوسی ایک کو قایم اور ساری
دنیا کو فانی بتایا ایک برہم دویتیا ناس یعنی واحد مطلق کا اقرار
اور دوئی کا انکار سکھایا دوئی پرست کوئی بھی بھگت نہ ہوا
موحدین البتہ خدا پرست گذرے ہیں۔ بھیانک اور اجنبی صورت
اور طاقتور خلقتوں کو خدا ماننے لگے۔ رفتہ رفتہ اپنی اپنی کوتہ
خیالی سے بت پرست ہو گئے۔ آج مسلمان بھی اوسی رنگ پر
جاتے ہیں۔ جدھر دیکھو خدا سے جدا اور دا ہمہ پرست ہوتے

بت پرست پیر پرست جسم پرست رسالت پرست وقوت پرست
معبدگاہ پرست خود پرست ہونے لگے۔ خداپرستی سے دور ہوتے
گئے۔ اسلام نے خلق اللہ پر بڑا احسان کیا ہے اوس نے بجز
خداپرستی کے کچھ نہ بتایا۔ پرانا اصولی مذہب جو خدا کی خواہش
کے مطابق تھا اوسی کا اظہار کیا مروجی باتوں کو چھانٹ چھانٹ
کر بتا دیا۔ جبکہ پیغامبر نے اپنے نسبت بھی یہ بتا دیا کہ ہمکو بھی
بندہ ہی جانو اور بھیجا ہوا مانو اس سے زیادہ مرا رتبہ بھی خدا
سے مشابہ نکرو۔ جب خدا کے نز پیغامبر کا رتبہ بحیثیت
مقبول بندے کے ہے تو اور کوئی بندہ خدا اور رسول کے مقابلے
کب کھڑا ہوسکتا ہے اور ہم لوگوں کو آسمان کا تارہ بنا دینے کسی کا
کیا حق ہوسکتا ہے۔ جو کمال کسی میں خدا نے دیا ہے وہ
اون کی کمائی ہے اون کو مقبول بندوں میں جاننا اونکو عوام الناس
سے معزز ماننا بہترین آدمی سمجھنا میرا فرض ہے۔ تہذیب
وتکریم سے پیش آیا کروں گا۔ اونکی عادات حرکات سکنات
معاملات عبادات ملاقات اگر شرعی قواعد کے مطابق ہیں
وہ ضرور عوام الناس سے اعلےٰ وافضل لائق تکریم ہیں مگر حقیقۃ
مرے لائق پرستش نہیں ہیں۔ ایماں تو ب[illegible] کرسکتے ہیں
اور کرنا چاہئے۔ جس نے اپنے کو خدا پر صدقہ کیا [illegible]
جان مال بجز ایمان سب صدقہ ہوسکتا ہے [illegible]

کی پرستش کی ہے۔ سیدھے راہ چلا ہے۔ اگر دائرۂ اسلام سے کوئی
کام باہر کا کر رہا ہے تو وہ دنیا کو دھوکھے میں رکھنا چاہتا ہے
اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست
پانی پینا چھان کے پیر کرنا پہچان کے ایسا ہو کہ پیر خود گم است
کرا رہبری کند۔ خود اپنی ہی خبر نہیں ہے مریدوں کو کون
پوچھتا ہے۔ خاص فقرا انہوں نے تو دنیا نہ چلتی لوگ ہیں جو ہدایت
کرتے ہیں۔ باطن پرست کم ظاہر پرست زیادہ انسانی نفس
ہیں وہ باتیں جب تک پیدا نہ ہوں جنکی تعلیم اسلام اور صوفیائے
کرام نے دیا ہی۔ تب تک دعوی فقیری کرنا اور فقرار کو خدا رسیدہ
جاننا سراسر غلطی ہی و اہمہ پرستی ہی۔ خدا کے بند و خدا کو بھی تو
اوسکو جانو اوسکی پوجا کرو اوسکا بہروسہ رکھو اوسی کو قدرت
والا مانو اوسی سے تعلق رکھنا ایمان ہے۔ اسلام ہر غیر خدا سے
دور خدا کی محبت میں مخمور رکھتا ہے اوسکے نیک اور مقبول بندونکی
تعظیم و تکریم کرنا منع نہیں ہے مگر وسیلے نجات تو اپنے اعمال کے
سوا کچھ نہیں ہو سکتے۔ سعی سفارش بھی بغیر اذن اللہ کوئی نہیں کرسکتا
لَا یشفع عندہٗ اِلَّا باذنہ۔ (کوئی سفارش بھی نہیں کرسکتا
مگر جب مرضی اوسکی ہوگی) یہ اختیار بھی صلب کیا گیا ہے۔
رہگئے دنیا چلانے والے اسلئے جو جس مذہب کے لوگوں نے
بنایا ہے کہا ہے حلال اگر ہے تو بنانے والے کو ثواب ہوگا

حرام کو حلال کہنے والے کو عذاب ہوگا۔ ہر مذہب والا خدا کو
اپنا مذہب رکھکر بھی ایک خدا جان سکتا ہے اور توحید خداوندیکا
قائل ہو سکتا ہے۔ اختلاف اگر ہو سکتا ہی تو رسالت کا قائل
نہ ہوگا مگر یہ بھی غیر ممکن ہے۔ کسی پیغام پہونچانے والیکو ماننا رسالت
کا قائل ہونا ہے۔ دیوتا جب خود خدا نہیں ہیں تو خدا کے اوتار
بنکر پیغام دینے والے آئے خدائی اوتار والے بھی پیغام رسال
ہی ٹھہرے۔ اوتاری بھیس میں خدا ہی اگر اوتر آیا تو اپنا ہی
پیغام لیکر بھیانک اور طرح طرح کی صورتوں میں اوترتا چلا آیا
آیا اور مرا اور گیا اچھا بہروپ خدا نے بھرا۔ اس غلط فہمیوں نے
دنیا میں مذاہب کے اختلاف پھیلائیے۔ انسانوں نے قدرت
کا ملہ والوں سے کنارہ کشی کی مشرک بنگئے اور توحید سے
جدا ہو گئے۔ خدا کی نشانیاں قایم کرنے لگے۔ اوس کے
نشان کی نشانیاں تو بے حد ہیں ہر آدمی اوسکا پورا نشان ہے،
ہر قدرت تو نشانی ہی ہے اپنے ہی کو اوسکا نشان قایم کرلو
اپنے ہی وجود سے اوسکا پتہ لگا لو جب بھی شرک سے بچتے رہوگے
پہلے موحدین کہیں پھر کسی نہ کسی نبی یا پیغامبر یا اوتار یا گنی
یا رشی کا خود قائل ہونا پڑیگا۔ کسی کے قواعد کی پابندی کرنا
ہوگا۔ اب اسکی جانچ کہ صحیح باتیں کس نے بتایا بس یوں سمجھ لیجئے
کہ جس نے اپنی خود پرستی بتائی وہ خود غرض تھا خدا کا دشمن تھا

توحید کو جس نے بگاڑا وہ خدا کا سنوارہ ہو نہیں سکتا وہ خدا کا
رقیب ہے اوسکی پرستش ہی کفر ہی شرک ہے۔ جن لوگوں نے
پرستش خداوندی کی تعلیم وقتاً فوقتاً ملکی مصالح اور ملکی ضرورتوں
کے مطابق قواعد لاکر بتایا اور خود پرستی سے پاک بتایا وہ صحیح
اور ضروری تعلیم تھی اور خدا کی مرضی کے موافق تھی ماننے والے
مومن یا مسلم کہلایا منکرین مشرک اور کافر قرار دیئے گئے۔ ایسی
تبدیلیاں دنیا میں برابر ہوتی آئیں مگر جب جب خدائی قدرت
میں بٹہ لگانے والے دوسرا خدا قرار دینے لگے اصلاح کے لئے
اوسی خلقت میں سے اوسی جنس کا ایک آدمی با اختیار بنا کر
بھیجا گیا جس میں اندرونی طاقتیں خدا نے غیر معمولی بھر دیں ہیں
کہ اگر وا ہمہ پرست سخت دل لوگ کچھ عجائب بات دیکھنا چاہیں
تو وہ دکھا سکے اور عجائبات کا امتحان لیکر بہتیرے قائل ہوتے
گئے اور اوس پاک نفس کو پیغامبر ماننے لگے اون ہی عجائبات
کو کرامت کہتے ہیں جو خلاف عادت سرزد ہوا کیں ہیں۔ پیغامبر
نے دکھایا معجزہ ہوا ولی اللہ کے ذریعہ سے ہوا کرامت ہوئی
مذہب اصولاً کبھی نہیں بدلا وہ ایک ہی رہا۔ خدا کی پرستش
اور خلق اللہ کی بھلائی ابتدا سے آج تک یہی دو بات ہر وقت
ہر زمانہ میں رہی۔ ہر مذہب بس انہیں دو باتوں کا دعویدار
رہا وقتاً فوقتاً معاملات اور طرز عبادت میں فرق ہوا کیا

کھانے پینے کی باتوں میں فرق رہا مگر خدا کی خدائی میں پٹہ لگانیکا حکم کسی وقت میں کسی مذہب کو نہیں دیا گیا۔ جب جب شخنہ اندازی کی گئی اصلاحی صورت پیدا کی گئی۔ اصل اصول توحید پرستی میں کوئی تبدیلی نہیں بتائی گئی سب سے پرانا مذہب موحدین کا ہے وہ مومن ہیں بغیر اقرار و تعظیم رسالت مسلم قرار نہیں دیئے گئے۔ اسلام نے اس نقص کو مٹایا ہے ہر ایک ادنےٰ مومن اور مسلم ہو سکتا ہے خدا اور رسول دونوں کا اقرار کیا مومن مسلم بھی خلق اللہ کی خدمت کیا وہ متقی بھی کہلایا خدا نے مومن مسلم متقیوں کو یکجا بیان کیا ہے اپنے ساتھ بندوں کے حقوق کی حفاظت بتایا۔ آغاز قرآن ہی کی پہلے پارہ میں دیکھئے۔ الٓمٓ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدًی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون ط قسم ہے اللہ کی جو قرآن بھیجتا ہے قسم ہے جبرئیل فرشتہ کی جو قرآن لیجاتا ہے۔ قسم ہے محمد کی جسکے پاس جاتا ہے یہ کتاب ہر شبہ سے پاک ہے اس کتاب سے متقی لوگوں کو ہدایت ملے گی۔ متقی وہ ہیں جو خدا کو بلا لاؤ نعم بلا دلیل بے شبہ بن جانے مانے صرف یہی کافی نہیں ہو اسکو یاد بھی کرتا ہے یعنی عبادت گذار اور پرستش کا ہو یہ دونوں کافی نہیں ہے میرے بندوں کی خبر لیتا ہے جو کچھ ہم نے دیا ہے

اوسمیں سے دوسروں کو کہلاتا ہے۔ تینوں بات ہوگی تب وہ
متقی کہلائیگا۔ اور ہدایت پائیگا) اور یہی کافی نہیں ہے بلکہ اور
اور کتابیں جو ماقبل اوترا کی ہیں الی آخر سورہ تب مومن مسلمان
متقی ہدایت پانے والے اور فلاح پانے والے ہوسکتے ہیں۔
جس نے ان باتوں میں سے ایک کا بھی انکار کیا وہ گمراہی پر
لگا اور سچی ہدایت اوسکو نہیں ملسکتی۔ سورہ الحمد اینکو شرک سے
کسقدر بچاتی ہی ذرا اوسکے رمزوں پر غور کیجئے کیا کیا بتاتی ہی
الحَمۡدُ لِلّٰہِ جتنی تعریف ہوسکتی ہی سب اللہ ہی کے لئے
مخصوص ہے کیونکہ ہر چیز کا وہی خالق ہے رَبِّ العالمین
باپ کی طرح صرف پیدا کرکے چھوڑنے والا نہیں ہے۔ باپ کو
جب خبر بھی نہیں تھی جب سے پرورش اپنے ہاتھ میں لیچکا تھا
پیدایش کے پہلے مہمان نوازی کے سب سامان مہیا کردیا تھا
غذا موجود تھی اب بھی رحمن اور رحیم نہیں مانتے موت کے بعد کے
سارے انتظام اوسی کے ہاتھ میں ہیں اب بھی مالک یوم دین
نہیں سمجھتے جب دین و دنیا اوسی کے قدرت میں ہے تو اب
کسکی پوجا کرسکتے ہیں اور انصافاً کون پوجنے کے لائق ٹھہرا
اسی پرستش کی بدولت لوگ بخشتے گئے اور بہتیرے غلط پرستیوں
کی بدولت راندے گئے۔ جتنی تعریف ہے سب خدا ہی کی ہے
کیونکہ اوتنا بڑا احسان کون کرسکتا تمام عالم کا پرورش کنندہ ہے

صرف پیدا کرنیوالا نہیں کہا بلکہ پرورش کرنے والا کہا ہے۔ یہ تمام عمر کا ٹھیکہ لیے ہوئے ہے پیدا کیا اور دوسروں کے سر نہیں کھیلتا اپنے ہاتھ میں پرورش کا ذمہ لئے رہتا ہے۔ دنیا میں پرورش کا کرنے والا اور دین کا پورا مالک جو مرنے بعد بھی کام آنے والا ہے۔ جہاں اپنا کوئی نہیں ہوگا ایسے بھاری اختیار والے سے بہتر اب کون ہے جسے پوجا جاے ایسا سہارا دینے والا کون مرنے والا اور فنا ہونے والا ہو سکتا ہے۔ سوتا سنسار اور جاگتا تو وہی ایک اکیلا پروردگار ہے اب فرمائیے کسکے پاس جائیگا۔ ایسا کوئی خدا کہاں سے لائیگا آپ کو اور ہر عقل والیکو کہنا پڑیگا کہ تو ہی لایق پرستش ہے اور تیرے سوا کوئی مددگار ہو نہیں سکتا۔ کیسے کیسی تعلیم توحید کی گئی اور معذور آپ کو اوسیکو ماننا پڑا اور سب سے تعلق کاٹنا ہوا اب کدھر جاتے ہیں۔ دعا کیجیے سیدھا راستہ چلا دے سیدھا راستہ وہی ہے جیسے بطور نعمت تونے لوگوں کو بتایا تھا اوس راہ پر نہ لگ جائے جو گمراہی کی تھی ظاہر ہوا کہ بتائی ہوئی راہیں سیدھی راہیں ہیں جو رسولوں کے ذریعہ سے ہیں جو رسالت نہیں مانتا ہرگز اون کے سچائی کی اور سیدھی راہ نہیں پہچانتے اور لیکن سیدھی راہ یہیں سے پیدا ہو گئی نہیں مانتے والے یہیں سے گمراہ اور ذلیل وخوار بدراہ دکھائی دیتے ہیں منکرین اور

مخالفین اب کیونکر فائدہ اوٹھا سکتے ہیں وہ ان کے کیسے ہو سکتے ہیں
جو انکے خدا کا دشمن ہے وہ انکا کیسے دوست ہو گا۔ گو کوئی کسی گروہ
کا ہو جبکہ اسلام ہی کے گروہ کا کیوں نہ ہو اگر مشرک یا خدا کی مرضی
کے موافق اوسکا عقیدہ اور فعل نہیں ہے وہ مسلمان حقیقی کا دوست
کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی سے مسلمانوں میں آپس میں اختلاف بہت سے
اوس تعلیم ہی کے اور عقیدے کے مسلمان کم ہیں۔ دو مسلمان اوس
وضع کے ہوں تو جسکو شرعی مسلمان کہتے ہیں اور حقیقتاً وہ مسلمان
نہ ہوں تو اوس میں نفاق غیر ممکن ہے۔ دونوں تو ایک ہی
خدا کے ماننے والے ہیں ایک ہی قواعد کے پابند ہیں ایک ہی
طرحکا ایمان و عقیدہ ہے یہ اختلاف با خود ہا تو رواجی اور
رسمی اور آبائی مذہب رکھنے والے مسلمانوں میں ہیں جبتک
سیکڑوں خداوٗن کا مسلمانوں کو بھی سامنا رہیگا غیر قوموں
کی طرح ان میں بھی وہی اختلاف رہیگا جیسے اور گروہ ہونہیں
ہے نام کے ایک گروہ اور کام کے جدا گروہ ہر کے خدا جدا
جدا کروڑوں خدا ہو گئے بانس ہیں کپڑے میں لکڑی کوئلے پتھر
جو نہ جانور درخت بھال بندر بھوت پریت بیماری گنڈے
تعویذ کاغذ دوات قلم مقبرے قبے زیارتیں قبریں بزرگوں
کی نشانیاں معبدگاہیں سب تو خدا ہی خدا ہو گئے ہر خدا
کس کے دل میں گھر کرے اب تو خداؤں کو ڈھونڈھتا

پھرتا ہے کس کے دل میں دو چار منٹ بھی ازتر گاہ کرے اور
ایسی جگہ نہیں پاتا کہاں جائے کسکے دل کو اپنا جانیں سب تو
دنیا کے لوازمات سے بھرے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ کوئی
کوئی شکستہ اور ویران دل پاتا ہے تو اوسکی مرمت اپنے
ہاتھ میں لیتا ہے اور خدائی تعمیر اور مرمت کئے ہوئے دل
کا کیا کہنا ہے۔ جسے خدا مرمت کرے اوسکی خوشنمائی دنیا
بھر پر چھائی۔ مسلمانوں کے دلوں کو اولاً تو غیر ملکوں کی صحبت
نے خراب کر دیا یہ غیروں کے مقلد ہو گئے اور رسم پرستی انمیں
آ گئی خدا پرستی جاتی رہی جاہل مسلمانوں کو اور رسم کے
اولجھاؤ نے خراب کر دیا۔ اسلام اصلی صورت میں قایم نہیں
رہ سکا۔ افلاس اور غربت نے انکی چالیں بدل دیں مہمان
بنکر آئے ساکن ہو گئے مگر وطن کی حیثیت سے زمین کی قدر
نہ کر سکے اپنی ضرورتوں کو خود اپنی قدرت میں نہ لا سکے اغیار
کے بھروسہ پر اپنی ساری زندگی گذارتے رہے اور میل جول
سے رہنا پسند کیا۔ رواج ملکی کے پابند ہو گئے رفتہ رفتہ
عقیدہ بھی بدلا لباس بھی بدلا طرز و انداز بھی بدلا علوم مذہبی
بھی نابود ہوتے گئے۔ نقل بازی کی بدولت غربت آتی گئی
مذہبی قانونی سزاؤں سے آزادی پایا خود رو اں اور آزاد زندگی
گذرنے لگی۔ جماعتی قانون کے ماتحت ہوئے فسق و فجور بڑھا

مذہب گیا غربت نے اپنے علوم چھڑائے غیر زبانوں کو قبضہ میں لائے کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔ مادری زبان پر قابو نہ ہا مذہبی علوم دبے ایسے علوم پڑھے کہ ہنڈیا چڑھے غربت نے غلامی سکھائی نوکریاں کرائیں آبائی جائداد پر بھی آفت آئی خدا کے بندے سے گئے گذرے فیشن کے بندے بن گئے۔ سیاست کے پھندے میں آن پھنسے اب رونیسے کیا ہوتا ہے روتے رہئے جبتک مسلمان اپنے کو مذہبی دائرہ کے اندر درست نہیں کرتے اپنی زندگی کے سارے سامان اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور فیشن داری نہیں چھوڑتے سخت مصیبت میں پڑینگے انکا وقت آپسمیں اختلاف کا نہیں ہے بلکہ فرقہ بندیوں کے ساتھ بھی اپنا اجماعی دائرہ وسیع رکھیں۔ ان کو سیاسی میدان میں دوڑنے سے بیشتر چندے تو سل میدان میں اپنے کو درست کرنا چاہئے پھر مذہبی میدانمیں قدم رکھیں سب رنگ ان کا درست ہو جائے تب سیاست کی سیاحت کریں سر دست اپنے کو بالکل شاہی سپردگی میں چھوڑ دیں۔ اپنی تقدیر کا فیصلہ اوس کے انصاف پر چھوڑیں صبر و استقلال سے کام لیں۔ اپنی آنکھیں کھولیں اپنی قوم کو خود درست کریں تب آگے قدم رکھیں ابھی تو رہنے سہنے کھانے پینے کا ٹھکانا نہیں ہے دین و دنیا خود زوال میں ہے اپنی غفلت اور کرنی کا نتیجہ بھگتنا بھی ضروری ہے۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

راقم کے خیال میں درستگی قومی کے لئے جو باتیں ضروری ہیں ان کو بطور نوٹ پیش کئے دیتا ہے مسلمان اس پر غور کریں اگر کام کی ہو برتیں نہ ہو نہ کریں۔

۱۔ پہلا کام مسلمانوں کا ہم لباس ہونا ہے۔ جس سے جماعت اسلامی کی شناخت ہو سکے۔ لباس ایسا مقرر کریں جس سے شعار اسلام ظاہر ہو سکے اور شریعت کے رو سے منع نہ ہو فیشن کے متوالے ایسے لباس اوتاریں جس سے ستر عورت کھلا رہتا ہے وضو جاتا ہے نماز نہیں پڑھ سکتے جا نگئے پر اوتار دینہ ہو جائیں۔ سروں کی ٹوپیاں مسلمانوں نے خود اوتار دیں سر کے بالوں کی ٹوپیاں بنا لیں ایک ایک سر پر دس دس فیشن کے بال بیک وقت موجود ہیں۔ سر ہے یا بالوں کی نمائش گاہ ہے۔ لباس ایسے اختیار کرے کو را اور قمیص بہر کر وضو کیسے کیا جائے پتلونگ ڈانٹ کر رکوع اور سجود کیسے ہو۔

۲۔ مسلمانوں کو ہر موقع پر اپنی ضرورتوں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام کرنا چاہئے۔

۳۔ خوراکی اور پوشاکی کے کل چیزیں اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہئے

اور اوسکے حصول کی فکریں بذریعہ زمین خود کرنا چاہیئے۔
۴ نکمے بھی مسلمانوں کو کام کی طرف متوجہ کرانا چاہیئے بغیر محنت
کے مفت کی روزی اونکی روکنا چاہیئے اور بزور قومی اونکو
محنتی اور کامی بنانا چاہیئے۔
۵ شخصی خیرات ایکدم موقوف کیجائے خانقاہوں اور انجمنوں میں
قومی فنڈ دیا جائے اور شخصی ضرورتیں وہیں سے محنت کی مزدوری
میں دیجائیں جبکہ کم ہو غیر متقی اور غیر متشرع فقراء کو جو خیرات کے
پیسے آبکاری میں صرف کرتے ہیں نہ دیئے جائیں۔
۶ خانقاہیں اور انجمنیں گرجے کی پادریوں سالویشن آرمی اور اسکے
آریہ سماجیوں کے خاکہ پر چلیں جسطرح وہ کارروائیاں نمایاں
کررہے ہیں یہ بھی اپنا طرز عمل ویسا ہی کرکے دکھائیں نکموں کو
کام کا بنائیں تبلیغی کام اوسی انداز پر چلائیں مذہبی کتابیں اوسی
طریقہ پر چھپوائیں اور اشاعت مذہب کریں جس طرح سے ان
لوگوں نے طریقہ پر چل رہے ہیں انہیں کی نقل تو اوتارلیں کوئی نئی
بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نو مسلموں کے ساتھ اوسی انداز کے
برتاؤ کریں جو پادری کررہے ہیں۔ مجرد قوالی اور عرس
اعراس اور وعظ کے جلسے میں فیس پر چلانے سے کام نہیں چلیگا
سنیت برتنے کا وقت آگیا ہے بیشابیت کا اب وقت نہیں ہے
۷ کثرت ازدواج کی طرف مائل ہوں مسلمانوں کی تعداد

بڑھانے کے آلہ کو برباد نہ کریں۔

ع۸ بیواؤں کا عقد پڑھوائیں دنیادی حیا کو اوٹھائیں۔ شرعی حیا دار ہوں شرعی باتوں میں شرم نہ کھائیں اسکو بلا خیال مصلحت دنیادی رواج دیں مرد بلا تکلف بیوہ عورتوں کو ثواب جانکر قبول کریں

ع۹ عقد ثانی اوس وقت تک جاری نہیں ہو سکتا جب تک تعداد دین مہر معین نہ کر دیجائے اور اوسکا مقدار حیثیت کے اندر ہو آٹھواں حصہ آمدنی سالانہ سے زیادہ مہر نہیں ہونا چاہئے اور معجل مہر ادا کر دینا مناسب ہے اور نان ونفقہ جو تہائی آمدنی ماہانہ سے زیادہ نہ دیا جائے۔ خود بخود عقد ثانی بھی جاری ہوگا کثرت ازدواج بھی ہوگا۔

ع۱۰ ضرورت رہایش کے متعلق جتنے حرفے ہیں اوس طرف مسلمانوں کو بہت جلد متوجہ ہونا چاہئے اور ہر حرفہ کو سیکھنا لازمی ہے۔

ع۱۱ ابتدائی مذہبی تعلیم کے بغیر غیر زبانوں کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہوں۔ پہلے مذہبی تعلیم پالیں تب دنیادی علوم کی طرف متوجہ ہوں۔

ع۱۲ آبائی حرفوں کو ترقی دیں گھر کے حرفوں کو نسبت دنا اور نکریں نمر رسیکھ رکھیں گو اوس سے اونکی روزی نہ چلیگی کلوں کے ذریعہ سے سارے کام سستے ہوا کرتے ہیں اور

چیزیں سستی پڑتی ہیں تجارت کو دستکاری سے فرض نہو گا مگر
اہل حرفہ بہترین کاریگر کلو نکی امداد کر سکتے ہیں اور میلوں میں کا
کے لائق ترین آدمی بن سکتے ہیں۔

۱۳ آپس میں بے ایمانی نہ کریں ایک دوسرے پر اپنا پورا ا
ثابت کریں کہ بیوپار بڑھے۔ ایماندار ہیں تو روپیہ کی کمی نہیں
مارواڑیوں کی طرح ایک دوسرے کا بند گار ہو جائے
قوم میں سلسلہ تجارت بڑھ جائے۔

۱۴ جیسے الکشن سے میونسپل کمشنر چنتے ہیں کونسل کے ممبر
ہیں۔ اپنا اپنا سرگروہ چنکر اپنے سب معاملات کا ہر شعبہ ا
سپرد کریں اور اسکے حکم کو اپنے ذمہ لازمی جانیں۔ کثرت را
سے مقرر کریں اور کثرت رائے سے موقوف بھی کردیں۔

۱۵ پھر ہر فرقہ اپنے اپنے گروہ کا جدا جدا سرگروہ بنا کر اپنے
معاملات کو اوسی پنچت میں فیصل کرالے اور پنچت کے پانچ
سرداروں کو خود چن لیں قصور ثابت ہونے پر یا خالی جگہ
ہونے پر خود ہی بھر لیں۔

۱۶ سوسل معاملات کو سیاست سے بالکل دور رکھیں
سیاسی معاملات سیاسی لیڈروں کے ہاتھ میں دیدیں جسکو
چنکر سیاسی لیڈر بنادیں اختیاری لیڈروں پر دار مدار
اپنی قسمت کا نہ رکھیں۔

۱۷ جن امور کو قانونی تعلقات قانون شاہی سے ہوں اونکو بذریعہ قانون شاہی طے ہونا چاہیئے۔

۱۸ حفاظت خود اختیاری کے اصول پر اپنے اور اپنے گروہ کے محافظ رہیں اور کسی پر حملہ آور نہوں۔ اصول اسلام حملہ روکتا ہے

۱۹ ہر جائز طریقہ پر اپنی روزی کا سامان مہیا کریں اور ہر ناجائز ذریعہ معاش کو روکیں اور اوس سے بچیں۔

۲۰ جن لوگوں کے ذرایع ناجائز ذریعہ معاش کے ہیں اون سے ہر طرح پر اپنے کو دور رکھیں اور کسی سوسل طریقہ پر اون کے شریک حال نہ ہوں۔

۲۱ زناکار بدکار اور سود خوار مسلمانوں سے ساز و آمد و رفت نہ رکھیں اور جو ان امورات کا مرتکب ہو اوسکی اصلاح کریں اگر وہ راضی نہ ہو اپنے گروہ میں اوسے شمار نکریں نہ اونکے معاملات سے سروکار رکھیں رفتہ رفتہ اوسکی ضرورتیں اور زمانہ اصلاح پر لاویگا اور مجبوراً اوسے اسی رخ پر چلنا پڑیگا

۲۲ اجماعی قوت کو ہر موقع پر صرف کریں اور اجماعی قوت کم ہونیکی ہر صورت کو روکیں۔

۲۳ ہر ایک کام دبدبہ شاہی کو قایم رکھتے ہوئے قانونی احترام برتتے ہوئے اپنے کو درست کرتے جائیں ہرگز سانہ عاطفت

شاہی سے اپنے کو جدا نہ کریں ان کے جان و مال عزت اور ایمان و مذہب کے امانت دار اور محافظ بادشاہ وقت ہیں اگر وہ نہیں کرینگے تو عند اللہ و عند الناس وہ جوابدہ ہوسکتے ہیں ہم اونکی رعیت ہیں اون کے زیر نگرانی ہیں اونکی ماتحتی میں ہیں خودمختار نہیں ہیں اون کے قانون کو ماننے والے ہیں اونکے قانون سے ہمری قسمت کا فیصلہ ہوا کرتا ہے میرے حقوق اون پر ہیں اونکی فرمانبرداری ہمپر بہ حیثیت رعیت فرض ہے اون کی مخالفت موجب خرابی دین و دنیا ہے۔ اپنی قوم کو درست کرنا کوئی قانونی جرم نہیں ہے۔ اپنے حقوق کا طلب بہ سہولت وادب مطالبہ کرنا خلاف قانون نہیں ہے اپنے حقوق سیاسی طور پر مانگئے اور مانگئے مگر مانگنے کا طریقہ اور ہے اور مخالفت کے طریقہ پر ملنے والی چیز بھی ہاتھ سے چلی جائیگی۔ مسلمان غلطی کریں تو اگر اقلیت میں رہکر اپنے مددگار کو بھی بگاڑیں گے۔

۲۴ ہر گروہ اپنے اپنے دائرہ کی اصلاح کرتا جائے اور رواداری کی پابندی کو چھوڑتا ہوا اپنے اپنے عقیدہ کی شرعی باتوں کو بخوشی بلا مزاحمت یکدیگر باحترام مذہب دیگراں ادا کرتا ہے دوسری گروہ کو کسی کے آزادی مذہب میں دست اندازی نہ ہو۔ مگر بالاعلان کوئی فعل تحقیر دیگر فرق اور ایذارسانی اور سوزندہ نہ کیا جائے جس سے گروہی اختلاف پیدا ہو پھر ہر گروہ کی

چھوٹے چھوٹے دائرہ ملکر کسی ضروری اور اسلامی وقتوں میں ایک وسیع دائرہ قائم کر سکے اور گروہی اختلاف کا اثر اجماعی ضرورتوں کے وقت نہ برتا جائے۔

۲۵ مسلمانوں کو اپنے مریضوں معذوروں اور مردوں کے ساتھ بلا تفرقہ عقاید و گروہی ایکساں ہمدردی کرنا لازمی رہے۔

۲۶ مسلمانوں کو اپنے مقبروں کی حرمت کرنی چاہیے جو برتاؤ مسلمانوں کا مقبروں کے ساتھ ہے اوسکو دیکھکر اغیار ہنستے ہیں اور غافل جانتے ہیں اور بے حس اور بعدی ہوئی گروہ جانتے ہیں۔

۲۷ منشیات اور محذرات علاوہ مذہبی جرم کے اخلاقی جرم میں داخل ہیں اور سرکاری قوانین میں بھی جرم ہیں اس کی اصلاح مسلمانوں کے لئے دارین میں مفید ہے جس عنوان شایستہ سے ہو سکے کرنا ہی اچھا ہے۔ مسلمانوں کو شرم کرنا چاہیے سدر کا اس ڈوم دوسادھ چمار مہتر جسکو بہت برا جانتے ہیں وہ تو چھوڑیں اور مسلمان پیا کریں افسوس ہے زیادہ تعداد اسکی مبتلا پائی جاتی ہے۔

۲۸ تمام مسلمان اپنے اپنے آبائی عقاید کو چھوڑ کر ایک عقیدہ والے ہو جائیں یہ غیر ممکن بات ہے۔ اس کے لئے

بڑی طاقت والی ہستی کی ضرورت ہے اس کام کو خدا کر سکتا
ہے یا امام مہدی کرینگے۔ اسکا فیصلہ فضول ہے مگر اختلاف
عقاید کے ساتھ اصول مذہب سب کا ایک ہے۔ قرآن و
حدیث و خدا و رسول ایک ہے اسلئے مسلم سب میں یہ دائرہ
کوتاہ نہیں ہے وسیع دائرہ ہے ایک مسلم دوسرے کا بھائی
ہے گنہگار رہے یا ثواب کار رہے اسکا فیصلہ یہاں نہیں
ہو سکتا عند اللہ ہوگا۔ دنیا میں کیوں جدا جدا بھٹکتے جاتے ہیں
اور قوم کو تباہ کر لیتے ہیں۔ گناہ تو سب کے یکساں ہیں
ثواب بھی سب کے یہاں یکساں ہیں ہر گروہ بھلائیوں پہ
آمادہ ہو اور برائیوں کو روکے۔ جب مذہبی قوانین کی مدد
نہیں ہو سکتی اور شاہی اجتماعی قوانین استحفاظ نہیں کر سکتے
تو پنچایت کے آپس کے قوانین تو محافظ ہو سکتے ہیں۔ پنچایت سے
اپنی اصلاح کر لینا نہ مذہبی جرم ہے نہ شاہی جرم ہے نہ سیاسیات
سے تعلق ہے۔ اگر مسلمان ان باتوں پر متوجہ ہوں تو رفتہ رفتہ
ترقی پذیر ضرور ہو جائیں گے۔ سوتے رہے تو پستی میں
آتے رہیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

جناب نقی احمد ارشاد (نبیرۂ شاد عظیم آبادی)
کنکر باغ پٹنہ

پسگفتار

کچھ بدرالحسن اور کچھ ان کی یادگار روزگار کے بارے میں

مولوی بدرالحسن مرحوم رئیس لودی کٹرہ کے متعلق میری آگاہی پہلی بار ۱۹۲۰ء میں ہوئی جب میں اسکول کے چھٹے درجہ کا طالب علم تھا۔ ان کے بڑے صاحب زادے نجم الحسن عرف نجبن مرحوم، میرے والد مرحوم سے ملنے آئے اور انھوں نے اپنے والد کی مطبوعہ دو جلدیں "یادگار روزگار" کی بطور تحفہ والد مرحوم کو دیں۔ اتفاق سے ہم محلہ میر عنایت حسین امداد شاگرد شاد موجود تھے۔ گفتگو سے معلوم ہوا کہ بدرالحسن صاحب نے ان کے اور ان کے خاندان کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔ الغرض وہ دونوں کتابیں والد مرحوم سے مانگ کے لے گئے" اور پھر واپس نہ ملیں۔ زمانہ گذرتا گیا یہاں تک کہ ۱۹۲۲ء میں جب میں پٹنہ سیٹی اسکول کے آٹھویں درجہ کا طالب علم تھا تو میرے ساتھ دو مسلمان لڑکے اظہر اور اکبر اسی درجہ کے طالب علم تھے۔ دونوں نماز جمعہ و جماعت میں شریک ہونے کے لیے خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں جایا کرتے تھے۔ منگل تالاب کے مشرق میں پٹنہ سیٹی اسکول تھا اور مغرب میں خانقاہ۔

ربیع الاوّل کا مہینا تھا یا کوئی اور مہینا تھا کہ خانقاہ میں عرس و قوالی کی بڑی تیاری تھی۔ اس زمانہ میں مولوی نعیم فارسی کے، مولوی حسن رضا نائب عربی کے اور مولوی مجید اردو کے معلّم تھے۔ تفن (وقفہ) میں یہ سب کے سب اور چند لڑکے خانقاہ کو جانے لگے۔ میں بھی ساتھ ہوگیا۔

وہاں دیکھا کہ قوّالی شروع ہوگئی ہے۔ غالباً الہ آباد کا کوئی قوال گا رہا تھا اور جناب مولانا سیّد حبیب الحق قدس سرّہٗ اور ان کے بڑے صاحب زادے جناب مولانا سید صبیح الحق قدس سرّہٗ ایک طرف کشادہ عمارت میں کھڑے تھے۔ جتنے مرید تھے وہ بھی دست بستہ کھڑے قوّالی سُن رہے تھے۔ ان میں میں نے جناب بدرالحسن مرحوم کو بھی پہچانا۔ حضرت مولانا حبیب الحقؒ کی زیارت اس کے پہلے اپنے سابق مکان شاد منزل میں کر چکا تھا جب وہ جد مرحوم سے ملنے کئی بار تشریف لائے تھے۔

چار

قوال نہایت لحن سے بیدم وارثی کی غزل گا رہا تھا :

سر میں کسی کی زلف کا سودا لیے ہوئے
صبح حرم ہے شام کلیسا لیے ہوئے

اس غزل کے بعد فارسی کی غزل شروع ہوئی :

ہر غنچہ بشگفت اِلّا دلِ من
اے وا دلِ من صد وا دلِ من

اس غزل پر مولوی نعیم اور بدرالحسن صاحب جھومنے لگے۔ وجد اور حال قال سے ایک سماں بندھ گیا۔ انتہائے وجد میں جو مرید حضرت سید شاہ حبیب الحق قدس سرہ کے پاس جاتا، وہ اس کے سینے کو اپنے سینے سے ایسا مس کرتے تھے کہ وہ فرش پر گر کے لوٹنے لگتا تھا۔ بدرالحسن مرحوم انتہائے وجدان و کیف میں ہاتھ اٹھا اٹھا کے "ہو حق" "ہو حق" فرما رہے تھے۔ قوال کی آواز "اے وا دلِ من" "اہوا! اہوا" اور فرش والوں کی "قو! قو!" کی آوازیں مل جل کر عجیب سماں بندھ گیا تھا۔ اسکول کے گھنٹے کی آواز آئی اور ہم چند ساتھیوں کے ساتھ دوڑ کر اسکول واپس آئے۔

زمانہ گذرتا گیا، ۲۴-۱۹۲۳ء میں یہ خبر گرم ہوئی کہ مولوی بدرالحسن مرحوم نے "بی چھٹن" (جن کو اس وقت تک لوگ "پٹنہ کی جگو بی" کے نام سے یاد کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں ان سے بہتر بھیرویں گانے والی کوئی عورت نہ تھی۔ اور جن کی گائی ہوئی بھیرویں کے یہ بول مشہور تھے "اٹھ رے سپہیا لشکر تیرو کوچ") ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے مسکونہ مکان گور ہٹہ "ست گھروا" میں ہر سال مجالس عزا میں نوحہ خوانی ہوتی تھی۔ چنانچہ "یادگار روزگار" میں بدرالحسن صاحب نے اس مکان میں بیک وقت اپنے والد اپنی اور اپنے بڑے صاحب زادے نجم الحسن مرحوم کی موجودگی دکھائی ہے۔ اعتراض تھا کہ بیک وقت تینوں پشت ایک طوائف کے گھر میں۔ ان کی کتاب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ مجلس نوحہ خوانی کا تھا، جو معیوب نہ تھا۔

میں نے بی چھٹن کو ان کی پیرانہ سالی کے زمانے میں دیکھا تھا۔ میانے میں بیٹھ کے جد مرحوم اور دیگر رؤسا سے ملنے کو جاتی تھیں۔ نہایت رعب و داب اور داشت سے رہتی تھیں۔ آخر عمر میں سنگی دالان سے متصل ٹھٹھری گھاٹ میں مکان بنوالیا تھا اور اُن کے متبنیٰ بیٹا اصل نام محمد امیر جو چوک ڈاک خانے میں ملازم تھے، ان کے ساتھ رہتے تھے۔ بی چھٹن کی تعریف و توصیف میں سید بدرالدین مرحوم خلف خان بہادر ضمیر الدین نے اپنی کتاب "کچھ حقیقت اور کچھ کہانی" میں دریا بہایا ہے۔ بی چھٹن کی جو تعریف و توصیف بدرالدین مرحوم نے کی ہے، وہ بالکل بدرالحسن مرحوم کی "ہجو ملیح" کے خلاف ہے۔ بی چھٹن پیشہ ور طوائف نہ تھیں۔ کچھ جائداد تھی اور موسیقی سے آمدنی تھی۔

پانچ

ملازمت پیشہ شخص کو ان فضولیات اور لاحاصل کاموں میں پڑنے کی کب فرصت ملتی ہے۔ یہ کام اسکا ہے جس کو دنیا کا کوئی کام نہ ہو اور اس کے ساتھ گذر اوقات کے لئے معقول ذریعہ معاش ہو۔

"اشتر و سوزن" کی اشاعت کے بعد مجھے شیخ برکت اللہ مرحوم لودی کٹرہ کے حالات کو جاننے کی ضرورت پڑی۔ "شاد کا عہد و فن" دونوں جلدوں کی تصنیف کے وقت "یادگار روزگار" کی کوئی جلد نہ مل سکی۔ "باقیات شاد" میں ایک قطعہ "جشن ولادت دختر محمد قاسم" ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ محمد قاسم خلف محمد امیر خلف شیخ برکت اللہ لودی کٹرہ میں رہتے تھے۔ دیگر حالات معلوم نہ ہو سکے۔ "باقیات شاد" کو بہار اردو اکیڈمی کے حوالے کرنے کے بعد برادرم یحیٰی امام چوا لال کی گلی سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس "یادگار روزگار" کی تین جلدیں ہیں۔ چنانچہ عزیزی سید معصوم رضا کاظمی تینوں جلدوں کی فوٹو کاپی لائے۔ اس سے پتہ چلا کہ شیخ برکت اللہ کا وہی مکان ہے جس میں سید شاہ اقبال رہتے تھے اور محمد امیر خلف دوم شیخ برکت اللہ اور محمد قاسم کا وہی مکان ہے جس میں خان بہادر معین الدین رہتے تھے۔ دونوں مکان اس وقت تک باقی ہیں۔ محمد امیر حج کے ارادہ سے گئے۔ ان کے ساتھ خان بہادر فضل امام (امداد امام اثر کے سوتیلے بھائی) بھی تھے۔ راستہ میں محمد امیر جہاز پر مر گئے اور فضل امام مرحوم نے بزشہر ایران کی سرحد پر جہاز کو رکوا کے انھیں دفن کرا دیا۔ بدر الحسن صاحب کے مطابق خان بہادر فضل امام کے عقائد شیعی تھے۔ محمد قاسم خلف محمد امیر سب رجسٹرار تھے، ترقی پا کے ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ آمدنی سے زیادہ اُن کے اخراجات، یہاں تک ان کو اپنے مسکونہ مکان کو خان بہادر معین الدین کے ہاتھوں فروخت کرنا پڑا، اور جب مرے تو جھٹلی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

اس کتاب کی زبان، قدیم شرفائے عظیم آباد کی زبان سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی ہے۔ نو وارد دیہاتیوں کی زبان ہے، مگر اس میں کام کی بھی بہت سی باتیں ہیں۔ اگر بدر الحسن مرحوم ان لوگوں کا ذکر نہ کرتے تو آج کوئی اُن کے نام سے بھی واقف نہ ہوتا۔ مؤلف کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ قدیم خاندانوں کے علاوہ انھوں نے ہر طبقہ کے لوگوں کے حالات لکھے ہیں۔ طوائف، طبلیے، سارنگیے، گویے، منھ بھٹیارہ، اسراجیہ، بارہ حکیم والے، قوال، دھوبی، چمار وغیرہ۔ کس کے حالات کہاں تک درست ہیں، فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ بعض بدیہی اغلاط موجود ہیں۔ چند مثالیں:-

۱۔ خانوادہ شاد :- نصیر حسین خیالؔ کو میر جعفر حسین کا بیٹا لکھ دیا ہے، اور یہی غلطی بدر الدین مرحوم نے بھی کی ہے۔ نصیر حسین خیالؔ، میر جعفر حسین کے چھوٹے بھائی میر فیروز حسین کے صاحب زادے تھے۔

۲۔ خانوادہ راجہ پیارے لال الفتی :۔ جلد دوم، ص ۱۱۷۔ حالات بابو سکھراج بہادر۔ "انھوں نے (سکھراج) برادری کے ایک لڑکے جے راج بہادر کو گود لیا تھا اور اپنا جانشین بنایا۔" بالکل غلط ہے۔ نسب نامہ درج ذیل ہے:

راجہ پیارے لال الفتی (محافظ کتب خانہ شاہ اکبر ثانی (وارد عظیم آباد))

بیر لال ضمیر (فارسی گو)

- باج بہادر (لاولد)
  - متبنیٰ جے راج بہادر
    - جگدیش بہادر انجہانی
- سکھراج بہادر رحمتی
  - دختر (زوجہ رام بہادر لال)
    - گنیش
    - ارجن
    - سوتمبر
    - پیتمبر
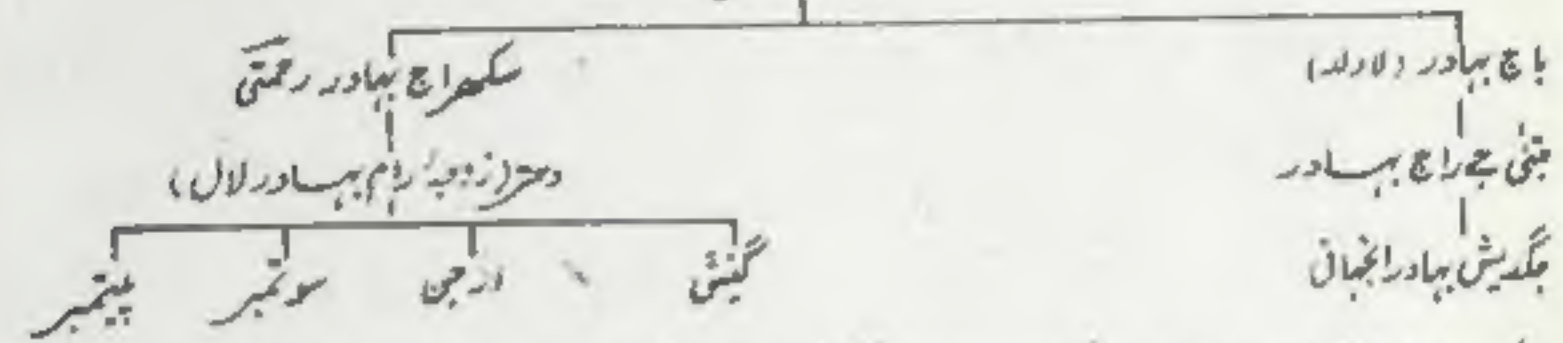
سکھراج بہادر کے چاروں نواسے مرچکے ہیں۔ ان میں دو گنیش اور ارجن کی اولادیں دیوان محلہ اور پچھم دروازے میں رہتی ہیں۔ پیتمبر بھی صاحب اولاد تھے۔ خاندانی مکان ہر مندر گلی آپسی جھگڑے کی وجہ سے بک گیا۔

۳۔ کوڑا شاہ فقیر :۔ ان کی تعریف تو ضعیف ہے، مگر کام کی بات بدرالدین مرحوم نے لکھی ہے کہ کوڑا شاہ سنار ٹولی کی مشہور طوائف گپی کا حقیقی ماموں تھا۔

۴۔ خدا بخش خاں کی ہجو ملیح :۔ جلد اول، ص ۱۲۲۔ رگھوبر دیال کے حالات میں دیکھیے۔

کتاب کی اہمیت :۔ بعض حضرات کے حالات نہایت تشنہ ہیں، البتہ سماجی پس منظر پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔ جن اسکالروں کو پٹنہ عظیم آباد کے صحیح حالات جاننے کی خواہش ہے، وہ اس کتاب کے علاوہ شاد عظیم آبادی کی تاریخ بہار "نقش پائدار" جلد اول، دوم، سوم۔ بدرالدین مرحوم کی "کچھ حقیقت کچھ کہانی" کو پڑھنے کے علاوہ سید محمد صاحب وکیل (مولوی یحییٰ مرحوم کے نواسے) کی انگریزی کتاب "آثار قدیمہ" مطبوعہ ۱۹۲۸ء بھی پڑھ جائیں۔ ان کتابوں کے علاوہ پٹنہ کے قدیم گزیٹیرس اور فرانسس بچنن کا انگریزی زبان میں سفر نامہ ۱۸۱۱ء۔ فارسی میں "مرآۃ الاحوال" مؤلفہ آقا احمد بہبہانی اس میں عظیم آباد کے چند قدیم خاندانوں کے بزرگوں کے نام آئے ہیں۔ میں نے ایک زمانہ ہوا سبھوں کا الگ الگ نسب نامہ اپنی دانست کے مطابق تیار کیا تھا۔ بعض "شاد کے عہد و فن" تین جلدوں میں جگہ پاچکے ہیں اور بعض غیر مطبوعہ ہیں۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے معاشی زوال اور گری ہوئی صحت کا بھی پتہ اس کتاب سے چلتا ہے۔

●●